حیات الحیوان (اُردو)

تألیف

علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری

رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

مترجم

مولانا عبدالرشید صاحب

فاضل خیر المدارس ، ملتان

نظر ثانی

مولانا سید خلیق ساجد بخاری

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 808ھ) کی شہرہ آفاق کتاب

حیاۃ الحیوان (مترجم)

جلد دوم

مترجم: ——— مولانا عبدالرشید شجاع آبادی
(فاضل خیر المدارس ملتان)

نظر ثانی: ——— مولانا سید خلیق ساجد بخاری



مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-7241355

نام کتاب: ______ حیات الحیوان (مترجم) جلد دوم

مؤلف: ______ علامہ محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: ______ مولانا عبدالرشید شجاع آبادی (فاضل خیر المدارس ملتان)

نظر ثانی: ______ مولانا سید خلیق ساجد بخاری (فاضل وفاق المدارس)

تعداد: ______ 1100

سن اشاعت: ______ دسمبر 2006ء

ناشر: ______ مکتبہ الحسن

بااہتمام: ______ عبدالقدیر

مطبع: ______ مکی مدنی پرنٹرز، لاہور

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام تر کوشش کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی غلطی یا کوئی خامی رہ گئی ہو تو ہمیں آگاہ کریں تاکہ آئندہ اس غلطی کو دور کیا جائے۔
(ادارہ)

مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-7241355

فہرست عنوانات حیات الحیوان مترجم

حصہ دوم

باب الذال

باب الراء

باب الشین

باب الصاد

باب الغین

باب الکاف

باب الام

حالات زندگی علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی کمال الدین محمد، کنیت ابوالبقاء، والد کا نام موسیٰ بن عیسیٰ ہے۔ان کا نام پہلے کمال دین تھا بعد میں کمال الدین محمد رکھا تا کہ حضور ﷺ کے نام کے ساتھ بطور تبرک نسبت ہو جائے۔

۷۴۲ء مطابق ۱۳۴۴ء کے اوائل میں قاہرہ میں ولادت ہوئی۔جس کا ذکر خود انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے آپ نے قاہرہ میں تربیت حاصل کی اور یہیں پرورش پائی۔

یوں تو آپ قاہرہ میں پیدا ہوئے لیکن دمیرۃ کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے (دمیرۃ مصر میں ایک بستی کا نام ہے) دمیرۃ کو بعض لوگ دال اور میم دونوں پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا اور بعض لوگ دال پر فتح اور میم پر کسرہ پڑھتے ہیں اس طرح دمیری پڑھا جائے گا۔

مستند علماء نے اسی آخری قول کو ترجیح دی ہے۔

جب سن شعور کو پہنچے تو خیاط (درزی) کا کام شروع کر دیا۔ چند دنوں کے بعد یہ شغل ترک کر دیا اور علم وفن کی اہمیت معلوم ہونے پر جامعۃ الازہر میں تحصیل علم شروع کر دی۔ پھر ایسے مشغول ومتوجہ ہوئے کہ اپنے وقت کے قابل احترام اور جلیل القدر علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ یہاں تک کہ عہدہ قضاء کی پیشکش بھی کی گئی لیکن آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔عقائد میں اہلسنت اور فقہ میں شافعی مذہب سے وابستہ تھے اور تصوف میں کافی دسترس وادراک رکھتے تھے عابد وزاہد تھے آخری عمر میں تسلسل کے ساتھ روزے رکھنے لگے تھے۔

اہل علم وفن کہتے ہیں کہ استاذ کے اخلاق اور اس کے علوم کا اثر اس کے شاگردوں میں ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت، رفعت علمی، علو مرتبت کا اندازہ لگانا ہو تو اس کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ کا جائزہ لے لیجئے۔ اسی طرح علامہ ابن تیمیہؒ کے علوم اور ان کے شان علمی سے واقف ہونا ہو تو ان کے شاگرد حافظ ابن قیمؒ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔

اسی طرح آپ نے علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت معلومات، ان کی شان علمی وشخصیت کا مشاہدہ کرنا ہو تو آپ کی تصانیف میں خصوصی طور پر ''حیات الحیوان'' اور ان کے اساتذہ کرام کی علمی رفعت وبلندی کو دیکھئے۔آپ نے اپنے وقت کے جید ویکتائے روزگار علماء وفقہاء سے علوم حاصل کئے۔

علم فقہ شیخ بہاء الدین سبکیؒ، جمال الدین اسنویؒ، کمال الدین نویری مالکیؒ وغیرہ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا اور علم ادب

شیخ برہان الدین قیراطیؒ اور بہاء بن عقیل سے حاصل کیا۔ اور علم حدیث میں شیخ علی المظفر عطار مصریؒ الجامع للامام الترمذی ابوالفرج بن القاریؒ اور محمد بن علی حراویؒ وغیرہ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔

علوم معرفت، وظائف وعملیات امام یافعیؒ سے بھی سیکھے۔ آپ نے علم حاصل کرنے کے بعد متعدد مقامات پر تدریس کا کام انجام دیا۔

آپ مکہ میں دو سال تک تعلیم وتدریس میں مشغول رہے۔ القبہ، جامعہ الازہر، جامعہ الظاہر میں درس حدیث کی خدمات انجام دیں۔ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کے درس حدیث میں شریک رہا اور سبق سے محفوظ ہوا اسی طرح مدرسہ ابن البقری باب النصر میں بروز جمعہ بعد نماز عصر وعظ وتبلیغ فرماتے۔

زیادہ تر مکہ مکرمہ اور قاہرہ میں تدریس وافتاء کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ شیخ صلاح الدین اقفہی نے مکہ میں اور شیخ تقی الدین الفاسی نے قاہرہ میں آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

علامہ دمیریؒ علم وعمل دونوں کے نمونہ تھے۔ عبادت وریاضت کے پیکر' تلاوت قرآن کی بیش بہا نعمت سے مالا مال تھے۔ حج بیت اللہ اور کثرت صیام کے دلدادہ تواضع وخاکساری کے مجسمہ تھے اور ذکر اللہ کے وقت غلبہ خوف وخشیت سے آپ پر گریہ طاری ہو جاتا۔

کبھی کسی سے سختی اور ترش روئی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اور نہ کبھی فخریہ لباس زیب تن کیا۔ آپ ان مبارک ہستیوں میں سے تھے جن کو اللہ جل شانہ نے حرمین شریفین کی مجاورت کا اعزاز بخشا تھا۔ اگر آپ سے خرق عادت کے طور پر کبھی کشف وکرامت کا ظہور ہوتا تو اس کو چھپانے کی کوشش کرتے۔

شیخ مقریزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ میں امام دمیریؒ کی خدمت میں غالباً دو سال کا عرصہ رہا۔ مجھے ان کی مجلس پسند آئی، شفقت ومحبت سے پیش آتے اور مجھے ان سے عشق ہو گیا تھا۔ ان کے عالی مرتبت بلند پایہ شخصیت' شہرت' اخلاق وکردار' عبادت وریاضت میں مستقل طور پر پابندی کرنے کی وجہ سے میں ان پر فریضۃ تھا۔

آپ نے ۷۶۲ھ میں حسب عادت حج کا فریضہ ادا فرمایا پھر مصر تشریف لے گئے پھر آپ ۷۷۳ھ میں مکہ تشریف لائے اور اسی سال آپ کے شیخ بہاؤ الدین سبکی کا انتقال ہو گیا۔ علامہ دمیری رحمہ اللہ نے ۷۷۶ھ میں مکہ مکرمہ میں آکر سکونت اختیار کر لی پھر سکونت ترک کر کے قاہرہ چلے گئے۔ پھر جب بھی مکہ میں تشریف لاتے تو حج بیت اللہ کا فریضہ ضرور ادا کرتے۔

مکہ مکرمہ کی رہائش وسکونت کے زمانہ میں فاطمہ بنت یحیٰ بن عیاد الصنہاجی مکیۃ سے نکاح کیا ان سے تین بچیاں پیدا ہوئیں۔

علامہ دمیری نے جہاں علوم سے طلباء کو مستفید اور خلق خدا کو فیض یاب کیا وہیں آپ نے قلم و کاغذ سے کام لے کر آئندہ آنے والوں کو کتابی شاگرد بننے کا موقع مرحمت فرمایا۔ آپ کی تصانیف کا دائرہ وسیع ہے جن میں سے کچھ تو شائع ہو سکیں اور کچھ طباعت سے رہ گئیں اور مخطوطات سے آگے نہ بڑھ سکیں۔

ان میں سے آپ کی کتاب حیات الحیوان الکبریٰ نے خاصی شہرت حاصل کی ہے کتاب کی ترتیب 773ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے حسب معلومات اکثر جانوروں کے خصائص و عادات کا تفصیلی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

جانوروں سے متعلق معلومات اس طرح جمع کی ہیں کہ پہلے لغوی حل، جانوروں کے نام اور کنیت، خصوصیات و عادات، احادیث میں ان کا تذکرہ، شرعی حلت و حرمت، ضرب الامثال، طبی خاصیتیں، خواب میں دکھائی دینے والے جانور کی تعبیر اور ان سے متعلقہ تاریخی واقعات، اشعار، گاہے بگاہے اوراد و وظائف تعویذات و عملیات وغیرہ درج کیے ہیں اور اس میں ہر فن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

علامہ کمال الدین دمیری نے کتاب حیوۃ الحیوان اس غرض سے لکھی ہے کہ عربی کے مغلق و مشکل الفاظ کی شرح اور پیچیدہ لفظوں کی تصحیح ہو جائے اس لئے کہ بعض عبارتیں بہت دشوار ہوتی ہیں اور اس بات کی تائید میں مصنف کتاب علامہ دمیری کی عبارت پیش خدمت ہے جو انہوں نے کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرمائی ہے۔

هذا كتاب لم يسالني احد تصنيفه ولا كلفت القريحة تاليفه وانما دعاني الى ذلك انه وقع في بعض الدروس اللتي لا مخبأ فيها لعطر بعد عروس.

''اس کتاب کی تصنیف کے لیے کسی کا تقاضا نہیں تھا اور نہ یہ کسی دوست کی فرمائش پر لکھی گئی بلکہ بعض اسباق کی پیچیدگی اس کا باعث ہوئی اور یہ تقاضا اتنا بڑھا کہ اسے قابو میں رکھنا مشکل ہو گیا۔

عجیب و غریب معلومات کے بیش بہا مجموعہ کے باوجود اس میں رطب و یابس کی بھر مار ہے، خصوصی طبی خواص پر عمل کرنا کسی پریشانی کا سبب بن سکتا ہے، بعض دیگر معلومات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی اور آج کے سائنسی دور میں تحقیقات کے ذریعہ ناقص ثابت ہو چکی ہیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال قاہرہ میں جمادی الاول ۸۰۸ھ بمطابق ۱۴۰۵ء میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

فقط

خلیق ساجد بخاری عفی اللہ عنہ

باب الخاء

الخاذباذ

مگس، مکھی۔ الخاذباز: ۔ایک لغت اس میں الخزباذ بھی ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ یہ دونوں الگ الگ اسم ہیں "خاذ اور باز" دونوں اسموں سے مرکب ہو کر ایک لفظ بن گیا ہے جس کے معنی مکھی کے ہیں یہ کسرہ پر مبنی ہے جو بحالت رفع نصب و جر یکساں رہتا ہے۔ ابن احمر نے کہا ہے۔

تَـفـقـا فَـوْقـه الَقـلَـعُ السواری　　　وجـن الـخـاذ بـاذبـه جُـنُـونـاً

"چھا گئے اس کے اوپر چھاگلوں کے گھنگھر وجیسا کہ مکھیاں ہجوم کر کے آئیں بھنبھناہٹ کے ساتھ۔"

اور جوہری نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے "جن الذباب" سے ہو۔ کیونکہ جب مکھی کی آواز بڑھ جاتی ہے تو "جن الذباب" بولا جاتا ہے یعنی مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ "جن النبت جنونا" سے ہو۔ کیونکہ جب گھاس لمبی ہو جاتی ہے تو "جن النبت جنونا" بولتے ہیں۔ متنبی شاعر نے اشعار ذیل میں "خاذ باذ" اسی معنی یعنی "مکھیوں کی بھنبھناہٹ" میں استعمال کیا ہے۔

کـلـمـا جـادت الـظـنـون بـوعـد　　　عـنـک جـادت یـداک بـالانـجـاز

اے ممدوح جب لوگوں کے گمان تیرے ایفاء وعدہ کے متعلق اچھے ہو جاتے ہیں تو تیرے ہاتھ اس وعدہ کو پورا کر دیتے ہیں۔"

مـلـک مـنـشـد الـقـریـض لـدیـه　　　یـضـع الـثـوب فـی یـدی بـزاز

"وہ ایسا بادشاہ ہے کہ اس کے سامنے شعر پڑھنے والا ایسا ہے جیسے کہ کوئی شخص کپڑے کو بزاز کے ہاتھ میں رکھ دے۔"

وَلَـنَـا الـقـول وَهُـوَ ادریٰ بـفـحـوا　　　وَاَهـدیٰ فیـه اِلَـی الاعـجـاز

"ہم تو صرف شعر کہتے ہیں، لیکن وہ اس کا مطلب سمجھ لیتا ہے اور شعر کی گہرائیوں تک پہنچ جاتا ہے۔"

ومـن الـنـاس مـن تـجـوز عـلـیـه　　　شـعـراء کـانـهـا الـخـازبـاز

"اور کچھ آدمی ایسے ہیں کہ شاعر ان کے اوپر ایسے ٹوٹے پڑتے ہیں جیسا کہ مکھیاں۔"

ویری انه البصیر بهذا　　　وهـوفـی الـعـمـی ضـائـع العکـاز

"ان کے متعلق یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شعر کے پرکھنے والے ہیں۔ حالانکہ سمجھنا یہ چاہیے کہ بھینس کے سامنے بین بجائی جا رہی ہے۔"

اصمعی نے کہا کہ الخاذباز مکھی کی آواز کی نقل ہے لیکن بعد میں مکھی کا نام رکھ دیا گیا اور ابن اعرابی نے "الخاذباز" ایک قسم کی گھاس کو کہا ہے۔ چنانچہ ابن نصیر نے ابن اعرابی کے قول کی تائید میں یہ شعر پڑھے۔

رعیتھا اکرم عود عودا   النصل والصفصل والیعضیدا

''میں نے اس کی رعایت کی جیسا کہ بہترین لکڑی کی حفاظت کی جاتی ہے جس سے عمدہ قسم کے تیر، نیزے اور دست پناہ تیار کئے جائیں۔''

والخاذباز السنم النجودا   بحیث یدعوا عامر مسعودا

''اور مکھیاں ہجوم کرتی ہیں اور بلاتی ہیں عامر اور مسعود نامی چرواہوں کو''۔

ضرب الامثال اور کہاوتیں:

اہل عرب بولتے ہیں الخاذباز اخصب ۔یعنی مکھیاں چوسنے والی ہیں ۔میدانی نے کہا ہے کہ یہ ایک مکھی ہے جو موسم ربیع میں اڑتی ہیں اور سال کی خوشحالی پر دلالت کرتی ہے۔

خاطف ظلہ

(ایک قسم کی چڑیا) کمیت بن زید نے ایک شعر کہا ہے۔

وریطة فتیان کخاطف ظلہ   جعلت لھم منھا خباء ممددا

''اور نوجوانوں کی زلفیں ایسی باریک ہیں جیسا کہ اڑتی ہوئی چڑیاں ہیں، میں نے ان سے خیمے تیار کئے ہیں، لمبی سلسلے والے۔''

ابن سلمہ کہتے ہیں کہ خاطف ظلہ ایک پرندہ ہے جسے الرفراف بھی کہا جاتا ہے پس جب یہ پرندہ پانی میں اپنے سائے کو دیکھتا ہے تو اسے پکڑنے کے لئے جھپٹتا ہے اور ملاعب ایک پرندہ ہے اس کی بھی یہی خصوصیت ہے عنقریب انشاء اللہ اس کا تذکرہ باب المیم میں آئے گا۔

الخبھقعی

الخبھقعی: خاء اور باء پر فتحہ ۔عین مقصورہ وممدودہ دونوں پڑھا جاتا ہے ۔یہ ایسے کتے کا بچہ ہے جس نے بھیڑیئے سے جفتی کی ہو اور اس مادہ بھیڑیئے سے یہ بچہ پیدا ہوا ہو اور بنی تمیم کے ایک دیہاتی کا نام اسی سے الخبھقعی تھا۔

الخثق

الخثق: خاء اور ثاء مثلثہ پر فتحہ ،ارسطاطالیس نے ''نعوت'' میں کہا ہے کہ ایک بڑا پرندہ ہے ملک چین اور بابل کے شہروں میں پایا جاتا ہے اور آج تک کسی نے بھی اس کو زندہ نہیں دیکھا۔

جب یہ پرندہ کسی زہر کو سونگھتا ہے تو سن ہو جاتا ہے اور اس وقت اس کو تیزی سے پسینہ آجاتا ہے اور اس کے بعد اس کی حس ختم ہو جاتی ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ موسم سرما اور موسم گرما میں یہ پرندہ جس راستے سے گزرتا ہے اس پر کافی تعداد میں زہر پڑا ہوا ہوتا ہے۔پس یہ زہر کی بو سونگھتا ہے تو سن ہو جاتا ہے اور مردہ ہو کر گر جاتا ہے۔پھر لوگ اس کے مردہ جسم کو اٹھا لیتے ہیں اور اس سے برتن اور چھری چاقو وغیرہ کے دستے بناتے ہیں۔اس کی ہڈی میں بھی یہ تاثیر (مرنے کے بعد) رہتی ہے کہ اگر اس کو بھی زہر کے نزدیک لایا جائے تو اس ہڈی سے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے اور اکثر لوگ شبہ ہونے پر زہر آلود کھانے کا اسی سے تجربہ کرتے ہیں۔

اس پرندے کی ہڈی کا مغز تمام جانداروں کے لئے زہر قاتل ہے اور سانپ اس کی ہڈی سے ایسا بھاگتا ہے کہ کبھی پھر اس جگہ نہیں آتا۔

الخدرنق

(عنکبوت۔مکڑی) الخدرنق: مکڑی، دال وذال دونوں کے ساتھ لکھا ہے۔ (درۃ الغواص)

الخراطین

الخراطین: کینچوے۔ کہا گیا ہے کہ یہ اساریع یعنی کینچوے ہیں جن کا بیان باب الف میں گزر چکا ہے مگر علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ شحمۃ الارض یعنی سانپ کی چھتری ہے جس کا بیان انشاءاللہ باب الشین میں آئے گا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک بڑی جونک ہے جو مرطوب مقامات میں پائی جاتی ہے۔

طبی خواص:

اگر خراطین کو تیل میں بریاں (تل کر) کر کے باریک پیس لیا جائے اور پھر بواسیر پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ اگر خراطین کو تیل میں ڈال کر وہ برتن زیر زمین دفن کر دیا جائے اور سات دن کے بعد اس کو نکال کر خراطین اس میں سے نکال کر پھینک دیئے جائیں تا کہ تیل میں ان کی بو باقی نہ رہے۔ پھر اس تیل کو ایک شیشی میں بند کر کے اس میں گل لالہ تیل کے وزن سے نصف ملا کر پھر اس شیشی کو سات دن تک زمین میں دبا دیا جائے۔ پھر اس تیل کو نکال کر بطور خضاب بالوں میں استعمال کیا جائے تو بال بالکل سیاہ ہو جائیں گے اور پھر بڑھاپے تک بال سفید نہ ہوں گے۔

الخرب

(نرسرخاب) الخرب (خائے معجمہ اور راء مہملہ پر فتحہ اور باء موحدہ) نرسرخاب اس کی جمع خراب اخراب اور خربان آتی ہے۔

لطیفہ:

ابوجعفر احمد بن جعفر بلخی نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے ابوالحسن کسائی اور ابومحمد یزیدی کو مناظرہ کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ یزیدی نے کسائی کے سامنے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھا اور پوچھا کہ اس کے صحیح اعراب کیا ہیں۔

ما رأینا قط خربا نقر عنہ البیض صقر

لا یکون المعیر مھرا لا یکون المھر مھرا

یہ سن کر کسائی بولے کہ دوسری بیت کے دوسرے مصرعہ میں مہر منصوب ہونا چاہیے تھا یعنی بجائے مھرٌ کے مھراً ہونا چاہیے تھا کیونکہ یہ کان کی خبر ہے۔ لہٰذا شعر میں ایک قسم کا نقص آ گیا۔

---

1 عمان میں کینچوؤں کو دُعس کہتے ہیں۔

2 ریت میں پائے جانے والے سفید کیڑے جن کا سر سرخ ہوتا ہے۔

یزیدی نے یہ سن کر کہا کہ شعر تو بالکل صحیح ہے اس میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے کیونکہ لایکون پر جو کہ دوسرے مصرعہ کے شروع میں ہے کلام ختم ہو گیا۔ اس کے بعد از سر نو کلام شروع ہوا۔ یہ کہہ کر یزیدی نے اپنی ٹوپی زمین پر ماری اور بطور فخر کہنے لگا کہ میں ابو محمد ہوں۔ یہ سن کر یحییٰ بن خالد (وزیر ہارون) نے کہا کہ تم امیر المومنین کے حضور میں اپنی کنیت بیان کر کے شیخ کی آبرو ریزی کرتے ہو۔ یہ سن کر ہارون رشید نے کہا کہ کسائی نے غلطی کی مگر حسن ادب کو ملحوظ رکھا۔ میرے نزدیک یہ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تو نے شعر کی تصویب کی مگر ساتھ ساتھ بے ادبی کا مرتکب ہوا۔ یزیدی نے عرض کیا کہ امیر المومنین کامیابی کی حلاوت نے مجھے بے خود کر دیا تھا اس لئے حفظ ادب میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ چنانچہ خلیفہ نے ناراض ہو کر یزیدی کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے۔

ا۔ ہم نے کبھی نر سرخاب ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے انڈوں میں صقر (شکرا) ٹھونگ مارتا ہو یعنی ہم نے سرخاب کے انڈے سے صقر (شکرا) کا بچہ نکلتا ہوا نہیں دیکھا۔

۲۔ گدھا بچھیرا نہیں ہوسکتا، پھر کہتا ہوں کہ نہیں ہوسکتا، بچھیرا، بچھیرا ہی ہے، یعنی گھوڑے کا ہی بچہ ہوتا ہے گدھے کا نہیں۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام محمدؒ بن حسن حنفی اور کسائی امام نحو جمع ہوئے تو۔ کسائی کہنے لگے کہ کون ایسا ہے جو جملہ علوم کے اندر مہارت رکھتا ہو۔ اس پر امام محمد نے کسائی سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدہ سہو کرنا بھول جائے تو کیا وہ اس کو دوسری بار (دوسری نماز میں) ادا کر سکتا ہے۔ کسائی نے جواب دیا کہ نہیں۔ امام محمدؒ بن حسن نے پوچھا کہ کیوں؟ کسائی نے جواب دیا کہ علماءِ نحو کا قول ہے کہ اسم تصغیر کی دوبارہ تصغیر نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد امامؒ صاحب نے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص عتق (آزادی غلام) کو ملک پر معلق کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کسائی نے کہا کہ صحیح نہیں ہے اور وجہ پوچھے جانے پر جواب دیا کہ سیل (سیلاب) مطر (بارش) سے پہلے نہیں آسکتا۔ یعنی پانی کا بہاؤ اسی وقت ہوگا جب بارش برسے گی اس سے پہلے نہیں۔

کسائی نے علم نحو کبر سنی میں حاصل کیا اور اس کا محرک یہ واقع ہوا کہ ایک دن کسائی پیدل چلتے چلتے تھک کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں تھک گیا اور عربی میں یہ الفاظ استعمال کئے۔ ''قد عییت'' اس پر کسی سننے والے نے یہ کلام سن کر اعتراض کیا اور کہا کہ آپ غلط زبان بولتے ہیں۔ کسائی نے پوچھا کہ کیوں کیا غلطی ہے؟ معترض نے جواب دیا کہ اگر اس سے تمہارا مطلب اظہار تھکان تھا تو تم کو کہنا چاہیے تھے ''اعییت'' اور اگر انقطاع حیلہ کا اظہار مطلوب تھا تو عییت کہنا مناسب تھا۔ معترض کی زبان سے یہ سن کر کسائی شرمندہ ہوئے اور پھر آپ علم نحو کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور یہاں تک پڑھے کہ اس میں ماہر کامل ہو گئے اور اپنے زمانے میں علم نحو کے امام کہلائے۔

امام کسائی امین و مامون فرزندان رشید کے اتالیق تھے اور خلفیہ رشید اور ان کے دونوں لڑکوں کے نزدیک آپ کا بڑا مرتبہ تھا۔ امام محمدؒ بن حسن حنفی امام کسائی کی ایک ہی دن ۱۸۹ھ میں وفات ہوئی اور ایک ہی جگہ دفن ہوئے۔ خلیفہ ہارون رشید نے مدفن پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ آج اس جگہ علم اور ادب دفن ہو گئے۔

ضرب الامثال

''مار أینا صقرا یر صده خرب'' یعنی ہم نے کسی شکرے کو نہیں دیکھا کہ اس کی گھات میں کوئی سرخاب بیٹھا ہوا ہو۔ اہل عرب اس مثال کو اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ کسی شریف آدمی پر کوئی کمینہ آدمی غالب آ جائے۔

الخرشة

(مکھی) الخرشة: جوہری نے کہا ہے کہ اسی سے مختلف اشخاص کے نام رکھے گئے ہیں مثلاً:۔
(۱) سماک بن خرشتہ الاحباری اور اسی طرح آپ کی والدہ کا نام اسی مکھی کے نام پر خرشتہ رکھا گیا اور (۲) اسی سے ابوخراشتہ السلمی جن کا نام عباس بن مرداس کے اس شعر میں مذکور ہے۔

ابا خراشة اما انت ذانفر　　　فان قومی لم تاکلهم الضبع

''اے ابوخراشتہ کیا تو قابل نفرت نہیں ہے بالتحقیق میری قوم ایسی ہے کہ اس کو قحط سالی نہیں ستاتی۔''
اور اسی سے خرشتہ بن حرفزاری کوفی کا نام ہے جن کی وفات ۷۴ھ میں ہوئی اور یہ یتیم تھے ان کی پرورش حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔

الخرشقلا

الخرشقلا: بلطی مچھلی کو کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے:۔
''کہ اگر بلطی مچھلی نہ ہوتی تو جنت کے پتے دریائے نیل کے پانی میں پائے جاتے''۔

الخرشنة

(الخرشنة) کبوتر سے بڑا ایک پرندہ جس کا بیان باب الکاف میں آئے گا۔ انشاء اللہ۔

الخُرق

(ایک قسم کی چڑیا) الخرق:۔ خاء اور رائے مہملہ پر ضمہ ہے اور آخر میں قاف ہے۔ جاحظ نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اَلْخِرْنَقُ

(ولد الارنب۔ خرگوش کا بچہ) الخرنق: خائے معجمہ پر کسرۂ الخرنق ایک شاعر کا نام بھی تھا جو کہ تابعین کے زمانہ میں تھا اور اسی سے ''ارض مخرنقۃ'' (زیادہ خرگوش والی زمین) یعنی جس جگہ زیادہ تعداد میں خرگوش رہتے ہوں، اہل عرب بولتے ہیں۔ ''الین من خرنق'' (وہ خرگوش سے زیادہ نرم ہے) آنحضور ﷺ کی ایک زرہ کا نام (بوجہ اس کی ملائمیت کے) خرنق تھا۔ کیونکہ عرب میں دستور تھا کہ جب وہ کسی چیز کی ملائمیت کو بیان کرنا چاہتے تو خرنق سے تشبیہ دیتے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک دوسری زرہ تھی جس کو بوجہ چھوٹی ہونے کے بمتیرا کہتے تھے اور ایک تیسری زرہ اور تھی جس کو ''ذات الفضول'' کہتے تھے۔ کیونکہ یہ طول (لمبائی) میں دوسری زرہوں سے بڑی تھی۔ س زرہ کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے موقع پر آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اور یہی وہ زرہ تھی جس کو بوقت وفات آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس رہن رکھا تھا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو چھڑایا تھا۔ ان کے علاوہ چار زرہیں اور تھیں جس میں

چوتھی زرہ کا نام ذات الوشاح، پانچویں کا نام ذات الحواشی اور چھٹی کا نام فضہ اور ساتویں کا نام سغد یہ تھا۔

حافظ دمیاطی کا قول ہے کہ سغد یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جس کو پہن کر آپ نے جالوت کو قتل کیا تھا اور یہ زرہ خود حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے ہاتھ ہی سے بنائی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ آپ صرف اپنے ہاتھ کی کمائی کی روٹی کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ'' (اور سکھا دیا اس کو جو کچھ چاہا) کی تفسیر میں کلبیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد زرہوں وغیرہ کا بنانا ہے جو آپ ﷺ بنا کر فروخت کیا کرتے تھے اور بعض مفسرین نے اس آیت سے مراد منطق الطیر والبہائم یعنی پرندوں اور دیگر جانوروں کی بولی کا سمجھنا، لیا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے خوش الحانی (اچھی آواز) مراد ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ جیسی آواز (خوش الحانی) کسی کو عطا نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے جب آپ زبور پڑھتے تو جنگلی جانور آپ کے اس قدر قریب آجاتے کہ آپ ان کی گردنیں پکڑ لیتے تھے اور پرندے آ کر آپ پر پروں کا سایہ کر لیتے تھے اور بہتا ہوا پانی اور چلتی ہوئی ہوائیں آپ کی آواز سن کر رک جاتی تھیں۔

ضحاکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک زنجیر عطا فرمائی تھی جو آمد و رفت کے راستہ پر لٹکی ہوئی تھی اور اس کا ایک سرا آپ کے عبادت خانہ سے لگا ہوا تھا۔ اس زنجیر میں لوہے کی قوت رکھی گئی تھی اور اس کا رنگ آگ کے رنگ کی طرح تھا۔ اس کے حلقے گول اور ہر دو حلقوں کے درمیان میں جواہرات جڑے ہوئے تھے اور ان کے اردگرد موتیوں کی لڑیاں لٹکی ہوئی تھیں۔ ہوا میں جو بھی حرکت پیدا ہوتی زنجیر اس سے جھنجھنانے لگتی اور اس سے آپ کو ہر ایک حادثہ کا علم ہو جاتا۔ جو کوئی آفت رسیدہ یا مریض اس زنجیر کو چھو لیتا تو فوراً اچھا ہو جاتا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل اس زنجیر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے داد خواہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب کبھی کسی دوسرے پر ظلم و زیادتی کرتا یا کوئی کسی کا حق مار لیتا تو مدعی اس زنجیر کو آ کر پکڑ لیتا۔ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آجاتی اور اگر جھوٹا ہوتا تو ہاتھ میں نہ آتی اور یہ سلسلہ بنی اسرائیل میں اس وقت تک چلتا رہا جب تک وہ مکروفریب سے دور رہے۔

مختلف ذرائع سے یہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زمیندار نے کسی شخص کے پاس ایک قیمتی گوہر امانت رکھا۔ پھر کچھ عرصہ بعد زمیندار نے اپنی امانت واپس طلب کی مگر امانت دار منکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس تم نے کوئی امانت نہیں رکھی اور اپنی خیانت چھپانے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ایک لاٹھی لے کر اس میں سوراخ کر کے گوہر کا دانہ اس کے اندر رکھ دیا۔ پھر وہ دونوں زنجیر کے پاس آئے تو زمیندار نے اپنے دعوے کا اظہار کیا اور زنجیر پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا۔ چنانچہ زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ پھر اس مدعا علیہ (امانت رکھنے والے) سے کہا کہ اب تم پکڑو تو اس نے جواب دیا کہ اچھا لو میری یہ لاٹھی پکڑ لو تا کہ میں زنجیر پکڑ سکوں۔

چنانچہ زمیندار اس کی لاٹھی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد مدعا علیہ نے قسم کھا کر بیان کیا کہ وہ امانت میرے پاس نہیں ہے بلکہ خود اس کے مالک (زمیندار) کے پاس ہی ہے اور یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ زنجیر کی طرف بڑھائے تو زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی اور چونکہ وہ اس وقت اپنے قول میں سچا تھا کیونکہ وہ گوہر اس وقت لاٹھی کے اندر تھا اور وہ لاٹھی اس دھوکے باز نے زمیندار کو پکڑا دی تھی اس لئے زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ مگر جو لوگ زمیندار کی سچائی سے واقف تھے اس وقت وہاں موجود تھے اور ان کے دلوں میں زنجیر کی طرف سے شک پیدا ہو گیا اور وہ اس سے بد اعتقاد ہونے لگے۔ چنانچہ جب لوگ اگلی صبح سو کر اٹھے تو دیکھا کہ زنجیر غائب ہے۔ اس طرح بنی اسرائیل کے مکروفریب کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھا لیا۔

ضحاک اور کلبیؒ کا بیان ہے کہ جالوت کو قتل کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ستر سال تک حکومت کی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ کسی بھی بادشاہ پر بنی اسرائیل جمع نہ ہوئے یعنی تمام بنی اسرائیل آپ کی بادشاہت کو تسلیم کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت اور نبوت دونوں عطا فرمائی تھیں جو کہ اس سے پہلے کسی کو نہیں ملی تھی۔ کیونکہ آپ سے پہلے یہ قاعدہ تھا کہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے خاندان میں بادشاہت ہوتی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر شریف سو سال کی ہوئی۔

حافظ دمیاطیؒ کہتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کو دو زرہیں بنی قینقاع کے مالِ غنیمت سے حاصل ہوئی تھیں اور ان دو زرہوں کو ملا کر آپ کی زرہوں کی تعداد نو ہوگئی تھی اور آپ نے جنگ احد میں فضہ اور ذات الفضول اور جنگ حنین میں ذات الفضول اور سغد یہ زرہیں پہنی تھیں۔ واللہ اعلم

اَلْخُدَارِيَةُ

الخدارية :۔ خا کے ضمہ کے ساتھ۔ عقاب کا نام ہے اور سیاہ رنگ کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ خداریہ کے اصل معنی سیاہی کے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں ''بعیر خداری'' یعنی سیاہ اونٹ اور اسی طرح کہتے ہیں لون خداری۔ میدانی نے اپنی کتاب مجمع الامثال کے خطبہ میں لفظ ''خداری'' سیاہی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

''بہترین آدمی کبھی اپنی جدوجہد کو ترک نہیں کرتے اسی لئے ان کے زندہ کارنامے فنا نہیں ہوتے یہاں تک کہ زمانہ خود ہی فنا ہو جائے۔ میں اس کتاب کے قاری سے معذرت طلب ہوں کہ اگر کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے یا میری کسی تعبیر سے کسی کو اتفاق نہ ہو کیونکہ ہم سب اپنی ان کیفیات کا انکار کرتے ہیں جو نفس پر طاری ہوتی ہیں حالانکہ زمانہ ان کی سیاہی کے درمیان حائل ہوگیا اور پرندے اپنے آشیانوں سے اڑ گئے، شباب جاتا رہا اور ضعف کا پنجہ قویٰ پر غالب آگیا اور صحرائے محبت میں تفریح بازی کا دور ختم ہوگیا۔ چنانچہ ایک شاعر کے اشعار ہیں۔

وهنت عزماتک عند المشیب — وما کان من حقها ان تهی

''اے محبوبہ تیرے ارادوں نے بڑھاپے میں مجھے کمزور کر دیا حالانکہ یہ دوران باتوں کا نہیں تھا''۔

وانکرت نفسک لما کبرت — فلاهی انت ولا انت هی

''اب تو اجنبی محسوس ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سابق میں تو جو کچھ تھی اب نہیں ہے''۔

وان ذکرت شهوات النفوس — فما تشتهی غیر ان تشتهی

''اگر اس زمانہ کو یاد کیا جائے جبکہ ہماری محبتیں ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوئیں تو لا حاصل ہے کیونکہ تو نہ وہ ہے جو پہلے تھی اور نہ میں وہ ہوں جو ماضی میں تھا''۔

الخروف

(حمل۔ بکری کا بچہ) الخروف :۔ اصمعی نے کہا ہے کہ بھیڑ یا گھوڑی کا بچہ جب چھ مہینہ کا ہو جاتا ہے تو عربی میں اس کو خروف کہتے ہیں۔

ابن لہیعہ نے موسیٰ بن وردان سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ایک بھیڑ نبی

علیہ السلام کے پاس سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ "یہ وہ ہے جس میں برکت دی گئی"۔ ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں "کَالْخَرُوْفِ يَتَقَلَّبُ عَلَى الصُّوْفِ" خروف لوٹ پوٹ ہوتا ہے اون پر" یہ مثال (اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جس نے کسی کی ذمہ داری لے رکھی ہو۔

خروف کی خواب میں تعبیر:

بکری کے بچہ کو خواب میں دیکھنا ایسے لڑکے کی طرف اشارہ ہے جو والدین کا مطیع اور فرمانبردار ہو۔ لہٰذا اگر کسی شخص کی بیوی حاملہ ہو اور وہ خواب میں دیکھے کہ کسی نے اس کو بکری کا بچہ ہبہ کیا ہے یا دیا ہے تو وہ شخص فرزند صالح کی پیدائش کی توقع رکھے۔ خواب میں حیوانوں کے چھوٹے بچوں کو دیکھنا تفکرات کی علامت ہے۔ کیونکہ چھوٹے بچوں کی پرورش میں بڑی کلفتیں اٹھانی پڑتی ہیں اور یہ تعبیر اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ جوان نہ ہو جائیں اور اگر کوئی آدمی کسی امر (کام) کے لئے کوشاں ہے اور اس نے خواب میں خروف کو دیکھا تو یہ اس کے لئے خیر کی دلیل ہے کیونکہ بکری کے بچے انسان سے جلد مانوس ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص بلا ضرورت خواب میں بکری کا بچہ ذبح کرے تو اس کی تعبیر خواب دیکھنے والے کے لڑکے کی موت ہے اور خواب میں موٹا بھنا ہوا بچہ کو دیکھنا مال کثیر کی طرف اشارہ ہے جبکہ لاغر بچہ کو دیکھنا مال قلیل کی نشان دہی ہے اور جس نے خواب میں بھنے ہوئے خروف کا کچھ حصہ کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص اپنے لڑکے کی کمائی کھائے گا۔ واللہ اعلم۔

اَلْخُرَزُ

(نر خرگوش) الخرز (خائے معجمہ پر ضمہ اور پہلی زپر فتحہ) اس کی جمع خزان آتی ہے جیسے کہ صرد کی جمع صردان آتی ہے۔

الخَشاش

(کیڑے مکوڑے) الخشاش: (خائے معجمہ پر فتحہ) قاضی عیاض نے خا پر تینوں اعراب نقل کئے ہیں اور ابو علی فارسی نے خا پر ضمہ کہا جبکہ زبیدی نے خا پر فتحہ کہا ہے۔ اور زبیدی نے خا پر ضمہ کو فحش غلطی میں شمار کیا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ خاء پر فتحہ ہی ہے اور مشہور و معروف بھی یہی قول ہے۔ خشاش کا واحد خشاشۃ آتا ہے۔

لفظ خشاش کے معانی میں کافی اختلاف ہے کیونکہ اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ **خشاش:۔ ھوام و حشرات الارض** یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے۔

۲۔ **خشاش:۔** وہ کیڑا جس کے بدن پر سفید و سیاہ نقطے ہوتے ہیں اور یہ سانپوں کے ساتھ ان کے بلوں میں رہتا ہے۔

۳۔ **خشاش:۔** سے مراد بعض نے "اَلثُّعْبَانُ الْعَظِيْم" یعنی بڑا سانپ بھی لیا ہے اور بعض نے ارقم کی ایک قسم بتایا ہے جس کو چت کوریا سانپ بھی کہتے ہیں اور بعض نے خشاش سے مراد ایک چھوٹے سر کا سانپ لیا ہے۔

حدیث میں خشاش کا تذکرہ:۔ حدیث صحیح میں ہے:

"ایک عورت اسی وجہ سے جہنم میں داخل کی جائے گی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ لیا تھا اور نہ تو خود اس کو کچھ کھانے کے لئے دیا اور نہ

ہی اس کو چھوڑتا تا کہ وہ خشاش الارض سے اپنا پیٹ بھرتی''۔

(اس حدیث میں خشاش الارض سے مراد ہوام اور حشرات الارض ہیں)

حسن بن عبداللہ بن سعد عسکری نے کتاب التحریف والتصحیف میں خشاش کے بارے میں لکھا ہے کہ خشاش خاء کے فتحہ کے ساتھ ہر چیز کے چھوٹے حصہ کو کہتے ہیں۔ مثلاً پرندوں میں مردار خور پرندہ یا وہ پرندے جن کا شکار نہیں کیا جاتا خشاش کہلاتے ہیں اور اس معنی کی تائید میں انہوں نے یہ شعر لکھا ہے۔

خَشَـــاشُ الْاَرْضِ اَكْثَـرَ افْـرَاخًـا وامُ الـصَّـقـرِ مُـقْلَاةَ نـزُوْرُ

''خشاش الارض بہت بچے دیتے ہیں مگر ام صقر (چرخ) تیز نگاہ والی اور کم اولاد والی ہوتی ہے۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب مکائدالشیطان میں حضرت ابودرداءؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو تین قسموں میں پیدا فرمایا ہے۔ ایک تو سانپ، بچھو اور کیڑے مکوڑوں کی شکل میں، دوسری قسم بالکل ہوائی ہے جو ہوا میں اڑتے رہتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جن پر حساب و کتاب اور عذاب وثواب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھی تین قسمیں رکھی ہیں ایک وہ جو بالکل جانوروں کی طرح ہیں ان کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جن کے جسم تو آدمیوں جیسے ہیں مگر ان کی روحیں شیاطین کی روحوں جیسی ہیں اور تیسری قسم فرشتوں کے مانند ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے خصوصی سائے میں ہوں گے جس دن کہ اس کے سائے کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا''۔

وہب بن الورد نے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس صورت بدل کر حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ بتاؤ کہ بنی آدم کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں بنی آدم تین قسموں میں ہے (یعنی ہم نے بنی آدم کو تین درجوں میں تقسیم کر رکھا ہے) پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو ہمارے لئے بہت سخت ہیں۔ کیونکہ ہم ان کے پاس جاتے ہیں اور کافی محنت کرنے کے بعد اس کو بہلا پھسلا کر اپنے قابو میں کر لیتے ہیں اور اس کو دین کے راستہ سے روک دیتے ہیں۔ مگر یہ (قسم) فوراً گھبرا کر توبہ واستغفار کر لیتے ہیں اور ان کی توبہ واستغفار سے ہماری ساری محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ پھر ہم دوبارہ جا کر اس کو بہکانے اور اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر وہ توبہ واستغفار کی پناہ لے لیتا ہے۔ غرضیکہ ایسا شخص ہمارے جال میں نہیں آتا۔ اس لئے ہم اس سے اپنی کوئی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ تا آنکہ اس قسم سے ہم بہت مشقت میں پڑ جاتے ہیں اور بنی آدم کی دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو آسانی سے ہمارے قابو میں آجاتے ہیں اور وہ ہمارے ہاتھوں میں اس طرح رہتے ہیں جیسے بچوں کے ہاتھوں میں گیند کہ جس طرف کو چاہا لڑھکا دیا۔ اس قسم کے ذریعے ہماری محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور تیسری قسم میں آپ جیسے معصوم لوگ ہیں جن پر ہمارا کوئی قابو نہیں چلتا۔

الخشاف

(چمگادڑ) الخشاف:۔ چمگادڑ کو کہتے ہیں۔ تفصیلی بیان لفظ ''خفاش'' کے تحت آئے گا۔ انشاء اللہ!

الخشرم

(بھڑوں کی جماعت) الخشوم: ۔بھڑوں کو کہتے ہیں مگر اس کا اس لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا۔

الخشف

(ہرن کا نوزائیدہ بچہ یا سبز مکھی) الـخشف: ۔خا پر کسرہ اور شین معجمہ کے سکون کے ساتھ، اس کے معنی ہرن کے بچہ کے یا اس کے نوزائیدہ بچہ کے ہیں اور خا و شین معجمہ پر ضمہ کے ساتھ اس کے معنی سبز مکھی ہیں۔اس کی جمع خشفۃ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ میں خشف کا تذکرہ:

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جریر نے لیث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ! میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے۔چنانچہ ایک دن آپ اپنے اس رفیق کو ساتھ لے کر باہر نکلے اور جب ایک نہر کے کنارے پر پہنچے تو دونوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ ناشتہ دان میں صرف تین روٹیاں تھیں۔دو (۲) تو انہوں نے کھالیں اور ایک بچ گئی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ کر نہر پر تشریف لے گئے اور پانی پی کر واپس تشریف لائے آ کر دیکھا تو ناشتہ میں سے بچی ہوئی روٹی غائب پائی۔آپ نے اپنے رفیق سے دریافت فرمایا کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔آپ نے فرمایا کہ اچھا چلئے۔راستہ میں ان کو ایک ہرنی ملی اس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہرنی کے دو بچوں میں سے ایک کو اپنے پاس بلالیا اور اس کو ذبح کر کے پکایا اور پھر دونوں نے مل کر کھایا۔جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) چنانچہ وہ بچہ زندہ ہو کر کودتا ہوا دوڑ کر اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔پھر آپ نے اپنے اس رفیق سے فرمایا کہ میں تجھ کو اس ذات پاک کی جس نے تجھ کو یہ معجزہ دکھلایا قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ وہ تیسری روٹی کہاں گئی مگر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔اس کے بعد دونوں آگے بڑھے اور ایک میدان میں پہنچے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں سے ریت اور مٹی اٹھا کر فرمایا ''بحکم خدا سونا ہو جا'' چنانچہ وہ ریت اور مٹی سونا بن گئے۔آپ نے اس سونے کے تین حصہ کئے اور فرمایا کہ ایک حصہ میرا ایک تمہارا اور ایک اس شخص کا جس نے تیسری روٹی کھائی تھی۔

یہ سن کر وہ شخص بولا کہ یا روح اللہ! وہ تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی۔چنانچہ اپنے رفیق سے تیسری روٹی کا اعتراف کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ سب سونا میں نے تجھ کو ہی دیا اور یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے۔وہ شخص تنہا بیٹھا ہوا اس مال کی حفاظت کرتا رہا۔کچھ دیر کے بعد دو شخص وہاں آئے اور سونا دیکھ کر انہوں نے اس کو مارنے اور سونا لینے کا قصد کیا۔اس شخص نے کہا کہ مجھے مارو نہیں بلکہ یہ کرو کہ اس سونے کو تین حصوں میں تقسیم کرلو۔ایک ایک حصہ تم دونوں کا اور ایک حصہ میرا ہو جائے گا۔چنانچہ اس تقسیم پر وہ دونوں راضی ہو گئے۔اب رفیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسا کرو کہ فی الحال تم دونوں میں سے کوئی ایک شہر جا کر کھانا لے آئے تا کہ کھانا کھانے کے بعد اطمینان سے اس سونے کی تقسیم کی جاسکے۔چنانچہ ان میں سے ایک شہر کی طرف کھانا لانے کے لئے چلا گیا۔لیکن راستہ میں اس کھانا لانے والے شخص نے سوچا کہ اگر میں کھانے میں زہر ملا دوں تو یہ سب سونا میرا ہو جائے گا۔چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا اور کھانا لے کر ان کے پاس پہنچا۔لیکن یہ دونوں شخص اس کی آنے سے پہلے ہی آپس میں مشورہ کر چکے تھے کہ کھانا لانے والے کو آتے ہی

مارڈالا جائے تا کہ یہ سونا ہم آپس میں تقسیم کرلیں۔ چنانچہ جیسے ہی یہ تیسرا شخص کھانا لے کر پہنچا تو دونوں نے مل کر اس کو مارڈالا اور اس کو مارنے کے بعد وہ اطمینان سے کھانا کھانے بیٹھے تا کہ کھانا کھانے کے بعد سونا آدھا آدھا تقسیم کرلیا جائے لیکن کھانا زہر آلود تھا جس کی وجہ سے دونوں کھانا کھاتے ہی مر گئے اور مال جوں کا توں رکھا رہا۔ اتفاقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر اس جگہ سے گزر ہوا۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو اپنے حواریین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ دنیا ہے اور دنیا داروں کے ساتھ یہ ایسا ہی معاملہ کرتی ہے۔ لہٰذا تم اس سے بچو۔

اَلْخُضَاریٰ

(اخیل) الخضاریٰ:۔ ایک قسم کا پرندہ جس کا رنگ سبزی مائل زرد ہوتا ہے اور اس کو اخیل بھی کہتے ہیں۔ اس کا بیان باب الالف میں گزر چکا۔

الخضوم

(گوہ کا بچہ)

الخضیرا

الخضیراء: اہل عرب کے نزدیک ایک مشہور پرندہ۔

الخطاف

(ابابیل) الخطاف:۔ (بضم الخاء المعجمۃ) اس کی جمع خطاطیف ہے۔ اس کو زوار الہند بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جو تمام جگہوں کو چھوڑ کر دور دراز سے انسانی آبادی کی طرف آتا ہے کیونکہ یہ انسانوں کے قریب رہنا پسند کرتا ہے اور ایسے اونچے مقامات پر اپنا گھونسلہ بناتا ہے کہ جہاں کوئی آسانی سے پہنچ نہ سکے۔ لوگوں میں یہ عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کے نام سے بھی مشہور ہے اور یہ اس وجہ سے کہ یہ تمام چیزوں سے جو انسانی غذا میں شامل ہیں بالکل بے رغبت ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس کی غذا صرف مکھیاں اور مچھر ہوتے ہیں یعنی یہ انسانی غذا بالکل نہیں کھاتے سوائے مکھیوں اور مچھروں کے، اسی وجہ سے یہ انسانوں کی نگاہ میں محبوب ہے۔

ایک حدیث جس کو ابن ماجہ وغیرہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت کیا ہے:۔

''ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ مجھے ایسا عمل بتلایئے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے مجھ سے محبت کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ دنیا سے منہ موڑ لو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو لوگوں کے قبضہ میں ہے (لوگوں کے پاس کی چیزیں) اس سے بھی موڑ لو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبت ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی محبت کا سبب اس لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار بندہ سے محبت اور نافرمان سے ناراض رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت دنیا کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ اور لوگوں کے قبضہ کی چیزوں سے منہ موڑ لینے سے ان کی محبت کا سبب بن جانا اس وجہ سے ہے کہ دنیا دار لوگ اپنی دنیوی مرغوبات میں اس طرح منہمک رہتے ہیں جیسا

کہ کتا مردار کھانے میں۔لہٰذا اگر کوئی شخص ان سے اس معاملہ میں مزاحمت کرتا ہے تو وہ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر وہ ان کی باتوں سے منہ موڑ لے گا اور ان سے کنارہ کش ہو جائے گا تو وہ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔امام شافعی علیہ الرحمۃ دنیا اور دنیا داروں کی مذمت میں فرماتے ہیں:۔

وَمَا هِیَ اِلَّا جِیفَةٌ مُسْتَحِیلَةٌ عَلَیْهَا کِلَابٌ همهن اجتذابها

''دنیا سوائے ایک مردار کے جس کو کہ دنیا نے حلال سمجھ رکھا ہے اور کچھ نہیں اور دنیا دار مثل کتوں کے ہیں جو مردار کو کھانے کے لئے پلے پڑے ہیں''۔

فَاِن تجتنبهَا سُلْماً لِاَ هْلِهَا وَاِنْ تجتذ بها نازَ عتک کِلَابُهَا

''اگر تو اس مردار دنیا سے احتراز کرے گا تو اہل دنیا کے لئے سیڑھی یعنی نظر بن جائے گا اور اگر تو اس کو کھانے کا ارادہ کرے گا تو دنیا کے کتے تجھ سے لڑیں گے''۔

اور خطاف کی تعریف میں کسی نے بہت ہی اچھے اشعار کہے ہیں ؎

کُنْ زَاهِدًا فِیمَا حوته یدالوریٰ تضحی الیٰ کل الانام حَبِیْبًا

''اہلِ دنیا جو کماتے ہیں اور جمع کرتے ہیں تم ان کے اس مال کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھو اگر تم نے یہ طرز اپنا لیا تو پھر سب تم سے محبت کریں گے''۔

اوما تریٰ الخطاف حرم زادهم اَضحی مقیم فی البیوت رَبِیبًا

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابابیل نے تمام انسانوں کا رزق اپنے لئے حرام کر رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں رہتی ہے مگر کوئی بھی اس سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا''۔

اس پرندے کو ربیب بھی کہتے ہیں (ربیب یعنی سوتیلا لڑکا) کیونکہ یہ آباد شدہ مکانات سے انس کرتا ہے۔ویران جگہوں کو پسند نہیں کرتا اور لوگوں کے قریب رہتا ہے۔ابابیل کے اندر ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگر اس کی آنکھ نکل جاتی ہے تو دوبارہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔نیز کسی نے اس کو کسی ایسی چیز پر ٹھہرا ہوا نہیں دیکھا جس کو وہ ہمیشہ کھاتا ہو اور نہ کسی نے اسے اپنی مادہ سے جفتی کرتے ہوئے دیکھا۔

ابابیل کی حیرت انگیز ذہانت:

ابابیل کی سب سے زیادہ دشمن چمگادڑ ہے۔لہٰذا چمگادڑ اکثر اس کے بچوں کی گھات میں لگا رہتا ہے۔اس لئے ابابیل جب بچے نکالتی ہے تو اپنے گھونسلے میں اجوائن کے پودے کی لکڑیاں لا کر رکھ دیتی ہے۔ان لکڑیوں کی خوشبو سے چمگادڑ گھونسلہ کے قریب بھی نہیں آتی اور اس کے بچے چمگادڑوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ابابیل پرانے گھونسلوں میں تب تک بچے نہیں نکالتی جب تک کہ نئی مٹی سے گھونسلہ کو لیپ نہ لے اور یہ اپنا گھونسلہ عجیب وغریب طریقہ سے بناتی ہے۔پہلے یہ مٹی میں تنکے ملا لیتی ہے اور اگر تنکے ملی ہوئی مٹی اس کو کہیں سے دستیاب نہ ہو تو یہ پانی میں غوطہ مار کر زمین پر لوٹ لگاتی ہے اور جب اس کے جسم اور بازوؤں میں مٹی خوب گھس جاتی ہے تو یہ گھونسلہ میں آ کر اپنے پروں کو مٹی کیساتھ جھاڑ دیتی ہے اور پھر ان پروں والی مٹی سے گھونسلہ کو بناتی ہے یعنی تنکوں کی جگہ پروں کو مٹی میں ملا کر اس مٹی سے گھونسلہ بناتی ہے اور سب سے بڑی بات حیرت میں ڈالنے والی یہ ہے کہ ابابیل کبھی بھی اپنے گھونسلہ میں بیٹ نہیں کرتی بلکہ گھونسلہ سے باہر آ کر کرتی ہے اور جب اس کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو یہ ان کو بھی یہی تعلیم دیتی ہے۔

ابابیل کی حکمت:

ابابیل کے بچوں کو جب کبھی یرقان کا مرض لاحق ہو جاتا ہے تو یہ ہندوستان آ کر ایک پتھری لے جاتی ہے اور اس کو اپنے بچوں کے اوپر رکھ دیتی ہے۔ جس سے اس کے بچے یرقان کی بیماری سے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں میں جب کسی کو یرقان ہو جاتا ہے اور ان کو یہ پتھری دستیاب نہ ہو تو وہ ابابیل کے گھونسلے سے اس کے بچے نکال کر زعفران سے ان کو رنگ کر پھر ان کو گھونسلہ میں بٹھا دیتے ہیں۔ جب ابابیل آتی ہے اور اپنے بچوں کو پیلا دیکھتی ہے تو سمجھتی ہے کہ گرمی کے سبب ان کو یرقان ہو گیا۔ چنانچہ ہندوستان سے اس پتھری کو لے جاتی ہے اور بچوں کے اوپر رکھ دیتی ہے جس کو بعد میں ضرورت مند انسان اٹھا لیتا ہے۔ یہ ایک چھوٹی سی پتھری ہے جو ''حجر سنونو'' (سنگ ابابیل) کے نام سے مشہور ہے۔ اس پر سرخ سیاہی مائل خطوط پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگ اس پتھری کو حاصل کرنے کے بعد یرقان کے علاج میں استعمال کرتے ہیں۔ اس پتھری کا خاصہ یہ ہے کہ اگر یرقان کا مریض اس کو گلے میں لٹکا لے یا اس کو پانی میں گھس کر وہ پانی پی لے تو (انشاء اللہ) یرقان سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

ابابیل کی ایک عادت یہ ہے کہ یہ آسمانی بجلی کی آواز (کڑک) سے بہت ڈرتی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ کڑک سے قریب المرگ ہو جاتی ہے۔ حکیم ارسطو نے کتاب ''النعوت الخطاطیف'' میں لکھا ہے کہ جب ابابیل اندھی ہو جاتی ہے تو یہ ایک درخت (جس کو ''عین الشمس'' کہتے ہیں) کے پاس جا کر اس کا پتا کھا لیتی ہے۔ اس کے کھانے سے اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے۔ عین شمس کے درخت میں آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔

رسالہ قشیری کے باب المحبتہ کے آخر میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محل پر ایک مرتبہ ابابیل اپنی مادہ سے جفتی کی خواہش کر رہا تھا اور ہر ممکن طریقے سے اس کو آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ مادہ کسی بھی طرح تیار نہیں تھی۔ جب کافی دیر ہو گئی تو ابابیل غصہ میں آ کر بولا کہ تو میرا کہنا نہیں مانتی حالانکہ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اگر میں چاہوں تو یہ محل حضرت سلیمان پر الٹ دوں۔ اتفاقاً اس کی یہ گفتگو حضرت سلیمان علیہ السلام سن رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے نر ابابیل کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تم نے ایسی بات کیوں زبان سے نکالی۔ اس نے کہا یا نبی اللہ! عشاق کی باتوں پر گرفت نہیں کی جاتی۔ یہ جواب آپ نے سن کر فرمایا کہ سچ ہے۔

فائدہ:

ثعلبی وغیرہ نے سورۂ نمل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف منتقل کر دیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے وحشت کا شکوہ کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابابیل سے مانوس فرما دیا۔ لہٰذا ابابیل اسی انسیت کی وجہ سے بنی آدم کے گھروں سے جدا نہیں ہوتیں۔

ثعلبی لکھتے ہیں کہ ابابیل کو قرآن پاک کی چار آیتیں یاد ہیں اور وہ یہ ہیں ''لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ'' الی اخرہ (سورہ حشر پارہ ۲۸) اور جب ابابیل ''اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ'' پر آتی ہے تو آواز بلند کر لیتی ہے۔

ابابیل کی اقسام:

ابابیل کی بہت سی قسمیں ہیں لیکن چار مشہور اقسام یہ ہیں:۔

(۱) جو ساحل پر رہتی ہیں اور وہیں زمین کھود کر گھونسلہ بناتی ہیں۔ یہ قسم صغیر الجثہ اور عصفور الجنتہ سے قدرے چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کا

رنگ خاکستری ہوتا ہے اور یہ سنونو (سین مہملہ کے ضمہ کے ساتھ اس کا بیان باب السین میں آئے گا) کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) یہ وہ قسم ہے جس کا رنگ ہرا اور پشت پر قدرے سرخی ہوتی ہے۔ اہل مصر اس کو اس کے سبز رنگ کی وجہ سے خضیری کہتے ہیں اس کی غذا مکھیاں اور پروانے وغیرہ ہیں۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس کے بازو لمبے اور پتلے ہوتے ہیں۔ یہ پہاڑوں میں رہتی ہیں اور چیونٹیاں ان کی غذا ہیں اور اس قسم کو سائم کہتے ہیں اور اس کا مفرد سمامتہ آتا ہے۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جس کو سنونو کہتے ہیں اس کا واحد سنونوۃ آتا ہے۔ یہ (ابابیل) مسجد حرام میں بکثرت رہتی ہیں۔ اور باب ابراہیم اور باب بنی شیبہ کی چھتوں پر ان کے گھونسلے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سنونو ہی وہ پرندہ ہے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل یعنی ابرہہ اور اس کی لشکر کو تباہ کیا تھا۔

نعیم بن حماد نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہاں پہنچے۔ آپ کے پاس چند لڑکے بیٹھے ہوئے تھے اور وہ خوبصورتی میں ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے کہ چاند یا دینار۔ ہم ان کے اس غیر معمولی حسن خداداد (پر تعجب کرنے لگے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے ہمارا تعجب دیکھ کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ان لڑکوں پر رشک کر رہے ہیں۔ ہم نے جواب دیا کہ بخدا ایک مرد مسلمان کو ان جیسے لڑکوں سے ضرور رشک ہوسکتا ہے۔ اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے حجرہ کی چھت کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر میں ان لڑکوں کو زیر زمین دفن کر کے اپنے ہاتھوں سے ان کی قبروں کی مٹی جھاڑنے لگوں تو یہ مجھ کو اس چیز سے زیادہ محبوب ہے کہ ان ابابیلوں کے گھونسلے جو اس چھت میں لگے ہوئے ہیں اجڑ جائیں اور ان کے انڈے ٹوٹ جائیں۔ ابن المبارک کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس وجہ سے کہے تھے کہ کہیں ان لڑکوں کو نظر نہ لگ جائے۔

ابو اسحاق صابی نے ابابیل کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

وَهِنْدِيَّةُ الْاَوْطَانِ زِنْجِيَّةُ الْخَلْقِ   مَسْوَدَّةُ الْاَلْوَانِ مُحَمَّدَةُ الْحَدَقِ

''باعتبار وطن ہندی اور باعتبار پیدائش زنگی۔ رنگ میں سیاہ اور آنکھ میں سرخی''۔

اِذَا صَرْصَرَتْ بِاٰخِرِ صَوْتِهَا   حَدَّادُ فَاذَرَتْ مِنْ مَدَامِعِهَا الْعَلَقِ

''جب وہ بولتی ہے تو آخر میں آواز کو تیز کر دیتی ہے اور اس کے آنسوؤں سے خون بستہ جھڑنے لگتا ہے''۔

كَاَنَّ بِهَا خُزْوا وقدلبست لـه   كما صرملوى العود بالوترا لحزق

''میں اس کو دیکھنے کے لئے رک گیا تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ مغموم ہے اس کی آواز میں ایسی چیخ تھی جیسے کمان کی لکڑی رسی کھولتے وقت چیختی ہے''۔

تُصِيفُ لَدَيْنَا ثُمَّ تَشْتُوْ بِاَرْضِهَا   فَفِيْ كُلِّ عَامٍ نلتقى ثُمَّ نَفْتَرِق

''گرمیوں میں ہمارے پاس رہتی ہیں اور جاڑوں میں اپنے وطن میں بسیرا کرتی ہے۔ اس طرح ہر سال ہم اس سے ملاقات بھی کرتے ہیں اور جدا بھی ہوتے ہیں''۔

ابابیل کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کو ابوالحویرث عبدالرحمٰنؒ بن معاویہ جو تابعین سے ہیں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خطاطیف کے مارنے سے منع فرمایا کہ:۔

''ان پناہ حاصل کرنے والوں کو مت مارو۔ کیونکہ یہ تمہاری پناہ میں دوسروں سے بچ کر آئی ہے''۔(رواہ البیہقی انہ منقطع)

ایک دوسری روایت میں جس کو''عبادہؒ بن اسحاق نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاطیف کے مارنے سے منع فرمایا ہے جو کہ گھروں میں پناہ لیتے ہیں۔ یہ دونوں باعتبار سند کمزور ہیں۔ مگر ایک اور روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ مینڈک کو مت مارو کیونکہ اس کی آواز تسبیح ہے اور خطاف کو مت مارو کیونکہ جب بیت المقدس کو اجاڑا گیا تھا تو ابابیل نے خدا تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ اے اللہ مجھے سمندر پر مسلط کر دیجئے تا کہ میں بیت المقدس کو تباہ کرنے والوں کو غرق کر دوں۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے ابابیل کے مارنے کی مخالفت کر دی۔ کیونکہ اسے خدا کے عبادت کدہ کی بربادی کا صدمہ تھا۔

حدیث میں یہ بھی ہے کہ آنحضور ﷺ نے اس جانور کے استعمال سے روک دیا ہے جو غلاظت خود ہو یا جس کو باندھ کر دور سے مارا گیا ہو اور اسی طرح خطفہ''اچک لیا جانے والا جانور'' سے بھی منع فرمایا ہے۔ حدیث میں خطفہ کا لفظ آیا ہے جو طا کے سکون کے ساتھ ہے۔ علماء نے اس کے دو معنی لکھے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خطفہ سے مراد وہ جانور ہے جسے کسی پرندے نے اچک لیا ہو اور پھر مار دیا ہو۔ اس مرے ہوئے جانور کا کھانا حرام ہے اور ابن قتیبہ نے دوسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ خطفہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو تیزی سے کوئی چیز اچک کر لے جائے اور چونکہ ابابیل کی بھی یہ عادت ہے لہٰذا اس کا گوشت بھی حرام ہے۔ نیز یہ فضا میں شکار کرنے والا جانور ہے اس لئے ممکن ہے کہ ان کے شکار حرام چیزیں ہوں اس لئے بھی ان کا گوشت حرام ہے۔ اگرچہ محمد بن حسنؒ کا خیال یہ ہے کہ ابابیل حلال ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حلال خور ہی ہے اور اکثر ائمہ شوافعؒ کا بھی یہی خیال ہے۔

طبی خواص:

حکیم ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر ابابیل کی آنکھ نکال کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر کسی تخت یا چارپائی میں باندھ دی جائے تو جو شخص اس تخت یا چارپائی پر سونے کے لئے لیٹے گا اس کو ہرگز نیند نہ آئے گی اور اگر ابابیل کی آنکھ کو سکھا کر کسی عمدہ قسم کے تیل میں گھس کر یہ تیل کسی عورت کو پلا دیا جائے تو وہ عورت تیل پلانے والے سے شدید محبت کرنے لگے گی اور اگر ابابیل کی سوکھی ہوئی آنکھ چنبیلی کے تیل میں گھس کر زچہ کی ناف پر ملا جائے تو درد کو بہت جلد فائدہ ہوگا اور اگر ابابیل کا دل سکھا کر پانی میں گھس کر پیا جائے تو قوتِ باہ کے لئے بہت مجرب ہے اور اگر کسی عورت کو لاعلمی میں ابابیل کا خون پلا دیا جائے (چند قطرے) تو اس عورت کی شہوتِ جماع زائل ہو جائے گی اور اگر ابابیل کے خون کا تالو (سر) پر لیپ کر دیا جائے تو اس درد کو بہت فائدہ ہوگا جو بوجہ فساد اختلاط ہوا ہو، یہ درد اکثر نومولود بچوں کو ہوتا ہے۔

ابابیل کی بیٹ کو پیس کر زخم پر لگانے سے بہت جلد زخم بھر جاتے ہیں۔ خاص طور سے وہ زخم جن میں سوراخ (ناسور) ہوں، ان کے لئے بہت مجرب ہے۔ ابابیل کا مرارہ (پتہ) پینے سے سفید بال کالے ہو جاتے ہیں مگر پینے والے کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ پہلے وہ اپنے منہ میں تھوڑی سی چھاچھ یا دودھ بھر لے تا کہ اس کے دانت سیاہ نہ ہو جائیں۔ ابابیل کا گوشت کھانے سے بے خوابی کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ ابابیل کے سر میں ایک کنکری (پتھری) ہوتی ہے۔ اس کنکری کے بہت سے فوائد ہیں۔ ہر ابابیل اس پتھری کو نگل لیتی ہے لہٰذا یہ پتھری اگر کسی کو مل جائے اور وہ اس کو اپنے پاس رکھے تو وہ برائی سے محفوظ رہے گا اور جس سے بھی پتھری رکھنے والا محبت کرے گا یہ اس کی

معاون ثابت ہوگی اور محبوب کو اس کی محبت ٹھکرانے کی ہمت نہ ہوگی۔

سکندر نے کہا ہے کہ جب ابابیل پہلی بار انڈے دیتی ہے تو اس کے گھونسلہ میں اول چیز جو ظاہر ہوتی ہے وہ دو پتھریاں ہیں جو یا تو دونوں سفید ہوتی ہیں یا ایک سفید اور دوسری سرخ ہوتی ہے۔ان کی خواص یہ ہیں کہ اگر سفید پتھری کسی مرگی والے مریض پر رکھ دی جائے تو اس کو فوراً ہوش ہو جاتا ہے اور اگر معقود (جس کی زبان میں گرہ ہو گونگا) اس پتھری کو اپنے پاس رکھے تو ان کی زبان کی گرہ کھل جاتا ہے اور وہ بولنے پر قادر ہو جائے گا۔اور سرخ پتھری کی تاثیر یہ ہے کہ عسر بول کا مریض اس کو اپنی گردن میں ڈال لے تو بہت جلد اس مرض سے شفاء ہو جائے گی بسااوقات یہ دونوں پتھریاں مختلف صورتوں میں پائی جاتی ہیں۔ایک لانبی ہوتی ہے اور دوسری گول۔اگر یہ دونوں پتھریاں گائے کے بچھڑے کی کھال میں سی کر ایسے شخص کے گلے میں ڈال دیں۔جس کو وسوسہ اور خیالات ستاتے ہیں تو اس کو بہت فائدہ ہوگا۔دیگر یہ کہ یہ پتھریاں صرف انہی گھونسلوں میں پائی جاتی ہیں جو جانب شرق ہوں۔اس کے علاوہ کسی دوسری سمت والے گھونسلوں میں نہیں پائی جاتیں اور ان پتھریوں کے تمام خواص مجرب اور آزمودہ ہیں۔ابن الدقاق کا قول ہے کہ اگر ابابیل کے گھونسلہ کی مٹی پانی میں گھول کر پی لی جائے تو ادرار بول (سلسل البول) کے لئے مجرب ہے۔یہ علاج آزمودہ ہے۔

ابابیل کی خواب میں تعبیر:

ابابیل کی خواب میں تعبیر کبھی مرد سے یا عورت سے اور کبھی مال سے دیتے ہیں اور کبھی اس کی تعبیر مالِ مغصوب (چھینے ہوئے مال) سے بھی کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں خطاف (ابابیل) کو پکڑا تو اس کی تعبیر مال حرام ہے جو صاحب خواب کو ملے گا۔کیونکہ خطاف (ابابیل) کے معنی ''جھپٹنے والا'' کے ہیں اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر میں بہت سے خطاف (ابابیل) گھس گئے ہیں تو اس کی تعبیر مالِ حلال ہے۔کیونکہ اس نے ان کو پکڑا نہیں بلکہ از خود اس کے گھر میں آئے ہیں اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ خطاف سے مراد ایک محبت کرنے والا پرہیز گار شخص ہے۔عیسائیوں کے نزدیک خطاف کا گوشت خواب میں کھانا کسی بڑے جھگڑے میں ملوث ہونے کی طرف اشارہ ہے۔خواب میں خطاف کی آواز سننا کسی نیک کام کی طرف تنبیہ ہے کیونکہ اس کی آواز مثل تسبیح کے ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر سے خطاف (ابابیل) نکل رہے ہیں تو اس کے رشتہ دار سفر کی وجہ سے جدا ہوں گے اور خطاف کی اکثر تعبیر کام کی مشغولیت ہوتی ہے۔کیونکہ یہ بے کاری کے زمانے میں ظاہر ہوتا ہے۔جاماسب نے لکھا ہے کہ ابابیل کو خواب میں شکار کرنا اس بات پر دال ہے کہ صاحبِ خواب کے گھر میں چور داخل ہوں گے۔واللہ اعلم

الخَطّاف

(سمندری مچھلی) الخطاف:۔(خاء پر فتحہ اور طاء پر تشدید) سبتہ، سمندر کی مچھلی جس کی پشت پر دو پر ہوتے ہیں جو کالے رنگ کے ہوتے ہیں اور یہ مچھلی پانی سے نکل کر ہوا میں اڑتی ہے اور پھر پانی میں واپس آ جاتی ہے۔ابو حامد اندلسی نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلخُفَّاشُ

(چمگادڑ) الخفاش:۔(خاء پر ضمہ اور فاء پر تشدید) ''خفافیش'' اس کی جمع ہے۔یہ وہ پرندہ ہے جو رات کو اڑتا ہے اور عجیب وغریب شکل کا ہوتا ہے۔

فائدہ:

چمگادڑ کو خفاش اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''اخفش'' سے مشتق ہے۔جس کے معنی ضعف البصر کے ہیں۔یعنی کمزور نگاہ۔اخفش عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں جو پیدائشی ضعیف البصر ہو یعنی ''کمزور نگاہ والا'' یا بعد پیدائش کسی وجہ سے اس کی بینائی کمزور ہوگئی ہو لہٰذا لغت عامہ میں اخفش (چوندھا) اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کو رات میں تو دکھائی دے مگر دن میں کچھ نظر نہ آئے یا جس دن بادل ہوں اس دن دکھائی دے اور سورج کی روشنی میں کچھ نظر نہ آئے اور چونکہ چمگادڑ میں بھی یہی اوصاف پائے جاتے ہیں۔اس لئے اس کو بھی خفاش کہنے لگے۔بطلیموسی نے کہا ہے کہ خفاش کے چار نام ہیں خفاش، خشاف، خطاف اور وطواط، مگر جاحظ نے کہا ہے خفاش کا نام رات کے تمام پرندوں پر بولا جاتا ہے اور وطواط یہ وہی خفاش کا نام ہے جس کا ذکر ابن قتیبہ وابو حاتم نے بڑے پرندے کے نام سے کیا ہے اور بطلیموسی نے خفاش کو خطاف بھی کہا ہے تو اس میں صاحب کتاب کو اختلاف ہے کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ الگ الگ قسمیں ہیں۔کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ خفاش چھوٹا پرندہ اور وطواط بڑا پرندہ ہے اور یہ دونوں نہ تو چاند کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی دن کی روشنی میں۔

شاعر نے بھی اسی مفہوم کو اپنے شعر میں کہا ہے۔

مِثْلُ النَّهَارِ يَزِيْدُ اَبْصَارُ الْوَرىٰ نُوْرًا وَيُعْمِيْ اَعْيُنَ الْخُفَّاشِ

''دوپہر کے وقت مخلوق کی بینائی مزید بڑھ جاتی ہے لیکن چمگادڑ کی آنکھیں اس وقت اور بینائی کھو بیٹھتی ہیں''۔

چونکہ چمگادڑ کی آنکھیں دن کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں لہٰذا وہ باہر نکلنے کے لئے ایسا وقت تلاش کرتی ہے کہ جس میں نہ بالکل اندھیرا ہو اور نہ اجالا۔چنانچہ اس کے نکلنے کا وقت غروب آفتاب کے فوراً بعد کا وقت ہے اور یہی وقت اس کی غذا کا ہے۔کیونکہ مچھر اسی وقت اپنے رزق یعنی انسانی اور حیوانی خون چوسنے نکلتے ہیں۔چنانچہ چمگادڑ ان مچھروں کی تلاش میں اور مچھر حیوانی خون کی تلاش میں ایک ساتھ نکلتے ہیں۔لہٰذا ایک طالب غذا دوسرے طالب غذا کی غذا بن جاتا ہے۔پس پاک ہے وہ ذات جس کا کوئی بھی کام حکمت سے خالی نہیں۔

چمگادڑ کو کسی بھی اعتبار سے پرندہ نہیں کہا جاسکتا۔بجز اس کے کہ وہ ایک اڑنے والا جانور ہے اس لئے کہ اس کے دو ظاہری کان، دانت اور دو خصیے ہوتے ہیں۔اس کی مادہ کو حیض بھی آتا ہے اور حیض سے پاک بھی ہوتی ہے۔انسان کی طرح ہنستی بھی ہے اور چوپایوں کی طرح پیشاب بھی کرتے ہیں اور انڈوں کے بجائے بچے دیتی ہے اور بچوں کو دودھ بھی پلاتی ہے اور اس کے جسم پر بال بھی نہیں ہوتے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ چمگادڑ وہ جانور ہے جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) پیدا فرمایا تھا۔اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کو پیدا کردہ دیگر مخلوق سے مختلف ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام پرندے اس سے بغض رکھتے ہیں اور اس پر غالب رہتے ہیں۔چنانچہ جو پرندے گوشت خور ہیں وہ اس کو کھا جاتے ہیں اور جو گوشت خور نہیں ہیں وہ اس کو مار ڈالتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ صرف رات کو اپنے سوراخوں سے نکلتی ہے۔وہب بن منبہؒ نے کہا ہے کہ جب تک لوگوں کی نظر چمگادڑ پر رہتی ہے وہ اڑتا رہتا ہے اور جب لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو گر کر مر جاتا ہے تاکہ مخلوق کے فعل سے خالق کا فعل ممتاز ہو جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ کمال تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہے۔

چمگادڑ میں قوت پرواز بہت زیادہ ہے اور اڑتے ہوئے جس طرف چاہتی ہے تیزی سے مڑ جاتی ہے۔اس کی غذا مچھر مکھیاں

اور بعض درختوں کے پھل ہیں جیسے بیر، اور امرود اور گولر وغیرہ، چمگادڑ کی عمر بھی کافی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی عمر گدھ اور گورخر سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی مادہ تین سے سات تک بچے دیتی اور یہ ہوا میں اڑتے ہوئے بھی جفتی کر لیتے ہیں۔ سوائے چمگادڑ، بندر اور انسان کے کوئی حیوان ایسا نہیں جو اپنے بچوں کو اٹھائے پھرتے ہوں۔ چمگادڑ اپنے بچوں کو پروں کے نیچے چھپائے رہتی ہے اور بعض دفعہ منہ میں بھی دبا کر اڑتی ہے اور ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ اڑتے ہوئے ہی بچوں کو دودھ بھی پلا دیتی ہے۔ چمگادڑ کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ اگر ان کے بدن سے چنار کے درخت کا پتا یا شاخ وغیرہ مس ہو جاتی ہے تو یہ سن ہو جاتی ہے اور فوراً زمین پر گر جاتی ہے۔

چمگادڑ کو لوگ حماقت سے منسوب کرتے ہیں اور یہ اس وجہ سے کہ اگر اس کو کہا جائے ''اطرق کری''[1] تو یہ زمین سے لگ جاتی ہے۔

مسائل:

ہر آنکھ کو پھوڑ دینے کی دیت آدھی ہوگی اگر چہ کسی بھینگے کی پھوڑی ہو یا چوندھے کی یا کانے کی یا اندھے کی۔ کیونکہ ان تمام عیوب کے باوجود ان کی بینائی کچھ نہ کچھ کام کر رہی تھی۔ یعنی وہ اس سے کچھ نہ کچھ منفعت اٹھا رہے تھے اس لئے ایک آنکھ کی نصف دیت اور دونوں آنکھوں کی پوری دیت واجب ہوگی اور رہا یہ سوال کہ کانے یا بھینگے کو اپنی بینائی سے کتنا فائدہ تھا تو یہ مسئلہ زیر بحث نہیں آئے گا۔ کیونکہ پکڑنے والے کی قوت گرفت اور چلنے والے کی تیز رفتاری اور سست رفتاری سے بھی فیصلے نہیں ہوتے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے معاملوں میں نفس بینائی پر نظر رکھی جائے گی اور اس کے ضعف اور قوت پر نہیں اور اگر کسی کی آنکھ میں سفیدی ہو بشرطیکہ اس سفیدی کی وجہ سے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو تو یہ بالکل ایسا ہے جیسے کہ کسی کے جسم پر مسہ یا تل ہو اور چونکہ مسہ وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے اس سفیدی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے اب چاہے یہ سفیدی خاص پپوٹے میں ہو یا پتلی میں ہو، اور اگر بالکل قوتِ بینائی پر سفیدی ہے مگر اتنی ہی ہلکی ہے کہ بینائی میں کوئی فتور پیدا نہیں ہوتا اور ایسی آنکھ کو کسی نے پھوڑ دیا تو جب بھی نصف دیت واجب ہوگی۔

امام شافعیؒ و دیگر ائمہ کا یہی مسلک ہے۔ یہ حضرات اس فرق کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتے کہ بینائی کا یہ نقصان کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوا یا کسی کے اقدام سے۔ اگر سفیدی بہت تھوڑی سی ہے اور اتنی ہے کہ ہم اسے ناپ سکیں تو اسی کے حساب سے دیت گھٹے اور بڑھے گی۔ لیکن اگر نقصان کا اندازہ مشکل ہے تو چند تجربہ کار لوگوں سے فیصلہ کرایا جائے گا۔

چوندھے پن میں پیدائشی روشنی کم ہو جاتی ہے۔ یہ فرق اس وقت سمجھ میں آئے گا جبکہ چوندھا پن اپنے کسی تساہل کی وجہ سے ہوا ہو۔ مثلاً کوئی بھول سے منہ نہیں دھوتا یا آنکھیں صاف نہیں کرتا تو یہ دوسری چیز ہے اور قدرتی چوندھا پن کچھ اور ہے۔

کانے کی آنکھ میں اگر نقصان پہنچایا تو اس کی نصف دیت واجب آئے گی۔ اگر چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کے متعلق یہ ہے کہ وہ دونوں پوری دیت دلواتے تھے اور یہی خیال عبدالملکؒ بن مروان، زہریؒ، قتادہؒ، مالکؒ، لیثؒ، امام احمدؒ اور اسحاقؒ بن راہویہ کا ہے۔

شرعی حکم:

چمگادڑ کا کھانا حرام ہے اس روایت کی وجہ سے جس کو ابوالحویرث نے مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس کے قتل کرنے سے منع

---

[1] ''اطرق کری'' ایک منتر ہے جو کری کروان (جو مرغابی کی قسم کا ایک پرندہ ہے) کو جال میں پھانسنے کے لئے عرب کے شکاری پڑھا کرتے تھے۔ پورا منتر یہ ہے: ''اطرق کری أطرق کری ان النعامۃ فی القریٰ'' اے کری (کروان) اتر آ۔ اتر آ شتر مرغ شہروں میں پہنچ گئے۔

فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بیت المقدس ویران ہو گیا تو چمگادڑ نے کہا تھا کہ اے پروردگار دریا کو میرے قبضہ میں دیدے تا کہ میں اس کے ویران کرنے والوں کو غرق کر دوں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کسی چمگادڑ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کو کون کھاتا ہے؟ نخعی نے کہا ہے کہ چمگادڑ کے علاوہ تمام پرندے حلال ہیں اور ''روضہ'' کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قطعاً حرام ہے۔ حالانکہ کتاب الحج میں لکھا ہے کہ اگر محرم نے اسے مار دیا تو جزا واجب ہوگی اور پوری قیمت دینا پڑے گی۔ حالانکہ یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا بحالت احرام ان کو مار دینے سے فدیہ بھی نہیں آتا۔ محاملی نے لکھا ہے کہ جنگلی چوہے کا کھانا جائز نہیں حالانکہ اس میں جزا ہے۔ چنانچہ یہ تمام اقوام مختلف ہیں اس لئے کوئی خاص فیصلہ ابابیل کے حلال یا حرام ہونے کا نہیں کیا جا سکتا۔

تتمہ:

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں لکھا ہے کہ وطواط چڑیا سے تو بڑا ہے مگر ہدہد سے چھوٹا ہے اور اس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی محرم اس کو مار دے تو قیمت دینا پڑے گی اور اس سلسلہ میں عطاء کا خیال ہے کہ تین درہم دینے پڑیں گے اس لئے اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ اس کے کھانے اور نہ کھانے کا کوئی فیصلہ نہیں فرما سکتے۔ البتہ اتنا لکھا ہی کہ اگر کھاتے ہیں تو پھر سزا کا وجوب ہوگا۔

عطاء نے جو تفصیل لکھی ہے اس میں ہے کہ تین درہم واجب ہوں گے۔ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ وطواط خفاش ہی ہے اور ابو عبیدہ کا خیال ہے کہ یہ خطاف کچھ بھی ہو لیکن کسی طرح بھی اس کا گوشت حلال نہیں۔

طبی فوائد:

اگر چمگادڑ کا سر تکیہ کے اندر رکھ دیا جائے تو جو شخص اس تکیہ کو اپنے سر کے نیچے رکھے گا اس کو نیند نہیں آئے گی۔ اگر چمگادڑ کا سر چنبیلی کے تیل میں ڈال کر کسی تانبے یا لوہے کے برتن میں اس طرح پکایا جائے کہ تیل میں بار بار اس کو الٹتے پلٹتے رہیں یہاں تک کہ (سر) جل کر کوئلہ ہو جائے۔ پھر اس تیل کو صاف کر کے کسی شیشی میں رکھ لیا جائے اور پھر اس تیل کو اگر صاحب نقرس یا فالج کا مریض یا وہ شخص جس کو رعشہ ہو بطور مالش استعمال کریں تو بہت جلد فائدہ ہوگا۔ یہ علاج عجیب اور آزمودہ ہے۔ اگر چمگادڑ کو گھر میں ذبح کر کے اس کے دل کی دھونی دے دی جائے تو اس گھر میں سانپ اور بچھو داخل نہیں ہوں گے اور اگر کوئی شخص بوقت ہیجان (شہوت) چمگادڑ کا دل اپنے بدن پر لٹکا لے تو اس سے قوت باہ میں اضافہ ہوگا اور اگر اس کی گردن کوئی شخص باندھ لے تو بچھو سے محفوظ رہے گا۔ اگر چمگادڑ کا پتہ ایسی عورت کی اندام نہانی میں مل دیا جائے جو عسر الولادت میں مبتلا ہو تو فوراً ولادت ہو جائے گی۔

اگر کوئی عورت چمگادڑ کی چربی رفع دم کے لئے استعمال کرے تو جلد ہی خون بند ہو جائے گا۔ اگر چمگادڑ کو ہلکی آنچ پر اس قدر پکایا جائے کہ وہ جل کر سوختہ ہو جائے اور پھر اس کو قطرہ قطرہ پیشاب کرنے والے کے ذکر کے سوراخ میں ڈال دیا جائے یا مل دیا جائے تو اس کو اس مرض سے شفاء ہوگی۔ اگر چمگادڑ کا شوربا بنا کر کسی بڑے برتن میں ڈال کر اس میں فالج کے مریض کو بٹھایا جائے تو فالج سے چھٹکارا مل جائے گا۔ چمگارڑ کی بیٹ اگر داد پر مل جائے تو داد جاتا رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص بغل کے بال اکھاڑ کر اور چمگادڑ کے خون میں ہم وزن دودھ ملا کر بغل میں مل لے تو پھر کبھی بال نہ اگے گا اور اگر بلوغ سے پہلے بچوں کے زیر ناف چمگادڑ کا خون مل دیا جائے تو اس جگہ بال نہیں آئیں گے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں چمگادڑ کی تعبیر عابد وزاہد مرد سے کی جاتی ہے۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ چمگادڑ کو خواب میں دیکھنا بہادری اور خوف کے ختم ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ رات کے پرندہ میں سے ہے۔ حاملہ عورت اگر خواب میں چمگادڑ کو دیکھے تو یہ ولادت میں آسانی کی طرف اشارہ ہے۔

مسافر (خواہ خشکی کا سفر کرنے والا ہو یا دریائی) دونوں کے لئے چمگادڑ کو خواب میں دیکھنا اچھا نہیں ہے اور کبھی چمگادڑ کو گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھنے سے گھر کی ویرانی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ خواب میں چمگادڑ کو دیکھنا ساحرہ عورت کی طرف اشارہ ہے۔

الخنان

(چھپکلی) الخنان: مثل زبان کے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک فیصلہ کیا جس پر بعض آزاد لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ "اے حنان خاموش رہ"۔ ہروی وغیرہ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

الخلنبوص

(ایک پرندہ) الخلنبوص (خاء معجمہ اور لام پر فتحہ، نون پر سکون اور بائے موحدہ پر ضمہ) چڑیا سے چھوٹا مگر اس کے ہم رنگ ایک پرندہ۔

اَلْخُلْد

اَلْخُلد: [1] چھچھوندر (خاء پر ضمہ) کفایہ میں خلیل بن احمد سے خاء پر فتحہ اور کسرہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ ایک اندھا، بہرا چھوٹا سا جانور ہے جو اپنے سامنے کی چیزوں کو محض سونگھنے سے پہچان لیتا ہے۔ باوجودیکہ چھچھوندر اندھی ہوتی ہے مگر پھر بھی اپنے بل سے باہر آتی ہے اور منہ کھول کر بل کے باہر بیٹھ جاتی ہے۔ مکھیاں اس کے منہ کے اردگرد بیٹھ جاتی ہیں تو یہ ان کو پکڑ کر نگل لیتی ہے اور یہ مکھیوں پر حملہ اس وقت کرتی ہے جبکہ کافی تعداد میں مکھیاں اس کے منہ کے قریب جمع ہو جاتی ہیں۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ چھچھوندر اصل میں اندھا چوہا ہے جس کو صرف قوتِ شامہ (سونگھنے کے ذریعہ) کی وجہ سے چیزوں کا ادراک ہو جاتا ہے۔ ارسطو اپنی "کتاب النعوث" میں لکھتے ہیں کہ چھچھوندر کے علاوہ تمام حیوانات کی دو آنکھیں ہوتی ہیں۔ اور چھچھوندر کو اندھا اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ یہ زمین کے اندر رہنے والا جانور ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کے لئے ایسا بنا دیا جیسا کہ مچھلی کے لئے پانی۔ اور اس کی غذا اس کو زمین کے اندر ہی مہیا کر دی گئی ہے اس لئے نہ زمین پر اسے قوت حاصل ہے اور نہ نشاط۔ آنکھوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے اسے سننے اور سونگھنے کی قوت بہت زیادہ دی ہے اور یہ دور ہی سے خفیف سی آہٹ کو بھی سن لیتی ہے اور فوراً کود کر زمین کے اندر گھس جاتی ہے اور اس کو پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کے سوراخ کے باہر کچھ جوئیں رکھ دی جائیں۔ یہ ان کو بو پا کر ان کو کھانے

---

[1] مغربی فلسطین میں Spalex Tykhlus مصر میں اسے ابوعمیٰ کہتے ہیں۔

کے لئے باہر نکل آئے گی۔

کہا گیا ہے کہ چھچھوندر کی قوتِ سامعہ دوسرے جانوروں کے قوتِ بصر کے برابر ہے۔ یعنی دوسرے جانور جتنی دور تک دیکھ سکتے ہیں۔ چھچھوندر اتنی دور کی آواز سن سکتی ہے۔ چھچھوندر کو اچھی خوشبوؤں سے نفرت ہے اور بدبودار چیزوں سے رغبت ہے۔ چنانچہ وہ خوشبودار چیزوں سے بھاگتی ہے اور گندنا، پیاز وغیرہ کی خوشبو پر فریفتہ ہے اور بعض اوقات انہی دو چیزوں سے اس کو پکڑا جاتا ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "سد مارب" کو چھچھوندر نے ہی برباد کیا تھا۔

سد مارب کا سبق آموز واقعہ:

قوم سبا کے دائیں اور بائیں (یعنی اس علاقہ کے دائیں اور بائیں جس میں یہ قوم آباد تھی) دو باغ تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تھا کہ كُلُوا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْالَهٗ (یعنی اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق کو کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ) اور قوم سبا کے اس شہر پر اللہ تعالیٰ کی اس قدر عنایات تھیں کہ اس علاقہ میں مچھر، پسو، سانپ اور بچھو وغیرہ ایذا رساں جانوروں کا نام ونشان تک نہ تھا اور یہ انتہائی پاک وصاف شہر تھا اور اس علاقہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات اس سے ظاہر تھیں کہ اگر کوئی دوسرا شخص کسی دوسرے علاقہ کا اس شہر میں آتا اور اس کے کپڑوں وغیرہ میں جوئیں وغیرہ ہوتیں تو اس علاقے میں آتے ہی سب کی سب مر جاتیں۔

قوم سبا کے باغات میں پھلوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص باغ میں خالی ٹوکرا لے کر داخل ہوتا تو واپسی پر ان کا ٹوکرا مختلف قسم کے پھلوں سے بھرا ہوا ہوتا اور یہ پھل ہاتھ سے توڑے ہوئے نہ ہوتے بلکہ (پک پک کر گرنے والے) درختوں کے نیچے پڑے ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کی طرف تیرہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان تمام انبیاء علیہم السلام نے اس قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو یاد دلایا اور اس کے عذاب سے ڈرایا۔ مگر اس قوم نے ایک نہ مانی اور کہنے لگے کہ "ہم کو تو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کوئی نعمت دی ہے"۔

قوم سبا کے شہر میں ایک بند (ڈیم) تھا جو ملکہ بلقیس نے اپنے عہد حکومت میں بنوایا تھا اور اس بند کے قریب ہی ایک بڑا تالاب تھا۔ اس تالاب میں پانی کی نکاسی کے لئے اتنے ہی پرنالے رکھے گئے تھے جتنی ان کے یہاں نہریں تھیں اور ان پرنالوں کے ذریعہ ان نہروں میں پانی تقسیم ہوتا تھا اور یہ نہریں تعداد میں بارہ تھیں۔ ملکہ بلقیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رشتہ ہوجانے کے بعد اہل سبا مدتوں تک صراط مستقیم پر گامزن رہے۔ مگر بعد میں انہوں نے بغاوت اور سرکشی پر کمر باندھ لی اور کفر کو اپنے لئے اختیار کیا۔ پس اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک اندھے چھچھوندر کو مسلط کر دیا۔ جس نے ان کے بند کو نیچے سے کھود ڈالا اور سوراخ کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے باغات اور آبادیاں ویران ہوگئیں۔

اہل سبا کو اپنے علم اور کچھ دیگر ذرائع سے اس کا علم تھا کہ ان کے اس بند کو ایک چوہا برباد کردے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس بند کو بنایا تھا تو ہر دو پتھروں کے درمیان کوئی سوراخ ایسا نہیں چھوڑا تھا جہاں پر ایک بلی نہ بندھی ہو لیکن جب وہ کافی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ایک سرخ چوہا نمودار ہوا اور اس نے ان بلیوں میں سے ایک بلی پر جست لگائی۔ چنانچہ بلی چوہے کو پکڑنے کے لئے اپنی جگہ سے کچھ ہٹ گئی۔ اسی پل وہ چوہا (چھچھوندر) اس سوراخ میں جا گھسا اور بند کو کھود کر اس میں جابجا سوراخ کر دیئے۔ لہٰذا جب پانی کا ریلہ آیا تو اس کو چوہے کے ذریعے بنائے گئے سوراخوں (دراڑوں) سے نکلنے کا موقع مل گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بند ٹوٹ گیا اور پانی بہہ کر پوری بستی میں پھیل گیا اور قوم سبا کا تمام مال واسباب، باغات، کھیتی وغیرہ سب کے سب غرق ہو گئے۔ حتیٰ کہ مکانات بھی زیر زمین دفن

ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ و وہبؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس سد (بند) کو ملکہ بلقیس نے بنوایا اور اس کی تعمیر کی وجہ یہ تھی کہ اہل سبا آپس میں اپنی اپنی وادیوں کے لئے پانی پر لڑا کرتے تھے۔ چنانچہ ملکہ نے سب وادیوں کے پانی کے بہاؤ کو روکنے کے لئے دو پہاڑوں کے درمیان بڑے بڑے پتھروں کو تاروں سے پیوست کر کے ایک دیوار بنوادی جس کو لغت حمیر میں عَرم کہتے تھے۔ اس بند کے تین درجے تھے اوران سے پانی کے نکلنے کے لئے بارہ راستے بنائے گئے تھے۔ کیونکہ ان کی بارہ نہریں تھیں۔ چنانچہ جب پانی کی ضرورت پڑتی تو ان بارہ (نکاس) کے راستوں کو کھول دیا جاتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ سبا میں سے سب سے پہلے جس شخص کو بند کی شکستگی کا علم ہوا وہ ان کا سردار عمرو بن عامر الازدی تھا اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ بند میں سوراخ ہو گئے ہیں اور وہ ٹوٹ کر اس کے اوپر گر پڑا ہے اور وادی میں سیلاب آ گیا ہے۔ صبح کو یہ اس خواب کی وجہ سے بہت بے چین ہوا اور فوراً بند کی طرف گیا تو دیکھا کہ واقعی ایک بڑا چوہا اپنے لوہے جیسے آہنی دانتوں سے بند کو کھودرہا ہے۔ پس یہ فوراً اپنے گھر واپس آیا اور بیوی کو خبر کرنے کے بعد اپنے بیٹوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا۔ جب اس کے لڑکے واپس آئے تو اس نے کہا کہ آیا جو کچھ میں نے کہا تھا وہ سچ ہے یا نہیں؟ لڑکوں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کہ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جس کے ختم کرنے کی ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں اور یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اس نے اب اہلِ سبا کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

اس کے بعد اس نے ایک بلی کو پکڑا اور اس کو لے جا کر چوہے پر چھوڑ دیا۔ لیکن چوہے نے بلی کی کوئی پرواہ نہ کی اور بدستور بند کو کھودتا رہا اور پھر بلی بھی وہاں سے بھاگ آئی۔ جب اس کی یہ تدبیر بھی ناکام ہوگئی تو اس نے اپنی اولاد سے کہا کہ اس عذاب سے بچنے کی کوئی تدبیر تم ہی بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابا جان بھلا آپ کی موجودگی میں ہم کیا تدبیر بتا سکتے ہیں؟ اس پر ابن عامر نے کہا کہ میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔ بیٹوں نے کہا کہ آپ بتائیے ہم پر اسی عمل کریں گے۔ ابن عامر نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے سے کہا کہ جس وقت میں مجلس (نشست گاہ) میں بیٹھوں اور لوگ حسب معمول میرے پاس آ کر جمع ہو جائیں (کیونکہ اہلِ سبا کی یہ عادت تھی کہ اپنے سردار کے پاس آ کر اپنے معاملات میں مشورہ کرتے تھے اور سردار جو بھی فیصلہ کرتا اس پر عمل کرتے) تو میں تجھ کو کسی کام کا حکم دوں گا۔ مگر تو اس کو ٹال دینا۔ اس پر میں تجھ کو برا بھلا کہوں گا تو تو اٹھ کر میرے ایک طمانچہ رسید کر دینا۔ پھر اس نے اپنے بڑے بیٹوں سے کہا کہ جب تم اپنے اس چھوٹے بھائی کو ایسا کرتے دیکھو تو کسی ناراضگی کا اظہار نہ کرنا بلکہ خاموشی اختیار کرنا اور جب اہلِ مجلس یہ معاملہ دیکھیں تو خبردار ان میں سے کسی کو اتنی جرات نہ دلانا کہ وہ تمہارے اس بھائی سے کسی قسم کا تعارض کریں۔ پھر اس کے بعد میں سب سے سامنے ایسی سخت قسم کھاؤں گا کہ جس کا کوئی کفارہ نہ ہوگا اور پھر میں کہوں گا کہ اب میں ایسی قوم میں کہ جس کا ایک چھوٹا لڑکا اپنے ہی قصور پر اپنے باپ کے طمانچہ مارے اور اہل مجلس اور اس کے دوسرے لڑکے خاموش تماشائی بنے رہیں اور اف نہ کریں، ہرگز ہرگز نہ رہوں گا۔ یہ سن کر سب بیٹوں نے کہا کہ بہت اچھا ہم ایسا ہی کریں گے۔

چنانچہ اگلے دن جب سب لوگ نشست گاہ میں جمع ہوئے تو لڑکوں نے باپ کی ہدایت کے مطابق ویسا ہی کیا اور اہلِ مجلس بھی خاموش رہے۔ اس پر ابن عامر اٹھا اور اہل مجلس کو مخاطب کر کے بولا کہ میرا لڑکا میرے طمانچے مارے اور تم سب خاموش بیٹھے رہے۔ یہ مجھ کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں۔ لہٰذا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اب ہرگز تم لوگوں میں نہ رہوں گا اور کسی دوسرے جگہ چلا جاؤں گا۔ یہ سن کر

اہل مجلس عذر و معذرت کر کے اٹھ گئے اور کہنے لگے ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ کی اولاد اس قدر بے غیرت اور نافرمان ہوگئی ہے۔ آئندہ ہم ان کو ایسا نہ کرنے دیں گے۔ ابن عامر نے جواب دیا کہ جو ہونا تھا ہو چکا اب تو مجھے یہاں سے جانا ہی پڑے گا کیونکہ میں قسم کھا چکا ہوں۔

اس کے بعد ابن عامر نے اپنا مال و اسباب فروخت کرنا شروع کر دیا۔ اہل شہر جو اس کی ثروت پر حسد رکھتے تھے اس کا ہاتھوں ہاتھ خرید لیا اور باقی جو ضروری اسباب تھے وہ اس نے ساتھ لے لیا اور اپنے سب لڑکوں کو لے کر وہاں سے چل دیا۔ ابن عامر کے چلے جانے کے بعد ایک رات کو جب کہ لوگ پڑے ہوئے نیند کے مزے لے رہے تھے۔ دفعتاً بند ٹوٹا اور پانی کے ریلے میں اہل سبا کا مال و اسباب اور مویشی اور تمام اہل سبا بہتے ہوئے چلے گئے اور دم بھر میں وہ بستی اجاڑ نگری ہوگئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس قول **فارسلنا علیھم سیل العرم** (ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا) کا یہی مفہوم ہے۔

عرم کی تحقیق:

لفظ عرم کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ عرم اس بند کا نام ہے جب کہ سہیلی کے مطابق عرم اس وادی کا نام ہے جس میں یہ بند بنایا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک قول یہ ہے کہ عرم اس وادی کا نام تھا جس نے بند کو کاٹا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ عرم سے مراد سیلاب ہے۔

مارب کی تحقیق:

''مارب'' ہمزہ کے سکون کے ساتھ، لفظ مارب میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ مارب اہل سبا کے شاہی محل کا نام تھا۔ لیکن مسعودی نے کہا ہے کہ مارب اصل میں ایک لقب ہے اور ملک سبا کے ہر بادشاہ کا لقب مارب تھا جیسا کہ یمن کا ہر حکمران تبع کہلاتا تھا۔

سہیلی کہتے ہیں کہ یہ بند سبا بن یشجب نے تعمیر کرایا اور اس نے ستر وادیوں کا پانی اس بند کی طرف پھیرا تھا مگر سبا بن یشجب اس بند کو مکمل ہونے سے پہلے ہی مر گیا۔ اس کے بعد اس بند کو حمیر کے بادشاہوں نے مکمل کرایا تھا۔ سبا کا نام عبد شمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان تھا۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے کہ تازیانہ کی سزا جاری کی اس وجہ سے اس کا نام سبا پڑ گیا۔ کیونکہ سبتہ عربی میں تازیانہ مارنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا کہ ملوک یمن میں یہ پہلا بادشاہ تھا جس نے سر پر تاج رکھا۔

مسعودی نے کہا ہے کہ اس بند کا بانی لقمان بن عاد تھا اور اس نے ہر ایک میل کے رقبہ میں ایک پرنالہ (پانی کی نکاسی کے لئے چھوٹی نہر) بنایا تھا اور اس طرح کل تیس پرنالے تیس میل کے رقبہ میں بنائے گئے تھے۔ جن سے تمام وادیوں کو علیحدہ علیحدہ پانی کی سپلائی ہوتی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بند کا سیلاب بھیجا اور وہ جدا جدا ہو گئے۔ یعنی ایک وادی دوسری وادی سے کٹ گئی تھی تب ہی سے یہ ضرب المثل بن گئی ''تفرقوا ایدی سبا'' یعنی وہ منتشر ہو گئے۔

شعبی کہتے ہیں کہ جب سیلاب سے سباء کے سب شہر غرقاب ہو گئے تو بچے کھچے لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ چنانچہ قبیلہ غان ملک شام میں چلا گیا اور از دعمان کی طرف چلے گئے اور خزاعہ نے تہامہ اور خزیمہ نے عراق کی راہ لی۔ لیکن قبیلہ اوس اور خزرج نے یثرب میں اقامت اختیار کی۔ ان قبیلوں میں پہلا شخص جس نے یثرب (مدینہ) میں قدم رکھا وہ عمرو بن عامر تھا اور یہی اوس وخزرج کا جد اعلیٰ تھا۔

ابو سبرہ نخعی نے فروہ ابن مسیک قطیفی سے روایت کی ہے:۔

''ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ مجھے سبا کے متعلق بتایئے کہ وہ مرد تھا یا عورت یا یہ کسی خطہ زمین کا نام ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ سبا عرب کے ایک مرد کا نام تھا، اس کے دس لڑکے تھے، ان میں سے چھ خوش نصیب اور چار بدنصیب ہو گئے۔ خوش نصیب اولاد میں کندہ، اشعریون، ازد، مذحج، انمار اور حمیر ہیں۔ سائل نے پوچھا کہ انمار کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن میں خثعم اور بجیلہ ہیں اور وہ اولاد جو بدنصیب ہوئی وہ لخم، جذام، عاملہ اور غسان ہیں''۔

مجرب عمل:

خلد: ایک بیماری کا بھی نام ہے جو چوپاؤں اور خاص طور سے گھوڑوں وغیرہ کو ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کے لئے یہ تعویذ لکھ کر جانور کے بائیں کان میں لٹکانے سے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

''یاخلدسلیمان بن داود ذکر عزرائیل علی وسطک وذکر جبرائیل علی رأسک وذکر اسرافیل علی ظهرک وذکر میکائیل علی بطنک لا تدب ولا تسعیٰ الا ایبس کما یلبس لبن الدجاج وقرن الحمار بقدرة العزیز القهارهذا قول عزرائیل وجبرائیل واسرافیل ومیکائیل وملائکة اللّٰه المقربین الذین لا یاکلون ولا یشربون بذکر اللّٰه هم یعیشون اصباوتاال شدای ایبس ایها الخلد من دابة فلان بن فلانة اومن هذه الدابة بقدرة من یری ولا یری وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا. فماتوا کذلک یموت الخلدمن دابة فلان بن فلانة اومن هذه الدابة. (فلاں بن فلانۃ کی جگہ مالک اور اس کی والدہ کا نام لکھا جائے اور اگر نام معلوم نہ ہو تو **هذه الدابة** لکھ دیں اور اس کے بعد یہ نقش لکھیں:۔

١١١٨١١٧ل ط ط ١٧١١٢ د ه ١٢١ ب ر كا

دوسرا عمل:

ایک پرچہ پر لکھ کر مخلوق جانور (جس جانور کو خلد کی بیماری ہو) کے گلے میں ڈال دیں۔

طلعواستة وستین ملکا الی جبال المقدس لقوا ثلاث شجرات الوحدة قطعت والثانیة یسبت والثالثة احترقت انقطع ایها الخلد ببرکة سیهوم یهوم دهوم بالف لاحول ولاقوة الاباللّٰه العلی العظیم ج وج وج دارتفع ارتفع ارتفع اه اه اه ل ط اس ل ط اس ل ط اس ل ط اس اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه اللّٰه حم حم حم

حـم حـم حـم حـم حم حم تو کلت ل ادھی ل ل ا اعلی اللّٰہ اللھم احفظ حاملہ و دابتہ بحرمۃ الرب العظیم والقرآن العظیم ولا حول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ چوہے کی ایک قسم ہے لیکن مالک نے کہا ہے کہ خلد اور سانپ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ان کو ذبح کر کے صاف کرلیا گیا ہو۔

ضرب الامثال:

اہل عرب کہتے ہیں اَسۡمَعُ من خُلدوَاَفۡسَدمِنۡ خُلد کہ فلاں خلد (چھچھوندر) سے زیادہ سننے والا اور اس سے زیادہ فسادی ہے۔

طبی خواص

اس کے خون کا سرمہ لگانا آنکھوں کے لئے فائدہ مند ہے اور اگر اس کی دم کا خون (کنٹھ مالا والے مریض کے) کنٹھ مالا پر لیپ کر دیا جائے تو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اور اگر اس کا اوپر والا ہونٹ موسمی بخار والے مریض کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اس سے چھٹکارا مل جائے گا اور اگر اس کا گوشت طلوع شمس سے پہلے بھون کر کھایا جائے تو کھانے والا ہر چیز کو جان لے گا اور اگر اس کے گوشت کو گلاب کے تیل کے ساتھ ملا کر کسی شیشی میں رکھا جائے تو یہ تیل داد، کھجلی اور ہر جلد کی بیماری کے لئے مفید ہوگا۔

جاحظ کا قول ہے کہ لوگوں کا گمان ہے کہ اگر وہ مٹی جو چھچھوندر اپنے بل سے نکالتا ہے اگر اس مٹی کو پانی میں ملا کر نقرس پر ملا جائے تو نقرس کو فوراً آرام ہوگا۔

حکیم ارسطو نے لکھا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو دیا جائے اور پھر کوئی انسان اس کو پی لے تو اگر اس پینے والے سے کسی بھی چیز کے متعلق کوئی بات پوچھی جائے تو یہ شخص اڑتیس دن تک بطور ہذیان (یعنی پاگلوں کی طرح) وہ باتیں بتا تا رہے گا۔

یحیٰی بن زکریا نے کہا ہے کہ اگر چھچھوندر کو تین رطل پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ پھول کر اس پانی میں پھٹ جائے۔ پھر اس کو پانی سے نکال کر اس کی ہڈیوں کو پھینک دیا جائے اور اس پانی کو پھر کسی تانبے کے برتن میں پکایا جائے اور اس میں چار درہم اور اسی قدر افیون اور گندھک اور نوشادر کوٹ کر ملا دیں۔ اس کے بعد اس میں چار رطل شہد ڈال دیں۔ پھر اس کو اس قدر پکایا جائے کہ مثل طلاء کے ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو کسی شیشی میں رکھ لیں اور جب سورج برج حمل میں ہو تو برج حمل سے برج اسد میں داخل ہونے تک اس کو اگر کوئی چاٹے اور چاٹنے والا اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ کھائے۔ یعنی بظاہر روزے سے رہے تو اس عمل کے کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے بہت کچھ علم سکھا دیں گے۔

خواب میں تعبیر:

خـلـد۔ چھچھوندر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر اندھے پن، حیرانی، پریشانی پوشیدگی اور راستہ کی تنگی سے دیتے ہیں اور کبھی کان کے مریض کے خواب میں چھچھوندر آنے سے اس کی قوت سماعت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے اور اگر خلد میت کے ساتھ دیکھا تو العیاذ باللہ اس میت کے دوزخی ہونے کی نشانی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون. اس کے برخلاف اس میت کے جنتی ہونے کی بھی علامت ہو سکتی ہے کیونکہ جنت الخلد بھی کلام پاک میں آیا ہے۔

الخلفة

(حاملہ اونٹنی) الخلفة: حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع خلفات ہے۔

حدیث میں خلفہ کا ذکر:۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں کسی کو یہ بات محبوب ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائے تو تین گابھن اونٹنیاں بڑی بڑی اور فربہ اپنے گھر میں بندھی ہوئی پائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی تین آیتیں جو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھتا ہے وہ اس کے حق میں ان جیسی تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں''۔

امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہ السلام میں سے ایک نبیؑ نے جہاد کا ارادہ کیا تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ لوگ جن کو مندرجہ ذیل عذر ہوں نہ جائیں:۔

(۱) ایک وہ شخص جو کسی عورت کی شرمگاہ کا بذریعہ نکاح یا بذریعہ شراء مالک ہوا اور اس سے ہم بستری کا خواہاں ہے مگر ابھی تک کی نہیں۔ (۲) ایک وہ شخص جس نے کوئی عمارت بنوائی مگر ابھی اس کی چھت نہیں بنوائی اور (۳) ایک وہ شخص جس نے گابھن بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور اس سے اولاد حاصل کرنے کا منتظر ہو''۔

(آپ نے ان لوگوں کو جہاد سے اس وجہ سے روک دیا تھا کہ اگر یہ جہاد میں گئے تو ان کا دل ان چیزوں کی طرف مائل رہے گا اور یہ بے فکری سے جہاد میں حصہ نہ لے سکیں گے)۔ اس کے بعد آپ جہاد کے لئے روانہ ہو گئے اور جب اس شہر میں پہنچے جہاں سے جہاد کرنا تھا تو عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے سورج کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تو بھی اور میں بھی اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور پھر یہ دعا مانگی یا اللہ تو اس سورج کو میری خاطر غروب ہونے سے روک دے۔ چنانچہ جب تک آپ نے اس شہر کو فتح نہ کر لیا۔ سورج بحکم خدا غروب ہونے سے رکا رہا۔

یہ نبی جنہوں نے جہاد کیا اور سورج کے غروب نہ ہونے کی دعا مانگی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

فائدہ:

نبی اکرم ﷺ کے لئے بھی دو مرتبہ سورج غروب ہونے سے روک دیا گیا تھا۔ پہلی بار معراج کی صبح کو جبکہ معراج سے واپسی کے بعد آپؐ نے قریش کو سورج نکلتے ہی ایک قافلہ کے مکۃ المکرمہ میں داخل ہونے کی خبر دی تھی اور وہ قافلہ اس وقت تک داخل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورج کو لوٹا دیا تھا۔ (یہ طحاوی وغیرہ کی روایت ہے)

مستدرک کے اخیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث ہے۔ جس کو شیخ الاسلام امام ذہبیؒ نے صحیح الاسناد بتایا ہے۔

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر سات گابھن اونٹنیاں جو خوب موٹی ہوں جہنم میں ڈال دی جائیں تو ان کو دوزخ کی گہرائی (تلی) تک پہنچنے میں ستر سال لگیں گے (امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ سات اونٹنیوں کی تمثیل میں حکمت یہ ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں''۔

حضرت ابن عمر کی حدیث ہے:۔

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو غلطی سے قتل کر دیا گیا کوڑوں سے مار کر یا لاٹھی سے تو دیت سو اونٹ ہوگی جن

میں سے چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں گی جو گابھن ہوں''۔

شیخ الاسلام امام نووی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص بات یہ ہے کہ جب خلفہ کے معنی حاملہ اونٹنی کے ہیں یعنی جس کے پیٹ میں بچہ ہو تو پھر آپ ﷺ نے آگے یہ کیوں فرمایا کہ ''ان کے پیٹ میں بچے ہوں''۔ اس کی کیا حکمت ہے؟ اس کے جواب میں امام نوویؒ نے ہی یہ چار حکمتیں لکھی ہیں:۔

(۱) یہ محض تاکید و وضاحت کے لئے ہے۔ (۲) ''فی بطونها اولادها'' اصل میں خلفہ کی تفسیر ہے۔ (۳) اور اس تفسیر کو بیان کرنے کا مقصد اس وہم کو بھی دور کرنا ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ دیت میں ایسی خلفہ کا دینا کافی ہوگا جو کبھی حاملہ ہوئی ہو۔ مطلب یہ کہ اونٹنی کا دیت میں دینے کے وقت حاملہ ہونا ضروری ہے اور اسی کو ظاہر کرنے کے لئے آپؐ نے فی بطونها او لادها کی قید بڑھا دی ہے۔ (۴) اور چوتھی حکمت یہ ہے کہ اونٹنی کا نفس الامر میں حاملہ ہونا شرط ہے۔ یہ نہیں کہ وہ حاملہ ظاہر ہو رہی ہو بلکہ اونٹنی کے حاملہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہونا چاہیے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ ''فی بطونها اولادها'' کا ایک جواب رافعی نے یہ دیا ہے کہ خلفہ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس نے بچہ جن دیا ہو اور بچہ اس کے پیچھے لگ رہا ہو۔

فائدہ:۔ خطائے محض کا مطلب یہ ہے کہ مارنے کا ارادہ کسی دوسری چیز کا ہو مگر اس کی جگہ کوئی انسان مر جائے تو اس میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت مخففہ (ہلکی دیت) اس کے رشتہ داروں پر واجب ہے جو کہ تین سال میں ادا کی جائے گی اور کفارہ اس کے مال کا تمام قسموں میں واجب ہے۔

شبہ عمد:۔ یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارنے کا ارادہ کیا جس سے عام طور پر انسان نہ مرتے ہوں جیسے کسی نے لاٹھی سے ہلکا سا مارا یا چھوٹے پتھر سے ایک دو دفعہ مارا اور اس سے انسان مر جائے تو اس میں بھی قصاص نہیں ہے بلکہ دیت مغلظہ (بھاری دیت) قاتل کے رشتہ داروں پر واجب ہے جس کو تین سال میں ادا کیا جائے گا۔

عمد محض:۔ یہ ہے کہ انسان کے قتل کا ارادہ ایسی چیز سے کیا جائے جس سے عموماً انسان مر جاتے ہیں۔ جیسے تلوار، چھری وغیرہ اس میں کفو کے پائے جانے کے وقت قصاص ہے یا پھر دیت مغلظہ ہوگی جو کہ فوراً قاتل کے مال سے دی جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قتل عمد میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ میں کفارہ واجب نہیں اس لئے اس میں بھی کفارہ نہیں ہوگا۔

آزاد مسلم کی دیت سو اونٹ ہے۔ اگر دیت عمد محض میں ہو یا شبہ عمد میں ہو تو اس کو سالوں سے مغلظہ کہا جائے گا۔ پس تین حقہ[1] (چار سالہ اونٹ) اور تیس جذعہ[2] اور چالیس ایسی اونٹنیاں جن کے پیٹ میں بچے ہوں۔ یہ عمرو بن زید بن ثابتؓ کا قول ہے اور ابن عمرؓ کی گذشتہ حدیث کی وجہ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طرف گئے ہیں اور ایک قوم کا کہنا یہ ہے کہ دیت مغلظہ چار حصوں پر ہوگی۔ (۱) پچیس بنت[3] مخاض (۲) پچیس بنت[4] لبون (۳) پچیس حقہ (۴) پچیس جذعہ۔ یہ زہریؒ و ربیعہؒ کا قول ہے اور اسی کو امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔

اور دیت خطا جو دیت مخففہ ہے وہ پانچ حصوں پر ہوگی بالاتفاق یعنی بیس بنت مخاض، بیس بنت لبون بیس[5] ابن لبون، بیس حقہ، بیس جذعہ، یہ عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمانؒ بن یسار اور ربیعہؒ کا قول ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے ابن لبون کی جگہ ابن مخاض کہا ہے اور اس کو ابن مسعودؓ

---

[1] حقہ: وہ اونٹنی جو تیسرا سال ختم کر کے چوتھے میں داخل ہوگئی ہو۔ [2] جذعہ: وہ اونٹنی جو اپنے پانچویں سال میں ہو۔ [3] بنت مخاض: وہ اونٹنی جو اپنے دوسرے سال میں ہو۔ [4] بنت لبون: وہ اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہوگئی ہو۔ [5] ابن لبون وہ اونٹ جو تیسرے سال میں لگا ہو۔

سے روایت کیا ہے اور قتل خطاوشبہ عمد میں دیت عاقلہ (رشتہ دار) پر ہوگی۔ اگر اونٹ نہ ہوں تو اسی کے مقدار درہموں یا دیناروں سے قیمت ادا کرنی ہوگی اور ایک دوسرے قول کے مطابق ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم واجب ہوں گے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ نے سونے والوں پر ایک ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار درہم مقرر کئے تھے۔ یہی امام مالکؒ، عروہ بن زبیرؓ اور حسن بصریؒ نے کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ دیت سو اونٹ ہیں یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم، سفیان ثوریؒ سے بھی یہی منقول ہے۔

مسئلہ:۔ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ ذمی اور عہد والے کی دیت مسلم کی دیت کا ایک تہائی حصہ ہے اور اگر ذمی یا عہد والے کتابی یا مجوسی ہوں تو تلف کا پانچواں حصہ ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ یہودی ونصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ ہزار درہم ہیں۔ اسی کو ابنؒ میسب اور حسنؒ بصری نے اختیار کیا ہے اور اسی طرف امام شافعیؒ بھی گئے ہیں اور اہل علم کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ذمی اور معاہد کی دیت مسلم کی دیت کے مثل ہے۔ یہ ابن مسعودؓ اور سفیانؒ ثوری کا قول ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی دیت کا آدھا حصہ ہے اور یہی امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے۔

تذنیب:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُوْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا الايه. (اور جو مار ڈالے جان بوجھ کر کسی مومن شخص کو تو اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا) اس آیت کے مفہوم سے متعلق علماء نے یہ بحث کی ہے کہ آیا مومن کا خلود فی جہنم مثل کافر کے خلود فی جہنم کے ہے یا کیا؟ یعنی اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو عمداً قتل کر بیٹھے تو کیا بموجب اس آیت شریفہ کے اس کو جہنم میں ہمیشہ اسی طرح رہنا ہوگا جیسا کہ کسی کافر یا مشرک کو، اس بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت مقیس بن صبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو مرتد ہو گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون ہدر فرما دیا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب اس کا بھائی ہشام بن صبابہ بنی نجار میں قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہ چلا تو بنی نجار نے اس کو اس کے بھائی کی دیت میں سو اونٹ دے دیئے۔ دیت وصول کرنے کے بعد مقیس بن صبابہ اور بنی نجار کا ایک شخص فہری آنحضور ﷺ کی خدمت بابرکت میں جانے کے لئے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ چنانچہ راستہ میں شیطان مقیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تو نے اپنے بھائی کی دیت لے کر اپنے آپ کو معیوب اور مطعون بنالیا ہے۔ اس شرم اور عار سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے عوض میں اپنے اس ساتھی (بنی نجار کے فرد فہری) کو قتل کر دے اس سے تجھ کو اپنے بھائی کا انتقام بھی مل جائے گا اور یہ اونٹ بھی تیرے پاس ہی رہیں گے۔ چنانچہ مقیس نے فہری کو غافل پا کر ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کو پوری قوت سے فہری کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پاش پاش ہو گیا۔ اس کے بعد مقیس دیت کے اونٹوں کو ہانکتا ہوا مکہ مکرمہ مرتد ہو کر چل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اوپر مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ مقیس وہی شخص ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے امن دینے والوں سے فتح مکہ کے دن مستثنیٰ قرار دیا تھا اور اس کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑے ہوئے تھے۔

اس آیت کے حکم میں اختلاف ہے۔ بغویؒ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہے۔

جب سورۂ فرقان کی یہ آیت "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ نازل ہوئی تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ہم کو اس آیت کی نرمی پر تعجب ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سات مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ سخت احکام والی آیت نازل ہوئی اور اس سخت احکام والی آیت سے نرم احکام والی آیت منسوخ ہو گئی۔ سخت احکام والی آیت سے مراد سورۂ نساء کی آیت ہے اور نرم احکام والی آیت سے مراد سورۂ فرقان کی آیت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ سورۂ فرقان کی آیت مکی ہے اور سوۂ نساء کی آیت مدنی ہے اور اس کو کسی نے بھی

منسوخ نہیں کیا ہے۔

جمہور مفسرین اور اہلِ سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ مسلم کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ '' کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔اس کے علاوہ جس کی چاہے گا مغفرت فرمائے گا اور جو اس سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ قتل سے زجر و تنبیہ پر سختی ومبالغہ ہے۔جیسا کہ سفیان بن عینیہ سے مروی ہے کہ مومن جب تک قتل نہ کرے تو اس کو کہا جائے کہ تیری توبہ مقبول نہیں اور اگر اس نے قتل کر دیا تو پھر کہا جائے کہ توبہ مقبول ہوسکتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مومن کسی مومن کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو اسے قتل سے باز رکھنے کے لئے کہا جائے گا کہ اس قتل یعنی اس گناہ کی وجہ سے تیری توبہ بھی مقبول نہیں ہوگی اور یہ کہنا صرف اس کو اس گناہ سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے ہے نہ کہ حقیقت میں اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔لیکن اگر کوئی اس تنبیہ کے باوجود بھی قتل کر بیٹھے تو پھر اس کو اس گناہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف توبہ ہی ہے اور ایسے وقت میں اس کو توبہ کی تلقین ہی کی جائے گی کہ تیری توبہ مقبول ہوسکتی ہے۔اگر اللہ چاہیں تو ورنہ نہیں۔یعنی جمہور علماء کے نزدیک مومن کو عمداً قتل کرنے والے کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے وہ مخلد فی النار ہو جائے۔

اور جو لوگ مومن کے قتل عمد پر تخلید کا حکم لگاتے ہیں ان کے پاس اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ آیت ایک کافر مقیس ابن صبابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جو مومن کے قتل کو اس کے ایمان کی وجہ سے حلال سمجھے وہ کافر ہے اور مخلد فی النار ہے۔

روایت ہے کہ عمرو بن عبید نے ابوعمرو بن علاء سے کہا، کیا حق تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کریں گے؟ تو ابوعمرو نے جواب دیا کہ نہیں۔اس پر عمرو بن عبید نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا: ''وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا. اس پر ابوعمرو نے کہا کہ اے عمرو بن عبید! کیا تو عجمیوں میں سے ہے؟ تجھ کو معلوم نہیں کہ عرب لوگ وعید میں خلاف کو خلاف اور برا شمار نہیں کرتے۔البتہ وعدہ میں خلاف کو برا سمجھتے ہیں۔اور یہ شعر پڑھا۔

وانی وَاِنْ اَوعدتُه او وعدتُه لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

''میں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا اور اس سے وعدہ لیا تو اس نے مجھ سے کرایا ہوا وعدہ تو پورا کرایا مگر اپنا وعدہ کبھی پورا نہیں کیا''۔

اور اس کی دلیل کہ شرک کے علاوہ کوئی اور گناہ دوزخ میں ہمیشگی کو واجب نہیں کرتا بخاریؒ کی یہ روایت ہے جس کو عبادہؓ ابن صامت نے روایت کیا ہے جو بدر میں شریک تھے اور عقبہ کی رات سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپؐ کے اردگرد صحابہ کرام جمع تھے، مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، نہ زنا کرنا، نہ چوری کرنا، نہ اولاد کو قتل کرنا، نہ بہتان باندھنا اور نہ کسی اچھے کام میں نافرمانی کرنا، تم میں سے جس کسی نے اس کو پورا کیا تو اس کی جزاء اللہ عنایت فرمائیں گے اور جس نے ان چیزوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اور وہ دنیا میں کسی سزا میں مبتلا ہو گیا تو یہ اس کے لئے کفارہ ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عیب پوشی فرمائی (یعنی دنیا میں کوئی سزا نہ دی) تو اللہ کو اختیار ہے خواہ معاف کردے یا اس کو عذاب دے، عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہ) نے کہا کہ ہم نے آپؐ سے اس پر بیعت کی''۔

حدیث صحیح میں ایک اور روایت ہے:

''آپ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

الخمل

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مچھلی کی ایک قسم ہے!

الخنتعة

الخنتعة: مادہ لومڑی۔ ازہری نے یہی لکھا ہے۔

الخندع

الخندع: چھوٹی ٹڈی۔ جندب کے وزن پر ہے اور محکم نے کہا ہے کہ بعض لغت میں اس کو چمگادڑ بھی کہا گیا ہے۔

الخنزیر البری

(خشکی کا سور، خنزیر) الخنزیر: خاء معجمہ کے کسرہ کے ساتھ، اس کی جمع خنازیر ہے اور اکثر لغویین کے نزدیک یہ رباعی ہے۔ ابن سیدہ نے بعض صاحب لغت سے نقل کیا ہے کہ یہ خنزیر العین (کنکھیوں سے دیکھنا) سے مشتق ہے۔ کیونکہ یہ اسی طرح دیکھتا ہے۔ لہٰذا اس قول کے اعتبار سے یہ ثلاثی ہوگا۔ کہا جاتا ہے تخازر الرجل یعنی جب آدمی نگاہ تیز کرنے کے لئے پلکوں کو سمیٹتا ہے جیسا کہ لفظ تعامی وتجاھل ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے دن کہا تھا۔

اِذَا تَخَازَرتُ وَمَا بِیْ مِنْ خَزَرٍ ثُمَّ كَسَرْتُ الطَّرْفَ مِنْ غَيْرِ خَوَرِ

''جب جنگ ہوئی تو میں ریشم پہنے ہوئے نہیں تھا پھر میں نے دشمنوں کی لوہے کی ٹوپیاں توڑ ڈالیں بغیر کسی کوشش کے''۔

اَلْقَيْتَنِیْ الویٰ بَعِيْدُ الْمُسْتَمِر كَالْحَيَّةِ الصَّمَاءِ فِی اَصْلِ الشَّجَرِ

''تو نے مجھ کو محبت میں ایسا تڑپتا ہوا چھوڑ دیا جیسا کہ سانپ درخت کی جڑ میں بل کھاتا ہے''۔

اَحْمِلُ مَا حَمَلْتَ مِن خَيْرٍ وشَرِّ اور اب میں اس محبت میں برائی اور بھلائی کو دیکھ رہا ہوں''۔

خنزیر کی کنیت کے لئے، ابوجہم، ابوزرعہ، ابودلف، ابوعلیہ اور ابوتام کے الفاظ مستعمل ہیں۔

خنزیر کی خصوصیت:

خنزیر درندہ اور چوپایہ دونوں میں مشترک ہے یعنی اس کا شمار مواشی میں بھی ہے اور درندوں میں بھی، مواشی میں اس کا شمار اس وجہ سے ہے کہ مواشی کی طرح اس کے پیروں میں کھریاں ہیں اور یہ گھاس بھی کھاتا ہے اور درندگی کی اس میں یہ صفت ہے کہ درندوں کی طرح اس کے منہ میں دو دانت ہیں جن سے وہ پھاڑتا چیرتا ہے۔ خشکی کا خنزیر انتہائی شہوت پرست ہوتا ہے اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ چرنے کی حالت میں وہ اپنی مادہ پر چڑھ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کی مادہ چرتے چرتے میلوں چلی جاتی ہے اور یہ اس دوران

مستقل مادہ سے جفتی کرتا رہتا ہے دور سے دیکھنے سے ایسے موقعوں پر نر اور مادہ چھ پاؤں کا ایک ہی جانور دکھائی دیتے ہیں اور اس کا نر اپنی مادہ سے دوسرے نروں کو لگنے نہیں دیتا حتیٰ کہ بعض اوقات ایک نر دوسرے نر کو صرف اس وجہ سے مار ڈالتا ہے کہ اس نے اس کی مادہ کی طرف رغبت کی تھی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سب کے سب اس لڑائی میں شامل ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کر دیتے ہیں۔

جب خنزیر کی شہوت بھڑکتی ہے تو یہ اپنا سر جھکا لیتا ہے اور دم کو خوب ہلانے لگتا ہے ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی بدل جاتی ہے۔ نر آٹھ ماہ اور مادہ چھ ماہ میں بچہ دلوانے اور دینے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ملکوں میں نر صرف چار ماہ میں ہی اس قابل ہو جاتا ہے کہ بچے جنوا سکے۔ مگر مادہ چھ یا سات ماہ سے پہلے حد بلوغ کو نہیں پہنچتی اور جب مادہ پندرہ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے بچے ہونا بند ہو جاتے ہیں۔ حیوانوں میں یہ جنس بہت ہی نسل افزا ہوتی ہے اور اس کے نر میں زبردست قوت جفتی اور قوت امساک ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ دانت اور دم والے جانوروں میں کوئی جانور ایسا نہیں جس کے دانتوں میں اس قدر قوت ہو جتنی کہ خنزیر کے دانتوں میں ہوتی ہے۔ یہ اپنے اگلے دانتوں سے شمشیر اور نیزہ باز کو بھی مار گراتا ہے اور اس کے دانت بدن کے جس حصہ پر بھی پڑ جاتے ہیں وہاں کی ہڈیاں رگ و پٹھے سب کاٹ دیتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کے اگلے دو دانت بڑھ کر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ کھانے سے معذور ہو جاتا ہے اور آخر کار کچھ دن کے بعد مر جاتا ہے۔ اگر خنزیر کتے کو کاٹ لیتا ہے تو کتے کے تمام بال جھڑ جاتے ہیں اور اگر جنگلی خنزیر کو پکڑ کر آبادی میں لایا جائے اور اس کی تادیب کی جائے۔ یعنی پالا جائے تو وہ تادیب قبول نہیں کرتا اور وحشی ہی رہتا ہے۔ خنزیر سانپ کو دیکھتے ہی کھا لیتا ہے اور اس کا زہر اس کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاتا اور یہ لومڑی سے زیادہ چالباز ہوتا ہے اور اگر خنزیر کو کئی دن تک بھوکا رکھا جائے اور پھر کھانے کو دیا جائے تو یہ دو دن میں ہی فربہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ روم کے نصاریٰ جب اس کو کھانا چاہتے تو اس کو کئی دن تک بھوکا رکھنے کے بعد کھانے کو دیتے اور پھر دو دن کے بعد اس کو مار کر کھا لیتے اور جب کبھی خنزیر بیمار ہو جاتا ہے تو یہ سرطان (کیکڑا) کو پکڑ کر کھا لیتا ہے جس سے اس کا مرض دور ہو جاتا ہے اور اس کے اندر ایک عجیب بات یہ ہے کہ اگر اس کو گدھے کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دیا جائے اور پھر گدھا پیشاب کرے تو یہ اسی وقت مر جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے پالنے والے اس کو گدھے سے کافی دور باندھتے ہیں اور اگر کسی وجہ سے اس کی ایک آنکھ نکل جائے یا نکال دی جائے تو پھر یہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ انسان میں اور خنزیر میں صرف اتنی مشابہت ہے کہ انسان کی طرح اس کی کھال گوشت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔

حدیث میں تذکرہ:

بخاری و مسلم اور دیگر محدثین رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام عادل حکمران بن کر نازل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور خنزیر کو ساقط کریں گے۔ آپ کے زمانہ میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا (یعنی صدقات وغیرہ کی شکل میں) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے زمانہ میں جملہ ادیان نیست و نابود ہو جائیں گے اور صرف دین اسلام باقی رہے گا''۔ اور جب دجال ہلاک ہوگا آپ چالیس سال تک زندہ رہیں گے اس کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دیں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

خطابی نے اس قول سے کہ ''وہ خنزیر کو ماریں گے'' یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ سور کا مارنا واجب ہے اور یہ کہ وہ نجس العین ہے اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخر زمانہ میں ہوگا اور اس وقت سوائے دین محمدی کے اور کوئی دین نہ ہوگا اور وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ (وہ جزیہ ساقط کریں گے) اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ کے جزیہ ساقط کر دیں گے اور ان کو اسلام پر آمادہ کریں گے۔

موطا کے اخیر میں یحییٰ بن سعید سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو راستہ میں ایک خنزیر ملا تو آپ نے اس سے کہا کہ سلامتی کے ساتھ گزر جاؤ تو آپ سے کہا گیا کہ کیا خنزیر کو بھی اس طرح مخاطب کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میری زبان بری گفتگو کی عادی نہ ہو جائے۔

فائدہ:۔ مفسرین اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر یہود کی ایک قوم کے پاس سے ہوا۔ چنانچہ یہودیوں نے جب آپ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ دیکھو جادوگرنی کا بیٹا جادوگر جا رہا ہے۔ یعنی اس طرح انہوں نے آپ پر اور آپ کی والدہ پر تہمت لگائی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے یہ الفاظ سن کر ان پر بددعا اور لعنت فرمائی۔ چنانچہ اس بددعا اور لعنت کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر کی صورتوں میں مسخ فرما دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب ان کے سردار یہوذا کو ہوئی تو وہ گھبرا گیا اور اس کو گمان ہوا کہ کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے لئے بھی بددعا نہ فرما دیں۔ چنانچہ اس نے فوراً یہودیوں کو مشورہ کرنے کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ تمام یہودیوں نے ایک زبان ہو کر آپ کے قتل کا مشورہ دیا اور اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے یہود آپ کی گھات میں بیٹھ گئے اور آپ کو سولی دینے کے لئے صلیب بھی گاڑ دی۔ اس کے بعد زمین پر اندھیرا چھا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے بھیج دیئے تا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یہود کے درمیان حائل ہو جائیں چنانچہ اس رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حوارئین کو جمع فرمایا اور ان کو وصیت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ مرغ کی اذان سے پہلے تم میں سے ایک شخص میرے ساتھ غداری کرے گا اور چند درہم کے عوض مجھے بیچ ڈالے گا۔

اس کے بعد آپ کے تمام حوارئین اٹھ کر چلے گئے اور ان حوارئین میں سے ایک شخص ایک طرف سے گزرا جدھر یہود آپ کی گھات میں بیٹھے تھے اور وہ ان سے کہنے لگا کہ اگر میں تم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتا دوں تو تم مجھے کیا انعام دو گے؟ چنانچہ یہودیوں نے فوراً تیس درہم دے دیئے جنہیں لے کر وہ راضی ہو گیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتا دیا۔ چنانچہ جب وہ حواری آپ کے گھر میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں بدل دی اور آپ کو آسمان پر اٹھا لیا۔ چنانچہ جب یہود آپ کے گھر میں داخل ہوئے تو اس حواری کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر گرفتار کر لیا۔ اس حواری نے کافی واویلا کیا اور ہر طریقہ سے یہودیوں کو یقین دلایا کہ میں فلاں ہوں جس نے ابھی تم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتایا تھا اور تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے اور اس لئے مجھے چھوڑ دو اور (حضرت) عیسیٰ کو تلاش کرو۔ مگر یہودیوں نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کو لے جا کر تختہ دار پر چڑھا کر سولی دے دی۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں بدل دیا تھا وہ یہود میں سے ہی ایک شخص تھا اور اس کا نام ططیانوس تھا اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون میرے لئے اپنی جان نثار کرے گا؟ چنانچہ آپ کے حواریوں میں سے ایک شخص اٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جان نثاری کے لئے تیار ہوں تو بعد میں بحکم خدا یہی شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں بدل گئے اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ انہی کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ جب آپ آسمان پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پَر لگا دیئے اور آپ کو نورانی لباس پہنایا اور کھانے و پینے کی خواہش کو آپ سے منقطع فرما دیا۔ چنانچہ آپ ملائکہ مقربین کے ساتھ عرش کے اردگرد اڑتے پھرتے ہیں۔ (بخاری شریف کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسری آسمان پر

ہوئی تھی اور آپ کے ساتھ حضرت یحیٰ علیہ السلام بھی تھے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام تیرہ سال کی عمر میں حاملہ ہوگئی تھیں اور آپ کی ولادت بیت اللحم میں بابل پر سکندر کے حملہ سے ۶۵ سال بعد ہوئی اور پھر تیس سال کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہونی شروع ہوئی اور ماہ رمضان کی شب قدر کو بیت المقدس سے بعمر ۳۳ سال آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ آپ کے رفع الی السماء کے چھ سال بعد آپ کی والدہ حضرت مریمؑ کا بھی انتقال ہوگیا۔

ابن ابی الدنیا نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ اُسید فزاری سے کسی نے کہا کہ آپ روزی کہاں سے حاصل کرتے ہیں تو ابواسید نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کتوں اور خنزیروں کو رزق دیتا ہے کیا ابواُسید کو نہ دے گا۔

''انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور علم کو اس کے غیر اہل کے پاس رکھنے والا خنزیروں کو جواہرات، موتی اور سونا پہنانے والے کے مانند ہے''۔

احیاء میں ہے کہ ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خنزیر کی گردن میں موتیوں کا ہار پہنا رہا ہوں۔ ابن سیرینؒ نے اس کی یہ تعبیر دی کہ تو ایسے شخص کو حکمت (علم) سکھاتا ہے جو اس کا اہل نہیں ہے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے بارے میں احیاء سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور ہر وقت آپ کی خدمت میں موجود رہتا۔ کچھ دن بعد اس نے لوگوں کے سامنے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''**حدثنی موسی صفی اللہ**''، مجھ سے موسیٰ صفی اللہ نے یہ بیان کیا ''حدثنی موسی نجی اللہ''، مجھ سے موسیٰ نجی اللہ نے یہ بیان کیا ''**حدثنی موسی کلیم اللہ**'' مجھ سے موسیٰ کلیم اللہ نے یہ بیان کیا اور اس کا لوگوں کے سامنے طرح طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بیان کرنے کا مقصد لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانا تھا تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کو تحائف ونذرانے دینے لگیں جس سے کہ وہ مالدار ہو جائے۔ چنانچہ اس طریقہ سے اس نے کافی مال جمع کر لیا اور خوب دولت مند ہو گیا۔ مگر پھر اچانک وہ غائب ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھی نہ آیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے بارے میں کافی تفتیش کی مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ دن کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا جس کے ہاتھ میں ایک سیاہ رسی میں بندھا ہوا خنزیر تھا۔ اس شخص نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آ کر عرض کیا کہ کیا آپ فلاں شخص کو جانتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں جانتا ہوں مگر کافی دنوں سے وہ مجھے نہیں ملا حالانکہ میں نے اس کی بہت تفتیش کرائی۔

یہ جواب سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں جو کالی رسی سے بندھا ہوا خنزیر ہے یہ وہی شخص ہے جس کی آپ کو تلاش ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دے تاکہ میں اس سے دریافت کروں کہ یہ آدمی کس وجہ سے خنزیر بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ یہ دعا تو میں آپ کی قبول نہیں کروں گا۔ البتہ اتنا آپ کو بتلا دیتا ہوں کہ ہم نے اس کو اس وجہ سے خنزیر کی صورت میں مسخ کر دیا کیونکہ یہ دین کے ذریعہ سے دنیا کا طالب تھا۔

اسی طرح ایک روایت امام ابوطالب مکی نے قوت القلوب میں اور مستدرک میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں ایک گروہ ایسا ہوگا جو طعام وشراب اور لہو ولعب میں رات گزارے گا لیکن جب وہ صبح کو اٹھیں گے تو ان کی صورتوں کو خنزیر کی صورتوں میں مسخ کیا جا چکا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان میں سے کچھ قبائل کو اور

کچھ گھروں کو زمین میں دھنسا دیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ صبح کو کہیں گے رات فلاں گھر دھنس گیا اور اللہ تعالیٰ ان پر پتھر برسائیں گے جیسے قوم لوطؑ پر برسائے گئے تھے اور ان پر ایک تند ہوا بھیجیں گے، ان کے شراب پینے، سود کھانے اور گانے والی عورتوں کو رکھنے اور قطع رحمی کی وجہ سے''۔ (راوی کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)

خنزیر حکم:

خنزیر نجس العین ہے اور اس کا کھانا حرام ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں۔ حدیث میں ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت مردار اور اس کی قیمت خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام کیا ہے''۔

اس سے جواز انتفاع میں اختلاف ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس سے انتفاع کو مکروہ قرار دیا ہے اور جن لوگوں نے اس سے انتفاع کو منع کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

ابن سیرینؒ، حکمؒ، حمادؒ، شافعیؒ، احمدؒ و اسحاقؒ۔ اور ایک گروہ نے اس سے انتفاع کے سلسلہ میں رخصت دی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ حسنؒ، اوزاعیؒ اور اصحاب رائے۔

خنزیر کتے کی طرح نجس العین ہے۔ اس لئے اس کے کسی بھی حصہ سے کوئی چیز مس ہو جانے سے وہ چیز نجس ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس چیز کو سات مرتبہ دھویا جائے گا اور ان سات مرتبہ دھونے میں ایک مرتبہ مٹی سے دھونا بھی شامل ہے اور خنزیر کا کھانا حرام ہے اس آیت کی وجہ سے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّماً عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَماً مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ

''اے نبی ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے اس میں تو میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے۔ (الانعام آیت نمبر ۱۴۵)

فائدہ:

علامہ قاضی القضاۃ ماوردی نے کہا ہے کہ ''فانه رجس'' میں ضمیر خنزیر کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی مضاف الیہ کی طرف، کیونکہ وہ اقرب ہے اور اس کی نظیر یہ دوسری ایک آیت ہے ''وَاشْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ'' لیکن شیخ ابو حیانؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ ضمیر لحم کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ جب کلام میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں ہوں تو ضمیر مضاف کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ مضاف الیہ کی طرف، اس لئے کہ مضاف وہی ہے جس کے بارے میں بات جاری ہے اور مضاف الیہ کا ذکر عرض کے طریقہ پر ہوتا ہے تاکہ مضاف معرف اور مخصص ہو جائے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے الشیخ السنوی نے فرمایا کہ علامہ ماوردی نے جو ذکر کیا ہے وہ معنی کے اعتبار سے اولیٰ ہے اس لئے کہ تحریم لحم تو آیت میں لحم خنزیر سے سمجھ میں آ رہا ہے۔ پس اگر ضمیر کو اسی طرف لوٹایا جائے تو کلام کا بنیادی فائدے سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ اس وجہ سے خنزیر کی طرف ضمیر کا لوٹانا واجب ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی تاکہ گوشت جگر، تلی اور اس کے تمام اجزاء کا حرام ہونا معلوم ہو جائے۔

قرطبی نے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ علاوہ بالوں کے پورا خنزیر حرام ہے۔ کیونکہ بالوں سے چمڑا وغیرہ سینا جائز ہے۔ ابن منذر نے اس کی نجاست پر اجماع نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس کے اجماع کے دعوی میں اشکال ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ البتہ خنزیر کتے سے بدتر ہے کیونکہ اس کا قتل مستحب ہے اور اس سے انتفاع کسی بھی حالت میں جائز نہیں۔

شیخ الاسلام نوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ مذہب کا مقتضی اس کی پاکی ہے جیسے شیر، بھیڑیا اور چوہا وغیرہ۔

''مروی ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بالوں (خنزیر کے بالوں سے) چمڑا وغیرہ سینے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں''۔

ابن خویز منداذؒ نے کہا ہے کہ اس کے بالوں سے چمڑا سینے کا رواج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور آپؐ کے بعد موجود ہونا ظاہر ہے اور اس کا علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر فرمایا تھا اور نہ آپؐ کے بعد کسی امام سے ثابت ہے۔ شیخ نصر المقدسی نے کہا ہے کہ ایسے موزہ پر جس کو خنزیر کے بالوں سے سیا گیا ہو مسح جائز نہیں ہے اگر چہ اس کو سات مرتبہ اس طرح دھویا گیا ہو کہ اس میں ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھونا شامل ہو۔ تب بھی مسح ناجائز ہوگا۔ کیونکہ مٹی اور پانی ان جگہوں تک نہیں پہنچتی جہاں پر نجس بالوں سے سیا گیا ہو۔ اور قفال نے تلخیص کی شرح میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ابوزید سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ معاملہ جب تنگ ہو جائے تو گنجائش ہے۔ یعنی لوگوں کو سخت ضرورت کی بناء پر اس سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

خنزیر کا جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ لوگوں پر حملہ کرتا ہو یا نہیں۔ اور اگر حملہ کرتا ہو تو اس کا قتل کرنا قطعی طور پر واجب ہے ورنہ پھر دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا قتل واجب اور دوسرے اس کا قتل جائز ہے اور اس کو چھوڑنا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ کی تشریح کے مطابق۔ پس اس کے قتل کے وجوب کی دو صورتیں ہوئیں اور رہا اس کا جمع کرنا تو یہ کسی حال میں بھی جائز نہیں جیسا کہ شرح مہذب میں تشریح کی گئی ہے۔

سنن ابوداؤد میں عکرمہ کی حدیث ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بغیر سترہ کے نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز کو کتا، گدھا، خنزیر، یہودی، مجوسی اور حائضہ عورت توڑ دیتی ہے اور کافی ہوگا کہ اگر وہ نمازی کے سامنے سے ایک پتھر کے کنارے سے گزریں (یعنی نمازی کو سترہ کرنا چاہئے خواہ وہ کتنا ہی مختصر ہو وہ بھی اس کے لئے کافی ہوگا''۔

اور اسی میں مغیرہؓ بن شعبہ کی یہ حدیث بھی ہے:۔

''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شراب بیچے تو اس کو خنزیر کا گوشت بھی کاٹ کر تقسیم کرنا چاہیے''۔

خطائیؒ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو خنزیر کا گوشت کھانا بھی حلال سمجھنا چاہئے۔ نہایہ میں اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو خنزیر کا گوشت کاٹنا چاہیے اور اس کے اعضاء کو الگ الگ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ جب بکری کا گوشت فروخت کیا جاتا ہے اس کے اعضاء کاٹ کر علیحدہ علیحدہ کرتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے شراب کی بیع کو حلال سمجھا تو اس کو خنزیر کی بیع بھی حلال سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ یہ دونوں حرام ہونے میں برابر

ہیں۔اس حدیث کے الفاظ امر کے ہیں لیکن اس کے معنی نہی کے ہیں۔یعنی جس نے شراب بیچی تو اس کو خنزیر کا بھی قصاب ہونا چاہیے۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بولتے ہیں: اَطْيَشُ مِنْ عَفَرٍ یعنی وہ خنزیر کے بچہ سے زیادہ سمجھ دار ہے۔عفر خنزیر کے بچہ کو کہتے ہیں اور اس کے ایک معنی شیطان کے بھی ہیں اور عفر بچھو کو بھی کہتے ہیں۔نیز اسی طرح اہل عرب بولتے ہیں اقبح من خنزیر یعنی وہ خنزیر سے زیادہ بدترین ہے اور اسی طرح کہتے ہیں اکرهه کراهة الخنازير الماء المغور یعنی وہ خنزیر کے لئے گرم کئے ہوئے پانی سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اس مثال کی اصل یہ ہے کہ نصاری جب خنزیر کو کھانا چاہتے ہیں تو پانی کو ابال کر اس میں زندہ خنزیر کو ڈال کر بھونتے ہیں اور اسی کو ایغار کہتے ہیں۔ابوعبیدہ نے کہا ہے:

وَلَقَدْ رَائیتُ مَكَانَهُمْ فكرِ هَتُهُمْ كَكَرَاهَةِ الخِنْزِيرِ لِلْايُغَارِ

''میں نے ان کا مقام دیکھا تو مجھے ایسا ناپسندیدہ لگا جیسا کہ خنزیر اس کھولتے ہوئے پانی کو ناپسند کرتا ہے جس میں انہیں زندہ ڈالا جائے''۔

ابن درید نے کہا ہے کہ ایغار کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو ابالا جائے اور پھر اس میں زندہ خنزیر کو بھونا جائے۔

ابن درید:

آپ کا پورا نام محمد بن الحسن بن درید ابوبکر ازدی بصری ہے۔آپ لغت، ادب وشعر میں اپنے وقت کے امام تھے۔آپ کا سب سے عمدہ شعر مقصورہ ہے۔جس کی تعریف شاہ بن میکال اور اس کے لڑکے اسماعیل نے کی تھی اور اس مقصورہ کی شرح بہت سے علماء نے کی تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ابن درید اعلم الشعراء اور اشعر العلماء تھے اخیر عمر میں آپ کو فالج ہو گیا تھا۔چنانچہ جب کوئی ان کے پاس آتا تو یہ آنے کو دیکھ کر شور مچاتے تھے اور اس کے آنے کی وجہ سے رنجیدہ ہو جاتے تھے۔آخر کار ان کو تریاق پلایا گیا تو آپ تندرست ہو گئے اور پھر اپنے شاگردوں کو سبق دینے لگے۔لیکن ایک سال کے بعد آپ پر دوبارہ فالج کا حملہ ہو گیا ور آپ کا تمام جسم معطل ہو گیا۔صرف ہاتھوں میں تھوڑی سی حرکت باقی رہ گئی۔آپ کے ایک شاگرد ابوعلی نے کہا ہے کہ ابن درید کو معطل دیکھ کر اکثر اپنے دل میں سوچتا تھا کہ ہو نہ ہو یہ سزا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان خیالات کی دی ہے جن کا ذکر انہوں نے اپنے مقصورہ کے اس شعر میں زمانے سے متعلق کیا ہے۔

مارست من لوهوت الافلاک من اجوانب الجوعليه ماشكا

''میں نے اتنی محنت کی کہ آسمان جھک گیا تو اس محنت کے برابر نہیں پہنچے آپ کا آخری شعر یہ ہے۔

فواحزني ان لاحياة لذيذة ولا عمل يرضى به الله صالح

''ہائے افسوس میری زندگی بھی مکدر ہے اور کوئی ایسا نیک عمل بھی پاس نہیں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوں''۔

دوبارہ فالج کے حملہ کے بعد آپ دو سال زندہ رہے۔

ابن درید نے کہا ہے کہ ایک رات میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو میرے کمرے کے دروازہ کے دونوں دروں کو پکڑے ہوئے کھڑا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ابن درید تم نے جو شراب کے متعلق سب سے عمدہ شعر کہا ہے وہ مجھے سناؤ۔میں نے جواب دیا کہ ابو نواس نے سب کچھ بیان کر دیا ہے اور اس نے کسی کے لئے کچھ نہیں چھوڑا (یعنی ابونواس سے اچھے اشعار شراب پر کسی نے نہیں کہے) اس پر اس شخص نے کہا کہ میں ابونواس سے بڑا شاعر ہوں تو میں نے کہا کہ اچھا آپ ہیں کون؟ اس نے جواب دیا کہ میں ابو ناجیہ شام کا رہنے والا ہوں۔پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

وحمراء قبل المزج صفراء بعده اتت بین ثوبی نرجس وشقائق

''شراب کا رنگ ملاوٹ سے پہلے سرخ تھا جب مل گئی تو زرد ہو گئی آئی وہ میرے پاس دو پوشاک میں ایک تو نرگس (زرد) اور دوسرے گل لالہ (سرخ) ہیں''۔

حکت وجنة المعشوق صرفا فسلطوا علیها مزاجا فاکتست لون عاشق

''محبوب کے رخسار کا تذکرہ چلا تو اس میں کچھ عاشق کی پریشانیوں کی بھی آمیزش کی گئی۔ پس رخسارِ دوست جو انگارے کی طرح تھے اچانک عاشق کے رنگ میں منتقل ہو گئے (یعنی زرد پڑ گئے)

میں نے یہ شعر سن کر اس سے کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا تم نے حمراء کہہ کر سرخی کو مقدم کر دیا ہے اور پھر ''بین ثوبی نرجس وشقائق'' کہہ کر زردی کو مقدم کر دیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ او حاسد اس وقت استقصاء مقصود نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن درید شراب بہت پیتا تھا اور اس کی عمر نوے سال سے تجاوز کر چکی تھی مگر پھر بھی اس نے شراب ترک نہیں کی تھی۔ جب اس کو فالج ہوا تو اس کی عقل وفہم درست تھی اس سے جو بھی سوال کیا جاتا وہ اس کا صحیح جواب دیتا۔ ابن درید کی وفات ماہ شعبان ۳۲۱ھ میں بغداد میں ہوئی۔ درید، ادرد کی تصغیر ہے اور ادرد کے معنی ہیں وہ آدمی جس کے دانت نہ ہوں۔ ابن خلکان دوسرے علماء کی یہی تحقیق ہے۔

خنزیر کے طبی خواص

خنزیر کی کلیجی اگر کسی انسان کو کھلا دی جائے یا کسی چیز میں ملا کر پلا دی جائے تو حشرات الارض بالخصوص سانپ واژدہا اس شخص کو نہیں ستائیں گے اور اگر اس کو سکھا کر کسی چیز میں ملا کر صاحب قولنج یا فالج کو پلا دی جائے تو فوراً آرام ہوگا اور اگر کسی شخص کے ناک کے دونوں نتھنے بند ہو گئے ہوں تو اس کے پتے کے تین تین قطرے دونوں نتھنوں میں ٹپکا دیئے جائیں تو فوراً کھل جائیں گے۔ خنزیر کی ہڈی کو جلانے کے بعد پیس کر کسی بواسیر کے مریض کو پلا دینے سے بواسیر کی شکایت جاتی رہے گی اور اگر اس کی ہڈی کو چوتھیا بخار والے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو چوتھیا بخار جاتا رہے گا اور اگر ہڈی کی راکھ کو کسی کے ناسور میں بھر دیا جائے تو ناسور بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔

حکیم یوحنا نے لکھا ہے کہ ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر لٹکانا چاہیے اور اگر اس کے پتے کو سکھا کر بواسیر کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو بواسیر کو بالکل ختم کر دے گا۔ اگر خنزیر کا پاخانہ ترش انار کے درخت کی جڑ میں لیپ دیا جائے تو انار ترش سے شیریں آنے لگیں گے۔ اگر کوئی شخص فواق (ہچکی) میں مبتلا ہو تو وہ خنزیر کا فضلہ اپنے پاس رکھے تو اس کو فائدہ ہوگا اور اگر اس کو ایک مثقال کے برابر پی لیا جائے تو مثانہ کے پتھر کو توڑ ڈالے گا اور اسی طرح ایک مثقال کے برابر لے کر کچھ شہد کے ساتھ پی لینے سے پیچش، دردسدہ اور آنتوں کے مروڑ کے لئے انتہائی مفید ہے۔

تعبیر:

خنزیر کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شر، تنگدستی، افلاس اور مال حرام ہے اور اس کی مادہ کو خواب میں دیکھنا کثرت نسل کی علامت ہے اور اگر کسی کو خواب میں اس سے نقصان پہنچا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو کسی نصرانی سے تنگی پہنچے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں خنزیر کبھی کبھی طاقت ور دشمن، مصیبت کے وقت غداری کرنے والا ملعون کی صورت میں دکھائی دیتا ہے اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر پر سوار ہے تو اس کو مال ملے گا اور وہ شخص دشمن پر غالب آ جائے گا اور جس شخص نے خنزیر کا پکا ہوا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کو تجارت سے ناجائز مال حاصل ہوگا اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر بن گیا ہے تو اس کو ذلت کے ساتھ مال ملے گا اور اس کے دین

میں کوئی کمی واقع ہو جائے گی۔

اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ خنزیر کی طرح چل رہا ہے تو اس کو خوشی حاصل ہوگی اور اگر خنزیر کے بچوں کے مالک نے یہ خواب دیکھا تو اس کی تعبیر اس کے لئے غم ہے۔ پالتو خنزیر کو خواب میں دیکھنا سرسبزی اور شادابی کی دلیل ہے۔ بشرطیکہ اسے اپنے گھر میں دیکھا ہو، ہر وہ حیوان جو جلدی بڑا ہو جاتا ہے اور جلدی مانوس ہو جاتا ہے اس کو خواب میں دیکھنا خوشحالی یا حاجت کا پورا ہونا ہے۔ جنگلی خنزیر کو خواب میں دیکھنا مسافر کے لئے بارش یا اولے کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ خنزیروں کو چرا رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ یہود یا نصاریٰ کے ساتھ مبتلا ہوگا۔ اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی بیوی خنزیر بن گئی ہے تو اس کی تعبیر طلاق ہے یعنی وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا کیونکہ وہ حرام ہے اور اس کے گوشت کا دیکھنا تمام لوگوں کے لئے بہتر ہے کیونکہ خنزیر مرنے کے بعد ہی فائدہ دیتا ہے اور یہ مال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ۔ اس میں اسی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

الخنزیر البحری

(دریائی سور) امام مالکؒ سے کسی نے دریائی خنزیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ خنزیر بحری بھی کوئی جانور ہے۔ مگر عرب لوگوں کے نزدیک اس نام کا کوئی جانور دریا میں نہیں ہے۔ البتہ ان کے یہاں ایک دریائی جانور دلفین ہے (اس کا ذکر انشاء اللہ باب الدال میں آئے گا) جس کو سوس مچھلی بھی کہتے ہیں۔

ربیع نے امام شافعیؒ سے پانی کے خنزیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ کھایا جاتا ہے۔ روایت کی گئی ہے کہ جب آپ (امام شافعیؒ) عراق گئے تو آپ نے اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے حلال کہا ہے اور یہ قول عمرؓ، عثمانؓ، ابن عباسؓ اور ابو ایوبؓ انصاری اور ابو ہریرہ ﷺ سے منقول ہے۔ حسنؒ بصری، اوزاعیؒ، لیثؒ اور ابوؒ مالک وغیرہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں کلام ہے اور دوسری مرتبہ ان حضرات نے اس سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

ابن ابی ہریرہؒ نے ابن خیران سے نقل کیا ہے کہ اکار نے پانی کے خنزیر کو اپنے لئے شکار کیا اور پکا کر کھایا اور کہا کہ اس کا ذائقہ بالکل مچھلی جیسا تھا۔ ابن وہبؒ نے کہا ہے کہ میں نے لیثؒ بن سعد سے اس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر لوگ اس کو خنزیر کہتے ہیں تو یہ کھایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے (چنانچہ خنزیر بحری کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ کوئی اس کو حلال اور کوئی حرام کہتا ہے اور یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کہ یہ جانور ہے کیا چیز؟ تو پھر ہم کو امام ابوحنیفہؒ کے قول پر کاربند ہونا چاہیے جیسا کہ آپ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔

الخنفساء

(گبریلہ) الخنفساء: گبریلہ۔ حق تو یہ تھا کہ اس جانور کا پہلے ذکر کیا جاتا کیونکہ اس میں نون زائد ہے اور فاء پر فتحہ ہے۔ اس کا مونث خنفساءۃ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے خنفساء ایک کالے رنگ کا بدبودار کیڑا ہے جو جعل سے چھوٹا ہوتا ہے اور زمین کی گندگی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا مونث خنفسہ اور خنفساء بھی ہے اور فاء پر ضمہ بھی ایک لغت میں آیا ہے۔ اصمعی نے کہا ہے کہ خنفساء ہاء کے ساتھ نہیں بولا

جاتا۔اس کی کنیت ام الفسو ،ام الاسود، ام مخرج ،ام اللجاج ،ام النتن ہیں،خنفساء مدتوں پانی پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔اس میں اور بچھو میں دوستی ہے اسی لئے مدینہ والے اس کو''جاریۃ العقرب ''یعنی بچھو کا ہمسایہ کہتے ہیں۔اس کی کئی قسم ہیں جیسے جعل ،حمار قبان ،وردان اور حطب وغیرہ ،حطب خنافس کا مذکر ہے اور خنفساء (گبریلا) کثرت گندگی کی وجہ سے مشہور ہے جیسا کہ ظربان (بلی جیسا ایک جانور) اسی وجہ سے اہل عرب کہتے ہیں''اِذَا تحرکتِ الخنفساء فست ''یعنی گبریلا جب حرکت کرتا ہے تو گوز کرتا ہے یعنی بدبو پھیلا دیتا ہے۔

حنین بن اسحاق طریق نے کہا ہے کہ گبریلا ایسی جگہ سے جہاں پر اجوائن پڑی ہوئی ہو دور بھاگتا ہے۔حدیث شریف میں ہے:۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جاہلیت والا فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریلا جانور سے بھی زیادہ مبغوض ہو جائیں گے''۔

حقیر سے حقیر مخلوق بھی دوا کا کام دیتی ہے

علامہ قزوینیؒ نے ایک حکایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے ایک مرتبہ گبریلا کو دیکھ کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو کس وجہ سے پیدا کیا ہے۔کیا اس کی خوبصورتی یا اس کی خوشبو اس کے پیدا کرنے کی وجہ ہے (یہ اس شخص نے اعتراض کے طور پر کہا تھا یعنی نعوذ باللہ یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض تھا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک زخم میں مبتلا کر دیا جو اس قدر شدید تھا کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز ہو گئے اور اس شخص نے بھی آخر تنگ آ کر علاج ترک کر دیا اور اپنے گھر میں محصور ہو گیا۔اتفاقاً ایک دن اس نے ایک طبیب کی آواز سنی جو باہر گلیوں اور سڑکوں پر آواز لگاتا تھا اور لوگوں کا علاج کرتا تھا۔اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس آواز لگانے والے طبیب کو بلا کر لاؤ اور میرا زخم دکھاؤ۔گھر والوں نے کہا کہ تم نے حاذق سے حاذق طبیب کا علاج کرلیا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔بھلا یہ سڑکوں پر آواز لگانے والا طبیب تمہارا کیا علاج کرے گا۔ان صاحب نے کہا اس میں تمہارا کیا نقصان ہے کہ اگر ایک نظر وہ دیکھ لے۔چنانچہ لاجواب ہو کر گھر والوں نے طبیب کو بلایا اور ان کا زخم دکھلایا۔طبیب نے زخم دیکھ کر کہا ایک گبریلا لاؤ۔اس پر تمام گھر والے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ اناڑی طبیب کیا علاج کرے گا،لیکن مریض کو گبریلا کا نام سن کر اپنا وہ مقولہ یاد آ گیا جو اس نے ایک بار کہا تھا۔چنانچہ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جو کچھ حکیم صاحب طلب فرمائیں وہ ان کو ضرور لا کر دو۔چنانچہ گھر والوں نے کہیں سے ایک گبریلا لا کر حکیم صاحب کو دے دیا۔حکیم صاحب نے اس گبریلا کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر چھڑک دی،اللہ کے حکم سے زخم اچھا ہو گیا۔اس کے بعد مریض نے حاضرین سے اپنا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ کو یہ دکھلانا مقصود تھا کہ اس کی حقیر سے حقیر مخلوق بھی بڑی سے بڑی دوا کا کام دے سکتی ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی۔

حکایت:

ابن خلکان نے جعفرؒ ابن یحیٰی برمکی (وزیر ہارون رشید) کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس کے پاس ابوعبیدہؒ ثقفی بیٹھے ہوئے تھے تو اتنے میں ایک گبریلا نکل آیا۔جعفر نے غلاموں سے اس کو ہٹانے کا حکم دیا۔اس پر ابوعبیدہ نے کہا چھوڑ و ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی خیر مقدر ہو۔کیونکہ اہل عرب کا یہ گمان ہے کہ جب گبریلا قریب آتا ہے تو کوئی خیر ضرور آتی ہے۔اس پر جعفر نے ابوعبیدہ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا تو وہ ابوعبیدہ کی طرف بڑھنے لگا۔اس پر جعفر نے پھر ایک ہزار دینار ابوعبیدہ کو دینے کا حکم دیا۔

شرعی حکم:

گبریلا کو کھانا بوجہ اس کی گندگی کے حرام ہے۔اصحاب نے کہا ہے کہ جس میں نفع و نقصان ظاہر نہ ہو اس کا قتل احرام باندھنے والے

کے لئے اور غیر محرم کے لئے مکروہ ہے۔ جیسے گبریلا، کیڑے، جعلان، کیکڑے نعاث (گدھ سے چھوٹا ایک جانور) اوران جیسے دیگر جانور، مطلب یہ ہے کہ ایسے جانور جن سے نہ تو کسی قسم کا نقصان پہنچتا ہے اور نہ نفع تو ایسے جانور کا قتل مکروہ ہے اور کراہت کی دلیل یہ ہے کہ یہ بغیر ضرورت کے ایک فضول کام ہوگا۔ مسلم بن شداد بن اوس سے مروی ہے کہ:۔

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کو فرض کیا ہے۔ جب تم کسی کو قتل کرو (مارو) تو اس میں بھی احسان کرو اور یہ احسان نہیں ہے کہ کسی چیز کو بیکار قتل کر دو''۔

بیہقیؒ نے ایک صحابی قطبہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی نقصان نہ دینے والے جانور کو مار ڈالے۔

الامثال:

اہلِ عرب کہتے ہیں ''افسی من الخنفساء'' یعنی وہ گبریلا سے بھی زیادہ گوز کرنے والا ہے اور اسی طرح کہتے ہیں ''الخنفساء اذا مست نتنت'' یعنی گبریلا جب بھی آئے گا اپنے ساتھ گندگی لائے گا۔ یہ مثال ایسے موقع پر کہتے ہیں جب کوئی کسی برے آدمی کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے۔ یعنی بدترین آدمیوں کا تذکرہ بھی نہ کرو۔ کیونکہ ان کے تذکرے میں برائیوں کے سوا اور کیا ہے۔

لَنَا صَاحِبٌ مُولعٍ بِالخِلَافِ كَثِيْرُ الخَطَاءِ قَلِيْلُ الصَّوَاب

''ہمارے یہاں ایک ایسے صاحب ہیں جنہیں اختلاف کا بڑا شوق ہے حالانکہ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں، درستگی کا تو ان کے یہاں نام ونشان نہیں''۔

اَلَجُ لَجَاجًا مِنَّ الخنفساء واَذْهَي اِذَا مَا مَشى مَن غُرابِ

''وہ خنفسہ سے بھی زیادہ ضدی ہے اور جب چلتا ہے تو کوے سے بھی زیادہ اکڑتا ہیں''۔

طبی خواص

گبریلوں کے سروں کو کاٹ کر اگر کسی برج میں رکھ دیئے جائیں تو وہاں کبوتر جمع ہونے لگیں گے۔ اس کے پیٹ کی رطوبت آنکھوں میں لگانے سے بینائی تیز ہو جاتی ہے۔ اور آنکھ کی سفیدی زائل ہو جاتی ہے اور خاص طور سے آنکھوں سے پانی بہنے کے لئے بہت مفید ہے۔ یہ پانی کو روک کر آنکھ کے پردے کو بالکل صاف وشفاف کر دیتی ہے۔ اگر کسی گھر میں بہت زیادہ گبریلے ہوں تو چنار کے پتوں کی دھونی دینے سے بھاگ جائیں گے۔ اگر گبریلے کو تل کے تیل میں پکا کر اور پھر اس تیل کو صاف کر کے کان میں ڈالا جائے تو کان کے پردے کے دردوں میں مفید ہے۔

گبریلا کا سر علیحدہ کر کے اگر بچھو کے ڈسنے کی جگہ پر باندھ دیا جائے تو بہت فائدہ ہوگا اور اگر اس کو جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جائے تو زخم بہت جلد اچھا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں گبریلا کو زندہ کھالے تو اس کی فوراً موت ہو جائے گی۔

تعبیر:

گبریلے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر نفاس والی عورت (یعنی زچہ) کی موت ہے اور اس کے نر کا خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی طرف اشارہ ہے جو شریر لوگوں کی خدمت کرتا ہو اور اکثر اس کی خواب میں تعبیر غصہ ور دشمن کی ہوتی ہے۔

الخِنّوص

(خنزیر کا بچہ) الخنوص: خاء کے کسرہ اور نون کے تشدید کے ساتھ، اس کی جمع خنانیص آتی ہے۔ اخطل نے بشر بن مروان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے۔

اکلت الدجاج فا فنیتھا فھل فی الخنانیص مخمز

''تو نے مرغی کھالی اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑی تو کیا اب خنزیر کے بچوں کو بھی چٹ کرنے کا ارادہ ہے''۔

شرعی حیثیت:

اس کا شرعی حکم اور تعبیر خنزیر کے ہی مانند ہے۔

خنوص کے طبی خواص

اس کا پتہ ام یابسہ کو تحلیل کرتا ہے اور اگر اس کو شہد میں ملا کر احلیل پر ملا جائے تو باہ میں اضافہ ہو کر شہوت میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کی چربی اگر کسی ترش انار کے درخت کی جڑ میں لیپ دی جائے تو وہ انار میٹھا ہو جائے گا۔

الخیتعور

(بھیڑیا) الخیتعور: اور کہا گیا ہے کہ یہ بھوت بھی ہے اور یا اس میں زائد ہے۔ حدیث میں ''ذاک ازب العقبة یقال له الخیتعور'' سے مراد شیطان کا وسوسہ ہے گویا کہ خیتعور شیطان کا بھی نام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو کمزور ہو اور ایک کیفیت پر نہ رہے اس کو بھی خیتعور کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بھیڑیئے کا نام ہے جیسا کہ شاعر نے کہا۔

ترجمہ: ''جب تم کسی بھی عورت کا گہرائی سے جائزہ لو گے تو اس میں محبت کا نام ونشان نہ پاؤ گے اس کا اظہار محبت بالکل بھیڑیئے جیسا دھوکہ ہے''۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا جانور ہے جو پانی کے اوپر رہتا ہے اور کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خیتعور وہ شئی ہے جو مثل دھاگے کے سفید چیز فضا میں اڑتی ہے یا مکڑی کے جالے کی طرح جس کو ترمرے کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ فانی دنیا کا نام ہے۔

الخیدع

(بلی) الاخیدع: بلی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ باب السین میں آئے گا۔

الاخیل

الاخیل: سبز ہدہد۔ یہ ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے اس کے بازوؤں پر اس رنگ کے علاوہ بھی رنگ نظر آتا ہے جو بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر قریب سے دیکھنے پر اس کے بازوؤں کا رنگ بھی سبز ہی ہوتا ہے۔ الخیل نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ اصل میں اخیل تل

والے آدمی کو کہتے ہیں اور چونکہ اس کی چمک بھی تل کی طرح ہوتی ہے اس لئے اسے بھی اخیل کا نام دے دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک منحوس پرندہ ہے، جس کی نحوست کبھی نہ کبھی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ اگر لفظ اخیل نکرہ کی حالت میں کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ منصرف پڑھا جائے گا۔ مگر بعض نحویین نے اس کو غیر منصرف پڑھا ہے۔ معرفہ ونکرہ دونوں حالتوں میں کیونکہ یہ لوگ اس کو اصل میں تخیل کی صفت قرار دیتے ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس شعر کو دلیل بناتے ہیں۔

ذرینی وعلمی بالامور وشیمتی فما طائری فیها علیک باخیلا

''مجھے چھوڑ دو اور میرے علم کو بھی اور میری عادت کو بھی کیونکہ ایسا پرندہ نہیں ہے کہ جس کے رنگ مختلف ہوں''۔

الخیل

(گھوڑے) الخیل: (جماعة الافراس) یہ من غیر لفظہ جمع ہے۔ یعنی لفظی طور پر اس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ جیسے لفظ قوم اور رہط کا کوئی لفظی واحد نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مفرد خائل ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ یہ مونث ہے اور اس کی جمع خیول آتی ہے۔ بحستانی نے کہا ہے کہ اس کی تصغیر خییل آتی ہے اور خیل کے معنی اکڑ کر چلنے کے ہیں اور چونکہ گھوڑے کی چال میں بھی اکڑنا پایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو خیل نام دیا گیا ہے اور سیبویہ کے نزدیک خیل اسم جمع ہے اور ابوالحسن کے نزدیک یہ جمع ہے۔

گھوڑوں کا شرف:

گھوڑوں کے شرف کے لئے صرف یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کی قسم کھائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: والعادیات ضبحا (قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑتے ہیں) ان گھوڑوں سے مراد غازی یعنی جہاد کے گھوڑے ہیں جو دوڑتے دوڑتے ہانپنے لگتے ہیں۔

حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:

صحیح بخاری میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنی انگلیاں اپنے گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں پھیر رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک خیر کو گھوڑوں کی پیشانی میں گرہ دے کر باندھ دیا ہے یعنی لازم کر دیا ہے''۔

اس حدیث میں ناصیۃ (پیشانی) سے مراد وہ بال ہیں جو پیشانی پر لٹکے رہتے ہیں۔ خطابی نے کہا ہے کہ ناصیۃ (پیشانی) سے مراد گھوڑے کی پوری ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ''فُلَانٌ مُبَارَکُ النَّاصِیَةِ ومَیْمُوْنُ الغُرَّہ'' کہ فلاں آدمی مبارک پیشانی والا ہے یعنی مبارک ذات والا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور آپ نے ان الفاظ کے ساتھ فاتحہ پڑھی: السلام علیکم دارقوم مومنین وانا انشاء اللّٰہ تعالیٰ بکم لاحقون اور پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یہ اشتیاق ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ تو میرے اصحاب ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جو لوگ

ابھی تک دنیا میں نہیں آئے ان کو آپ کیسے پہچان لیں گے کہ یہ میرے امتی ہیں۔آپ ؐ نے جواب میں ارشادفرمایا کہ فرض کرو کہ کسی شخص کے پاس گھوڑے ہیں اوران پر کوئی نشان سفیدی کا نہیں ہے اور وہ بہت سے گھوڑوں کی جماعت میں ملے جلے کھڑے ہیں تو کیا وہ شخص اپنے گھوڑے کو نہیں پہچانے گا۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ضرور پہچان لے گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے لوگ اس طرح آئیں گے کہ ان کی پیشانیاں وضواور و سجدہ کے اثر سے جگمگاتی ہوئی ہوں گی اور میں حوضِ کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔بیہقی کی روایت میں ہے کہ میری امت قیامت کے دن اس حالت میں آئے گی کہ ان کے اعضاء سجود سفید ہوں گے اور اعضاء وضو چمکتے ہوئے ہوں گے۔ یہ حالت اس امت کے علاوہ اور کسی امت کی نہیں ہوگی''۔

مسلم،نسائی،ابن ماجہ اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:

حضور ﷺ گھوڑوں کے اندر شکال کو ناپسند فرماتے تھے''۔

شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پچھلے پیر میں اور اگلے پیروں کے بائیں پیر میں سفیدی ہو یا داہنے اگلے پیر میں اور بائیں پچھلے پیر میں سفیدی ہو۔شکال کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔جمہور اہل لغت کا قول یہ ہے کہ شکال کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑے کے تین پیر سفید ہوں اور چوتھا پیر سفید نہ ہو اور ابوعبیدہ نے کہا ہے کہ کبھی شکال ایسے ہوتا ہے کہ گھوڑے کے تین پاؤں مطلق ہوں اور ایک پاؤں سفید اور ابن درید نے کہا ہے کہ شکال ایک ہی شق میں ہوتا ہے۔یعنی ایک ہاتھ اور ایک پیر میں اور اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو شکال مخالف کہا جاتا ہے۔

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ شکال دونوں ہاتھوں (اگلے پیروں) کی سفیدی کا نام ہے جبکہ بعض نے کہا ہے کہ شکال دونوں پیروں کی سفیدی کا نام ہے۔بعض علماء کا قول ہے کہ اگر ہاتھ پاؤں کی سفیدی کے ساتھ پیشانی پر بھی سفیدی ہو تو کراہت جاتی رہتی ہے۔

ابن رشیق اپنی کتاب عمدہ میں باب ''منافع الشعر ومضارہ'' کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ ابوطیب متنبی (مشہور شاعر عرب) جب بلاد فارس گیا اور عضدالدولہ بن بویہ الدیلمی کی مدح میں قصیدہ پڑھ کر سنایا تو بہت سا انعام واکرام عضدالدولہ سے حاصل کرکے بغداد کی طرف چلا۔اس سفر میں اس کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔چنانچہ جب بغداد قریب آگیا تو رہزنوں نے قافلہ والوں پر حملہ کردیا۔متنبی شاعر نے بھی کچھ مقابلہ کیا مگر جب دیکھا کہ ڈاکو غالب آگئے ہیں تو اس نے راہ فرار اختیار کی۔متنبی شاعر کے غلام نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے متنبی سے کہا کہ لوگ ہمیشہ کے لئے آپ کو بزدل اور بھگوڑا کہہ کر مطعون کریں گے۔کیونکہ آپ اپنے ایک شعر میں اپنی مردانگی کی بڑی تعریف کرچکے ہیں اور آپ کا یہ فعل آپ ہی قول کے بالکل منافی ہوگا۔

اَلْخَیْلُ وَاللَّیْلُ وَالبیداء تَعْرِفُنِیْ وَالْحَرْبُ وَالْقِرْطَاسُ وَالْقَلَمُ

''گھوڑے، رات کی تاریکیاں اور لق ودق صحرا مجھ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور حرب (جنگ) شمشیر و نیزہ اور کاغذ وقلم بھی مجھ سے بخوبی واقف ہیں (یعنی مردِ میدان بھی ہوں اور صاحب قلم وقرطاس بھی)''۔

غلام کی زبان سے یہ الفاظ اور اپنے شعر کا حوالہ سن کر متنبی کو جوش آیا اور وہ رہزنوں کے مقابلہ پر دوبارہ آگیا اور بڑی بے جگری سے جنگ کی یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا۔چنانچہ اس کا یہی شعر اس کے قتل کا باعث ہوا۔متنبی کے قتل کا واقعہ ماہِ رمضان ۳۴۵ھ کا ہے۔

ابوسلیمان خطابی نے عزلت اور انفراد (گوشہ نشینی وتنہائی) کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے حالانکہ اس کی ذات کو ان اوصاف سے

دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

اَنَستُ بِوَحُدَتِی وَلَزِمتُ بَیتِیُ فَدَام الانس لی ونَما السرورُ

''میں اپنی تنہائی سے مانوس ہو گیا اور میں نے اپنے گھر کو لازم پکڑ لیا (یعنی گوشہ نشینی اختیار کر لی) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں ہمیشہ کے لئے انس کا خوگر ہو گیا اور مجھ میں سرور پیدا ہو گیا''۔

واَدَّبَنِی الزمانُ فلا اُبالِی هَجَرتُ فلما ازار ولا ازورُ

''زمانہ میرے لئے بہترین معلم ثابت ہوا۔ چنانچہ اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی مجھ سے ملے یا میں کسی سے ملوں''۔

وَلَستُ بِسَائِلٍ مَا دُمتُ حَیاً اَسَارَ الخَیلُ اَم رَکِبَ الاَمِیرُ

''میں تاحیات کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاؤں گا خواہ میرے سامنے سے بختیوں کے لشکر گزریں یا خود امیر سوار ہو کر نکلے''۔

ایک صرفی نحوی نکتہ

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے متنبی شاعر سے اس کے مصرعہ ذیل کے بارے میں سوال کیا بادرھواک صَبَرتَ ام لَم تصبرا (خواہ تو صبر کرے یا نہ کرے مگر اپنی خواہش کو جلدی سے پورا کرے) کہ اس مصرعہ میں لفظ تصبرا میں الف کیسے باقی رہا جبکہ اس سے پہلے جازمہ لم موجود ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اس طرح کہتے ''ام لم تصبر'' یعنی جازمہ لم کے ہوتے ہوئے تصبر کہنا چاہیے تھا نہ کہ تصبرا یہ اعتراض سن کو متنبی نے کہا کہ اگر ابوالفتح بن جنی یہاں موجود ہوتا تو وہ تجھ کو اس اعتراض کا جواب دیتا مگر اب اس کا جواب میں ہی دوں گا اور وہ یہ ہے کہ یہاں جو الف آیا ہے وہ نون ساکنہ کے بدلے میں ہے۔ کیونکہ اصل میں یہ لم تصبرن تھا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان نون تاکید خفیفہ کو وقف دینا چاہے تو اس کو الف سے بدل دے۔ چنانچہ اعشیٰ کا قول ہے: وَلَاتَعبُدِالشَّیطَانِ وَاللّٰهَ فَاعبُدا ''(شیطان کی عبادت نہ کرو بلکہ معبود خدا ہی ہے) اعشیٰ کے اس قول میں اصل لفظ ''فاعبدن'' تھا۔ لیکن وقف کے سبب نون کو الف سے بدل دیا گیا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابوالفتح سے متنبی کی مراد عثمان بن جنی ہے جو کہ ایک مشہور نحوی ہیں۔ انہوں نے ابوعلی فارسی سے علم حاصل کیا تھا اور اس کے بعد موصل آ کر خود پڑھانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول یہ درس دے رہے تھے کہ ان کے استاد ابوعلی فارسی کا ادھر سے گزر ہوا۔ ابوعلی فارسی نے ابن جنی کو دیکھ کر کہا ''زببت وانت حصرم'' یعنی تو دراز ریش ہو کر بخیل ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم سے ملنا چھوڑ دیا۔ ابن جنی نے اپنے استاد کا یہ جملہ سن کر اسی وقت اپنا درس چھوڑ دیا اور فوراً استاد کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور پھر اس کے بعد برابر ابوعلی فارسی کے درس میں حاضری دینے لگے یہاں تک کہ علم نحو میں ماہر ہو گئے۔

ابن جنی کے والد ایک رومی غلام تھے۔ ابن جنی کے تمام اشعار اعلیٰ ہیں اور یہ ایک آنکھ سے اعور یعنی کانے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق خود ان کے اشعار ہیں:۔

صدودک عنی ولا ذنب لی یدل علی نیة فاسدة

''میرے کسی قصور کے بغیر تیرا مجھ سے کنارہ کشی کرنا تیری بدنیتی کی علامت ہے''۔

فقد وحیاتک ممابکیت خشیت علی عینی الواحدہ

''تیری جان کی قسم تیری جدائی میں رونے سے مجھ کو اپنی ایک آنکھ کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہو گیا کہ کہیں وہ بھی نہ جاتی رہے''۔

ولــو لا مــخــافة ان اراک — لـمـا کـان فـی ترکھا فـائدہ

''اور سن! مجھے اپنی اس ایک آنکھ رکھنے کی کوئی آرزو نہیں تھی، اس کا وجود تو صرف اس لئے گوارہ ہے کہ تجھے دیکھ لوں''۔

ابن جنی کی بہت سی مفید تصانیف ہیں جن میں دیوان متنبی کی شرح بھی ہے اسی لئے متنبی نے اعتراض کرنے والے کو جواب دیتے وقت ابن جنی کا حوالہ دیا تھا۔ ابن جنی کا وفات ۳۶۲ھ ماہ صفر میں بمقام بغداد ہوئی۔ سنن نسائی میں سلمہؓ بن نفیل اسکونی کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''اذلة الـخـيـل '' سے منع فرمایا۔ اذلة الـخـيـل کا مطلب یہ ہے کہ گھوڑوں کو ذلیل کیا جائے یعنی ان کو بار برداری کے لئے استعمال کیا جائے۔ چنانچہ ابوعمرؒ بن عبدالبر نے حضرت ابن عباسؓ کی تمہید میں یہ اشعار کہے ہیں۔

احبـوا الـخيـل واصـطبـروا عـليهـا — فـان الـعـز فيهـا والـجـمـالا

''تم گھوڑوں سے محبت رکھو اور اس محبت پر قائم بھی رہو۔ کیونکہ ان کے پالنے میں عزت اور زینت ہے''۔

اذا مـا الـخيـل ضيعهـا الـنـاس — ربـطـنـاهـا فـاشـركـت العيـالا

''جب لوگوں نے ان کو (بار برداری میں استعمال کر کے) ضائع کر دیا تو ہم نے ان کو باندھ کر کھڑا کر دیا اور ان کی اس طرح خبر گیری کی جیسا کہ اپنے بال بچوں کی''۔

نـقـاسـمهـا الـمعيشة كـل يوم — ونـكـسـوهـا البراق والـجـلالـه

''ہم ان کو روزانہ گھاس ودانہ دیتے ہیں اور ان کو برقع یعنی منہ کی جالی اور جھولیں پہناتے ہیں''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حاکم ابوعبداللہ کی تاریخ نیشاپور میں ابوجعفر حسن بن محمد بن جعفر کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے:۔

''کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو بادِ جنوبی سے کہا کہ میں تجھ سے ایسی مخلوق پیدا کرنے والا ہوں جو میرے دوستوں کے لئے عزت اور دشمنوں کے لئے ذلت کا ذریعہ بنے اور جو میرے فرمانبردار بندے ہیں ان کے لئے زیب وزینت ہو، تو ہوا نے جواب دیا کہ اے میرے رب! آپ شوق سے ایسا جانور پیدا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں سے ایک مٹھی لی اور اس سے گھوڑا پیدا کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑے سے فرمایا کہ میں نے تجھ کو عربی النسل پیدا کیا اور خیر کو تیری پیشانی کے بالوں میں گرہ دے کر باندھ دیا۔ تیری پشت پر اموالِ غنیمت لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں گے تیری فراخی رزق کا خود میں کفیل رہوں گا اور زمین پر چلنے والے دوسرے جانوروں کے مقابلہ میں تیری مدد کروں گا۔ تیرے مالک کو تیری ضرورت اپنی حاجت روائی اور دشمنوں سے لڑائی کے لئے ہوا کرے گی اور میں عنقریب تیری پشت پر ایسے لوگوں کو سوار کراؤں گا جو میری تسبیح وتہلیل اور تکبیر وتحمید کیا کریں گے۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کی تہلیل، تکبیر اور تحمید کرتا ہے تو فرشتہ ان کو سن کر انہی الفاظ میں اس کا جواب دیتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب فرشتوں کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کیا ہے تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے تیری حمد وثناء کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے لئے بھی آپ کا کچھ انعام ہے؟ فرشتوں کی یہ عرضداشت سن کر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے گھوڑے پیدا کر دیئے جن کی

گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں کے مشابہ تھیں۔ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جس کی چاہے گا مدد کرے گا۔آپؐ نے فرمایا کہ جب گھوڑے کے قدم زمین پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ میں تیری ہنہناہٹ سے مشرکوں کو ذلیل کروں گا اور ان کے کانوں کو اس سے بھر دوں گا اور اس سے ان کے دلوں کو مرعوب کر کے ان کی گردنوں کو پست کر دوں گا۔آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام چوپایوں کی مخلوق کو حضرت آدم علیہ السلام کے روبرو پیش کرنے کا حکم فرمایا تو ان سے کہا کہ میری اس مخلوق میں جس کو چاہو پسند کرلو۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے گھوڑے کو پسند کیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اے آدمؑ! تو نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے ابدا لآباد تک عزت کو اختیار کیا۔ جب تک وہ زندہ رہیں گے عزت بھی ہمیشہ رہے گی''۔

یہی حدیث شفاء الصدور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور وہ یہ ہے کہ:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑا پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوب کی ہوا کو وحی بھیجی کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں اس کے لئے تو جمع ہو جا، تو وہ اس کے لئے جمع ہوگئی۔اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور اس میں سے ایک مٹھی بھر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ یہ میری مٹھی ہے۔اس کے بعد اس سے ایک کمیت گھوڑا پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ کو فرس پیدا کیا اور عربی بنایا اور تجھے تمام چوپایوں پر کشادگی رزق میں فضیلت دی۔ مالِ غنیمت تیری پشت پر لے جایا جائے گا اور خیر تیری پیشانی سے وابستہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا تو وہ ہنہنایا۔اس پر حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے کمیت تیری ہنہناہٹ سے مشرکین کو ڈراؤں گا اور ان کے کانوں کو بھر دوں گا اور ان کے قدموں کو لڑکھڑا دوں گا۔ پھر اس کی پیشانی کو سفیدی سے داغا اور پاؤں کو سفید کیا۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو فرمایا کہ اے آدمؑ ان چوپاؤں میں سے جو تم کو پسند ہے اسے اختیار کرلے یعنی گھوڑے اور براق میں سے، براق خچر کی صورت پر ہے نہ مذکر ہے نہ مونث۔تو آدمؑ نے کہا کہ اے جبرائیلؑ میں نے ان دونوں میں سے خوب صورت چہرے والے کو اپنے لئے پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اے آدمؑ! تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا اور وہ ان میں باقی رہے گی جب تک کہ وہ باقی رہیں گے''۔

شفاء الصدور میں حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی مذکورہ ہے کہ:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر کے حصہ سے گھوڑے نکلتے ہیں اور نیچے کے حصہ سے۔

اور ان گھوڑوں کے لگام یاقوت و مروارید کے ہوں گے نہ وہ لید کریں گے نہ پیشاب ان کے بازو ہوں گے اور ان کے قدم حدِ نگاہ پر پڑیں گے۔ جنتی ان پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے اڑتے پھریں گے، ان کو اڑتا دیکھ کر ان کے نیچے کے طبقہ کے لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! تیرے ان بندوں کو یہ انعام و اکرام کس وجہ سے حاصل ہوا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ لوگ شب بیداری کرتے تھے اور تم لوگ سوتے رہتے تھے۔ یہ لوگ دن میں روزے سے ہوتے اور تم کھانا کھایا کرتے تھے۔ یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کیا کرتے تھے۔ یہ لوگ (جہاد میں) قتال کرتے اور تم بزدلی کا

اظہار کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان غبطہ کرنے والوں کے دلوں میں رضامندی ڈال دیں گے۔ چنانچہ وہ اپنی قسمت پر راضی ہو جائیں گے اور ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی"۔

سب سے پہلا گھوڑ اسوار

جو شخص سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہوئے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ اسی وجہ سے گھوڑے کو عراب کہتے ہیں۔ اس سے پہلے وہ دوسرے جانوروں کی طرح وحشی تھا۔ چنانچہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھانے کا حکم فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ میں تم کو ایک ایسا خزانہ دوں گا جس کو میں نے خاص تمہارے لئے ہی رکھ چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم بھیجا کہ باہر جاؤ اور اس خزانہ کے حصول کے لئے دعا مانگو۔ چنانچہ آپ اجیاد (مکہ المکرّمہ کا ایک پہاڑ) پر تشریف لے گئے حالانکہ آپ دعا کے الفاظ سے بھی ناواقف تھے اور اس خزانے سے بھی ناواقف تھے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ چنانچہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعا کا الہام ہوا۔ جب آپ دعا مانگ چکے تو سرزمین عرب کے جتنے وحشی گھوڑے تھے وہ سب کے سب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور سب نے گردن اطاعت آپ کے سامنے جھکا دی۔ اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ تم لوگ گھوڑے پر سوار ہوا کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔ نسائی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ:۔

> "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ازواج (طاہرات) کے بعد گھوڑوں سے زیادہ کسی سے محبت نہیں ہے (علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں) ثعلبیؒ نے اپنی اسناد سے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ کوئی گھوڑا ایسا نہیں ہے کہ جس کو ہر صبح اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ اے اللہ بنی آدم سے جس کو تو نے میرا مالک بنایا ہے اور مجھ کو اس کا مملوک بنایا ہے تو مجھ کو اس کے نزدیک اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب بنادے۔
>
> حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (باعتبار انتفاع) گھوڑے تین قسم کے ہیں (۱) وہ گھوڑا جو رحمٰن کے لئے ہو (۲) وہ جو انسان کے لئے ہو۔ (۳) اور وہ جو شیطان کے لئے ہو، رحمٰن کے لئے وہ گھوڑا ہے جو فی سبیل اللہ اس کے دشمنوں سے قتال کرنے کی غرض سے پالا جائے۔ انسان کے لئے وہ گھوڑا جس پر مسافت طے کی جائے اور شیطان کے لئے وہ گھوڑا ہے جس پر کہ بازی (شرط) لگائی جائے"۔

طبقات ابن سعد میں قریب الملیکیؒ سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ سے قرآن پاک کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا کہ جو لوگ اس میں مذکور ہیں وہ کون ہیں؟ **اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ** وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں دن رات میں پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں۔ پس ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے"۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اصحاب خیل یعنی گھوڑے والے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ گھوڑے پر خرچ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے کہ جس کے ہاتھ صدقہ بانٹنے کے لئے ہر وقت کھلے رہیں اور کسی بھی وقت بند نہ ہوں، قیامت کے دن ان گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے مشک جیسی خوشبو آئے گی۔

شیخین نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے دبلے (چھریرے) گھوڑوں کی دوڑ کرائی اور ان کو حفیاء

سے ثنیۃ الوداع تک چھوڑا۔اس کے بعد آپ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی جو دبلے نہیں تھے اور ان کو ثنیہ الوداع سے مسجد بنی زریق تک دوڑایا۔حضرت ابن عمرؓ اس دوڑ میں تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے طبقات الحفاظ میں اپنے شیخ" شرف الدین دمیاطی سے بسند حضرت ابی ایوب انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ:

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ تین کھیل کے علاوہ کسی کھیل میں شریک نہیں ہوتے۔ایک تو مرد کا اپنی عورت سے کھیلنا (ہنسی مذاق کرنا) دوسرے گھوڑے دوڑانا اور تیسرے تیر بازی کرنا''۔

اور ترمذیؒ نے ضعیف اسناد کے ساتھ اہل جنت کی صفت میں یہ روایت نقل کی ہے:۔

''حضرت ابوایوب انصاریؓ سے منقول ہے کہ ایک اعرابی آنحضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ مجھ کو گھوڑوں سے محبت ہے تو کیا جنت میں بھی گھوڑے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو وہاں پر دار یاقوت کے گھوڑے ملیں گے تو ان پر سوار ہو کر جنت میں جہاں چاہے گا اڑتا پھرے گا''۔

معجم ابن قانع میں ہے کہ ان اعرابی کا نام عبدالرحمٰنؒ بن ساعدہ الانصاری تھا۔دینوری نے بھی کتاب المجالسہ کے شروع میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ابن عدیؒ نے اسی اسناد ضعیف کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جنتی سفید اور شریف النسل اونٹنیوں پر (جو کہ مثل یاقوت کے ہوں گی) سوار ہو کر ایک دوسرے کی زیارت کو جایا کریں گے اور جنت میں سوائے اونٹوں اور پرندوں کے اور کوئی جانور نہیں ہوگا۔

خیل السباق:۔یعنی گھوڑ دوڑ کے لئے استعمال ہوں ان دس قسموں کو رافعی وغیرہ نے ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

(۱)مجل (۲)مصل (۳) تال (۴) بارع (۵) مرتاح (۶) حظی (۷) عاطف (۸)مؤمل (۹) سکیت (۱۰)فسکل مندرجہ ذیل اشعار میں انہی قسموں کی طرف اشارہ ہے:۔

مھمۃ خیل السباق عشرۃ   فی الشرح دون الروضۃ المعتبرۃ
وھی مجل ومصل تالی   والبارح المرتاح بالتوالی
ثم حظی عاطف مومل   ثم السکیت والاخیر الفسکل

آنحضور ﷺ کے گھوڑے اور ان کے نام:

سہیلیؒ نے ''التعریف والاعلام'' میں آنحضور ﷺ کے گھوڑوں کے نام یہ لکھے ہیں:۔

(۱) سکب۔یہ نام اس وجہ سے رکھا گیا تھا کہ وہ (گھوڑا) پانی کی روکی طرح تیز چلتا تھا اور ''سکب'' کے معنی (گل لالہ) کے بھی آتے ہیں۔

(۲) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام مرتجز تھا اور یہ نام اس کے خوش آواز ہونے کی بناء پر تھا۔

(۳) آپؐ کے ایک دوسرے گھوڑے کا نام لحیف تھا۔لحیف کے معنی لپیٹنے اور ڈھانکنے کے آتے ہیں۔چنانچہ یہ گھوڑا اپنی تیزی کے سبب راستہ کو لپیٹتا جاتا تھا۔بعض حضرات نے اس کو لحیف کے بجائے خائے معجمہ کے ساتھ لخیف بھی لکھا ہے۔

(۴) امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں آنحضور ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام لزاز ذکر کیا ہے۔
(۵) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام جلاوح تھا۔
(۶) اوراسی طرح ایک گھوڑے کا نام فرس تھا۔
(۷) آپؐ کے ایک گھوڑے کا نام ورد تھا۔ اس گھوڑے کو آپؐ نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرما دیا تھا اور اس گھوڑے پر حضرت عمرؓ بوقت جہاد سوار ہوا کرتے تھے اور یہ وہ گھوڑا تھا جو بہت سستے داموں بکتا ہوا ملا تھا۔

علم کا ادب:

ابن السنی اور ابوالقاسم طبرانی نے ابان بن ابی عیاش سے اور مستغفری نے حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے عامل عراق حجاج بن یوسف کو لکھا کہ حضرت انس بن مالکؓ کی دیکھ بھال کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرو اور ان کو انعام واکرام سے نوازو۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں خود ایک دن حجاج کے پاس گیا تو حجاج نے مجھ سے کہا کہ اے اباحمزہؓ میں آپ کو اپنا گھوڑا دکھلانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کو دیکھ کر مجھے بتلائیں کہ میرا گھوڑا آنحضور ﷺ کے گھوڑے سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ چنانچہ اس نے وہ گھوڑا میرے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ میں نے اس گھوڑے کو دیکھ کر کہا "چہ نسبت خاک رابعالم پاک" یعنی اس گھوڑے اور رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ آپؐ کے گھوڑے کا چارہ، لید اور پیشاب تک حصول ثواب کا ذریعہ تھا اور یہ تمہارا گھوڑا محض نمائشی اور نام آوری کے لئے پالا گیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر حجاج غصہ سے سرخ ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر خلیفہ کا خط آپ کے بارے میں میرے پاس نہ آیا ہوتا تو میں آپ کے منہ پر ایسی ضرب لگاتا کہ (العیاذ باللہ) آپ کی آنکھیں نکل پڑتیں۔ میں نے جواب دیا کہ تو ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ حجاج نے پوچھا کیوں؟ میں نے جواب دیا کہ یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ایسی دعا سکھائی تھی کہ جب میں اس کو پڑھ لیتا ہوں تو مجھ کو نہ کسی سلطان اور نہ شیطان اور نہ کسی درندے کا خوف رہتا ہے۔ میرا یہ جواب سن کر حجاج کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور ذرا ہوش میں آ کر لجاجت سے گفتگو کرنے لگا کہ اے اباحمزہؓ آپ یہ دعا اپنے برادر نسبتی یعنی میرے لڑکے محمد بن حجاج کو بتا دیں۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، میں علم کو اس کے اہل میں تقسیم کروں گا۔ اس پر حجاج نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تم بعد میں اپنے چچا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر التجا کرنا اور وہ دعا آپؓ سے سیکھ لینا۔

حضرت ابانؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے مجھ کو بلایا۔ چنانچہ میں آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؓ نے مجھ سے فرمایا کہ اے اباحمد آج یہ تمہارا میرے پاس آنا آخری ہے اور یہ کہ تمہارا احترام مجھ پر واجب ہے۔ میں تم کو وہ دعا جو مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی بتلا رہا ہوں اور تم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دعا کسی ایسے شخص کو نہ بتانا جو خدا سے نہ ڈرتا ہو۔ وہ دعا یہ ہے:۔

اللّٰہ اَکْبَر اللّٰہ اکبر بسم اللّٰہ علی نفسی و دینی بسم اللّٰہ علی اھلی ومالی بسم اللّٰہ علی کل شئی اعطانیہ ربی بسم اللّٰہ خیر الاسماء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ داء بسم اللّٰہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم. بسم اللّٰہ افتتحت وعلی اللّٰہ توکلت اللّٰہ اللّٰہ ربی لا اشرک بہ شیئا اسئالک. اللّٰھم بخیرک من خیرک الذی لایعطیہ احد غیرک عز جارک وجل ثناء

ک ولا الہ غیرک اجعلنی فی عبادک واحفظنی من شر کل ذی شر خلقتہ واحترزبک من الشیطان الرجیم. اللھم انی احترس بک من شر کل ذی شرواحترزبک منھم واقدم بین یدی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل ھواللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولدولم یکن لہ کفواً احد ومن خلفی مثل ذلک وعن یمینی مثل ذلک وعن یساری مثل ذلک ومن فوقی مثل ذلک ومن تحتی مثل ذلک.

مسئلہ:

شیخ الاسلام تقی الدین السبکیؒ فرماتے ہیں کہ خیل (گھوڑوں) کے بارے میں چند سوالات پیدا ہو سکتے ہیں اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا یا گھوڑے کو؟

(۲) پہلے گھوڑے کو پیدا کیا یا اس کی مادہ (گھوڑی) کو؟

(۳) پہلے عربیات یعنی عربی گھوڑے پیدا کئے یا براذین یعنی غیر عربی گھوڑے۔

ان تینوں سوالات کے بارے میں کسی حدیث یا اثر کی نص موجود ہے یا محض سیر اور اخبار سے استدلال کیا گیا ہے۔

جواب:۔(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تقریباً دو دن پہلے اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کیا۔

(۲) نر کو مادہ سے پہلے پیدا کیا۔

(۳) عربی گھوڑوں کو غیر گھوڑوں سے پہلے پیدا کیا۔

اس بارہ میں کہ گھوڑا حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا گیا۔ ہم اس پر آیاتِ قرآنی اور احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔ نیز اس کے علاوہ عقلی دلیل بھی ہے۔

عام طور پر دستور یہ ہے کہ جب کوئی معزز شخص کسی کے یہاں آنے کا قصد کرتا ہے یا اس کو مدعو کیا جاتا ہے تو اس کے آنے سے پہلے اس کی ضرورت اور آسائش کی چیزیں فراہم کی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی دنیا میں تشریف آوری کے سلسلہ میں یہی اہتمام کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور بنی آدم کی ضرورت کی جملہ اشیاء پہلے ہی سے مہیا کر دی تھیں۔ جیسا کہ کلام پاک کی اس آیت شریفہ سے مترشح ہوتا ہے۔ ''وَخَلَقَ لَکُمْ مَّافِی الْاَرضِ جَمِیْعاً'' یعنی زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تمہارے لئے مہیا کر دی گئیں۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہی تو ہو سکتا ہے کہ خود زمین اور زمین میں جو کچھ چیزیں ہیں۔ ان کو حضرت آدمؑ، بنی آدم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اکراما پیدا کر رکھی تھی اور کمال اکرام اسی وقت متحقق ہو سکتا ہے جبکہ مکرم کی جملہ ضروریات پہلے سے موجود ہوں۔

علاوہ ازیں حضرت آدمؑ اور آپ کی اولاد اشرف المخلوقات بنائی گئی۔ لہٰذا آپ کا ظہور سب مخلوقات (زمین اور جو کچھ زمین میں ہے) کے بعد میں ہوا جیسا کہ اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور سب انبیاء سے آخر میں ہوا۔

تیسری دلیل عقلی یہ ہے کہ ابھی آپ کو معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے اعزاز کی بناء پر حضرت آدم علیہ السلام سے قبل مافی الارض کی تخلیق کی اور مافی الارض میں حیوانات، نباتات، جمادات وغیرہ سب شامل ہیں نیز اس کا بھی آپ کو علم ہے نباتات و جمادات سے افضل حیوانات ہیں اور حیوانات میں علاوہ انسان کے افضل واشرف گھوڑا ہے تو افضل مہمان کے لئے افضل چیز سب سے پہلے تیار کی جاتی ہے۔ لہٰذا گھوڑے کی پیدائش آدمؑ کی پیدائش سے قبل ہے۔

دلیل عقلی کے بعد اب سماعت کیجئے دلیل نقلی، دلیل نقلی میں اگر چہ بکثرت قرآنی آیات پیش خدمت ہو سکتی ہے مگر ہم یہاں مختصراً چار آیتوں سے استدلال کریں گے۔

(۱) خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعاً ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰت.

ترجمہ: ''حق تعالیٰ نے پیدا کیا تمہارے فائدے کے لئے جو کچھ بھی زمین میں موجود ہے پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف تو درست کر کے بنادیئے سات آسمان''۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تسویہ سماء (یعنی تخلیق آسمان) سے پہلے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا ہوا اور زمین کی تمام چیزوں میں سے ایک چیز گھوڑا ہے تو گھوڑے کی پیدائش تسویۂ سماء سے قبل ہوئی اور اس تسویۂ سماء کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ تسویۂ سماء چھ دنوں کے اندر ہوا تھا۔ جیسا کہ اس آیت شریفہ سے مترشح ہوتا ہے۔ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا وَالْاَرْضَ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا.

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن کے تمام مخلوقات کے مکمل ہونے کے بعد ہوئی۔ معلوم ہوا تسویہ سماء سے قبل تمام چیزیں پیدا ہو چکی تھیں اور اس کے بعد تسویہ سماء ہوا جو چھ دن میں مکمل ہوا۔ پھر چھ دن کے بعد جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ چھ دنوں کا آخری دن جمعہ اس وقت بھی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مخلوق کی ابتداء اتوار کے دن سے ہوئی ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش موخر ہے اور گھوڑا تمام مخلوقات سے پہلے چھ دنوں کے اندر ہی پیدا ہوا ہے۔

(۲) دوسری آیت شریفہ یہ ہے:۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ"۔

ترجمہ: ''اور علم دیدیا اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا، پھر وہ چیزیں فرشتوں کے روبرو کر دیں۔ پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو اسماء ان چیزوں کے اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں مگر ہم کو علم نہیں، مگر وہی جو کچھ آپ نے ہم کو علم دیا ہے، بے شک آپ بڑے علم والے ہیں، حکمت والے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے آدم! تم ہی ان کو بتلا دو کہ ان چیزوں کے نام، جب وہ بتلا دیئے ان کو آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے اسماء تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نہ کہتا تھا کہ بے شک میں جانتا ہوں تمام پوشیدہ چیزیں آسمانوں کی زمینوں کی اور جانتا ہوں جس بات کو ظاہر کر دیتے ہو اور جس کو دل میں رکھتے ہو''۔

اس آیت سے استدلال اس طرح پر ہے کہ تمام اسماء سے یا تو نفس اسماء مراد ہیں یا مسمیات کی صفات اور ان کے منافع مراد ہیں۔ بہر حال دونوں صورتوں میں مسمیات کا وجود اس وقت ضرور تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ھٰؤلاء سے اشارہ کیا ہے۔ اگر مشار الیہ موجود نہ ہوتا تو ھٰؤلاء سے اشارہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور منجملہ مسمیات کے گھوڑا ہے تو وہ بھی اس وقت ضرور موجود ہوگا اور الاسماء سے مراد تمام اسماء ہیں کیونکہ الف لام بھی ہے اور پھر کلھا سے اس کی تاکید بھی آئی ہے تو عموم کو اس میں زیادہ تقویت حاصل ہو گئی اور اسی طرح عرضھم اور باسمائھم یعنی ان چیزوں کو پیش کیا اور آدم نے ان کے نام بتلا دیئے۔ یہ تمام امور دلائل قطعیہ میں سے ہیں اور اسماء کا عام

ہونا گھوڑے کو شامل ہے۔

(۳) تیسری آیت شریفہ یہ ہے:۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَهُمَافِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

ترجمہ:۔"اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اس کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر استویٰ فرمایا"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین کے درمیان جو کچھ ہے وہ چھ دن میں پیدا کیا گیا ہے اور یہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش یا تو چھ دنوں سے خارج ہو یعنی بعد میں ہو یا پھر چھ دنوں کے آخر میں ہو۔

(۴) چوتھی آیت شریفہ یہ ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاالسَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّمَامَسَّنَامِنْ لُّغُوْبٍ"

ترجمہ:۔"اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں"۔

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔اس طرح کل ملا کر یہ چار آیتیں ہیں۔جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے کی پیدائش پہلے ہوئی ہے۔

وہبؒ ابن منبہ سے روایت ہے (جو کہ اسرائیلیات میں سے ہے) کہ جب گھوڑا جنوب کی ہوا سے پیدا کیا گیا تو یہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی ہم پر اس کی صحت کا التزام ہے۔کیونکہ ہم اسی کو صحیح قرار دیں گے جس کو حق تعالیٰ نے صحیح قرار دیا ہے اور اس کے رسول سے جو بات منقول ہے اور جو ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ گھوڑے پہلے وحشی تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے تابع بنایا۔یہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ وہ آدمؑ سے پہلے پیدا ہوا اور اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام کے زمانے تک وحشی رہا ہوگا یا کسی وقت اس پر سواری بھی ہوئی ہو اور پھر بعد میں وحشی ہو گیا ہو۔اور پھر ایک عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو مطیع بنا دیا ہو اور اس کے علاوہ دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے گھوڑے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام سوار ہوئے تو یہ بات بہت مشہور ہے۔لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہیں اور ہم اس کی صحت کے پابند نہیں۔کیونکہ جو کچھ اوپر بیان ہو چکا وہی قابلِ اعتماد ہے کیونکہ وہ قرآنی استدلال ہے۔

پہلے یہ بھی بیان ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے مذکر گھوڑے کو مؤنث سے پہلے پیدا کیا تو اس کی دو وجہ ہیں۔ایک تو یہ کہ مذکر مونث پر شرف رکھتا ہے اور دوسری یہ کہ اس کی (یعنی مذکر کی) حرارت مونث سے زیادہ ہے کیونکہ اگر دو چیز ایک ہی جنس سے اور ایک ہی مزاج سے ہوں تو ان میں سے ایک کی حرارت دوسرے سے زیادہ ہوگی۔اور عادت اللہ یہ ہے کہ جس کی حرارت زیادہ قوی ہو اسی کو پہلے پیدا کیا جاتا ہے اور چونکہ مذکر کی حرارت قوی ہے تو اس وجہ سے مناسب تھا کہ اس کا وجود بھی پہلے ہو اور اس وجہ سے بھی کہ آدم علیہ السلام حواء علیہا السلام سے پہلے پیدا ہوئے تو یہاں بھی مذکر کو پہلے پیدا کیا گیا۔نیز اس لئے بھی کہ گھوڑے کا سب سے بڑا مقصد جہاد اور مذکر گھوڑا مونث (گھوڑی) سے جہاد کے لئے بہتر ہے۔کیونکہ گھوڑا زیادہ قوی اور زیادہ دوڑنے والا ہے اور گھوڑی سے زیادہ جری بھی ہوتا ہے اور اپنی سواری کے ساتھ گھوڑی کے مقابلہ میں زیادہ قتال کر سکتا ہے جبکہ گھوڑی ہر طرح سے گھوڑے کے مقابلہ میں کمتر ہے۔

عربی گھوڑوں کا ترکی گھوڑوں سے پہلے پہلے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عربی گھوڑا اشرف اور اصل ہے۔کیونکہ عربی گھوڑا نہ ہونا یہ کسی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے وہ عارض یا تو اس گھوڑے کے باپ میں ہوتا ہے یا ماں میں یا خود اس گھوڑے میں ہوتا ہے اور ایک دلیل یہ بھی

ہے کہ گذشتہ زمانے میں حضرت اسماعیلؑ وحضرت سلیمانؑ کے قصوں میں کہیں بھی ترکی گھوڑوں کا تذکرہ نہیں ملتا۔ترکی گھوڑے اصل میں گھوڑوں کی خراب نسل ہے۔اسی وجہ سے علماء اس کے سہام (حصہ) متعین کرنے میں مختلف ہیں۔اور ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فرس (عربی گھوڑا) کے لئے دو حصے ہیں اور ہجین (ترکی گھوڑے) کے لئے ایک حصہ ہے۔حاصل کلام یہ ہے کہ ترکی گھوڑے خراب نسل میں سے ہیں اور حق تعالیٰ کے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ پہلے خراب نسل کو پیدا کرے۔

احادیث نبوی میں اور مضبوط آثار میں گھوڑوں کی فضیلت،گھوڑ دوڑ کا تذکرہ اور ان کے پالنے کی فضیلت،ان کی برکات،گھوڑوں پر خرچ کرنے کی فضیلت اور ان کی خدمت،ان کی پیشانی پر بشفقت ہاتھ پھیرنا،عمدہ نسل کے گھوڑوں کی تلاش،بہترین نسل کی نگہداشت وغیرہ وغیرہ کی بکثرت ہدایات ملتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تذکرہ ہے کہ گھوڑوں کو خصی نہ کرایا جائے اور نہ ان کی پیشانی ودموں کے بال کاٹے جائیں۔گھوڑے اور ان کے مالکوں کو مالِ غنیمت سے کتنے حصے ملیں گے؟اس سلسلہ میں علماء کا سخت اختلاف ہے۔اس کے علاوہ گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ان مباحث کی جانب بھی احادیث میں اشارات ہیں لیکن ہم نے اختصار کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا ہے۔یہ بہت مختصر سی تفصیل ہے جس کو بعجلت لکھ لیا گیا تھا ورنہ گھوڑوں سے متعلق عنوان پر مستقل تصنیف لکھی جاسکتی ہے۔

گھوڑے کا شرعی حکم:

گھوڑوں کے گوشت کے سلسلہ میں کہ آیا کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ لفظ فرس کے تحت یہ بحث آئے گی۔شرح کفایہ میں ہے کہ گھوڑوں کو دشمن اسلام کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ آلاتِ جہاد میں سے ہے۔جس طریقہ پر دشمن اسلام کو ہتھیار فروخت کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ گھوڑوں کے گلے میں کمان ڈالی جائے۔آنحضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔خطابی نے لکھا ہے کہ آنحضور ﷺ نے گھوڑوں کے گلے میں اگر قلادہ موجود ہو تو اسے کاٹنے کا حکم دیا۔مالکؒ کا یہ خیال ہے کہ چونکہ ان قلادوں میں گھنٹیاں لٹکائی جاتی تھیں اس لئے آنحضور ﷺ نے ممانعت فرمائی،جبکہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قلادوں کی ممانعت اس اندیشہ کی وجہ سے فرمائی کہ کہیں تیز دوڑتے وقت یہ قلادے گھوڑے کا گلا گھٹنے کا باعث نہ بن جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے متعین طور پر قلادوں کی ممانعت کی ہو کہ اگر اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں گھوڑوں کے گلے میں خوبصورتی وغیرہ کے لئے ڈالی جائیں تو ان کی ممانعت نہ ہو۔

اور بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں عربوں کی یہ عادت تھی کہ بعض جھگڑوں کی صورتوں میں بطور جرمانہ گھوڑوں پر کمانیں لی جاتی تھیں اور آنحضور ﷺ نے اس سے روکا ہو۔اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھئے کہ گھڑ دوڑ میں کسی گھوڑے کے آگے نکل جانے کا فیصلہ (جیتنے کا فیصلہ) اس کی گردن کے آگے ہونے سے ہوجائے گا۔جبکہ اونٹوں کی دوڑ میں جیتنے اور ہارنے کا فیصلہ گردن پر موقوف نہیں ہے۔کیونکہ اونٹ کی عادت یہ ہے کہ وہ دوڑتے ہوئے گردن بلند رکھتا ہے۔چنانچہ اس کی گردن کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جبکہ گھوڑ دوڑ میں اپنی گردن کی اونچائی کے مقابلہ میں لمبائی میں آگے بڑھاتا ہے۔لیکن ایسے فیصلوں میں یہ ضروری ہے کہ دونوں گھوڑوں کی گردنوں کی لمبائی چوڑائی اور ان کی بلندی وغیرہ یکساں ہوں اور آنحضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں ایسے متصلا ہیں کہ جیسے دو دوڑتے ہوئے گھوڑے کہ ان میں فیصلہ نہیں ہوتا کہ کون ان میں سے آگے نکل جائے گا۔

مستدرک وسنن ابوداؤد وابن ماجہ کی روایت ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان ڈال دیا حالانکہ وہ اس بات سے مطمئن نہیں ہے کہ وہ سبقت کر جائے گا تو یہ قمار نہیں ہے اور جس نے دو گھوڑوں کے درمیان

ایک گھوڑا اس حالت میں ڈالا کہ اس کو یقین تھا کہ وہ سبقت لے جائے گا تو یہ قمار ہے"۔

درست بات یہ ہے کہ ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع کیا جائے گا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ "اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اپنے دشمنوں کے گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیا ہے اور ذمی خدا کے دشمن ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوسری وجہ یہ ہے کہ گھوڑوں کی پشت ان کی عزت ہے اور ذمی لوگوں پر ذلت طاری کی گئی ہے۔ اسلئے اگر ان کو گھوڑوں کی سواری کی اجازت دے دی گئی تو گویا ان کو عزت دے دی گئی اور جو ذلت ان پر طاری کی گئی تھی وہ ختم کردی گئی۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذمی لوگوں کو گھوڑے کی سواری سے منع نہیں کیا جائے گا۔ شیخ ابومحمد جوینیؒ کا قول ہے کہ ان کو عمدہ گھوڑوں کی سواری سے منع کیا جائے گا جیسے کہ عربی گھوڑے اور خراب نسل کے گھوڑوں کی سواری سے منع نہیں کیا جائے گا جیسے کہ ترکی گھوڑے اور امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ عمدہ گھوڑوں میں عمدہ خچر بھی شامل ہے۔

آئمہ جمہور کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهٖ وَلَا فِيْ فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ (مسلم اس کے غلام اور اس کے گھوڑے پر کوئی صدقہ نہیں ہے"۔

امام ابوحنیفہؒ نے تنہا گھوڑیوں پر یا گھوڑوں کے ساتھ گھوڑیاں ہوں تو ان میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا جائے اور ان کے نزدیک مالک کا اختیار ہے کہ خواہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دے یا اس کی قیمت لگا کر دیدے اور قیمت میں اس حساب سے دے کہ ہر دوسو درہموں پر پانچ درہم دے۔ یعنی اڑھائی فیصد اور اگر تنہا گھوڑے ہوں تو ان پر کچھ نہیں۔

ضرب الامثال:

اہلِ عرب کہتے ہیں "اَلْخَيْلُ مَيَامِينُ "یعنی گھوڑے مبارک ہیں۔ ایسے ہی کہتے ہیں "اَلْخَيْلُ اَعْلَمُ بِفُرْسَانِهَا "کہ گھوڑا اپنے سوار کو زیادہ پہچانتا ہے۔ یہ مثال ایسے آدمی کے لئے بولی جاتی ہے جس کو لوگ مالدار سمجھیں لیکن حقیقت میں وہ مالدار نہ ہو۔

آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "يَاخَيْلَ اللّٰهِ ارْكَبِي "(یعنی اے خدا کے گھوڑ وسوار ہو جاؤ) جو کہ آپ نے حنین کی جنگ میں فرمایا تھا اور یہ حدیث مسلم میں موجود ہے، تو آپ ﷺ کے اس قول میں مضاف محذوف مانا جائے گا۔ کیونکہ گھوڑے کیا سوار ہوتے یا کہیں گھوڑے بھی سوار ہوا کرتے ہیں اس لئے اس قول میں اصل مخاطب گھوڑوں کے سوار ہیں اصل میں یوں تھا یافرسان خیل اللہ ارکبی (یعنی اے سوارو! اللہ کے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ) یعنی اصل مخاطب گھوڑوں کے سوار تھے اور اس طرح حذف مضاف کلامِ عرب میں معمولاً ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جاحظ نے "کتاب البیان والتبلیین "میں اس حدیث میں کچھ کلامی غلطی کی بناء پر اس کو حدیث ہی ماننے سے انکار کردیا ہے۔ چنانچہ جاحظ کی اس تحقیق کا مطلب یہ ہوگا کہ کلام عرب میں اس طرح کی مثال (یعنی حذف مضاف کی مثال) نہیں ملتی۔ مگر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ آنحضور ﷺ تو بہت بڑے فصیح و بلیغ ہیں اور آپ کا کلام دوسروں کے لئے معیار ہے۔

گھوڑے کے طبی خواص:

اگر گھوڑے کو سرخ ہڑتال (زرنیخ احمر) کھلادی جائے تو وہ فوراً مر جائے گا باقی تفصیل باب الفاء میں فرس کے بیان میں آئے گی۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں گھوڑا قوت، عزت اور زینت کی شکل میں آتا ہے۔ کیونکہ یہ سواریوں میں سب سے عمدہ سواری ہے اس لئے جس نے اسے جس قدر خواب میں دیکھا اسی کے بقدر اس کو عزت وقوت حاصل ہوگی اور اکثر گھوڑے کی تعبیر مال کی زیادتی، وسعت رزق اور دشمن

پر فتح حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ والبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔

اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ''

اور اگر کسی نے گھوڑے کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر فتنہ ہے اور گھوڑے کی سواری غیر محل میں دیکھنا جیسا کہ چھت یا دیوار پر اپنے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر میں کوئی خیر نہیں ہے اور اگر کسی نے خواب میں اپنے آپ کو ڈاک کے گھوڑے پر سوار دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ تعبیر سے متعلق مزید تفصیل باب الفاء میں لفظ فرس کے بیان میں آئے گی۔ انشاءاللہ

مجربات:

گھوڑے اور دیگر جانوروں کے درد شکم کے لئے ان کے چاروں کھروں پر یہ لکھیں:۔

بِسمِ اللّٰه الرَّحمٰن الرحيم فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ عجفون عجفون عجفون شاشيک شاشيک. (انشاءاللہ درد جاتا رہے گا۔

گھوڑے کی سرخی (ایک بیماری) اور دوسرے جانوروں کی سرخی کے لئے یہ لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیں۔ (یہ دونوں عمل تجربہ شدہ ہیں)

ولا طلهه هو هو هو رهست هر هرهرهرهرهر و هوهوهوهوهوه ه ه ه ه ه امهاهيا لولوس ردروبرحفرب ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم.

ام خنور

(بجو) ام خنور: یہ تنور کے وزن پر ہے۔ اس کا بیان باب الضاد میں آئے گا۔ انشاءاللہ

باب الدال

اَلدَّابَّةُ

(زمین پر چلنے والے جانور) الـدابة: جو حیوانات زمین پر چلتے ہیں ان کو عربی میں دابہ کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے پرندوں کو لفظ دابہ کی شمولیت سے خارج کر دیا ہے اور اس خروج کی تائید میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کی ہے: وَمَـا مِـنْ دَابَّةٍ فِـي الْاَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيْرُ بِجَنَا حَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ''۔

ترجمہ: ''کوئی جانور زمین پر چلنے والا اور کوئی پرندہ اپنے پروں سے اڑنے والا نہیں ہے جس کی تم جیسی جماعتیں نہ ہوں''۔
لیکن اس مثال کی تردید قرآن پاک کی اس دوسری آیت سے ہوتی ہے:۔

''وَمَامِنْ دَابَّةٍفِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُستقرهَا مُسْتَوْدَعَهَا كُلّ فِی كِتَابٍ مُّبِيْنٍ''۔

ترجمہ:۔اور زمین پر کوئی دابہ ایسا نہیں ہے کہ جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''۔اور جس کے متعلق ہو نہ جانتا ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے سب کچھ صاف دفرتیں موجود ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ پرندوں کے رزق کا بھی کفیل ہے۔اس لئے وہ بھی دابہ کے عموم میں آ گئے۔مولف نے یہ تشریح نہیں فرمائی کہ پہلی آیت میں دابہ کے بعد لفظ طائر کا کیوں اضافہ کیا گیا ہے۔لیکن مترجم کی رائے نقص میں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ طیور کے اندر دابہ ہونے کے علاوہ ایک دوسری صفت طیران کی بھی ہے جو دیگر دواب میں نہیں پائی جاتی۔لہٰذا لفظ طائر کا اضافہ کرنے سے یہ آیت جملہ اقسام دابہ کی جامع ہوگئی اور یہ اضافی اجماعی ہے امتیازی نہیں۔واللہ اعلم بالصواب)

شیخ تاج الدین بن عطاء نے فرمایا ہے کہ اس دوسری آیت میں اس امر کی تصریح ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنی کل جاندار مخلوق کو رزق پہنچانے کا ضامن ہے اور اس کفالت وضمانت کے ذریعہ سے مومنین کے قلوب میں جو وساوس اور خطرات رونما ہوتے ہیں وہ دفعہ ہو جاتے ہیں اور اگر بالفرض کسی وقت یہ خطرات ان کے دلوں میں پیدا ہو بھی جائیں تو ایمان باللہ کا لشکر ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دے دیتا ہے۔

اعشیٰ (شاعر عرب) نے دبیب (زمین پر چلنا) کا لفظ ایک پرندہ کے لئے اس طرح استعمال کیا ہے۔

بَنَاتٌ كَغُصْنِ الْبَانِ تَرْتَجُ اِنْ مَشَتْ　　　دَبِيْبُ قَطَا الْبَطْحَاء فِیْ كُل مَنْهَلٍ

''لڑکیاں ہیں جیسا کہ شاخ آہو کہ جب چلتی ہیں تو وہ شاخیں حرکت میں آ جاتی ہیں اور چشموں پر سنگلاخ علاقوں کی قطاء جانور محسوس ہوتی ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَالْسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

''اور کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے۔اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہے۔وہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَاللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں اور عقل نہیں رکھتے''۔

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد کفار کی سرکش جماعت کو بیان کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین خلائق سے ہیں اور ذلیل سے ذلیل طبقہ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔کفار کو دواب سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے تا کہ ان کی برائی ثابت ہو جائے اور کتے، خنزیر اور فواسق خمسہ (سانپ، بچھو، کوا وغیرہ) کو ان پر فضیلت حاصل ہو جائے۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔آپؐ نے اس کو دیکھ فرمایا مستریح (آرام پانے والا) اور مستراح منہ (اپنے سے آرام دینے والا) صحابہؓ نے آپؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! مستریح اور مستراح منہ کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ مومن دنیا کی کلفتوں سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ جاتا ہے وہ مستریح ہے (یعنی آرام پانے والا) اور جو فاجر ہے اس کے مرنے سے دوسرے بندے، شہر درخت اور چوپایہ آرام

پاتے ہیں اس لئے وہ مستراح منہ (اپنے سے آرام دینے والا) ہے"۔
سنن ابوداؤد اور ترمذی میں ہے:
"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والا کوئی جانور ایسا نہیں ہے کہ وہ جمعہ کے دن خاموش طریقہ سے متوجہ نہ ہوتا ہو اس بات سے ڈر کر کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے"۔
حلیہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جو اصحاب صفہ میں سے تھے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔
"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن سید الایام ہے (یعنی سب دنوں میں بزرگ ترین دن ہے) اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر اور عید الضحیٰ سے اس کا بڑا مرتبہ ہے اور کوئی فرشتہ، آسمان، زمین، پہاڑ، ہوا اور دریا میں ایسا نہیں ہے کہ جو جمعہ کے دن اس بات سے نہ ڈرتا ہو کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے"۔
صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:
"نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں پہاڑ کو اتوار کے دن اور درخت کو پیر کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور اس میں جانور جمعرات کے دن پھیلائے۔ آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری گھڑیوں میں عصر اور مغرب کے مابین پیدا فرمایا"۔
بے شک اللہ تعالیٰ بغیر کسی کلفت اور محنت کے جو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں اور بغیر کسی سبب و مرتبہ کے جس کو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں اور اپنی ربوبیت کا علم دینے کے لئے جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں اور اپنی وحدانیت پر دلالت کرنے کے لئے جو چاہتے ہیں منتخب کرتے ہیں۔ ظالم اور جابر لوگ (کفار) جو اس کے بارے میں نسبت کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ کسریٰ شاہ فارس کے یہاں پچاس ہزار دابہ اور تین ہزار عورتیں تھیں۔

ایک عجیب قصہ:

تاریخ ابن خلکان میں رکن الدولہ بن بویہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اس کی کسی دشمن سے لڑائی ہوئی اور فریقین میں خوراک کی اس قدر تنگی ہوئی کہ دونوں نے اپنے اپنے دواب یعنی جانوروں کو ذبح کرنا شروع کر دیا اور رکن الدولہ کی حالت تو یہ ہوگئی کہ اگر اس کا بس چلتا تو شکست قبول کر لیتا۔ چنانچہ اس نے اپنے وزیر ابوالفضل بن العمید سے مشورہ کیا کہ آیا جنگ جاری رکھی جائے یا گریز کیا جائے؟ وزیر نے جواب دیا کہ آپ کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ لہٰذا آپ مسلمانوں کے لئے خیر کی نیت رکھیں اور حسن سیرت اور احسان کرنے کا پختہ ارادہ فرمالیں اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ فتح حاصل کرنے کی جملہ تدابیر جو ایک انسان کے قبضہ قدرت میں تھیں وہ سب منقطع ہو چکیں۔ لہٰذا اگر ہم لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے پر کمر باندھ لیں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن ہمارا تعاقب کر کے ہم کو قتل کر دیں گے۔ کیونکہ ان کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے۔ بادشاہ نے وزیر کی یہ تقریر سن کر فرمایا کہ اے ابوالفضل میں تو یہ رائے تم سے پہلے ہی قائم کر چکا تھا۔
ابوالفضل وزیر کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد رکن الدولہ کے پاس سے اٹھ کر اپنے ٹھکانہ پر آ گیا۔ لیکن جب تہائی رات باقی رہ گئی تو رکن الدولہ نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ ابھی میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ گویا میں اپنے دابہ (گھوڑے) فیروز نامی پر سوار ہوں اور ہمارے دشمن کو شکست ہو چکی ہے اور تم میرے پہلو میں چل رہے ہو۔ اور ہم کو ایسی جگہ سے کشادگی پہنچی کہ جہاں ہمارا وہم و گمان

بھی نہ تھا۔ چلتے چلتے میں نے نگاہ نیچی کر کے زمین کی طرف دیکھا تو مجھے ایک انگشتری پڑی ہوئی نظر آئی۔ چنانچہ میں نے اس کو اٹھالیا اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں فیروزہ کا نگینہ لگا ہوا ہے۔ میں نے اس کو تبرک سمجھ کر اپنی انگلی میں پہن لیا اور اس کے بعد فوراً میری آنکھ کھل گئی۔ میری رائے میں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ہم کو انشاء اللہ فتح ہوگی۔ کیونکہ فیروز اور فتح دو مترادف الفاظ ہیں اور میرے گھوڑے کا نام بھی فیروز ہی ہے۔

وزیر ابوالفضل کا بیان ہے کہ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ہم کو یہ خوشخبری پہنچی کہ دشمن فرار ہو گئے اور اپنے ڈیرے خیمے سب چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ جب متواتر یہ خبریں آتی رہیں تو ہم کو دشمن کی ہزیمت کا یقین ہو گیا۔ بہر حال ہم کو دشمن کی شکست کے اسباب کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس لئے ہم آگے بڑھے مگر اس خیال سے کہ ہمارے ساتھ کہیں کسی نے کوئی دھوکہ نہ کیا ہو اس لئے ہم نے احتیاط کا پہلو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور میں احتیاطاً بادشاہ کے ایک جانب ہو گیا۔ بادشاہ اپنے گھوڑے فیروز پر سوار تھے۔ ہم ابھی کچھ ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ بادشاہ رکن الدولہ نے ایک غلام سے جو ان کے آگے آگے چل رہا تھا، چیخ کر کہا کہ یہ انگشتری اٹھا کر مجھے دو۔ چنانچہ غلام نے وہ انگشتری اٹھا کر بادشاہ کو دیدی۔ اس انگشتری میں ایک فیروزہ جڑا ہوا تھا۔ رکن الدولہ نے فوراً وہ انگشتری پہن لی اور کہنے لگا کہ میرے خواب کی تعبیر پوری ہوگئی۔ یہ بعینہٖ وہی انگشتری ہے جو میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ رکن الدولہ کا نام حسن ابوعلی تھا، یہ ایک جلیل القدر اور بارعب بادشاہ گزرا ہے۔ اصفہان، رے، ہمدان، آذربائیجان اور پورا عراق وعجم اس کی مملکت میں داخل تھے اس کے علاوہ اور بہت سے ممالک اس نے فتح کر کے اپنی زیر حکومت کر لئے تھے اور ان ممالک کے لئے اس نے کچھ قواعد وقوانین بھی مقرر کئے تھے۔ اس عظیم بادشاہ نے ۴۴ سال تک حکومت کی اور ماہ محرم ۳۶۶ھ میں بعمر ۹۹ سال وفات پائی۔

ابن سبع السبتی کی کتاب شفاء الصدور میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ روایت منقول ہے:۔

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دواب (چوپاؤں) کے چہروں پر مت مارو کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح خوانی کرتی ہے''۔

احیاء میں باب کسر الشہوتین کے تحت لکھا ہے کہ روٹی تیار کر کے اس وقت تک تیرے سامنے نہیں رکھی جاتی تاوقتیکہ اس میں تین سو ساٹھ کاریگر کام نہ کرلیں۔ ان کام کرنے والوں میں سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں سے پانی ناپ کر دیتے ہیں ان کے بعد دوسرے فرشتے ہیں جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور پھر ان کے بعد چاند، سورج اور افلاک ہیں اور ان کے بعد ہوا کے فرشتے ہیں اور زمین کے جانور ہیں اور سب آخر میں نان بائی کا نمبر آتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے سامنے پکی ہوئی روٹی جب آتی ہے تو اس میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے لے کر نان بائی تک تین سو ساٹھ ہاتھوں کی کاریگری ہوتی ہے تب جا کر وہ آپ کو کھانے کے واسطے ملتی ہے''وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا''یعنی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔

حکایت:

امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے محمدؒ بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک دابہ نمودار ہوا جو لوگوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔ چنانچہ جو بھی اس دابہ کے قریب جاتا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ ایک دن ایک کانا آدمی آیا اس نے لوگوں سے کہا کہ تم اس جانور کی فکر نہ کرو۔ میں اس کو دیکھ لوں گا۔ چنانچہ جب وہ کانا شخص اس جانور کے پاس پہنچا تو اس جانور نے اس کو کچھ ایذا نہ دی بلکہ گردن اطاعت اس کے سامنے جھکا دی اور اس شخص نے اس کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ کا معاملہ عجیب ہے۔ ہمیں کچھ اپنے بارے میں بتائیے۔ اس شخص

نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کبھی کوئی گناہ نہیں کیا صرف ایک مرتبہ میری اس آنکھ نے ایک خطاء (گناہ) کیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کو یہ سزا دی کہ تیر سے اس کو نکال کر پھینک دیا اور اسی لئے اب میں کانا ہوں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ توبہ کا یہ طریقہ بنی اسرائیل یا ہم سے پہلے کسی اور شریعت میں جائز ہوگا مگر شریعت محمدیہ میں اگر کسی نامحرم عورت پر قصداً نگاہ ڈالی جائے تو اس آنکھ کا نکال دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ سچے دل سے توبہ کر لینا کافی ہے۔

ابن خلکانؒ نے ربیع الجیزی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ ایک بار دابہ (گھوڑے) پر سوار ہو کر مصر کی کسی سڑک سے گزر رہے تھے کہ اچانک کسی نے ایک مکان کی چھت سے راکھ سے بھرا ہوا ایک ٹوکرا آپ پر الٹ دیا۔ آپ اپنی سواری سے اتر کر کپڑے جھاڑنے لگے۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اس گھر والے کو بلا کر ڈانٹتے کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو شخص آگ (یعنی دوزخ) کا مستحق ہو اور اس کے سر پر راکھ پڑنے سے اگر جہنم کی آگ سے اس کا پیچھا چھوٹ جائے تو اس پر غصہ کرنا جائز نہیں۔

ربیع ابن سلیمان شافعی تھے اور شافعی کے جدید قول کے راویوں میں سے تھے۔ ان کی ۲۰۵ میں وفات ہوئی۔ ان کو جیزی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ جیزہ کے رہنے والے تھے۔ جیزہ قاہرہ سے چند میل کے فاصلے پر دریا پار ایک بستی ہے یہاں کے احرام مشہور ہیں اور ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے۔ اصل میں یہ اہرام مصری بادشاہوں کے مقبرے ہیں اور ان عالی شان مقبروں کو تعمیر کرانے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہم اپنی زندگی میں دیگر بادشاہوں سے ممتاز رہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہمارا امتیاز باقی رہے۔

کہتے ہیں کہ جب مامون رشید خلیفہ عباسی مصر پہنچا تو اس نے ایک اہرام کو توڑنے کا حکم دیا تا کہ اس کے اندرونی حالات کا علم ہو سکے۔ چنانچہ اس کو توڑنے میں بہت محنت اور جانفشانی اٹھانی پڑی اور کافی روپیہ خرچ ہوا۔ اس کو توڑنے کے بعد جب اس کے اندر گئے تو چند بیکار چیزیں ٹاٹ کے ریشے اور گلی ہوئی رسیاں پڑی ہوئی پائی گئیں۔ اس کی اندرونی زمین پر اس قدر سیلابی اور نمی وغیرہ جمی ہوئی تھی کہ اس پر چلنا دشوار تھا۔ عمارت کے بالائی حصہ میں ایک چوکور حجرہ تھا جس کے ہر ضلع کا طول آٹھ ہاتھ تھا اور اس کے وسط میں ایک حوض تھا۔ چنانچہ سب کچھ دیکھنے کے بعد مامون رشید نے دیگر اہراموں کو توڑنے سے روک دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہرمس اول یعنی اخنوع نے (اور یہ ادریس علیہ السلام ہیں) ستاروں کے حالات دیکھ کر ایک طوفان کی اطلاع دی تھی اور اس طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے اہراموں کی تعمیر اکرائی تھی اور ان ادھراموں کی تعمیر میں چھ ماہ کا عرصہ لگا تھا اور ان اہراموں پر عبارت کندہ کرائی تھی کہ:۔

''جو شخص ہمارے بعد آئے اس سے کہہ دیا جائے کہ ان اہراموں کو منہدم کرنے میں چھ سو سال لگیں گے حالانکہ عمارت کا منہدم کرانا اس کے تعمیر کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ ہم نے ان کو دیباج کا لباس پہنایا ہے اور اگر وہ چاہے تو ان کو ٹاٹ پہنا دے حالانکہ ٹاٹ دیباج سے ارزاں ہے''۔

امام ابوالفرج بن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''سلوۃ الاحزان'' میں لکھا ہے کہ ان اہرام میں یہ بات عجیب ہے کہ ہر اہرام کی بلندی چار سو ذراع ہے اور ان کی ساخت سنگ رخام اور سنگ مرمر کی ہے اور ان پتھروں پر یہ عبارت کندہ ہے:۔

''میں نے اس عمارت کو اپنی حسن تدبیر سے بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص قوت کا دعویدار ہے تو اس کو منہدم کر دے کیونکہ انہدام تعمیر سے زیادہ آسان ہے''۔

ابن المنادی کہتے ہیں کہ ہم کو اس عبارت کا یہ مطلب معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دنیا بھر کا خراج مکرر وصول کر کے ان کے

انہدام میں خرچ کرے تو بھی ان کو منہدم نہیں کر سکتا''۔

قرآن پاک کی سورۂ بروج میں جو یہ آیت شریفہ ہے کہ ''قُتِلَ اَصْحٰبُ الاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ وَّھُمْ عَلٰی مَایَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْدٌ '' کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ظلم و ستم کر رہے تھے اس کو دیکھ کر رہے تھے''۔

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث جو کہ صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں منقول ہے مفسرین بیان کرتے ہیں اس حدیث کو حضرت صہیبؓ نے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا اور اس کے یہاں ایک کاہن اور بروایت دیگر ساحر تھا، ایک دن اس نے بادشاہ سے کہا کہ چونکہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھ کو اندیشہ ہے کہ اگر میں مر گیا تو یہ میرا علم تم سے منقطع ہو جائے گا۔ لہٰذا تم میرے لئے کوئی ذہین اور سریع الفہم لڑکا تلاش کرو تا کہ اس کو میں اپنا یہ علم سکھا دوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کی منشاء کے مطابق ایک لڑکا تلاش کرا دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ شاہی ساحر کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے آیا کرے۔ چنانچہ وہ لڑکا حسب الحکم ساحر کے پاس آنے جانے لگا۔ چنانچہ جس راستے سے وہ لڑکا ساحر کے پاس آتا اس راستے میں کسی راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی (معمر کہتے ہیں کہ میرے گمان میں نصاریٰ اس وقت تک دین حق پر قائم تھے۔ یعنی یہ راہب کی ایک خانقاہ بھی تھی چنانچہ لڑکا جب ساحر کے پاس آتا جاتا تو راستہ میں اس راہب کے پاس بھی بیٹھ جاتا اور اس سے بات چیت کرتا۔ چنانچہ اس کو ساحر کے پاس پہنچنے میں کچھ دیر لگ جاتی۔ اس پر ساحر نے لڑکے کے والدین سے کہلا بھیجا کہ تمہارے لڑکے نے میرے پاس آنا بہت کم کر دیا ہے۔ لڑکے نے ساحر کی اس شکایت سے راہب کو بھی مطلع کر دیا۔ چنانچہ راہب نے لڑکے سے کہا کہ جب تجھ کو ساحر سے ڈر لگا کرے تو تم اس سے یہ کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والے دیر سے پہنچنے پر تجھ سے باز پرس کریں تو کہہ دیا کرنا کہ مجھ کو ساحر نے دیر سے چھوڑا ہے۔

چنانچہ لڑکا کچھ دن ایسا ہی کرتا رہا ایک دن وہ چلا آ رہا تھا کہ ایک دابہ عظیمہ (بڑا جانور) نمودار ہوا اور لوگ اس کے ڈر سے راستہ چلنے سے رک گئے۔ لڑکے نے جب یہ نظارہ دیکھا تو دل میں سوچنے لگا کہ آج ساحر اور راہب کا عقدہ کھل جائے گا۔ کہ آیا ساحر سچا ہے یا راہب۔ چنانچہ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر کہ ''یا اللہ! اگر تیرے نزدیک راہب کا عمل ساحر کے عمل سے محبوب ہے تو اس دابہ کو ہلاک کر دے''۔ اس نے مار دیا۔ خدا کی قدرت کہ پتھر لگتے ہی وہ جانور ہلاک ہو گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس لڑکے کو کوئی ایسا علم حاصل ہے جو دوسروں کو نہیں۔ اتفاق سے بادشاہ کا ایک مصاحب نابینا تھا، جب اس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ لڑکے کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اگر تو میری بینائی واپس لا دے تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ مجھ کو انعام کی قطعی حاجت نہیں۔ البتہ میری آپ سے یہ شرط ہے کہ اگر آپ اچھے ہو گئے (یعنی آپ کی بینائی واپس آ گئی) تو کیا اس ذات پاک پر جس کے حکم سے آپ اچھے ہوں گے ایمان لے آئیں گے؟ نابینا نے یہ شرط منظور کر لی اور کہا کہ میں ضرور ایسا کروں گا۔ چنانچہ لڑکے نے اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے دعا مانگی۔ دعا ختم ہوتے ہی نابینا بینا ہو گیا اور اس نے دین حق قبول کر لیا۔

اس کے بعد یہ شخص حسب معمول بادشاہ کی مجلس میں آ کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے اس کو بینا دیکھ کر پوچھا کہ یہ تیری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے جواب دیا کہ میرے رب نے بادشاہ نے حیرت سے پوچھا کہ کیا میرے سوا تیرا اور بھی کوئی رب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔ یہ جواب سن کر بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور اس کے سر پر چلوا کر دو ٹکڑے کرا دیئے۔

امام ترمذیؒ کی روایت کے مطابق یہ دابہ (جس کو لڑکے نے پتھر سے ہلاک کیا تھا) شیر تھا اور جب اس لڑکے نے راہب کو شیر کے ساتھ اپنے اس واقعہ کی اطلاع دی تو راہب نے کہا کہ تیری ایک خاص شان ہے اور تو اس کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا ہوگا مگر خبردار میرا کسی سے کچھ تذکرہ نہ کرنا۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ کو ان تینوں شخصوں کا حال معلوم ہوا تو اس نے ان کو طلب کر لیا اور راہب و نابینا کو آرہ سے چروادیا اور لڑکے کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لیجا کر سر کے بل گرادو۔ چنانچہ بادشاہ کے فرستادگان اس کو پہاڑ پر لے گئے اور جب انہوں نے اس کو گرانے کا قصد کیا تو لڑکے نے یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! تو جس طرح چاہے ان کو میری طرف سے بھگت لے'' چنانچہ یہ کہتے ہی وہ لوگ پہاڑ سے لڑھکنے لگے اور صرف لڑکا باقی رہ گیا۔ اور وہ لڑکا واپس بادشاہ کے پاس پہنچا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ میرے آدمی کہاں گئے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف سے ان کا بھگتان کر دیا۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس لڑکے کو لے جا کر سمندر میں ڈبو دو۔

چنانچہ اس کے آدمیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس کو لے جا کر سمندر میں دھکا دے دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لڑکے کے بجائے ان لوگوں کو ہی ڈبو دیا اور وہ لڑکا پانی پر چلتا ہوا صحیح وسالم باہر نکل آیا۔ اور بادشاہ کے پاس آ کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ لڑکے کو دیکھ کر بہت متحیر ہوا۔ آخر کار لڑکا خود ہی بادشاہ سے مخاطب ہو کر بولا کیا واقعی آپ کا ارادہ میری جان لینے کا ہے؟ بادشاہ نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر لڑکے نے کہا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں مار سکتے۔ البتہ اگر مجھ کو مارنا ہی ہے تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ مجھ کو ایک تختہ سے باندھ کر ایک تیر یہ کہہ مارو ''بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الْغُلَامِ'' مگر مارنے سے پہلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر لینا۔ چنانچہ بادشاہ نے سب لوگوں کو جمع کر کے لڑکے کے ترکش سے ایک تیر نکال کر وہی الفاظ کہہ کر تیر اس کے مارا۔ تیر سیدھا لڑکے کی کنپٹی پر جا لگا اور اس کو ختم کر دیا۔ لڑکے نے اپنا ہاتھ شہید ہوتے وقت اپنی کنپٹی پر رکھ چھوڑا تھا۔ یہ سارا معاملہ دیکھ کر مجمع نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کے مصاحبین نے بادشاہ سے کہا کہ پہلے تو آپ صرف تین ہی شخصوں کے مسلمان ہونے سے گھبرا رہے تھے مگر اب یہ سارا عالم مسلمان ہو گیا اور آپ کے مخالف بھی ہو گیا اب آپ کیا کریں گے؟ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اخدود (خندقیں) کھودی جائیں اور ان میں آگ اور لکڑیاں بھر دی جائیں۔ اس کے بعد ان تمام لوگوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جو شخص بھی اسلام سے منحرف نہ ہوا اس کو آگ میں جھونک دیا گیا۔

امام مسلمؒ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جب خندقیں کھود کر اور ان میں آگ جلا کر اہل اسلام کو اس میں جھونکا جا رہا تھا تو بادشاہ کے فرستادگان ایک عورت کو جس کی گود میں ایک شیر خوار بچہ تھا آگ میں ڈالنے کے لئے لائے۔ چنانچہ وہ عورت بچہ کی وجہ سے کچھ مضمحل سی ہو گئی۔ ماں کی یہ حالت دیکھ کر وہ شیر خوار بچہ بول اٹھا اور کہا کہ اماں جان گھبرایئے نہیں کیونکہ آپ حق پر ہیں۔ ابن قتیبہؒ نے کہا ہے کہ اس بچہ کی عمر صرف سات ماہ کی تھی۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ وہ لڑکا جو شہید کر دیا گیا تھا (جس کو بادشاہ نے ایک تیر کے ذریعہ شہید کیا تھا) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں قبر سے برآمد ہوا تھا اور اس کا ہاتھ بدستور اس کی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا۔

محمدؒ بن اسحاق صاحب سیرت نے لکھا ہے کہ اس لڑکے کا نام عبداللہ بن التامر تھا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں نجران کے کسی شخص نے اپنی کسی ضرورت سے ایک ویرانہ کھودا تو وہاں سے لڑکے کی لاش برآمد ہوئی جو ایک دیوار کے نیچے گڑی ہوئی تھی۔ لڑکے کا ہاتھ تیر لگنے کی

جگہ کنپٹی پر رکھا ہوا تھا اور اس کی انگلی میں ایک انگوٹھی تھی جس پر ''ربی اللّٰہ لکھا ہوا تھا۔ اس واقعہ کی جب حضرت عمرؓ کو بذریعہ تحریر اطلاع دی گئی تو آپ نے لکھ بھیجا کہ لاش کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ لاش کے اپنی اصلی حالت میں قائم رہنے کی تصدیق اس آیت کریمہ میں ہوتی ہے۔ وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا الايه (جولوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو مردہ مت سمجھو'')

اس کے علاوہ آنحضور ﷺ کی اس حدیث سے بھی تصدیق ہوتی ہے اور وہ یہ ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تاكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِياءِ.

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے''۔

یہ حدیث ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے اور ابوجعفر الداودی نے بھی اس کو روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں شہداء علماء اور موذن لوگ بھی شامل ہیں۔ لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کا اضافہ غریبہ ہے لیکن اس کے باوجود ابوداؤدی ثقہ اور معتمد ہیں۔

ابن بشکوال کا قول ہے کہ جس بادشاہ کے عہد میں اخدود النار کا واقعہ ہوا اس کا نام ''یوسف ذوانواس'' تھا اور یہ حمیر اور مضافاتِ حمیر کا حکمران تھا اور نجران اس کا پایہ تخت تھا اور بقول دیگر اس بادشاہ کا نام ''ذرعہ ذونواس'' تھا اور بقول سمرقندی یہ دین یہودی کا معتقد تھا اور یہ واقعہ (اخدود النار) رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ستر سال قبل پیش آیا اور واقعہ میں مذکور راہب کا نام قیتمون تھا۔

حکیم ترمذیؒ نے زیدؒ بن اسلم سے روایت کی ہے:

''جب ابوموسیٰ وابومالک وابوعامرؓ نے اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ ہجرت فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آنے کا قصد کیا تو ان لوگوں کی زادِ راہ ختم ہوگئی انہوں نے اپنا ایک قاصد کھانا لانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب یہ قاصد آپؐ کے قریب پہنچا تو آپ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا ''وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِیْ الْاَرْضِ اِلَّاعَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا '' (یعنی زمین پر کوئی ایسا دابہ نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ ذمہ نہ ہو) یہ آیت سن کر قاصد نے اپنے دل میں سوچا کہ اشعریین اللہ کے نزدیک دواب سے کمتر نہیں ہیں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا واپس ہوگیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آکر کہا کہ خوش ہوجاؤ تمہاری مطلب براری ہوگئی۔ انہوں نے سمجھا کہ قاصد ہمارے حال کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو دے آئے ہیں۔ وہ اسی حالت میں تھے کہ دو آدمی آئے، وہ ایک پیالہ، روٹی اور گوشت سے بھرا ہوا لئے ہوئے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کھانا لے کر جتنا کھایا گیا خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر ایک دوسرے سے بولے کہ بقیہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ انہوں نے بھیج دیا۔ پھر وہ خود بھی آپ ﷺ کی خدمت میں آگئے اور کہا کہ یارسول اللہؐ! جو کھانا آپؐ نے ہمارے پاس بھیجا تھا اس سے زیادہ مزے دار کھانا اور کثیر کھانا ہم نے نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی چیز تمہارے پاس نہیں بھیجی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے اس رفیق کو آپ کی خدمت میں کھانا لانے کے لئے بھیجا تھا۔ جب آپؐ نے قاصد سے اس کی تصدیق چاہی تو انہوں نے اپنے آنے اور واپس جانے کا پورا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کھانا اللہ کا رزق تھا جو اس نے تمہارے لئے بھیجا تھا''۔

ابن السنیؒ نے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے روایت کی ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی دابہ (جانور) کھل کر کسی بیابان میں پہنچ جائے تو اس بیابان میں جا کر اس طرح پکارنا چاہیے ''یاعباداللہ احبسوا'' (یعنی اے اللہ کے بندو روکو) کیونکہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی روکنے والا (فرشتہ) اس کو روک دیتا ہے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے کسی ذی علم شیخ نے بیان کیا ان کا ایک دابہ (غالباً خچر کہیں بھاگ گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہ دعا کی یعنی ''یاعباداللہ احبسوا'' پڑھی۔ چنانچہ وہ جانور بحکم خدا رک گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں ایک مرتبہ کسی قافلہ کے ساتھ میں تھا کہ اتفاقاً ان قافلہ والوں میں سے کسی کا ایک جانور کہیں بھاگ گیا۔ لوگ اس کی تلاش کرتے کرتے تھک گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر وہی دعا پڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور خود بخود اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی واپسی کی سوائے اس دعا کے اور کوئی وجہ نہیں تھی۔

ابن السنی نے امام ابوعبداللہ یونس بن عبید بن دینار مصری تابعی سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے دابہ (جانور) پر سوار ہو جو رکتا نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کے کان میں یہ آیت شریفہ پڑھے:

''اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھاً وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ.''

انشاءاللہ وہ رک جائے گا۔

طبرانی نے معجم الاوسط میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارا کوئی غلام یا کوئی جانور یا کوئی لڑکا بدخلق ہو تو اس کے کان میں یہ آیت پڑھے:

''اَفَغَیْرَ دَیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ.''

باء الموحدہ کے باب میں لفظ بغلہ کے تحت گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خچر کے کان میں قُل اعوذ برب الفلق پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ کیونکہ اس خچر نے آپؐ کے سوار ہونے پر کچھ شوخی کی تھی۔

حنابلہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کسی جانور سے ایسا کام لینا جس کے لئے وہ مخلوق نہیں کیا گیا ہے جائز ہے۔ مثلاً گائے سے بار برداری یا سواری کا کام لینا اونٹ اور گدھے سے کھیتی کا کام لینا اور رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث جو کہ متفق علیہ ہے:

''ایک شخص ایک گائے ہانکے لئے جا رہا تھا، جب اس نے اس پر سوار ہونے کا ارادہ کیا تو وہ بولی کہ ہم سواری کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں''۔

لیکن مراد اس سے یہ ہے کہ گائے کا سب سے بڑا نفع تو دودھ ہے اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ اس سے کوئی دوسرا کام نہ لیا جائے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو دشنام (گالی) دے تو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے۔ جس میں ایک عورت نے اپنی اونٹنی پر لعنت کی تھی اور دوسری دلیل مسلمؒ کی یہ حدیث ہے:

''حضرت ابودرداءؓ سے منقول ہے کہ لعانون (کثرت سے لعنت کرنے والے) قیامت کے دن نہ شفیع ہوں گے اور نہ گواہ ہوں گے''۔

مسئلہ:۔ دابہ کے مالک پر اس کو چارہ چرانا اور اس کو سیراب کرنا واجب ہے کیونکہ اس کی جان کا تحفظ ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں

آیا ہے کہ ایک عورت بلی کے روکنے اور اس کو بھوکا رکھنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی تھی۔ لہٰذا دابہ اس صورت میں عبد (غلام) کے مشابہ ہو گیا۔

اگر جانور کو جنگل میں نہ چرائے تو اس کو گھر پر اتنا چارہ اور پانی دے کہ وہ پیٹ بھرنے کے اور پانی سے سیراب ہونے کے اول مرحلہ میں آ جائے۔ ان کی انتہا مطلوب نہیں۔ اور اگر اس کو جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑا تو اس کو تب تک چھوڑے رکھے تاوقتیکہ وہ پیٹ بھر کر کھالے اور پانی سے سیراب ہو لے۔ لیکن اس کو جنگل میں چھوڑنے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس جنگل میں کوئی درندہ نہ ہو اور پانی موجود ہو۔ اور اگر دونوں صورتیں ہوں یعنی جنگل میں بھی چرانے کے لئے وقت ہو اور گھر پر بھی چارہ موجود ہو تو پھر اختیار ہے کہ چاہے جو صورت اختیار کرے۔ اور اگر جانور کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہوں یعنی جنگل میں چرانا اور گھر پر بھی کھلانا تو پھر دونوں کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

اور اگر جانور پیاسا ہے اور مالک کے پاس تھوڑا پانی ہے اور طہارت کی بھی ضرورت ہے لیکن اگر وہ طہارت حاصل کرتا ہے تو جانور پیاسا رہ جاتا ہے تو اس صورت میں آدمی کو چاہیے کہ وہ پانی جانور کو پلا دے اور خود تیمم کر لے۔

اگر مالک جانور کو چارہ نہ دے تو اس پر چارہ کھلانے کے لئے زور دیا جائے گا کہ یا تو اس کو فروخت کر دے یا چارہ دے۔ کیونکہ ہلاکت سے جانور کا بچانا ضروری ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ جو مصلحت سمجھے وہ کرے اور اگر اس کا کوئی ظاہری مال ہو تو وہ نفقہ میں فروخت کر دیا جائے گا۔ ورنہ بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔

فائدہ:

مستحب ہے کہ جانور پر سوار ہوتے وقت وہ دعا پڑھی جائے جس کو حاکم و ترمذی نے علیؓ ابن ربیعہ سے روایت کی ہے۔ علیؓ ابن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں موجود تھا تو آپ کی سواری کے لئے ایک جانور (دابہ) لایا گیا جب آپ نے رکاب میں پاؤں رکھا تو بسم اللہ کہا۔ پھر جب آپ اس کی پشت پر بیٹھ گئے تو الحمدللہ کہا اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی:۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّالَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّااِلٰی رَبِّنَالَمُنْقَلِبُوْنَ.ا

اس کے بعد تین تین مرتبہ الحمدللہ اور اللہ اکبر کہا اور اخیر میں یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّااَنْتَ.

اس کے بعد آپ ہنسے۔ حاضرین نے پوچھا۔ یا امیر المؤمنین! آپ ہنسے کیوں؟ آپؓ نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے بھی آپؐ سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ بندہ اچھا لگتا ہے جو کہتا ہے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ" اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے "وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ" کیونکہ یہ کہنے سے بندے کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بجز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔

ابوالقاسم طبرانی نے کتاب الدعوات میں عطا سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو اور اللہ کا نام نہ لے (یعنی بسم اللہ نہ پڑھے) تو اس کے پیچھے شیطان سوار ہو جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ گاؤ۔ اگر اس کو گانا اچھی طرح نہیں آتا تو سوار کے دل میں طرح طرح کی آرزوئیں ڈالتا رہتا ہے اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ سوار، سواری سے نہ اترے"۔

اسی کتاب میں حضرت ابوالدرداءؓ سے یہ روایت بھی ہے:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سواری (دابہ) پر سوار ہوتے وقت یہ پڑھ لیا کرے **بسم اللّٰه الذی لا یضر مع اسمه شئی سبحانه لیس له اسمی سبحان الذی سخرلنا هذا وما کنا له مقرنین وانا الی ربنا منقلبون الحمدلله رب العالمین وصلی الله علی سیدنا محمد وعلیه السلام** '' تو دابہ کہتا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ تجھ کو برکت عطا فرمائے تو نے میری پیٹھ کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ تو نے اپنے رب کی فرمانبرداری کی اور اپنی ذات کے لئے بھلائی کی۔ اللہ تعالیٰ تیرے سفر میں برکت عطا فرمائے اور تیری حاجت کو پورا فرمائے''۔

کامل ابن عدی میں ہے:۔

''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کو اڑنے پر مارو پھسلنے پر مت مارو''۔

ابن ابی الدنیا نے محمد بن ادریس سے انہوں نے ابونصر دمشقی سے انہوں نے اسماعیل بن عیاش سے اور انہوں نے عمرو بن قیس ملائی سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص کسی دابہ (جانور) پر سوار ہوتا ہے تو جانور کہتا ہے کہ یا اللہ تو اس کو میرا دوست اور رحم کرنے والا بنا اور جب سوار اس پر لعنت کرنے لگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہم میں سے جو زیادہ نافرمان ہو اس پر لعنت پڑے''۔

مسئلہ:

کسی بھی جانور پر دوسرے شخص کو اپنے پیچھے بٹھا لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس جانور میں دو سواریوں کا بوجھ سنبھالنے کی طاقت ہو اور اگر طاقت نہ ہو تو جائز نہیں۔

صحیحین میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''رسول اللہ ﷺ جس وقت عرفات سے مزدلفہ تشریف لائے تو حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ردیف بنایا۔ پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حضرت فضل بن عباسؓ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور واپسی پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ سوار کیا۔ آپؐ نے ان کو اس خچر پر سوار کیا تھا جس کو عفیر کہا جاتا تھا اور آپ نے عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن عائشہؓ کو تنعیم لے جا کر عمرہ کرالائیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کو کجاوہ پر اپنے پیچھے ردیف بنایا اور نبی علیہ السلام نے جب حضرت صفیہؓ سے خیبر میں نکاح کیا تھا تو اپنے پیچھے ردیف بنایا تھا''۔

جب کبھی مالک دابہ کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھائے تو صدر میں بیٹھنے کا مستحق سواری کا مالک ہے اور ردیف کو پیچھے یا بائیں جانب بٹھانا چاہیے اور یہ اور بات ہے کہ ردیف کے اکرام وغیرہ کی وجہ سے مالک اس کو اپنی رضامندی سے آگے یا دائیں جانب بٹھائے۔

حافظ ابن مندہ کی تحقیق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا (ردیف بنایا) ان کی تعداد ۳۳ ہے۔ لیکن عقبہ ابن عامر جہنی کا ان میں ذکر نہیں ہے اور نہ ہی علماء حدیث و سیر میں سے کسی نے بیان کیا کہ آپ نے ان کو ردیف بنایا ہو۔

''طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جانور پر تین آدمی کے سوار ہونے کو منع فرمایا ہے''۔

زمین کا وہ کیڑا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورۂ سبا میں کیا ہے۔اس سے مراد وہ کیڑا ہے جو لکڑی کو کھاتا ہے اور اس کو گھن کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

''فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ''۔

(جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصاء کو کھاتا تھا''۔

اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنوں کو اپنے لئے ایک محل بنانے کا حکم دیا تھا جب وہ محل تیار ہو گیا تو آپؑ اس میں خفیہ طور پر آرام کرنے کی غرض سے تشریف لے گئے۔لیکن ایک نوجوان شخص وہاں آپ کے پاس پہنچ گیا۔آپ نے اس نوجوان سے پوچھا کہ تم بلا اجازت یہاں کیسے آ گئے؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں اجازت لے کر آیا ہوں۔آپ نے پوچھا کس نے اجازت دی؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ اس محل کا جو مالک ہے اس نے مجھ کو اجازت دی ہے۔اس جواب سے آپ سمجھ گئے کہ یہ ملک الموت ہے اور میری روح قبض کرنے آیا ہے۔چونکہ بیت المقدس کی تعمیر کا کام چل رہا تھا اس لئے آپؑ نے اپنے عصاء پر ٹیک لگائی اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ بیت المقدس کی تعمیر جن وانس سے پورا فرما۔اس کے بعد ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔

جنات یہی سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔چنانچہ جب بیت المقدس بن کر تیار ہو گیا تو آپ کے عصاء میں گھن کا کیڑا پیدا ہو گیا اور اس کیڑے نے آپ کے عصاء کو کھا کھا کر کھوکھلا کر دیا۔لہٰذا وہ ٹوٹ گیا اور ساتھ میں آپ بھی گر پڑے۔اس وقت جنوں کو پتہ چلا کہ آپ کی وفات اس سے بہت پہلے ہو چکی تھی محض لاٹھی کے سہارے آپ کا جسم بلا روح کھڑا تھا۔لہٰذا جن آپس میں پچھتا کر کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم اس ذلت کے عذاب میں کیوں مبتلا رہتے۔یعنی معماری کا کام نہ کرتے۔اس سے پہلے جنات غیب دانی کے مدعی تھے۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ملک الموت نے آپ کو اطلاع دے دی تھی کہ آپ کی موت میں ایک گھڑی باقی ہے۔اس پر آپ نے جنوں کو طلب فرمایا اور ان سے محل تعمیر کرایا۔جب وہ تیار ہو گیا تو آپ لاٹھی (عصا) کے سہارے نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے اور اسی حالت میں آپ کی وفات ہو گئی۔جنوں کا دستور تھا کہ وہ آپ کی محراب کے گرد جمع ہو جاتے مگر کسی کو یہ مجال نہ ہوتی کہ نماز پڑھتے ہوئے وہ آپ کو دیکھ سکتے۔کیونکہ جیسے ہی کوئی جن آپ کی طرف دیکھتا فوراً جل جاتا۔اتفاق سے ایک جن آپ کے پاس سے گزرا تو اس کو آپ کے بولنے یا پڑھنے کی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔وہ چلا گیا اور واپسی پر آپ کو سلام کیا۔مگر سلام کا جواب بھی نہیں سنا تو اس نے غور سے آپ کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ کا جسد بے روح ہے یعنی آپ کی وفات ہو چکی ہے۔چنانچہ آپ کے عصاء کو گھن نے کھا کر کھوکھلا کر دیا اور آپ عصاء کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے گر پڑے۔جنات کو جب اس چیز کا علم ہوا تو وہ آپس میں پچھتاوا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم اس ذلت کے عذاب میں کیوں مبتلا ہوتے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر بوقت وفات ۵۳ سال کی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا عصاء چوب خروب (خروب کی لکڑی) کا تھا۔اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب آپ بیت المقدس میں عبادت فرماتے تو ہر سال آپ کی محراب میں ایک درخت اگتا تھا۔آپ اس سے پوچھتے کہ تیرا نام کیا ہے اور کس چیز کے لئے تو کارآمد ہے۔درخت چوب وجواب دیتا کہ میرا فلاں نام ہے اور میں فلاں کام کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔چنانچہ اگر وہ درخت پھل دار بونے کے قابل ہوتا تو اس کو اکھڑوا دیتے۔چنانچہ ایک دن آپ حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کو ایک درخت اپنے سامنے اگا ہوا دکھائی

دیا۔آپ نے اس سے پوچھا تو کون سا درخت ہے؟اس نے جواب دیا میرا نام خروبہ ہے۔اور میں آپ کا ملک ویران کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔درخت کے اس جواب سے آپ سمجھ گئے کہ اب میرا وقت (وفات) قریب آ گیا ہے۔چنانچہ آپ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس درخت کا عصاء یعنی (لاٹھی) بنوالیا اور ایک سال کے خورد ونوش کا سامان جمع کر لیا۔جنوں کو یہ خیال رہا کہ آپ رات کو کھانا کھاتے ہوں گے لیکن جو اللہ کا حکم تھا وہ ہو کر رہا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام جس جگہ نماز پڑھا کرتے تھے وہاں درخت اگا کرتے تھے۔چنانچہ آپ اس درخت سے سوال کرتے تھے کہ تیرا کیا نام ہے اور تو کس چیز میں کام آتا ہے؟ درخت جواب دیتا کہ میرا فلاں نام ہے اور میں فلاں کام میں کام آتا ہوں۔چنانچہ اگر وہ درخت کسی بیماری کی دوا ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو قلمبند کر لیتے اور اگر وہ کوئی پھلدار درخت ہوتا تو آپ اس کو دوسری جگہ لگوا دیتے۔حسب معمول ایک دن آپؑ نے ایک درخت دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ تیرا نام کیا ہے اور کس چیز کے لئے کارآمد ہے؟ درخت نے جواب میں کہا کہ مجھے خروب کہتے ہیں اور میں اس ملک کو برباد و ہلاک کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔درخت کے اس جواب سے آپ نے اندازہ کر لیا کہ رب کریم سے میری ملاقات کا وقت آ پہنچا۔چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میری موت کو جنات پر مخفی کرنا تا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جنات کو غیب کا علم نہیں ہے اور بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی بدستور چلتا رہا۔حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے سلیمانؑ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری موت کا جنات کو علم نہ ہو تو خروب کے درخت کا ایک عصاء بناؤ اور اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو جاؤ (چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور اسی حالت میں اپنے رب سے جا ملے اور جنات کو جو کام آپ نے سپرد کیا تھا وہ بھی بدستور چلتا رہا۔جنات یہ سمجھتے رہے کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں) جنات کو آپ کی وفات کا علم اس وقت ہوا جب گھن نے اس عصا کو کھالیا جس پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے اور وہ عصاء ٹوٹ گیا اور آپ گر پڑے۔تب جنات پچھتا کر کہنے لگے کہ اگر ہم کو غیب کا علم ہوتا تو ہم کیوں ایک مدت تک اس ذلت کے عذاب کو برداشت کرتے بلکہ جس وقت آپ کی روح قبض کی گئی اسی وقت یہ کام چھوڑ دیتے۔

بیت المقدس کی تعمیر:

سب سے پہلے بیت المقدس کی تعمیر کا کام حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کیا تھا مگر صرف ایک آدمی کے قد کے برابر اس کی بنیادیں اٹھنے پائی تھیں کہ آپ کی وفات ہو گئی۔آپ کے بعد آپ کے بیٹے سلیمان علیہ السلام آپ کے جانشین ہوئے تو آپ کو اس کی تعمیر کی تکمیل کی فکر ہوئی۔چنانچہ آپ نے جنات اور شیاطین کو جمع کیا اور ان کو کام تقسیم کر دیئے۔ہر جماعت کو اس کام کے لئے خاص کیا گیا جس کو وہ اچھی طرح کر سکتے تھے۔چنانچہ جنات اور شیاطین کو سنگ رخام اور سنگ مرمر جمع کرنے کے لئے تعینات کر دیا اور شہر کے بارے میں حکم دیا کہ شہر کو سنگ رخام اور بڑے (چوکور) پتھروں سے تعمیر کیا جائے اور اس میں بارہ آبادیاں رکھی جائیں اور ہر آبادی میں ایک ایک خاندان رہے۔چنانچہ جب شہر تعمیر ہو گیا تو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔چنانچہ اس کام کے لئے بھی شیاطین کی بعض جماعتوں کو، کانوں سے سونا، چاندی اور یاقوت نکالنے کے لئے تعینات کیا اور ایک جماعت کو سمندر سے موتی نکالنے پر مقرر کیا اور ایک جماعت کو سنگ مرمر نکالنے کا حکم دیا۔اس کے بعد ایک جماعت کو مشک و عنبر و دیگر خوشبوؤں کی تمام اشیاء کے حصول کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ جب یہ تمام چیزیں اس قدر جمع ہو گئیں کہ ان کی تعداد صرف اللہ ہی جانتا ہے۔اس کے بعد کاریگروں کو طلب کیا گیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا گیا کہ وہ بلند پتھروں کو تراش کر تختیاں بنائیں، یاقوت اور موتیوں میں سوراخ کریں اور جواہرات درست کریں۔چنانچہ

جب یہ کام مکمل ہوگیا تو مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اس کی دیواریں سفید، زرد اور سبز سنگ مرمر سے بنائی گئیں اور اس کے ستون بلور کے رکھے گئے اور اس کی چھت قیمتی جواہرات کی تختیوں سے پاٹ دی گئی۔ چھتوں، دیواروں اور ستونوں میں مروارید، یاقوت اور دیگر قسم کے یاقوت جڑ دیئے گئے۔ مسجد کے صحن (فرش) میں فیروزہ کی تختیاں نصب کردی گئیں۔ چنانچہ جب یہ مسجد مکمل ہوگئی تو دنیا کی کوئی بھی عمارت اس کی خوبصورتی اور چمک دمک کو نہیں پہنچتی تھی۔ رات کو وہ چودھویں کے چاند کی طرح جگمگاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے علماء بنی اسرائیل کو جمع فرمایا اور ان کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے یہ مسجد خالص اللہ کے لئے تعمیر کرائی ہے اور وہ تعمیر کے دن کو یوم عید بنایا ہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع بنادیا تھا اور ان کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا تھا اور ان کو احکام کا پابند رکھنے کے لئے ان پر ایک فرشتہ مقرر کردیا تھا جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوڑا رہتا تھا۔ لہٰذا جنوں میں سے جو کوئی بھی آپ کے حکم کی نافرمانی کرتا وہ فرشتہ اس کو کوڑے سے مارتا جس سے وہ جل جاتا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبے کا ایک چشمہ پیدا کردیا تھا جو تین دن اور تین رات برابر پانی کی طرح بہتا رہا تھا اور یہ چشمہ ملک یمن میں تھا۔ چنانچہ اس چشمہ سے جتنا تانبا اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے نکالا تھا اسی کی بدولت ہم آج تک تانبے سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

قرب قیامت کی ایک نشانی:

وہ دابہ جو قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں آیا ہے: ''**وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ**''۔ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اس دابہ کا خروج اس وقت ہوگا جب کہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیں گے۔

اس جانور کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ہوں گے اور بدن پر بال بھی ہوں گے اور متعدد جانوروں کے مشابہ ہوگا۔ کوہ صفا پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ دابہ نکلے گا۔ اس دابہ کا خروج جمعہ کی رات کو ہوگا جب کہ تمام لوگ منیٰ میں جانے کے لئے جمع ہوں گے۔

اس کے مخرج کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ پتھر سے نکلے گا اور کوئی کہتا ہے کہ اس کا خروج طائف کی سرزمین سے ہوگا اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کے پاس عصاء موسیٰؑ اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی اور اگر کوئی شخص اس کو پکڑنا چاہے گا تو نہیں پکڑ سکے گا اور اگر کوئی اس سے فرار حاصل کرنا چاہے گا تو یہ بھی ناممکن ہوگا۔ مومن کی پیشانی پر عصاء سے مومن لکھ دیا جائے گا اور کافر کی پیشانی پر مہر لگا کر کافر کا لفظ ثبت کردے گا۔

حاکم نے مستدرک کے اخیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ دنیا میں دابہ (جانور) کا خروج تین مرتبہ ہوگا، اول مرتبہ اقصائے یمن سے نکلے گا جس کا چرچا جنگل میں پھیل جائے گا اور اس کا تذکرہ بستی یعنی مکہ میں کوئی نہ ہوگا۔ ایک زمانہ گزرنے پر دوسری مرتبہ مکہ کے قریب سے نکلے گا جس کا تذکرہ جنگل کے ساتھ ساتھ بستی یعنی مکہ میں بھی ہوگا۔ پھر ایک زمانہ گزر جائے گا تو ایک دن لوگ اس مسجد میں ہوں گے جو عند اللہ باعزت اور محبوب ہے یعنی مسجد حرام میں، تو وہ دابہ ان کے پاس رجوع نہیں

کرے گا مگر اس حالت میں کہ وہ مسجد کے ایک کونے میں رکن اسود اور بنی مخزوم کے دروازے کے درمیان ہوگا جس سے لوگ متفرق ہو جائیں گے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس ٹھہری رہے گی وہ جان لیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے اپنے چہروں سے گرد جھاڑیں گے جس سے ان کے چہرے چمک کر ایسے ہو جائیں گے جیسے چمکتے ہوئے ستارے ہوں، اس کے بعد وہ دابہ زمین پر اس طرح چلے گا کہ نہ کوئی پانے والا اس کو پا سکے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگنے والا بھاگ سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک مرد نماز کے ذریعہ اس سے پناہ مانگتا ہوگا تو یہ اس کے پاس پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اے فلاں تو اب نماز پڑھتا ہے، وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ اس کے چہرہ پر داغ لگا کر چلا جائے گا اور لوگ اپنے شہروں میں ایک دوسرے کی ہم نشینی میں رہیں گے۔ اپنے سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ اور مالوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے مومن کافر سے ممتاز ہوگا۔ چنانچہ کافر کہے گا کہ اے مومن میرا فیصلہ کر اور مومن کہے گا کہ اے کافر میرا فیصلہ کر''۔

سہیلیؒ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھ کو وہ جانور دکھلائیں جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کو زمین سے نکالا تو موسیٰ علیہ السلام نے دہشت ناک منظر دیکھ کر کہا اے پروردگار! اس کو واپس کر دے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے پھر اس کو واپس کر دیا۔

وہ دابہ جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا اس کا نام ''اقصد'' ہے جیسا کہ محمدؒ بن حسن المقری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اس کا خروج اس وقت ہوگا جب کہ خیر منقطع ہو جائے گی اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیں گے اور نہ کوئی منیب ہوگا اور نہ تائب۔

حدیث میں ہے کہ اس جانور کا نکلنا اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا یہ قیامت کی پہلی شرطوں میں سے ہیں لیکن یہ متعین نہیں کہ ان میں سے کس چیز کا پہلے ظہور ہوگا۔ لیکن ظاہر حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ طلوع شمس بعد میں ہوگا اور یہ کہ جو جانور نکلے گا وہ ایک ہوگا۔ لیکن یہ روایت کہ وہ ہر شہر میں نکلے گا۔ اس سے مراد اس کی نوع ہے جو زمین میں پھیلی ہوئی ہے اور وہ ایک نہیں ہے۔ چنانچہ اس تشریح کے مطابق حق تعالیٰ کا ارشاد لفظ دابہ اسم جنس ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ جانور وہ سانپ ہے جو خانہ کعبہ کے اندر تھا جس وقت قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تھا تو عقاب پرندہ نے اس سانپ کو خانہ کعبہ سے اچک کر اٹھالیا اور اس کو لے جا کر حجون کے اندر ڈال دیا تھا اور وہاں کی زمین نے اس سانپ کو نگل لیا تھا۔ چنانچہ یہی جانور قیامت کے قریب صفا کے پاس سے نکلے گا اور لوگوں سے ہم کلام ہوگا۔

قرطبیؒ نے فرمایا ہے کہ قیامت میں نکلنے والا جانور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ''تَخْرُجُ وَلَهَا رُغَاءٌ'' کہ وہ نکلے گا اس کے رغا (بلبلانا) ہوگا اور رغاء اونٹ کے ہی ہوتا ہے۔ یعنی لفظ رغاء (بلبلانا) صرف اونٹ کے لئے خاص ہے۔

امام ذہبی کی میزان میں ہے کہ جابر جعفی کہا کرتا تھا کہ دابۃ الارض حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جابر جعفی شیعہ تھا اور رجعت کا قائل تھا اور اس کا کہنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دنیا میں واپس آئیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ مجھ کو سفیان بن عیینہ نے خبر دی ہے کہ ہم جابر جعفی کے گھر میں تھے۔ اس نے مجھ سے بات کی تو ہم جلدی سے اس اندیشہ کی وجہ سے اس کے گھر سے نکل گئے کہ کہیں مکان کی چھت ہم پر نہ آ گرے۔ علماء کے درمیان اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ اس جانور کی کیفیت اور اس کے حالات کیسے ہوں گے؟ بعض کا قول ہے کہ وہ انسانی خلقت پر ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس میں تمام مخلوق کی صفات جمع ہوں گی۔

مفسرین کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ دابہ کیا کلام کرے گا۔ چنانچہ سدی کا قول ہے کہ وہ دین اسلام کے علاوہ تمام ادیان کو باطل کردے گا اور ایک قول کے مطابق وہ ایک سے کہے گا کہ یہ مومن ہے دوسرے سے کہے گا کافر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا کلام یہ ہوگا: ''اِنَّ النَّاسَ کَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ'' اور وہ عربی زبان میں بات چیت کرے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ وہ دابہ نہیں ہوگا تا آنکہ اس کے سانپ جیسی دم ہو، گویا کہ آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ دابہ انسانی شکل میں نمودار ہوگا۔ لیکن اکثر کا خیال یہ ہے کہ وہ چوپایہ کی شکل میں ہوگا۔

صورت دابہ:

ابن جریجؒ نے ابوزبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دابہ (جانور) کے یہ وصف بیان کئے ہیں کہ اس کا سر بیل کا، آنکھیں خنزیر کی اور کان ہاتھی کے کانوں جیسے ہوں گے اور اس کے سینگ بھی ہوں گے جو بارہ سنگھے کے مشابہ ہوں گے اور اس کا سینہ شیر کی طرح، رنگ چیتے جیسا اور کوکھ بلی جیسی ہوگی اور اس کی دم مینڈھے جیسی اور پاؤں اونٹ جیسے ہوں گے اور ہر جوڑ کے درمیان کا فاصلہ بارہ ہاتھ کا ہوگا۔

> ''حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دابہ اس مسجد سے قریب سے نکلے گا جس کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے۔ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسجد کا طواف کررہے ہوں گے اور مسلمان آپ کے ساتھ ہوں گے تو زمین ان کے نیچے سے متحرک ہوگی اور مسعیٰ کے قریب سے صفا پہاڑ شق ہوکر دابہ اس میں سے نکلے گا۔ سب سے پہلے جو چیز اس کی ظاہر ہوگی وہ اس کا اون و پر والا چمکتا ہوا سر ہوگا۔ نہ تو کوئی تلاش کرنے والا اس کو پاسکے گا اور نہ ہی کوئی بھاگنے والا اس سے محفوظ رہ سکے گا۔ لوگوں پر مومن و کافر ہونے کی علامت لگائے گا۔ مومن کے چہرہ کو ایسا کردے گا جیسا کہ چمکتا ہوا ستارہ اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ مومن لکھ دے گا۔ کافر کے چہرہ پر ایک کالا نکتہ لگا کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دے گا۔''

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے حالت احرام میں اپنے عصا سے صفا پہاڑ کو کھٹکھٹایا اور ارشاد فرمایا کہ یقیناً دابہ میرے اس کھٹکھٹانے کو سن رہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دابہ ابوقبیس کی گھاٹی سے نکلے گا اس کا سر بادل میں ہوگا اور اس کے پیر زمین پر ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ شعب (گھاٹی) اجیاد بہت بری ہے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ ایسا کیوں؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیونکہ اس سے ایک جانور نکلے گا اور وہ تین مرتبہ ایسی چیخ مارے گا کہ اس کو پورب اور پچھم میں ہر شخص سنے گا۔

بعض حضرات نے اس کی ہیئت اور صورت کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا چہرہ آدمی جیسا ہوگا اور باقی تمام جسم پرندے کی مانند ہوگا۔ جو شخص بھی اس کو دیکھے گا یہ اس سے کہے گا کہ ''مکہ والے محمد ﷺ اور قرآن پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

مسئلہ:

اگر کسی آدمی کے لئے دابہ کی وصیت کی گئی تو وصیت کرنے والے کا یہ قول گھوڑے، گدھے اور خچر پر محمول ہوگا۔ کیونکہ دابہ لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو زمین پر چلتی ہو۔ لیکن عرف عام میں یہ لفظ چوپاؤں کے لئے بولا جانے لگا۔ اس لئے وصیت پر عمل عرف کے اعتبار سے ہوگا اور جب ایک شہر میں عرف ثابت ہوگیا تو یہی عرف تمام شہروں میں مانا جائے گا۔ جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ وہ دابہ پر سوار نہیں ہوگا لیکن اگر وہ کسی کافر پر سوار ہوگیا تو وہ حانث نہیں ہوگا۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے کافر کو بھی اپنے کلام میں دابہ کہا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا لیکن اس نے چاول کی روٹی کھالی تو وہ حانث ہوجائے گا۔

ابن سریج نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کو اہل مصر کے عرف پر محمول کیا ہے کہ اگر وہ سواری سے تمام جانور مراد لیتے ہوں تو وہی مراد ہوگا۔ ہاں البتہ اگر اس کا استعمال صرف گھوڑے میں ہی ہوتا ہے تو گھوڑا ہی دیا جائے گا جیسا کہ عراق میں ہے۔

لفظ دابہ کے تحت چھوٹا بڑا مذکر ومونث، اچھا وخراب سبھی داخل ہوں گے۔

اس سلسلہ میں کہ دابہ کی وصیت میں کیسا جانور (گھوڑا، گدھا، خچر) دیا جائے تو متولی کا قول معتبر ہے کہ وہی چیز (گھوڑا، گدھا، خچر) دی جائے گی جس پر سواری ممکن ہو۔

مسئلہ:

سواری پر بغیر کسی ضرورت کے لمبا وقوف (دیر تک ٹھہرنا) اور کسی ضرورت کی وجہ سے بھی نہ اترنا مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے جانوروں کی پشتوں کو منبر بنانے سے بچو۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے وہ اس لئے تمہارے تابع کئے تا کہ وہ تم کو ایسے مقام تک پہنچا دیں جہاں تم بغیر مشقت نفس کے پہنچنے والے نہ تھے اور تمہارے لئے زمین میں مستقر بنایا تو تم ان سے انہی ضرورتوں کو پورا کرو''۔

جانوروں کی پشت پر ضرورت کی وجہ سے ٹھہرنا جائز ہے جب تک کہ ضرورت اس کی مقتضی ہو۔ دلیل مسلم وابوداؤد کی یہ حدیث ہے۔

''حضرت ام حصین احمسیہؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کیا اور میں نے اسامہ وبلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان میں سے ایک آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے اور دوسرا کپڑے کو بلند کر کے آپ کی گرمی سے حفاظت کر رہا ہے یہاں تک کہ آپؐ نے جمرہ عقبہ کی رمی فرمائی''۔

شیخ عزالدینؒ بن عبدالسلام نے فتاویٰ موصلیہ میں لکھا ہے کہ چوپایوں پر سواری کی ممانعت اس وقت کے لئے کی گئی ہے جبکہ سواری کرنے کا کوئی خاص مقصد نہ ہو بلکہ صرف بطور تفریح ہو۔ لیکن اگر مقاصد صحیح ہوں تو ممانعت تو درکنار بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہوگا جیسا کہ عرفات کے میدان میں سواری روک کر اس پر کھڑے رہنا کیونکہ عرفات میں وقوف ہی ہے۔ اس کے علاوہ بعض صورتوں میں واجب ہوگا۔ جیسا کہ محاذ جنگ پر مشرکین کے مقابل اپنی سواریوں پر سوار رہنا۔ اسی طرح ہر اس قتال میں جو واجب ہو سوار(ی) پر سوار رہنا

واجب ہے۔اس کے علاوہ جہاد میں جبکہ دشمنوں کی طرف سے چڑھائی کا اندیشہ ہوتو سواریوں پر سوار ہوکر سرحدوں کی حفاظت میں کھڑے رہنا واجب ہے اوران مسائل کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

ام حصینؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم جب اترے یا سوار ہوتو اس وقفہ میں چھاؤں حاصل کرسکتا ہے اوراس بات کی اکثر اہل علم نے اجازت بھی دی ہے۔لیکن امام مالکؒ واحمدؒ نے ان اوقات میں بھی ممانعت کی ہے اورامام احمدؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک صاحب کو دیکھا جس نے اپنے کجاوے پرایک ایسی لکڑی رکھی تھی جیسا کہ غلیل کا چھتگہ اوراس نے اس لکڑی پر کپڑا ڈال رکھا تھا حالانکہ وہ محرم تھا چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو منع کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم سایہ گیر قطعاً نہیں ہوسکتا اور رہی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی پشت کو منبر نہ بناؤ،تواس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کی پشت کو بغیر کسی ضرورت کے مسکن نہ بناؤ۔

ریاشیؒ کہتے ہیں کہ میں نے احمدؒ بن معزل کو شدید گرمی کے موسم میں دیکھا کہ آپ دھوپ میں کھڑے ہیں،میں نے ان سے کہا کہ اے ابوالفضل اس مسئلہ میں تو اختلاف ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ گنجائش پر عمل کرتے۔ریاشی کہتے ہیں کہ میری بات سن کر احمد بن معزل نے یہ اشعار پڑھے۔

ضَحَّیْتُ لَہٗ اَسْتَظِلُّ بِظِلِّہٖ   اِذَا الظِّلُّ اَضْحٰی فِی الْقِیَامَۃِ قَالِصاً

''دھوپ میں کھڑا ہوں تاکہ قیامت میں سایہ حاصل کروں۔کیونکہ قیامت میں سایہ کا نام ونشان نہ ہوگا''۔

فَوَا اَسَفَا اِنْ سَعْیُکَ بَاطِلاً   وَیَا حَسْرَتَا اِنْ کَانَ حَجُّکَ نَاقِصاً

''افسوس کہ اس کے باوجود کوششیں ناکام ہوجائیں اورکیسی حسرت ہوگی اگر حج ناقص رہ جائے''۔

احمدؒ بن معزل بصرہ کے رہنے والے تھے اور بصرہ کے زاہدوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔یہ مالکی المذہب تھے ان کے بھائی عبدالصمد بن معزل ایک قادرالکلام شاعر تھے۔

الداجن

الداجن: داجن وہ بکری ہے جس کو لوگ پالتے ہیں۔ویسے عربی میں داجن ہراس جانور کو کہتے ہیں جن کو گھروں میں رکھ کر دانہ وچارہ وغیرہ کھلایا جائے۔لہٰذا اس میں سب قسم کے پالتوں جانور خواہ وہ چرندے ہوں یا پرندے،شامل ہیں۔چنانچہ داجن اونٹنی اور گھریلو کبوتروں کو بھی کہا جاتا ہے۔اس کا مونث ''داجنہ'' اور جمع ''دواجن'' آتی ہے۔

اہلِ لغت نے کہا ہے کہ ''دواجن البیوت'' ان پرندوں یا بکری وغیرہ کو کہا جاتا ہے جو مانوس ہوجائیں۔ابن السکیت نے کہا ہے کہ ''شاۃ داجن'' یا ''شاۃ راجن'' وہ بکری ہے جو گھر سے مالوف و مانوس ہوجائے بعض عرب لفظ داجن کو ''ہا'' کے ساتھ بھی ''داجنہ'' بولتے ہیں۔بکری کے علاوہ دوسرے جانوروں پر جیسے شکار کتا وغیرہ پر بھی اس کا اطلاق آتا ہے۔

حدیث میں داجنہ کا تذکرہ:

صحیح مسلمؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ نے ان کو خبر دی،کہ رسول اللہ ﷺ کی بعض

ازواج مطہراتؓ کے پاس ایک بکری تھی اور وہ مرگئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی کھال کیوں نہ نکالی کہ تم اس کو کام میں لے آتے''۔

''سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں، رجم اور رضاعۃ الکبیر کے بارے میں دس آیتیں نازل ہوئی تھیں اور وہ ایک پرچہ پر لکھی ہوئی میرے بستر کے نیچے رکھی تھیں۔ چنانچہ جب آنحضور ﷺ کا وصال ہوا اور ہم آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے تو ایک بکری (داجن) آکر ان کو کھا گئی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ ہمارے یہاں ایک داجن (بکری) تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر میں موجود ہوتے تو وہ بکری بھی بیٹھی رہتی اور جب آپؐ باہر تشریف لے جاتے تو وہ بکری بھی چلی جاتی۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر شخص پر لعنت کرتا ہے جو اپنے دواجن کا مثلہ کرے۔ (اس حدیث میں دواجن سے مراد سب قسم کے جانور ہیں۔

عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ عضباء ناقہ رسول اللہ ﷺ داجن (گھریلو) تھی۔ چنانچہ کسی گھر سے یا حوض سے اس کو نہیں روکا جاتا تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ''فَتَدْخُلُ الدَّاجِنُ فَتَاکُلُ مِنْ عَجِیْنِھَا ''یعنی بکری گھر میں آتی اور آپ کے (حضرت عائشہؓ کے) گوندھے ہوئے آٹے کو کھا جاتی (یہ مقولہ حضرت بریرہؓ خادمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے جب ان سے حضرت صدیقہؓ کے بارے میں تفتیش کی گئی تو حضرت بریرہؓ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تعریف کی اور کہا، لڑکی ہے دنیا کے چھل بل نہیں جانتی، آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہے اور بکری آکر بے خبری میں کھا جاتی ہے۔

تتمہ:

دجین بن ثابت ابوالغصن یربوعی البصری نے اسلم مولی عمرو بن ہشام بن عروۃ ابن الزبیر سے حدیث راویت کی ہے۔ چنانچہ ان کے بارے میں محدثین کرام کا جو خیال ہے وہ یہ ہے:۔

(۱) ابن معینؒ نے کہا ہے کہ ان کی حدیث کسی کام کی نہیں ہے اور ابو حاتمؒ وابوزرعہؒ نے کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث ہیں اور امام نسائیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہیں۔ دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ قوی الحدیث نہیں ہیں۔

(۲) ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابن معین سے روایت پہنچی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دجین جحا کا نام ہے۔ لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ دجین بن ثابت الغصن ہیں جنہوں نے کہ سلمہؒ اور ابن المبارکؒ سے حدیث سنی ہے اور ان سے وکیعؒ نے روایت کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دجین یعنی جحا نے ہم سے بیان کیا کہ ''حدثنی مَوْلٰی لِعُمَرِبْنُ عَبْدالعزیز ''ہم نے یہ سن کر ان سے کہا کہ مولی لعمر بن عبدالعزیز نے نبی ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔ کہنے لگے کہ وہ تو اسلم مولی عمر بن الخطابؓ تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھ کو یہ ڈر ہے کہ کہیں بیان کرنے میں کمی زیادتی نہ کر جاؤں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بالا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے''۔

حمزہ اور میدانی نے امثال میں کہا ہے کہ جحا بنی فزارہ میں ایک شخص تھا اس کی کنیت ابوالغصن تھی۔ یہ شخص نہایت ہی بے وقوف تھا۔

چنانچہ اس کی حماقت کی چند مثالیں یہ ہیں:۔

(۱) موسیٰ بن عیسیٰ الہاشمی کہتے ہیں کہ ایک دن جحا سے پوچھا کہ اے ابا الغصن زمین کیوں کھود رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے یہاں چند درہم گاڑ دیئے تھے ان کو تلاش کر رہا ہوں مگر اب مجھے وہ جگہ یاد نہیں رہی۔ میں نے کہا کہ آپ کو چاہیے تھا کہ گاڑنے کی جگہ پر کوئی نشان لگا دیتے۔ کہنے لگا کہ میں نے نشانی تو بنا دی تھی مگر اب اس نشانی کا بھی پتہ نہیں لگ رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے کیا نشانی بنائی تھی؟ جواب دیا کہ اس وقت ایک بادل کا ٹکڑا اس پر سایہ کئے ہوئے تھے لیکن اب وہ ٹکڑا بھی ندارد ہے۔

(۲) ایک مرتبہ جحا رات کے وقت اپنے گھر سے نکلا۔ اتفاقاً اس کے دروازے کی دہلیز پر کسی مقتول کی لاش پڑی تھی۔ اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس کو لاش دکھائی نہ دی اور وہ اس سے ٹکرا کر گر پڑا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ لاش ہے تو اس نے اس کو اٹھا کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ جب اس کے باپ کو اس کی حرکت کا علم ہوا تو اس نے فوراً لاش کو کنوئیں سے نکلوا کر کہیں دفن کرا دیا اور ایک مینڈھے کا گلہ گھونٹ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ صبح کو مقتول کے گھر والے مقتول کو تلاش کرتے ہوئے کوفہ کی گلیوں میں اور سڑکوں پر پھر رہے تھے۔ جحا کو جب معلوم ہوا تو وہ ان کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کے کنوئیں میں ایک لاش پڑی ہوئی ہے چل کر اس کو دیکھ لو ہو سکتا ہے وہی تمہارا مطلوب عزیز ہو۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے ساتھ چل دیئے اور اس کے گھر پہنچ کر انہوں نے جحا کو ہی کنوئیں میں اتارا تا کہ وہی اس لاش کو نکال کر لائے۔ جحا جب کنوئیں میں اترا تو دیکھا کہ وہاں ایک سینگوں والا مینڈھا پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے کنوئیں کے اندر ہی سے آواز دے کر پوچھا کہ تمہارا عزیز کے سینگ بھی تھے۔ یہ سن کر سب لوگ قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور واپس چلے گئے۔

(۳) ابو مسلم خراسانی صاحب الدعوۃ جب کوفہ پہنچے تو آپ نے اپنے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص جحا کو جانتا ہے۔ چنانچہ حاضرین میں سے ایک شخص جس کا نام یقطین تھا اس نے کہا کہ میں اس کو جانتا ہوں۔ آپ نے یقطین سے کہا کہ اس سے جا کر کہو کہ ابو مسلم تم کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ یقطین گئے اور جحا سے کہا کہ ابو مسلم تم کو بلا رہے ہیں اور یہ کہہ کر واپس آ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ابو مسلم کے پاس سے سب حضرات اٹھ کر چلے گئے اور صرف یقطین اور ابو مسلم بیٹھے رہے۔ اتنے میں جحا ابو مسلم کے پاس پہنچا اور یقطین سے مخاطب ہو کر بولا کہ تم دونوں میں سے ابو مسلم کون ہے؟

لفظ جحا اور نحوی تحقیق:

جحا غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں عدل ہے اور یہ جاع سے معدول ہو کر آیا ہے۔ جیسے عمر، عامر سے معدول ہو کر آیا ہے۔ چنانچہ جب تیر پھینک دیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ جحایجحو جحوا۔

الدارم

الدارم: سیہی کو کہتے ہیں اس کا مفصل بیان باب القاف میں قنفذ کے تحت آئے گا۔

الدباء

(ٹڈی) الدباء (دبا دال مہملہ اور بائے موحدہ بلا تشدید) اڑنے والے سے پہلے والی ٹڈی کو کہتے ہیں یعنی جو ٹڈی اڑنے کے قابل نہ ہوئی ہو اس پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا واحد دباۃ ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

کان خوق قرطها المعقوب علی دبادۃ او علی یسوب

''جیسا کہ ہدہد کہ تیرانداز نے اس کے بازو توڑ دیئے ہوں اور اب وہ راستہ کے بیچوں بیچ پھڑ پھڑا رہا ہو اور اڑنے پر قادر نہ ہو۔

ارض مدبیۃ : زیادہ ٹڈی والی زمین کو کہا جاتا ہے اور مثال میں کہتے ہیں ''اکثر ھم من الدباء ''یعنی وہ ٹڈی سے بھی زیادہ ہیں۔

حدیث میں دبا کا ذکر:۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ اس کے بعد کیسے ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ٹڈی کی مانند جس کا طاقتور کمزور کو کھائے گا۔ قیامت قائم ہونے تک''۔

ٹڈی پر مکمل بحث لفظ جراد کے تحت گزر چکی ہے۔

الدُّب

الدب: خرس، بھالو، ریچھ، یہ ایک مشہور درندہ ہے اس کا مونث دبۃ ہے اور اس کی کنیت ابوجہینہ ہے، ابوالحلاج، ابوسلمۃ، ابوحمید، ابوقتادہ اور ابواللماس ہیں۔ کہا جاتا ہے ''ارض مدبۃ ''یعنی زیادہ ریچھ والی زمیں۔ ریچھ تنہائی پسند ہوتا ہے چنانچہ جب موسم سرما آتا ہے تو یہ اپنی قیام گاہ میں (جس کو یہ نشیبی مقامات میں بناتا ہے) داخل ہو جاتا ہے اور جب تک کہ ہوا میں اعتدال پیدا نہیں ہو جاتا یہ اپنی قیام گاہ سے باہر نہیں آتا۔ چنانچہ اس دوران اس کو بھوک لگتی ہے تو یہ اپنے ہاتھ پاؤں کو چاٹ لیتا ہے جس سے اس کی بھوک رفع ہو جاتی ہے۔ جب موسم ربیع آتا ہے تو یہ اپنی قیام گاہ سے نکلتا ہے اور اس وقت یہ انتہائی فربہ ہو جاتا ہے۔

ریچھ مختلف طبیعتوں کا حامل درندہ ہے کیونکہ اس کی غذا میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو درندے کھاتے ہیں اور وہ چیزیں بھی جو مواشی کھاتے ہیں۔ نیز یہ ان چیزوں کو بھی کھاتا ہے جو انسان کی غذا میں مثلاً پھل اور شہد وغیرہ۔

ریچھ کی فطرت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب موسم وطی آتا ہے تو یہ اپنی مادہ کو لے کر کسی تنہائی کی جگہ پر پہنچ جاتا ہے اور مادہ کو چت لٹا کر جفتی کرتا ہے۔ مادہ جب بچے جنتی ہے تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ محض گوشت کا لوتھڑا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی ان کے جوارح (ہاتھ، پاؤں اور دم وغیرہ) کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ ریچھنی بچوں کو چیونٹیوں کے ڈر سے جا بجا لئے پھرتی ہے اور ان کو چاٹتی رہتی ہے یہاں تک کہ ان کے اعضاء نمودار ہو جاتے ہیں اور وہ سانس لینے لگتے ہیں۔ مادہ کو بچوں کی ولادت کے وقت بہت سختی جھیلنی پڑتی ہے حتیٰ کہ بعض اوقات اس کی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ منہ کی طرف سے بچے جنتی ہے اور ان کا یہ بھی خیال ہے کہ مادہ بچوں کو دیکھنے کے شوق میں جلد ہی ادھورا جن دیتی ہے اور بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ مادہ کو وطی کا شوق حد سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے بچوں کو قبل از وقت جن دیتی ہے۔ چنانچہ بعض دفعہ مادہ فرط شہوت کے سبب انسان کی طلب گار ہوتی ہے۔ (معاملہ اس کے برعکس بھی ہے کیونکہ ریچھ کا نر بعض اوقات عورت سے مباشرت کا خواہاں ہوتا ہے اور یہ امر باور مشاہدہ میں آ چکا ہے۔ از مترجم)

ریچھ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ یہ موسم سرما میں بہت فربہ ہو جاتا ہے اور اس فربہی کی وجہ سے اس کو چلنے میں بار معلوم ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ اس حالت میں جب وہ ایک جگہ بیٹھ جاتا ہے تو جب تک چودہ دن نہیں گزر جاتے وہ اس جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔ اس کے بعد

بتدریج اس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور یہی وقت مادہ کے وضع حمل کا بھی ہوتا ہے۔ جب مادہ بچے جن کر شکستہ حال ہو جاتی ہے تو وہ بچوں کو سامنے رکھ کر جی بہلاتی رہتی ہے اور اگر کوئی خطرہ پیش آتا ہے تو فوراً بچوں کو لے کر کسی درخت پر چڑھ جاتی ہے۔ ریچھ میں قبول تادیب کی عجیب ذہانت ہوتی ہے مگر ساتھ ہی یہ اپنے معلم کی اطاعت بغیر سختی اور ضرب کے نہیں کرتا۔

ریچھ کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ یہ ایک ایسا درندہ ہے جو اپنے ناب (سامنے کے دانتوں) سے غذا حاصل کرتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ناب نہ ہوتے تو یہ حلال ہوتا۔ کیونکہ اباحت ہی اصل ہے اور حرمت کا وجود نہیں ہے۔

فائدہ:

امام ابوالفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء کے اخیر میں لکھا ہے کہ ایک شخص شیر کے خوف سے بھاگ کر ایک کنوئیں میں کود پڑا (غالباً یہ کنواں خشک ہوگا) چنانچہ وہ شیر بھی اس شخص کے تعاقب میں کنوئیں میں کود پڑا۔ ان سے پہلے ایک اور ریچھ بھی اس کنوئیں میں گرا ہوا تھا۔ چنانچہ جب شیر نے ریچھ کو دیکھا تو پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو؟ ریچھ نے جواب دیا کہ مجھ کو تو اس میں گرے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں اور میں بھوک کے مارے مرا جارہا ہوں۔ شیر نے کہا کہ بھوکا مرنے سے کیا فائدہ اس لئے کیوں نہ ہم دونوں مل کر اس انسان سے اپنا پیٹ بھرلیں۔ اس پر ریچھ نے جواب دیا کہ اگر بالفرض آج ہم نے اس انسان سے اپنا پیٹ بھر بھی لیا تو پھر کل کیا ہوگا کیونکہ ہم یہاں سے نکل سکتے نہیں۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ہم اس انسان سے معاہدہ کرلیں اور اس کو یقین دلا دیں کہ ہم اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور پھر اس سے کہیں کہ وہ ہم تینوں کو اس کنوئیں سے خلاصی کی کوئی تدبیر نکالے کیونکہ وہ ہمارے مقابلے میں زیادہ عقلمند اور اہل ہے۔ چنانچہ شیر نے ریچھ کا مشورہ مان لیا اور پھر ان دونوں نے قسمیں کھا کر اس آدمی کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ اس شخص نے کنوئیں کو ٹٹولنا شروع کیا تو اچانک اس کو ایک بڑا سا سوراخ ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ اس شخص نے اس کو چوڑا کرنا شروع کر دیا اور جب وہ چوڑا ہو گیا تو اس میں سے سر نکال کر باہر آ گیا اور پھر شیر و ریچھ کو بھی باہر نکال لیا۔

اس حکایت کا ماحصل یہ ہے کہ عقلمند کو چاہیے کہ وہ اپنے جملہ معاملات میں احتیاط کا پہلو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دے اور اپنی نفسانی خواہشات کا تابع نہ ہو اور خصوصاً جب کہ اس کو یہ بھی علم ہو کہ نفس کی پیروی میں اس کی ہلاکت ہے اس لئے ہر کام کے انجام پر غور کرنے کے بعد احتیاط سے قدم اٹھائے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ ایک شیر نے کسی انسان پر حملہ کرنا چاہا تو وہ انسان خوف سے بھاگ کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اس درخت کی ایک شاخ پر پہلے سے ایک ریچھ بیٹھا ہوا اس کے پھل توڑ توڑ کر کھا رہا تھا۔ شیر نے جب دیکھا کہ آدمی درخت پر چڑھ گیا ہے تو وہ بھی اس درخت کے نیچے آ کر بیٹھ گیا اور اس شخص کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ اس شخص کی نگاہ جب ریچھ پر پڑی تو دیکھا کہ ریچھ اپنی انگلی اپنے منہ کی طرف لے جا کر اشارہ کر رہا ہے کہ شیر کو یہ خبر نہ ہونے پائے کہ میں بھی یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔

اس آدمی کا بیان ہے کہ میں شیر اور ریچھ کے معاملہ میں حیران تھا کہ کس طرح ان دونوں موذیوں سے پیچھا چھڑایا جائے۔ اتفاقاً میری جیب میں ایک چھوٹا سا چاقو پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس کو نکال کر اس سے اس شاخ کو جس پر ریچھ بیٹھا ہوا تھا کاٹنا شروع کر دیا۔ جب کٹتے کٹتے وہ شاخ تھوڑی سی رہ گئی تو ریچھ کے وزن سے خود بخود ٹوٹ گئی اور شاخ کے ساتھ ریچھ بھی زمین پر گر گیا۔ اس کے گرتے ہی شیر ریچھ کی طرف لپکا۔ چنانچہ کچھ دیر دونوں لڑتے رہے اور پھر شیر ریچھ پر غالب آ گیا اور اس کو پھاڑ ڈالا اور کچھ حصہ کھا کر وہاں سے چلا گیا۔

(اس حکایت سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان خطرہ کے وقت اپنے اوسان خطا نہ ہونے دے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جو تدبیر اپنے بچاؤ کی کر سکتا ہو اس سے غافل نہ ہو۔

ضرب الامثال:

گذشتہ صفحات میں گزر چکا کہ اہلِ عرب کہتے ہیں ''احمق من جھبر '' کہ وہ جھبر سے زیادہ احمق ہے (جھبر مونث ریچھ کو کہتے ہیں) ایسے ہی اہلِ عرب کہتے ہیں ''الوطہ من دُب ''یعنی ریچھ سے زیادہ لواطت کرنے والا۔ اور عرب کا یہ قول ''اَلْوَطُ مِنْ رَاھِبٍ ''یعنی راہب سے زیادہ لواطت کرنے والا شاعر کے اس شعر سے لیا گیا ہے۔

وَاَلْوَطُ مِنْ رَاھِبٍ یَدَّعِیْ بَانَّ النِّسَاءَ عَلَیْہِ حَرَامٌ

''اور اس راہب سے زیادہ لوطی جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ عورتیں اس پر حرام ہیں''۔

طبی خواص:

اگر ریچھ کے ناب (سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دو دانت) عورت اپنے دودھ میں ڈال کر بچہ کو پلا دے تو اس کے دانت آسانی سے نکل جائیں گے۔ ریچھ کی چربی کی مالش برص کو ختم کر دیتی ہے۔ اگر ریچھ کی داہنی آنکھ کپڑے میں باندھ کر کسی انسان کے بازو پر باندھ دی جائے تو اس شخص کو درندوں کا خوف نہ ہوگا اور اگر یہی آنکھ کسی دائمی بخار والے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو دائمی بخار جاتا رہے گا۔ ریچھ کا پتہ شہد اور عرق بادیان (سونف) میں حل کر کے اگر آنکھ میں بطور سرمہ لگایا جائے تو آنکھ کی دھند جاتی رہے گی اور اگر اسی دواء کو ''داء الثعلب [1] '' پر ملا جائے تو بال اگرنے لگتے ہیں۔ ریچھ کے پتہ کو دو دانق [2] کے برابر گرم پانی اور شہد میں ملا کر پینے سے بواسیر اور ریح وغیرہ کی بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ اگر ریچھ کے پتہ کو داہنی ران پر باندھ کر انسان وطی کرلے تو جب تک اس کی خواہش ہو وطی کرتا رہے اس کو وطی سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بچہ پر ریچھ کی چربی ملنے سے بچہ ہر برائی سے محفوظ رہے گا۔ ریچھ کی چربی اگر ناسور میں بھر دی جائے تو ناسور بالکل ختم ہو جائے گا اور اگر کسی کتے پر اس کی چربی مل دی جائے تو وہ کتا پاگل ہو جائے گا اور اگر کسی بدخلق بچہ کے گلے میں اس کی کھال کا ٹکڑا پہنا دیا جائے تو اس بچہ کی بدخلقی دور ہو جائے گی اور اگر ریچھ کا خون آنکھ میں لگا دیا جائے تو آنکھ کے پپوٹوں پر بال نکلنا بند ہو جائیں گا اور اگر ان بالوں کو اکھاڑ کر یہ خون پپوٹوں پر سلائی سے لگا دیا جائے تو بال پھر نہ اگیں گے۔ ریچھ کی داہنی آنکھ سکھا کر اس بچہ کے گلے میں ڈال دی جائے جو سوتے میں ڈرتا ہو تو اس کا ڈرنا ختم ہو جائے گا۔

خواب میں تعبیر:

ریچھ کو خواب میں دیکھنا شر، سختی، فتنہ، اور بعض اوقات مکر و فریب کی علامت ہے اور کبھی اس کا خواب میں دیکھنا کسی بھاری جسم کی عورت کی علامت ہے۔ جس کے دیکھنے سے دل میں دہشت پیدا ہو اور اس کا پیشہ گانا بجانا ہو۔ کبھی خواب میں ریچھ دیکھنے کی تعبیر قید اور قید خانہ کی یا کسی ایسے دشمن کی علامت ہے جو مکار، چور اور ساتھ ساتھ مخنث بھی ہو۔ اگر کوئی شخص خود کو ریچھ پر سوار دیکھے تو اس کو ولایت حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ وہ اس کا اہل ہو۔ ورنہ اس سے مراد غم اور خوف ہوگا۔ جس سے بعد میں نجات مل جائے گی اور کبھی اس کی تعبیر سفر کرنے اور پھر گھر واپس آنے سے دیتے ہیں۔

---

[1] داء الثعلب: یہ ایک بیماری کا نام ہے اس میں سر کے بال جھڑنے لگتے ہیں۔ [2] دانق: درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں۔

اَلدَّبْدَبُ

الدبدب: گورخر۔اس کا تفصیلی بیان باب الحاء میں گزر چکا ہے۔

اَلدَّبْرُ

دبر: (دال پر زبر) شہد کی مکھیوں کی جماعت، اور بقول سہیلیؒ دبر بھڑوں کو کہتے ہیں۔اور دبر (دال پر کسرہ) کے ساتھ چھوٹی ٹڈیوں کو کہتے ہیں۔اصمعی نے کہا ہے کہ اس لفظ کا کوئی واحد نہیں آتا۔مگر واحد کے لئے ''خشـــــرمة'' استعمال ہوتا ہے۔اس کی جمع دبور آتی ہے۔چنانچہ لفظ دبر شہد کی مکھیوں کے معنی میں ہذلی شاعر کے مصرعہ ذیل میں عسال کے وصف میں استعمال ہوا ہے۔

ع. اِذَالَسَعَتْهُ الدَّبْرُلَمْ یَرَجُ لَسْعَهَا

ترجمہ: جب شہد کی مکھیاں اس کو یعنی عسال کو کاٹ لیتی ہیں تو ان کے کاٹنے سے وہ ڈرتا نہیں۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس مصرعہ میں ''لم یرج '' لم یخف کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ''نہیں ڈرتا''۔

اوراسی بنا پر قرآن پاک کی ان آیات کی تفسیر میں (۱) فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (۲) مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ '' علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بقول نحاس جملہ اہل تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ ان دونوں آیتوں میں لفظ رجاء خوف کے معنی میں آیا ہے۔

شہد کی مکھیوں کے معنی کے اعتبار سے حضرت عاصم بن ثابت انصاریؓ کو حمــی الدبـر کہا جاتا ہے۔آپ کا قصہ یہ ہوا کہ مشرکین نے جب آپ کو شہید کر دیا تو انہوں نے آپ کی لاش کا مثلہ کرنا چاہا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس ناپاک ارادہ سے آپ کو شہد کی مکھیوں کے ذریعہ بچالیا۔چنانچہ کفار مکھیوں کے ڈر سے آپ کی لاش کو چھوڑ کر چلے گئے اور مسلمانوں نے آپ کو دفن کر دیا۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ نہ میں کسی مشرک کو ہاتھ لگاؤں اور نہ کوئی مشرک مجھے ہاتھ لگائے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد مشرکین سے شہد کی مکھیوں کے ذریعے آپ کی حفاظت فرمائی۔

ایک رافضی کا عبرتناک انجام:

حاکم کی تاریخ نیشاپور کے شروع میں ثمامہ بن عبداللہ کی ایک روایت مذکور ہے جو انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کی ہے ''ثمامہ وہ شخص ہیں جس سے ایک جماعت نے روایت کی ہے''۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم خراسان سے آرہے تھے اور ہمارے ساتھ ایک شخص (غالباً وہ رافضی ہوگا) جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو (نعوذ باللہ) برے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔چنانچہ ہم نے اس کو ہر چند منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔پس ایک دن صبح کے ناشتہ کے بعد وہ شخص قضاء حاجت کے لئے چلا گیا۔ہم نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا لیکن جب کافی دیر ہوگئی اور واپس نہ آیا تو ہم نے اپنا ایک قاصد اس کو بلانے کے لئے بھیجا۔تھوڑی دیر کے بعد وہ قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ ذرا چل کر اپنے رفیق کی خبر تو لو۔یہ سن کر ہم دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک سوراخ پر قضاء حاجت کے لئے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو شہد کی مکھیاں کا پورا ایک چھتہ چمٹا ہوا ہے اور ان مکھیوں نے کاٹ کاٹ کر اس کے بدن کے جوڑ و بند جدا کر دیئے ہیں۔چنانچہ

ہم نے اس کے بدن کی ہڈیاں جمع کیں لیکن مکھیوں نے ہم کو چھوا تک نہیں بلکہ اس کو چمٹی رہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

''البتہ تم چلو گے راستوں پر ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے دست بدست یہاں تک کہ اگر وہ شہد کی مکھیوں کے چھتہ پر بھی پہنچ جائیں تو تم بھی وہیں پہنچو گے''۔

فائق میں مذکور ہے کہ حضرت سکینہؓ بنت حضرت امام حسینؓ جبکہ وہ کمسن تھیں اپنی والدہ ام رباب کے پاس روتی ہوئی آئیں والدہ نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ حضرت سکینہؓ نے کہا کہ مَرَّتْ بِیْ دُبَیْرَۃٌ فَلَسَعَتْنِیْ بَاُبَیْرَۃٌ یعنی میرے پاس سے ایک شہد کی مکھی گزری اور میرے ڈنک مار گئی''۔ اس میں دبیرہ اور ابیرہ بصیغہ تصغیر استعمال ہوئے ہیں۔

الدُبْسِیُ

الدبسی: بفتح الدال وکسر السین وبقول دیگر بضم الدال: یہ ایک قسم کا جنگلی کبوتر ہے جس کا رنگ سیاہ مائل بہ سرخی ہوتا ہے اس کی چند قسمیں ہیں جو مصری، حجازی اور عراقی کہلاتی ہیں۔ جاحظ کہتے ہیں کہ صاحب منطق الطیر کا بیان ہے کہ ''الدبسی'' جنگلی کبوتر، قمری اور فاختہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ جب یہ آواز نکالتا ہے تو اس کو ھدل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور جب گاتا ہے تو تغرید سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ ھدیل کبوتر کا نام ہے۔ ھدیل کا تذکرہ باب الھاء میں آنے والا ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

کھداھد کسر الرماۃ جناحہ   یدعو بقارعۃ الطریق ھدیلا

''تیر اندازوں نے باز و توڑ دیا جس سے اب پھڑ پھڑاہٹ پیدا ہوتی ہے اسی لئے راستے کے غاروں کو ہدیل کہا جاتا ہے۔

حدیث میں دبسی کا تذکرہ:۔

امام احمدؒ طبرانی اور دیگر محدثین نے یحییٰؒ بن عمارہ سے اور انہوں نے اپنے دادا حنشؓ سے روایت کی ہے:

''فرماتے ہیں کہ میں اسواف (سخت اور ریتیلی زمین کے درمیان کا حصہ) میں داخل ہوا بس میں نے دو جنگلی کبوتر پکڑ لئے درانحالیکہ ان کی ماں ان پر پھڑ پھڑا رہی تھی، میں ان کو ذبح کرنا چاہتا تھا، راوی کہتے ہیں میرے پاس ابو حنشؓ آئے اور کھجور کی جڑ لے کر مجھے مارنے لگے اور فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حرام فرما دیا ہے ان تمام جانوروں کو جو مدینہ کے ان دو سنگلاخوں کے درمیان ہو''۔ متیخہ کھجور کے درخت کی جڑ کو کہتے ہیں۔

موطا میں عبداللہؓ ابن ابی بکرؓ سے مروی ہے:

''ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک جنگلی کبوتر اڑا پس آپ کو اچھا لگا اور وہ کبوتر درخت میں اڑتا ہوا نکلنے کا راستہ تلاش کر رہا تھا۔ ابوطلحہؓ کی نگاہ دوران صلوٰۃ ایک لمحہ کے لئے اس پر پڑی۔ پس آپ یہ بھول گئے کتنی نماز پڑھی، ابوطلحہؓ نے نبی کریم ﷺ سے اس فتنہ کا جو ان کو پیش آیا تھا تذکرہ فرمایا اور کہا یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ باغ صدقہ ہے آپ جہاں چاہیں اس کو صرف فرما دیں''۔

عبداللہ ابن ابی بکرؓ سے یہ بھی روایت ہے:۔

''ایک انصاری شخص وادی قف میں اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ موسم فصل کھجور میں جبکہ کھجور کے خوشہ لٹکے ہوئے تھے، پس دیکھا کہ ایک کنٹھے دار جنگلی کبوتر پھلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس اس شخص نے یہ منظر دیکھا جو ان کو اچھا لگا پھر جب

وہ اپنی نماز کی جانب متوجہ ہوا تو بھول گیا کہ کتنی نماز پڑھی ہے، تو اس نے کہا کہ مجھے میرے اس مال نے فتنہ میں مبتلا کر دیا۔ پس حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (آپ اس وقت منصب خلافت پر فائز تھے) اور واقعہ ذکر کیا اور فرمایا یہ باغ صدقہ ہے آپؓ اس کو کار خیر میں لگا دیں۔ حضرت عثمانؓ نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت فرما دیا۔ پس اس باغ کا نام ہی خمسون (۵۰) پڑ گیا''۔

قف مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام ہے:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ آپ کو اپنے مال میں سے کوئی چیز اچھی معلوم ہوتی تھی تو آپ اس چیز کو فی سبیل اللہ خیرات کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے غلام آپ کی اس عادت سے واقف تھے۔ لہٰذا ان غلاموں میں سے اگر کوئی آزاد ہونا چاہتا تو یہ ترکیب کرتا کہ ہر وقت مسجد میں حاضر رہتا۔ آپ اس کی یہ دینداری دیکھ کر اس کو آزاد کر دیتے۔ اس پر آپ کے مصاحبین کہا کرتے تھے کہ یہ لوگ (غلام) آپ کو فریب دیتے ہیں تو آپ جواب میں فرماتے ہیں کہ جو شخص ہم کو اللہ کے معاملہ میں دھوکہ دے تو ہم اس کے دھوکہ میں آجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ابن عامر نے آپ کے ایک غلام کو ۳ ہزار درہم میں خریدنا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہوسکتا ہے یہ دراہم مجھے فتنہ میں ڈال دیں اس لئے میں اس غلام کو (جس کے عوض مجھے ابن عامر ۳ ہزار درہم دینا چاہتا ہے) آزاد کرتا ہوں۔ یہی سبب ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کہا کرتے تھے کہ سوائے حضرت ابن عمرؓ کے ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کو دنیا نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی پوری عمر میں ایک ہزار یا ایک ہزار سے بھی زائد غلاموں کو آزاد کیا۔ آپ کے فضائل و مناقب اس قدر ہیں کہ کوئی ان کو شمار نہیں کر سکتا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مادۂ فکر کو جڑ سے اکھاڑنے اور نماز میں کمی (نماز میں ہوئے قصور کے کفارہ کے طور پر) پوری کرنے کے لئے اس قسم کے کام لیا کرتے تھے (جو اوپر مذکور ہوئے) اور کسی علت کے مادہ کو منقطع کرنے کا صرف یہی علاج ہے اور سوائے اس کے اور کوئی دوا مفید نہیں ہوسکتی۔

دبسی کی خاصیت یہ ہے کہ آج تک یہ کسی کو زمین پر پڑا ہوا نہیں ملا اور جاڑوں اور گرمیوں میں یہ الگ الگ مقام پر رہتا ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آج تک کسی نے اس کا گھونسلہ نہیں دیکھا۔

دبسی کا شرعی حکم:

اس کا کھانا بالاتفاق جائز اور حلال ہے۔ سنن بیہقی میں ابنؒ ابی لیلیٰ عطا سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خضری، قمری، دبسی، عطاء اور چکورا گر ان جانوروں کو محرم قتل کر دے تو ضمان میں بکری واجب ہوگی۔

دبسی جنگلی پرندوں سے زیادہ بہتر ہے

صاحب المنہاج الطب کا قول ہے کہ جنگلی پرندوں میں سب سے افضل دبسی پھر شحرور (ایک کالے رنگ کا خوش آواز پرندہ) کا نمبر ہے۔ اس کے بعد چکور اور درشان کا نمبر ہے اور آخر میں کبوتر کے بچوں کا نمبر ہے۔ دبسی کا گوشت گرم اور خشک ہوتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں اس کی تعبیر وہی ہے جو سمائی بیٹر کی ہے۔ بیٹر کا تذکرہ انشاء اللہ باب السین میں آئے گا۔

الدجاج

(مرغی)الـدجـاج :(دال پر تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں)واحد کے لئے دجاجہ آتا ہے۔مونث اور مذکر دونوں کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔ابن سیدہ کہتے ہیں کہ اس کو دجاجہ آہستہ چلنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔مرغی کی کنیت ام الولید،ام حفصہ،ام جعفر،ام عقبہ،ام احدی وعشرین،ام قوب،ام نافع وغیرہ آتی ہیں۔مرغی جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کے انڈوں میں مادۂ تولید ختم ہو جاتا ہے اور اس کے انڈوں سے بچے نہیں پیدا ہوتے۔

مرغی کی عادت

مرغی کی ایک عجیب وغریب عادت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس سے کوئی درندہ گزرتا ہے تو بالکل نہیں ڈرتی۔البتہ گیدڑ(ابن اویٰ) اگر اس کے پاس سے گزر جائے یا وہ گیدڑ کو آتا ہوا دیکھ لے تو فوراً خود بخود آکر اس کے سامنے گر جاتی ہے خواہ اس وقت وہ کسی مکان کی چھت یا دیوار پر ہی کیوں نہ بیٹھی ہو(ممکن ہے یہ خاصہ ان مرغیوں میں ہو جو دیہات یا جنگلوں میں پلی ہوں،تو شہر میں مرغیوں میں ایسی بات دیکھنے میں نہیں آتی۔البتہ اتنا ہے کہ شہر کی مرغیاں بلی سے بہت زیادہ ڈرتی ہیں اور جب وہ بلی کو دیکھ لیتی ہیں تو کافی شور مچاتی ہیں اور کافی دیر کے بعد ان کو سکون ملتا ہے۔مرغی میں ایک وصف یہ ہے کہ بہت کم سوتی ہے اور اگر سوتی بھی ہے تو بہت جلد جاگ جاتی ہے۔ اس کا سونا اور جاگنا ایسا ہے جیسا کہ سانس کا آنا اور جانا کہتے ہیں۔اس کی قلت نوم کی وجہ اس کو اپنی جان کا ڈر ہے۔اس کے پاس اپنی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ یہ زمین پر نہیں سوتی بلکہ کسی بالا خانے یا دیوار یا لکڑی یا ان جیسی کسی چیز پر بیٹھ جاتی ہے اور جب آفتاب غروب ہو جاتا ہے تو حسب عادات گھبرانا اور ڈرنا شروع کر دیتی ہے۔

مرغی کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو پر وبال لے کر نکلتے ہیں اور نکلتے ہی چلنے پھرنے لگتے ہیں۔ابتداء میں اس کے بچے نہایت مقبول صورت اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔بلانے سے پاس آجاتے ہیں۔لیکن جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں ان کی خوشنمائی کم ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ اس حالت کو پہنچ جاتے ہیں کہ سوائے ذبح کرنے اور انڈے حاصل کرنے کے اور کسی مصرف کے نہیں رہتے۔

مرغی فطرتاً مشترک الطبیعت واقع ہوئی ہے کیونکہ یہ گوشت بھی کھاتی ہے مکھیاں اور روٹی دانہ وغیرہ بھی چگتی ہے۔

انڈے کے اندر بچہ کی جنس معلوم کرنے کا طریقہ:

اگر کوئی شخص یہ جاننا چاہے کہ انڈے میں مرغی ہے یا مرغا تو اس کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ انڈے کو غور سے دیکھا جائے۔اگر انڈہ مستطیل اور محدود اطراف ہے یعنی اس کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہے اور کنارے دبے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغی ہے اور اگر انڈا گول ہے اور اس کے کنارے ابھرے ہوئے ہیں تو اس کے اندر مرغا ہے۔انڈے سے بچے نکالنے کے دو طریقے ہیں۔اول یہ کہ مرغی خود انڈے سیوے۔دوم یہ کہ انڈوں کو کوڑے یا گھاس جیسی چیز میں دبا دیا جائے۔(اگر کبوتروں کے نیچے مرغی کے انڈے رکھ دیئے جاتے ہیں تو بھی بچے نکل آتے ہیں۔اس کے علاوہ آج کل مشین کے ذریعے گرمی پہنچا کر بھی مرغی کے بچے نکالے جاتے ہیں۔

عام طور پر مرغی سال بھر میں دس ماہ انڈے دیتی ہے اور دو ماہ موسم سرما میں نہیں دیتی۔انڈے کی پیدائش دس دن میں مکمل ہو جاتی ہے۔بعض مرغیاں روزانہ دو انڈے بھی دیتی ہیں انڈا جس وقت مرغی کے پیٹ سے نکلتا ہے تو بہت ہی نرم ہوتا ہے۔لیکن نکلنے کے بعد چند

منٹ میں ہی ہوا سے سخت ہوجاتا ہے۔ انڈے کے اندر زردی اور سفیدی ہوتی ہے اور اس سفیدی پر ایک باریک جھلی ہوتی ہے اور اس جھلی پر ایک سخت چھلکا ہوتا ہے سفیدی ایک قسم کی چمک دار رطوبت بمنزلہ منی کے ہوتی ہے۔ زردی ایک نرم بستہ رطوبت کا خلاصہ ہے جو کسی قدرے جمے ہوئے خون سے مشابہ ہوتی ہے۔ اس سے انڈے کے اندر بچے کو غذا پہنچتی ہے جبکہ سفیدی سے بچے کی آنکھ، دماغ اور سر بنتے ہیں۔ باقی ماندہ سفیدی پھیل کر ایک لفافہ کی صورت میں تبدیل ہوکر بچہ کی کھال بن جاتی ہے۔ اسی طرح زردی سکڑ کر اور جھلی بن کر بچہ کی ناف ہوجاتی ہے۔ اس کے ذریعہ بچے کو غذا پہنچتی ہے جیسے کہ جنین (انسانی بچہ) کو شکم مادر میں حیض کے خون سے بذریعہ ناف غذا پہنچتی ہے۔

بعض اوقات ایک انڈے میں دو زردیاں ہوتی ہیں اور اس کے سینے پر دو بچے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ بھی ہوا ہے کہ انڈوں میں سب سے زیادہ لطیفؒ اور غذائیت رکھنے والا وہ انڈہ ہوتا ہے۔ جس میں زردی زیادہ ہوتی ہو اور جو انڈا بغیر مرغ کے (یعنی مرغ کی جفتی کے بغیر) یعنی خاکی پیدا ہوتا ہے اس میں غذائیت بہت کم ہوتی ہے اور ایسے انڈے سے بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ عام قاعدہ کے مطابق بچہ اس انڈے سے نکلتا ہے جو چاند کے گھٹنے کی مدت میں مرغی دیتی ہے۔ اس کے برخلاف جو انڈا چاند کے ہلال ہونے سے بدر ہونے کی (یعنی اوائل ماہ میں دیا گیا انڈا) مدت کے اندر پیدا ہوتا ہے پورے طور پر بھر جاتا ہے اور مرطوب ہوجاتا ہے اس میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔

نر اور مادہ کی شناخت کا طریقہ:

بچہ نکلنے کے دس دن کے بعد یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ نر ہے یا مادہ۔ چنانچہ اس کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ جب بچہ دس دن کا ہوجائے تو بچہ کی چونچ پکڑ کر لٹکایا جائے۔ اگر اس حالت میں وہ حرکت کرتا ہے تو وہ نر (مرغا) ہے اور اگر ساکت رہے تو مادہ۔

حکایات:

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بن مروان کھانے کا بہت حریص تھا۔ چنانچہ اس کے بارے میں عجیب وغریب واقعات منقول ہیں۔ ان میں سے بعض کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) بعض دن وہ صبح کو ناشتہ میں چالیس تلی ہوئی مرغیاں، چالیس انڈے، چوراسی کلیجیاں معہ ان کی چربی کے اور اسی گردے کھاجاتا اور پھر اس کے بعد بھی عام دسترخوان پر بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ بھی کھاتا تھا۔

(۲) ایک مرتبہ خلیفہ اپنے باغ میں گیا اور باغ کے داروغہ کو حکم دیا کہ عمدہ قسم کے ذائقہ دار پھل توڑ کر پیش کئے جائیں۔ چنانچہ داروغہ نے پھل پیش کردیئے تو خلیفہ اور اس کے مصاحب کھانے لگے۔ کچھ دیر کے بعد خلیفہ کے تمام مصاحب کھا کر سیر ہوگئے۔ مگر خلیفہ برابر کھاتا رہا۔ اس کے بعد اس نے ایک تلی ہوئی بکری طلب کی اور تمام کی تمام اکیلا کھا گیا۔ اس کے بعد پھل منگائے اور کھانے شروع کردیئے۔ جب تمام پھل ختم کردیئے تو اس کے سامنے ایک قاب لائی گئی جو اتنی بڑی تھی کہ اس کے اندر ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا۔ اس قاب میں گھی اور ستو وغیرہ بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ پوری قاب بھی خلیفہ نے کھا کر ختم کردی۔ اس کے بعد اٹھا اور دارالخلافہ پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی دسترخوان بچھادیا گیا تو خلیفہ نے یہاں بھی بعض چیزیں کھائیں۔

(۳) ایک مرتبہ خلیفہ حج کرنے گیا اور حج کرنے کے بعد طائف پہنچا وہاں اس نے سات سو انار، مرغی کے چوزے اور ایک ٹوکرا کشمش کا کھایا۔

کہتے ہیں کہ سلیمان کے پاس ایک شخص آیا اور سلیمان کے باغ کی فصل خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور کچھ پیشگی رقم سلیمان کو دی۔ سلیمان باغ کے معائنہ کے لئے گیا اور باغ میں جا کر پھل کھانا شروع کر دیئے یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ پھر فصل خریدنے والے کو بلا کر مزید رقم کا مطالبہ کیا تو اس شخص نے کہا کہ آپ کی مطلوبہ رقم آپ کو باغ میں داخل ہونے سے پہلے مل سکتی تھی اب باغ میں کیا رکھا ہے جو میں مزید رقم دوں۔

کہتے ہیں کہ اس کی موت کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دن اس نے چار سو انڈے اور آٹھ سو دانے انجیر اور چار سو عدد کلچیاں معہ ان کی چربی کے اور بیس عدد مرغیاں کھالی تھیں۔ چنانچہ اس کو ہیضہ ہوگیا اور اسی بیماری میں بمقام مرج دابق اس کا انتقال ہوگیا۔

اگر ہیضہ ہو جائے:

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ جس شخص نے بہت زیادہ کھالیا ہو اور اس کو ہیضہ ہونے کا ڈر ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیرتا رہے اور یہ کلمات پڑھے:۔ **الليلة ليلة عيدى يا كرشى ورضى الله عن سيدى ابى عبدالله القرشى.**

یہ کلمات تین بار پڑھے اور ہر بار پیٹ پر ہاتھ پھیرتا رہے۔ یہ عمل عجیب اور مجرب ہے۔

حدیث میں مرغی کا تذکرہ:۔

ابن ماجہؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:

''نبی کریم ﷺ نے اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب اغنیاء مرغیاں پالنے لگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آبادی کی ہلاکی کا حکم فرماتا ہے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں علی ابن عروہ الدمشقی ہیں اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتے تھے۔

عبداللطیف بغدادی فرماتے ہیں کہ اغنیاء کو بکریاں اور فقراء کو مرغیاں پالنے کا حکم دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کا معاملہ اس کی مقدرت کے مطابق ہے اور اسی کے مطابق اس کی روزی کا معاملہ ہے اور اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ لوگ کسب یعنی کمائی کرنی نہ چھوڑ دیں اور اسباب یعنی تدبیر سے کنارہ کشی نہ کرلیں کیونکہ کسب تعفف یعنی پاکبازی اور قناعت کا سبب ہے اور بسا اوقات اس سے غناء اور ثروت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور کسب کو ترک کر دینا اور اس سے روگردانی کرنا حاجت کا موجب ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر دیتا ہے اور یہ شرعاً مذموم ہے۔ اور قری یعنی آبادیوں کی ہلاکت جو حدیث کے دوسرے جز میں مذکور ہے اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جب اغنیاء مرغیاں پال کر (جو فقراء کا ذریعہ معاش ہے) ان کے مکاسب میں تنگی پیدا کر دیں گے اور فقراء کا کام خود کرنے لگیں گے تو فقراء کے اسباب معیشت معطل ہو کر ان کی ہلاکت کا سبب بن جائیں گے اور فقراء کی ہلاکت بوار یعنی عام ہلاکت ہے جو باعث ہے آبادیوں کی ہلاکت کا۔

امام العلام ابوالفرج بن الجوزی نے کتاب الاذکیاء میں احمد ابن طولون سلطان مصر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ کسی ویران مقام پر اپنے مصاحبین کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک ان کی نگاہ ایک سائل پر پڑی جو میلے کپڑے پہنے ہوئے کھڑا تھا۔ سلطان نے ایک روٹی، ایک تلی ہوئی مرغی اور ایک گوشت کا ٹکڑا اور فالودہ لے کر اپنے ایک غلام کو دیا اور کہا کہ یہ اس سائل کو دے آؤ۔ چنانچہ غلام وہ کھانا

لے کر دے آیا اور کہنے لگا حضور وہ کھانا لے کر کچھ خوش نہیں ہوا۔

یہ سن کر سلطان نے کہا کہ اس کو بلا کر لاؤ۔ چنانچہ غلام اس سائل کو بلا لایا۔ سلطان نے اس سے کچھ سوالات کئے جن کے جوابات اس نے بڑی خوش اسلوبی سے دیئے اور شاہی رعب اور دبدبہ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ سلطان نے اس سے پھر کہا کہ جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ پیش کر دو اور سچ سچ بتاؤ کہ تم کو یہاں کس نے بھیجا ہے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم مخبر ہو۔ یہ کہہ کر سلطان نے سیاط یعنی کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔ چنانچہ کوڑے مارنے والے کو دیکھ کر سائل نے فوراً اعتراف کر لیا کہ وہ ایک مخبر ہے۔

یہ ماجرا دیکھ کر سلطان کے کسی مصاحب نے کہا کہ حضور آپ نے تو جادو کر دیا۔ سلطان نے جواب دیا کہ کوئی جادو نہیں بلکہ قیافہ اور فراست ہے کیونکہ جب میں نے اس کی ظاہری بدحالی دیکھی تو میں نے اس کے پاس ایسا کھانا بھیجا کہ شکم سیر بھی اس کو دیکھ کر خوش ہو جاتا مگر یہ بالکل خوش نہ ہوا اور نہ اس نے اس کو لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس پر میں نے اس کو طلب کر لیا تو اس نے میرے سوالات کے ایسے برجستہ جواب دیئے کہ کوئی شخص ایسی بے باکی سے نہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کی بدحالی اور اس پر ایسی حاضر جوابی دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور یہ شخص سائل نہیں بلکہ مخبر ہے۔

ابن خلکان نے ابوالعباس احمد ابن طولون کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ دیار مصریہ، شامیہ اور اس کے سرحدی ممالک پر حکمران تھا۔ یہ ایک عادل، شجاع، متواضع، خوش خلق، علم دوست اور سخی بادشاہ تھا۔ اس کے دستر خوان پر خواص وعام کھانا کھاتے تھے اور خیرات بہت کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس کے وکیل نے اس سے پوچھا۔ بعض اوقات ایک ایسی عورت مانگنے کے لئے آتی ہے کہ وہ بڑے پائنچے کا پاجامہ اور سونے کی انگشتری پہنے ہوئے ہوتی ہے تو کیا ایسی عورت کو خیرات دوں؟ ابن طولون نے جواب دیا کہ جو کوئی بھی تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اس کو ضرور دو۔ ابن طولون حافظ قرآن تھا اور بہت خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کیا کرتا تھا مگر باوجود ان تمام خوبیوں کے وہ سفاک بھی اول درجے کا تھا۔ اس کی تلوار خون ریزی کے لئے ہر وقت میان سے باہر رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو اس نے قتل کیا اور جو اس کی قید میں مرے ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔ کہتے ہیں کہ طولون کے کوئی فرزند نہیں تھا اس لئے اس نے ابن طولون کو گود لے لیا۔ ابن طولون کی وفات ۲۷۰ء میں ہوئی۔

روایت ہے کہ ابن طولون کی قبر پر کوئی شخص روزانہ قرآن خوانی کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اس شخص کو خواب میں نظر آیا اور کہنے لگا کہ تم میری قبر پر قرآن نہ پڑھا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیوں؟ ابن طولون نے جواب دیا کہ جب کوئی آیت میری طرف سے گزرتی ہے تو میرا سر ٹھونک کر پوچھا جاتا ہے کہ کیا تو نے یہ نہیں سنی تھی یا تجھ تک یہ آیت نہیں پہنچی تھی۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی کرامت:

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ مجھ کو مختلف اور مستند ذرائع سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں اپنے اس لڑکے کو آپ کی جانب بہت زیادہ مائل دیکھتی ہوں۔ لہٰذا میں نے اس کو اللہ کے لئے اپنے حق سے خارج کر دیا اور یہ آج سے آپ کا ہو گیا آپ اس کو قبول فرمالیں۔ چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو قبول فرمالیا اور سلوک وطریقت اور مجاہدہ کا حکم دیا۔ کچھ دن کے بعد اس کی والدہ اس کو دیکھنے کے لئے آئی۔ دیکھا کہ وہ بہت لاغر ہو گیا ہے اور شب بیداری اور شدت بھوک کی وجہ سے اس کا رنگ زرد ہو گیا ہے۔ والدہ کے سامنے ہی اس کے لئے جو کھانا لایا گیا اس میں صرف جو کی ایک روٹی تھی۔

یہ حال دیکھ کر وہ شیخ کی خدمت میں پہنچی اس حال میں کہ آپ کے سامنے ایک برتن رکھا ہوا تھا اور اس میں ایک تلی ہوئی مرغی کی

ہڈیاں جو آپ نے کھائی تھی پڑی ہوئی تھیں۔ یہ دیکھ کر اس لڑکے کی والدہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو مرغی کا تلا ہوا گوشت کھائیں اور میرا نور نظر جو کی معمولی کو روٹی۔ یہ سن کر شیخ کو جلال آیا اور ان ہڈیوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: "**قومی باذن اللّٰہ تعالیٰ الذی یحیی العظام وھی رمیم**" (اے مرغی اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو جو کھوکھلی ہڈیوں کو زندہ کر دیتا ہے) چنانچہ مرغی صحیح وسالم اٹھ کھڑی ہوئی اور کرکرانے لگی۔ پھر شیخ نے عورت کو مخاطب کر کے کہا کہ جب تیرا لڑکا اس مرتبہ کو پہنچ جائے گا تو جو اس کی مرضی ہوگی وہ کھائے گا۔

ایک سبق آموز واقعہ:

مورخ ابن خلکانؒ نے ہشیم بن عدی کے حالات میں لکھا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے ایک تلی ہوئی مرغی رکھی ہوئی تھی۔ اتنے میں اس کے دروازے پر ایک سائل آیا اور کھانے کا سوال کیا۔ مگر صاحب خانہ نے اس کو محروم واپس کر دیا۔ حالانکہ وہ ایک کھاتا پیتا شخص تھا۔ اتفاقاً ان صاحب خانہ کا کاروبار خراب ہو گیا اور اس کے پاس جو کچھ اثاثہ تھا وہ بھی ضائع ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ میاں بیوی میں جدائی ہو گئی اور عورت نے دوسرا نکاح کر لیا۔

ایک دن اس عورت کا دوسرا خاوند گھر میں بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا اور اس کے سامنے دستر خوان پر بھی ایک تلی ہوئی مرغی تھی۔ کھانے کے درمیان میں ہی ایک سائل نے دروازے پر دستک دی۔ صاحب خانہ نے بیوی سے کہا کہ یہ مرغی اٹھا کر سائل کو دے دو۔ چنانچہ عورت نے وہ مرغی اٹھا کر سائل کو دے دی۔ عورت نے جب اس سائل کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سائل اس کا پہلا شوہر ہے۔ اس کے بعد عورت نے اپنے نئے شوہر سے کہا کہ یہ سائل تو میرا پہلا شوہر تھا۔ یہ سن کر اس کے نئے شوہر نے کہا کہ میں بھی تو وہی سائل ہوں جس کو اس نے اپنے دروازے سے محروم واپس کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ناشکری کی وجہ سے اس کا مال اور اس کی بیوی اس سے چھین کر مجھے مرحمت فرما دی۔

حکایت:

ہشیم بن عدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی ناقہ پر سوار ہو کر سفر کر رہا تھا۔ راستہ میں مجھ کو ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس شام ہو گئی۔ میں وہاں اترا اور خیمہ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت خیمہ میں اس کی گھر والی موجود تھی جب کہ اعرابی کہیں گیا ہوا تھا۔ اس نے کہا تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا میں مہمان ہوں۔ اس نے کہا مہمان کا ہمارے یہاں کیا کام؟ اتنا بڑا جنگل پڑا ہے کہیں اور چلے گئے ہوتے۔

اس کے بعد اس عورت نے گیہوں پیسے اور آٹا گوندھ کر روٹی بنائی اور کھانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس کا شوہر آ گیا وہ اپنے ساتھ دودھ لایا تھا اس نے آ کر سلام کیا اور دریافت کیا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا مہمان! یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور خوش آمدید کہا۔ پھر ایک بڑا پیالہ بھر کر مجھ کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ نے یہاں آ کر کچھ نہیں کھایا اور نہ اس عورت نے کھانے کو دیا ہوگا۔ میں نے کہا واللہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ سن کر وہ عورت کے پاس غصہ میں بھرا ہوا پہنچا اور کہا کہ تیرا برا ہو تو نے خود کھانا کھا لیا اور مہمان کو کچھ نہ کھلایا۔ عورت نے کہا کہ میں کیا کروں میں اپنے پیٹ کا ٹکڑا تیرے مہمان کو کھلاتی۔ اس سے دونوں میں سخت کلامی ہونے لگی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے عورت کو مار کر زخمی کر دیا۔ اس کے بعد اس نے چھری اٹھائی اور میری اونٹنی کو ذبح کر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ خدا تجھ کو معاف کرے یہ تم نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میرا مہمان رات کو بھوکا نہیں سو سکتا۔ پھر اس نے لکڑیاں چن کر آگ جلائی اور گوشت پکایا۔ پھر میرے ساتھ بیٹھ کر کھایا اور اپنی عورت کے پاس یہ کہہ کر ڈال دیا کہ خدا تجھ کو رزق نہ دے۔ جب صبح ہوئی تو وہ مجھ کو چھوڑ کر گھر سے نکل گیا۔ میں مغموم بیٹھا رہا۔ جب دوپہر ہو گئی تو وہ گھر لوٹا اس کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت اور

فربہ اونٹنی تھی۔اس نے مجھ سے کہا کہ یہ آپ کی ناقہ کے عوض میں ہے۔پھراس نے باقی ماندہ گوشت اور ماحضر راستہ کے لئے میرے ساتھ کر دیا۔میں نے اس سے رخصت ہو کر اپنی راہ لی۔

اس دن بھی مجھے شام ایک دوسرے اعرابی کے خیمہ کے پاس ہوگئی۔میں سواری سے اترا اور اندر جا کر سلام کیا وہاں بھی عورت موجود تھی۔مرد کہیں باہر گیا ہوا تھا۔چنانچہ عورت نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا مہمان ہوں۔مہمان کا نام سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور مہمان کی آمد پر جو رسمی الفاظ کہے جاتے ہیں اس نے ادا کئے۔اس کے بعد اس عورت نے بھی آٹا پیسا اور گوندھ کر روٹی پکائی اور مسکہ لگا کر میرے سامنے رکھ دی اور ایک پلیٹ میں تلی ہوئی مرغی رکھ کر میرے سامنے رکھ دی۔پھر اس نے مجھے کھانے کو کہتے ہوئے کہا کہ آپ ہمیں معذور سمجھئے کہ ہم آپ کی شایان شان خاطر مدارت نہیں کر سکے۔تھوڑی دیر کے بعد ایک بدشکل اعرابی آیا اور آ کر مجھے سلام کیا اور معلوم کیا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ مہمان ہوں۔یہ سن کر اس نے ترش روئی سے کہا کہ مہمان کا یہاں کیا کام؟ اس کے بعد وہ اندر ہو گیا اور عورت سے کھانا طلب کیا۔عورت نے جواب دیا کہ کھانا تو میں مہمان کو کھلا چکی ہوں۔یہ سن کر اس کے شوہر نے کہا کہ میرا کھانا تیرا مہمان کھائے اور میں بھوکا رہوں۔اس پر بات بڑھ گئی اور مار پیٹ ہونے لگی۔

ہشیم کہتے ہیں یہ منظر دیکھ کر میں کھل کھلا کر ہنسنے لگا۔ہنسی کی آواز اندر بھی پہنچی۔آواز سن کر اعرابی باہر آیا اور مجھ سے ہنسی کا سبب دریافت کرنے لگا۔میں نے اس کو پچھلے اعرابی اور اس کی بیوی کا قصہ سنایا۔یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ یہ میری بیوی اس اعرابی کی بہن ہے جس کے یہاں آپ رہ آئے ہیں اور اس کی عورت جس سے آپ کو ناگواری ہوئی تھی وہ میری بہن ہے۔ہشیم کہتے ہیں کہ یہ رات میں نے حیرانی سے گزاری اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل دیا۔

مرغی کا شرعی حکم:

مرغی حلال اور طیب ہے جیسا کہ شیخین سے مروی ہے۔نیز ترمذیؒ اور نسائی سے بھی مروی ہے۔

"زید بن مضرب الجرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے کھانے کے لئے دسترخوان لگایا جس پر مرغی کا گوشت بھی موجود تھا۔پس قبیلہ بنی تیم اللہ کا ایک مرد آیا جس کو آپ نے اپنے دسترخوان پر مدعو کیا۔پس وہ کترانے کی کوشش کرنے لگا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلاخوف وخطر آجایئے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرغی کا گوشت تناول فرماتے تھے"۔

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے"۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس آنے والے مرد کے تامل وتردد کرنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ عام طور پر مرغیاں گندی جگہوں میں پھرتی ہیں یا پھر مرغی کے سلسلہ میں اس کو حکم معلوم نہ ہوگا۔اسی بناء پر اس کو تردد لاحق ہوا کہ آیا اس کا گوشت حلال ہے یا حرام۔کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے گوشت اور اس کے دودھ اور اس کے انڈے سے منع فرمایا۔جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جو کہ گندگی استعمال کرتا ہے اور ناپاک جگہوں میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مرغی کے کھانے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اس کو چند دن محبوس کیا جائے۔پھر اس کے بعد اس مرغی کو استعمال میں لایا جائے۔

مسائل:

(۱) فتاویٰ قاضی حسین میں منقول ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر تو نے ان مرغیوں کو فروخت نہ کیا تو تو مطلقہ ہے۔

اب اگر عورت ان مرغیوں میں سے کسی ایک مرغی کو ذبح کر دے تو اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ ہاں اگر معمولی سا زخم لگا کر فروخت کر دے تو طلاق نہیں ہوگی اور اگر اتنا شدید زخم لگا دے کہ حلال کرنے کی گنجائش نہ رہے تو قسم پوری نہیں ہوگی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲) ایسی مرغی جس کے پیٹ میں انڈے ہوں اس کو انڈوں کے بدلے میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح سے ایسی بکری کی بیع جس کے تھنوں میں دودھ ہو اس کو دودھ کے بدلہ میں فروخت کرنا جائز نہیں۔

(۳) مردہ پرندے کے پیٹ میں پائے جانے والے انڈوں کے بارے میں فقہاء کے تین مذہب میں پہلا مذہب جس کو الماوردی، رویانی اور ابوالقطان، ابوالفیاض وغیرہ نے نقل کیا ہے، یہ ہے کہ اگر وہ انڈا سخت ہو تو پاک ہے ورنہ ناپاک۔ دوسرا مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے کہ وہ مطلقاً پاک ہے اس لئے کہ وہ پیٹ سے جدا ہے۔ لہٰذا مشابہ ہوگا بچہ کے۔ تیسرا مسلک یہ ہے کہ وہ انڈا مطلقاً ناپاک ہے۔ امام مالکؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ بطن سے خارج ہونے سے قبل وہ انڈا پیٹ کا ایک جز ہے یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔

صاحب حاوی نے فرماتے ہیں کہ اگر مرغی کے انڈے کو کسی پرندے کے نیچے رکھا جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ بچہ پاک ہوگا بالاجماع۔ جس طرح تمام حیوانات کے بچے طاہر و پاک ہوتے ہیں۔ نیز اس مسئلہ میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیضہ کا ظاہری حصہ ناپاک ہوتا ہے اور وہ انڈا جو زندہ مرغی کے پیٹ سے نکلے اس کا بھی ظاہری حصہ نجس ہے تو کیا اس کی نجاست کا حکم دیا جائے گا۔ اس پر ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت طاہر ہے یا نجس ہے؟ بعض نے نجس اور بعض نے طاہر کہا ہے۔ الماوردیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نیا اپنی بعض کتابوں میں اس کے پاک ہونے کی تصریح کی ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ شرمگاہ کی رطوبت مطلقاً پاک ہے خواہ وہ چوپائے کی ہو یا عورت کی، یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ بچہ کو پیدا ہونے کے بعد غسل دینا ضروری نہیں ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب باب الآنیة کے آخر میں تحریر کیا ہے اگر برتن میں رطوبت گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ علت ہو کہ وہ رطوبت قلیل ہوتی ہے جو معفوعنہ کے درجہ میں ہوتی ہے اور رہی وہ تری جو بچہ کے اوپر لگی ہوئی ہوتی ہے تو وہ نجس ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں اور امام رافعیؒ نے شرح صغیر میں ذکر کیا ہے اور وہ رطوبت جو شرمگاہ کی اندرونی حصہ سے نکلتی ہے وہ نجس ہے جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا ہے۔ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت اور مرد کی شرمگاہ کی اندرونی رطوبت میں یہ فرق ہے کہ مرد کی اندرونی رطوبت چکنی ہوتی ہے اس لئے وہ بدن کی رطوبت سے مخلوط نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس کو اس حکم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ عورت کی شرمگاہ کی رطوبت مذی اور پسینہ کے درمیان کی سفید پانی کی طرح ہوتی ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے اپنی کتاب شرح مہذب میں اس کی تعریف بیان کی ہے۔ گندگیوں میں پھرنے والی مرغیوں کے سلسلہ میں مفصل کلام جلالہ کے بیان میں آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بولتے ہیں: اعطف من ام احدیٰ وعشرون کہ فلاں آدم اُمِ اِحدیٰ وعشرون سے یعنی مرغی سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

مرغی کے طبی خواص:

مرغی کا گوشت معتدل اور عمدہ ہوتا ہے۔ نوجوان مرغی کا گوشت عقل میں اور منی میں اضافہ کرتا ہے اور آواز کو صاف کرتا ہے لیکن معدے کے لئے قدرے مضر ہے۔ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے مضر ہے جو ریاضت کے عادی ہیں۔ اس مضرت کا دفعیہ اس طرح

ہوسکتا ہے کہ اس کو کھانے کے بعد کچھ شہد کا شربت پی لیا جائے۔اس سے غذا میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے جو معتدل مزاج والوں کو موافق ہے۔نوجوان لوگوں کے لئے اس کا گوشت موسم ربیع میں موافق ہوتا ہے مرغی کا گوشت نہ اتنا گرم ہے کہ جس سے صفراء میں اضافہ ہو اور نہ اتنا ٹھنڈا ہے بلغم پیدا کرے بلکہ معتدل ہوتا ہے۔علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حیرت ہے کہ عوام اور اطباء کیسے اس بات پر متفق ہو گئے کہ مرغی کا گوشت نقرس پیدا کرتا ہے۔لوگ ایسی بات صرف بغیر تجربہ کے کہہ دیتے ہیں حالانکہ اس سے انسان کا رنگ نکھرتا ہے اور اس کا کھانا دماغ اور عقل میں زیادتی پیدا کرتا ہے۔اصل میں یہ آسودہ حال لوگوں کی غذا ہے بالخصوص جبکہ انڈے دینے سے پہلے کھالی جائے۔

مرغی کے انڈے گرم اور مائل بہ رطوبت و یبس ہیں۔لیکن بیاروق کا قول ہے کہ مرغی کا انڈا سرد تر ہے اور اس کی زردی جگر کے لئے بہت گرم ہے مگر قوت باہ کو بہت نافع ہے۔اگر مرغی کے انڈے کا استعمال روزانہ بلاناغہ کیا جائے تو چہرے پر داغ پیدا کرتا ہے نیز انڈا دیر سے ہضم ہوتا ہے اس لئے اس کی اس مضرت سے بچنے کے لئے صرف زردی استعمال کی جائے۔سب سے اچھا انڈا مرغی اور تیتر کا ہوتا ہے۔بشرطیکہ تازہ اور نیم برشت ہو۔سخت انڈا تخمہ یا بخار پیدا کر دیتا ہے۔انڈا اگر ہضم ہو جائے تو بہت غذائیت دیتا ہے۔اگر انڈے کو سرکہ کے ساتھ ملا کر کھایا جائے تو شکم میں بستگی پیدا کرتا ہے۔سادہ انڈا معدہ اور مثانہ کی حرارت اور نفث الدم کو فائدہ دیتا ہے۔سب سے زیادہ فائدہ دینے والا انڈا ابالا ہوا ہوتا ہے جس کو سو مرتبہ ابال دے کر نکال لیا جائے۔

علامہ قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ اگر مرغی کو دس عدد پیاز ڈال کر پکایا جائے اور اس میں ایک مٹھی چھلے ہوئے تل ڈال دیئے جائیں اور پھر اس کو اس قدر پکایا جائے کہ پتیلی چھن چھن بولنے لگے۔پھر اس کو کھایا جائے اور اس کا شوربہ پیا جائے تو اس سے باہ میں بہت زیادہ ترقی ہو جائے گی اور شہوت میں اضافہ ہوگا۔قزوینیؒ مزید لکھتے ہیں کہ مرغی کی آنتوں میں ایک پتھری ہوتی ہے۔اگر اس پتھری کو مرگی والے مریض کے بدن پر ملا جائے اور پھر گلے میں پہنا دی جائے تو مرگی کو بہت فائدہ ہوگا اور اگر تندرست آدمی کے گلے میں پہنا دی جائے تو قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہوگا اور نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر اس پتھری کو کسی بچہ کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے۔تو وہ سوتے وقت نہیں ڈرے گا اور اگر کالی مرغی کی بیٹ کسی کے دروازے میں مل دی جائے تو مکان والے آپس میں لڑنے لگیں گے۔اگر سیاہ مرغی کا پتا عضو تناسل پر مل کر کسی عورت سے صحبت کی جائے تو وہ سوائے اس کے کسی دوسرے مرد کو قبول نہ کرے۔

اگر سیاہ مرغی کا سر کسی نئے برتن میں رکھ کر کسی ایسے مرد کے پلنگ کے نیچے دفن کر دیا جائے جو اپنی عورت سے لڑتا ہو تو وہ اس سے فوراً صلح کرے گا۔اگر کوئی مرد سیاہ مرغی کی چکنائی (چربی) بقدر چار درہم اپنے پاس رکھے تو باہ میں ہیجان پیدا ہوگا۔

اگر بالکل سیاہ مرغی کی اور سیاہ بلی کی دونوں آنکھیں سکھا کر پیس لی جائیں اور پھر ان کو بطور سرمہ آنکھ میں لگایا جائے تو لگانے والا شخص روحانیوں کو دیکھنے لگے گا اور ان سے جو بات پوچھے گا وہ اس کو بتائیں گے۔ابن وحشیہ لکھتے ہیں کہ اگر سانپ کے کاٹے ہوئے پر مرغی کا مغز رکھ دیا جائے تو زہر ختم ہو جاتا ہے۔(واللہ اعلم)

عملیات:۔

(۱) اگر کسی کی قوت مردمی باندھ دی گئی ہو:

جس شخص کی شہوت بند کر دی گئی ہو یا خود بخود ہو گئی ہو اس کے لئے مندرجہ ذیل عمل مفید ہے۔عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات کو تلوار کی دونوں طرف لکھ کر تلوار سے ایک سیاہ مرغی کا ابلا ہوا اور صاف انڈا برابر دو حصوں میں کاٹا جائے اور پھر ایک حصہ بیوی کو کھلائے اور ایک خود کھالے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔کلمات یہ ہیں:۔

بکھم لا لاوم ماما لا لالا ٥٥٥

(۲)دوسرا عمل:

آیت ذیل کوایک کاغذ پرلکھ کرمرد کے گلے میں بطورتعویذ ڈال دیا جائے۔آیت یہ ہے۔

"ففتحنا ابواب السماء بماء منهمرو فجرناالارض عيونا فالتقى الماء على امرقد قدرو حملناه على ذات الواح ودسر تجرى باعيننا جزاء لمن كان كفر.

(۳)یہ عمل مجرب ہے:

سورۂ فاتحہ،سورہ اخلاص ومعوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، ويسئلونك عن الجبال فقل ينسفها ربى نسفًا فيذرها قاعا صفصفالاترى فيها عوجا ولا امتااولم يرالذين كفروا ان السمٰوات والارض كانتا رتقاً ففتقنا هما وجعلنا من الماء كل شئى حيى افلا يومنون وننزل من القرأن ما هو شفاء ورحمة للمومنين. فلما تجلى ربه للجبل جعله دكاوخر موسىٰ صعقا. مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لايبغيان. فقلنا اضرب بعصاك البحرفانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم. وهوالذى خلق من الماء بشرًافجعله نسباوصهراو كان ربك قديرا. وعنت الوجوه للحى القيوم وقد خاب من حمل ظلما ومن يتوكل على الله فهو حسبه ان الله بالغ امره قد جعل الله لكل شئى قدرا.

مذکورۂ بالاسورتوں اورآیتوں کوکاغذ پرلکھ کرآخر میں مرداورعورت کے نام لکھے جائیں اوردرج ذیل دعا پڑھ کر لکھے ہوئے کاغذ پردم کرکے یہ تعویذ مرد کے گلے میں ڈال دیں۔دعا کے کلمات یہ ہیں:

اللهم انى اسألك ان تجتمع بين فلان بن فلانة. (یہاں مرداوراس کی ماں کانام لے) وبين فلانة بنتَ فلانة (یہاں عورت اوراس کی ماں کانام لے) بحق هذه الاسماء والايات انك علىٰ كل شئيٍ قدير. باهياشراهيااصباوت آل شدى ولاحول ولاقوة الابالله العلى العظيم فى فى فى فى (تم وكمل)۔

تعبیر:

مرغیوں کوخواب میں دیکھناذلیل وخوارعورتوں کی طرف اشارہ ہےاوراس کے بچوں سے اولادزنا مراد ہیں۔بعض اوقات مرغی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر بہت زیادہ اولادوالی عورت سے دیتے ہیں۔مریض کوخواب میں مرغی کانظرآنا صحت کی علامت ہےاورکبھی مصائب اورغم سے نجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔کبھی مرغی کوخواب میں دیکھنےکی تعبیر حسین مگر بے وقوف عورت سے دی جاتی ہے۔اگر کوئی خواب میں یہ دیکھے کہ مرغیوں کوادھرسےادھر بھگایا جارہا ہےتواس سے مرادقیدی ہوتے ہیں۔

اگرکوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ اس کے گھر میں مرغا کراہ رہا ہےتو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ فاجروفاسق ہے۔مرغ کے پر کی تعبیر مال سے دی جاتی ہےاورمرغی کے انڈوں کی تعبیر عورتوں سے دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول كانهم بيض مكنون میں عورتوں کوانڈوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔اگرکوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ کچاانڈاکھارہا ہےتواس کی تعبیرحرام مال سے کی جاتی ہے۔اگر حاملہ عورت خواب میں یہ دیکھے کہ اس کوصاف کیا ہواانڈادیا گیا ہےتواس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکی پیدا ہوگی۔اگرکوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ وہ انڈاچھیل کرسفیدی کھارہا ہےاورزردی کو پھینک رہا ہےتواس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کفن چور ہے۔جیسا کہ امام المعبرین محمدؒ بن

سیرین سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں انڈا چھیل رہا ہوں اور زردی پھینک کر سفیدی کھا رہا ہوں۔ تو محمدؒ بن سیرین نے فرمایا کہ تو کفن چور ہے۔ جب لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کی تو آپ نے فرمایا کہ انڈا قبر ہے اور زردی جسم ہے اور سفید بمنزلہ کفن کے ہے بس یہ مردہ کو پھینک دیتا ہے اور کفن کی قیمت استعمال کرتا ہے۔ سفیدی سے کفن مراد ہے۔

روایت ہے کہ کسی عورت نے محمدؒ بن سیرین کے سامنے اپنا یہ خواب ذکر کیا کہ وہ لکڑیوں کے نیچے انڈے رکھ رہی ہے اور پھر ان انڈوں سے بچے نکل آئے ہیں۔ محمدؒ بن سیرین نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ کم بخت اللہ سے ڈر! تو ایسے فعل میں مبتلا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے (یعنی زنا) اس پر ہم نشینوں نے عرض کیا کہ آپ اس عورت پر تہمت لگا رہے ہیں۔ آپ نے یہ تعبیر کیسے لی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کے قول كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ سے، اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو بیض سے تشبیہ دی ہے۔ ایک دوسری جگہ منافقین کو خشب سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا ہے كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَة چنانچہ انڈوں سے مراد عورتیں اور خشب سے مراد مفسدین اور بچوں سے مراد اولاد زنا ہیں۔ واللہ اعلم۔

الدجاجة الجشية

(چینی مرغی) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محرم کے لئے دجاجہ جشیہ کا شکار حرام ہے اس لئے کہ اصل میں یہ وحشی ہے مگر بعض اوقات مانوس ہو جاتی ہے۔

قاضی حسینؒ کہتے ہیں کہ دجاجہ جشیہ تیتر کے مانند ہوتی ہے اور اہل عراق اس کو دجاجة السندية کہتے ہیں۔ اگر محرم اس کو ہلاک کر دی تو ضمان دینا پڑے گا۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک اس میں ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ آبادی سے مانوس ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہر اس جانور میں ضمان واجب ہے جو اصلاً وحشی ہو اور اتفاقاً مانوس ہو جائے۔ امام مالکؒ کا مسلک اس کے خلاف ہے۔ یہ جانور پالتو مرغی کے مشابہ ہوتا ہے اور اکثر ساحلی علاقوں میں رہتا ہے۔ بلاد مغرب میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس کے بچے بھی پالتو مرغیوں کے بچوں کی طرح انڈوں سے نکلتے ہی دانہ وغیرہ چگنے لگتے ہیں۔ اس پر مزید بحث انشاء اللہ باب الغین میں لفظ ''غرغر کے تحت آئے گی۔

الدج

(جنگلی کبوتر کے برابر ایک بحری پرندہ) الدج: اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور یہ اسکندریہ اور اس جیسے ساحلی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن سیدہ کا قول ہے۔

الدحرج

(ایک چھوٹا سا دابہ)

الدخاس

الدخاس [1]: (نحاس کے وزن پر) یہ ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے جو مٹی میں غائب ہو جاتا ہے۔اس کی جمع دخاسیس آتی ہے۔

الدُخس

(ایک بحری جانور) الدخس [2]: (دال کے ضمہ اور خا کی تشدید کے ساتھ) اس کو دلفین بھی کہتے ہیں جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔لیکن جوہری نے کہا ہے کہ اس کو صرد بھی کہتے ہیں۔یہ جانور سمندر میں ڈوبنے والوں کو اپنی پشت سے سہارا دے کر تیرنے میں ان کو مدد دیتا ہے۔

الدخّل

(خاکستری رنگ کا چھوٹا پرندہ) الدخل: (خاء کے تشدید کے ساتھ) یہ پرندہ درختوں پر رہتا ہے۔خاص طور سے کھجور کے درخت پر رہتا ہے۔اس کی جمع دخاخیل آتی ہے۔

الدراج

(تیتر) الدراج: دال کے ضمہ اور را کے فتحہ کے ساتھ) اس کی کنیت ابو حجاج، ابو خطار اور ابو ختنہ ہیں۔یہ ایک مبارک پرندہ ہے جو بچے بہت دیتا ہے۔یہ پرندہ موسم ربیع (بہار) کی بشارت دینے والا ہے۔یہ اپنی بولی میں کہتا ہے" بالشکر تدوم النعم "یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے سے نعمتوں میں دوام آتا ہے۔یہ الفاظ مقطع عبارت میں اس کی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔صاف اور شمالی ہوا تیتر کے من کو بھاتی ہے لیکن جنوبی ہوا سے یہ بدحال ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اڑان سے بھی لاچار ہو جاتا ہے۔تیتر کے پر اندر سے سیاہ اور باہر کی طرف ان میں قطاء کی مانند پیلا پن ہوتا ہے مگر قطاء سے اس کا گوشت عمدہ اور پاکیزہ ہوتا ہے۔

لفظ دراج نر تیتر اور مادہ دونوں کے لئے آتا ہے۔جب حیقطان بولتے ہیں تو اس سے خاص طور پر نر تیتر مراد ہوتا ہے۔جس زمین میں کثرت سے تیتر رہتے ہوں اس کو ارض مدرجۃ (تیتر والی زمین کہتے ہیں) سیبویہ فرماتے ہیں دراج جمع کے لئے بولا جاتا ہے۔اس کا واحد درجوج آتا ہے اور تیتر کے لئے دیلم بولا جاتا ہے۔

ابن سیدہ کہتے ہیں دراج حیقطان (تیتر) کے مانند ایک پرندہ ہے اور عراق میں پایا جاتا ہے۔جاحظ کہتے ہیں کہ دراج (تیتر) کبوتر کی اقسام میں سے ہے اس لئے کہ جس طرح کبوتر اپنے بازوؤں میں انڈے سیتا ہے۔اس کی عادت یہ ہے کہ یہ اپنے انڈوں کو ایک جگہ نہیں رہنے دیتا بلکہ ان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا رہتا ہے تاکہ کسی کو اس کے رہنے کی جگہ کا علم نہ ہو سکے۔اس کی یہ بھی عادت ہے کہ یہ اپنی مادہ کے ساتھ جفتی اپنے مکان میں نہیں کرتا بلکہ باغات میں اس کو انجام دیتا ہے۔

---

[1] دخاس: غالباً یہ وہی نام ہے جسے الدخاسی کہتے ہیں۔

[2] الدخس: مصنف نے خ پر تشدید کے ساتھ تلفظ کیا ہے۔بظاہر یہ "التخس" ہی کا بدلا ہوا کوئی مقامی نام ہے۔التخس مصنف نے ت میں ذکر کیا ہے۔

ابوطیب مامونی نے تیتر کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں۔

قَدْ بَعُثِنَا بِذَاتِ حُسْنٍ بَدِيعٍ كَنَبَاتِ الرَّبِيعِ بَلْ هِيَ اَحْسَنُ

''ہم پیدا کیے گئے ہیں ایک انوکھے حسن کے ساتھ جیسا کہ بہار کا سبزہ بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت''۔

فی رداء من جلنا روآس وقيمص من ياسمين وسوسن

''اورآبنوس کی چادروں میں چنبیلی اور سوسن کے پھولوں کی قمیض پہنے ہوئے''۔

تیتر کا شرعی حکم:

تیتر حلال ہے اس لئے کہ یا تو یہ کبوتر کی نسل سے ہے یا قطاء کی نسل سے اور یہ دونوں حلال ہیں۔

ضرب الامثال:

اہل عرب کہتے ہیں فلان يطلب الدراج من خيس الاسد (وہ شیر کی جھاڑی سے تیتر تلاش کرتا ہے۔ یہ مثال اہل عرب اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو کسی ایسی شئی کا مطالبہ کرے جس کا وجود دشوار ہو۔

طبی خواص:

تیتر کی چربی کو کیوڑہ میں پگھلا کر اگر درد ہوتے ہوئے کان میں تین قطرے ڈال دیئے جائیں تو انشاء اللہ درد فوراً بند ہو جائے گا۔ ابن سینا نے لکھا ہے کہ تیتر کا گوشت نہایت عمدہ اور لطیف ہوتا ہے۔ اس کا گوشت عقل وفہم اور منی میں اضافہ کرتا ہے۔

تیتر کی خواب میں تعبیر:

خواب میں تیتر سے مراد یا تو مال یا عورت یا مملوک ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں تیتر کا مالک بن جائے یا اس کو اپنے قریب دیکھے تو اس کی تعبیر یا تو مالداری ہوگی یا کسی عورت سے شادی۔ واللہ اعلم

الدراج

(سیہی) الـدراج: دال اور را کے فتحہ کے ساتھ) دراج کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تمام رات چلتی رہتی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔

استدراج کیا ہے؟

استدراج (یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندہ کو چھوٹ ملنا) یہ ہے کہ بندہ جب کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمت میں اضافہ فرماتے ہیں اور اس کو استغفار سے غافل کر دیتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ پکڑ کرتے ہیں، اچانک نہیں۔

امام احمدؒ زہد میں عقبہؓ بن عامر سے روایت کرتے ہیں:۔

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ رب العزت کسی انسان کو اس کی نافرمانی کے باوجود اس کی من پسند دنیا کی نعمتوں سے نوازتا ہے تو سمجھو کہ یہ استدراج ہے (اتمام حجت کے لئے ڈھیل دینا) اس کے بعد آپ نے آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

''پھر جب وہ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کردیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو ان کو ملی تھیں خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑلیا، پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ ہو گئے''۔(بیان القرآن)

ابن عطیہؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو اس آیت پر غور کرے:

حَتّٰی اِذَا فَرِحُوا بِمَآ اُوْتُوا اَخَذْنَا بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ۔

''یہاں تک کہ وہ مغرور ہو گئے اس چیز پر جو ان کو دی گئی تو ہم نے ان کو پکڑلیا اچانک تو وہ پھر مایوسی میں مبتلا ہو گئے''۔

محمدؒ ابن نضر نے کہا ہے اس قوم کو اللہ نے بیس سال تک مہلت دی تھی۔

حسنؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی شخص کو دنیا عطا فرمائی اور وہ کبھی یہ نہ سوچے کہ یہ دنیا کی وسعت میرے لئے ایک جال ہے تو اس شخص کا عمل ناقص رہتا ہے اور اس کی رائے غلط ہو جاتی ہے۔ اور جس سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو روک لیا ہو اور وہ یہ خیال کرتا ہو کہ اس کے لئے یہی بہتر ہے تو اس کا بھی عمل اور رائے دونوں عمدہ ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ جب تم دیکھو کہ غربت تمہاری طرف بڑھ رہی ہے تو یوں کہنا ''خوش آمدید شعار صالحین'' اور جب دیکھو کہ مال و دولت کے دروازے تم پر کھل رہے ہیں تو سمجھ لینا کہ کوئی ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس کی سزا بعجلت دی جارہی ہے۔

الدرباب

(باز۔ کبوتر کے برابر ایک جانور) یہ جانور کوے اور شقراق کی مشترکہ نسل ہے۔ ارسطاطالیس نے ''نعوت'' میں لکھا ہے کہ یہ پرندہ انسانوں سے الفت رکھتا ہے اور تادیب کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس کی آواز عجیب اور مختلف انداز کی ہوتی ہے۔ کبھی قمری کے مانند آواز نکالتا ہے اور کبھی گھوڑے کی طرح ہنہناتا ہے اور کبھی بلبل کی طرح سیٹی بجاتا ہے۔ اس کی غذا پودے، پھل اور گوشت وغیرہ ہیں۔ یہ اکثر جھاڑیوں اور چھوٹے درختوں پر رہتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا صفات ابوزرق نامی پرندہ کی ہیں اور اس صفت کے پرندہ کو قیق بھی کہا جاتا ہے۔ قیق پر مزید بحث انشاء اللہ باب القاف میں آئے گی۔

الدرحرج

(ایک چھوٹا پرندہ) الدرحرج: قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ اس کے پر سیاہ اور سرخ ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نہایت زہریلا جانور ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کو کھالے تو اس کا مثانہ پھٹ جاتا ہے اور پیشاب کا بند لگ جاتا ہے اور ساتھ ساتھ قوت بینائی ختم ہو جاتی ہے اور عقل مبہوت ہو جاتی ہے۔

درحرج کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ یہ جسم اور عقل دونوں کے لئے مضر ہے۔

الدرص

الـــدرص :دال پر کسرہ، سیہی، خرگوش، چوہے، جنگلی چوہے، بلی اور بھیڑیئے کا بچہ۔اس کی جمع ادراص اور درصۃ آتی ہیں۔سہیلی ''التعریف والاعلام'' میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب احمق شخص کو ابو دراص کہتے ہیں اور جنگلی چوہے کی کنیت ''ام دراص'' آتی ہے۔

درص کی ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں ''ضل دریص نفقه'' بے وقوف نے اپنی روزی گنوادی۔یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جو اپنے معاملہ میں لاپرواہ ہو۔

فـمـا ام درص بـارضٍ مضلة　　　بـاغدرٍ من قيس اذا الليل اظلما

''ام دراص تیرو تار زمین میں اس سے بھی زیادہ گئی گزری ہوئی ہے جو حال قیس کا ہوتا تھا جبکہ رات اندھیری ہو۔

الدرة

(طوطا)الـدرة: دال کے ضمہ کے ساتھ)اس کا مفصل بیان باب الباء میں لفظ ببغاء کے تحت گزر چکا ہے۔شیخ کمال الدین جعفر ادفوی نے اپنی کتاب ''الـطـالـع السعيد'' میں محدث محمدؒ بن محمد نصیبی قوصی کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ محمدؒ بن محمد ایک مرتبہ عزالدینؒ بن بصرادی کی مجلس میں حاضر ہوئے جہاں بہت سے روساء، فضلاء اور ادیب موجود تھے۔پس شیخ علی الحریری نے آکر بیان کیا کہ میں نے طوطے کو سورۃ یسٰین پڑھتے ہوئے سنا ہے۔یہ سن کر نصیبی نے بیان کیا کہ کوا سورۃ سجدہ کی تلاوت کرتا ہے اور آیت سجدہ پر سجدۂ تلاوت بھی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے سجدک سوادی و اطمان بک فوادی. میری پیشانی نے سجدہ کیا اور میرا دل تیری وجہ سے مطمئن ہو گیا۔

الدساسة

(سانپ)الدساسة (دال کے فتحہ کے ساتھ)یہ زمین کے اندر چھپا رہتا ہے۔بعض حضرات کا قول ہے کہ ''دساسة'' کچھوے کو کہتے ہیں۔انشاءاللہ باب الشین میں اس پر کلام ہوگا۔

الدعسوقة

الـــدعســوقة: دال کے فتحہ کے ساتھ) گبریلا کے مشابہ ایک جانور کو کہتے ہیں۔کبھی پستہ قد عورت اور بچی کو اس سے تشبیہ دیتے ہوئے دعسوقۃ کہتے ہیں۔

الدعموص

(اپنی کا سیاہ کیڑا)الدعموص دال کے ضمہ کے ساتھ۔اس کی جمع دعامیص آتی ہے۔سہیلیؒ کہتے ہیں کہ دعموص اس چھوٹی مچھلی کو کہتے ہیں جو پانی کے سانپ کی مانند ہوتی ہے۔

دعمیص نام کا ایک شخص بھی گزرا ہے جو بہت چالاک تھا۔ اس کا ذکر کہاوتوں میں آ رہا ہے۔ نیز کہا جاتا ہے "**ھذا دعمیص ھذا الامر**" یعنی یہ اس کام کا ماہر ہے۔

حدیث میں دعموص کا ذکر:۔

"امام مسلمؒ نے ابوحسان سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے کہا کہ میرے دو بچے مر گئے تو کیا آپ مجھ سے حضور اکرم ﷺ کی کوئی ایسی حدیث بیان کریں گے جو ان کی موت کے متعلق ہمارے قلوب کے لئے باعث تسلی ہو۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا ہاں تمہارے یہ چھوٹے بچے جنت میں دعموص کی طرح ہوں گے جن پر کسی بھی جگہ آنے جانے پر پابندی نہ ہو گی۔ پس ملے گا ان میں سے کوئی اپنے والد یا والدین سے۔ پس اس کا کپڑا اپنے ہاتھ میں پکڑے گا جیسے میں نے تیرا یہ کپڑا پکڑ رکھا ہے۔ پھر کہے گا یہ فلاں ہے پس وہ نہیں رکے گا یہاں تک کہ وہ اور اس کا والد جنت میں داخل ہو جائیں گے"۔

دوسری حدیث میں ہے:

"ایک شخص نے زنا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے دعموص کی شکل بنا دی"۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ دعموص بادشاہ کے دربانوں کو کہتے ہیں جیسا کہ امیہ ابن ابی الصلت نے کہا ہے۔

دعموص ابواب الملوک — وحاجب للخلق فاتح

"بادشاہوں کے دروازوں کے دربان اور مخلوق کے لئے روکنے والے اور کھولنے والے"۔

حافظ منذری "ترغیب وترہیب" میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (دعامیص دال کے فتحہ کے ساتھ دعموص کی جمع) دعموص ایک چھوٹا سا جانور ہے جس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ جنت میں چھوٹے بچوں کو اس سے تشبیہ اس کے صغر اور تیز رفتاری کے باعث دی گئی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ دعموص ایک شخص کا نام تھا جو بادشاہوں کے پاس کثرت سے آتا جاتا تھا اور اس کو پہرے داروں کی اجازت کی حاجت نہ تھی بلکہ وہ جب اور جہاں ان کے محلوں میں جانا چاہتا چلا جاتا۔ اس کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ لہٰذا جنت میں چھوٹے بچوں کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے کہ بچوں پر جنت میں کوئی پابندی نہیں ہے وہ جس جگہ چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

علامہ جاحظؒ فرماتے ہیں کہ جب دعموص بڑا ہو جاتا ہے تو دعامیص بن جاتا ہے اور اس کی پیدائش ٹھہرے ہوئے پانی میں ہوتی ہے اور یہ بحری ٹڈی سے عمدہ ہوتا ہے۔ دعموص اس مخلوق میں سے جو ابتداء پانی میں زندگی بسر کرتی ہے۔

مسئلہ:

فتاویٰ قاضی حسین میں مذکور ہے کہ پانی کے کیڑے پھٹ جائیں یا دب کر مر جائیں اور ان میں سے پانی برآمد ہو تو اس پانی سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کی علت یہ بیان کی ہے کہ پانی کے کیڑے کوئی جانور نہیں ہوتے بلکہ پانی سے اٹھنے والے بخارات جم کر کیڑوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں چنانچہ اس سے یہ بھی صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ دعامیص کو پانی کے ساتھ پیا جا سکتا ہے۔ لیکن علماء کے درمیان مشہور اس کے برخلاف ہے۔ یعنی دعامیص حرام ہیں کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے ہیں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں۔''اهدى من دعميص الرمل '' کہ'' ریگ زار کے دعمیص سے بھی زیادہ دینے والا'' کہتے ہیں کہ یہ ایک حبشی غلام تھا جو بے پناہ خوفناک تھا اور شہری آبادی میں کبھی نہیں آتا تھا۔اس نے موسم بہار میں کھڑے ہو کر اعلان کیا:

فمن يعطني تسعا وتسعين بقرة مجانا وادما اهدها لوبار

''کہ کون مجھ کو ننانوے گائیں دیتا ہے مفت سیاہ رنگ کی جو دی گئی ہوں بغیر کسی معاوضہ کے''۔

الدغفل

الدغفل (جعفر کے وزن پر) ہاتھی کے بچہ کو کہتے ہیں۔بعض نے دغفل سے مراد لومڑی کا بچہ بھی لیا ہے۔دغفل بن حنظلہ شیبانی کا نام بھی اسی دغفل سے ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے دغفلؒ بن حنظلہ سے آپؐ کے کچھ اقوال روایت کئے ہیں۔اگرچہ اس کے متعلق ان کی مخالفت کی گئی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دغفلؒ کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ نصیب ہوئی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے دغفلؒ سے یہ بات نقل کی ہے، کہ نصاریٰ پر اولاً ایک ماہ کے روزے فرض تھے۔ایک دفعہ ان کا بادشاہ بیمار ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے مجھ کو شفایاب کر دیا تو دس دن کے مزید روزے رکھوں گا۔پھر نصاریٰ کا دوسرا بادشاہ جو گوشت کا شوقین تھا بیمار ہوا تو اس نے نذر مانی کہ اگر میں شفایاب ہو گیا تو گوشت کھانا ترک کر دیں گے اور مزید آٹھ یوم کے روزے رکھا کریں گے۔اس کے بعد نصاریٰ کا ایک تیسرا بادشاہ بیمار ہوا تو اس نے بھی نذر مانی کہ اگر مجھ کو صحت ہو گئی تو پھر روزوں کی تعداد مکمل پچاس کر دیں گے اور ان روزوں کو موسم ربیع میں رکھا کریں گے۔اسی طرح نصاریٰ پر پچاس روزے فرض ہو گئے۔

محمدؒ بن سیرین کہتے ہیں کہ دغفل ایک عالم شخص تھا مگر ساتھ ساتھ شہوت پرست بھی تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس سے انساب عرب، نجوم، عربیت اور قریش کے انساب کے متعلق سوال کیا تو دغفل نے ان کا جواب دیا۔اس پر امیر معاویہؓ نے دریافت کیا کہ تم نے یہ سب کہاں سے سیکھا ہے۔دغفل نے جواب دیا کہ بہت سوال کرنے والی زبان اور سمجھنے والے دل سے۔یہ سن کر امیر معاویہؓ نے دغفل کو اپنے لڑکے کو تعلیم دینے پر مامور کر دیا۔

الدغناش

الدغناش (لٹورے کے برابر ایک پرندہ ہوتا ہے۔اس کی پشت پر سرخ دھاریاں اور گلے میں سیاہ و سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔اس کی طبیعت شوخ ہوتی ہے اور اس کی چونچ بہت سخت ہوتی ہے۔یہ پرندہ ساحلی علاقوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔یہ حلال وطیب ہے جیسا کہ دیگر چڑیاں۔

الدُقَيش

(ایک قسم کی چڑیا) الدقيش: (دال کے ضمہ اور قاف کے فتحہ کے ساتھ) لٹورے سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہوتا ہے۔عام لوگ اس کو

دقاس بھی کہتے ہیں۔اس کا شرعی حکم وغناش کے مثل ہے اور شاید وغناش کا ہی دوسرا نام دقیش ہے۔کبھی اس کو دغناش اور کبھی دقیس سے تعبیر کرتے ہیں۔

صحاح میں مذکور ہے کہ لوگوں نے ابوقیش شاعر سے دقیش کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں اصل حقیقت سے ناواقف ہوں،لوگوں کی زبان سے اس کو سنا ہے۔اسی بنیاد پر ہم دقیش نام رکھتے ہیں۔

اَلدُّلدُل

الدلدل :لفظ''دلدال'' کا اصلی مطلب اضطراب و پریشانی ہے۔اسی وجہ سے بادل کو بھی دلدل کہتے ہیں جبکہ وہ مسلسل حرکت میں ہوں۔آنحضور ﷺ کو جو مقوقس نے خچر دیا تھا اس کو بھی اس کی تیز رفتاری کی بناء پر دلدل کہا جاتا تھا۔جس کی تفصیل حدیث ابومرثد میں آئے گی۔عناق نے کہا ہے کہ اے خیمہ والو یہ دلدل ہے جو تمہارے سردار کو خود پر سوار کرتی ہے۔

اس کو قنفذ سے اس وجہ سے تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ یہ اکثر رات میں نکلتی ہے اور اپنے سر کو بالوں سے چھپائے رہتی ہے۔

جاحظؒ کہتے ہیں کہ دلدل اور قنفذ کے درمیان ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ بقر اور جوامیس کے درمیان فرق ہے۔یہ جانور شام،عراق اور مغربی شہروں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔رافعی کہتے ہیں کہ دلدل بکری کے بچہ کے برابر ایک جانور ہوتا ہے۔جس کی عادت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر مونث سے اختلاط کرتا ہے اور اپنی پشت کو مونث کی پشت سے ملالیتا ہے؟اس کی مونث پانچ انڈے دیتی ہے اس کے انڈے حقیقت میں انڈے نہیں ہوتے بلکہ بشکل بیضہ گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے اور اس جانور کی ایک مخصوص عادت یہ ہے کہ یہ اپنے مکان میں دو دروازے بناتا ہے ایک جنوب میں ایک شمال میں،جس جانب سے ہوا تیز چلتی ہے وقتی طور پر اسی طرف کے دروازے کو بند کر لیتا ہے اور اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ جب یہ اپنی طبیعت کے خلاف کوئی بات دیکھتا ہے تو انقباض کے باعث اس کی پشت پر ایک کانٹا نمودار ہو جاتا ہے۔چنانچہ جس کسی کو یہ کانٹا لگ جاتا ہے اس کو مجروح کر دیتا ہے۔یہ کانٹا بقدر ایک ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔

بعض ماہرین طبعیات کا خیال ہے کہ یہ کانٹا اصل میں کانٹا نہیں ہوتا بلکہ یہ بال ہیں جو بخار کی شدت اور غلظت کے باعث مسام سے نکلتے وقت خشکی سے مغلوب ہو کر کانٹے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

دلدل کا شرعی حکم:

ابن ماجہؒ وغیرہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی حلت کی صراحت نقل کی ہے۔مگر رافعیؒ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔وسیط میں مذکور ہے کہ رافعیؒ اس کو خبائث میں شمار کرتے ہیں۔ابن صلاحؒ نے اس قول کو مرجوح اور غیر صحیح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ گویا رافعیؒ نے دلدل کی حقیقت کو ہی نہیں پہچانا اور شیخ ابواحمد الشہنی کے اس قول کہ''دلدل بڑے کھوے کو کہتے ہیں'' کو بنیاد بنا کر اس کی حرمت کے قائل ہو گئے حالانکہ یہ غلط ہے۔صحیح یہی ہے کہ دلدل مذکر سیہی کو کہتے ہیں۔ماوردی اور رویانی وغیرہ نے بھی اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔

کہاوتیں

اہل عرب کسی کی قوتِ سامعہ کی تیزی کو ظاہر کرنے کے لئے بولتے ہیں۔''اسمع من دلدل ''سیہی سے زیادہ سننے والا۔سیہی کے طبی فوائد اور خواب میں تعبیر انشاء اللہ باب القاف میں قنفذ کے بیان میں آئے گی۔

الدلفین

الدلفین: سوس مچھلی۔ یہ ایک دریائی جانور ہے جوڈوبتے ہوئے کو بچاتی ہے اوراس کو اپنی کمر کا سہارا دے کر تیرنے میں اس کی اعانت کرتی ہے۔ مصر کے دریائے نیل میں (جس جگہ وہ سمندر میں گرتا ہے) بکثرت ملتی ہے کیونکہ جب دریا میں موج پیدا ہوتا ہے تو یہ اس وقت پانی کے سہارے نیل میں آ جاتی ہے۔ اس کی ہیئت اس مشک کے مانند ہوتی ہے جو ہوا کے ذریعہ پھیلا دی گئی ہو۔ اس کا سر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ بحری جانوروں میں کوئی جانور اس کے علاوہ ایسا نہیں جس کے پھیپھڑے ہوں۔ اسی وجہ سے اس کے اندر تنفس کی آواز مسموع ہوتی ہے۔

اگر کوئی ڈوبنے والا شخص خوش قسمتی سے اس کو مل جاتا ہے تو اس ڈوبنے والے کی نجات کے لئے اس سے زیادہ قوی اور کوئی ذریعہ نہیں کیونکہ یہ اس کو دھکیلتی ہوئی کنارہ کی طرف لے جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو ڈوبنے سے بچا لیتی ہے۔ یہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتی۔ اس کی غذا صرف مچھلیاں ہیں۔ بعض اوقات یہ پانی کی سطح پر ایک مردہ کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور جہاں بھی جاتی ہے بچے اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ صرف گرمیوں میں بچے دیتی ہے۔ اس کو طبعاً انسان اور بالخصوص بچوں سے انسیت ہوتی ہے۔

اگر کوئی شکاری اسے پکڑ لیتا ہے تو اس کی ہم جنس تمام مچھلیاں شکاری سے قتال کرنے کے لئے آ جاتی ہیں۔ اگر یہ پانی کی تہہ میں کچھ عرصہ تک ٹھہر جاتی ہے تو اس کا سانس رکنے لگتا ہے۔ پھر نہایت تیز سے سانس لینے کے لئے اوپر آ جاتی ہے۔ اگر اس وقت اس کے سامنے کوئی کشتی آ جاتی ہے تو یہ اس قدر زور سے کودتی ہے کہ کشتی کے اوپر آ جاتی ہے۔ اس کا نر کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

دلفین کا شرعی حکم:

عام مچھلیوں کی طرح یہ بھی حلال اور طیب ہے۔

دلفین کے طبی خواص:

اس کی چربی کو ایلوے میں پگھلا کر کان میں ڈالنا بہرے پن کے لئے مفید ہے۔ اس کا گوشت ٹھنڈا اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ اگر اس کے دانت بچوں کے گلے میں ڈال دیئے جائیں تو بچوں کا ڈرنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کی چربی کا استعمال جوڑوں کے درد کے لئے مفید ہے۔ اس چربی اور پارہ کو آگ سے پگھلا کر اگر کسی عورت کے چہرہ پر ملا جائے تو اس کا شوہر اس سے محبت کرنے لگے گا اور اس کا مطیع ہو جائے گا۔ اگر اس کے داہنے کلے کو سات روز تک عرق گلاب میں ڈال کر کسی شخص کے چہرے سے مس کر دیا جائے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس کا بایاں کلہ اس کے برخلاف تاثیر رکھتا ہے۔

دلفین کی خواب میں تعبیر:

اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر وہی ہے جو مگرمچھ کی ہے۔ بعض اوقات اس کی رویت کثرت بارش پر دلالت کرتی ہے اور کبھی اس کے خواب میں دیکھنے کی تعبیر مکروفریب، چوری، غیبت وغیرہ سے دی جاتی ہے۔ اور بقول قدسی اگر کوئی خائف شخص اس کو خواب میں دیکھے تو اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کا خوف جاتا رہے گا اور یہ تعبیر اس وجہ سے ہے کہ یہ ڈوبتے ہوئے کو سہارا دے کر اس کا خوف دہراس دفع کرتی ہے۔ جس جانور کو بیداری میں دیکھنے سے خوف طاری ہوتا ہو جیسا کہ مگرمچھ، اس لئے ایسے جانور کو پانی سے باہر خواب

میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو کوئی نقصان پہنچانے کی قدرت نہ رکھتا ہو، کیونکہ اس کی پکڑ پانی کے اندر ہے اور جب وہ پانی سے باہر آ گیا تو اس کی وہ پکڑ بھی زائل ہوگئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الدلق

(نیولے کے مانند ایک جانور) الدلق فارسی سے معرب ہے۔ اس کے متعلق عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ یہ جانور کو پھاڑ کر اس کا خون چوستا ہے۔ ابن فارس نے مجمل میں ذکر کیا ہے کہ دلق نمس (نمس چھوٹی ٹانگوں والا، لمبی دم کا بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو چوہے اور سانپ کا شکار کرتا ہے) کو کہتے ہیں۔ رافعیؒ نے کہا ہے کہ دلق ابن مقرض کو کہتے ہیں جو کہ ایک وحشی جانور ہے اور کبوتروں کا سخت دشمن ہوتا ہے۔ جس برج میں پہنچ جاتا ہے کبوتروں کا صفایا کر دیتا ہے۔ سانپ اس کی آواز سن کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ باب المیم میں انشاء اللہ اس کا مفصل ذکر اور اس کے بارے میں نووی اور رافعیؒ کا اختلاف بھی بیان کریں گے۔

ابن صلاح کے سفرنامہ میں ان سے منقول ہے کہ فنک، سنجاب، دلق اور حوصل کا کھانا جائز ہے لیکن ابن صلاح نے جو کچھ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی دلق کو حلال سمجھتے ہیں۔

دلق کے طبی خواص:

چوتھیا بخار والے کے گلے میں اس کی داہنی آنکھ ڈالنے سے بخار بتدریج ختم ہو جاتا ہے۔ جس برج میں کبوتر رہتے ہیں اس میں اس کی چربی کی دھونی دینے سے تمام کبوتر بھاگ جائیں گے۔ نیز اس کی چربی کی دھونی کوڑھ کے لئے بہت مفید ہے اور انسان کا کوڑھ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ جس شخص کو مرگی ہو اس کی ناک میں نصف دانق (ایک خاص مقدار) اس کا خون ٹپکانے سے مرگی ختم ہو جاتی ہے۔ قولنج اور بواسیر کے مریضوں کے لئے اس کی کھال پر بیٹھنا مفید ہے۔

الدلم

الدلم: چیچڑیوں کی ایک قسم کو کہتے ہیں۔ اہلِ عرب کہتے ہیں فلانٌ اشد من الدلم. فلاں چیچڑی سے زیادہ سخت ہے۔ یہ مثال کسی کی سختی کو بیان کرنے کے لئے دی جاتی ہے کہ جس طرح چیچڑی جب بدن سے چمٹ جاتی ہے تو اس کا چھڑانا دشوار ہو جاتا ہے۔

الدلهاما

الدلهاما: قزوینیؒ لکھتے ہیں کہ یہ جانور جزائر سمندر میں شتر مرغ پر سوار انسان کی شکل میں پایا جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کا گوشت کھاتا ہے جو سمندر میں ڈوب جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمندر میں یہ ایک کشتی کے سامنے آ گیا اس نے کشتی والوں سے اور کشتی والوں نے اس سے جنگ کی۔ لیکن آخر میں اس نے ایک ایسی چنگھاڑ ماری کہ سبھی کشتی والے آدمی بے ہوش ہو گئے تب اس نے بے ہوش انسانوں کو پکڑ لیا۔

الدم

(سنور)الدم: (دال کے کسرہ کے ساتھ) سنور کو کہتے ہیں۔

الدنة

الدنة: نون کے تشدید کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ چیونٹی سے ملتا جلتا ایک جانور ہے۔

الدنیلس

(سیپی میں رہنے والا ایک جانور) الـدنیلس: جبریل بن بختیشوع نے کہا ہے کہ دنیلس کا استعمال رطوبت معدہ اور استسقاء کے لئے مفید ہے۔

دنیلس کا شرعی حکم:

اس کا کھانا جائز ہے اس لئے کہ طعام بحر میں ہے اور اسی میں زندگی گزارتا ہے اور اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں آتی ہے۔ شیخ شمس الدین بن عدلان اور ان کے ہمعصر علماء نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ شیخ عزیز الدین سے اس کی حرمت منقول ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ سمندر کے رہنے والے وہ تمام جانور جو پانی کے بغیر زندہ نہ رہ سکتے ہوں سب حلال ہیں۔ آیت شریف کے عموم اور حدیث ''هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ'' کی روشنی میں۔ اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ حرام ہے اس لئے کہ دوسری جگہ حلال ہونے کو مچھلی کے لئے خاص کیا گیا ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ جن سمندری جانوروں کا مشابہ یا ہم جنس خشکی کا جانور حلال اور ماکول ہے۔ جیسے بکری اور گائے وغیرہ، ان کا کھانا حلال ہے اور جن سمندری جانوروں کا مشابہ یا ہم شکل غیر ماکول اور حرام ہے جیسے خنزیر وغیرہ، تو ان کا کھانا حرام ہے۔ ایسے ہی پانی کا کتا اور سمندری گدھا بھی حرام ہے اگرچہ خشکی میں گورخر حلال ہے۔

شیخ عماد الدین اقفہسی اپنی کتاب ''التبيان فيما يحل ويحرم من الحيوان'' میں فرماتے ہیں کہ شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام دنیلس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں کوئی سلیم الطبع شخص اختلاف نہیں کر سکتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ارسطو نے اپنی کتاب ''نعوت الحیوان'' میں ذکر کیا ہے اور کیکڑا تولیداً پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ سیپی میں بنتا ہے اور پھر مکمل ہونے کے بعد سیپی سے نکل جاتا ہے۔ یعنی جس طرح مچھر پانی کے میل کچیل سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہم نے ارسطو کے کلام سے یہ اخذ کیا ہے کہ جو کچھ دنیلس اور دیگر سیپوں کے اندر ہوتا ہے وہ کیکڑے بن جاتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جس جانور کا کھانا حرام ہے اس کی اصل کا کھانا بھی حرام ہے۔ اور بعض مفتیوں سے دنیلس کے حلال ہونے کا فتویٰ دیتے ہوئے سنا گیا ہے اور یہ لوگ علماء کے اس قول سے کہ ''خشکی کا جانور حلال ہے اس کا مشابہ بحری جانور بھی حلال ہوتا ہے'' سے استدلال کرتے ہیں۔ اس لئے کہ دنیلس کی نظیر خشکی میں پشہ موجود ہے۔ لیکن یہ استدلال ان کے غبی الذہن ہونے کی علامت ہے اس لئے کہ مذکورہ بالا قول میں دو وجہیں ہیں کہ پھر ان بحری جانوروں میں ہر ایک کا ذبح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ان کی مراد یہ نہیں ہے کہ بحری جانوروں کو بری جانوروں سے تشبیہ دی جائے۔

چنانچہ جن لوگوں نے ڈنیلس کی حلت کا قول کرتے ہوئے یہ استدلال کیا ہے گویا انہوں نے خبیث کو طیب پر قیاس کیا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام صدف اور سیپیاں حلال ہوں اس لئے کہ ڈنیلس چھوٹی سیپی ہے اور بعد میں بڑی ہو جاتی ہے۔ پس مناسب یہی ہے کہ ڈنیلس کی حرمت کا قول کیا جائے۔ اس لئے کہ ڈنیلس بھی از قبیل اصداف ہے۔ اور اصداف خبائث میں سے ہے جیسے کچھوا اور سنگھ۔

جاحظ فرماتے ہیں کہ ملاح لوگ سیپی میں پائے جانے والے جانور کو کھاتے ہیں۔ جاحظ کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ڈنیلس حلال طیب نہیں ہے ورنہ اس کے کھانے کو ملاحوں کے ساتھ خاص نہ کرتے۔ مصری لوگ اہل شام کو سرطان کھانے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور شامی لوگ مصریوں پر ڈنیلس کھانے کی وجہ سے طعن کرتے ہیں اور دونوں ہی خرابی میں مبتلا ہیں گویا دونوں، شاعر کے اس قول کے مصداق ہیں۔

ومن العجائب والعجائب جمة ان یلهج الاعمٰی بعیب الاعمش

''اور عجائب میں انتہائی عجیب بات یہ ہے کہ اندھا چندھے کے عیب سے متحیر ہو''۔

الدهانج

الدهانج: دو کوہان والے اونٹ کو کہتے ہیں۔

الدوبل

الدوبل: چھوٹے گدھے کو کہتے ہیں۔ اخطل کا لقب بھی اسی سے ہے اور اسی سے جریر کا قول ہے۔

بکٰی دوبل لا یرقیء اللّٰه دمعه الا انما یبکی من الذل دوبل

''دوبل (چھوٹا گدھا) رویا اور مسلسل روتا ہے کیونکہ اسے خود اپنی حقارت پر رونا آتا ہے۔

الدود

(کیڑے) کیڑوں کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ کیچوا، سرکہ کا کیڑا، پھولوں کا کیڑا، ریشم کا کیڑا، صنوبر کے درخت میں پیدا ہونے والا کیڑا۔ اور انسان کے پیٹ میں پیدا ہونے والا کیڑا۔

حدیث میں کیڑے کا ذکر:

انسان کے پیٹ میں بھی کیڑے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے:۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجور کو نہار منہ کھایا کرو اس لئے کہ یہ پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے''۔

حکماء سے منقول ہے کہ دشیر ق پینے سے پیٹ کے کیڑے خارج ہو جاتے ہیں اور اسی طرح ورق الخوخ (شفتالو) کے پتوں کا ناف پر لیپ کرنے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب شعب میں صدقہ بن یسار سے روایت کی ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام ایک دن اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوئے وہاں آپ کی نظر ایک چھوٹے سے کیڑے پر پڑی۔ اس کو دیکھ کر آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے کیڑے کو کس لئے پیدا فرمایا ہے؟ چنانچہ بحکم الٰہی وہ کیڑا گویا ہوا اور کہنے لگا کہ اے داوٗد کیا آپ کو اپنی جان پیاری لگتی ہے۔ حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ناچیز ہستی کے باوجود آپ سے زیادہ اس کا ذاکر و شاکر ہوں۔ چنانچہ میرے اس دعویٰ کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

وَاِن مِّنْ شَیْیءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ۔

یعنی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو باری تعالیٰ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو۔

دود الفا کھہ:

پھلوں کے کیڑے، کے ذیل میں علامہ زمخشریؒ نے قرآن پاک کی آیت وَاِنِّی مُرْسِلَۃٌ اِلَیْھِمْ بِھَدِیَّۃٍ ''(اور میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں) کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ بلقیس ملکہ سباء نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں مندرجہ ذیل ہدایا روانہ کئے تھے:

(۱) پانچ سو غلام جو کنیزوں کے لباس و زیورات سے آراستہ تھے۔

(۲) پانچ سو کنیزیں غلاموں کے لباس میں، یہ سب کنیزیں شریف النسل گھوڑوں پر سوار تھیں جن کی زین سونے کی تھیں۔

(۳) سونے اور چاندی کی ایک ہزار اینٹیں۔

(۴) ایک تاج جس میں زرد یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

(۵) مشک و عنبر

(۶) ایک ڈبہ جس میں ایک در یتیم اور ایک مہرہ تھا جس کو ٹیڑھا باندھا گیا تھا۔

یہ سب تحائف دو شخصوں کے ذریعے جو اپنی قوم میں سب سے ممتاز تھے، بھیجے گئے تھے۔

ان میں منذر بن عمرو تھا اور دوسرا ایک ذی رائے شخص تھا۔ چلتے وقت ملکہ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر وہ نبی ہوں گے تو غلاموں اور کنیزوں کو پہچان لیں گے اور در یتیم میں سیدھا سوراخ بنا دیں گے اور مہرہ میں دھاگہ پرو دیں گے۔

اس کے بعد منذر سے کہا کہ اگر وہ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام) غصہ کی طرح سے دیکھیں تو تم سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہیں ان سے گھبرانے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی لطف و کرم کی بات ان کی جانب سے مشاہدہ میں آئے تو سمجھ لینا کہ وہ نبی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان سب باتوں کی حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع دے دی تھی۔

چنانچہ جنات نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سامنے کے ایک میدان میں جس کا طول سات فرسخ تھا اس پر سونے اور چاندی کی اینٹوں سے سڑک بنا دی اور اس میدان کے چاروں طرف ایک دیوار کھینچ دی اور اس دیوار پر سونے اور چاندی کے کنگرے بنا دیئے۔ سمندر اور خشکی کے جتنے بھی عمدہ قسم کے جانور تھے ان کو منگا کر اس میدان کے دائیں اور بائیں سونے چاندی کی اینٹوں پر باندھ دیئے اور جنوں کی اولاد جو بکثرت تھی بلا کر اس سڑک کے دونوں جانب کھڑا کر دیا۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ آپ کے دائیں بائیں دیگر کرسیاں بچھی ہوئی تھیں اور شیاطین و جنات اور انسان

میلوں تک صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

اسی طرح مواشی، درندوں اور پرندوں کی قطاریں بن گئیں۔ جب قوم سباء کا وفد قریب پہنچا تو دیکھا کہ جانور سونے اور چاندی کی اینٹوں پر لید اور گوبر کر رہے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر قوم سباء کے وفد نے سونے اور چاندی کی اینٹیں جو وہ تحفہ میں لائے تھے شرمندہ ہو کر پھینک دیں۔ جب وفد سباء حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا تو آپ نے ان کو نگاہِ لطف سے دیکھا۔ پھر آپ نے ان سے دریافت کیا کہ وہ ڈبہ کہاں ہے؟ جس میں فلاں فلاں چیز ہے۔ چنانچہ وفد نے وہ ڈبہ پیش کر دیا۔

آپ نے زمین کے کیڑے کو حکم دیا تو اس کیڑے نے ایک بال لے کر اس دُر یکتا میں سوراخ کر دیا۔ اس کے صلہ میں آپ نے اس کا رزق درختوں میں مقرر کر دیا۔

پھر سفید کیڑے نے اپنے منہ میں ڈورا لے کر اس مہرہ میں جو ٹیڑھا بندھا ہوا تھا ڈال دیا۔ چنانچہ اس کیڑے کے لئے رزق میوہ تجویز ہوا۔

اس کے بعد آپ نے ان کا منہ دھونے کے لئے پانی طلب کیا۔ چنانچہ پانی لایا گیا اور جب ان سب نے منہ دھونا شروع کیا (یعنی وفد سبا میں شامل کنیزوں اور غلاموں نے) تو ان میں جو لونڈیاں تھیں انہوں نے اس طرح منہ دھویا کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پانی انڈیل کر منہ پر چھپکا مارتی تھیں اور جو غلام تھے انہوں نے اس طرح منہ دھویا کہ جس ہاتھ میں پانی لیتے اسی سے منہ دھوتے۔ اس طریقہ سے مرد اور عورت میں شناخت ہو گئی۔

اس کے بعد آپ نے ہدیہ واپس کر دیا اور منذر سے واپس جانے کو کہا۔ جب وفد واپس ہو کر سباء پہنچا اور منذر نے ملکہ کو جملہ مشاہدات سنائے تو ملکہ بلقیس نے کہا کہ وہ فی الحقیقت نبی ہیں ان سے مقابلہ کی آپ لوگ تاب نہیں لا سکتے۔

اس کے بعد ملکہ بارہ ہزار سردار لے کر آپ کی خدمت میں روانہ ہو گئی اور ہر سردار کی ماتحتی میں بارہ ہزار سپاہی تھے۔ (انتہیٰ)

دودالقز

(ریشم کا کیڑا) اعجب المخلوقات میں سے ہے یعنی اس کی نشو و نما عجیب طور پر ہوتی ہے۔ اس کو دودالہند یہ بھی کہتے ہیں۔ شروع شروع میں اس کا بیج دانہ کے برابر ہوتا ہے۔ جب فصل ربیع میں کیڑے کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے تو سرخ چیونٹی سے چھوٹا اور اسی کے رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ گرم مقامات میں بلا آغوش مادر ایک گٹھلی میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات اس کو نکلنے میں دیر لگتی ہے تو عورتیں اس گٹھلی کو اپنی چھاتیوں کے نیچے دبا کر گرمی پہنچاتی ہیں۔ چنانچہ یہ چھاتیوں کی گرمی پا کر جلدی نکل آتا ہے۔ نکلنے کے بعد اس کو سفید توت کے پتے کھلائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے انگلی کے برابر ہو جاتا ہے۔ یہ اولاً سیاہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد سفید ہو جاتا ہے۔ رنگ کی تبدیلی زیادہ سے زیادہ آٹھ یوم میں مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ اپنے منہ کی ریزش سے اپنے اوپر جالا بننا شروع کرتا ہے۔ اور جس قدر بھی اس کے شکم میں یہ مادہ ہوتا ہے سب نکال دیتا ہے اور جب اس کا بننا مکمل ہو جاتا ہے تو یہ اخروٹ کی طرح ہو جاتا ہے اور ہفتہ عشرہ تک اس میں محبوس رہتا ہے۔ اس کے بعد اس خول میں سوراخ کر کے باہر آ جاتا ہے۔

اس وقت یہ ایک سفید پروانہ کی شکل کا ہوتا ہے اور اس کے دو بازو ہوتے ہیں۔ خول سے باہر نکلنے کے بعد اس پر مستی سوار ہو جاتی

ہے اور نر اپنی مادہ کی دم سے دم جوڑ لیتا ہے اور عرصہ تک ایک دوسرے سے چپکے رہتے ہیں۔ اس کے بعد مادہ کے بطن سے بیج نکلتا ہے جس کا ذکر شروع میں ہو چکا۔ اگر اس سے محض بیج لینا مقصود ہوتا ہے تو اس کے نیچے کوئی کپڑا وغیرہ بچھا دیا جاتا ہے تاکہ تمام بیج نکل آئیں۔ پھر وہ دونوں مرجاتے ہیں اور اگر ریشم لینا مقصود ہوتا ہے تو جب وہ بن چکتا ہے تو اس کو دس یوم تک دھوپ میں رکھتے ہیں۔ پھر وہ مرجاتا ہے۔

اس کیڑے کی طبیعت میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ وہ بجلی کی کڑک، طشت بجانے اور اوکھلی کی آواز، سرکہ کی بو سونگھ کر اور حائضہ وجنبی کے چھونے سے مرجاتا ہے۔ چوہے، چڑیا اور شدت کی گرمی وسردی اور چیونٹی وچھپکلی وغیرہ سے اس کی جان کا خطرہ رہتا ہے۔ بعض شعراء نے اس کے بارے میں پیچیدہ اشعار کہے ہیں۔ جیسے یہ اشعار

وبیضہ تحضن فی یومین حتی اذا دبت علی رجلین

واستدلت بلو نہا لونین

''اور وہ اپنے انڈوں کو سیتی ہے دو دن اور جب چلنے لگتی ہے اپنے پیروں پر، ایک رنگ کی جگہ دوسرا رنگ آتا ہے''۔

حاکت لہا خیساً بلانیرین بلا سماء وبلا بابین

ونقبته بعد لیلتین

''تو اس کے لئے ایک ایسی قباء بنی جاتی ہے جس پر تاروں کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ نہ آسمان ہوتا اور نہ اس کے دروازے دوراتوں کے بعد پھر وہ اس میں سوراخ پیدا کرتی ہے۔

فخرجت مکحولۃ العینین قد صبغت بالنقش حاجبین قصیرۃ ضئیلۃ الجنبین

''سوراخ سے باہر آتی ہے سرگیں آنکھوں کے ساتھ، اس کے بھوؤں کا نقش بھی ہوتا ہے، لیکن یہ بہت مختصر اور غیر کشادہ''۔

کانہاقد قطعت نصفین لہا جناح سابغ البردین مانبتا الاالقرب الحین

''ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بازو بھی ہوتے ہیں جو نیچے تک پہنچ جاتے ہیں''۔

ان الردی کحل کل عین

''یہ پیدا ہوئے ہیں مختصر وقت کے لئے جس نے ہر آنکھ میں کثافت کو پہنچا دیا ہے''۔

انسان کی مثال:

امام ابوطالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں نقل کیا ہے کہ بعض حکماء انسان کی مثال ریشم کے کیڑے سے دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح ریشم کا کیڑا اپنے اوپر جہالت کے باعث بنتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے لئے چھٹکارا پانے کا کوئی طریقہ نہیں رہتا اور بالآخر وہ اپنے بنے ہوئے خول کے اندر ہی مرجاتا ہے اور اس طرح دوسروں کے لئے ریشم بن جاتا ہے۔ بس یہی صورت اس جاہل شخص کی ہے جو اپنے مال اور اہل کی فکر میں رہتا ہے اور وارثین کو مالدار کر جاتا ہے۔ پس اگر اس کے وارثین اس کے مال کو کار خیر میں لگائیں تو اس کا اجر وارثین کو ملے گا اور اس سے مال کا حساب ہوگا اور اگر وارثین اس مال کے ذریعے معصیت میں مبتلا ہو جائیں تو اس معصیت میں برابر کا شریک رہتا ہے اس لئے کہ اسی نے مال کما کر ان کے لئے چھوڑا ہے۔

پس نہیں کہا جا سکتا کہ کون سی حسرت اس پر زیادہ شاق ہوگی، اپنی عمر کو دوسروں کے لئے ضائع کر دینا یا اپنا مال دوسروں کی ترازو میں

دیکھنے کی۔اسی جانب ابوالفتح بستی نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

الم تران المرء طوّل حیاته　　معنی بامر لا یزال یعالجه

''دیکھو آدمی اپنی پوری زندگی میں مصروف جدوجہد میں رہتا ہے''۔

کدود کدود القنر ینسج دائماً　　ویهلک غما وسط ما هونا سجه

''جیسا کہ ریشم کا کیڑا کہ ہمیشہ اپنے اوپر جال بنتا ہے، لیکن انجام کار اپنے ہی بنے ہوئے میں گھر کر رہ جاتا ہے۔

لایغرنک التی لین اللمس　　فعزمی اذا انتضیت حام

''اس دھوکہ میں مت رہنا کہ میں نرم و نازک جسم والا ہوں کیونکہ جب میں کسی کام کی تیاری کرتا ہوں تو میرا ارادہ تلوار کی سی کاٹ دکھاتا ہے''۔

انا کالورده فیه راحة قوم　　ثم فیه لاخرین زکام

''میں اس گلاب کی مانند نہیں ہوں جس میں ایک قوم کے لئے راحت ہے، پھر اسی میں دوسروں کے لئے زکام ہے''۔

یفنی الحریص یجمع المال مدته　　وللوارث مایبقی وما یدع

''حریص مال جمع کرنے میں اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے اور جو مال چھوڑتا ہے وہ باقی رہ جاتا ہے اور وارث کا ہوتا ہے''۔

کدودة القز ماتبنیه یهلکها　　وغیرها بالذی تبنیه ینتفع

''ریشم کے کیڑے کی مانند کہ وہ جس چیز کو بناتا ہے وہ اسی کو ہلاک کر دیتی ہے اور دوسرے اسی کی بنائی ہوئی چیز سے نفع حاصل کرتے ہیں''۔

مکڑی اور ریشم کے کیڑے کا مکالمہ:

ایک بار ایک مکڑی نے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ تجھ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں، تو بھی بنتا ہے اور میں بھی۔ ریشم کے کیڑے نے یہ سن کر جواب دیا کہ میں بادشاہوں کا لباس بنتا ہوں اور تو مکھیوں کا لباس۔ اسی ایک فرق سے تیرے، میرے درمیان ایک عظیم فرق واضح ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے۔

اذاشتکت دموع فی خدور　　تبین من بکی ممن تباکی

''جب آنسو رخساروں پر بہتے ہیں تو حقیقتاً رونے والے اور بتکلف رونے والے میں امتیاز ہو جاتا ہے''۔

تتمہ: صنوبر کا درخت ہر تیس سال کے بعد ایک مرتبہ پھلتا ہے اور کدو کا درخت دو ہی ہفتہ میں آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ کدو کے درخت نے طنزاً ایک دفعہ صنوبر کے درخت سے کہا، کیا تو بھی درخت کہلاتا ہے اور میں بھی درخت ہوں مگر جو مسافت تو تیس سال میں طے کرتا ہے میں اس کو دو ہی ہفتہ میں طے کر لیتا ہوں۔ صنوبر کے درخت نے یہ سن کر کہا کہ ذرا ٹھہر۔ اور بادِ خزاں کے جھونکے چلنے دے، تیرا یہ غرور کہ میں بھی تیری طرح ایک درخت ہوں اس وقت تجھ کو معلوم ہو جائے گا۔

مسعودی نے رازی کے حالات میں بیان کیا ہے کہ طبرستان میں ایک کیڑا ہوتا ہے۔ جس کا وزن ایک مثقال سے تین مثقال تک ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ رات کو شمع کی مانند چمکتا ہے اور دن میں اڑتا رہتا ہے۔ اس کا رنگ سبز ہوتا ہے چھونے سے اس کے پر معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے پر نہیں ہوتے۔ اس کی غذا مٹی ہے لیکن یہ اس خوف سے کبھی پیٹ بھر کر مٹی نہیں کھاتا کہ کہیں مٹی

ختم ہو جائے اور پھر بھوکا مرنا پڑے۔ اس کیڑے کے بہت منافع اور خواص ہیں جو عنقریب آئیں گے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا کی روشنی میں اس دنیا کی کسی بھی چیز کو بیکار نہیں سمجھنا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ چیونٹی اور چیونٹی سے بھی چھوٹے جاندار سے لے کر ہاتھی جیسے عظیم الجثہ جانور تک ہر ایک میں کچھ نہ کچھ منفعت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

کیڑوں کا شرعی حکم:

کیڑوں کی تمام اقسام کا کھانا حرام ہے سوائے ان کیڑوں کے جو ماکولات میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کے بارے میں شوافع کے یہاں تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ جس چیز میں وہ پیدا ہوا ہے اس چیز کے ساتھ اسے کھانا جائز ہے تنہا کھانا جائز نہیں۔ یہی صورت صحیح ترین ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کو کسی بھی صورت میں کھانا جائز نہیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ہر صورت میں کھا سکتے ہیں جس چیز میں وہ پیدا ہوا ہے اس میں بھی اور اس سے علیحدہ بھی۔ نیز کیڑوں کی بیع بھی ناجائز ہے سوائے اس سرخ کیڑے کے جو بعض شہروں میں بلوط کے درخت میں پایا جاتا ہے۔ جس سے لوگ رنگائی کا کام لیتے ہیں۔ ریشم کے کیڑے کی بیع بھی جائز ہے اور اس کو توت کے پتے کھلانا واجب ہے اور اس کو دھوپ میں ڈالنا بھی جائز ہے چاہے وہ اس سے ہلاک ہو جائے اس لئے کہ اس سے منفعت حاصل ہوتی ہے۔

کیڑوں کے طبی خواص:

اگر ریشم کے کیڑے کو زیتون میں ملا کر کسی ایسے شخص کے بدن پر ملا جائے۔ جس کو کسی زہریلے جانور نے ڈس لیا ہو تو انشاء اللہ اس کو فائدہ ہوگا۔ اگر ریشم کا کیڑا مرغی کو کھلایا جائے تو وہ مرغی بہت موٹی ہو جائے گی۔ اگر زبل اصغر کے کیڑے کو پرانے زیتون کے تیل میں ملا کر گنجے سر کی مستقل مالش کی جائے تو گنجا پن ختم ہو جاتا ہے۔ یہ نسخہ مجرب ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں کیڑوں کو دیکھنے کی تعبیر آپس کے دشمنوں سے کی جاتی ہے۔ ریشم کے کیڑے تاجر کے لئے خریداروں کی اور بادشاہ کے لئے رعیت کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں ریشم کا کیڑا پکڑ لے تو اس کو نفع حاصل ہوگا۔ بعض اوقات مطلق کیڑوں کو خواب میں دیکھنا مال حرام یا ضرر کی نشانی ہے۔ لہٰذا اگر خواب میں کسی شخص کے ہاتھ سے کیڑا چھوٹ جائے تو گویا اس سے وہ ضرر زائل ہو گیا۔ کبھی کیڑوں کی تعبیر موت کا قرب اور عمر کا ختم ہو جانا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

دوالة

دوالة (لومڑی کو کہتے ہیں اور لومڑی کا یہ نام اس کے نشاط کے باعث رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ دالان کے معنی نشاط کی چال کے آتے ہیں۔

الدودمس

الدودمس: سانپ کو کہتے ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ سانپ اس قدر زہریلا ہوتا ہے کہ جہاں تک اس کی پھنکار پہنچتی ہے

وہاں تک آگ لگ جاتی ہے۔اس کی جمع دوسات اور دوامیس آتی ہے۔

الدوسر

الدوسر: موٹے اونٹ کو کہتے ہیں۔

الدیسم

الـدیسم: ریچھ کا بچہ۔بعض حضرات نے اس کولومڑی کا بچہ اور بعض نے بھیڑیئے اور کتیا کے مشترکہ بچہ کو بھی کہا ہے۔لیکن صحیح یہی ہے کہ ریچھ کا بچہ ہے۔البتہ ایک بات تو طے ہے کہ چاہے یہ ریچھ کا بچہ ہو یا دیگر کسی درندے کا اس کا کھانا حرام ہے۔

الدیک

الدیک: مرغ کو کہتے ہیں اس کی جمع دیوک اور دیکہ آتی ہیں اور اس کی تصغیر دویک آتی ہے۔مرغ کی کنیت ابوحسان، ابو حماد، ابوسلیمان، ابوعقبہ، ابومدلج، ابومنذر، ابونبھان، ابویقظان، ابوبرائل آتی ہیں۔مرغ کی خاصیت یہ ہے کہ نہ اس کو اپنے بچے سے انسیت ہوتی ہے اور نہ کسی ایک جورو (مرغی) سے، یہ طبعاً احمق ہوتا ہے۔اس کی حماقت کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی دیوار سے گر جاتا ہے تو اس میں اتنی سوجھ نہیں رہتی کہ اپنے گھر چلا جائے۔لیکن احمق کے ساتھ ساتھ اس میں بعض خصائل حمیدہ بھی پائے جاتے ہیں۔چنانچہ وہ اپنی ماتحت تمام مرغیوں میں برابری رکھتا ہے۔کسی ایک کو دوسری مرغیوں پر ترجیح نہیں دیتا ہے۔مرغ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو رات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔چنانچہ جب اس کے بولنے کا وقت آتا ہے تو عین وقت پر بولتا ہے کبھی اس میں خطاء نہیں کرتا۔صبح سے پہلے اور صبح کے بعد برابر بولتا رہتا ہے۔(فسبحان من هداه لذالک) اسی وجہ سے قاضی حسینؒ، متولی اور رافعیؒ وغیرہ نے تجربہ کار مرغ کی آواز سے نماز کے اوقات کی تعین کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔مرغ کی ایک عجیب عادت یہ ہے کہ جب یہ کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں مرغیاں ہوں تو یہ سب سے جفتی کرتا ہے۔ابوبکر صنوبری نے مرغ کی مدح میں مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں:

مغرد الليل ما يالوک تغريدًا هل الكوى فهو يدعو الصبح مجهودًا

''رات کے وقت میں بانگ دینے والا جو کبھی بانگ دینے میں کوتاہی نہیں کرتا حالانکہ وہ نیند سے بوجھل ہوتا ہے مگر بروقت بانگ ضرور دیتا ہے''۔

لما تطرب هز لعطف من طرب ومد الصوت لما مده الجيدا

''عالم سرور میں حرکت کرتا ہے اور بوقت بانگ اپنی آواز کو خوب کھینچتا ہے''۔

كلابس مطرفا مرخ ذوائبه تضاحک البيض من اطرافه السواد

''اس نے پہن رکھا ہے عباء کو جس کی گھنڈیاں لٹکی ہوئی ہیں اور اس کے سیاہ بالوں کے ساتھ کانوں کی جگہ دو سفید حصے نظر آتے ہیں''۔

حالى المقلد لوقيست فلائده بالودد قصر عنها الورد توريدا

''اس کے گلے میں ہار ہے لیکن ہار کو پھول کے ہار پر قیاس نہیں کیا جا سکتا''۔

تاریخ ابن خلکان میں محمد بن معن محمد بن صمادح معتصم کے حالات میں ابوالقاسم اسعد ابن بلیط کے قصیدے کے اشعار (جو اس نے اس کی تعریف میں کہے تھے) میں مرغ کی صفات مذکور ہیں۔

کان انو شروان اعطاه تاجه وناط علیه کف ماریة القرطا

''گویا کہ نوشیرواں نے اسے اپنا تاج دیا ہے اور ماریہ نے اس کے کانوں میں بالیاں پہنائی ہیں''۔

سبی حلة الطاوس حسن لباسه ولم یکفیه حتی سبی المشیة البطاء

''مور کی پوشاک گویا اس نے حاصل کر لی مگر مور کی پوشاک میں جو نقص تھا اس سے خود کو بچالیا''۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ ہندوستانی مرغ کے حکم میں ہی چلاسی، نبطی، سندھی اور حبشی مرغ بھی آتے ہیں اور اہل تجربہ لکھتے ہیں کہ سفید مرغا پالنے کے فوائد میں سے ایک فائدہ گھر کی حفاظت بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ سفید مرغ کو گھر میں ذبح کیا جائے تو گھر میں بے برکتی پیدا ہوتی ہے۔

حدیث میں مرغ کا ذکر:۔

آنحضور ﷺ کا یہ قول بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ ''سفید مرغ مجھے محبوب ہے''۔ لیکن یہ قول (حدیث) ثابت نہیں ہے بلکہ ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''سفید مرغ مجھے پسند ہے''۔ شیطان اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ یہ اپنے مالک کو بروقت جگاتا بھی ہے اور اس کے گھر کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضور ﷺ گھر اور مساجد میں مرغوں کو پالنے کے لئے فرماتے تھے۔

تہذیب میں حضرت انسؓ سے راویت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سفید اور کہردار مرغ میرا دوست ہے اور میرے دوست جبریلؑ کا دوست ہے۔ یہ اپنے گھر اور اپنے پڑوسیوں کے سولہ گھروں کی حفاظت کرتا ہے''۔

اس روایت کے راوی ضعیف ہیں۔

شیخ محبؒ الدینؒ طبری روایت کرتے ہیں:۔

''نبی کریم ﷺ کا ایک سفید مرغا تھا اور صحابہ کرامؓ اپنے ساتھ سفر میں مرغ لے جایا کرتے تھے تاکہ نماز کے اوقات جان سکیں''۔

صحیحین وسنن ابی داؤد، ترمذی ونسائی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا''۔

معجم طبرانی اور تاریخ اصفہان میں روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرغ ہے اس کا رنگ سفید اور اس کے دونوں بازو زبرجد یاقوت اور موتیوں سے مزین ہیں ایک بازو اس کا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، اس کی ٹانگیں ہوا میں معلق ہیں اس کا سر عرش کے نیچے ہے روزانہ صبح کے وقت وہ اذان دیتا ہے اس کی آواز سوائے جن وانس کے آسمان وزمین کی جملہ مخلوق سنتی ہے

یہ آواز سن کر زمین کے مرغ جواب دیتے ہیں جب قیامت کا دن قریب آئے گا تو اللہ تعالیٰ اس مرغ کو حکم دے گا کہ اپنے بازو سیکٹر لے اور اپنی آواز بند کر دے۔ اس وقت جن وانس کے علاوہ تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت قریب آ گئی ہے''۔

طبرانی اور بیہقی نے شعب میں محمد بن منکدر سے بروایت حضرت جابرؓ روایت کیا ہے:

''آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ میں ہیں اور گردن عرش تک پہنچتی ہے۔ جب رات کو کچھ حصہ گزر جاتا ہے تو کہنے والا اسبوح قدوس۔

کہتا ہے تو مرغ بھی اس کے ساتھ بانگ دیتا ہے''۔ (لیکن جن صاحب نے حضرت جابرؓ سے یہ روایت کی ہے ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ احادیث منکرہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ثوبانؓ کی روایت میں ہے:۔

''خدا تعالیٰ کا ایک مرغ ہے جس کے پاؤں تحت الثریٰ اور گردن تا عرش ہے اور دونوں بازو ہوا میں جنہیں وہ صبح کے وقت پھڑ پھڑاتا ہے اور کہتا ہے''سبحان الملک القدوس ربنا الملک الرحمٰن لااله غیره''۔

ثعلبی روایت کرتے ہیں:۔

''آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں پسند ہیں مرغ کی آواز، قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں کی آواز اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے کی آواز''۔

امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ حضرت خالد جہنی سے راویت کرتے ہیں:۔

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرغ کو گالی مت دیا کرو۔ کیونکہ یہ نماز کے لئے جگاتا ہے''۔

امام حلیمیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے اس فرمان میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس چیز سے خیر حاصل ہوتی ہو اس کو گالی نہیں دینی چاہیے اور نہ اس کی توہین کرنا مناسب ہے بلکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تکریم کی جائے۔

حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ میں اس مرغ کا تذکرہ کروں جس کے پاؤں زمین میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے اور یہ کہتا ہے سبحانک مااعظم شانک، پاک ہے تیری ذات برتر ہے تیری شان''۔

ابو طالب مکیؒ اور امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں کہ۔

''میمونؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ عرش کے نیچے ایک فرشتہ مرغ کی شکل کا ہے اس کے پنجے موتیوں کے ہیں اور اس کا صیصہ زمرد کا ہے۔ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اپنے پنکھوں کو ایک مرتبہ جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ قائمین (رات کی عبادت کرنے والے) اٹھ جائیں اور جب رات کا نصف اول گزر جاتا ہے تو دوسری مرتبہ اپنے بازو کو جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ نمازی لوگ بیدار ہو جائیں اور صبح ہو جاتی ہے تو پھر اپنے بازو کو جنبش دیتا ہے اور کہتا ہے چاہیے کہ غافلین بیدار ہو جائیں اس حال پر کہ ان پر ان کے گناہوں کا وبال ہے''۔

حدیث شریف میں جو یہ آیا ہے کہ مرغا نماز کے لئے جگاتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ حقیقتاً یہ کہتا ہے کہ اٹھو نماز کا وقت ہو گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ صبح کے وقت جو نماز کا صحیح وقت ہوتا ہے اس میں وہ بار بار بانگ دیتا ہے اس سے سونے والے کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ اٹھ کر نماز ادا کرتا ہے۔ لہٰذا وہ نماز کے لئے اٹھانے کا ایک ذریعہ بن گیا ہے اور اس کو مجازاً بلانے یا جگانے سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ اگر وہ کسی غیر وقت میں اذان دینے لگے تو اس کی آواز پر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا مشاہدے میں آچکا ہے کہ بعض مرغ صبح صادق سے پہلے ہی انسانوں کی آہٹ سن کر بولنے لگتے ہیں۔

نکتہ:۔ سہل بن ہارون بن راہویہ خلیفہ مامون رشید کے یہاں ملازم تھا۔ یہ حکیم اور نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھا فارسی الاصل اور شیعۃ المذہب تھا اور عربوں سے بہت تعصب رکھتا تھا۔ ادب وغیرہ میں اس کی بہت سی تصانیف بھی ہیں۔ جاحظ نے اس کی حکمت وشجاعت وغیرہ کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان خوبیوں کے باوجود نہایت درجہ کا بخیل تھا۔ اس سلسلہ میں اس کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔ ان قصوں میں یہ بھی ہے:۔

"دعبل کا بیان ہے کہ ایک دن ہم اس کے یہاں بیٹھے ہوئے تھے ہم کو باتوں باتوں میں دیر ہوگئی اور اس کی یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے اس کا (یعنی سہل بن ہارون کا) دم نکلا جا رہا تھا۔ جب اس سے ضبط نہ ہو سکا تو اس نے غلام سے کھانا لانے کو کہا۔ غلام ایک پیالہ میں پکا ہوا مرغ لے کر حاضر ہوا۔ سہل نے پیالہ غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ اس کا سر کہاں ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ میں نے اس کو پھینک دیا ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں مرغ کی ٹانگ کو بھی پھینکنا گوارہ نہیں کرتا یہ تو سر تھا۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ سر رئیس الاعضاء ہوتا ہے اور اس سے مرغا اذان بھی دیتا ہے۔ سر پر ہی کیسر ہوتی ہے۔ جس کو لوگ متبرک سمجھتے ہیں اور اس میں آنکھیں ہوتی ہیں جو صفائی میں ضرب المثل ہیں۔ شراب کو صفائی میں مرغ کی آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں اور درد گردہ کے لئے اس کا دماغ عجیب خاصیت اور تاثیر رکھتا ہے۔ اگر تجھے یہ گمان تھا کہ میں اس کو نہیں کھاؤں گا تو میرے گھر والے اس کو کھانے کے لئے موجود تھے۔ جاؤ اس کو تلاش کر کے لا۔ غلام نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر ابن راہویہ نے کہا کہ کم بخت تو اس کو پھینکتا کیوں تو نے تو اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا ہے"۔

دیک کا شرعی حکم:

مرغ کا بھی وہی حکم جو مرغی کا ہے یعنی اس کا کھانا حلال ہے۔ اس کو گالی دینا جائز نہیں۔ جیسا کہ اوپر گزرا ہے۔ کامل میں عبداللہ بن نافع مولیٰ بن عمر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مرغوں کو، بکروں کو اور گھوڑوں کی خصی مت کرو"۔

امام شافعیؒ کے مناقب میں مذکور ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ فلاں نے میرے مرغ کو خصی کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر جنایت واجب ہے۔ مرغوں کو لڑانے کی نہی کے متعلق بحث باب الکاف میں کبش کے ضمن میں آئے گی۔

کہاوتیں:

اہل عرب کہتے ہیں اشجع من دیک اور افسد من دیک، مرغ سے زیادہ بہادر اور مرغ سے زیادہ فسادی۔

امام مسلمؒ و دیگر محدثینؒ نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا وقت آ گیا ہے اور وہ خواب یہ ہے کہ ایک مرغ نے میرے تین ٹھونگیں ماریں اور ایک روایت

میں یہ الفاظ ہیں کہ گویا اس سرخ مرغ نے میرے دو یا تین ٹھونگیں ماریں۔ میں نے اس خواب کو حضرت اسماء بنت عمیس سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو ایک عجمی شخص قتل کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ خطبہ جمعہ کے دن دیا تھا اور اگلے ہی بدھ کو آپ پر حملہ ہو گیا۔

حاکمؒ نے سالم ابن جعد سے انہوں نے معدانؓ بن ابی طلحہ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے میرے تین ٹھونگیں ماریں جس کی تعبیر میں نے یہ لی کہ ایک عجمی مجھ کو قتل کرے گا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اپنا معاملہ ان چھ آدمیوں کے سپرد کیا ہے۔ جن سے حضور اکرم ﷺ ہمہ وقت راضی تھے وہ یہ ہیں:۔

حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے جو خلافت کا خواستگار ہو وہی خلیفہ ہے۔

لیکن ابن خلکانؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر وار کیا گیا اور آپ زخمی ہو گئے تو صحابہؓ میں سے آپ نے چھ آدمیوں کو منتخب فرمایا اور یہ وہی حضرات تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ حضرت سعدؓ ابن ابی وقاص اس وقت موجود نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے ابن عمرؓ کو صرف مشیر مقرر کیا اور ان کو امیدواران میں نہیں رکھا۔ مسور ابن مخرمہؓ اور تین انصار کو یہ حکم دیا کہ اگر تین دن کے اندر اندر ان میں سے کوئی خلافت کے لئے کھڑا ہو گیا تو فبہا ورنہ ان کی گردنیں اڑا دینا۔ کیونکہ پھر ان سے مسلمانوں کو کوئی امید اور خیر نہیں رکھنی چاہیے۔ اور اگر ان میں دو فریق ہو گئے اور دونوں جانب برابر رائے ہوئی تو جس جانب عبدالرحمٰنؓ بن عوف ہوں گے وہ رائے قابلِ قبول ہوگی۔ پھر یہ وصیت فرمائی کہ تین دن تک حضرت صہیبؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے خود کو امیدوار خلافت سے سبکدوش کر کے حضرت عثمانؓ سے خلافت کی بیعت کر لی۔ حضرت عمرؓ کی شہادت وغیرہ اور باقی حالات باب الھمزہ میں لفظ اوز کے تحت گزر چکے وہاں دیکھا جائے۔ یہاں مزید حالات کو طوالت اور تکرار کے باعث ترک کر دیا گیا ہے۔

ابو لولو فارسی جو حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کا غلام تھا اور مذہباً آتش پرست یا نصرانی تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ابو لولو نے حضرت عمرؓ پر تین وار کئے اور ان تین میں سے ایک وار اس نے ناف کے نیچے کیا۔ حضرت عمرؓ اس کے پہلے ہی وار (حملہ) پر بولے کہ مجھ پر کتا حملہ آور ہوا ہے اور یہی الفاظ کہتے ہوئے مصلے سے پیچھے ہٹ گئے۔ آپ کے مصلے سے ہٹتے ہی عبدالرحمن بن عوف فوراً مصلے پر پہنچ گئے اور نماز پوری کرائی۔ ابو لولو حملہ کے بعد بھاگ کھڑا ہوا اور اس حالت میں کہ اس کے ایک ہاتھ میں خنجر تھا جس کو وہ دائیں بائیں گھما رہا تھا۔ ابو لولو کی اس چالاکی کو دیکھ کر ایک انصاری نے اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اس کو قابو میں کرنا چاہا۔ ابو لولو نے جب دیکھا کہ وہ اس چادر سے چھٹکارا نہیں پا سکتا تو اس نے اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی۔ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے مسجد کے بیشتر نمازیوں کو حضرت عمرؓ پر ابو لولو کے حملہ کی خبر تک نہ ہوئی۔ البتہ جب نمازیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تلاوتِ قرآن کی آواز نہ آئی تب ان لوگوں کو احساس ہوا مگر سبب پھر بھی معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت عمرؓ کو زخمی ہونے کے بعد شدید پیاس لگی تو آپ کو فوراً نبیذ پلائی گئی لیکن یہ فوراً ناف پر لگے زخم سے باہر آ گئی۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ نبیذ باہر نکل رہی ہے اور کچھ نے کہا کہ خون نکل رہا ہے۔ اس لئے پھر آپ کو نبیذ کی جگہ دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخم سے باہر نکل گیا۔ جس سے لوگ آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آپ سے کہنے لگے کہ امیر المومنین آخری وصیت فرما دیجئے تو آپ نے انتخابِ خلیفہ کے لئے ایک کمیٹی کا اعلان فرمایا۔ یہ حادثہ ۲۷/ ذی الحجہ ۲۳ھ میں پیش آیا اور حضرت عمرؓ کی وفات ۲۸/ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوگئی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبید اللہ ابن عمرؓ ہرمزان پر جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ بلکہ ایک نصرانی کو بھی مار دیا۔ ان دونوں مقتولوں نے ابو لولو کو

حضرت عمرؓ کے قتل کے لئے تیار کیا تھا اور یہ بھی ہے کہ عبیداللہ ابن عمرؓ نے ابولولو کی ایک بچی کو بھی مار ڈالا تھا۔ ان کی دیت بعد میں حضرت عثمانؓ نے ادا کی تھی۔ عبیداللہ بن عمر، حضرت علیؓ کی خلافت کے دوران حضرت معاویہؓ سے جا ملے تھے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں عظیم فتوحات ہوئیں۔ آپ ہی نے غزوات گرمی اور سردی کے اعتبار سے تقسیم کئے تھے اور تاریخ کو سن ھ کے اعتبار سے متعین کرنے والے بھی آپ ہی ہیں آپ ہی نے سب سے پہلے تحریروں پر باقاعدہ مہر کا استعمال شروع کیا۔ مگر مہر کے سلسلہ میں آپ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ سے پہلے آنحضور ﷺ کے پاس بھی ایک انگشتری تھی جس کو آپ نے بطورِ مہر بھی استعمال کیا تھا۔

آپ کے دور میں ہی درے سے پٹائی بھی شروع ہوئی۔ آپ خود بھی اپنے ساتھ ایک درار کھتے تھے آپ ہی نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کو یہ دعا دی کہ ''خدا تمہاری عمر دراز کرے''۔ مقام ابراہیمؑ کو پیچھے ہٹانے والے بھی حضرت عمرؓ ہی ہیں، ورنہ پہلے یہ بیت اللہ سے بالکل قریب تھا۔ آپ ہی نے تراویح کا اہتمام کیا اور ایک امام متعین کر کے سب کو حکم دیا کہ ان کی اقتداء میں تراویح ادا کریں۔ آپ اپنے دورِ خلافت میں مسلسل دس سال تک امیرالحج بھی رہے۔ آپ کا آخری حج ۲۳ ھ میں ہے۔ جس میں آنحضور ﷺ کی بیبیاں بھی ہم سفر تھیں۔ جب مدینہ لوٹ کر آئے تو وہ خواب دیکھا جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔

آپ نے ایک نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم سے بھی کیا تھا اور حضرت ام کلثوم کا مہر چالیس ہزار درہم تھا۔

آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو شراب نوشی پر سزا دی تھی۔ جس وقت آپ کے صاحبزادے پر یہ حد جاری ہو رہی تھی تو آپ کا بیٹا چلا رہا تھا کہ ابا جان آپ تو مجھے بالکل ہی مارے ڈالتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا تھا کہ ہاں! خدا تعالیٰ کو بتانا کہ یہ حد مجھ پر میرے باپ نے قائم کی ہے۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ شراب نوشی کی سزا ابوشحمہ (ان کے نام عبدالرحمٰن تھا) کو دی گئی تھی۔ ابوشحمہ کی والدہ حضرت عمرؓ کی ام ولد تھیں اور ان کا نام ہیبت تھا۔

بعض مورخین کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے کہ عبیداللہ بن عمرؓ نے دو آدمیوں کو مارا تھا یا ابولولو کی بچی کو قتل کیا تھا۔

کچھ معتبر علماء کی رائے ہے کہ رقیہؓ، بنت رسول اللہ کے یہاں حضرت عثمانؓ سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ تھا اور اسی بچہ کی وجہ سے حضرت عثمانؓ ابوعبداللہ کہلاتے ہیں۔ اس بچہ کی عمر صرف سات سال ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب یہ بچہ سات سال کا تھا تو ایک قاتل مرغ نے اس کے چہرے پر سات ٹھونگیں ماریں۔ اسی وجہ سے یہ بچہ اپنی والدہ کے بعد ۴ھ میں وفات پا گیا۔ اس کے علاوہ آنحضور ﷺ کی صاحبزادی کے کوئی اور بچہ پیدا نہیں ہوا۔

حضرت رقیہ جب حبشہ پہنچی تو وہاں کے نوجوان آپ کے حسن و جمال کو دیکھتے اور حیران ہوتے تھے۔ حضرت رقیہ کو ان نوجوانوں کے اس عمل سے تکلیف تھی۔ چنانچہ آپ نے ان کے حق میں بددعا کی جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ وہ لڑکے کہتے تھے کہ ''رقیہ کا زخم ایسا لگتا ہے جیسا کہ مرغ کی ٹھونگیں''۔

اسی مضمون کو شاعر نے اس طرح کہا ہے

ویوما کحسو الدیک قدبات صحبتی ینالونه فوق القلاص العیاهل

''ایک دن مرغ کی ٹھونگوں کی طرح مجھے اپنی رفاقت میں لگائے اور کس قدر جلد لگائے''۔

مرغ کی آنکھ کی سفیدی بھی مشہور ہے۔ چنانچہ مثل مشہور ہے اصفى من عين الديك یعنی فلاں کی آنکھ مرغ کی آنکھ سے بھی زیادہ شفاف ہے۔

بكر العاذلون فی وضع الصبح يقولون لی اماتستفيق ويلومون فيک ياابنة عبدالله

''ملامت کرنے والیوں نے تڑکے ہی مجھ سے کہا کہ کیا تو ہوش میں نہیں آئے گا۔ اے عبداللہ کی بیٹی یہ مجھے ملامت کرتی ہیں''۔

والقلب عند كم موهوق لست ادری اذا اكثر والعذل فيها اعدويلو منی ام صديق

''حالانکہ میرا دل ان کے پاس گرفتار ہے۔ میں یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ جب یہ مجھے خوب ملامت کرتی ہیں تو آیا یہ ملامت میں دشمن کا کردار ادا کرتی ہیں یا دوست کا''۔

ودعوا بالصبوح يوما فجاءت قينة فی يمينها ابريق

''تڑکے ہی تڑکے صبح کو شراب طلب کی تو ایک باندی اپنے ہاتھ میں جام شراب لئے ہوئے پہنچی''۔

قدمته على عقار كعين الديك صفى سلافها الراوق

''وہ چلی آ رہی تھی اس حال میں کہ اس کی آنکھیں مرغ کی آنکھوں سے بھی زیادہ صاف وشفاف تھیں''۔

مرغ کے طبی خواص:

مرغ کا گوشت اعتدال کے ساتھ ساتھ گرم خشک ہے۔ جس مرغ کی آواز میں اعتدال ہوگا اس کا گوشت عمدہ ترین ہوگا۔ مرغ کا گوشت قولنج کے مریضوں کے لئے نفع بخش ہے۔ اس کے کھانے سے جسم کو عمدہ غذا فراہم ہوتی ہے۔ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے مفید ہے۔ موسم سرما میں اس کا کھانا زیادہ فائدہ مند ہے۔ بوڑھے مرغ کا گوشت پکانے سے اس کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ جوان مرغ کا گوشت دافع قبض ہے۔ جوڑوں کے درد، رعشہ، پرانے بخار کے لئے مفید ہے۔ بالخصوص جب اس میں بہت زیادہ نمک ماء کرنب اسفاناخ ڈال کر پکایا جائے۔

مرغی کے بچے اذان دینے سے قبل تک ہر شخص کے لئے یکساں طور پر عمدہ غذائیت پیدا کرتے ہیں۔ مرغی کا گوشت انڈے دینے سے پہلے تک عمدہ ہوتا ہے۔ اگر اس کا گوشت کھانے پر مداومت کی جائے تو بہتر ہے۔ مرغ کا دماغ یا اس کا خون کیڑے کے کاٹنے کی جگہ پر ملا جائے تو مفید ہے۔ مرغ کا خون آنکھ میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھ کی سفیدی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر مرغ کی کیسر جلا کر ایسے شخص کو پلا دی جائے جو بستر پر پیشاب کر دیتا ہو تو اس کا یہ مرض ختم ہو جائے گا۔ اگر مرغ کے سر پر اور کیسر پر تیل مل دیا جائے تو وہ اذان دینا بند کر دے گا۔

مرغ کے دونوں بازوؤں کے کنارے پر دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اگر داہنے بازو کی ہڈی کو بخار میں مبتلا شخص کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔ مرغ کا خصیہ اگر پانی میں ابال کر ایسی عورت جس کے حمل نہ قرار پاتا ہو کھالے تو حمل ٹھہر جائے گا۔ لیکن اس خصیہ کو عورت حالت حیض میں تین یوم تک مسلسل کھائے اور اسی دوران اس کا شوہر اس سے جماع کرے تب فائدہ ہوگا''مسئلہ'' حالت حیض میں عورت سے جماع جائز نہیں۔ جو شخص جماع کثیر کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ ان خصیوں کو کاغذ میں لپیٹ کر اپنے بازو میں باندھ لے جب تک یہ خصیہ بندھے رہیں گے تب تک انزال نہیں ہوگا اور سختی رہے گی۔ اگر کسی پاگل کو سرخ یا سفید مرغ کی کیسر کی دھونی دی جائے تو عجیب وغریب فائدہ ظاہر ہوگا۔ اگر مرغ کا پتا بکرے کے شوربہ میں ملا کر نہار منہ پیا جائے تو نسیان زدہ اور بھولی ہوئی چیزیں

یاد آ جائیں گے۔

اگر مرغ کا خون شہد میں ملا کر آگ پر رکھ دیا جائے تو پھر ذکر پر اس کی مالش کی جائے تو ذکر اور باہ کو قوت دیتا ہے۔ اگر مرغ کا خصیہ کسی لڑاکا مرغ پر لگا دیا جائے تو پھر کوئی مرغ اس پر غالب نہیں آئے گا۔

خواب میں تعبیر:

مرغ کو خواب میں دیکھنا درج ذیل اشیاء پر دلالت کرتا ہے:

(۱) خطیب اور موذن (۲) قاری مطرب (جو گانے کی طرح قرآن کی تلاوت کرے) (۳) جو شخص امر بالمعروف کا حکم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے کہ مرغا صبح کے وقت اذان دے کر نماز کی یاد دلاتا ہے لیکن خود نہیں پڑھتا۔ بہت نکاح کرنے والے مرد کی بھی کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنے پر تعبیر دیتے ہیں اور کبھی مرغ کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو بانسری بجاتا ہو اور عورتوں کے پاس آتا جاتا ہو اور کبھی اس کی تعبیر چوکیدار سے کرتے ہیں اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے سخی سے کی جاتی ہے جو خود نہ کھائے بلکہ دوسرے لوگوں کو کھلائے۔ کبھی مرغ کی تعبیر گھر کے مالک یا مملوک سے کی جاتی ہے اور کبھی مرغ کو خواب میں دیکھنا علماء اور حکماء کی صحبت پر دلالت کرتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے گھر میں داخل ہو کر جو کے دانے چگ لئے۔ ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ اگر تمہارے گھر سے کوئی چیز غائب ہو جائے تو اطلاع کرنا۔ کچھ دن کے بعد اس شخص نے آکر عرض کیا کہ میرے گھر کی چھت پر سے ایک چٹائی چوری ہو گئی۔ ابن سیرینؒ نے کہا کہ وہ موذن نے چوری کی ہے۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو یہی واقعہ نکلا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ ایک گھر کے دروازے پر یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

قد کان من رب هذا البيت ما كان   هيوا لصاحبة يا قوم اكفانا

"اس مکان کے مالک کو جو حادثہ پیش آیا، آیا تا آنکہ بوقت حادثہ دوست چلائے کہ وقت سخت آ گیا۔ اپنے کفن کا بھی کا انتظام کرلو"۔

ابن سیرینؒ نے یہ سن کر جواب دیا کہ اس گھر کا مالک چونتیس روز میں مرجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دیک کا عدد بھی چونتیس ہی آتا ہے۔

ایک شخص نے ابن سیرینؒ سے آکر عرض کیا کہ میں نے خواب میں مرغ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ تیری زندگی کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا۔ بعض مرتبہ مرغ کی تعبیر عجمی آدمی یا غلام سے بھی کی جاتی ہے اور بعض کے نزدیک اس کی تعبیر موذن یا منادی کرنے سے بھی کی جاتی ہے۔ جس کی آواز لوگ ہمیشہ سنتے رہتے ہیں جیسے موذن وغیرہ۔

دیک الجن

دیک الجن: ایک چھوٹا سا جانور ہے جو عموماً باغات میں ملتا ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو پرانی شراب میں ڈال

دیا جائے یہاں تک کہ یہ اس میں مرجائے۔اس کے بعد اس شراب کو کسی آبخورے میں کر کے اس کو گھر کے صحن میں دفنا دیا جائے تو اس گھر میں کبھی بھی دیمک پیدا نہیں ہو سکتی۔قزوینی نے ایسا ہی لکھا ہے۔

ابومحمد عبدالسلام جو کہ دولت عباسیہ کا مشہور شاعر گزرا ہے۔اس کا لقب دیک الجن تھا۔یہ شیعہ تھا اور حضرت حسینؓ کے بارے میں اس کے کئی مرثیہ مشہور ہیں۔یہ شاعر بے حیا، بدتمیز اور کھیل کود کا دلدادہ تھا۔اس کی پیدائش ۱۶۱ھ میں ہوئی۔اس کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی اور اس کی وفات متوکل کے دورِ خلافت میں ۲۳۶ھ میں ہوئی۔

کہتے ہیں کہ جب ابونواس مصر خصیب کی مدح کرنے کے لئے پہنچا تو شاعر دیک الجن اس کو دیکھ کر چھپ گیا۔ابونواس نے اس کی باندی سے کہا کہ جا کر دیک الجن سے کہو کہ باہر آ جائے۔کیونکہ تو نے اپنے اس شعر سے اہل عراق کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔شعر یہ ہے۔

موردة من كف ظبى كانما　　　تناولها من خده فادارها

''ایک ہرن کے ہاتھوں سے اس طرح حاصل کیا کہ گویا اس کے رخسار گھما دیئے گئے''۔

جب باندھی نے دیک الجن کو ابونواس کا یہ پیغام پہنچایا تو وہ باہر آ گیا اور ابونواس سے ملاقات کی اور اس کی ضیافت کی۔

تاریخ ابن خلکان میں اس طرح مذکور ہے کہ دعبل خزاعی جب مصر پہنچا اور دیک الجن کو اس کے آنے کی اطلاع دی تو وہ چھپ گیا۔دعبل خزاعی نے اس کے گھر پہنچ کر دستک دی تو دیک الجن نے اپنی باندی سے کہلا دیا کہ کہہ دو گھر میں نہیں ہیں۔یہ جواب سن کر دعبل خزاعی اس کا ارادہ سمجھ گیا اور کہا کہ دیک الجن باہر آ جا اس لئے کہ تو اپنے ان اشعار کی وجہ سے جن وانس میں سب سے بڑا شاعر بن گیا ہے۔اشعار یہ ہیں:۔

فقام تكاد الناس تحرق كفه　　　من الشمس اومن وجنتيه استعارها

''کھڑا ہوا کہ لوگوں کی ہتھیلیوں کو جلاتا تھا یہ جلانا یا سورج کی تپش سے تھا یا اس تپش سے جو اس کے رخسار سے مستعار لی گئی''۔

موردة من كف ظبى كانما　　　تناولها من خده فادارها

''ایک ہرن کے ہاتھوں سے اس طرح حاصل کیا کہ گویا اس کے رخسار گھما دیئے گئے''۔

الديلم

(تیتر) الدیلم: تیتر کو کہتے ہیں اس کا بیان پہلے گزر چکا۔

ابن داية

(سیاہ سفید داغدار کوا) ابن داية: اس کو ابن دایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ اونٹ کی پشت یا اس کی گردن پر کوئی زخم دیکھتا ہے تو اس کو اپنی چونچ سے کرید کرید کر ہڈیوں (دیات) تک پہنچا دیتا ہے۔

فائدہ:

''دیات'' گردن اور ریڑھ کی ہڈیوں کو کہتے ہیں۔ابن الاعرابی نے اپنی کتاب ''النوادر'' میں لکھا ہے کہ اونٹ کی کمر کے مہروں کی تعداد اکیس تک ہوتی ہے۔اس سے زائد نہیں ہوتی اور انسان کے کل چوبیس مہرے ہیں۔جالینوس نے لکھا ہے کہ دماغ کی جڑ سے لے کر

سرین تک انسان کی کمر میں کل چوبیس منکے ہیں۔ سات گردن میں اور سترہ کمرہ میں۔ اس کے علاوہ بارہ صلب میں اور پانچ پیٹ میں، ان کو سرین کہا جاتا ہے۔ نیز انسان کی پسلیاں بھی چوبیس ہیں۔ دونوں جانب بارہ بارہ۔ اور انسان کی کل ہڈیوں کی تعداد ۲۴۸ ہے۔ دل میں پائی جانے والی ہڈی اس سے مستثنٰی ہے۔ اور انسان کے بدن میں کل بارہ سوراخ ہیں، دو آنکھیں دو کان دو نتھنے، ایک منہ، دو پستان، دو فرج، ایک ناف، بدن کے وہ سوراخ جن کو مسام سے تعبیر کرتے ہیں وہ اس شمار سے خارج ہیں اس لئے کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔

عتبہ بن ابی سفیان کا قصہ:

عتبہ بن ابی سفیان نے اپنے گھر کے کسی فرد کو طائف کا والی مقرر کیا۔ اس والی نے قبیلہ ازد کے کسی شخص پر ظلم کیا۔ اس شخص نے عتبہ کے پاس آ کر اس کی شکایت کی اور کہا کہ (خدا امیر کا بھلا کرے) آپ نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ جو شخص مظلوم ہو وہ میرے پاس آ کر فریاد کرے۔ چنانچہ میں مظلوم کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور غریب الوطن ہوں۔ اس شخص نے قدرے بلند آواز سے اپنی یہ شکایت بیان کی۔ عتبہ نے اس کی شکایت سن کر کہا کہ تو کوئی بدتمیز دہقانی معلوم ہوتا ہے جس کو شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ رات اور دن میں کتنی رکعت نماز فرض ہے۔ ازدی نے یہ سن کر کہا کہ اگر میں آپ کو رات دن کی تمام نمازوں کی تفصیل بتا دوں تو کیا آپ مجھ کو اس بات کی اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ میں آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرسکوں۔ عتبہ نے جواب دیا کہ ہاں تم مجھ سے مسئلہ پوچھ سکتے ہو۔ اس کے بعد ازدی نے یہ شعر پڑھا۔

ان الصلوۃ اربع اربع ثم ثلاث بعد هن اربع ثم صلوۃ الفجر لاتضیع

''نماز کی رکعتیں یہ ہیں ۴+۴+۳+۴ اس کے بعد فجر کی دو رکعت جو ضائع نہیں ہوسکتیں''۔

عتبہ نے سن کر کہا کہ تو نے سچ بات کہی۔ اب تو بتا تیرا سوال کیا ہے؟ چنانچہ ازدی نے پوچھا کہ بتائیے آپ کی کمر میں کتنی ہڈیاں ہیں؟ عتبہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس پر ازدی نے کہا کہ آپ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں لیکن آپ کو اپنے بدن کی ہڈیوں کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ یہ سن کر عتبہ نے حکم دیا کہ اس کو میرے پاس سے نکالو اور اس کا مال واپس کر دو۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اونٹ کوے کو اچھی طرح پہچانتا ہے اس لئے کہ وہ اسے اذیت دیتا ہے اس لئے اونٹ کوے سے خوف زدہ رہتا ہے۔ اہل عرب اس کوے کو اعور کہتے ہیں اور اس کو منحوس تصور کرتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل باب العین میں آئے گی انشاء اللہ۔

الدُئِل

(نیولے کے مشابہ ایک جانور) الدئل: (دال کے ضمہ اور ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ) حضرت کعب ابن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں۔

جاء وا ابجیش لوقیس معرسه ماکان الا کمعرس الدئل

''وہ اتنا لشکر لے کر آئے کہ اگر ان کی جائے نزول کی پیمائش کی جائے وہ اتنی ہوگی جتنا نیولے کا بل''۔

احمد ابن یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کے علاوہ اور کوئی ایسا اسم معلوم نہیں جو فعل کے وزن پر آتا ہو۔

اخفش کا قول ہے کہ ابوالاسود دئلی قاضی بصری اسی جانور کی نسبت سے دئلی کہلاتے ہیں۔ ابوالاسود کا اصل نام ظالم بن عمرو بن سلیمان تھا مگر آپ کے نام ونسب کے متعلق لوگوں میں بہت اختلاف ہے۔ آپ معزز و موقر تابعین میں سے تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ ابوموسیٰ، ابوذر اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت حدیث کی ہے۔ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صحبت ملی ہے اور آپ جنگ

صفین میں بھی حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کا شمار نہایت سلیم الطبع اور کامل الرائے لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا شمار محدثین، نحویین اور شعراء میں بھی تھا۔ خاص طور سے آپ علم نحو کے امام کے طور پر مشہور ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ آپ بخل، گندہ ذہنی اور مفلوجی میں بھی کافی شہرت رکھتے تھے۔ سب سے پہلے آپ ہی نے علم نحو کو وضع کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے آپ کو ایک کلام موضوع کر کے دیا تھا۔ اس میں تین الفاظ تھے یعنی اسم، فعل اور فرمایا تھا کہ ان ہی تینوں پر علم کلام کو پورا کرو۔

علم نحو کی وجہ تسمیہ:

علم نحو کو نحو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ابوالاسود دئلی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اجازت طلب کی تھی کہ میں اس کے مانند کلام بنالوں جیسا کہ آپ نے بنایا ہے۔ چونکہ عربی میں مانند اور مثل کے لئے لفظ نحو استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اس علم کا نام ہی نحو ہو گیا۔

واقعات:

ابوالاسود کے متعلق بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) آپ نے ایک مرتبہ ایک سائل کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہے کوئی جو بھوکے کو رات کے وقت کھانا کھلا دے۔ چنانچہ ابولاسود نے اس کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔ جب سائل کھانے سے فراغت کے بعد جانے لگا تو آپ نے اس کو روک کر فرمایا کہ میں نے تجھ کھانا اس لئے کھلایا ہے تاکہ تو رات میں مانگ کر لوگوں کو پریشان نہ کرے اس کے بعد آپ صبح تک اس کے پیر میں بیڑی ڈال کر بیٹھے رہے۔

(۲) ایک بار کسی شخص نے آپ سے کہا کہ آپ تو علم وحلم کے ظرف ہیں۔ بس آپ میں اتنا ہی نقص ہے کہ آپ بخیل ہیں۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ وہ ظرف (برتن) کس کام کا کہ جو اس چیز کو نہ سما سکے جو اس میں بھری جائے۔

(۳) ایک مرتبہ آپ نے نو دینار میں ایک گھوڑا خریدا اور اس کو لے کر ایک بھینگے شخص کے پاس سے گزرے۔ اس بھینگے شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ یہ گھوڑا آپ نے کتنے میں خریدا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تو بتا تیری نگاہ میں اندازاً اس کی کیا قیمت ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میری نگاہ میں اس کی قیمت ساڑھے چار دینار ہیں۔ یہ سن کر ابوالاسود نے کہا کہ تو اس کی قیمت کے اندازہ میں معذور ہے۔ کیونکہ تو نے اس کو ایک آنکھ سے دیکھا ہے اس لئے اس کی آدھی قیمت لگائی۔ اگر تیری دوسری آنکھ بھی صحیح وسالم ہوتی تو تو اس کی قیمت صحیح لگاتا۔ یہ کہہ کر آپ گھوڑا لے کر چل دیئے اور گھر پہنچ کر گھوڑے کو باندھ دیا اور سو گئے۔ جب سو کر اٹھے تو گھوڑے کی چبانے کی آواز کان میں آئی۔ گھر والوں سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ گھوڑا جو کھا رہا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے مال میں ایسے لوگوں کو اختیار دینا پسند نہیں کرتا جو اس کو تلف اور برباد کریں۔ مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو اس کو زیادہ کریں۔ چنانچہ تبھی اس گھوڑے کو فروخت کر دیا اور اس قیمت سے کھیتی کے لئے زمین خرید لی۔

(۴) بصرہ میں جو لوگ آپ کے ہمسایہ (پڑوسی) تھے وہ آپ کے عقائد کے خلاف تھے۔ چنانچہ وہ آپ کو طرح طرح سے اذیت پہنچاتے اور رات کے وقت آپ کے مکان پر پتھر برساتے۔ جب آپ اس کی شکایت ان سے کرتے تو آپ کے پڑوسی جواب دیتے کہ یہ پتھر ہم نہیں برساتے بلکہ منجانب اللہ آپ پر پتھر برسائے جاتے ہیں۔ اس پر آپ جواب دیتے تم جھوٹے ہو کیونکہ اگر یہ پتھر منجانب اللہ ہوتے تو ضرور آ کر مجھ کو لگتے۔ مگر یہ پتھر میرے قریب بھی نہیں گرتے اس لئے یہ تمہارے پھینکے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کے پڑوسی آپ کو اذیتیں دینے سے باز نہیں آئے۔ چنانچہ آپ نے اس مکان کو فروخت کر دیا اور دوسری جگہ سکونت پذیر ہو گئے۔ کسی نے آپ سے

دریافت کیا کہ آپ نے اپنا مکان فروخت کر دیا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے مکان فروخت نہیں کیا بلکہ اپنے پڑوسیوں کو فروخت کر دیا۔

ابوجہم عدوی کا واقعہ:

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ابوالاسود کا اوپر مذکورہ واقعہ ابوجہم عدوی کے واقعہ کے برعکس ہے اور ابوجہم عدوی کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا مکان ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا تھا۔ مکان فروخت کرنے کے بعد ابوجہم نے خریداروں سے سوال کیا کہ بتاؤ تم لوگ حضرت سعید بن العاص کا پڑوس کتنے میں خرید سکتے ہو؟ اس پر خریداران نے کہا کہ کیا کہیں پڑوس بھی بکتا ہے۔ اس پر ابوجہم نے کہا کہ میرا گھر مجھ کو واپس کر دو اور اپنے دام واپس لے لو۔ کیونکہ خدا کی قسم! میں ایسے شخص کا پڑوس ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ جس کی شان یہ ہے کہ اگر میں لاپتہ ہو جاؤں تو وہ مجھ کو تلاش کریں اور اگر مجھ کو دیکھ لیں تو خوش ہو اور اگر میں کہیں باہر چلا جاؤں تو میرے گھر بار کی حفاظت کریں اور اگر میں موجود ہوں تو میرا حق قرابت ادا فرمائیں اور اگر میں ان میں سے کچھ طلب کروں تو میرا سوال پورا کریں۔ چنانچہ حضرت سعید بن العاص کو جب ابوجہم کے اس حسن ظن کی خبر پہنچی تو آپ نے ابوجہم کو ایک لاکھ درہم بھیج دیئے۔

(۵) ایک مرتبہ حضرت ابوالاسود حضرت معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دورانِ گفتگو ابوالاسود کی ریح باوازِ بلند خارج ہوگئی۔ امیر معاویہؓ اس پر ہنس پڑے۔ ابوالاسود نے کہا کہ امیر المومنین اس کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ فرمائیں۔ جب ابوالاسود امیر معاویہؓ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو آپ کے پاس حضرت عمر بن العاصؓ تشریف لائے۔ حضرت معاویہؓ نے آپ سے ابوالاسود کا واقعہ بیان کر دیا۔ چنانچہ جب عمرو بن العاص ابوالاسود سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ اے ابوالاسود کیا تم نے امیر المومنین کے سامنے ایسی حرکت کی؟

کچھ دن بعد جب ابوالاسود امیر المومنین حضرت معاویہؓ سے ملے تو کہنے لگے امیر المومنین میں نے تو آپ سے عرض کیا تھا کہ اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو صرف عمرو بن العاصؓ کے سامنے ذکر کیا تھا۔ ابوالاسود نے کہا کہ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندیشہ تھا کہ آپ خلافت کے قابل نہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ یہ کیوں؟ ابوالاسود نے کہا یہ اس لئے کہ آپ خروج ریح کے بارے میں امانت دار ثابت نہ ہوئے تو مسلمانوں کے جان و مال کے بارے میں کیسے امین ہو سکتے ہیں؟ یہ سن کر امیر معاویہؓ ہنس پڑے اور ابوالاسود کو صلہ دے کر رخصت کیا۔

(۶) کسی نے ابوالاسود سے پوچھا کہ کیا امیر معاویہؓ بدر میں موجود تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس جانب سے (یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے)۔

(۷) ابوالاسود زیاد بن ابیہ والی، عراق کی اولاد کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن ابوالاسود کی اہلیہ نے زیاد کے یہاں اپنے لڑکے کی تولیت کا دعویٰ کر دیا۔ ابوالاسود کی اہلیہ نے امیر کے سامنے بیان کیا کہ یہ میرا لڑکا مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں حالانکہ میرا شکم اس کا ظرف، میری چھاتی اس کا سقایہ اور میری آغوش اس کی سواری رہی ہے۔

ابوالاسود نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا تو اس طریقہ سے مجھ کو دبانا چاہتی ہے۔ حالانکہ میں نے اس لڑکے کو تیرے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے پہلے میں نے اس کو (بحالت نطفہ) وضع کیا تھا۔ عورت نے کہا کہ تیری اور میری اس سلسلہ میں برابری نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جس وقت یہ تیرے شکم میں تھا تو بہت ہلکا تھا اور جب تجھ سے منتقل ہو کر میرے شکم میں آیا تو بہت بوجھ ہو کر رہا۔ تیرے شکم سے وہ شہوت کے ساتھ خارج ہوا لیکن جب میرے شکم سے برآمد ہوا تو سخت تکلیف کے ساتھ نکلا۔

امیر زیاد نے عورت کا بیان سن کر ابوالاسود سے کہا کہ یہ عورت مجھ کو زیادہ عاقلہ معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ اس کا لڑکا اس کو دے دیں۔ یہ اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرے گی۔

ابوالاسود کا انتقال شہر بصرہ میں بعارضہ طاعون ۸۵ سال کی عمر میں ہوا۔ اس طاعون کی وباء سے بصرہ میں بڑے بڑے لوگ ہلاک ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے تیس لڑکے اس وباء کی نذر ہو گئے تھے۔

بابُ الذال

ذؤالة

(بھیڑیا) **ذؤالــہ**: زوالۃ ، ذألان سے مشتق ہے۔ جس کے معنی مشی الخفیف (دبی ہوئی چال) کے آتے ہیں اور چونکہ بھیڑیا بھی دبی ہوئی چال چلتا ہے اس لئے زوالۃ کہلانے لگا۔

حدیث میں بھیڑیے کا ذکر:۔

حدیث میں ہے:۔

''نبی کریم ﷺ کا گزر ایک کالی لونڈی کے پاس سے ہوا جو اپنے لڑکے کو کودا رہی تھی اور یہ الفاظ (**ذؤال یا ابن القرم یاذوال**) کہہ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **ذوالۃ** مت کہو۔ کیونکہ یہ سب سے شریر درندہ ہے''۔

ذؤال ، **ذؤالۃ** کی ترخیم [1] ہے۔ اور قرم کے معنی سردار کے آتے ہیں۔

الذراح

(ایک لال رنگ کا اڑنے والا زہریلا کیڑا) **الــذراح** : یہ کیڑا عموماً باغات میں دیکھا جاتا ہے اس کی جمع ذراریح آتی ہے۔ ذراح کی مختلف اقسام ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جو کیلوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ بعض صنوبر کے کیڑے ہوتے ہیں اور بعض دیگر درختوں پر پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے پروں پر زرد رنگ کے خطوط ہوتے ہیں۔ ان کا جسم لمبا، بھرا ہوا بنات وردان کے مشابہ ہوتا ہے۔

ذراح کا شرعی حکم:

ان کا کھانا خبث کی وجہ سے حرام ہے۔

ذراح کے طبی خواص:

ذراح خارش اور جلد کی تمام بیماریوں کے لئے نافع اور مفید ہیں۔ ورم اور سرطان وداد کی دواؤں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ آنکھ میں بطور سرمہ ان کا استعمال کرنا آنکھ میں جمع ہوئے خون کے نقطوں کے لئے نافع ہے۔ سر میں ملنے سے سر کی تمام جوئیں ختم ہو جاتی ہیں اور زیتون کے تیل میں پکا کر مالش کرنے سے ثعلب (بال گرنے کی بیماری) ختم ہو جاتی ہے۔ اطباء قدیم کا خیال ہے کہ اگر ذراح کو سرخ کپڑے میں لپیٹ کر کسی بخار والے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو حیرت انگیز طور پر اس کا بخار ختم ہو جائے گا

[1] ترخیم: کے معنی دم کاٹ دینا ہیں۔ نحویوں کے یہاں ترخیم منادیٰ کا مطلب یہ ہے کہ منادیٰ کے آخری حرف کو ختم کر دینا۔

الذراح

(نیل گائے کا بچہ)

الذعلب

(تیز رفتار اونٹنی)

الذباب

(مگس، مکھی، الذباب: یہ ایک مشہور و معروف جانور ہے۔ اس کا واحد ذبابۃ ہے۔ اور جمع قلب اذبہ اور جمع کثرت ذِبَّان آتی ہے۔ جیسا کہ نابغہ کا قول ہے:

یا واھب الناس بعیرا صلبه ضرابة بالمشفر الاذبة

ترجمہ: ''اے لوگوں کو بطور سواری اونٹ دینے والے جو بے حد چلتے ہیں اور مسلسل چلنے کی وجہ سے مکھیاں ان کے ہونٹوں پر بھنبھنانے لگتی ہیں''۔

مکھیوں کے لئے برائے جمع ذبابات کا لفظ قرضوں کے علاوہ دوسری جگہ استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ راجز نے کہا ہے۔ ع۔ او یقضی اللہ ذبابات الدیون. ''اور کیا اللہ تعالیٰ قرضوں کی مکھیوں کو ختم کردے گا''۔

مذبۃ: میم اور ذال کے فتح کے ساتھ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بکثرت مکھیاں ہوں امام الفراء کی رائے یہ ہے کہ جہاں بکثرت مکھیاں ہوں اس جگہ کو ارض مذبوبہ کہتے ہیں۔ جس طرح اس جگہ کو جہاں بکثرت جنگلی جانور رہتے ہیں، اَرْض مَوْحُوْشَۃٌ کہتے ہیں۔

مکھی کو ذباب کہنے کی وجہ اس کی کثرت حرکت ہے یا یہ کہ جب بھی حرکت ہوتی ہے تو یہ بھاگ جاتی ہے۔ اس کی کنیت ابوحفص، ابوحکیم، ابوالحدرس آتی ہیں۔ مخلوقات میں سے مکھی سب سے زیادہ نادان واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ یہ اپنی جان کو خود سے ہلاکت میں ڈالتی ہے۔ اڑنے والے جانوروں میں کوئی جانور بجز مکھی کے ایسا نہیں جو کھانے پینے کی چیزوں میں منہ ڈال دیتا ہو۔ باب العین میں عنکبوت کے بیان میں افلاطون کا یہ قول ہے کہ مکھی حریص ترین جانور ہے تفصیل سے آنے والا ہے۔

مکھی کے پلکیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ اس کا حلقہ چشم بہت چھوٹا ہوتا ہے اور پلکوں کا کام یہ ہے کہ وہ آنکھوں کی پتلی کو گرد وغبار سے محفوظ رکھتی ہیں اس لئے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے مکھی کو دو ہاتھ دیئے ہیں جن سے یہ ہر وقت اپنی آنکھوں کے آئینہ کو صاف کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ مکھی ہر وقت اپنی آنکھوں پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتی رہتی ہے مکھیوں کی بہت سی اقسام ہیں جن کی تولید عفونت یعنی گندگی سے ہوتی ہے۔

جاحظ کہتے ہیں کہ اہلِ عرب کے نزدیک مکھیوں کا اطلاق بھڑ، شہد کی مکھی، تمام قسم کے مچھر، جوؤں، کتے کی مکھی، وغیرہ سب پر ہوتا ہے۔ جب بادِ جنوبی کا غلبہ ہوتا ہے تو مکھیوں کی کثرت ہوجاتی ہے لیکن بادشمالی چلنے سے کم ہوجاتی ہیں۔ مکھیوں کے بھی مچھروں کی طرح ڈنگ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ یہ کاٹتی ہیں۔ انسانوں کے قریب رہنے والی مکھیاں کبھی نر مادہ کی جفتی سے پیدا ہوتی ہیں اور کبھی یہ اجسام

سے بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اگر باقلا کو کسی جگہ لٹکا دیا جائے تو اس کے بیج تمام مکھیاں بن کر اڑ جاتی ہیں اور صرف چھلکا ہی باقی رہ جاتا ہے۔

حدیث شریف میں مکھی کا ذکر۔

حاکم نے نعمانؓ بن بشیر سے روایت کی ہے:۔

''نعمان بن بشیر نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ دنیا صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی کہ ایک مکھی جو فضا میں اڑتی ہے لہٰذا تم اپنے اہل قبور بھائیوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تمام اعمال ان کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ''تمور'' کے معنی مکھی کی ہوا میں آمد ورفت ہے کہ مکھی ہوا میں زمین وآسمان کے درمیان پرواز کرتی ہے۔

مسند ابویعلیٰ موصل میں حضرت انسؓ کی یہ حدیث مروی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس راتیں ہیں اور تمام مکھیاں دوزخ میں ہوں گی سوائے شہد کی مکھی کے''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تفسیر میں محدثین فرماتے ہیں کہ مکھیوں کا دوزخ میں دخول ان کو عذاب دینے کے لئے نہیں ہوگا بلکہ ان کو اہل دوزخ کے لئے عذاب بنا کر مسلط کر دیا جائے گا تا کہ یہ اہلِ جہنم کو اذیت پہنچائیں۔

نسائی اور حاکم نے ابوالملیح سے، انہوں نے اپنے والد اسامہؓ بن عمیر الاقیش ہذلی سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''میں رسول اللہ ﷺ کا ردیف تھا کہ ہماری سواری کے اونٹ نے ٹھوکر کھائی۔ اس پر میں نے کہا (**تعس الشیطان**) ''خدا کرے شیطان ٹھوکر کھائے''۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''**تعس الشیطان**'' مت کہو کیونکہ یہ کہنے سے وہ پھول کر گھر کی طرح ہو جاتا ہے اور کہتا ہے بقوتی، (میرے اندر اتنی طاقت ہے) بلکہ یہ کہا کرو کہ ''بسم اللہ'' یہ کہنے سے وہ گھٹنے لگتا ہے اور مکھی جیسا ہو جاتا ہے''۔

تعس: تعس کے معنی میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض محدثین نے تعس کو ھلک کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے سَقَطَ (گرنا) کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے عثر (پھسلنا) کے معنی میں لیا ہے۔ بعض محدثین نے لزمہ الشر (اس کو شر پکڑے) کے معنی بیان کئے ہیں۔ تعس عین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طریقہ سے مستعمل ہے۔ البتہ فتحہ مشہور ہے۔

طبرانی اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو ۱۶۰ فرشتوں کی حفاظت میں دیا گیا ہے۔ وہ فرشتے اس کی حتی المقدور حفاظت کرتے رہتے ہیں ان میں سے سات فرشتے اس طرح انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جس طرح مکھی شہد کے پیالے پر منڈلاتی ہے اور اگر وہ تم پر ظاہر ہو جائیں تو تم پر پہاڑ اور ہر ہموار زمین پر ان کو دیکھو گے۔ ہر ایک اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے اور منہ کھولے ہوئے ہیں اور اگر ایک لمحہ کے لئے انسان اپنے آپ کو سونپ دیا جائے تو شیاطین اس کو اچک لیں''۔

مکھی کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہ سفید چیز پر سیاہ اور سیاہ چیز پر سفید پاخانہ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ مکھی کدو کے درخت پر کبھی نہیں بیٹھتی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت یونسؑ پر کدو کی بیل اگا دی تھی تا کہ آپ مکھیوں کی اذیت سے محفوظ رہیں۔ مکھیاں متعفن مقامات پر زیادہ ہوتی ہیں اور ان کی پیدائش بھی دو ہی چیزوں سے ہوتی ہے یعنی تعفن سے یا سفاد سے۔ بعض اوقات نر مکھی مادہ مکھی پر دن بھر چڑھا رہتا ہے۔

مکھی حیوانات شمسیہ میں سے ہے کیونکہ یہ موسم سرما میں جب تک کہ آفتاب میں تمازت نہیں آتی تب تک یہ غائب رہتی ہیں، اس کے برخلاف موسم گرما اور بالخصوص برسات میں ان کا ہجوم رہتا ہے۔

مکھی کی دیگر اقسام مثلاً ناموس، فراش، نعر، قمع، وغیرہ کا تذکرہ اپنے اپنے باب میں انشاء اللہ آنے والا ہے۔ شاعر ابوالعلاء المصری نے اپنے شعر میں مکھی کا تذکرہ کیا ہے۔

یا طالب الرزق الهنی بقوة ۔۔۔ هيهات انت بباطل مشغوف

''اے آسانی سے حاصل ہونے والے رزق کو قوت سے طلب کرنے والے دور ہو تو غلط کام میں مشغول ہے''۔

راعت الاسود بقوة جيف الفلاء ۔۔۔ ورعى الذباب الشهد وهو ضعيف

''اسود طاقت کے ذریعہ مردار گدھے کو کھاتا ہے اور مکھی شہد کھاتی ہے حالانکہ کمزور ہے''۔

ابو محمد اندلسی نے بھی اسی جیسا شعر کہا ہے۔

مثل الرزق الذى تطلبه ۔۔۔ مثل الظل يمشى معک

''جس رزق کو تو طلب کر رہا ہے اس کی مثال اس سایہ کے مانند ہے جو تیرے ساتھ چل رہا ہے''۔

انت لا تدركه متبعا ۔۔۔ واذا وليت عنه تبعک

''تو پیچھے چل کر اس کو نہیں پا سکے گا اور جب تو اس سے روگردانی کرے گا تو وہ تیرے پیچھے چلے گا''۔

ابوالخیر کاتب الواسطی کا شعر بھی انہی اشعار سے ملتا جلتا ہے۔

جرى قلم القضاء بما يكون ۔۔۔ فسيان التحرک والسکون

''اس چیز پر جو ہونے والی ہے تقدیر کا قلم چل چکا۔ پس متحرک ہونا اور پرسکون رہنا دونوں برابر ہیں''۔

جنون منک ان تسعى لرزق ۔۔۔ ويرزق فى غشاوته الجنين

''رزق کے لئے دوڑنا تیرا پاگل پن ہے، اللہ تعالیٰ جنین کو اس کی جھلی میں رزق دیتا ہے''۔

سیف الدین علی بن فلیح ظاہری نے اپنے دشمن کو حقیر نہ سمجھنے کے بارے میں کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

لاتحقرن عدوّا لان جانبه ۔۔۔ وان تراه ضعيف البطش والجلد

''ہرگز تو دشمن کو کمزور مت سمجھ اگر چہ وہ تجھ کو ایک جانب سے کمزور کھال اور کمزور پکڑ کا نظر آتا ہے''۔

فالذبابة فى الجرح المديد ۔۔۔ تنال ما قصرت عنه يد الاسد

''کیونکہ مکھی ہی پرانے زخم میں اس چیز کو پا لیتی ہے جس سے شیر کا ہاتھ قاصر ہے''۔

امام یوسف بن ایوب ہمدانی کی کرامت:

تاریخ ابن خلکان میں امام یوسفؒ بن ایوب ظاہری ہمدانی صاحب مقامات وکرامات کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ وعظ فرمانے کے لئے بیٹھے۔ آپ کا وعظ سننے کے لئے ایک جم غفیر جمع ہوگیا۔ مجمع میں سے ایک فقیہ جو ابن سقا کے نام سے مشہور تھا اٹھا اور اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور آپ کو اذیت دینے کے لئے کسی مسئلہ پر بحث شروع کر دی۔ امام یوسفؒ نے اس کو جھڑک دیا اور فرمایا بیٹھ جا مجھے تیرے کلام سے کفر کی بو آتی ہے۔ شاید تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ شاہ روم کا ایک سفیر خلیفہ وقت کے پاس آیا اور وہ واپس جانے لگا تو ابن سقاء اس کے ساتھ چلا گیا اور قسطنطنیہ پہنچ کر وہ عیسائی ہوگیا اور اسی مذہب پر اس کا انتقال ہوگیا۔

ایک شخص اس کے قسطنطنیہ جانے کے بعد اس سے قسطنطنیہ میں ملا تو دیکھا کہ ابن سقاء بیمار ہے اور ایک پنکھا ہاتھ میں لئے مکھیاں جھل رہا ہے۔ ابن سقاء قرآن کریم کا جید حافظ تھا اور خوش الحانی سے تلاوت کرتا تھا۔ اس شخص نے ابن سقاء سے دریافت کیا کہ کیا اب بھی تم کو کلام پاک یاد ہے۔ ابن سقاء نے جواب دیا کہ میں پورا کلام پاک بھول چکا ہوں صرف ایک آیت یاد رہ گئی ہے۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (بعض اوقات وہ لوگ جو کافر ہوگئے آرزو کریں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے)۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ انتقاد اور ترک اعتقاد کی بدولت یہ شخص کیسا ذلیل وخوار ہوکر ہلاک ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مشائخ العارفین، علماء العالمین اور مومنین صالحین کے بارے میں حسن ظن رکھیں اور ان کا امتحان لینے کی غرض سے بحث ومباحثہ نہ کریں۔ کیونکہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے حضرات سے تعرض کر کے کوئی شخص صحیح وسالم رہا ہو۔ اس لئے سلامت روی اسی میں ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ اعتقاد سے پیش آئے ورنہ ندامت اور شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا ہم کو چاہیے کہ ہم امام العارفین علامہ شیخ محی الدین عبدالقادر گیلانیؒ کی اقتداء کریں۔ شیخ موصوف نے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں قطب الغوث کی زیارت کا ارادہ فرمایا۔ آپ کے ہمراہ جو دیگر دو شخص تھے ان کی زبان سے چند الفاظ خلافِ مرضی صادر ہو گئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ان کے پاس زیارت کی نیت سے جا رہا ہوں ان کا امتحان لینے کی غرض سے نہیں۔ چنانچہ اس حسن ظن کا یہ فائدہ ہوا کہ آپ اس بلند وبالا مرتبہ پر فائزہ ہوئے کہ خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا (قدمی هذا علىٰ رقبة كل ولى) "یعنی میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" آپ کے جو دو رفیق تھے ان کا یہ حشر ہوا کہ ایک تو (العیاذ باللہ) کافر ہوکر مرا اور دوسرا دنیا کے دھندوں میں منہمک ہوکر اپنے ولی کی خدمت کو چھوڑ بیٹھا۔ ان کا یہ انجام انتقاد اور ترک اعتقاد کی بناء پر ہوا۔ اس لئے ہماری حق تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حسنِ توفیق اور ہدایت عطا فرمائے اور ایمان وحسن اعتقاد پر خاتمہ فرمائے۔ آمین

خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کا واقعہ:

یحییٰ بن معاذ کا بیان ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی ایک دفعہ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک مکھی آ کر اس کے منہ پر بیٹھ گئی اور اس کو بے قرار کر دیا۔ خلیفہ نے خدام کو حکم دیا کہ دیکھو دروازے پر کوئی ہے؟ خدام نے جواب دیا کہ مقاتل بن سلیمان ہیں۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ جب مقاتل خلیفہ کے سامنے آیا تو خلیفہ نے ان سے پوچھا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کس غرض سے پیدا فرمایا ہے؟ مقاتل نے جواب دیا جی ہاں رب العزت نے مکھیوں کو اس غرض سے پیدا فرمایا ہے کہ ان کے ذریعہ سے ظالموں اور جابروں کو ذلیل فرمائے۔ یہ جواب سن کر خلیفہ خاموش ہوگیا۔

مقاتلؒ بن سلیمان کلام اللہ کی تفسیر لکھنے کے سبب سے مشہور ہیں۔ آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے حدیث سنی ہے۔ امام شافعیؒ کا

قول ہے کہ سب لوگ تین شخصوں کے عیال ہیں، تفسیر میں مقاتل بن سلیمان کے، شعر گوئی میں زہیر بن ابی سلمہ کے اور فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے۔

کہتے ہیں کہ مقاتلؒ بن سلیمان ایک دن بیٹھ کر کہنے لگے کہ سوائے عرش بریں کے مجھ سے جو کچھ چاہو پوچھ لو۔ چنانچہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر پوچھا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پہلی مرتبہ حج فرمایا تو کیا سر منڈوایا تھا؟ یہ سوال سن کر مقاتل نے جواب دیا کہ یہ سوال ہمارے علم سے باہر ہے۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے خود ہی اپنے عجب کی وجہ سے اپنے کو اس ابتلاء میں مبتلا کیا ہے۔ چنانچہ پھر ایک دن کسی نے آپ سے پوچھا کہ لال چیونٹی کی آنتیں اس کے اگلے حصہ میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں؟ مقاتل سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لیکن یہ ایک قسم کا عتاب تھا جس میں وہ مبتلا کئے گئے تھے۔ چنانچہ ابوالعلاء شاعر اس سلسلہ میں کہتا ہے۔

من تجلی بغیر ماھو فیہ فضحتہ شواھد الامتحان

''جو شخص ایسی چیز کا مدعی ہو جو اس میں نہیں ہے تو امتحان کے وقت اس کو خفت اٹھانی پڑے گی''۔

مقاتل کے بارے میں علماء دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں بعض نے ان کو ثقہ کہا ہے اور بعض نے تکذیب کی ہے اور ان کی روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ علم قرآن یہود و نصاریٰ کی روایات سے جو ان کی کتابوں میں ہیں اخذ کیا کرتے تھے۔ لیکن ابن خلکان اور دیگر مورخین نے اس کی تردید کی ہے۔ مقاتل ابن سلیمان کی وفات ۱۵۵ھ میں ہوئی۔

مامون رشید کا سوال اور امام شافعی کا جواب:

مناقب امام شافعیؒ میں لکھا ہے کہ آپ سے خلیفہ مامون رشید نے سوال کیا کہ اللہ جل شانہ نے مکھیوں کو کس غرض سے پیدا فرمایا۔ امامؒ صاحب نے جواب دیا کہ ملوک کو ذلیل کرنے کے لئے یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور کہنے لگا آپ نے اس کو میرے بدن پر بیٹھا ہوا دیکھ لیا تھا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جی ہاں جب آپ نے مجھ سے سوال کیا تھا اس وقت میرے پاس آپ کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ مکھی آپ کے بدن کے اس حصہ پر بیٹھ گئی ہے جہاں کسی کی پہنچ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر آپ کے سوال کا جواب منکشف فرمایا۔ خلیفہ مامون رشید نے ہنس کر کہا کہ آپ نے خوب فرمایا۔

تاریخ ابن نجار اور شفاء الصدور میں مستند ذریعہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر اور لباس مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔

مکھی کا شرعی حکم:

مکھیوں کی جمیع اقسام کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر سالن یا کسی اور چیز میں گر جائے تو چاہیے کہ اس کو ڈبو کر نکال دیا جائے۔ کیونکہ اس کے داہنے بازو میں شفاء اور بائیں بازو میں بیماری ہے اور یہ ڈوبتے وقت داہنے بازو کو اوپر اور بائیں بازو کو نیچے کر لیتی ہے۔ یعنی بیماری والے بازو کو ڈبوتی ہے۔

فرع: الاحیاء میں کتاب الحلال والحرام کے شروع میں لکھا ہے کہ اگر مکھی یا چیونٹی سالن وغیرہ میں گر جائے تو اس کے اجزاء اس چیز میں تحلیل ہو گئے ہوں تو اس سالن وغیرہ کا استعمال مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ مکھی کی حرمت و کراہت گندگی اور گھن کی وجہ سے ہے اور اس صورت میں گھن نہیں ہوتا اگر آدمی کے گوشت کا ٹکڑا کھانے کی چیز میں (جو سیال ہو) گر جائے تو وہ چیز حرام ہے حتیٰ کہ اگر اس گوشت کی مقدار ایک دانق کے برابر ہی ہو۔ یہ حرمت اس وجہ سے نہیں ہے کہ گندہ اور آلودہ ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ آدمی محترم ہے۔

مذکورۂ بالا تفصیل امام غزالیؒ کی ہے لیکن مہذب میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آدمی کے گوشت کے معمولی جز کی وجہ سے کھانا

حرام نہیں ہوگا کیونکہ وہ معمولی جز اس میں گر کر کالعدم ہو گیا جیسا کہ پیشاب کا مسئلہ کہ اگر [1] دو مٹکے پانی میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا۔اس لئے کہ جو معمولی سا پیشاب پانی میں ملا ہے وہ اس میں گر کر کالعدم ہو گیا ہے۔

بخاریؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ ابن ماجہؒ وغیرہ نے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو ڈبو دو۔اس لئے کہ اس کے ایک بازو میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے اور یہ بیماری والے بازو کو پہلے ڈبوتی ہے''۔

یہ حدیث دیگر اسناد سے معمولی الفاظ کے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

خطابی کہتے ہیں کہ بعض نادانوں نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ مکھی کے بازوؤں میں بیماری اور شفاء کیسے ہوسکتی ہے اور مکھی کو کس طرح اس کا پتہ چلتا ہے کہ بیماری والے بازو کو مقدم اور شفاء والے بازو کو موخر کرتی ۔ہے۔مناسب بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ ایک جانور کے دو جزوں میں بیماری اور شفاء ہونے کا انکار نہ کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیے کہ جس اللہ نے شہد کی مکھی کو اس بات کا مشورہ دیا کہ وہ ایک عجیب وغریب گھر بنائے اور اس میں شہد جمع کرے اور جس ذات نے چیونٹی کو اس بات کا شعور دیا کہ اپنی روزی حاصل کرے اور ضرورت کے وقت اس کو جمع کرے اسی ذات نے مکھی کو پیدا کیا اور اس کو اس بات کا شعور دیا کہ وہ ایک بازو کو مقدم کرے اور دوسرے کو موخر کرے۔

حدیث سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ اگر مکھی پانی میں مر جائے تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کا دم سائل نہیں ہے۔یہی مسئلہ مشہور ہے اگر چہ ایک قول ناپاک ہونے کا بھی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ایسا جانور گرے جو عام نہ ہو جیسے خنفس اور بچھو وغیرہ تو ناپاک ہو جائے گا۔یہ اختلاف اس جانور کے متعلق ہے جو اجنبی ہے لیکن اگر ایسا جانور ہے جو اسی سے پیدا ہوا ہے جیسے پھلوں کے کیڑے، سرکہ کے کیڑے تو ان کے مرنے سے یہ چیزیں بالاتفاق ناپاک نہیں ہوں گی۔

فرع:۔اگر بھڑ، فراش، نمل وغیرہ کھانے میں گر جائیں تو کیا حدیث کے عموم کی وجہ سے ان کو ڈبونے کا حکم دیا جائے گا اس لئے کہ ان تمام چیزوں پر (بھڑ، فراش، چیونٹی) از روئے لغت ذباب (مکھی) کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ ماقبل میں جاحظ کے حوالہ سے گزرا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہد کے بارے میں فرمایا کہ یہ مکھی کی کاوش ہے اور مروی ہے تمام مکھیاں جہنم میں جائیں گی سوائے شہد کی مکھی کے۔پس ظاہر عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ڈبونے کا حکم تمام مکھیوں کے لئے عام ہے سوائے شہد کی مکھی کے، کیونکہ بسا اوقات ڈبونے سے موت واقع ہو جاتی ہے حالانکہ قتل بلا فائدہ کسی مفید جانور کا حرام ہے۔

الامثال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ

''اے لوگو ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک ادنیٰ مکھی کو تو پیدا نہیں کر سکتے گو سب کے سب (کیوں نہ) جمع ہو جائیں''۔

اہل عرب بولتے ہیں ''اَطْیَشُ مِنَ الذباب واخطامن الذباب ''یعنی مکھی سے زیادہ غلط کار اور جلد باز۔یہ مثل اس وجہ سے

---

[1] یہ حضرت امام شافعی کا مطابق ہے۔

بیان کی جاتی ہے کہ بسا اوقات مکھی گرم یا مہک دار چیز میں گر جاتی ہے۔ جس سے خلاصی کا موت کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں۔ نیز اہل عرب یہ مثل بھی بولتے ہیں ''اَوْغَلُ مِنَ الذُّبَابِ ''یعنی مکھی سے زیادہ بغیر بلائے کھانے پر جانے والا، جیسا کہ ہم اردو میں بولتے ہیں ''بن بلایا مہمان'' اسی مثل کو شاعر نے شعر کے پیرایہ میں اس طرح بیان کیا ہے۔

اوغل فی التطفیل من الذباب علی طعام وعلی شراب

''کھانے اور پینے کی چیزوں پر مکھیوں سے زیادہ بن بلایا مہمان بن کر جانے والا''۔

لوابصر الرغفان فی السحاب لطارفی الجو بلا حجاب

''اگر بادلوں میں بھی وہ روٹیاں دیکھ لے تو بلا حجاب اڑ کر وہاں بھی پہنچ جائے''۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک شخص طفیل بن دلال نام کا تھا اور یہ عبداللہ بن غطفان کے خاندان سے تھا، جہاں کہیں ولیمہ وغیرہ ہوتا وہاں بن بلائے پہنچ جاتا۔ اسی لئے لوگ اس کو اطفل الاعراس (شادیوں کا طفیلی) کہتے تھے۔ چنانچہ اسی وقت سے اس کا نام ضرب المثل بن گیا اس لئے ہر اس شخص کو جو کسی کے یہاں بن بلائے پہنچ جائے اس کو طفیلی کہتے ہیں۔ اہل عرب یہ مثل بھی بولتے ہیں ''اَصَابَهٗ ذباب لادغ'' یہ مثال اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جس کو کوئی بڑا حادثہ پیش آ جائے اور جس کو سن کر ہر شخص کو پریشانی ہو۔ نیز کسی حقیر شی کی تمثیل کے لئے بولتے ہیں۔ مَا یساوی مَتکُ ذُبَابٍ

متک:۔ ذکر کے درمیان کی اس چھوٹی سی رگ کو کہتے ہیں جو دھاگہ کے مانند ہوتی ہے۔

ابن ظفر کی کتاب النصائح میں مذکور ہے کہ ایک وزیر نے اپنے بادشاہ کو مال جمع کرنے یعنی ذخیرہ اندوزی کا مشورہ دیا اور کہا کہ خدانخواستہ رعایا آپ سے برگشتہ ہو جائے اور آپ ان کو جمع کرنا چاہیں تو مال و دولت کا لالچ دے کر اپنے پاس جمع کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا مجھ کو اس بات کا کوئی ثبوت دو۔ وزیر نے ایک پیالہ شہد منگوا کر بادشاہ کے پاس رکھ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس پیالہ پر اتنی مکھیاں جمع ہو گئیں کہ پورے کمرے میں بھنبھنانے لگیں اور پیالہ میں ڈوبنے لگیں۔ اس کے بعد وزیر نے بادشاہ سے کہا دیکھئے میرا مشورہ درست ہے یا نہیں؟

بادشاہ نے وزیر کی رائے پر عملدرآمد کرنے سے پہلے اپنے کسی ندیم سے مشورہ کیا۔ ندیم نے وزیر کی رائے پر کاربند ہونے سے منع کیا اور کہا کہ لوگوں کے دلوں کو مال کے طمع سے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ جس وقت آپ ان کو جمع کرنا چاہیں وہ اسی وقت مال کے لالچ میں جمع ہو جائیں۔ بادشاہ نے ندیم سے بھی اس کا ثبوت طلب کیا۔ ندیم نے کہا کہ رات ہو جانے دیجئے میں آپ کو ثبوت فراہم کر دوں گا۔

چنانچہ جب رات ہوئی تو اس نے ایک شہد کا پیالہ منگوایا اور بادشاہ کے پاس رکھ دیا۔ لیکن گھنٹوں گزر جانے کے بعد ایک مکھی بھی وہاں نہیں آئی۔ چنانچہ ندیم کے اس ثبوت کے بعد بادشادہ نے وزیر کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔

مکھی کے طبی خواص:

اگر مکھی کو اس کا سر جدا کر کے بھڑ کے کانٹے کی جگہ رگڑ دیا جائے تو درد کو سکون ہو جاتا ہے اور اگر مکھیوں کو جلا کر شہد میں ملانے کے بعد گنجے سر پر اس کو ملا جائے تو گنج دور ہو کر عمدہ بال نکل آتے ہیں۔ مردہ مکھی پر اگر خبث الحدید لوہے کا میل کچیل چھڑک دیا جائے تو فوراً زندہ ہو جاتی ہے۔

اگر مکھی کا سر جدا کر کے باقی جسم کو پڑبال جمنے کی جگہ پر رگڑ دیا جائے تو اس جگہ پڑبال پیدا نہیں ہوں گے۔ اگر کوئی شخص آشوب کی بیماری میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ چند مکھیوں کو پکڑ کر کتان (ایک مخصوص کاغذ کی طرح کا کپڑا ہوتا ہے عام طور پر تعویذ وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے) کے کپڑے میں لپیٹ کر اپنے گلے میں ڈال لے تو انشاء اللہ آشوب چشم کی بیماری جاتی رہے گی۔ اگر مکھی کا سر جدا کر کے بقیہ جسم کو ورم شدہ آنکھ پر ملا جائے تو ورم ختم ہو جائے گا۔ قزوینیؒ کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب طبیعات میں دیکھا ہے کہ اگر کسی شخص کے دانت میں درد ہو تو مکھی کو اس کے بازو میں لٹکانے سے درد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو پاگل کتے نے کاٹ لیا ہے تو ایسے شخص کو اپنا چہرہ مکھیوں سے چھپا کر رکھنا چاہیے ورنہ اس کو ان سے اذیت پہنچے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

طلسم برائے دفع مگس:

کندس جدید (کندس جدید نک چھکنی) اور زرنیخ اصفر (ہڑتال زرد) برابر مقدار میں لے کر پیس لئے جائیں اور جنگلی پیاز کے عرق میں گوندھ کر اس میں تیل ملا کر اس کی ایک مورت (ایک شبیہ بنائی جائے اور جب کھانا کھانے کا ارادہ کرے تو اس تصویر کو دسترخوان پر رکھ لے تو جب تک یہ تصویر دسترخوان پر موجود رہے گی مکھیاں دسترخوان کے قریب بھی نہیں آئیں گی اور اگر دودھ کو کندس (کدو) میں ملا کر گھر کی پوتائی کر دی جائے تو گھر میں مکھیاں داخل نہیں ہوں گی۔ کندس یا قرع (کدو) کے پتوں کی دھونی دینے سے بھی مکھی گھر میں داخل نہیں ہوتی۔ اگر سادریون گھاس کو گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے تو جب تک یہ گھاس گھر کے دروازے پر لٹکی رہے گی مکھیاں گھر میں داخل نہیں ہوں گی۔

خواب میں تعبیر:

مکھیوں کو خواب میں دیکھنا اشیاء ذیل پر دلالت کرتا ہے:۔

کینہ ور دشمن، لشکر ضعیف اور بعض مرتبہ خواب میں مکھیوں کا اجتماع رزقِ طیب کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ بعض مرتبہ بیماری، دوا اور اعمالِ سیئہ پر دلالت کرتا ہے اور بعض مرتبہ اس سے مراد ایسی چیز میں مبتلا ہونا ہوتا ہے جو باعث رنج اور باعث ذلت ورسوائی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔

''اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَاِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ. (پارہ:۱۷ آیت:۷۳)

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک ادنیٰ مکھی تو پیدا کر ہی نہیں سکتے اگر چہ سب کے سب بھی کیوں نہ جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے تو اس کو اس سے چھڑا ہی نہیں سکتے ایسا عابد بھی کمزور اور معبود بھی کمزور''۔

الذر

(سرخ چیونٹی) الذر: نمل احمر یا سرخ چیونٹی کو کہتے ہیں اس کا واحد ذرۃ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔

''اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیں گے''۔

علماء اس آیت کی تفسیر میں ظلم کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ قیامت کے دن کسی عمل نیک میں سے لال چیونٹی کے وزن کے برابر بھی کمی نہیں فرمائیں گے۔

ثعلب سے جب ذرۃ کے وزن کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک صد چیونٹیوں کا وزن ایک حَبّـہ کے برابر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے ایک روٹی رکھ دی تو اس پر اس قدر چیونٹیاں جمع ہوگئیں کہ انہوں نے بالکل ڈھانپ لیا۔ چنانچہ جب اس روٹی کا چیونٹیوں سمیت وزن کیا گیا تو روٹی کے وزن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذرہ۔ اس غبار کا مجموعہ ہے جو کسی سراخ میں ہوتا ہے اور اس غبار کا کوئی وزن نہیں ہے صحیح مسلمؒ وغیرہ میں حضرت انسؓ کی روایت جو قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے بیان میں مذکور ہے:۔

''قیامت کے دن دوزخ سے وہ کلمہ گو حضرات بھی نکال لئے جائیں جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا''۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کو بعض حضرات نے مِثْقَالَ ذُرَةٍ بھی پڑھا ہے۔ ابن بطؒ حنبلی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مثقال ثقل سے ماخوذ مفعال کے وزن پر ہے اور ذرہ اس سرخ چیونٹی کو کہتے ہیں جس پر ایک سال گزر جائے۔ کیونکہ یہ بھی افعی سانپ کی طرح ایام گزرنے پر چھوٹی ہوتی اور گھٹتی ہے۔ چنانچہ اہل عرب کہتے ہیں: افعی جارية (یعنی وہ پرانا سانپ جو عمر گزرنے سے چھوٹا ہوگیا ہے) یہ سانپ نہایت زہریلا ہوتا ہے۔

من القاصرات الطرف لودب محول من الذرفوق الاتب منها الاثرا

''نیچی نگاہوں والیاں اگر گھوم جائیں تو اس کے نقش قدم ہمیشہ زمین پر قائم رہیں''۔

محول اس چیز کو کہتے ہیں جس پر سال گزر گیا ہو اور اتب اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے گلے میں ڈالتی ہے۔ حسان نے کہا ہے۔

لویدب حولی من ولد الذر علیها لا ندبتها الکلوم

''اگر وہ میرے اردگرد چیونٹی کی چال کی طرح چلے تو البتہ اس کی چال ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی''۔

سہیلیؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ قوم جرہم کو اللہ رب العزت نے چیونٹی اور نکسیر کے ذریعہ ہلاک فرمایا تھا۔ اس قوم میں سب سے آخر میں مرنے والی ایک عورت تھی جو اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد عرصہ تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھی گئی۔ اس عورت کے قد و قامت کو دیکھ کر لوگ تعجب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن کسی نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم جن ہو یا انسان؟ اس نے جواب دیا کہ میں قبیلہ جرہم کی ایک عورت ہوں۔ پھر اس عورت نے خیبر جانے کے لئے جہینہ کے دو شخصوں سے ایک اونٹ کرایہ پر لیا۔ جب اونٹ والوں نے اس کو خیبر پہنچا دیا تو ان دونوں نے اس سے پانی کے بارے میں پوچھا۔ اس عورت نے ان کو بتا دیا کہ فلاں جگہ پانی ہے وہاں سے آپ لے لیں۔ چنانچہ جب یہ دونوں شخص اس سے رخصت ہوکر چلے گئے تو ایک لال چیونٹی آ کر اس کو چپٹ گئی اور رفتہ رفتہ اس کے ناک کے نتھنوں میں داخل ہوکر حلق تک پہنچ گئی اور اس کو ہلاک کر دیا۔

یزید بن ہارون نے ذرہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذرہ ایک سرخ کیڑا ہے لیکن اس کا یہ قول ٹھیک نہیں ہے۔

کسی عالم کا قول ہے کہ اگر میری نیکیاں میری برائیوں سے ذرہ برابر بھی بڑھ جائیں تو وہ مجھ کو دنیا و مافیہا سے محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں:۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ.

ترجمہ:''پس جوشخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کو دیکھ لے گا''۔

حضورا کرم ﷺ اس آیت شریفہ کو معنی کے اعتبار سے منفرد فرمایا کرتے تھے۔

حدیث میں ذرہ (چیونٹی) کا ذکر:۔

بیہقی نے شعب الایمان میں صالح المری کی یہ روایت بیان کی ہے:۔

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضورا کرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں ایک سائل آیا آپؐ نے اس کو ایک کھجور مرحمت فرمادی۔ سائل کہنے لگا سبحان اللہ کہ ایک نبی صدقہ میں ایک کھجور دے۔ حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اس ایک کھجور کے اندر کتنی بڑی مقدار میں نیکیاں بھری ہوئی ہیں۔ پھر ایک دوسرا سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کو بھی ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے کہا کہ اللہ کے نبیؐ کے دست مبارک سے ملی ہوئی کھجور زندگی بھر مجھ سے جدا نہیں ہوگی۔ پھر آپؐ نے اس کو مزید دینے کے لئے فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے باندی سے فرمایا کہ جا کر ام سلمہؓ سے کہہ دے کہ جو چالیس درہم ان کے پاس ہیں وہ اس سائل کو دیدیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ بعد یہ سائل غنی ہوگیا''۔

امام احمد ابن حنبلؒ نے اپنی ''مسند'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (قیامت کے دن) مخلوق کو ایک دوسرے سے بدلہ دلوایا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ والے کو سینگ والے سے اور لال چیونٹی کو دوسری چیونٹی سے بدلہ دلوایا جائے گا''۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کسی سائل کو دو کھجوریں عنایت کیں تو اس سائل نے ہاتھ سمیٹ لیا۔ اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے سائل اس کو قبول کرلو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے ذرہ برابر چیزوں کو قبول کرلیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایک انگور کے دانہ کے متعلق یہی فرمایا تھا۔ صعصعہؓ بن عقال تمیمی نے آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں اس آیت کو (**فمن یعمل**) سن کر فرمایا تھا کہ یہی آیت میرے لئے کافی ہے۔ اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری آیت نہ ہوتو مجھ کو پرواہ نہیں۔ اس آیت کو ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ کے سامنے سن کر کہا تھا کہ موعظت انتہا کو پہنچ گئی۔ اس پر حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ یہ شخص فقیہ ہوگیا۔ حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو اسماء رجبی سے روایت کی ہے کہ:۔

''جب یہ سورۃ (زلزال) نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، آنحضور ﷺ کے ساتھ کھانا تناول فرمار ہے تھے۔ اس آیت کو سن کر آپ نے کھانا چھوڑ دیا اور رونے لگے۔ حضورؐ نے آپ سے رونے کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم سے مثاقیل ذرہ کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تو نے دنیا میں کوئی مکروہ چیز دیکھی ہی نہیں، ذرہ برابر شر کا تو ذکر ہی کیا، لیکن اللہ تعالیٰ آخرت تک تمہارے لئے بہت سے ذرات کے برابر نیکیاں جمع فرماتا رہے گا''۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت بیان کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جبارین اور متکبرین کو لال چیونٹی کی شکل میں لایا جائے گا اور لوگ ان کو پامال کرتے ہوں گے، اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کو ہیچ سمجھا تھا۔ جب تک حساب کتاب مکمل ہوگا تب تک ان کا یہی حال ہوگا۔ پھر ان کو نارالانیار پر لے جایا جائے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ نارالانیار کیا چیز ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ دوزخیوں کا پسینہ''۔

اس حدیث کو صاحب ترغیب وترہیب نے بھی بیان کیا ہے۔

''عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن متکبرین کو چھوٹی چیونٹی کے برابر بشکل انسانی جمع کیا جائے گا ہر جگہ سے ان کو ذلت گھیر لے گی اور ان کو جہنم کی قید کی جانب ہنکایا جائے گا جس کا نام بولس ہے اور ان پر آگ بلند ہو جائے گی اور ان کو طنیت خبال یعنی دوزخیوں کا پسینہ پلایا جائے گا''۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں اصمعیؒ سے روایت ہے کہ میں بادیہ میں ایک اعرابیہ کے پاس ملا جو نرکل کے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے اس سے معلوم کیا کہ اے اعرابیہ یہاں تیرا مونس (دل بہلانے والا) کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا مونس وہی ہے جو قبروں میں مردوں کا مونس ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو کھاتی کہاں سے ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ جو ذات سرخ چیونٹیوں (جو مجھ سے بہت چھوٹی ہے) کی رازق ہے وہی ذات میری بھی رازق ہے۔

علامہ ابوالفرج بن جوزی کی کتاب مدھش میں مذکور ہے کہ ایک عجمی شخص علم کی تلاش میں نکلا۔ راستہ میں چلتے وقت اس کو ایک پتھر کا ٹکڑا نظر آیا جس پر ایک لال چیونٹی پھر رہی تھی۔ اس نے اس پتھر کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیونٹی کے چلنے سے اس پتھر پر نشان پڑ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے غور وفکر کیا کہ اتنے سخت پتھر پر ایک معمولی چیونٹی کے بار بار چلنے سے نشان پڑ گئے تو میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ طلب علم پر مداومت کروں۔ شاید اسی طریقہ سے میں اپنی مراد پالوں۔ چنانچہ یہی چیز ہر طالب علم دین اور دنیا کے لئے اور بالخصوص طالب توحید ومعرفت کے لئے واجب ہے کہ وہ طلب میں سستی نہ کرے اور اپنی جدوجہد جاری رکھے۔ کیونکہ اسی طریقہ سے یا تو کامیابی اس کے قدم چوم لے گی یا اس کو جامِ شہادت نصیب ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو، اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ یا نبی اللہ ہر شخص کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ میرا لباس عمدہ ہو میرا جوتا بہترین ہو، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے''۔ (کبر کے معنی ہیں ترفع اور لوگوں کو کمتر سمجھنا)

بعض محدثین نے یہاں کبر سے مراد ایمان سے متعلق کبر لیا ہے۔ یعنی جس کے اندر یہ کبر ہوگا وہ قطعاً داخلِ جنت نہیں ہوگا۔ بعض نے کہا ہے کہ جنت میں دخول کے وقت کبر اس کے دل میں نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وَنَزَعْنَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ'' (اور الگ کر دیں گے ہم ان کے دلوں سے کھوٹ کو) لیکن یہ دونوں تاویلیں مفہوم سے بعید ہیں۔ اس لئے کہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کبر سے نفی کے سیاق میں جو مشہور ہے یعنی ترفع اور لوگوں کو کمتر سمجھنا۔ ظاہر مسلک وہ ہے جس کو قاضی عیاض اور دیگر محققین نے اختیار کیا

کہ ''داخل نہیں ہوگا متکبر جنت میں کبر کی جزا پائے بغیر یا اس کو دخول اولین حاصل نہیں ہوگا''۔

ایک حدیث رسولؐ میں کبر کی تشریح اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کبریائی میری چادر ہے اور جو کوئی کبر اختیار کرتا ہے گویا وہ میری چادر کو کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں متکبرین کو سخت وعیدات اور سزاؤں کا مستوجب قرار دیا گیا ہے اس لئے زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ متکبر سزا پائے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حدیث میں جو ''قال رجل '' آیا ہے اس میں رجل سے مراد مالک بن مرارہ رہاوی ہیں جیسا کہ قاضی عیاض اور ابن عبدالبر کا خیال ہے۔ ابوالقاسم خلف بن عبدالملک بن بشکوال نے کہا ہے کہ اس بارے میں چند اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس حدیث میں رجل سے مراد ابوریحانہ (جن کا نام شمعون ہے) ہیں یا اس سے مراد ربیعہ بن عامر ہیں۔ بعض نے سواد بن عمر کو اور بعض نے معاذ بن جبل کو کہا ہے اور بعض کے قول کے مطابق اس سے مراد عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔

اور حضور کے قول ''اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْل '' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال جمیل اور حسن ہیں۔ اس کے اسماء حسنیٰ ہیں، اور صفات جمال و کمال سے متصف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جمیل کے معنی مجمل اور مکرم ہے جیسا کہ ''سمیع و کریم سے مسمع و مکرم کے معنی میں ہے۔ ابوالقاسم قشیری نے اس کے معنی جلیل بتائے ہیں اور بعض حضرات نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بندوں کے ساتھ جمیل ہیں۔ یعنی ان کو آسان باتوں کا مکلف فرماتا ہے اور اس پر بندوں کی اعانت فرماتا ہے اور اس پر اجر جزیل عنایت فرماتا ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی نور اور رونق کے مالک کے ہیں۔

شیخ الاسلام یحییٰ نووی لکھتے ہیں کہ یہ نام (جمیل) صحیح حدیث اور اسماء حسنیٰ میں وارد ہوا ہے اور اس کی اسناد میں کلام ہے۔ اس کا اطلاق اللہ رب العزت پر صحیح ہے۔ اگرچہ بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے۔ ہم اللہ پر اس کا اطلاق جائز قرار دیتے ہیں اور جن کے بارے میں جواز و منع کچھ وارد نہیں ہے۔ ہم اس کے بارے میں جواز و عدم جواز کا کوئی فیصلہ نہیں کرتے۔ کیونکہ احکام شرع کا تعلق موارد شرع سے ہے اور اگر ہم حلت و حرمت کا فیصلہ کر دیں تو ہم بغیر حکم شریعت ایک حکم کو ثابت کرنے والے ہوں گے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اہل سنت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اللہ کا نام یا اس کی صفت کمالی اور جلالی اور اس کی تعریف کا بیان ایسے لفظ کے ذریعہ کرنا جس کے بارے میں شریعت میں نہ اثبات ہے نہ نفی، آیا جائز ہے یا نہیں؟ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جائز ہے اور ایک جماعت اس کا انکار کرتی ہے ان کے نزدیک صرف اس لفظ کا استعمال صحیح ہے جو کتاب و سنت متواترہ سے ثابت ہو یا اس کے استعمال پر اجماع ہو۔ پس اگر کسی لفظ کا ثبوت خبر واحد سے ہے تو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس لفظ کے ذریعے خدا کی تعریف اور اس سے دعا کرنا جائز ہے کیونکہ اعمال کے قبیل سے ہے اور خبر واحد پر عمل جائز ہے۔ بعض حضرات نے اس کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ بالواسطہ اس کا تعلق بھی اعتقاد سے ہے۔

قاضی نے لکھا ہے کہ درست یہی ہے کہ جائز ہے کیونکہ اعمال کے باب سے ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے اچھے نام ہیں پس تم ان کے ذریعہ اللہ کو پکارو۔

غمط : روایت بالا میں جو غمط کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے معنی ہیں لوگوں کو حقیر شمار کرنا۔ بعض روایات میں غمص کا لفظ آیا ہے

وہ اسی کے ہم معنی ہے۔

تعبیر:

خواب میں چیونٹی کی تعبیر نسل سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''وَاِذْاَخَذَرَبُّکَ مِن بَنِیٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِیَّتَھُمْ '' اور جب آپ کے رب نے اولادآدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ کبھی اس کی تعبیر ضعیف لوگوں سے دی جاتی ہے اور کبھی لشکر سے بھی تعبیر دیتے ہیں۔

الذئب

الذئب : بھیڑیا، اس کی مونث کے لئے لفظ ذئبہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع قلت اذوب اور جمع کثرت ذاب آتی ہے۔ اس کو خاطف، سید، سرحان، ذوالۃ، عملس، سلق اور سمسام بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابومذقۃ آتی ہے۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

حتی اذاجن الظلام واختلط ۔۔۔ جاؤا بمذق ھل رأیت الذئب قط

''یہاں تک کہ جب اندھیرے نے ڈھانپ لیا اور اندھیرا ہی اندھیرا ہو گیا اور آئے وہ چلاتے ہوئے تو کیا اس وقت کسی نے بھیڑیئے کو دیکھا ہے''۔

اس کی مشہور ترین کنیت ابوجعدہ ہے۔ چنانچہ منذر بن السماء ملک نے جب ابوعبیدہ بن انرص کے قتل کا ارادہ کیا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

وقالوا ھی الخمر تکنی الطلاء ۔۔۔ کما الذئب یکنی ابا جعدہ

''لوگ کہتے ہیں کہ شراب کی کنیت طلا ہے مگر یہ کنیت ایسی ہی ہے جیسے بھیڑیئے کی کنیت ابوجعدہ ہے۔

شاعر نے یہ بطور مثل کہا ہے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ظاہر میں تو آپ بڑا اکرام کرتے ہیں مگر نیت میرے قتل کی ہے۔ چنانچہ یہ وہی مثل ہوگئی کہ شراب ایک بری شئے ہے۔ مگر طلاء کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ حالانکہ طلاء ایک اچھی شئے ہے۔ اسی طرح بھیڑیا جو ایک قبیح الفعل درندہ ہے۔ لیکن ایک اچھی کنیت سے پکارا جاتا ہے۔ جعدہ ایک بکری کو کہتے ہیں اور ایک خوشبودار بوٹی کا نام بھی جعدہ ہے جو موسم بہار میں پیدا ہوتی ہے اور جلد خشک ہو جاتی ہے۔

متعہ کے بارے میں ابن الزبیر کا قول:

جب ابن الزبیر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بھیڑیئے کی کنیت ابوجعدہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ متعہ نام کے اعتبار سے اچھا اور معنی کے اعتبار سے قبیح ہے۔ جس طرح بھیڑیئے کی کنیت اچھی ہے مگر خود بھیڑیئے کے افعال قبیح ہیں۔

بھیڑیئے کی کنیت ابوثمامہ، ابوجاعد، ابورعلہ، ابوسلعامتہ، ابوعطلس، ابوکاسب اور ابوسبلہ بھی آتی ہیں۔ اس کا دوسرا مشہور نام اُوَیس ہے۔ شاعر ہذلی کہتا ہے۔

یالیت شعری عنک والامر عمم ۔۔۔ مافعل الیوم اویس بالغنم

''اے کاش! میری سمجھ میں تیری بات آجاتی حالانکہ معاملہ عام ہے کہ آج بھیڑیوں نے بکریوں کے ساتھ کیا سلوک کیا''۔

بھیڑیئے کے اوصاف میں غبش کو دخل ہے۔غبش عربی میں خاکستری رنگ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ عربی میں بھیڑیئے کی صفت اغبش اور بھیڑن یعنی بھیڑیئے کی مادہ کی غبشا آتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں''ذئب اغبش''یعنی خاکستری رنگ کا بھیڑیا۔

امام احمد ابویعلیٰ موصلی اور عبدالباقی ؒ بن قانع نے روایت کی ہے کہ اعشٰی شاعر مازنی حرمازی جس کا اصل نام عبداللہ بن اعور تھا کی بیوی معاذۃ تھی۔ ماہ رجب میں اعشٰی گھر سے خورد ونوش کا سامان لینے نکلا اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی معاذۃ گھر سے بھاگ گئی اور اپنے کنبے کے ایک شخص مطرف بن بہصل بن کعب نامی شخص کی پناہ میں آ گئی۔ مطرف نے اس کو ایک کمرہ کے پیچھے چھپا دیا۔ چنانچہ جب اعشٰی خورد ونوش کے سامان کے ساتھ گھر واپس آیا تو بیوی کو گھر میں نہ پایا۔ کسی نے اس کو بتلایا کہ اس کی بیوی گھر سے بھاگ کر فلاں شخص کے پاس چلی گئی ہے۔ چنانچہ اعشٰی مطرف کے پاس گیا اور اپنی بیوی کو طلب کیا۔ مگر مطرف نے دینے سے انکار کر دیا۔ مطرف اپنی قوم میں اعشٰی سے زیادہ باعزت سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اعشٰی حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں استغاثہ کے لئے حاضر ہوا اور یہ اشعار پڑھے۔

یاسید الناس ودیان العرب اشکو الیک ذربة من الذرب

''اے لوگوں کے سردار اور عرب کو مطیع کرنے والے میں آپؐ سے ایک فحش یا بدزبانی کی شکایت کرنے حاضر ہوا ہوں''۔

کالذئبة الغبشاء فی ظل السرب خرجت ابغیھا الطعام فی رجب

''میں رجب کے مہینہ میں خاکستری بھیڑنی کے مانند راستہ کے درختوں کے سایہ میں اس کے لئے رزق تلاش کرنے نکلا تھا''۔

فخالفتنی بنزاع وھرب وقذفتنی بین عیص و مئوتشب

''عورت نے میری مخالفت کی اور لڑ کر بھاگ گئی اور مجھ کو گنجان درختوں کے جھنڈ میں ڈال گئی (یعنی میری عدم موجودگی میں بھاگ گئی)''۔

اخلفت العھد ولطت بالذنب وھن شر غالب لمن غلب

''اس نے عہد شکنی کی اور مجھ سے اس طرح پوشیدہ ہوگئی جس طرح اونٹنی اپنی شرمگاہ کو دم سے دبا کر نر کو جفتی سے روکتی ہے، اور عورتوں کی شرارت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جس کو چاہتی ہیں مغلوب کر لیتی ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے اعشٰی شاعر کی موجودگی میں فرمایا کہ عورتیں اپنے شر کی وجہ سے جس پر چاہتی ہیں غالب آ جاتی ہیں۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بدزبانی کی وجہ سے فساد کرنا اور عورت کی خیانت ہے۔ اس کا اصل من ذرب المعدۃ اس سے معدہ کا خراب ہونا مراد ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بدکلامی اور زبان درازی بھی شاعر کے قول من ذرب بسانہ سے ماخوذ ہے پس شاعر کے اس قول العیص سے مراد درخت کی جڑ ہے اور لامئوتشب سے مراد درختوں کے جھنڈ ہیں۔

مذکورہ شاعر اعشٰی نے حضور اکرم ﷺ سے اپنی بیوی کی شکایت کی اور جو اس نے معاملہ کیا اس کا بھی ذکر کیا اور جس شخص کی پناہ میں تھی اس کا نام مطرف بن بہصل تھا تو نبی کریم ﷺ نے مطرف کے نام ایک خط لکھوایا جس میں اس کو اعشٰی کی عورت واپس کرنے کی تاکید فرمائی۔ اعشٰی آپؐ کا نامہ مبارک لے کر مطرفؒ کے پاس پہنچا اور اس کو پڑھ کر سنایا۔ مطرف نے عورت کو اس کی اطلاع دی اور کہا کہ میں بسبب فرمان رسول اللہ ﷺ کے تجھ کو تیرے شوہر کے حوالہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عورت نے کہا کہ پہلے اعشٰی سے عہد وپیمان لے لو کہ وہ مجھ کو مارے پیٹے گا نہیں اور اس عہد پر اس کی ضمانت لے لو۔ چنانچہ اعشٰی نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مطرف نے عورت کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس پر اعشٰی نے یہ اشعار پڑھے۔

لعمرک ماحبی معاذة بالذی یغیرہ الواشی ولا قدم العھد

''تیری جان کی قسم! میری محبت معاذہ سے ایسی نہیں ہے جس کو بدگو اور زمانہ کی کہنگی متغیر کر دے۔

ولا سوء ما جاء ت بہ اذا زلها غواة رجال اذينا جونها بعدی

''اور نہ وہ محبت اس برائی سے جس کی معاذہ مرتکب ہوئی جاسکتی ہے جبکہ بدچلن لوگوں نے میری عدم موجودگی میں اس کو ورغلا کر اس پر اکسایا''۔

اس آیت ''اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْم'' کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے فریب کو شیطان کے فریب سے زیادہ برا اور عظیم قرار دیا ہے۔ اگرچہ مردوں میں بھی فریب ہے۔ مگر عورتوں کا فریب مردوں کے فریب سے زیادہ لطیف یعنی غیر محسوس ہوتا ہے اور ان کا حیلہ مردوں پر جلد کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں عورتیں رفق یعنی نرمی کا اظہار کرتی ہیں اور اس نرمی (رفق) کے ذریعہ بہت جلدی مردوں پر غالب آ جاتی ہیں۔

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ'' (اور میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں ان عورتوں کے فریب سے جو گرہوں پر پھونک مارتی ہیں) ''نفاثات'' وہ عورتیں ہیں جن کی سختی اور شرارت دیگر عورتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کسی عالم کا قول ہے کہ ''میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا عورتوں سے خائف رہتا ہوں۔ کیونکہ شیطان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفًا ''بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ لیکن عورتوں کے متعلق ارشاد باری ہے ''اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ'' (بے شک تمہارا مکر وفریب بڑا ہے)۔

عورت کی ہوشیاری کا ایک واقعہ:

تاریخ ابن خلکان میں عمر بن ربیعہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ ایک مرتبہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ طواف کرتے ہوئے ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی جو طواف کر رہی تھی۔ یہ اس عورت کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے سوالات کرنے لگے۔ یہ عورت بصرہ کی باشندہ تھی۔ ابن ربیعہ نے کئی مرتبہ اس سے بات چیت کرنی چاہی مگر اس نے ان کی جانب قطعاً التفات نہ کیا اور کہنے لگی آپ مجھ سے دور رہیں کیونکہ آپ حرم مقدس میں ہیں اور یہ ایسا مقام ہے جس کا احترام اللہ جل شانہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے لیکن جب ابن ربیعہ اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کو طواف نہیں کرنے دیا تو وہ اپنے کسی محرم کے پاس گئی اور اس سے طواف کرانے کو کہا۔ جب عمر بن ربیعہ نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی عزیز ہے تو اس سے دور ہو گئے۔ اس پر عورت نے زبرقان بن بدر سعدی کا یہ شعر پڑھا۔

تعدوا الذئاب علی من لا کلاب له وتتقی مربض المستأسد الضاری

''بھیڑیے اس کی جانب دوڑتے ہیں جس کے پاس کتے نہیں ہوتے اور شیر ضرر رساں کی خواب گاہ کے قریب نہیں پھٹکتے''۔

جب منصور کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کوئی پردہ نشین عورت ایسی نہ رہے جو اس قصہ کو سن نہ لے۔

جس رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا اسی رات عمرو بن ربیعہ کی ولادت ہوئی عمرو بن ربیعہ نے بحری جہاد کیا تھا اور دشمنوں نے اس کی کشتی کو نذرِ آتش کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں یہ بھی جل کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جب حضرت حسن بصریؒ کے سامنے عمرو بن ربیعہ کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے ''ای حق رفع وای باطل وضع'' کون سا حق اٹھا اور کون سا باطل وضع ہوا۔ عمر بن ربیعہ کی وفات کا واقعہ ۸۳ھ میں پیش آیا۔

بھیڑیئے اور شیر کے اندر بھوک پر صبر کرنے کا جو ملکہ ہے وہ دیگر جانوروں میں نہیں پایا جاتا۔ لیکن شیر انتہائی حریص ہونے کے باوجود اس پر قادر ہے کہ مدتوں بھوکا رہے۔ مگر بھیڑیا اگرچہ شیر کے مقابلہ میں کم مرتبہ اور تنگدست ہے لیکن دوڑ دھوپ میں شیر سے آگے ہے۔ اگر اس کو کھانے کو نہ ملے تو صرف بادِ نسیم پر ہی گزارہ کرتا رہتا ہے اور اسی سے غذا حاصل کرتا رہتا ہے۔ بھیڑیئے کا معدہ مضبوط سے مضبوط تر ہڈی کو ہضم اور تحلیل کر لیتا ہے مگر اس میں کھجور کی گٹھلی کو ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں۔

سفاد یعنی وظیفہ زوجیت ادا کرتے وقت جو مخصوص ہیئت کتے اور بھیڑیئے کی ہوتی ہے۔ یعنی التحام اور کسی جانور میں نہیں پایا جاتا۔ بھیڑیا اور اس کی مونث جب باہم ملاپ کے نتیجہ میں اس مخصوص ہیئت میں گرفتار ہو جائیں اگر اس وقت ان پر دفعتاً حملہ کر کے ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ آسانی سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مگر اس حالت میں ان کو پانا تقریباً محال ہے۔ کیونکہ یہ جفتی کرنے کے لئے ایسے مقام کو تلاش کرتا ہے جہاں سے آدم زاد کا گزر نہ ہوتا ہو۔ شروع میں بھیڑیا اپنی مونث کو چت لٹا کر جفتی کرتا ہے اور پھر التحام ہو جانے پر یہ دونوں پلٹ جاتے ہیں اور ان کے چہرے ایک دوسرے سے مخالف سمت میں ہو جاتے ہیں جیسا کہ کتوں میں جفتی کرنے کے بعد ان کی ہیئت ہو جاتی ہے۔ بھیڑیا منفرد صفات سے موصوف ہے جب یہ بھاگنے کا قصد کرتا ہے تو جست لگاتا ہے اور جب یہ ایک مرتبہ کسی شکار کو مار کر شکم سیر ہو جاتا ہے تو پھر باقی ماندہ کے قریب بھی نہیں جاتا۔ اس کی عجیب وغریب خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے جاگتا ہے۔ جب ایک آنکھ کی نیند پوری کر لیتا ہے تو یہ اس کو کھول لیتا ہے اور دوسری کو جو کھلی ہوئی ہوتی ہے بند کر لیتا ہے۔ ایسا یہ اس وجہ سے کرتا ہے تاکہ بند آنکھ سے راحت حاصل کرے اور کھلی ہوئی آنکھ سے حفاظت کا کام لے۔ چنانچہ حمید بن ثور کے درج ذیل اشعار بھیڑیئے کے وصف میں مشہور ہیں:۔

ونمت کنوم الذئب فی ذی حفیظة　　اکلت طعاما دونہ وھو جائع

''میں ایک غضبناک شخص کے پاس بھیڑیئے کی نیند سویا، میں اس نے اس کے پاس کھانا کھایا اور وہ بھوکا ہی رہا''۔

ینام باحدی مقلتیہ ویتقی　　باخری الاعادی فھو یقظان ھاجع

''بھیڑیا ایک آنکھ سے سوتا ہے اور دوسری سے دشمنوں سے حفاظت کا کام لیتا ہے۔ چنانچہ وہ بیک وقت سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی ہے''۔

بھیڑیا تمام جانوروں میں زیادہ بولنے اور بھونکنے والا ہے لیکن جب پکڑ لیا جاتا ہے تو خواہ اس کو کتنا ہی مارا جائے یا تلوار سے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں ہرگز نہیں بولتا اور اسی طرح مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھیڑیئے کو قوتِ شامہ اس قدر زبردست عطا فرمائی ہے کہ یہ میلوں سے بو سونگھ لیتا ہے۔ بکریوں کے شکار کے لئے یہ عام طور سے صبح کے وقت نکلتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اس کا یہ گمان ہوتا ہے کہ کتے رات بھر پہرہ دے کر اس وقت سو گئے ہوں گے۔ اس کے اندر ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اگر بکری کی اور اس کی کھال ایک ساتھ ملا کر رکھ دی جائے تو بکری کی کھال کے بال جھڑ جاتے ہیں تو اس کے علاوہ ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اگر بھیڑیئے کا پاؤں جنگلی پیاز کے پتہ پر پڑ جائے تو یہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے۔ بھیڑیا جب بھوک سے لاچار ہو جاتا ہے تو چلا اٹھتا ہے۔ اس کی آواز سن کر جنگل کے تمام بھیڑیئے اسکے پاس آ کر ایک کے پیچھے ایک لائن سے جمع ہو جاتے ہیں اور جو بھیڑیا اس چلانے والے بھوکے بھیڑیئے کے قریب ہوتا ہے تمام بھیڑیئے مل کر اس پر حملہ کر کے اس کو کھا جاتے ہیں۔

جب بھیڑیا کسی انسان کے سامنے آ جاتا ہے اور اپنے آپ کو مقابلہ سے عاجز سمجھتا ہے تو چلانے لگتا ہے۔ جس سے جنگل کے تمام بھیڑیئے جمع ہو جاتے ہیں اور انسان کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔ اگر انسان ان میں سے کسی ایک کو زخمی کر دے تو تمام بھیڑیئے اس زخمی

بھیڑیئے کو کھانے کے لئے متوجہ ہو جاتے ہیں اور انسان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی مضمون کو شاعر نے اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔ یہ اشعار شاعر نے اپنے دوست پر جس کی اس نے اعانت کی تھی عتاب کرتے ہوئے کہے ہیں۔

وکنت کذئب السوء لمارای دماً　　بصاحبه یوماً أحال علی الدم

''تیری مثال اس بدخو بھیڑیئے کی سی ہے جو اپنے کسی ساتھی کو زخمی دیکھ کر اس کے خون پر پل پڑتا ہے''۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ اصمعی ایک دن ایک دیہات میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کھڑی ہوئی ہے اور اس کے سامنے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی ہے اور قریب ہی ایک بھیڑیئے کا بچہ کھڑا ہوا ہے اور بڑھیا اس کو گالیاں دے رہی ہے۔ بڑھیا نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ماجرا کیا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو بڑھیا نے کہا کہ یہ جو بھیڑیا کھڑا ہے، اس کو جب یہ بچہ تھا پکڑ کر میں نے پال لیا تھا اور بکری کے دودھ سے اس کی پرورش کی۔ اب جبکہ یہ اس کا دودھ پی کر جوان ہو گیا تو اس نے اس بکری کو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ اس کی غداری پر میں نے چند اشعار کہے ہیں۔ میں نے کہا ذرا وہ اشعار سنا دیجئے تو بڑھیا نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

بقرت شویھتی وفجعت قلبی　　وانت لشاتنا ولد ربیب

''تو نے میری بکری کو پھاڑ ڈالا اور میرے دل کو صدمہ پہنچایا حالانکہ تو ہماری بکری کا پروردہ ہے''۔

غذیت بدرها وربیت فینا　　فمن انباک ان اباک ذئب

''تو نے ہمارے یہاں ہی پرورش پائی اور پروان چڑھا، تجھ کو کس نے خبر دی کہ تیرا باپ بھیڑیا ہے''۔

اذا کان الطباع طباع سوء　　فلا أدب یفیدو لا ادیب

''جب فطرت پیدائشی خراب ہو تو کوئی مصلح اس کی اصلاح نہیں کر سکتا''۔

جب انسان بھیڑیئے سے خوف زدہ ہو جاتا ہے تو بھیڑیا انسان پر حاوی ہو جاتا ہے اور اگر انسان اس کے مقابلہ میں جرات کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے۔ بھیڑیا اپنی زبان سے ہی ہڈی توڑ ڈالتا ہے اور تلوار کی مانند اس قدر آسانی سے اس کے ٹکڑے کر دیتا ہے کہ ہڈی کی آواز تک نہیں سنائی دیتی۔ کہا جاتا ہے کہ بھیڑیا کتے کی طرح بھونکتا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

عَویٰ الذئب فاستأ نست للذئب اذعویٰ　　وصوت انسان فکدت اطیر

''بھیڑیا چلایا پس اس کی آواز سے دوسرے بھیڑیئے مانوس ہو گئے اور انسان کی آواز ایسی ہوتی ہے کہ اس کو سن کر یہ سب بھاگ جاتے ہیں''۔

دوسرا شاعر اسی معنی میں کہتا ہے۔

لیت شعری کیف الخلاص من الناس　　وقد اصبحوا ذئاب اعتداء

''یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ کس طرح لوگوں سے خلاصی ہو گی جبکہ لوگ ظلم کے بھیڑیئے بن چکے ہیں''۔

قلت لما بلا هم صدق خبری　　رضی اللّٰه عن ابی الدرداء

''میں نے کہا جب انہوں نے میری بات کی تصدیق کرنا چاہی کہ اللہ تعالیٰ ابودرداءؓ سے خوش ہو کہ ان کی نصیحت بڑی قیمتی تھی''۔

شاعر نے اپنے اس شعر میں حضرت ابوالدرداءؓ کے اس قول کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ایاکم ومعاشرة الناس فانهم مارکبوا قلب امری الاغیره ولا جواراً الا عقروه ولا بعیراً الا ادبروه. بچو تم لوگوں ساتھ اختلاط سے۔ اس لئے کہ وہ نہیں سوار ہوئے

کسی شخص کے دل پر مگر اس کو بدل دیا اور نہیں سوار ہوئے کسی بہترین گھوڑے پر مگر اس کی ٹانگوں کو کاٹ دیا۔

''سہیلیؒ'' نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہؓ بن الزبیر پیدا ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم یہ تو وہی بچہ ہے۔ آپ کی والدہ اسماءؓ یہ الفاظ سن کر ان کو دودھ پلانے سے رک گئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اے اسماء ان کو دودھ پلاؤ اگرچہ تمہاری آنکھوں کا پانی کیوں نہ ہو، یہ لڑکا ان بھیڑیوں کے درمیان جو لبادۂ انسانی میں ہوں گے مینڈھا ہوگا۔ یہ خانہ خدا کی حفاظت کرے گا وہ اس کو روکیں گے یا اس کے قریب قتل کردیں گے''۔

ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے کعب بن مالکؓ سے یہ روایت کی ہے اور اس کو حدیث صحیح اور حسن قرار دیا ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں کے ایک گلے میں چھوڑے جائیں اس قدر مفید نہیں ہوں گے جتنا کہ کسی شخص کی مال اور شرف دنیوی کی حرص اس کے لئے تباہ کن ہوگی۔ حرص کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ''وَلَتَجِدَ نَّهُمْ الخ (البتہ تو پائے گا ان لوگوں میں سب سے زیادہ حریص جینے پر) نازل فرمائی ہے''۔

ابن عدی نے بروایت عمروؓ بن حنیف حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں جنت میں داخل کیا گیا تو میں نے اس میں ایک بھیڑیا دیکھا۔ میں نے کہا کہ جنت میں بھیڑیا؟ تو بھیڑیئے نے کہا کہ میں نے شرطی (سپاہی) کے لڑکے کو کھایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اس نے اس کے لڑکے کو کھایا ہے۔ اگر اس شرطی (سپاہی) کو کھالیتا تو علیین میں پہنچا دیا جاتا''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن محمد بن اسماعیل طوسی کے حالاتِ زندگی میں تاریخ نیشاپور میں دیکھی ہے۔ حالانکہ یہ حدیث موضوع ہے۔

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ حرہ میں ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا ایک بکری پر لپکا پس چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہوگیا۔ پھر بھیڑیا اپنی سرین پر بیٹھا اور کہا کہ اللہ کے بندے تو میرے اور اس رزق کے درمیان حائل ہوگیا جو اللہ نے میری طرف بھیجا تھا۔ پس اس آدمی نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ مجھ سے بھیڑیا تکلم کر رہا ہے۔ پس بھیڑیئے نے کہا کہ میں تجھ کو اس سے بھی عجیب بات نہ بتاؤں کہ رسول اللہ ﷺ حرتین (دو گرم علاقوں) کے درمیان گذرے ہوئے واقعات کی خبریں سنا رہے ہیں۔ پس چرواہے نے مدینہ میں آکر اپنی بکریوں کو جمع کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا پس رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس چرواہے نے سچ کہا ہے''۔

بھیڑیئے نے تین صحابہ سے کلام کیا ہے:

ابن عبدالبر وغیرہ کا بیان ہے کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں سے تین حضرات سے بھیڑیئے نے کلام کیا ہے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) رافع بن عمیرؓ (۲) سلمہ بن الاکوع (۳) اہبانؓ بن اوس الاسلمی

اہبانؓ ابن اوس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک دن جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے کہ ایک بھیڑیا ان کی بکریوں پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے

شور مچایا تو بھیڑیا کھڑا ہو کر بولا اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھ کو عطا فرمایا ہے تو مجھ کو اس سے روکنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر حضرت اہبان ابن اوس کو سخت تعجب ہوا۔ اور بولے کہ بھیڑیا بھی بولنے لگا۔ اس پر بھیڑیئے نے جواب دیا کہ کیا تجھ کو میرے بولنے پر تعجب ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان کھجوروں کے درمیان (مدینہ منورہ کی طرف اشارہ کرکے) گذشتہ اور آئندہ واقعات کی خبریں بتا رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی دعوت دے رہے ہیں۔ مگر لوگ آپ کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

حضرت اہبانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھیڑیئے کی گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بھیڑیئے کا قصہ بیان کر کے مسلمان ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ قصہ لوگوں کو سنا دو۔ اسی قسم کا واقعہ باقی دو صحابہؓ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو شعیب نے روایت کرتے ہوئے زہری سے اور انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہ:۔

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرما رہے تھے ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا اچانک بھیڑیا اس پر ٹوٹا۔ پس ان میں سے ایک بکری کو لے گیا چرواہے نے اس سے اس بکری کا مطالبہ کیا۔ پس بھیڑیا اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا یوم سبع میں کون اس کا محافظ ہوگا؟ جب میرے سوا کوئی ان کا محافظ نہیں ہوگا اور ایک شخص ایک بیل پر بوجھ لاد کر لے جا رہا تھا پس وہ بیل اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ میں اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا البتہ میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! بھیڑیا اور بیل بھی گفتگو کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر ایمان لائے"۔

ابن الاعرابی نے فرمایا کہ سبعؔ اس جگہ کا نام ہے جہاں قیامت میں حشر ہوگا اور من لھا یوم السبع کا مطلب یہ ہے کہ **من لھا یوم القیامۃ** (قیامت کے دن کون محافظ ہوگا) لیکن بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر اگلے والے جملہ سے فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ قیامت میں بھیڑیا اس کا محافظ نہیں ہوگا۔

بعض حضرات کا خیال یہ ہے یوم السبع سے مراد یوم الفتن ہے جبکہ لوگ مویشیوں کو چھوڑ دیں گے اور کوئی ان کا محافظ نہیں ہوگا۔ پس درندے ان کے لئے راعی ہو جائیں گے۔ اگر یہ مطلب لیا جائے تو اگر سُبُعٌ باء کے ضمہ کے ساتھ گویا مقصود کلام آنے والے شرور فتن سے ڈرانا ہے کہ ان فتنوں میں لوگ اپنے جانوروں کو یونہی چھوڑ دیں گے۔ یہاں تک کہ درندے بلا روک ٹوک ان پر قابض ہوں گے۔ ابن مثنٰی ابوعبیدہ معمر کی رائے یہ ہے کہ یوم السبع ایام جاہلیت کی عید ہے۔ اس دن کفار کھیل کود اور خورد و نوش میں مصروف رہتے تھے۔ پس بھیڑیا آ کر ان کی بکری لے جایا کرتا تھا۔ اس صورت میں لفظ سبع سے درندہ مراد نہیں ہوگا۔ حافظ ابوعامر العبدی نے اس لفظ کو باء کے ضمہ کے ساتھ لکھا ہے۔ ابوعامر قابل وثوق اور لائق اعتماد شخصیت ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

"نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور دونوں کے ہمراہ ان کے لڑکے تھے بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک لڑکا اٹھا کر لے گیا۔ جس عورت کا لڑکا چلا گیا وہ اپنی ساتھی عورت سے بولی کہ بھیڑیا تیرا لڑکا لے گیا۔ دوسری نے جواب دیا کہ میرا نہیں تیرا لڑکا ہی لے گیا ہے۔ دونوں فیصلے کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بڑی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا (یعنی جس کا بچہ بھیڑیا لے گیا تھا) اس کے بعد وہ دونوں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے قصہ بیان کیا۔ آپ نے ان کے بیانات سننے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو چھری دو تاکہ میں اس

لڑکے کے دوٹکڑے کر کے آدھا آدھا تم دونوں میں بانٹ دوں۔ یہ سن کر چھوٹی عورت جس کا وہ بچہ تھا بولی کہ خدا آپ پر رحمت نازل کرے ایسا نہ کیجئے یہ بچہ میرا نہیں اس کا ہے۔لڑکے کی ماں کا یہ بیان سن کر آپ نے اس عورت کے حق میں فیصلہ فرمادیا"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سکین کا لفظ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا ہم تو آج تک چھری کے لئے مدیہ بولتے تھے۔

جو حضرات اس بات کے جواز کے قائل ہیں کہ عورت لقیط کو اپنے سے ملحق کر سکتی ہے اور وہ اس کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔ ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ بھی والدین میں سے ہے یہ مذہب صاحب تقریب نے ابن سریج سے نقل کیا ہے حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ بچہ اس عورت سے ملحق نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب وہ اس کو اپنانے کا دعویٰ کرے گی تو مشاہدین ولادت میں کسی کی گواہی پیش کر سکتی ہیں۔ برخلاف مرد کے کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔اس مسئلہ میں ایک تیسری رائے یہ بھی ہے کہ جس عورت کا شوہر نہیں ہے اس سے ملحق ہو جائے گا نہ کہ شوہر والی عورت کے لئے۔ بہر حال واضح قول یہی ہے کہ جب ایسی عورت جس کا شوہر موجود ہے وہ اپنے سے کسی بچہ کو ملحق کرنا چاہے گی تو وہ ملحق نہیں ہوگا اور شوہر سے مراد وہ شخص ہے جس کے نکاح میں فی الحال یہ عورت ہے اگر لقیطہ کا نسب کسی عورت کے لئے گواہی کے ذریعہ ثابت ہو جائے تو اس کے شوہر کے لئے ثابت ہو جائے گا خواہ وہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہو یا اس سے طلاق لے کر عدت میں ہو۔

امام احمد اور طبرانیؒ روایت فرماتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسانوں کے لئے بھیڑیا ہے، جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہے کہ ریوڑ سے جدا ہونے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو۔تم امت جماعت اور مسجدوں کو لازم پکڑلو"۔

تاریخ ابن نجار میں وہبؒ ابن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت ساحل پر کھڑی ہوئی کپڑے دھو رہی تھی اور اس کے قریب اس کا لڑکا کھیل رہا تھا۔ اتنے میں سائل آیا اور عورت سے سوال کیا۔عورت کے پاس ایک روٹی تھی اس میں سے ایک لقمہ توڑ کر سائل کو دے دیا۔تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ایک بھیڑیا آیا اور اس کے بچہ کو اٹھا کر لے گیا۔عورت بھیڑیئے کے پیچھے میرا لڑکا میرا لڑکا کہتی ہوئی دوڑی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو نازل فرمایا۔اس نے بچہ کو بھیڑیئے کے منہ سے چھڑا کر عورت کے سامنے ڈال دیا اور کہا کہ یہ اس لقمہ کے عوض میں ہے جو تم نے ابھی سائل کر دیا ہے۔

امام احمدؒ نے کتاب زہد میں سالمؒ بن ابی الجعد سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچہ کو لے کر کہیں باہر گئی۔ راستہ میں ایک بھیڑیا مل گیا اور اس سے بچہ کو چھین کر لے گیا۔عورت بھیڑیئے کے تعاقب میں دوڑتی چلی گئی۔راستہ میں اس کو ایک سائل ملا۔عورت نے اپنے پاس موجود ایک روٹی سائل کو دے دی۔تھوڑی دیر بعد بھیڑیا واپس آیا اور بچہ اس کے پاس چھوڑ گیا۔

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے عدل کا اثر:

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں موسیٰ ابن اعین کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بکریاں، بھیڑیئے اور دیگر درندے ساتھ ساتھ چرا کرتے تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ہم کہنے لگے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرد صالح جن کی یہ برکت تھی شاید انتقال فرما گئے۔ چنانچہ ہم نے صبح کو اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔آپ کی وفات ۲۰/رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی۔

امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں مزید نقل فرمایا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو چرواہے کہنے لگے کہ یہ مرد صالح کون ہے جو ہم پر حاکم ہوا ہے۔ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تم کو اس کا کیسے علم ہوا؟ تو چرواہوں نے جواب دیا کہ جب سے وہ مرد صالح خلیفہ ہوئے ہیں تب سے ہماری بکریاں شیر اور بھیڑیوں کے خطرے سے محفوظ ہیں اور اب عالم یہ ہے کہ بکریاں، شیر اور بھیڑیئے ایک ساتھ ہیں مگر ان درندوں کے چنگل ہماری بکریوں سے رک گئے ہیں۔

بھیڑیئے کا شرعی حکم:

بھیڑیئے کا گوشت کھانا حرام ہے۔کیونکہ اس کا شمار ذی ناب میں ہوتا ہے۔

ضرب الامثال:

اہل عرب بھیڑیئے کو مختلف اوصاف میں بطور مثل استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں ''اغدر من ذئب ''(بھڑیئے سے زیادہ غدار)''اخبث من ذئب ''(بھڑیئے سے زیادہ خبیث)''اجول من ذئب ''(بھڑیئے سے زیادہ چکر کاٹنے والا)''اظلم و اجرأ من ذئب ''(یعنی بھڑیئے سے زیادہ جری اور ظالم)''ایقظ من ذئب ''(یعنی بھیڑیئے سے زیادہ جاگنے والا) نیز اہل عرب میں ایک مثل یہ رائج ہے کہتے ہیں من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم ای ظلم الغنم''(یعنی جو شخص بھیڑیوں سے بکریوں کی گلہ بانی کا کام لے وہ ظالم ہے۔کیونکہ یہ ظلم یا تو بکریوں پر ہوگا اس وجہ سے کہ مبادا بھیڑیا ان کو کھالے یا بھیڑیوں پر ظلم ہوگا بایں طور کہ اس کو اس چیز کی حفاظت کا مکلف بنایا جارہا ہے جو اس کی خوراک ہے۔اہل عرب کسی کو بددعا دیتے وقت کہتے ہیں رَمَاهُ اللهُ بِدَاءِ الذِّئْبِ (اللہ تعالیٰ اس کو بھیڑیئے کی بیماری سے موت دے) بھیڑیئے کی بیماری سے مراد اس کی بھوک ہے اہل عرب بھیڑیئے کی کنیت کے لئے ابو جعدہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے کہ پہلے گذر چکا۔

اس مثل کو سب سے پہلے استعمال کرنے والا شخص اکتم بن صیفی تھا۔اس کے بعد اس مثل کو حضرت عمرؓ نے ساریہ بن حصن کے قصہ میں استعمال فرمایا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت کا واقعہ

اس کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ''یاساریه بن حصن الجبل الجبل من استرعی الذئب الغنم فقد ظلم ''یعنی اے ساریہ تم پہاڑ کی آڑ لے لو، جو بھیڑیئے سے گلہ بانی کی توقع رکھے وہ ظالم ہے''۔

خطبہ کے درمیان میں اچانک آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر لوگوں نے ایک دوسرے کو مڑ کر دیکھا مگر کسی کی سمجھ میں اس کا مطلب نہ آیا۔نماز سے فراغت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیا بیان کیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ نے بھی ان کلمات کو سنا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ہی کیا تمام لوگوں نے سنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس وقت میرے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ مشرکین نے ہمارے مسلم بھائیوں کو شکست دیدی اور ان کے شانوں پر سوار ہو گئے مسلمان ایک پہاڑ سے گزر رہے ہیں۔اگر وہ اس پہاڑ سے آڑ لے کر مشرکین سے قتال کریں تو کامیاب ہوں گے اور اگر پہاڑ سے آگے بڑھ گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔لہٰذا میری زبان سے دوران خطبہ بے ساختہ یہ الفاظ نکل گئے۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد مسلمانوں کے پاس ایک قاصد فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ پہنچا۔اس نے بیان کیا کہ فلاں وقت اور

فلاں دن جب ہم ایک پہاڑ سے گزر رہے تھے تو ہم نے ایک آواز سنی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی اور اس کے وہی الفاظ تھے جو اوپر گزرے جن کو حضرت عمرؓ نے دورانِ خطبہ بے ساختہ ادا کئے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان الفاظ کو سن کر ان پر حملہ کیا اور ہم کو فتح حاصل ہوئی۔[1]

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت تہذیب الاسماء طبقات ابن سعد اور اسد الغابہ میں بھی موجود ہے۔ ساریہ کا پورا نام ساریہ بن زنیم بن عمرو بن عبداللہ بن جابر ہے۔

اسی مثل کے ہم معنی شاعر کا یہ شعر بھی ہے۔

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنھا فکیف اذا الرعاۃ لھا ذئاب

''بکریوں کے چرواہے بھیڑیوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن اگر چرواہے ہی بھیڑیئے بن جائیں تو حفاظت کیسے ممکن ہے؟''۔

امام یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے علماء دین سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے اصحاب علم تمہارے محلاتِ قصریہ، تمہارے گھر کسرویہ، تمہارے لباس طولوتیہ، تمہارے موزے جالوتیہ، تمہارے ظروف (برتن) فرعونیہ، تمہاری سواری قارونیہ، تمہارے موائد (دسترخوان) جاہلیہ اور تمہارے مذاہب شیطانیہ، تو اب بتاؤ کہ تمہاری کیا چیز محمدیہ ہے؟

بھیڑیئے کے طبی خواص:

اگر بھیڑیئے کا سر اس برج میں جہاں کبوتر رہتے ہوں لٹکا دیا جائے تو وہاں بلی یا دیگر کوئی موذی جانور نہیں آ سکتا۔ اگر بھیڑیئے کا داہنا پنجہ نیزے کے سرے پر لٹکا دیا جائے تو جس شخص کے ہاتھ میں وہ نیزہ ہوگا کوئی مخالف ہجوم اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی شخص اس کی آنکھ اپنے جسم پر لٹکا لے تو اس کو درندوں کا خوف نہیں ہوگا اور اگر اس کے خصیہ کو چیر کر اس میں نمک اور صعتر (پہاڑی پودینہ) بھر کر ایک مثقال کے بقدر ماء جرجیر (عرق نرہ) ایک قسم کی ترکاری جو پانی میں بھی ہوتی ہے ملا کر پیا جائے تو کوکھ کے درد کے لئے مفید ہے اور ذات الجنب میں (پسلی کا چلنا) میں بھی اس کا پینا مفید ہے۔ ذات الجنب میں اس کا استعمال گرم پانی اور شہد کے ہمراہ کیا جائے۔ اگر بھیڑیئے کا خون روغن اخروٹ میں ملا کر بہرے کے کان میں ڈالا جائے تو بہرہ پن ختم ہو جاتا ہے۔ بھیریئے کے دماغ کو عرق سنداب اور شہد میں ملا کر بدن کی مالش کرنے سے سردی سے پیدا ہونے والی جملہ ظاہری اور باطنی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بھیڑیئے کی کھال دانت، اور آنکھ اگر کوئی شخص اپنے پاس رکھ لے تو وہ سب کی نگاہوں میں محبوب اور دشمن پر غالب رہے گا۔

بھیڑیئے کا گردہ دردِ گردہ کے لئے نافع ہے۔ اگر بھیڑیئے کا عضو تناسل توے پر بھون کر معمولی سا کھالیا جائے تو قوتِ باہ میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا پتہ پانی میں ملا کر بوقتِ جماع عضو مخصوص پر مل لیا جائے تو عورت اس سے شدید محبت کرنے لگتی ہے۔ اگر بھیڑیئے کی دم بیلوں کی چراگاہ میں لٹکا دی جائے تو بیل چراگاہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ خواہ شدت بھوک سے وہ بے قرار ہی کیوں نہ ہوں اور اگر بھیڑیئے کی دم کی دھونی کسی جگہ پر دے دی جائے تو اس جگہ چوہے نہیں آئیں گے اور بعض کے قول کے مطابق تمام چوہے دھونی دینے کی جگہ جمع ہو جائیں گے۔ جو شخص لگاتار بھیڑیئے کی کھال پر بیٹھے گا وہ قولنج کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔ اگر بھیڑیئے کی دم کا بال کسی آلہ سرور پر باندھ دیا جائے تو وہ آلہ (باجہ) بالکل بند ہو جائے گا۔ اگر ڈھول بنانے اور بیچنے والے کی دکان میں بھیڑیئے کی کھال کی دھونی دے دی جائی تو تمام ڈھول پھٹ جائیں گے۔

---

[1] یہ فوج حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھیجی گئی تھی۔

بھیڑیوں کی چربی داءالثعلب میں مفید ہے۔ بھیڑیئے کا پتا استرخا بطن (پیچش) میں پینے سے فائدہ دیتا ہے۔ اگر بھیڑیئے کا پتا عضو تناسل پر مل کر عورت سے صحبت کی جائے تو بے پناہ امساک ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک چاہے جماع کرسکتا ہے۔ اگر بھیڑیئے اور گدھ کا پتا روغن زنبق (چمبیلی کے تیل) میں ملا کر طلاء بنالیا جائے تو اس کے استعمال سے قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہوجاتا ہےاور اگر بھیڑیئے کا پتا روغن گلاب میں ملا کر اپنی بھنوؤں میں لگا کر کسی عورت کے پاس جائے تو وہ عورت اس سے محبت کرنے لگے گی۔ بھیڑیئے کی مینگنی میں جو ہڈی پائی جاتی ہےان میں سے ایک ہڈی لے کر اگر درد ہوتے ہوئے دانت یا داڑھی کو کریدا جائے تو درد بند ہوجاتا ہے (یہ علاج انتہائی زوداثر ہے)۔

حکیم جالینوس کا قول ہے کہ دردسر کا پرانا مریض بھیڑیئے کے پتا کو روغن بنفشہ میں حل کرکے ناک میں چڑھالے تو اس کا درد خواہ کتنا پرانا ہو ختم ہوجائے گا اور اگر اسی محلول کو بچہ کی ناک میں ٹپکا دیا جائے تو وہ بچہ تمام عمر مرگی سے محفوظ رہے گا اور اگر بھیڑیئے کا پتہ اور شہد ہم وزن لے کر آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور ضعف بصر کو حیرت انگیز فائدہ ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پتا کے ساتھ ملائے جانے والے شہد کو حرارت نہ پہنچی ہو (یعنی شہد گرم کیا ہوا نہ ہو) اگر کسی عورت کا نام لے کر بھیڑیئے کی دم میں گرہ لگادی جائے تو جب تک وہ گرہ نہ کھلے گی کوئی مرد اس عورت پر قابو نہیں پاسکتا۔ اگر بھیڑیئے کے پتا کو شہد میں ملا کر ذکر کی مالش کی جائے اور پھر عورت سے مجامعت کی جائے تو وہ عورت اس شخص سے شدید محبت کرنے لگے گی۔ بھیڑیئے کا خون زخموں کو پکادیتا ہے۔

بھیڑیوں کو جمع کرنے کا طلسم:

بھیڑیئے کی ایک تصویر (مجسمہ) تانبے کی بنائی جائے اور یہ خیال رکھا جائے کہ یہ تصویر (مجسمہ) اندر سے خالی یعنی کھوکھلا ہو۔ پھر اس تصویر میں بھیڑیئے کا ذکر رکھ کر سیٹی بجائے جائے۔ چنانچہ جنگل میں جس کسی بھیڑیئے کی کان میں اس سیٹی کی آواز پہنچے گی وہ بھیڑیا وہاں آجائے گا۔

بھیڑیوں کو بھگانے کا طلسم:

اور اگر اس تصویر (مورتی) میں بھیڑیئے کی مینگنی رکھ کر اسی تصویر کو کسی جگہ دفن کردیں تو پھر اس جگہ بھیڑیئے نہیں آسکتے۔

خواب میں بھیڑیوں کی تعبیر:

بھیڑیئے کو خواب میں دیکھنا کذب، عداوت اور حیلہ کی دلیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بھیڑیئے کی خواب میں تعبیر انتہائی ظالم چور سے واسطہ پڑتا ہےاور بھیڑیوں کے بچوں کی تعبیر چور کی اولاد سے دیتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص خواب میں بھیڑیئے کا بچہ دیکھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص کسی پڑے ہوئے بچہ کی پرورش کرے گا جو بڑا ہو کر چور بنے گا۔ اگر خواب میں بھیڑیا کسی ایسے جانور سے تبدیل ہوجائے جو انسان سے مانوس ہوجانے والا ہو تو اس سے ایسا چور مراد ہے جو توبہ کرنے والا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں بھیڑیئے کو دیکھے تو گویا وہ کسی انسان پر بہتان لگائے گا اور متہم شخص بری ہوگا۔ یہ تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کی روشنی میں ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں کتے اور بھیڑیئے کو ایک ساتھ دیکھے تو اس سے نفاق، فریب اور دھوکہ مراد ہے۔

الذِیخ

(بجو) الذیخ: بکسر الذال اس کا مونث ذیخۃ اور جمع ذیوخ، اذیاخ اور ذیخۃ آتی ہیں۔

حدیث میں بجو کا تذکرہ:

امام بخاریؒ نے مناقب انبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے باپ آذر سے ملاقات اس حال میں ہوگی کہ آذر کا چہرہ غبار آلود ہوگا۔ آپ اپنے والد سے کہیں گے کہ کیا میں تم کو نہیں کہتا تھا کہ میرے خلاف نہ چلو (اور میرا کہنا مانو) آذر کہیں گے کہ آج میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب سے عرض کریں گے کہ اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن تو مجھ کو رسوا نہیں کرے گا۔ آج سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہوگی کہ میرا باپ دوزخ میں جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے کافرین پر جنت حرام کر رکھی ہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ ابراہیم! دیکھو تمہارے پاؤں کے نیچے کیا چیز ہے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ خون آلود بجو پڑا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا''۔

نسائیؒ، بزارؒ اور حاکمؒ نے مستدرک میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ کا ہاتھ پکڑے گا تا کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔ اتنے میں ایک آواز آئے گی کہ جنت میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر جنت حرام کردی ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اے میرے رب! یہ میرا باپ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس کے مشرک باپ کو ایک بدہیئت اور بری صورت میں جس سے کہ بدبو آتی ہوگی تبدیل کردے گا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ جنتی اس کو چھوڑ کر چلا جائے گا''۔

راوی مذکورۂ بالا حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ تاہم صحابہ کرامؓ اس جنتی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مراد لیتے ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرح پر صحیح قرار دیا ہے۔ حاکم نے حماد بن سلمہ سے، انہوں نے ایوب سے ایوب نے ابن سیرینؒ سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ سے ملے گا اور پوچھے گا کہ ابا جان آپ کا کیسا بیٹا تھا (یعنی فرمانبرداری یا نافرمان) باپ کہے گا کہ تو میرا بہت اچھا بیٹا تھا اس پر بیٹا کہے گا کہ کیا آج آپ میرا کہنا مانیں گے؟ باپ کہے گا ضرور مانوں گا۔ اس پر لڑکا کہے گا کہ اچھا آپ میرا ازار تھام لیں۔ چنانچہ باپ اس کا ازار تھام لے گا اور لڑکا اس کو لے کر بارگاہِ خداوندی میں پہنچے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں لوگوں کی پیشی ہو رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس لڑکے سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجا۔ وہ کہے گا اے میرے رب کیا میں نے اپنے باپ کو بھی ساتھ لے جاؤں؟ کیونکہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے باپ کو بجو کی صورت میں مسخ کر کے دوزخ میں ڈلوا دے گا اور اس سے پوچھے گا کہ کیا یہی تیرا باپ ہے؟ وہ کہے گا تیری عزت کی قسم یہ میرا باپ نہیں ہے''۔

مذکورہ بالا حدیث کو بھی مسلم کی شرط پر صحیح کہا گیا ہے۔

قیامت کے دن آزر کو بجو کی صورت میں مسخ کرنے کی حکمت ابن الاثیر نے یہ بیان کی ہے کہ بجو سب سے احمق جانور ہے۔ اسکی

حماقت کا ثبوت یہ ہے کہ جس کام میں بیداری اور احتیاط کا مظاہرہ ہونا چاہیے اس میں یہ غفلت سے کام لیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا کہ میں (کفتار) بجو کی مانند نہیں ہوں۔ چونکہ بجو ہلکی سی آہٹ سن کر اپنے بل سے باہر نکل آتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔ یعنی بہت آسانی سے شکار ہو جاتا ہے اور چونکہ آزر نے بھی ایسے شخص کو جو دنیا میں اس کا سب سے زیادہ شفیق تھا یعنی دنیا میں حضرت ابراہیمؑ کی نصیحت کو ٹھکرا کر اور اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان کے شکار ہو گئے۔ لہٰذا وہ حماقت میں کفتار (بجو) کے مشابہ ہو گئے۔ شکاری لوگ جب بجو کے شکار کا قصد کرتے ہیں تو اس کے بل میں پتھر وغیرہ پھینک دیتے ہیں، وہ یہ سمجھ کر کہ کوئی شکار ہے اس کو پکڑنے کے لئے باہر نکل آتا ہے اور بجائے شکار کرنے کے خود شکار ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ شکاری جب اس کا شکار کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بل پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہتے ہیں:۔

اطرقی ام طریق خامری ام عامر ابشری بجراد عطلی وشاذهزلی ۔ یہ الفاظ متواتر کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ شکاری اس کے بل میں ہاتھ ڈال کر اور رسی سے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو باہر کھینچ لیتے ہیں۔

بالفرض اگر آزر کو کتے یا خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیا جاتا تو یہ بدصورتی کا سبب بن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سبکی کا سبب بن جاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کے اکرام کی خاطر آپ کے والد کو ایک متوسط درجہ کے درندہ کی شکل میں مسخ کر دے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بابُ الراء

الراحلة

(سواری اور بوجھ لادنے کے لائق اونٹ) الـراحلة: بقول جوہری راحلہ وہ اونٹنی ہے جو سفر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو اور یہی معنی رحول کے بھی آتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ راحلۃ سواری کا اونٹ ہے چاہے نر ہو یا مادہ راحلہ کے آخر میں جو ''ت'' ہے وہ مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے **واهية**، اونٹ یا اونٹنی کو راحـلـة اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس پر رحل یعنی پالان باندھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ فاعلہ بمعنی مفعولہ ہے جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں ''**فَهُوَ فِي عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ**'' اس میں راضیہ بمعنی مرضیہ ہے۔ اس کے علاوہ کلام پاک میں اور بھی کئی جگہ فاعلہ بمعنی مفعول آیا ہے۔ مثلاً ''**لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ**'' میں عاصم بمعنی معصوم اور ماء دافق میں دافق بمعنی مدفوق اور حرمًا اٰمِنًا میں ''آمنًا'' بمعنی مامونًا ہے۔ اس کے برعکس مفعول کا صیغہ فاعل کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ مثلاً حِجَابًا مَسْتُوْرًا میں مستوراً ساتر کے بمعنی ہے اور اسی طرح ''**كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا**'' میں ماتیًا بمعنی آتیًا استعمال ہوا ہے۔ بعض اوقات راحلة سے مراد نعل یعنی چپل لی جاتی ہے۔ چنانچہ کسی عرب شاعر کا قول ہے کہ:۔

رواحلنا ست ونحن ثلاثة نجنبهن الماء فی کل مورد

''ہمارے چپل چھ ہیں اور ہم صرف تین ہیں اس لئے ہم ہر گھاٹ پر ان کو پانی سے بچاتے ہیں۔ نعلوں کو رواحل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ انسان کے قدم کی سواریاں ہیں''۔

حدیث میں راحلہ کا تذکرہ:

بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان کے پچیسویں باب میں روایت کی ہے کہ:۔

''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی سواری سے اتر کر چھ میل پیدل چلا تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا''۔
بخاریؒ اور مسلمؒ نے زہریؒ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کو سالمؒ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔
''نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ان سو اونٹوں کی مانند ہیں جن میں کوئی راحلۃ نہ ہو''۔
بیہقی نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ لوگ احکام دین میں برابر ہیں، ان میں شریف کو مشروف پر اور رفیع کو وضیع پر کوئی فضیلت نہیں ہے جیسا کہ وہ سو اونٹ جن میں کوئی راحلہ (یعنی سواری کے لائق) اونٹ نہ ہو ایک دوسرے پر برتری نہیں رکھتے۔
ابن سیرینؒ سے منقول ہے کہ عبیدہ ابن حذیفہ عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ آپ ایک دن آگ جلا رہے تھے کہ اتنے میں اشراف میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ سے کوئی حاجت طلب کی۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی ایک انگلی اس آگ میں داخل کر دو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تو میری خاطر اپنی ایک انگلی آگ میں ڈالنے سے بخل کر رہا ہے اور مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیری خاطر اپنا پورا جسم جہنم میں داخل کر دوں؟ ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ راحلہ وہ شریف النسل اونٹ ہے جس کو بہت سے اونٹوں میں سے سواری وغیرہ کے لئے منتخب کر لیا جائے۔ یہ اونٹ کامل الاوصاف مانا جاتا ہے اور اگر وہ بہت سے اونٹوں میں مل جاتا ہے تو فوراً شناخت کر لیا جاتا ہے۔ اس لئے مذکورۂ حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ سب لوگ آپس میں برابر ہیں۔ ان میں کسی ایک کو دوسرے پر نسبی فضیلت نہیں ہے بلکہ ان میں کا ہر ایک قطار کے اونٹ کی مانند ایک دوسرے کا شبیہ ہے۔ ازہری کا اس بارے میں یہ قول ہے کہ راحلہ سے مراد اہل عرب کے نزدیک وہ نر یا مادہ اونٹ ہے جو شریف النسل ہو اور تاء اس میں مبالغہ کے لئے ہے۔ چنانچہ ازہری کے قول کے مطابق ابن قتیبہ کی روایت کی ہوئی حدیث کی تشریح غلط ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زاہد فی الدنیا وہ شخص ہے جو زہد میں کامل ہو اور آخرت کی جانب راغب ہو اور راحلہ کی طرح ایسے لوگوں کا وجود بہت کم ہے۔
امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کامل الاوصاف لوگ جن کے جملہ اقوال وافعال پسندیدہ ہوں اور راحلۃ ہی کی طرح انسانوں میں کمیاب ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک راحلۃ سے مراد وہ اونٹ ہے جو کامل الاوصاف، خوبصورت اور باربرداری اور سفر کے لئے مضبوط ہو۔
علامہ حافظ ابوالعباس قرطبیؒ جو اپنے زمانے کی شیخ المفسرین ہیں، فرماتے ہیں کہ میری رائے اس حدیث شریف کی تمثیل راحلہ کے مناسب حال وہ شخص معلوم ہوتا ہے جو کریم اور سخی ہو اور دوسرے لوگوں کی ضروریات کا متحمل ہو اور اس کے اخراجات مثلاً ادائیگی دین اور رفع تکالیف کا بار اپنے اوپر لے لے لیکن ایسے ایسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں بلکہ میرے نزدیک ایسے لوگوں کا وجود ہی مفقود ہے۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قرطبیؒ کی تاویل احسن ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الرأل

الرأل: شتر مرغ کے بچہ کو کہتے ہیں۔ اس کا مونث رالۃ اور جمع رئال ورئلان مستعمل ہے۔ مزید تفصیل لفظ نعام کے تحت باب النون میں انشاء اللہ آنے والی ہے۔

الراعی

(قمری اور کبوتر کا بچہ) الراعی: قمری اور کبوتر کے باہم ملاپ سے پیدا ہونے والا جانور جس کی عجیب شکل ہوتی ہے اور عمر بھی اس کی

طویل ہوتی ہے۔جیسا کہ قزوینی نے بیان کیا ہے۔ جاحظہ کہتے ہیں کہ یہ جانور کبوتر اور قمری سے زیادہ جسامت والا اور زیادہ بچے دینے والا ہوتا ہے اور اس کی آواز کبوتر اور قمری سے جدا اور عمدہ ہوتی ہے۔اسی وجہ سے اس کی قیمت بھی زیادہ ہے اور لوگوں کو اس کے شکار کا شوق ہوتا ہے۔بعض حضرات نے اس کو راعی کے بجائے زاعی لکھا ہے جو کہ غلط ہے۔

الرُبیٰ

الــربــی: بروزن فعلی اس بکری کو کہتے ہیں جو بچہ جن کر فارغ ہوئی ہو۔اگر اس کا بچہ مر جائے تب بھی وہ ربی ہی کہلاتی ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بچہ جننے کے بیس یوم بعد تک بکری ربی کہلاتی ہے اور بعض کا خیال ہے کہ بچہ جننے کے بعد دو ماہ تک ربی کہلاتی ہے۔ابو زید نے لفظ ربی کو بکری کے لئے خاص کیا ہے اور بعض نے اس لفظ کو بھیڑ یئے کے لئے خاص کیا ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ بکری کے لئے ربی اور بھیڑ کے لئے زغوث آتا ہے۔ربی کی جمع رباب آتی ہے۔علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فعال کے وزن پر پندرہ کلموں کی جمع آتی ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ربی کی جمع رباب (۲) رخل کی جمع رخال (۳) رذل کی جمع رذال (۴) بسط کی جمع بساط (۵) نزل کی جمع نزال (۶) راع کی جمع رعاء (۷) قمنی کی جمع قما (۸) جمل کی جمع جمال (۹) عرق کی جمع عراق (۱۰) ظئر کی جمع ظؤار (۱۱) ثنی کی جمع ثناء (۱۲) عزیز کی جمع عزاز (۱۳) فریر کی جمع فرار (۱۴) تؤام کی جمع توأم (۱۵) سح کی جمع سحاح.

الرَّبَاح

الــربَــاح: راء اور باء پر فتحہ، بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس سے ایک قسم کی خوشبو اخذ کی جاتی ہے یہی تعریف درست ہے۔امام جوہریؒ نے اپنے قلمی مخطوطہ میں یہ تعریف کی ہے کہ رباح وہ جانور ہے جس سے کافور حاصل کیا جاتا ہے۔اس تعریف میں جوہریؒ نے غلطی کی ہے۔کیونکہ کافور ایک ہندوستانی درخت کا گوند ہے اور رباح کافور کے مشابہ خوشبو کا نام ہے۔اس غلطی کی وجہ غالباً یہ ہوئی ہوگی کہ جوہری نے جب سنا کہ حیوان سے خوشبو اخذ کی جاتی ہے تو موصوف کا ذہن کافور کی طرف منتقل ہو گیا ہوگا۔

علامہ ابن قطاع کی نظر جب امام جوہریؒ کے بیان کردہ غلط مفہوم پر پڑی تو موصوف نے درست کرتے ہوئے کہا کہ رباح ایک شہر کا نام ہے جہاں کافور تیار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی خیال خام ہے۔کیونکہ کافور تو اس گوند کو کہتے ہیں جو لکڑی کے اندر خشک ہو جائے اور اس لکڑی کو حرکت دینے سے خارج ہو جاتا ہے۔برخلاف رباح کے وہ اس خوشبو کا نام ہے جو حیوان سے اخذ کی جاتی ہے۔ابن رشیق شاعر نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں کتنی عمدہ بات کہی ہے۔

فکـرت لیلة وصلهـا فی صدهـا فـجـرت بـقـایـا أدمعی کـالعندم

''رات کو وہ آشیاں نشین ہوئی اور جب آشیانہ میں بیٹھ گئی تو میرے آنسوؤں کا باقی حصہ جو رہ گیا تھا وہ بھی بہہ پڑا''۔

فـطـفـقـت امسـح مـقـلتی فی نحرها اذعـادة الکافور امساک الدم

''میں اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور چونکہ کافور کی خاصیت خون کو روکنا ہے ایسے ہی میں اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگا''۔

الرُّبَاح

(زبندر)الرُّبـاح:(راء پرضمہ باءموحدہ پرتشدید)تفصیل عنقریب آئے گی۔یہ بزدلی میں ضرب المثل ہے۔اہل عرب کہتے ہیں کہ فلاں بندر سے زیادہ بزدل ہے۔

اَلرُّبعُ

(راء پرضمہ اورب پرفتحہ)اونٹنی یا گائے کا بچہ جواپنی ماں سے جدا ہوجائے۔

الرُّبَيَة

(حشرات الارض کی قسم)الرُّبَیہ(راء پرضمہ)ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ چوہےاور گرگٹ کے درمیان کاایک جانور ہےاور بعض نے کہا ہے کہ یہ چوہے کادوسرانام ہے۔

اَلرَّتُوتُ

(نرخنزیر)الرتوت:رت کی جمع ہےاوررت کے معنی رئیس،سرداراورخنزیر کے آتے ہیں۔کہا جاتا ہے **ھٰؤلاء رتوت البلاد** کہ یہ شہر کے رئیس ہیں۔محکم کہتے ہیں کہ رت ایک جانور کانام ہے جوخشکی کے خنزیر کے مشابہ ہوتا ہےاور بعض علماء نے کہا ہے کہ نرخنزیر کادوسرا نام ہے۔اس کامفصل بیان باب الخاء معجمہ میں گزر چکا ہے۔

الرثیلا

(زہریلا جانور)الــرُّثَیلَا(راپرضمہ اورثاءمفتوح)زہریلے جانورکانام ہے۔تفصیلی بیان باب الصید کے آخر میں آئے گا۔جاحظ کہتے ہیں ریثلا مکڑی کی ایک قسم ہےاس کادوسرانام عقرب الحیات بھی ہے۔کیونکہ یہ سانپوں کو مار ڈالتا ہے۔ابوعمرموسیٰ قرطبی اسرائیلی کہتے ہیں کہ رُثیلا کااطلاق حیوان کی کثیرانواع پرہوتا ہے۔بعض نے چھ نوع شمار کی ہیں اور بعض نے آٹھ،تمام ہی مکڑی کے اقسام ہیں۔فن طب وحکمت میں ماہر بعض حکیموں کاقول ہے کہ ان اقسام میں سے سب سے زیادہ خطرناک مصری مکڑی ہےاور رہی وہ مکڑیاں جو گھروں میں پائی جاتی ہےتوان کانقصان بہت کم ہےاوران کی بقیہ اقسام سبزہ زارجگہوں میں پائی جاتی ہے۔انہی میں سےایک قسم روئیں دار ہوتی ہے۔اہل مصراس کوابوصوفہ کے نام سے جانتے ہیں اوران مکڑیوں کے کاٹنے سے تکلیف ایسی ہوتی ہےجس طرح بچھو کے ڈسنے سے ہوتی ہےانشاءاللہ اس کامکمل بیان باب الصید میں آئے گا۔

رُثیلا کے طبی خواص:

اس کے بھیجہ کومرچ کے ساتھ ملاکراستعمال کرنے سے زہریلے اثرات ختم ہوجاتے ہیں۔

خواب میں تعبیر:

اس کی تعبیر فتنہ پرور اور اذیت پہنچانے والی عورت سے دی جاتی ہے۔ نیز کبھی دشمن بھی مراد ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلرَّخِلُ

اَلرُّخِلُ: بھیڑیئے کے مونث بچہ کو کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع رخال آتی ہے۔

الرخ

(بحری پرندہ) الـرُّخ: ایک بڑا پرندہ جو بحر چین میں پایا جاتا ہے جس کے ایک بازو کی لمبائی دس ہزار باع ہے (باع دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ کو کہتے ہیں) ابو حامد اندلسی نے ایک مغربی تاجر کا واقعہ بیان کیا ہے جو چین کا سفر کر چکا تھا اور ایک مدت تک وہاں رہ چکا تھا کہ اس کے پاس رخ کے بازو کے پر کی جڑ تھی۔ (جڑ سے مراد پر کا وہ حصہ جو گوشت سے متصل ہوتا ہے) جس کے اندر ایک مشک پانی با سانی آ جاتا تھا۔ مغربی تاجر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بذریعہ کشتی چین جا رہا تھا، باد مخالف کے جھونکوں سے ٹکرا کر کشتی بڑے جزیرے میں پہنچ گئی۔ کشتی کے مسافر اس جزیرے پر اتر گئے اور اپنی ضروریات پانی لکڑی وغیرہ تلاش کرنے کے لئے نکل گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ سامنے ایک گنبد نما ٹیلہ موجود ہے جس کی بلندی سو ذراع سے زائد تھی۔ اس میں روشنی و چمک معلوم ہو رہی تھی۔ مسافروں کو تعجب ہوا۔ جب وہ قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ رخ کا انڈا ہے۔ چنانچہ سب نے اس کو لکڑی، کدال و پتھر وغیرہ سے توڑنا شروع کیا۔ آخر کار وہ پھٹ گیا اور اس میں سے ایک بچہ برآمد ہوا۔ جسامت کے اعتبار سے ایک چھوٹا پہاڑ معلوم ہو رہا تھا۔ سب مسافر اس پر ٹوٹ پڑے اور بازو وغیرہ کو کھینچنے لگے جس کی بناء پر اس کا بازو ٹوٹ گیا۔ اور پر جھڑ گئے اور یہ پر کی جڑ میرے ہاتھ لگ گئی۔ یہ بات واضح رہے کہ یہ بچہ ابھی تک نامکمل تھا۔ پھر اس کے بعد اس کو ذبح کیا اور ہر ایک مسافر نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق گوشت لیا۔ کچھ لوگوں نے اسی جزیرے میں ہی گوشت بھون کر استعمال کیا۔ کھانے والوں میں عمر رسیدہ حضرات بھی تھے جن کے بال سفید ہو چکے تھے۔ جب یہ رات کو رخ کا گوشت استعمال کر کے سوئے اور صبح کو بیدار ہوئے تو حیرت انگیز طور پر ان کے بال سیاہ ہو چکے تھے لیکن یہ اس کے گوشت کی خاصیت نہیں تھی بلکہ یہ اس لکڑی کی وجہ سے ہوا جس سے مسافروں نے گوشت پکاتے وقت اپنی ہانڈی چلائی تھی۔ چونکہ جنگل میں تھے پکانے کے آلات ساتھ نہیں تھے جو ہاتھ لگا اسی سے کام چلا لیا۔ گوشت کو چلانے کے لئے ایک درخت نشاب کی لکڑی مل گئی۔ اس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ سفید بالوں کو سیاہ کر دیتی ہے۔

بہر حال جب ہم فارغ ہو گئے اور چلنے کا قصد کیا اور کشتی میں سوار ہو گئے تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ رخ بادل کی طرح اڑتا ہوا ہماری طرف آ رہا ہے اس حال میں کہ اس کے پنجوں میں بڑا بھاری پتھر تھا جو جسامت میں کشتی سے بھی بڑا تھا۔ جب وہ کشتی کے بالمقابل آیا تو جلدی سے پتھر اپنے پنجوں سے چھوڑ دیا۔ خدا کی قدرت کہ ہماری کشتی آگے نکل گئی اور پتھر سمندر میں گر گیا۔ حق تعالیٰ نے صرف اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھا ورنہ تو اس نے بدلہ لینے میں کمی نہیں کی۔ رُخ شطرنج کے ایک مہرے کا بھی نام ہے اس کی جمع رخاخ ہے اور رخخة آتی ہے۔ سری الرفاء شاعر نے کیا ہی عمدہ شعر کہے ہیں۔

وفتية زهـــر الاداب بيـــنهـم ابهى وانضر من زهر الرياحين

''اور کچھ نوجوان جن کے طور طریق اس پورے علاقے میں سب سے اچھے تھے اور وہ تروتازہ بلکہ شاداب پھولوں کی کلیوں سے بھی زیادہ تھے''۔

راحوالی الراح مشی الرخ وانصرفوا والراح یمشی بھم مشی البراذین

''وہ شراب خانہ کی طرف چلے اور شطرنج کے کھیل کی طرف بڑھے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو ان کی چال ایسی تھی جیسا کہ شطرنج کے مہروں کی''۔

بنفسی من اجودلہ بنفسی ویبخل بالتحیة والسلام

''میں اس پر اپنی جان قربان کروں اور وہ سلام دعا میں بھی بخل کرے''۔

وحتفی کامن فی مقلتیہ کمون الموت فی حد الحسام

''میری موت اس کی آنکھوں میں اس طرح چھپی ہوئی ہے جیسا کہ تلوار کی دھار میں موت پوشیدہ ہوتی ہے''۔

خواب میں رخ کی تعبیر:

رخ کی خواب میں تعبیر عجیب وغریب خبر واطلاق سے بھی دی جاتی ہے۔اور دور دراز کے سفر کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کبھی بے ہودہ اور لایعنی کلام کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے اور عنقا کی بھی یہی تعبیر ہوتی ہے۔عنقا کے بارے میں مفصل بیان باب العین میں آئے گا۔

الرخمة

الرخمة (بالتحریک) گدھ کے مشابہ ایک پرندہ ہے،اس کی کنیت ام جعران ،ام رسالہ،ام عجیبہ،ام قیس اور ام کبیر ہے،انوق کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اس کی جمع رُخم آتی ہے تاءاس کے اندر جنس کے لئے ہے۔اعشیٰ شاعر نے اس کو اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔

یارخماء قاظ علی مطلوب یعجل کف الخاریٔ المطیب

''اے رخماء جانور مطلوب کو جلد لے کر آ اور یہ کام بعجلت ہو جیسا کہ پرندے کے پنجے جلدا چک لیتے ہیں''۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ مطلوب سے مراد پہاڑ ہے اور مطیب سے مراد استنجا ہے۔یہ پرندہ احتیاط کے باوجود حماقت میں ضرب المثل ہے۔کمیت شاعر کہتا ہے۔

وذاتی اسمین والالوان شتی تحمق وھی کیسة الحویل

''اور وہ دو ناموں والا رنگ برنگا پرندہ ہے باوجود چاق وچوبند ہونے کے احمق مانا جاتا ہے''۔

امام شعبی کے سامنے جب روافض کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے اگر یہ دواب یعنی چوپائے میں سے ہوتے تو یہ روافض گدھے ہوتے اور اگر پرندے میں سے ہوتے تو رخم یعنی مردار خور ہوتے۔اس پرندہ کی خاص عادت ہے کہ پہاڑوں میں ایسی جگہ کا انتخاب کرتا ہے جہاں پر کسی کا گزر نہ ہوسکتا ہو۔نیز ایسی جگہ تلاش کرتا ہے جو پتھریلی ہو اور بارش کافی ہوتی ہو۔اسی وجہ سے اہل عرب اس کو مثال میں بیان کرتے ہیں کہ اعز من بیض الانوق (فلاں چیز رخمة کے انڈوں سے نایاب ہے) اس کی مادہ سوائے اپنے شوہر (نر رخمہ) کے اپنے اوپر کسی کو قدرت نہیں دیتی اور ایک انڈا دیتی ہے اور رخماء کا شمار شری وکمین پرندوں میں ہوتا ہے اور یہ تین ہیں (۱) الو، (۲) کوا (۳) رخمہ یعنی

گدھ۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ مردار کھاتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ بیہقی نے حضرت عکرمہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے (رخمہ) گدھ کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے آیت شریفہ کَالَّذِیْنَ آذَوْ مُوْسٰی (کہ مثل ان لوگوں کے جنہوں نے حضرت موسیٰؑ کو اذیت دی) کے بارے میں فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو تکلیف دینے سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے آپ پر الزام لگایا تھا کہ العیاذ باللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اور ملائکہ میں آپ کی موت کا چرچا تھا لیکن سوائے (رخمہ) گدھ کے کسی کو آپ کی قبر کا علم نہیں تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رخمہ کو بہرہ گونگا بنا دیا تھا۔ علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ یہ جانور اپنی آواز میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کہتا ہے۔

ضرب الامثال

یہ حماقت میں ضرب المثل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی گدھ سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ تمام پرندوں میں اس کو حماقت کے لئے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ارذل الطیور ہے۔ نجاست کو پسند کرتا ہے اور نجاست ہی کو استعمال کرتا ہے۔ نیز اہلِ عرب کی کہاوت ہے کہ **انطق یارخم فانک من طیرا اللہ** (اے گدھ تو بھی بول کیونکہ تو اللہ کا جانور ہے) اس کہاوت کی اصل یہ ہے کہ جنگ میں جب پرند چرند اپنی اپنی آواز نکالتے ہیں تو یہ بھی ان کو دیکھ کر بولنا شروع کر دیتا ہے۔ پرندے ازراہ تمسخر اس سے کہتے ہیں کہ تو خاموش کیوں رہے، تو بھی بول اس لئے کہ تو بھی اللہ کی مخلوق ہے۔ یہ مثال دراصل اس آدمی کے حق میں کہی جاتی ہے جو کسی سے تعلق نہ رکھے۔ نہ دوسرے کی طرف متوجہ ہو اور نہ کسی سے کلام کرے۔ جیسے اردو میں ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کی گائے ہے۔

طبی خواص

کیڑے مکوڑوں کو ختم کرنے کے لئے اس کے پروں کی دھونی دینا بہت مفید ہے۔ برص زدہ مریض کو اس کی بیٹ سرکہ میں ملا کر برص کے نشانات میں ملنے سے مرض ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی کلیجی کو بھون کر سکھایا جائے اور باریک پیسنے کے بعد کسی چیز میں ملا کر دیوانہ اور پاگل آدمی کو متواتر تین روز تک کھلائی جائے تو اس کا جنون ختم ہو جائے گا۔ اور اس کے سر کو تعویذ کے مثل اس عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے جس کو بچے کی ولادت میں دشواری پیش آ رہی ہو تو بچہ باسانی اور جلدی پیدا ہو جائے گا۔ رخم کی آنتوں پر جو زرد رنگ کی جھلی ہوتی ہے اس کو سکھانے کے بعد باریک پیس لیا جائے اور شہد میں ملا کر استعمال کیا جائے تو ہر قسم کے زہر کے لئے تریاق کا کام دے گا۔ درد سر کے سکون کے لئے اس کے سر کی ہڈی کو سر میں لٹکانا مفید ہے۔

تعبیر:

رخمہ کی خواب میں تعبیر بے وقوف و احمق انسان سے دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے رخمہ کو خواب میں پکڑتے ہوئے دیکھا تو صاحب خواب ایسی جنگ میں شریک ہوگا جس میں کثرت سے خون ریزی ہوگی اور کبھی شدید مرض لاحق ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

نصاریٰ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بہت سارے رُخمہ کو دیکھا تو اس سے مراد لشکر ہے اور ارطامیدورس نے کہا ہے کہ رُخمہ کو خواب میں دیکھنا اس آدمی کے لئے اچھا ہے جو شہر سے باہر کام کرتا ہے اس لئے کہ رخمہ (گدھ) شہر میں داخل نہیں ہوتا بلکہ شہر کے باہر رہتا ہے اور رُخمہ کو خواب میں دیکھنے سے کبھی ایسے شخص بھی مراد ہوتے ہیں جو مردوں کو غسل دیتے ہیں اور قبرستان میں رہتے ہیں۔ کیونکہ رخمہ مردار

کھاتا ہے اور شہر میں داخل نہیں ہوتا اور کسی آدمی نے رخمہ کو گھر کے اندر دیکھا تو دو صورتیں یا تو گھر کے اندر کوئی مریض ہے اور اگر مریض ہے تو اس کی موت کی جانب اشارہ ہے اور اگر مریض نہیں ہے تو مالک مکان کو شدید مرض کا یا موت کا انتظار کرنا چاہیے۔

الرشاء

الرشا: راء پر فتحہ۔ اس کا اطلاق ہرن کے اس بچہ پر ہوتا ہے جس کے اندر اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے کی اور حرکت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے، اس کی جمع ارشاء آتی ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار جن میں الرشاء ہرن کے بچہ کا تذکرہ ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ درج ذیل اشعار علامہ جمال الدین عبدالرحیم نے سنائے ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ شعر شیخ ایثر الدین ابوحیان سے سنے ہیں اور انہوں نے ابوجعفر سے اور انہوں نے ابوالخطاب ابن الخلیل سے اور انہوں نے براہِ راست ابوحفص عمر بن عمر سے (جن کے اشعار ہیں) سماعت کئے ہیں۔

ان اشعار کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوحفص عمر بن عمر کے پاس ایک دفعہ ہدیتاً باندی آئی جس کی والدہ سے آپ وطی کر چکے تھے تو آپ نے اس کو واپس کر دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

یامھدی الرشا الذی الحاظہ   ترکت جفونی نصب تلک الاسھم

''اے ہرن کا ہدیہ دینے والے تو نے میری پلکوں کو تیروں کی جگہ گاڑ دیا''۔

ریحانۃ کل المنی فی شمھا   لولا المھیمن واجتاب المحرم

''اس کے سونگھنے سے ہر آرزو کی خوشبو محسوس ہوتی ہے یقیناً میں اس کو حاصل کرتا بشرطیکہ اس کا شکار حرام نہ ہوتا''۔

ما عن قلی صرفت الیک وانما   صید الغزالہ لم یبح للمحرم

''میں نے تجھ سے اپنی آنکھیں جو ہٹائی ہیں وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ حالت احرام میں شکار کی ممانعت ہے''۔

یاویح عنترۃ یقول وشفۃ   ما یشفنی وجدٌ وان لم اکتم

''عنترہ کا برا ہو کہ وہ یوں کہتا ہے کہ میں غم کو چھپانے کی قدرت نہیں رکھتا اور اظہارِ غم میں بھی مجھے شفاء نصیب نہیں ہوئی''۔

یاشاۃ ما قنص لمن حلت لہ   حرمت علی ولیتھا لم تحرم

''اے بکری تو جس کے لئے حلال ہے اس نے تیرا شکار نہ کیا اور میرے لئے شکار حرام ہے۔ کاش کہ احرام میں نہ ہوتا تو تیرا شکار ضرور کرتا''۔

ابوالفتح البستی نے بھی بہت عمدہ شعر کہے ہیں۔

من این للرشا الغریر الاحور   فی الخد مثل عذارک المتحدر

''ہرن کی آنکھ میں وہ خوبی کہاں جو محبوب کے رخسار کے ڈھلاؤ موجود میں ہے''۔

رشا کأن بعارضیہ کلیھما   مسکا تساقط فوق ورد احمر

''ہرن اپنے دونوں رخساروں سے مشک ریزی کرتا ہے جس کی سرخی گلاب کے پھول کی سرخی سے بھی زیادہ ہے''۔

الرُّشک

الرُّشک (راء پر ضمہ شین معجمہ ساکنہ) اردو میں بچھو کو کہا جاتا ہے۔ قاضی ابوالولید ابن فرضی نے اپنی کتاب ''**الالقاب فی اسماء نقلة الحدیث**'' میں خطیب ابوعلی الغسانی نے اپنی کتاب **تقید المهمل** میں اور قاضی ابوالفصل عیاض ابن موسیٰ نے ''مشارق الانوار میں اور ان کے علاوہ حافظ ابوالفرج بن جوزی نے یہ بیان کیا ہے کہ یزید ابن ابو یزید جس کا نام سنان ضبعی ہے جو رشک کے ساتھ مشہور ہیں ان کو اس لقب سے پکارنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ڈاڑھی عام مقدار سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کی ڈاڑھی میں بچھو گھس گیا اور مسلسل تین روز تک داڑھی کے اندر لٹکا رہا۔ لیکن ان کو ڈاڑھی کے دراز ہونے کے باعث بچھو کے موجود ہونے کی مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ ابن دحیہ نے اپنی کتاب ''العلم المنشور'' میں ذکر کیا ہے کہ تعجب ہے تین روز تک موذی جانور انسان کی ڈاڑھی میں موجود رہے اور اس کو شعور واحساس نہ ہو۔ کم از کم پانچ وقت کی نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اس میں تو احساس ہو جانا چاہیے تھا۔ کیا وہ وضو کرتے وقت اپنی ڈاڑھی کا خلال نہیں کرتے تھے یا پھر بچھو اس قدر صغیر ہو کہ بالوں کے درمیان الجھ گیا ہو۔ نیز تین دن کی مقدار متعین کرنا بھی صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر ابتداء ہی بچھو کے داخل ہونے کا علم ہو گیا تھا تو تین دن تک انہوں نے پناہ کیسے دی؟ اور اگر ابتداء معلوم نہیں ہے پھر مقدار متعین کرنا درست نہیں ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی تاویل یہ ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں بچھو بکثرت پائے جاتے تھے اور اقامت کی مدت اس مقام میں تین دن رہی ہو اس بناء پر انہوں نے تین یوم کی تعیین کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ حالہ۔ بہر حال اس واقعہ کی تکذیب سے بہتر تاویل ہے ورنہ اس روایت کے جو ائمہ کرام راوی ہیں ان کی تکذیب لازم آئے گی۔

حاکم ابوعبداللہ نے اپنی کتاب ''علوم الحدیث'' میں یحییٰ ابن معین سے نقل کیا ہے۔ یزید ابن ابو یزید ایک مرتبہ اپنی ڈاڑھی میں کنگھا کر رہے تھے تو ڈاڑھی سے بچھو نکلا اسی وقت سے ان کا لقب (رشک) بچھو پڑ گیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ رشک کے ایک معنی اہل بصرہ کی لغت میں قسام (یعنی بہت زیادہ تقسیم کرنے والا) کے آتے ہیں اور یزید ابن یزید بصرہ کے اندر زمینوں اور مکانوں کی تقسیم پر مامور تھے۔ اس وجہ سے ان کو رشک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ۱۳۰ھ میں مقام بصرہ میں ان کا انتقال ہوا۔

ان سے محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کی روایت بھی کی ہے۔ امام ترمذی ابوعیسیٰ نے اپنی مشہور کتاب ترمذی ''**بَابُ مَاجَاءَ فِي صوم ثلثة ايام من كل شهر**'' کے زیر عنوان حدیث کا سلسلہ سند جو نقل کیا ہے اس میں ان کا نام بھی آتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

> ''ہم سے محمود ابن غیلان نے اور ان سے ابوداؤد نے اور ان سے شعبہ نے ان سے یزید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاذؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ ﷺ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ ہر مہینہ میں تین روزہ رکھتے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ کون سے تین روز؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ دنوں کی تعیین کا لحاظ نہیں فرماتے تھے بلکہ مہینہ میں **لاعلی التعین** تین روزے رکھتے تھے''۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، صحیح ہے اور اس کے اندر جو راوی یزید رشک آ رہے ہیں اس سے مراد ابو یزید الضبعی

ہیں جن کو یزید قاسم بھی کہا جاتا ہے کیونکہ رشک کے معنی قسام کے آتے ہیں اہل بصرہ کی لغت میں جیسا کہ ماقبل میں بیان ہو چکا۔

الرفراف

الرفراف: ایک پرندہ ہے جس کو ملاعب ظلہ اور خاطف ظلہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں تفصیل کلام باب المیم میں پیش کیا جائے گا۔ اس پرندے کا نام رفراف اس بناء پر رکھا ہے کہ رفراف کے معنی پھڑ پھڑانے کے آتے ہیں اور چونکہ دشمن کو پکڑ لینے کے بعد یہ پرندہ بہت زیادہ پھڑ پھڑاتا ہے اس لئے اس کو رفراف کہتے ہیں۔ ابن سیدہ فرماتے ہیں کہ رفراف ایک مچھلی کا نام بھی ہے۔

الرِّق

الرق راء اور ق پر کسرہ دریائی جانور ہے جو مگر مچھ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ جانور کچھوے سے بڑا ہوتا ہے اس کی جمع رقوق آتی ہے۔ جوہری نے ایک ضعیف روایت نقل کی ہے کہ فقہاء مدینہ اس کی خرید و فروخت کرتے تھے اور اس کو استعمال بھی کیا کرتے تھے۔ اس لفظ کے اندر دو لغت ہیں (۱) راء پر کسرہ (۲) راء پر فتحہ، لیکن اکثر نے کسرہ کو ترجیح دی ہے۔

الرِّکاب

الرکاب: راء پر کسرہ، سواری کے اونٹ۔ اس کی جمع رکائب آتی ہے۔

حدیث میں رکاب کا تذکرہ:۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیس بن سعد بن عبادہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور انہوں نے جہاد کیا اور سواری کی نو اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سخاوت اس گھر کی فطرت ثانیہ ہے"۔

رکاب کی جمع رَکُبٌ بھی آتی ہے اور رکوبۃ کے معنی سواری کے ہیں۔ اہلِ عرب کسی کے فقر وفاقہ کی حالت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں **مالہٗ رکوبۃ ولاحلوبۃ ولاحمولۃ،** نہ اس کے پاس سواری کے لئے اونٹ ہے اور نہ دودھ دینے کے لئے اونٹنی اور نہ بار برداری کے لئے کوئی جانور۔

الرکن

الرکن: چوہا اور رکین بصیغہ تصغیر بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ابن سید نے لکھا ہے۔

الرمكة

الرمکۃ (بالتحریک) ترکی گھوڑی۔ اس کی جمع رمکات، رماک اور ارماک آتی ہے۔ جیسے ثمار اور اثمار۔

مسئلہ: الوسیط نامی کتاب میں کتاب البیوع کے دوسرے باب میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ بھیڑ تجھ کو فروخت کر دی اور

سامنے ترکی گھوڑی موجود تھی تو ایک قول ہے کہ بیع اس جز کی جانب لوٹے گی جس کی جانب اشارہ کیا گیا۔ یعنی ترکی گھوڑی مشتری کو دینی پڑے گی اور دوسرا قول ہے کہ جس کی صراحت کی گئی اسی جز کی جانب لوٹے گی۔ کیونکہ ترکی گھوڑی بھیڑ کے مشابہ نہیں ہے۔

الرهدون

الرهدون (راء پر فتحہ) یہ حمرۃ یعنی سرخ جانور سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کی جمع رهادن آتی ہے۔ مکہ میں خصوصاً مسجد حرام میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ چڑیوں کے مشابہ ہوتا ہے البتہ اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔

الروبيان

الروبيان: نہایت ہی چھوٹی سرخ رنگ کی مچھلی کو کہتے ہیں۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص شراب کا عادی ہو تو اس کی شراب میں اس کی ٹانگ ڈال دی جائے تو وہ شخص شراب سے سخت متنفر ہو جائے گا۔ اس کی گردن کی دھونی حاملہ عورت کو دی جائے تو حمل ساقط ہو جائے گا۔ اگر کسی کے تیریا کانٹا چبھ جائے تو اس کو تازہ تازہ کچل کر لیپ کرنے سے وہ تیریا کانٹا باسانی نکل آئے گا۔ اگر سیاہ چنے کے ساتھ اس کو پیس کر ناف پر لیپ کیا جائے تو کدو دانے پیٹ سے خارج ہو جائیں گے۔ نیز مچھلی کو پیس کر سکنجبین کے ساتھ لینے سے بھی یہی اثر ظاہر ہوگا اور اگر اس کو سکھا کر باریک پیس لیا جائے اور بطور سرمہ اس کو استعمال کرے تو آنکھ کا دھندلا پن ختم ہو جائے گا۔

الريم

الريم: ہرن کا بچہ، اس کی جمع آرام آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

بها العير والارام يمشين خلفه   واطلاؤها ينهضن من كل مجثم

''وہاں جنگلی گدھے اور ہرن آگے پیچھے آتے جاتے ہیں اور ان کے بچے ہر جگہ سے اچھلتے کودتے پھرتے ہیں''۔

اصمعی فرماتے ہیں کہ آرام سفید ہرنوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد الریم آتا ہے۔ یہ جانور ریگستانی علاقہ میں رہتا ہے۔ مینڈھے کی طرح لحیم وشحیم ہوتا ہے۔ اس جانور میں چربی وگوشت دیگر ہرنوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔

زکی الدین ابن کامل ابوالفضل ''فتیل التریم واسیر الهویٰ'' کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی وفات ۵۴۶ھ میں ہوئی۔ آپ ہی کے یہ اشعار ہیں:۔

لی مهجة كادت بحر كلومها   للناس من فرط الجوى تتكلم

''میری ایک محبوبہ ہے قریب ہے کہ اس کے زخموں کا سمندر شورش غم کی کثرت کی باعث لوگوں سے باتیں کرے''۔

لم يبق منها غير ارسم اعظم   متحدثات للهوى تنظلم

''اس میں ہڈیوں کے نشانات کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور وہ ہڈیاں گویا ہیں اور عشق کی دادخواہ ہیں''۔

اُمِّ ربَاح

ام رباح راء پرفتحہ باء ساکن، باز کے مشابہ شکاری پرندہ، اس کا رنگ مٹیالا ہوتا ہے اور پشت اور دونوں بازو سرخ ہوتے ہیں۔ یہ جانور انگور کھاتا ہے۔

ابوریاح

(ایک پرندہ) ابوریاح (راء پر کسرہ یاء ساکن) اس کا مفصل تذکرہ باب الیاء میں یُؤ یُؤ کے بیان میں آخر کتاب میں آئے گا۔ انشاء اللہ

ذورمیح

ذورمیح: چوہے کے مشابہ ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔

بابُ الزای

الزاغ

(غراب۔ کوا) کوے کی ایک قسم جس کو غراب زرعی بھی کہتے ہیں۔ اس کا رنگ سیاہ اور قد چھوٹا ہوتا ہے اور بعض مقامات میں اس کی چونچ اور ٹانگیں سرخ ہوتی ہیں۔ اس کو غراب الزیتون بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ زیتون کھاتا ہے۔ یہ کوا پاکیزہ صورت اور خوش منظر ہوتا ہے لیکن عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ "غراب زرعی سیاہ اور بڑا ہوتا ہے۔ اس کی عمر ہزار سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے"۔ علامہ دمیریؒ فرماتی ہیں کہ یہ محض وہم ہے۔ صحیح وہی ہے جو اوپر لکھا ہے۔

عجیب حکایت

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے السلفی کی کتاب "انتخاب المنتقی" میں اور عجائب المخلوقات کے آخری ورقہ میں محمد ابن اسمٰعیل اسعدی کی ایک روایت دیکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن قاضی یحییٰ ابن اکثم نے مجھ کو بلایا۔ چنانچہ میں گیا اور جب ان کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ان کے پاس دہنی طرف ایک پٹارہ رکھا ہوا ہے۔ قاضی صاحب نے مجھ کو بٹھالیا اور اس پٹارہ کو کھولنے کا حکم دیا۔ جب وہ کھولا گیا تو اس میں سے کسی جانور نے اپنا سر نکالا۔ سر تو انسان جیسا تھا لیکن ناف سے لے کر نیچے تک باقی جسم کوے کا تھا اور اس کے سینے اور پشت پر دو مسے تھے۔ محمد بن اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا۔ قاضی یحییٰ بھی مجھے دیکھ کر ہنسنے لگے۔ میں نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ خدا آپ کا بھلا کرے یہ تو فرمائیے کہ یہ ہے کیا چیز؟ قاضی صاحب بولے اسی سے پوچھئے یہ خود اپنا نام و پتہ بتلائے گا۔ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ یہ سن کر وہ اٹھا اور فصیح و بلیغ زبان میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

انا الزاغ ابو عجوہ   انا ابن اللیث والبلوہ

''میں کواہوں جس کی کنیت ابو عجوہ ہے۔ میں شیر اور شیرنی کا فرزند ہوں''۔

احب الراح والریحان والقهوة والنشوة

''مجھ کو شراب خوشبودار پھول، قہوہ اور نشہ آور چیزوں سے محبت ہے''۔

فلا عدوی یدی تخشی ولا یحذرلی سطوة

''میرے ہاتھوں میں کسی قسم کا چھوت نہیں ہے اور نہ میرے اندر دست درازی ہے کہ جس سے بچا جائے''۔

ولی اشیاء تستظرف یوم العرس والدعوة

''میرے اندر وہ ظرافت آمیز باتیں ہیں جس کا اظہار شادی اور دعوت کے دن ہوتا ہے''۔

فمنها سلعة فی الظهر لا تسترها الفروة

''منجملہ ان کے میری پشت پر ایک مسہ ہے جو بالوں میں نہیں چھپتا اور ایک دوسرا مسہ ہے''۔

واما السلعة الاخری فلو کان لها عروة

''اور اگر اس دوسرے مسہ کو بے حجاب کر دیا جائے تو اس کے پیالہ''۔

لماشک جمیع الناس فیها انها رکوة

''ہونے میں لوگوں کو شک وشبہ نہ رہے گا''۔

اس کے بعد وہ زاغ، زاغ کہہ کر چلانے لگا اور پٹارہ میں گھس گیا۔ میں نے قاضی یحییٰ ابن اکثم سے کہا کہ خدا آپ کو عزت بخشے، یہ مجھ کو عاشق معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیسا بھی کچھ ہے وہ آپ نے دیکھ لیا۔ مجھ کو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ امیر المومنین (مامون الرشید) کے پاس کسی نے بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ایک سربمہر خط تھا جس میں اس کا حال بھی تحریر تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعینہٖ یہی واقعہ اس کوے کا راویوں کے فرق کے ساتھ حافظ ابو طاہر سلفی نے بیان کیا۔ اس واقعہ میں ابوالحسن علی بن محمد، علی احمد ابن داؤد کے پاس جاتے ہیں اور یہی سوال و جواب کرتے ہیں۔

مورخ ابن خلکان نے قاضی یحییٰ ابن اکثم کے حالات میں لکھا ہے کہ جس وقت آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا گیا تو اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔ بصرہ والوں نے ان کو کمسن سمجھا اور ان سے پوچھنے لگے کہ آپ کی عمر کیا ہے؟ یہ سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے مجھ کو کمسن سمجھ کر یہ سوال کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں عتاب بن اسیدؓ سے جن کو رسول اکرم ﷺ نے مکہ کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور معاذؓ ابن جبل سے جن کو محمد عربی ﷺ نے یمن کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور کعب بن سور سے جن کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا قاضی مقررہ فرمایا تھا، عمر میں زیادہ ہوں۔ یہ جواب آپ نے طنزاً اور احتجاجاً ان کو دیا۔

کہتے ہیں کہ جب خلیفہ مامون الرشید کو عہدۂ قضاء کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہوئی تو ان سے لوگوں نے یحییٰ ابن اکثم کی بہت تعریف کی۔ چنانچہ خلیفہ نے ان کو طلب فرمایا۔ جب یہ ان کے سامنے پہنچے تو خلیفہ نے ان کی بدصورتی کی بناء پر حقارت کی نظر سے دیکھا۔ یہ سمجھ گئے اور خلیفہ سے کہا کہ امیر المومنین! اگر کوئی علمی مسئلہ مجھ سے پوچھنا ہے تو دریافت فرمائیے میری صورت پر آپ نہ جاویں۔ چنانچہ خلیفہ نے ان سے کچھ سوالات کئے اور جوابات شافی اور معقول پانے پر ان کو قاضی مقرر کر دیا۔ مامون کے زمانے میں جو غلبہ قاضی یحییٰ ابن اکثم اور احمد ابن ابی داؤد معتزلی کو خلیفہ پر حاصل تھا وہ کسی اور کو نہ تھا۔ یحییٰ ابن اکثم حنفی المذہب تھے۔ لیکن حضرت امام احمدؒ بن حنبل پر

خلق قرآن کے سلسلہ میں ان سے زیادہ کسی نے تشدد نہیں کیا۔ باب الکاف میں کلب کے بیان میں تفصیلی ذکر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فقہ میں جو کتابیں قاضی یحییٰ ابن اکثم نے تالیف کی تھیں وہ قابلِ قدر ہیں۔ مگر طوالت کے باعث لوگوں نے اس کو ترک کر دیا۔ وہ تالیفات متروک العمل ہو کر رہ گئیں۔ قاضی یحییٰ کو اسلام میں ایک ایسا دن حاصل ہوا ہے جو کسی دوسرے کو نہیں ہوا۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون الرشید شام کو جا رہے تھے۔ راستہ میں انہوں نے (شیعہ علماء کے برانگیختہ کرنے سے) اپنے حکم سے منادی کرادی کہ نکاح متعہ حلال ہے۔ کسی عالم کو جرات نہ ہوئی کہ وہ خلیفہ سے اس کی تحریم کے بارے میں احتجاج کرے۔ قاضی یحییٰ نے اتنی جرات کی ہے کہ مامون کو اس کے ناجائز حکم کے صدور سے باز رکھا اور متعہ کی حرمت کا ثبوت دے کر اس کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ مامون نے توبہ کی اور دوبارہ منادی کرادی کہ نکاح متعہ حرام ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے قاضی صاحب سے سوال کیا کہ انسان کو کتنا کھانا تناول کرنا چاہیے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ بھوک ختم ہو جائے لیکن شکم سیر نہ ہو۔ پھر سوال کیا کہ کتنا ہنسنا چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا چہرہ کھل جائے اور آواز بلند نہ ہو۔ اور دریافت فرمایا کہ کتنا رونا چاہیے؟ جواب دیا کہ جتنا طبیعت چاہیے اللہ کے خوف سے رونا چاہیے۔ عمل کے متعلق سوال کیا گیا کہ عمل میں کتنا اخفاء کرنا چاہیے؟ آپ نے جواب دیا جتنی طاقت ہو اور اظہار کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا کہ عمل کو اتنا ظاہر کرو کہ خشکی پر رہنے والے جن وانس اقتداء کرنے لگیں۔ اس کے بعد اس مرد نے آپ کے علم کی تحسین کی۔

کہتے ہیں کہ قاضی یحییٰ ابن اکثم میں سوائے اس کے اور کوئی عیب نہیں تھا کہ وہ لڑکوں سے محبت رکھتے اور علو جاہ کی تمنا کرنے کے الزام میں عندالناس مشہور تھے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب وہ کسی فقیہ سے ملتے تو ان سے حدیث کے بارے میں سوال کرتے اور اگر کسی محدث سے ملتے تو ان سے نحو کے مسائل پر گفتگو کرتے اور اگر کسی نحوی سے ملاقات کرتے تو اس سے علم کلام میں بحث کرنے لگتے۔ ان سے ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ اپنے سے مدمقابل کو شکست دے کر شرمندہ کر دیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اتفاق سے کوئی خراسانی ان کے پاس آیا وہ علم میں ماہر اور حافظ حدیث تھا۔ قاضی صاحب نے ان سے پوچھا تم نے حدیث بھی پڑھی ہے۔ اس نے جواب دیا جی ہاں پڑھی ہے۔ اس پر قاضی صاحب نے ان سے سوال کیا کہ اصولِ حدیث کے بارے یں تم کو کیا یاد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے شریک سے، انہوں نے ابواسحاق سے اور انہوں نے حرث سے سنا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک لوطی کو سنگسار فرمایا تھا۔ یہ سن کر قاضی صاحب دم بخود ہو گئے اور پھر نہ بولے۔

قاضی یحییٰ ابن اکثم کی وفات ۲۴۰ھ میں بمقام ربذہ ہوئی ہے۔ ربذہ مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جو حجاج کرام کے راستہ میں پڑتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں پر حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن فرمایا تھا وہیں آپ کی وفات ہوئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قاضی صاحب کی وفات کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کیسی گزری؟ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمادی۔ البتہ باز پرس بھی ہوئی۔ میں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو ایک حدیث پر بھروسہ کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں وہ حدیث یہ ہے کہ مجھ سے ابومعاویہ ضریر نے اور ان سے اعمش نے اور ان سے ابوصالح نے اور ان سے حضرت ابوہریرہؓ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپ بوڑھے مسلمان کو عذاب دینے سے شرماتے ہیں''۔

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے سچ کہا، ہم نے تمہاری مغفرت کر دی۔

زاغ (کوے) کا شرعی حکم:

زاغ کا کھانا حلال ہے۔ فقیہ رافعی کے نزدیک یہی راجح ہے اور اسی کے قائل ہیں۔ حضرت حکم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ حضرت حماد نے اور حضرت امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اور حضرت امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے کہ میں نے حضرت حکم سے کوے کی حلت وحرمت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ سیاہ اور بڑے قد کا کوا تو مکروہ ہے اور چھوٹے قد کا کوا جس کو زاغ کہتے ہیں تو اس کو کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

طبی خواص

اگر کوے کی زبان سکھا کر پیاسے شخص کو کھلا دی جائے تو اس کی پیاس ختم ہو جائے گی۔ خواہ کتنی ہی شدید گرمی کیوں نہ ہو۔ یہی خاصہ کوے کے قلب کا ہے اس لئے کہ یہ پرندہ شدید گرمیوں میں بھی پانی استعمال نہیں کرتا اور اگر کوے اور مرغ کا پتہ ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو دھندلا پن ختم ہو جائے گا اور اگر اس کو بالوں میں مل لیا جائے تو بال انتہائی سیاہ ہو جائیں گے۔ اس کا حوصلہ (پوٹہ) ابتدائے نزول ماء کو روکتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں کسی شخص نے ایسا کوا دیکھا جس کی چونچ سرخ ہو تو اس کی تعبیر صاحب سطوت اور لہو وطرب سے دی جاتی ہے اور ارطمیدوراس کا قول ہے کہ خواب میں کوا ایسے لوگوں کی علامت ہے جو مشارکت کو درست رکھتے ہیں۔ بعض اوقات فقراء سے اس کی تعبیر دی جاتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواب میں اس سے مراد ولد الزنا بھی ہوتا ہے یا ایسا شخص ہے جس کے مزاج میں خیر وشر دونوں موجود ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اَلزاقِی

(مرغ) الزاقی: اس کی جمع زواقی آتی ہے زقا۔ یزقوا، نصر، ینصر سے آتا ہے جس کے معنی چیخنے اور چلانے کے آتے ہیں۔ جوہری فرماتے ہیں کہ ہر چیخنے والے جانور کو زاق کہا جاتا ہے۔ بوم (الو) کے بیان میں تو ابن حمیر کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولو أن ليلى الاخيلية سلمت علی ودونی جندل وصفائح

''اور جبکہ لیلیٰ نے مجھ کو سلام کیا حالانکہ میرے اور اس کے درمیان بڑی چٹان اور عظیم پتھر حائل تھا''۔

اسلمت تسليم البشاشة اوزقا اليها صدى من جانب القبر صائح

''تو اس کے قریب ہوتے ہوئے میں نے بھی سلام کیا حالانکہ الو قبر کی طرف سے چیخ رہا تھا''۔

اس کا مفصل بیان باب الصاد میں لفظ صدی کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

الزامور

الزامور: بقول توحیدی یہ ایک چھوٹی قسم کی مچھلی ہے جو انسانوں کی آواز پر فریفتہ رہتی ہے وہ انسانوں کی آواز سننے کی اس قدر شائق

ہے کہ اگر وہ کشتی کو آتا ہوا دیکھ لیتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ہو لیتی ہے۔ اگر وہ کسی بڑی مچھلی کو دیکھتی ہے کہ وہ کشتی سے رگڑنے اور اس کو توڑنے پر آمادہ ہے تو یہ کود کر اس کے کان میں گھس جاتی ہے اور برابر پھڑکتی رہتی ہے۔ بڑی مچھلی عاجز ہو کر کسی پتھر یا شگاف کی تلاش میں ساحل کی طرف جاتی ہے اور جب اس کو کوئی چیز مل جاتی ہے تو اس پر اپنے سر کو دے مارتی ہے اور مر جاتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کشتی اس سے بہت محبت رکھتے ہیں اور اس کو کھلاتے رہتے ہیں۔ اگر وہ کسی وقت نہیں ہوتی تو اس کو تلاش کرتے ہیں تا کہ اس کی وجہ سے حملہ کرنے والی مچھلیوں کے شر سے محفوظ رہے اور اگر جال پھینکتے وقت یہ مچھلی جال میں پھنس جاتی ہے تو اس کی قدامت کے لحاظ سے اس کو فوراً چھوڑ دیتے ہیں۔

الزَبابة

(جنگلی چوہا) الزبابۃ: زاء پر فتحہ۔ یہ ایک قسم کا جنگلی چوہا ہے جو ضرورت کی چیزیں چرا کر لے جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ چوہا اندھا اور بہرہ ہوتا ہے۔ جاہل آدمی کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ چنانچہ حرث ابن کلدہ کا شعر ہے۔

ولقد رائیت معاشرا جمعوا لهم مالا و ولدا

''میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جن کے پاس مال بھی ہے اور اولاد بھی بوجہ جہل کے''۔

وهم زبابٌ حائرٌ لا تسمع الاذان رعدًا

''مثل کجرو چوہوں کے ہیں جن کے کان بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز کو نہیں سن سکتے''۔

شاعر نے اس شعر میں زبان کی صفت حائر بیان کی ہے۔ یعنی حیرت میں پڑنا اور نابینا اور گونگا بھی بسا اوقات حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے رزق کی تقسیم بقدر عقول نہیں فرمائی۔ شعر کے اندر جو لفظ وَلدا استعمال ہوا ہے وہ بضم الواؤ ہے اور ثانی مصرعہ میں جو دوسرا شعر ہے لاتسمع الاذان رعدًا الا ذان اصل میں آذانهم یعنی مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے بدلہ الف لام لے آئے۔ جیسے حق تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوٰى (کہ جنت ہی مومنین کا مرجع و ٹھکانہ ہے) الماویٰ اصل میں ماواہم تھا یہاں پر بھی مضاف الیہ کو ختم کر کے اس کے شروع میں الف لام بڑھا دیا گیا۔

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں کہ کان سے نہ سنائی دینے کے مختلف درجہ ہیں۔ اگر کم سنائی دیتا ہے تو اس کو وقر کہا جاتا ہے اور اگر اس سے بھی زیادہ سنائی نہیں دیتا تو اس کو صم بہرہ کہتے ہیں اور اگر بالکل ہی نہ سنائی دے حتیٰ کہ بجلی کی کڑک اور گرج کی آواز نہ آئے تو اس کو صلخ کہتے ہیں۔ جنگلی چوہے کا شرعی حکم لفظ الفاء میں باب الفاء کے تحت بیان کیا جائے گا۔

الزبابۃ (جنگلی چوہے) کی ضرب الامثال:

اگر کسی شخص کو چور سے تشبیہ دینی ہوتی ہے تو کہتے ہیں اسرق من زبابة کہ فلاں آدمی جنگلی چوہے سے بھی زیادہ چور ہے کیونکہ جنگلی چوہا بھی ضرورت کی چیزیں چرا کر لے جاتا ہے۔

اَلزَّبْذَبُ

الذبذب: بلی کے مشابہ ایک جانور ہے۔ کامل ابن الاثیر میں حوادثات ۳۰۴ھ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ اہل بغداد کو ایک جانور سے

جس کو وہ زبزب کہتے تھے بہت خطرہ پیدا ہو گیا تھا وہ رات کے وقت ان کے مکانوں کی چھتوں پر دکھائی دیتا اور چھوٹے بچوں کو کھا جاتا تھا کبھی ایسے بھی ہوتا تھا کہ سوتے ہوئے مرد کا یا عورت کا ہاتھ کاٹ کر کھا جاتا۔ اس کے ڈر سے لوگ رات بھر جاگتے تھے اور اپنے بچوں کی پاسبانی وحفاظت کرتے تھے اور اس جانور کے بھگانے اور ڈرانے کی وجہ سے برتن وغیرہ بجایا کرتے تھے۔ اس جانور کی وجہ سے بغداد میں کافی عرصہ تک ہل چل رہی۔ آخرکار ایک روز سلطانی عملہ نے اس جانور کو پکڑ لیا۔ اس جانور کا رنگ ابلق مائل بہ سیاہی تھا اور اس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے تھے۔ اس کو مار کر منظر عام پر لٹکا دیا گیا۔ یہ دیکھ کر لوگ سکھ کی نیند سوئے۔

الزخارف

الزخارف: جمع ہے اس کا واحد زخرف آتا ہے۔ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو صغیر الجثہ ہوں اور پانی پر اڑتے ہوں۔ اوس ابن حجر ک اقول ہے۔

تذکر عینا من عمان وماؤھا لہ حدب تستن فی الزخارف

"میری آنکھیں عمان اور اس کی چشموں کو یاد کرتی ہیں جن میں زخارف بھی پانی کے لئے اترتے ہیں"۔

اَلزُّرزود

الزرزود: زاء پر ضمہ۔ یہ چڑیا کی طرح ایک پرندہ ہے۔ چونکہ اس کی آواز میں ایک قسم کی زُرزیت پائی جاتی ہے اس لئے اس کا نام ہی زرزور ہو گیا۔ جاحظ کا قول ہے کہ ہر وہ پرندہ جو قصیر الجناح ہو۔ یعنی جس کے بازو چھوٹے ہوں جیسے زرازیر اور عصافیر (گوریا) اگر اس کی ٹانگیں کاٹ دی جائیں تو وہ اڑنے سے مجبور ہو جاتا ہے۔ جس طرح اگر انسان کا پاؤں کاٹ دیا جائے تو وہ دوڑنے کے قابل نہیں رہتا۔ شرعی حکم باب العین میں عصفور کے تحت آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

حدیث میں زرزود کا ذکر:

طبرانی اور ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ مومنین کی روح زرازیر جیسے پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دی جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور جنت کے پھل ان کو کھانے کو ملتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے شیخ برہان الدین قیراطی نے زُرزور کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

قد قلت لما مربی معرضا وکفہ یحمل زر زورا

"جب وہ میرے پاس سے منہ پھیر کر گزرا اور ہاتھ میں اس کے ایک زرزور اتھی تو میں نے کہا"۔

یاذالذی عذبنی مطلہ ان لم تزر حقا فزرزورا

"کہ اے وہ شخص جس کی ٹال مٹول سے مجھ کو بہت دکھ وتکلیف پہنچی۔ اگر تو مجھ سے حقیقت میں ملنا نہیں چاہتا تو رسماً ہی مل لے"۔

پہلے شعر میں زرزور پرندہ کا نام ہے اور دوسرے شعر میں جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔

مناقب امام شافعیؒ مصنفہ عبدالحسن بن عثمان بن غانم میں لکھا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ رومیہ کا طلسم عجائب دنیا میں سے ہے۔ وہ نحاس کی ایک زرزور چڑیا ہے۔ وہ چڑیا سال بھر میں صرف ایک دن بولتی ہے۔ اس کی آواز پر اس کی ہم جنس چڑیا یعنی کوئی ایسی

زرزار باقی نہیں رہتی جس کی چونچ میں زیتوں کا کوئی دانہ نہ ہواور یہ دانے نحاس کی چڑیا کے پاس چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔اس کے بعدان کو جمع کر کے اس کا تیل نکالا جاتا ہے۔اس تیل سے اہلِ رومیہ کا سال بھر کا خرچ چلتا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے اس لئے کہ یہ گوریا کی جنس میں سے ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانا قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔اس کا خون اگر پھوڑے پھنسی پر لگادیا جائے تو بہت جلد اچھے ہوجاتے ہیں۔اگر اس کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگادی جائے تو زخم بہت جلد اچھا ہوجائے گا۔

خواب میں تعبیر:

زرزور کا خواب میں دیکھنا سفر میں تردد کی دلیل ہے۔سفر خواہ بری یعنی خشکی کا ہو یا بحری یعنی دریائی کبھی کبھی اس کے دیکھنے سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو کثرت سے سفر کرے جیسے خچر کرایہ پر لینے والا جس کا ایک جگہ پر قیام نہیں رہتا۔بعض اوقات نیک و بدعمل کے اجتماع پر دلالت کرتا ہے یا ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو نہ تو غنی ہواور نہ فقیر نہ شریف ہو نہ ذلیل۔

الزرق

الـزرق: ایک شکاری پرندہ۔بقول ابن سیدہ کہ یہ باز کے مانند ایک شکاری پرندہ ہے۔فراء فرماتے ہیں کہ یہ سفید باز ہی کی ایک قسم ہے۔البتہ اس کا مزاج خشک وگرم ہوتا ہے اور باز و مضبوط ہوتے ہیں۔جس کی وجہ سے یہ تیز اڑتا ہے اور شکار پر اچانک حملہ آور ہوتا ہے۔اس کی جمع زراریق آتی ہے۔پشت کالی ہوتی ہے اور سینہ سفید اور آنکھیں سرخ ہوتی ہیں۔حسن ابن ہانی نے اس کی تعریف میں یہ اشعار کہے ہیں۔

قد اغتذی بسفرة معلقة	فیها الذی یرید من مرفقة
مبكـرا بـزرق او زرقـه	وصفتـه بصفة مصدقـه
كان عينـه لحسن الحدقه	نـرجستة ثـابتة فی ورقـه
ذو منسر مختضب بعلقه	كم وزة صد نابه ولقلقه

سلاحه فی لحمها مفرقه

''اس نے غذا حاصل کی ایک بچھے ہوئے ایسے دسترخوان سے جس پر تمام مطلوب چیزیں چنی ہوئی تھیں۔صبح ہی صبح زرق نامی جانور جب نکلتا ہے تو اس کا حال ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باز کا،اس کی آنکھیں پپوٹوں کی خوبصورتی کی بناء پر ایسی محسوس ہوتی ہیں جیسے کہ نرگس کا پھول شاخ پر کھل رہا ہو۔بڑے پروں والا جن پر سبز دھاریاں ہیں اور اس کے ساتھ ہی گردن کا گوشت لٹکا ہوا ہے اور اس کے ہتھیار خود اس کے جسم میں مختلف مواقع پر موجود ہیں۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ جس کی تفصیل باز کے بیان میں گزر چکی ہے۔

الزُرافة

الزرافہ: زا پر فتحہ وضمہ دونوں، اس کی کنیت ام عیسٰی ہے۔ ایک خوبصورت چوپایہ ہے اس کی اگلی ٹانگیں لمبی اور پچھلی چھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کا مجموعہ تقریباً دس ذراع کا ہوتا ہے۔ اس کا سر اونٹ کے سر کے مانند ہوتا ہے اور اس کے سینگ گائے کی سینگوں کی طرح، اس کی کھال چیتے کی کھال جیسی، اس کا ہاتھ، پاؤں اور کھر گائے جیسے اور اس کی دم ہرن کی دم کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کے گھٹنے پچھلے پاؤں میں نہیں ہوتے بلکہ اگلے پاؤں میں ہوتے ہیں اور جب یہ چلتا ہے تو برخلاف دیگر حیوانوں کے بایاں پیر اور داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ اس کی طبیعت میں حق تعالیٰ نے انس ومحبت ودیعت کردی ہے۔ یہ جانور جگالی اور مینگنیاں کرتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کا علم دیا کہ اس کی روزی درختوں میں ہے تو ساتھ ہی اس کی اگلی ٹانگیں اس کی پچھلی ٹانگوں سے لمبی بنادیں تا کہ اس سے اس کو چرنے میں آسانی ہو۔

تاریخ ابن خلکان میں محمد بن عبداللہ العتبی البصری الاخباری شاعر مشہور کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ زرافہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کی ولادت تین حیوانوں کے ذریعے ہوتی ہے وہ حیوان یہ ہیں (۱) ناقہ وحشیہ (جنگلی اونٹ) (۲) بقرہ وحشیہ (جنگلی گائے) (۳) نر بجو۔ جب اونٹنی پر چڑھتا ہے تو بچہ ناقہ اور بجو کی شکل میں پیدا ہوتا ہے اور اگر بچہ نر ہو تو بقرہ وحشیہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ عمل بلاد حبشہ میں جاری ہے۔ اس وجہ سے اس کو زرافہ کہتے ہیں۔ کیونکہ زرافہ کے لغوی معنی جماعت کے ہیں اور چونکہ اس کی ولادت کا سبب کئی حیوان ہوتے ہیں اس لئے اس کو زرافہ کہتے ہیں اور اہلِ عجم اس کو شتر گاؤ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی تولید میں تین جانوروں کی شرکت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی پیدائش میں تین جانوروں سے بھی زیادہ مختلف حیوان شریک ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ موسم گرما میں چوپایہ اور وحشی جانور پانی پینے کے لئے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اور وہاں ہی آپس میں جفتی کرتے ہیں۔ بعض جانوروں کا اس جفتی کی وجہ سے بدن کا کچھ حصہ حمل میں رہ جاتا ہے اور بعض کا نہیں رہتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مادہ پر کئی قسم کی حیوانات چڑھ جاتے ہیں اور ان کا نطفہ آپس میں مخلوط ہو کر مختلف رنگ وروپ کے حیوانات کی پیدائش کا سبب بن جاتے ہیں مگر جاحظ اس قول کو بالکل لغو اور جاہلانہ سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہی جیسا چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ زرافہ اس نوع حیوانات میں داخل ہے جو بلا شرکت غیر قائم ہے۔

شرعی حکم:

حضرت امام شافعیؒ کے مذہب میں اس کے حلال وحرام ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک قول حرام کا ہے اس کو صاحب تنبیہ نے اور امام نوویؒ نے اپنی کتاب "شرح مہذب" میں نقل کیا ہے کہ اس کے حرام ہونے میں علماء کا اتفاق ہے اور ثانی قول حلال کا ہے۔ کیونکہ اس کی جفتی میں اور پیدائش میں ماکول اللحم جانوروں کا بھی حصہ ہے۔ اس بناء پر اس کو محللات میں شمار کیا ہے اور جاحظ کے قول پر جو اوپر مذکور ہوا ہے زرافہ بلاشبہ حلال ہے۔ لیکن اس قول کی بناء پر کہ اس کی پیدائش ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں سے ہوتی ہے۔ علماء شوافع

میں اختلاف ہوگیا ہے۔ حنابلہ میں سے ابوالخطاب اس کی تحریم کے قائل ہیں۔ علماء احناف کے نزدیک یہ حلال ہے۔ اس پر شیخ تقی الدین ابن ابی الدموی الحموی نے فتویٰ دیا ہے اور اسی قول کو قاضی حسین نے نقل کیا ہے اور ابوالخطاب کے دوقولوں میں سے ایک قول بھی یہی ہے۔ اس مسئلہ کی تائید اس جز ئیہ سے بھی ہوتی ہے کہ بطخ اور زرافہ حالت احرام میں ہلاک ہو جائے تو اس کا فدیہ بکری یا قیمت کے ذریعے دیا جائے گا اور فدیہ ماکول اللحم کا دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا یہ جانور ماکول اللحم یعنی حلال ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحریم کی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی، حرمت کی کوئی علت اس کے اندر موجود نہیں ہے اور رہے تحریم کے قول جو اوپر صاحب تنبیہ اور امام نووی کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں شیخ تقی الدین بن ابی الدم الحموی تحریر فرماتے ہیں کہ صاحب تنبیہ نے جو ذکر کیا کتب فقہ کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ حالانکہ قاضی حسین فقیہ بھی اس کی حلت کا قائل ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ غالباً صاحب تنبیہ اور امام نوویؒ نے اہل لغت سے سن لیا ہوگا کہ زرافہ درندوں میں سے ہے اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اسی وجہ سے صاحب کتاب العین نے اس کو درندوں میں شمار کیا ہے لیکن اگر زرافہ کی پیدائش میں ماکول اللحم وغیرہ ماکول اللحم جانوروں کی شرکت کو بھی تسلیم کرلیا جائے تو جب بھی حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

البتہ یہ دیکھا جائے گا مثلاً کتے اور بکری کی جفتی سے بکری کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا اس طور پر کہ بچہ کا سر کتے کے مشابہ ہے اور باقی اعضاء بکری کے اعضاء کے مشابہ، تو اس صورت میں بچہ کے سامنے گھاس دانہ اور گوشت رکھ دیا جائے گا۔ اگر بچہ گوشت کھائے تو اس صورت میں اس کو کھانا درست نہ ہوگا کیونکہ کتے کا غلبہ ہوگیا ہے اور کتا حرام ہے اور اگر گھاس کھائے تو اس بچہ کو ذبح کر کے سر پھینک دیا جائے اور باقی اعضاء کو استعمال کرلیا جائے تو درست ہوگا اور اگر وہ گھاس اور گوشت دونوں کھائے تو اس بچہ کی حلت وحرمت کا یہ معیار ہوگا۔ اگر وہ بکری کی آواز کرنے پر آواز کرے تو سر کو چھوڑ کر باقی اعضاء کو استعمال کرلیا جائے گا ورنہ نہیں اور اگر کتے اور بکری دونوں کی آواز کی طرح آواز کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ پیٹ میں فقط انتڑیاں ہیں یا معدہ؟ اگر فقط انتڑیاں ہوں تو اس کو کھانا درست نہیں اور اگر معدہ ہو تو سر کو چھوڑ کر باقی اعضاء کو کھانا درست ہے۔ واللہ اعلم۔

تو اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ اگر اس جانور کا چارہ گھاس دانہ ہو تو اس کا کھانا درست ہے کیونکہ زرافہ کی غذا درختوں کے پتے ہیں اور یہ جگالی اور مینگنیاں کرتا ہے۔ اس لئے دیگر مویشیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے۔

بہر حال اس جانور کے سلسلے میں فقہاء وعلماء کا اختلاف ہے اور اس کی حرمت وحلت کے سلسلہ میں نص بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو ان جانوروں میں لاحق کر دیا جائے جن کے بارے میں شریعت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور اس کا تفصیلی بیان اور قاعدہ کلیہ باب الواؤ میں ''الورل'' کے زیر عنوان آئے گا وہاں پر بیان کیا جائے گا کہ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے تو اس کے حلال وحرام ہونے کا معیار کیا ہے۔ البتہ اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ حنفیہ کے اصولِ فقہ کی رو سے یہ جانور حلال ہے۔

طبی خواص:

زرافہ کا گوشت سوداوی ہے۔

خواب میں تعبیر:

زرافہ کو خواب میں دیکھنا مال ودولت کی بربادی سے کنایہ ہے اور کبھی خوبصورت عورت سے بھی تعبیر دی جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے

زرافہ کوخواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے پاس کوئی عجیب وغریب خبر آئے گی جس کے اندر کوئی بہتری نہیں ہوگی۔ بعض اوقات اس کوخواب میں دیکھنا ایسی عورت کی علامت ہے جو شوہر کے ساتھ نباہ نہ کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الزریاب

(چڑیا کے مانند پرندہ) الزریاب: چڑیا سے کچھ بڑا ایک پرندہ ہوتا ہے اس کو ابوزریق بھی کہتے ہیں کتاب ''منطق الطیر'' میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص بغداد سے کہیں باہر جارہا تھا اور اس کے پاس صرف چار سو درہم تھے۔ ان کے علاوہ اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں تھا۔ راستہ میں اس نے زریاب کے بچے فروخت ہوتے دیکھے۔ ان چار سو درہم کے وہ سب بچے خرید لئے اور بغداد واپس چلا آیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی دکان کھولی اور ان بچوں کا پنجرہ دوکان میں لٹکا دیا۔ اتفاقاً سرد ہوا چل پڑی جس کی وجہ سے وہ سب بچے مر گئے۔ صرف ایک بچہ جوان میں سب سے زیادہ ضعیف اور کمزور تھا باقی رہ گیا۔ یہ حادثہ واقعی اس کے لئے فاجعہ ثابت ہوا اور اس کو افلاس اور فقر وفاقہ کا کامل یقین ہوگیا۔ رات بھر وہ بارگاہ خداوندی میں گڑگڑا کر دعا مانگتا رہا اور زبان سے یہ کہتا رہا یـاغیـاث الـمستغیثین اغثنی۔ جب صبح ہوئی اور سردی موقوف ہوگئی تو اس بچے نے بھی پھڑ پھڑانا اور بزبان فصیح یہ بولنا شروع کر دیا یاغیاث المستغیثین. یہ آواز سن کر لوگ بھاگتے ہوئے دوکان پر آ کر جمع ہوگئے اور اس پرندے کی بولی نہایت ہی شوق وذوق سے سننے لگے۔ اتفاق سے اس دوران امیر المومنین کی ایک کنیز کا گزر ہوگیا اس نے اس بچہ کو ایک ہزار درہم میں خرید لیا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف حق تعالیٰ کے سامنے بحضور قلب گریہ وزاری کا نتیجہ تھا کہ تھوڑی دیر میں اس کے نقصان سے کہیں زیادہ فائدہ کر دیا۔ جو شخص بھی ایسا کرے گا فلاح پائے گا۔

فسبحان من یختص برحمته من یشاء وهو العزیز الوهاب.

الزغبة

(چوہے کے مشابہ ایک جانور) الـزغبة: بقول ابن سیدہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے جو چوہوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ عرب میں آدمی کا نام بھی اس پر رکھ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ ابن حماد البصری کو زغبہ کہا جاتا ہے۔ رشید ابن سعد اور عبداللہ بن وہب اور لیث ابن سعد سے روایت ہے۔ انہی حضرات سے مسلمؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی۔

الزُغلول

(کبوتر کا بچہ) الـزغـلول (زاء پر ضمہ) کبوتر کا بچہ جب تک چگا کھاتا رہے زغلو کہلاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی پرندہ اپنے بچے کو دانہ ڈالتا ہے اور اس کو کھلاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں ازغل الطائر فرخه کہ پرندے نے اپنے بچے کو جگا دیا۔ بکری یا اونٹ کا بچہ جو دودھ پینے پر حریص ہوتا ہے اور مردوں میں بھی جو شخص ضعیف ہو تو اس کو زغلول کہتے ہیں۔

الزغیم

الزغیم: ایک پرندہ ہے۔ابن سیدہ نے اس کو راء مہملہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

الزقة

الزقه: دریائی پرندہ ہے۔ یہ پرندہ پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور کافی دور جا کر نکلتا ہے۔

الزُّلال

یہ ایک کیڑا ہے جو برف میں پرورش پاتا ہے۔اس کے جسم پر زرد نقطے ہوتے ہیں اور قد میں انگلی کے برابر ہوتا ہے۔ چونکہ یہ سرد بہت ہوتا ہے۔لوگ اس کو اس کی جائے رہائش سے نکال کر اس کے جوف میں جو پانی ہوتا ہے اس کو پیتے ہیں۔اسی وجہ سے اس پانی کو تشبیہاً زلال کہتے ہیں۔ صحاح میں زلال کے معنی آب شیریں کے لکھے ہیں اور یہی عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ سعید ابن زید ابن عمرو بن نفیل عشرہ مبشرہ میں ایک جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

واسلمت وجهی لمن اسلمت　　له المزن تحمل عذبا زلالا

''میں اس شخص کا تابع و فرمانبردار ہوں جس کے تابع وہ بادل ہیں جس میں آبِ شیریں بھرا ہوا ہے''۔

حرث شاعر کا قول ہے:۔

قد کنت عدتی التی اسطوبها　　ویدی اذا خان الزمان وساعدی

''تو میرا ہتھیار اور میرا ہاتھ اور بازو ہے جس سے میں حملہ آور ہوتا ہوں جبکہ زمانہ مجھ سے بے عنوانیاں برتتا ہے''۔

فرمیت منک بضد ما املته　　والمرءَ یشرق بالزلال البارد

''تو میں تجھ سے ہی تیر چلاتا ہوں اس شخص کی آرزو کے خلاف جس نے مجھ سے غلط آرزو قائم کی اور آدمی چمکتا ہے ٹھنڈے اور صاف پانی سے''۔

وقال الاخر

ومن یک ذافم مر مریض　　یجدمُرًا به الماء الزلالا

''جس شخص کا ذائقہ مریض ہونے کی بناء پر کڑوا ہو گیا ہو اس کو آبِ شیریں بھی کڑوا معلوم ہوتا ہے''۔

وجیہ الدولہ وابو المطاع بن حمدان الملقب بذی القرنین ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ ۴۲۸ھ میں وفات ہوئی ہے کیا خوب فرماتے ہیں۔

قالت لطیف خیال زادنی ومضٰی　　باللّٰه صفه ولا تنقص ولا تزد

''اس عورت نے کہا کہ رات میرے دل میں کسی کا خیال آیا اور جاتا بھی رہا یعنی میں اس کو بھول گئی لہٰذا تو خدا کے واسطے اس کا صحیح پتہ دیدے وہ کیا تھا اور اس میں کمی وزیادتی مت کر''۔

فقال ابصرته لومات من ظمأ　　وقلت قف عن ورود الماء لم یرد

''اس مخاطب نے جواب دیا کہ مجھ کو معلوم ہو گیا۔ یہ اس کا خیال تھا جو پیاس کی وجہ سے مر رہا ہو اور اس سے کہا جاتا کہ سرد پانی پینے سے

رک جاتو ہرگز قصد نہ کرتا''۔

قالت صدقت الوفا فی الحب عادته ۔۔۔ یابرد ذالک الذی قالت علی کبدی

''یہ جواب سن کر وہ بولی تو نے سچ کہا محبت میں وفادار رہنا اس کی عادت میں داخل تھا کاش! تو میرے جگر پر چھاجاتی''۔

مذکورہ شاعر کے بہترین شعروں میں سے ہی یہ شعر ہیں۔

تری الثیاب من الکتان یلمحها ۔۔۔ نور من البدر احیانا فیبلیها

''تو دیکھے گا کہ کتان کا کپڑا بعض اوقات چودھویں رات کی چاندی پڑنے سے پرانا ہوجاتا ہے''۔

فکیف تنکران تبلی معاصرها ۔۔۔ والبدر فی کل وقت طالع فیها

''لہٰذا تو کیسے انکار کرسکتا ہے اس کے ہم عصر سے حالانکہ اس کے چہرے کا بدر ہر وقت اس کے اندر چمکتا رہتا ہے''۔

وقال الاخر

لا تعجبوا من بلا غلالته ۔۔۔ قد زراذرأوه علی القمر

''تم اس کے کپڑے کے پرانا ہونے پر تعجب مت کرو کیونکہ چاند کی روشنی پڑنے سے اس کا کپڑا پرانا ہوگیا''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا اشعار سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ چاند کی روشنی سے کتان کا کپڑا پرانا ہوجاتا ہے یہی حکماء کا قول ہے۔ یہ اثر خاص کر اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ شمس وقمر کے اجتماع کے وقت کپڑا پانی میں ڈال دیا جائے۔ اس اجتماع کا وقت ۲۰ تا ۳۰ تاریخ کے درمیان ہوتا ہے۔ چنانچہ رئیس الحکماء ابن سینا نے اپنے اشعار میں اسی جانب اشارہ کیا ہے۔

لا تغتسلن ثیابک الکتانا ۔۔۔ ولا تصدفیها کذا الحیتانا

''چاند اور سورج کے اجتماع کے وقت اپنے کتان کے کپڑے کو مت دو نا اور نہ اس میں مچھلی کو باندھنا''۔

عند اجتماع النیرین تبلی ۔۔۔ وذا صحیح فاتخذه اصلا

''کیونکہ اس وقت ایسا کرنے پر کپڑا پرانا ہوجاتا ہے یہی صحیح ہے اس کو اصول بنالینا چاہیے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ چاند اور سورج کے اجتماع کے وقت کپڑوں کو دھونے سے گریز کرنا چاہیے۔

الزلال (برف کے کیڑے) کا شرعی حکم:

برف کے کیڑے کا پانی پاک ہوتا ہے۔

الزماج

الزماج: بروزن رمان ایک پرندہ ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

اعلی العهد اصبحت ام عمرو ۔۔۔ لیت شعری ام غالیها الزماج

''ام عمر عہد کا پورا کرنے والی ہوگئی کاش کہ میں جان سکتا کہ کیا اس کی قیمت کو بڑھا دیا زماج جانور نے''۔

الزمج

الـــزمـج: یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ بادشاہ لوگ اس پرندے کا شکار کیا کرتے تھے۔ اہل بزدرہ کے نزدیک یہ پرندہ شکاری پرندوں میں ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اس کی آنکھ اور حرکت سے ملتا ہے۔ اس کا شکار پر حملہ کرنا بہت تیز ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اندر غداری اور بے وفائی کا عیب بھی موجود ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس کی طبیعت کثافت کی طرف زیادہ مائل ہے۔ اس کو تعلیم دینے میں بھی عرصہ لگتا ہے۔ یہ عادتاً زمین پر شکار کرتا ہے۔ اس کی خوبی میں اس کا سرخ ہونا داخل ہے۔ یہ عقاب کی ایک نوع ہے۔ بقول ابوحاتم یہ عقاب کا نر ہوتا ہے۔ لیکن لیث کہتے ہیں کہ زمج عقاب سے علاوہ ایک پرندہ ہے۔ اس کے جسم پر سرخی غالب ہوتی ہے۔ اہل عجم اس کو دو برادران یعنی دو بھائی کہتے ہیں اور یہ نام انہوں نے اس وجہ سے رکھا ہے کہ اس کے اندر یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ شکار پکڑنے سے اگر یہ عاجز ہوجاتا ہے تو ہم جنس بھائی آ کر اس کی مدد کرتا ہے اور شکار پکڑوا دیتا ہے۔

شرعی حکم:

دیگر شکاری پرندوں کی طرح اس کا کھانا حرام ہے۔

زمج کے طبی خواص

اس کا گوشت مسلسل استعمال کرنے سے خفقان قلب کو نفع ہوتا ہے اور اگر اس کا پتہ سرمہ میں ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلا پن کو اور ضعف بصر کو بہت فائدہ دیتا ہے۔ اس کی بیٹ سے چہرہ اور بدن کی جھائیاں اور داغ ختم ہو جاتے ہیں۔

زمج الماء

(کبوتر کے مانند پرندہ) اس پرندے کو مصر میں نورس کہتے ہیں۔ رنگ میں سفید اور کبوتر کے برابر یا اس سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی خاص عادت یہ ہے کہ یہ ہوا میں بلند ہو کر پانی میں غوطہ لگاتا ہے اور مچھلیاں پکڑ لیتا ہے۔ یہ مردار نہیں کھاتا صرف مچھلیاں اس کی خوراک ہیں۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے لیکن رویانی نے ضمیری سے نقل کیا ہے کہ جمیع اقسام سفید پرندے جو پانی میں رہتے ہیں حرام ہیں کیونکہ ان کے گوشت میں نجاست ہوتی ہے اور رافع فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ پانی کے تمام پرندے حلال ہیں سوائے لـلـقلق کے، اس کا تفصیلی ذکر باب اللام میں آئے گا۔ انشاء اللہ

الزنبور

(بھڑ۔ تتیہ) الـــزنبور (الدبر، بھڑ، تتیہ) یہ مونث بھی استعمال کیا جاتا ہے اور زنابیر بھی ایک لغت ہے بیان کی جاتی ہے۔ کبھی شہد کی مکھی پر بھی زنبور کا اطلاق ہوتا ہے اس کی جمع زنابیر آتی ہے۔ ابن خالویہ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی کنیت کے

بارے میں کسی سے نہیں سنا سوائے ابوعمر اور زاہد کے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اس کی کنیت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں اس کی کنیت ابوعلی ہے۔

زنبور کی دو قسمیں ہیں:۔(۱) جبلی (۲) سہلی

جبلی وہ ہے جو پہاڑوں میں رہتا ہے اور سہلی وہ ہے جو پشت زمین میں رہتا ہے۔ زنبور اپنی پیدائش کی ابتدائی حالت میں مثل کیڑے کے ہوتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے زنبور بن جاتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ شہد کی مکھی کی طرح زنبور بھی اپنا چھتہ مٹی میں بناتا ہے اور اس میں چار دروازے رکھتا ہے تاکہ چاروں طرف کی ہوا اس میں پہنچتی رہے۔ اس کے ڈنک ہوتا ہے جس سے وہ کاٹ لیتا ہے۔ اس کی غذا میں پھل و پھول داخل ہیں۔ اس کے نر اور مادہ کی شناخت یہ ہے کہ نر جثہ میں مادہ سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ اپنا چھتہ زمین کے اندر سے مٹی نکال کر بناتا ہے جس طرح کہ چیونٹی اپنا مکان بناتی ہے۔ موسم سرما میں یہ روپوش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر سردی میں باہر نکلے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ لہٰذا جب تک سردی رہتی ہے مردہ کی طرح سوتا رہتا ہے۔ چیونٹیوں کے برخلاف وہ جاڑوں کے لئے اپنی غذا جمع نہیں کرتا۔ جب فصل ربیع آتی ہے تو زنابیر (تثنیہ) اپنی اپنی خواب گاہوں سے خشک لکڑی ہو کر نکلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسم میں دوبارہ روح پھونک دیتا ہے اور پہلے کی طرح پھر موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ اس کی کئی اقسام ہیں اور رنگ و جثہ میں بھی یہ آپس میں مختلف ہوتے ہیں۔ بعض کے جسم لمبے ہوتے ہیں۔ زنبور کی طبیعت میں حرص و شر ہوتا ہے۔ باورچی خانوں میں جا کر از قسم طعام جو کچھ بھی موجود ہوتا ہے کھانے لگتا ہے۔ سرکہ اور مٹھائی پر وہ اپنی جان دیتا ہے۔ سرکہ کی خوشبو اگر دور سے اس کے ناک میں پہنچ جائے تو بیسوں کی تعداد میں وہاں آ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ تنہا اڑتا ہے اور زمین اور دیواروں کے اندر رہتا ہے۔ اس کا جسم دو حصوں میں منقسم ہے اس وجہ سے وہ پیٹ سے سانس نہیں لے سکتا۔ اگر اس کو تیل میں ڈال دیا جائے تو جب تک اس میں پڑا رہے گا اس کی حرکت تنگی کی وجہ سے ساکت رہے گی اس کے برخلاف اگر اس کو سرکہ میں ڈال دیا جائے تو زندہ ہو کر اڑ جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے زندہ ہو جانے اور اڑ جانے کی قوی امید ہے اور اس عبارت کے سلسلہ میں زمخشری نے سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض اوقات متوقع چیز کو واقع کے منزلہ میں مان لیا جاتا ہے۔ یعنی جس کی آئندہ زمانے میں ہونے کی امید ہو اس کو ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گویا وہ ہو گیا جیسا کہ دعائیہ جملوں میں مستقبل کی جگہ ماضی کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید میں انہوں نے حضرت حسان ابن ثابت الانصاریؓ مشہور شاعر کے لڑکے حضرت عبدالرحمٰن کا ایک واقعہ بیان کیا ہے:۔

ایک بار عبدالرحمٰن کو بچپن میں شہد کی مکھی نے کاٹ لیا، وہ روتے ہوئے اپنے والد ماجد حضرت حسانؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیوں روتے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کہ زنبور جانور نے مجھ کو کاٹ لیا ہے اور وہ میری زرد چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ حضرت حسانؓ نے یہ سن کر فرمایا "یابنی قلت الشعر" کہ توقع ہے تم عنقریب شاعر بن جاؤ گے۔ اس میں قلت کے معنی ستقول کے ہیں۔ یعنی صیغہ ماضی کو استقبال کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ کسی شاعر نے زنبور اور بازی کے بارے میں کیا ہی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

ولـلـزنـبـور والـبـازی جـمـیـعـاً لـدی الـطـیـران اجـنـحـة وخـفـق

"زنبور اور باز دونوں کے پر ہوتے ہیں۔ اڑان کے وقت ان میں سے پھڑ پھڑ کر آواز نکلتی ہے"۔

ولـکـن بـیـن مـا یـصـطـاد بـاز ومـا یـصـاده الـزنـبـور فـرق

"لیکن اس شکار میں جو باز کرتا ہے اور اس شکار میں جو زنبور کرتا ہے بڑا فرق ہے"۔

شیخ ظہیرالدین بن عسکر نے اپنے ان اشعار میں کیسی عمدہ صنعت کا مظاہرہ کیا ہے۔

فی زخرف القول تزئین لباطله والحق قد یعتریه سوء تغییر

''بناوٹی بات کرنا گویا جھوٹی بات کو زینت دینا ہے اور حق بات کی بری تعبیر لینا یہ حق سے دوری کی علامت ہے''۔

تقول هذا مجاج النحل تمدحه وان ذممت فقل قَی الزنابیر

''چنانچہ جب تم شہد کی تعریف کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کا لعاب دہن ہے اور جب تم برائی کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ شہد کی مکھی کی قے ہے''۔

مدحًا وذمًا غیرت من صفة سحر البیان یری الظلماء کالنور

''کسی کی صفت بدل کر بیان کرنا خواہ وہ مدح کے قبیل سے ہو یا ذم کے قبیل سے اس قسم کی سحر بیانی ہے کہ جس کے ذریعہ ظلمت کو نور بنا کر رکھ دے''۔

شرف الدولہ بن منقذ زنبور اور نحل کے بارے میں فرماتے ہیں۔

ومعزدین ترنما فی مجلس فنفا هما الا ذاهما الاقوام

''کسی مجلس میں شہد کی مکھی اور زنبور بھنبھناتی ہوئی گانے لگیں۔ اہل مجلس نے تکلیف دینے کی وجہ سے ان کو باہر نکال دیا''۔

هذا یجود بما یجود بعکسه هذا فیحمد ذا وذاک یلام

''شہد کی مکھی کا وجود زنبور کے وجود کے برعکس ہے۔ یہ شہد دیتی ہے اور وہ زہر دیتا ہے لہٰذا شہد کی تعریف اور زنبور کی برائی کی جاتی ہے''۔

ایک رافضی کی عبرت انگیز حکایت

ابن ابی الدنیا نے مختار تیمی سے روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ہم سفر کو نکلے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا، ہم اس کو ہر چند سمجھاتے تھے لیکن وہ کسی طرح بھی باز نہ آتا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ قضاء حاجت کے لئے جنگل گیا تو وہاں اس کو سرخ بھڑیں لپٹ گئیں۔ اس نے شور مچایا۔ بھڑوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ اس کی بوٹیاں نوچ کر اس کو ختم کر دیا۔

یہی حکایت ابن سبع نے شفاء الصدور میں لکھی ہے۔ اس میں اتنی عبارت کا اضافہ ہے کہ ہم نے اس کو دفن کرنے کے لئے قبر کھودنی چاہی مگر زمین اس قدر سخت ہوگئی کہ ہم اس کو کھودنے سے عاجز آ گئے۔ لہٰذا ہم نے اس کو زمین پر ایسے ہی چھوڑ کر پتے اور پتھر ڈال دیئے۔ نیز انہوں نے بیان کیا کہ ہم میں سے ایک شخص وہیں بیٹھ کر پیشاب کرنے لگا۔ ایک بھڑ آ کر اس کے پیشاب کے مقام پر بیٹھ گئی مگر اس کو بالکل نہیں کاٹا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بھڑیں منجانب اللہ اس شخص کے لئے سزا پر مامور تھیں۔

یحیٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ یعلیٰ ابن منصور رازی کبار علماء میں سے ہیں اور حضرت امام مالکؒ اور امام لیثؒ سے حدیث بھی نقل کرتے ہیں۔ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نماز میں مشغول تھا کہ اچانک میرے سر پر بھڑ آ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا سر پھول کر بڑا ہو گیا ہے اس کے کاٹنے کی وجہ سے۔

زنبور کا شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام اور اس کا مارنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن عدیؒ نے مسلمؒ ابن علی کے حالات میں حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے زنبور کو مارا اس نے تین نیکیاں کمائیں۔ لیکن ان کے گھروں کو آگ سے جلانا مکروہ ہے۔ یہ قول خطابی کا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبلؒ سے ان کے نیچے دھواں کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے مگر میرے نزدیک دھواں کرنا جلانے سے بہتر ہے۔

زنبور کے طبی خواص

اگر زنبور کو تیل میں ڈال دیا جائے تو مر جائے اور سرکہ میں زندہ رہے۔ اگر اس کے بچے چھتہ سے نکال کر تیل میں کھولائے جائیں اور پھر اس میں سنداب اور زیرہ ڈال دیا جائے تو قوتِ باہ اور شہوت میں زیادتی ہو جائے گی۔ اگر بھڑ کے کاٹے پر عصارۃ الملو خیا مل دیا جائے تو آرام ہو جاتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

بھڑیں خواب میں دیکھنا دشمن، جنگ جو یا قطاع الطریق یعنی ڈاکو یا معمار یا منہدس یعنی انجینئر یا حرام مال کے حصول کی دلیل ہے۔ بعض اوقات اس کا دیکھنا زہر کھانے یا پینے کی علامت ہے۔

الزندبیل

الزندبیل: بڑا ہاتھی، اس کے بارے میں یحیٰ بن معین کا شعر ہے۔

وجاءت قریش قریش البطاح　　　الینا هم الدول الجالیة

''ہمارے پاس قریشی یعنی قریش بطحا آئے اور وہ دول جاہلیہ میں یعنی ان کی کلی حکومت ختم ہو چکی ہے''۔

یقودهم الفیل والزندبیل　　　وذو الضرس والشفة العالیه

''اور ان کے قائد عبدالملک اور ابان ابن بشیر ہیں اور خاندان ابن مسلمہ مخزومی ہیں''۔

اس شعر میں فیل اور زندبیل سے مراد سردار عبدالملک اور آبان ابن بشر ہیں جو بشر ابن مروان کے لڑکے ہیں جنہوں نے ابن ہبیرۃ کی معیت میں قتال کیا تھا اور ذو الضرس اور شفۃ العالیہ سے مراد خالد ابن مسلمۃ المخزومی ہیں جو الفاء فاء الکوفی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس سے مسلمؒ اور محدثین اربعہ نے روایت کی ہے کہ یہ شخص مرجیئہ فرقہ سے تعلق اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغض رکھتا تھا۔ یہ شخص ابن ہبیرۃ کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور خلیفہ ابو منصور نے اس کی زبان کٹوا کر اس کو قتل کر دیا۔

اَلزهدم

(باز کے بچے) الزهدم: زا پر فتحہ ہا ساکن دال مہملہ مفتوحہ) زہدم صقر کو کہتے ہیں۔ بقول دیگر باز کے بچوں کا نام بھی زھدم ہوتا ہے اور اسی نام کے ساتھ زھدم بن مضرب الجرمی بھی موسوم ہیں۔ جن سے بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی نے روایت کی ہے اور زھد مان بنی

عبس کے دو بھائیوں کا نام ہے یعنی زہدم وکردم۔ان دونوں بھائیوں کے بارے میں قیس ابن زہیر کا یہ شعر ہے۔

جزانی الزهدمان جزاء سوء　　　وکنت المرء یجزی بالکرامه

''زہدمان نے مجھ کو برا بدلہ دیا حالانکہ میں ایسا شخص تھا جس کا اکرام کیا جاتا ہے''۔

ابوزریق

ابوزریق: چڑیا کے مانند ایک پرندہ، اس کا مختصر حال زریاب کے تحت میں گزر چکا ہے۔ یہ پرندہ لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔ تعلیم کو قبول کر لیتا ہے اور جو کچھ اس کو سکھایا جاتا ہے بہت جلد سیکھ لیتا ہے۔ بعض اوقات اس فضیلت میں طوطے سے بھی سبقت لے جاتا ہے کیونکہ یہ اس سے زیادہ شریف النسل ہے اور جو الفاظ اس کو سکھا دیئے جاتے ہیں ان کو اس قدر صفائی سے دہراتا ہے کہ سننے والا سمجھتا ہے کہ یہ انسان بول رہا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ نجاست کو استعمال نہیں کرتا۔

ابوزیدان

پرندہ کی ایک قسم ہے۔

ابوزیاد

ابوزیاد: یہ گدھے کی کنیت ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے:

زیادلست ادری من ابوه　　　ولکن الحمار ابو زیاد

''مجھ کو یہ تو معلوم نہیں کہ زیادہ کا باپ کون ہے؟ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ گدھا ابوزیاد ہے''۔

وقال الاخر:

تحاول ان تقیم ابازیاد　　　ودون قیامه شیب الغراب

''تم چلو! اس سے پہلے کہ زیاد کھڑا ہو جائے اس لئے کہ اس کے کھڑے ہونے کے دوران کوؤں کو بوڑھا کر دیتا ہے''۔

بابُ السین

سابوط

(دریائی جانور)

ساق حر

ساق حر: یہ نر قمری ہے اس میں کسی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔ کمیت شاعر کہتا ہے۔

تغرید ساق علی ساق یجادبها　　من الهواتف ذات الطوق والعطل

''ساق حر یعنی قمری جب کسی درخت پر بیٹھ کر گاتی ہے تو اس کے جواب میں سب پرندے خواہ ان کے گلے میں کنٹھی ہو یا نہ ہو گانے لگتے ہیں''۔

اس شعر میں ساق اول سے مراد قمری اور دوسرے ساق سے مراد درخت کی شاخ ہے۔ حمید بن ثور الہلالی ساقِ حر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وما هاج هذا الشوق الاحمامة　　دعت ساق حر نزهة وترنما

''نہیں برانگیختہ کیا اس شوق کو مگر ایک فاختہ نے اس نے دل بہلانے کے لئے ایک قمری کو بلا لیا اور دونوں مل کر گانے لگیں''۔

مطوقه غراء تسجع کلما　　دنا الصیف وانحال الربیع فانجما

''وہ قمری طوق دار ہے اور روشن پیشانی والی ہے۔ اس وقت گاتی ہے جب موسم گرما اور موسم بہار شروع ہو جاتا ہے اور درختوں میں شاخیں پھوٹ آتی ہیں''۔

معلاة لم تکن طوق من تمیمة　　ولا ضرب صواغ بکفیه درهما

''اس کے گلے میں طوق تو ہے مگر تعویذ نہیں اور نہ اس کے پنجوں میں ڈھلے ہوئے سکے ہیں''۔

تغنت علی غصن عشاء فلم تدع　　لنائحة من نوحها متالما

''وہ ایک رات ایک شاخ پر بیٹھ کر گانے لگی اور اس نے کسی نوحہ کرنے والی کا کوئی نوحہ نہیں چھوڑا جس سے دل نہ دکھا ہو''۔

اذا حرکته الریح اومال میلة　　تغنت علیه مائلا و مقوما

''جب اس کو ہوا ہلاتی تھی یا وہ خود ہی ہلتی تھی تو کبھی وہ ٹیڑھی ہو کر اور کبھی سیدھی ہو کر گانے لگتی تھی''۔

عجبت لها أنی یکون غناؤها　　فصیحا ولم تثغر بمنطقها فما

''مجھے بڑا ہی تعجب ہے کہ ایسا سریلا گانا اس نے کہاں سے سیکھا حالانکہ اس کی چونچ اس مقصد کے لئے نہیں بنائی گئی ہے''۔

فلم ارمثلی شاقه صوت مثلها　　ولا عربیا هاجه صوت اعجما

''میں نے اس جیسی آواز آج تک نہیں سنی اور نہ کوئی ایسی عربی لے دیکھی جسے عجمی سُر نے متاثر کیا ہو''۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ قمری کو ساق حراس کی آواز کی مشابہت کی وجہ سے کہتے ہیں۔ کیونکہ جب یہ بولتا ہے تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں ساقِ حر، ساقِ حر۔ اس بناء پر اس پر اعراب نہیں آتے اور اس کو غیر منصرف پڑھا جاتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان باب القاف میں قمری کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السالخ

السالخ: سانپوں میں کالے سانپ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کا مفصل بیان باب الھمزہ میں افعیٰ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سام ابرص

(بڑا گرگٹ) سام ابرص (میم مشدد) بقول اہلِ لغت ایک بڑی قسم کا گرگٹ ہے۔ یہ اسم دو اسموں سے مرکب ہو کر ایک اسم بن گیا ہے۔ اس کے تلفظ کی دو صورتیں ہیں یا تو دونوں کو مبنی علی الفتح پڑھا جاوئے جیسے خمسۃ عشر، دوسری صورت یہ ہے کہ اول کو معرب مان کر دوسرے اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے اور مضاف الیہ غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح رہے گا۔ اس لفظ کا بحالت موجودہ تثنیہ آتا ہے اور نہ جمع بلکہ تثنیہ اگر لانا چاہیں گے تو یہ کہیں گے۔ ھذان ساما ابرص۔ اور جمع میں کہیں گے۔ ھولاء سوام ابرص۔ اور اگر چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں ھولاء السوام۔ اس کے برخلاف صرف ابرص نہیں کہہ سکتے۔ البتہ البرصۃ والابارص کہہ سکتے ہیں جیسا کہ شاعر نے اپنی شعر میں استعمال کیا ہے۔

واللّٰہ لو کنت لھذا خالصا ماکنت عبّدا آکل الا بارصا

''بخدا اگر میں اس معاملہ میں مخلص ہوتا تو کبھی سام ابرص کی پرستش نہ کرتا''۔

اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سام اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے سام یعنی زہر رکھا ہے اور اس کے جسم پر برص کے مثل داغ ہوتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس جانور کا خاصہ یہ ہے کہ اگر اس کو نمک کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس میں برص کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے اگر اس کو انسان کھائے تو برص زدہ ہو جائے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ چونکہ اس کے اندر زہر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو قتل کرنے کا امر کیا گیا ہے اور یہ ان جانوروں میں سے ہے جن کی بیع کرنا جائز نہیں ہے اس وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

طبی خواص

اگر سام ابرص کا خون دار الثعلب پر مل دیا جائے تو بال جم جائیں گے۔ اس کا جگر دانتوں کے درد کو سکون دیتا ہے اور اگر اس کا گوشت بچھو کے کاٹے پر رکھ دیا جائے تو درد کو سکون ہو جائیگا۔ اس کی کھال اگر موضع الفتق پر رکھ دی جائے تو یہ عارضہ ختم ہو جائے گا اور جس گھر میں زعفران کی خوشبو ہوتی ہے یہ وہاں نہیں جاتا۔

خواب میں تعبیر:

اس کا خواب میں دیکھنا چغل خور، فاسق فاجر کی جانب اشارہ ہے اور بقول ارطامیدورس اس کا خواب میں دیکھنا فقر و فاقہ کی جانب

اشارہ ہے۔

السانح

(ایک جانور) السانح: یہ سنوح مصدر ہے اسم فاعل کا صیغہ ہے سنوح کے معنی آتے ہیں بائیں جانب سے آنا، لہٰذا سانح وہ جانور ہے خواہ وہ ہرن ہو یا کوئی پرندہ جو شکاری کے بائیں جانب سے آئے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب لوگ ایسے جانور کو مبارک سمجھتے تھے اور جو داہنی طرف سے آتا ہے اس کو بارح کہتے ہیں ایسے جانور کو منحوس سمجھتے تھے۔ چونکہ یہ عقیدہ لوگوں کو ان کے حصول مقاصد سے مانع تھا لہٰذا جناب نبی کریم ﷺ نے بدفالی کی ممانعت فرما کر اس عقیدۂ فاسدہ کا قلع قمع کر دیا اور صاف فرما دیا کہ سانح کی جلب منفعت اور دفع مضرت کوئی تاثیر نہیں ہے۔ عرب کا مشہور شاعر لبید کہتا ہے۔

لعمرک ماتدری الطوارق بالحصا ولا زاجرات الطیر ماالله صالع

''تیری جان کی قسم جیسا کہ سنگلاخ علاقہ میں اترنے والے شب میں نہیں جانتے ایسے ہی وہ بھی نہیں جانتے جو پرندوں کو بھگا کر فال نکالنے والے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیا کرنے والا ہے''۔

بدفالی کے متعلق مفصل گفتگو باب الطاء اور لام میں طیر اور لقحہ کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السُبَدُ

(بہت بالوں والا پرندہ) السبد (سین پر ضمہ باء پر فتحہ) اس کی جمع سبدان آتی ہے۔ راجز شاعر کہتا ہے۔

أكل يوم عرشها مقلتي حتى ترى المئزد ذالفضول مثل جناح السبدالغسيل

''میں کھانے والا ہوں اپنے گوشہ چشم کو تا کہ وہ دیکھے دور کے مناظر جیسا کہ پانی میں تر بازو ہلائے جاتے ہیں''۔

جب گھوڑے کو پسینہ آتا ہے تو اس وقت اہلِ عرب اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔ چنانچہ طفیل العامری کہتا ہے کانہ سبدبالماء مغسول۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب سوافع نے اس کے شرعی حکم کے بارے میں کلام نہیں کیا ہے۔

اَلسُّبُعُ

السبع (باء پر ضمہ وسکون) سبع کا اطلاق ان تمام پرندوں پر ہوتا ہے جو پھاڑ کر کھانے والے ہیں۔ اس کی جمع اسبع وسباع آتی ہے۔ جس جگہ درندے بکثرت ہوں اس کو ارض سبعہ کہتے ہیں یعنی درندوں والی زمین۔ حسن اور ابن حیوۃ نے کلام پاک کی آیت ''وَمَا اَكَلَ السَّبْعُ'' کو باسکان الباء پڑھا ہے۔ یہ اہلِ نجد کی لغت ہے۔ چنانچہ حسان بن ثابت الانصاریؓ عتبہ بن ابی لہب کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

من یرجع العام الی اهله فما اکیل السبع بالراجع

''اس سال اپنے اہل کی جانب کون لوٹے گا؟ درندہ کا کھایا ہوا لوٹنے والا نہیں ہے''۔

اس شعر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اکیلۃ السبع پڑھا ہے۔ درندہ کو عربی میں سبع اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سبع کے معنی سات کے

آتے ہیں۔ چونکہ عام طور پر درندہ اپنی ماں کے پیٹ میں سات مہینہ رہتا ہے اور مادہ سات سے زیادہ بچے نہیں دیتی اور سات سال کی عمر میں نر اس قابل ہوتا ہے کہ وہ مادہ سے جفتی کرے۔ اس لئے اس کو سبع سے تعبیر کیا گیا۔

ابو عبداللہ یاقوت الحموی کتاب المشترک میں لکھتے ہیں کہ الغابہ ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے بجانب ملک شام چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے غزوات کے سلسلہ میں اس کا نام آتا ہے۔ اس جگہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت بابرکت میں درندوں کا ایک وفد آیا تھا تاکہ آپ ﷺ ان کے لئے خوراک کا تعین فرمادیں۔

حدیث شریف میں تذکرہ:

''طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ ابن حنطب سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے اندر صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے کھڑا ہو کر اپنی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ درندوں کا قاصد تمہارے پاس آیا ہے، اگر تم چاہو تو درندوں کے لئے کوئی غذا مقرر کر دو اور اگر نہ چاہو تو ان کو ان کی موجودہ حالت میں چھوڑ دو اور ان سے احتراز رکھو اور جو چیز وہ پائیں وہی ان کی خوراک ہے۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ! ہمارا دل گوارا نہیں کرتا کہ ہم ان کے لئے کوئی چیز مقرر کر دیں۔ یہ جواب سن کر آپؐ نے اپنے دستِ مبارک کی تین انگلیوں سے اس کو لوٹ جانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا''۔

باب الذال کے زیر عنوان لفظ ذئب کے بیان میں بھیڑیئے کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

وادی ساع رقہ کے راستہ میں بصرہ کے قریب ایک مقام ہے۔ وہاں پر وائل ابن قاسط کا اسماء بنت رویم پر گزر ہوا۔ اس لڑکی کو دیکھ کر اس کے دل میں ارادۂ فاسد آیا۔ یہ دیکھ کر وہ بولی اگر تو نے میرے ساتھ کوئی بد ارادہ کیا تو درندوں کو بلالوں گی۔ وہ کہنے لگا مجھ کو تو تیرے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر وہ اپنے لڑکوں کو ان ناموں کے ساتھ پکارنے لگی۔ یا کلب! یا ذئب! یا فہد! یا دب یا سرحان! یا اسد! یا سبع! یا ضبع! یا نمر! یہ سن کر وہ سب ہاتھوں میں تلوار لئے ہوئے دوڑ کر آئے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا **ماھذا الاوادی السباع** (یہ تو وادی سباع ہے) اس وقت سے اس جگہ کا نام وادی سباع پڑ گیا۔

''صحیحین میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ مصلی سجدے میں اپنے ہاتھوں کو درندوں کی طرح نہ پھیلائے''۔

ترمذی و حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوسعیدؓ خدری سے روایت کی ہے کہ:۔

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ درندے انسانوں سے گفتگو نہ کریں اور جب تک اس کا تازیانہ چابک اور اس کا چپل کا تسمہ اور اس کی ران اس سے گفتگو نہ کریں گے۔ وہ اس کو یہ بتلا دیں گے کہ تیرے بعد تیرے اہل میں کیا کیا نئی باتیں ظاہر ہوئی ہیں''۔

اس کے بعد ترمذیؒ اور حاکمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے مگر ہم کو یہ حدیث قاسمؒ بن فضل سے پہنچی ہے جس کو اہل حدیث ثقہ مانتے ہیں۔

فائدہ: رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ہم گدھوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر لیا کریں؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا

کہ وبما افضلت السباع کہ درندوں کے بچے ہوئے سے بھی۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا مقصد اجازت دینا ہے کیونکہ وبما افضلت السباع میں واؤ تصدیق کے لئے ہے۔ جس طریقہ پر اس آیت شریف میں ہے کہ سبعة ثامنهم كلبهم ۔مفسرین نے کہا وثامنہم میں واؤ قائلین کی تصدیق کے لئے ہے کہ ان اصحاب کہف کے ساتھ آٹھواں کتا تھا جیسے مثلاً کوئی کہے کہ زید شاعر ہے۔ دوسرا جواب میں کہے اور فقیہہ بھی ہے۔

حیرت انگیز واقعات

قشیری نے اپنے رسالہ کے شروع میں بنان الجمل کا حال لکھا ہے کہ ایک عظیم الشان صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کو ایک مرتبہ کسی درندے کے سامنے ڈال دیا گیا۔ درندے نے آپ کو سونگھنا شروع کر دیا اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی۔ جب وہ درندہ واپس چلا گیا تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ جس وقت وہ درندہ آپ کو سونگھ رہا تھا اس وقت آپ کی کیا حالت ہو رہی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ علماء کا درندوں کے (سور السبع) یعنی جھوٹے پانی میں جو اختلاف ہے اس پر غور کر رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ سفیان ثوری شیبان الراعی رحمۃ اللہ علیہ ساتھ ساتھ حج کرنے چلے۔ راستہ میں ان کو کسی جگہ پر ایک درندہ مل گیا۔ حضرت سفیان اس کو دیکھ کر حضرت شیبان سے کہنے لگے کہ کیا آپ دیکھ رہے ہیں کہ سامنے یہ درندہ کھڑا ہے۔ شیبانؒ نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں۔ اس کے بعد شیبانؒ اس درندہ کے پاس جا کر اس کا کان پکڑ کر اس پر سوار ہو گئے اور وہ دم ہلانے لگا۔ حضرت سفیانؒ نے کہا کہ یہ کیا شہرت کی باتیں کر رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر شہرت کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے تمام اسباب کو لاد کر مکۃ المکرمہ تک لے جاتا۔

حافظ ابونعیم حلیہ میں لکھتے ہیں کہ شیبانؒ الراعی کو جب غسل جنابت کی حاجت ہوتی اور آپ کے پاس پانی نہ ہوتا تو آپ حق تعالیٰ سے دعا کرتے۔ چنانچہ بادل کا ٹکڑا آ کر آپ پر برستا اور آپ غسل فرماتے۔ جب فارغ ہو جاتے تو بادل چلا جاتا۔ جب آپ جمعہ کی نماز پڑھنے جاتے تو بکریوں کے اردگرد ایک خط کھینچ کر جاتے تھے اور جب نماز پڑھ کر واپس آتے تو بکریوں کو اس خط کے اندر پاتے۔

امام ابوالفرجؒ ابن الجوزی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ابن حنبل شیبانؒ الراعی کے پاس سے گزرے۔ امام احمد فرمانے لگے کہ اس راعی (چرواہے) سے کچھ سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ امام شافعیؒ بولے جانے بھی دو۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ میں ضرور پوچھ کر رہوں گا۔ چنانچہ دونوں صاحبان ان کے پاس پہنچے۔ امام احمد نے ان سے سوال کیا کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر کسی شخص نے چار رکعت نماز کی نیت باندھی تین رکعت پوری پڑھ لی، چوتھی رکعت میں سجدہ کرنا بھول گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ شیبانؒ نے پوچھا آپ کے مذہب کے مطابق جواب دوں یا اپنے مسلک کے مطابق؟ اس پر حضرت امام احمدؒ بولے کہ کیا مذہب بھی دو دو ہیں؟ شیبانؒ نے کہا ہاں میرا مذہب اور ہے اور آپ کا مذہب دوسرا۔ آپ کے مذہب کی رو سے اس کو دو رکعت اور پڑھ کر سجدۂ سہو کر لینا چاہیے اور میرے مذہب کا حکم یہ ہے کہ چونکہ اس شخص کا دل بٹا ہوا ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے قلب کو خوب تکلیف پہنچائے تا کہ وہ آئندہ ایسا نہ کرے۔

اس کے بعد امام موصوف نے دوسرا سوال کیا کہ ایک شخص کی ملکیت میں چالیس بکریاں ہیں اور ان پر ایک سال گزر چکا ہے تو اس پر کس قدر زکوٰۃ واجب ہے۔ شیبان نے جواب دیا کہ آپ کے مذہب میں ایک بکری واجب ہے اور ہمارے مذہب میں مولا کے ہوتے ہوئے بندہ کسی چیز کا مالک نہیں۔ لہٰذا اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت امام احمدؒ کو وجد آ گیا اور ان پر بے ہوشی طاری

ہوگئی۔ہوش آنے کے بعد وہ دونوں امامؒ صاحبان ان سے رخصت ہوئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ شیبان الراعیؒ کے پاس جا کر بیٹھتے تھے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے۔فرماتے ہیں کہ شیبانؒ ناخواندہ تھے اور جب ناخواندہ لوگوں کا اہل علم کی نگاہوں میں اتنا بڑا رتبہ تھا تو ہماری نگاہوں میں کتنا عظیم الشان مرتبہ ہونا چاہیے۔

حضرت امام شافعیؒ علماء باطن کی فضیلت کے معترف تھے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر علماء دین ہی اولیاء اللہ نہ ہوں گے تو پھر کون ہوگا؟

ابوالعباس ابن شریح جب لوگوں کے سامنے کوئی علمی نکات بیان فرماتے تو اہلِ مجلس سے کہتے تم کو معلوم ہے کہ یہ فیض مجھ کو کس سے حاصل ہوا؟ پھر بعد میں کہتے کہ جو کچھ مجھ کو حاصل ہوا وہ حضرت جنید بغدادیؒ کی صحبت کا نتیجہ ہے۔

حضرت شیبانؒ الراعی اکثر اس دعا کو پڑھتے تھے:۔

''یاودودا یاودودا یاذوالعرش المجید یا مبدِی یامعیدیا فعال لما یرید اسئالک بعزک الذی لایرام وبملک الذی لایزول وبنور وجھک الذی ملا ارکان عرشک وبقدرتک التی قدرت بھا علی جمیع خلقک ان تکفینی شر الظالمین اجمعین.''

کسی شاعر نے اولیاء کرام کی مدح میں ایک قصیدہ رقم کیا ہے جس میں حضرت شیبان الراعیؒ کا بھی تذکرہ ہے۔اس قصیدہ کا ایک یہ شعر ہے۔

شیبان قد کان راعی وسر سرہ ما اختفی

''یہ تھے قوم کی نگرانی کرنے والے اور انہیں کے راز پوشیدہ نہ رہے''۔

فاجھد وخل الدعاوی ان کان لک شئی بان

''تو تم بھی اس طرح کے بننے کی کوشش کرو، بشرطیکہ تمہارا اس کا ارادہ بھی ہو''۔

اولیاء اللہ کے واقعات:

(۱) کتاب الرسالہ کے باب کرامات اولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سہل بن عبداللہ التستر ی کے مکان میں ایک کمرہ تھا۔جس کو لوگ بیت السباع کہتے تھے۔درندے آپ کے پاس آتے تھے۔آپ ان کو اس کمرہ میں لے جاتے ، گوشت وغیرہ کھلاتے اور پھر رخصت کر دیتے تھے۔

(۲) حضرت سہل بن عبداللہ التستر ی کا زمین پر بیٹھے بیٹھے دوسری جگہ پہنچ جانے کا واقعہ:

کفایۃ المعتقد میں لکھا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ وضو کر کے جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد گیا۔جب اندر پہنچا تو دیکھا کہ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے۔خطیب ممبر پر بیٹھنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ مجھ سے یہ گستاخی ہوگئی کہ میں صفیں چیرتا ہوا اور لوگوں کی گردنوں کو پھاندتا ہوا اگلی صف میں جا بیٹھا۔میری نظر داہنی جانب ایک نوجوان پر پڑی جو خوش لباس اور اونی جامہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔اس کے بدن سے خوشبو مہک رہی تھی جب اس نے میری طرف نگاہ کی تو میرے سے دریافت کیا کہ سہل بن عبداللہ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟ میں نے جواب دیا عافیت سے ہوں۔میں یہ سن کر تعجب سے دل میں سوچنے لگا کہ میں اس شخص کو جانتا تک نہیں اور اس کو میرا

نام معلوم ہے۔ میں اس سوچ وفکر میں تھا کہ دفعتاً مجھ کو پیشاب کی شدت سے حاجت ہوئی اور اس سے مجھ کو بہت تکلیف ہوئی اور میری حالت غیر ہوگئی۔ میں نے سوچا اگر پیشاب کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلتا ہوں تو نمازیوں کی گردنیں پھاندتا ہوا نکلوں گا اور اگر یہیں بیٹھا رہا تو میری نماز نہیں ہوگی پس وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ سہل کیا پیشاب کی حاجت ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ یہ سن کر اس نے اپنے گھٹنوں کے نیچے سے ایک کمبل نکالا اور میرے اوپر ڈال دیا اور کہا کہ جلدی سے فارغ ہو جاؤ تا کہ نماز مل جائے۔ ادھر نوجوان نے کمبل ڈالا اور ادھر میرے اوپر بے ہوشی طاری ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو مجھ کو ایک دروازہ نظر پڑا۔ کسی کہنے والے نے کہا اندر چلے جائیے خدا آپ پر رحم فرمائے۔ چنانچہ میں اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا تو ایک بہت عالیشان محل ہے اس میں ایک کھجور کا درخت لگا ہوا ہے اور اس کے قریب ہی وضوخانہ ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ پانی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اس کے ایک طرف پانی گرنے اور بہنے کی نالی بنی ہوئی ہے۔ غسل خانہ میں ایک تولیہ لٹکا ہوا ہے اور طاق میں ایک مسواک رکھی ہوئی ہے۔ میں نے کپڑے اتار کر غسل کیا اور تولیہ سے بدن خشک کر کے کپڑے پہن لئے۔ پھر میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ سہل اگر ضرورت رفع کر چکے تو بتلایئے؟ میں نے ہاں کہہ دیا یہ سن کر اس نوجوان نے میرے اوپر سے کمبل اتار لیا۔ میں نے دیکھا کہ میں اپنی اسی جگہ پر موجود ہوں اور لوگوں کو میرے حال کا کچھ علم نہیں ہوا۔ مگر میں برابر اسی فکر میں رہا کہ معاملہ کیا ہے؟ اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی اور میں نے جماعت کی نماز پڑھی۔ مگر مجھ کو یہی فکر سوار رہا کہ آخر یہ نوجوان کون ہے۔ جب نماز ختم ہو چکی تو میں اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ ایک راستہ پر مڑنے ہی کو تھا کہ اس نے مجھ سے کہا کہ سہل جو کچھ آپ نے دیکھا اس پر آپ کو یقین نہیں آیا۔ میں نے کہا نہیں۔ یہ سن کر وہ نوجوان بولا اچھا آپ اس دروازہ میں داخل ہو جاؤ۔ میں اندر داخل ہوا تو وہی محل ہے اور وہی دروازہ ہے۔ تولیہ اسی طرح لٹکا ہوا ہے۔ غرض یہ چیز وہی تھی میں نے آنکھ اچھی طرح مل کر کھول لی تو نہ تو وہاں نوجوان ہے اور نہ محل۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس تعجب خیز حکایت کو اپنی کتاب میں اس لئے جگہ دی ہے کہ ہماری جماعت کے علاوہ بعض حضرات نے بزرگوں کی کرامت کا انکار کیا ہے اور اس کی دوراز کار تاویل کی ہے کہ ممکن ہے بے ہوشی کی حالت میں ان کو کوئی اٹھا کر لے گیا ہو حالانکہ یہ خیال خام ہے کرامات اولیاء برحق ہیں۔

(۳) ہمارے شیخ یافعی نے حضرت سہلؒ کے متعلق ایک دوسری حکایت بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یعقوب ابن لیث امیر خراسانی کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو گیا کہ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ لوگوں نے اس امیر سے کہا کہ آپ کی مملکت میں ایک مرد صالح ہیں۔ اگر آپ ان کو بلا کر دعا کرائیں تو امید ہے کہ اس موذی مرض سے نجات ہو جائے۔ امیر نے دریافت فرمایا کون ہے؟ تو جواب دیا گیا کہ سہلؒ بن عبداللہ التستری۔ چنانچہ امیر نے آپ کو طلب کیا اور آپ سے دعا کا طالب ہوا۔ آپ نے امیر سے کہا کہ میری دعا آپ کے حق میں کیسے قبول ہو سکتی ہے درانحالیکہ آپ نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ یہ سن کر اس نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ کوئی ظلم کا کام نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس نے بہت سے قیدی جو ظلماً قید تھے رہا کر دیئے۔ اس پر سہلؒ نے امیر کے لئے دعا مانگی کہ یا اللہ جیسی آپ نے اس کو معصیت کی ذلت دکھلائی ایسی طاعت کی عزت سے سرفراز فرما۔ یہ سنتے ہی وہ فوراً اچھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ امیر نے آپ کے سامنے بہت سا زرِنقد پیش کیا۔ مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور واپس لوٹ آئے۔ راستہ میں لوگوں نے آپ سے کہا کہ اگر اس مال کو قبول فرما لیتے تو فقراء کے کام آتا۔ یہ سن کر آپ نے سنگریزوں پر نگاہ ڈالی تو وہ جواہرات بن گئے اور فرمایا کہ لو اپنا مطلوب اٹھالو۔ اس کے بعد فرمانے لگے جس کے اندر یہ کمال ہو اس کو بھلا امیر خراسانی کے مال کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔

(۴) قلب الاعیان میں اسی قسم کی ایک روایت شیخ عیسیٰ ہتار کہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ سہلؒ بن عبداللہ التستری کا گزر ایک بازاری عورت کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تیرے پاس رات عشاء کے بعد آؤں گا۔ یہ سن کر وہ عورت بہت خوش ہوئی اور بناؤ سنگار کر کے آپ کی آمد کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ عشاء کے بعد حسب وعدہ آپ اس کے گھر پہنچے اور دو رکعت نماز پڑھ کر رخصت ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر وہ عورت بولی کہ آپ تو جا رہے ہیں۔ آپ کا میرے پاس آنے سے فائدہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میرے آنے کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا۔ آپ کے جانے کے بعد اس عورت کی حالت متغیر ہو گئی اور اس نے اپنے پیشہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ شیخ موصوف نے اس کا نکاح کسی فقیر سے کر دیا۔ اس کے بعد شیخ نے حکم دیا کہ ولیمہ کا کھانا تیار کر لیا جائے اور سالن بازار سے خرید لیا جائے گا۔ خدام نے ولیمہ کا کھانا تیار کر کے آپ کے سامنے رکھ دیا اور فقراء بھی آ کر بیٹھ گئے لیکن شیخ کسی آنے والی چیز کا انتظار کرنے لگے۔ اس ولیمہ کی خبر کسی امیر کو ہو گئی جو اس عورت کا پرانا آشنا تھا تو اس امیر نے مذاقاً دو بوتلوں میں شراب بھر کر قاصد کے ہاتھ شیخ کی خدمت میں بھیج دی اور کہلوا بھیجا کہ ہم کو شادی کا حال معلوم ہو کر بہت مسرت ہوئی اور چونکہ ہم کو معلوم ہوا کہ ولیمہ کے لئے سالن نہیں ہے، ہم سالن بھیجتے ہیں۔ جب وہ قاصد شراب کی بوتلیں لے کر آیا تو شیخ نے فرمایا کہ آپ نے بہت دیر کر دی ہم عرصہ سے اس کے منتظر تھے۔ پھر شیخ نے ایک بوتل لے کر اس کو خوب ہلایا اور جب اس کو پیالوں میں نکالا تو نہایت عمدہ قسم کا شہد نکلا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری بوتل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تو اس میں سے خالص گھی برآمد ہوا۔ شیخ نے قاصد کو بھی کھانا کھانے کے لئے بٹھا لیا۔ جب وہ کھانے بیٹھا اور شہد کھایا تو رنگ، بو اور ذائقہ میں اس قدر عمدہ تھا کہ کبھی اس نے ایسا شہد نہیں کھایا تھا۔ قاصد دعوت کھا کر واپس ہوا اور اس نے امیر سے تمام ماجرا بیان کیا تو اس کو یقین نہیں آیا۔ چنانچہ خود آیا اور کھانا کھا کر شیخ کی اس کرامت سے حیرت زدہ ہو گیا اور اپنی غلطی پر نادم ہوا اور شیخ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

(۵) اس قسم کی ایک اور حکایت ہے کہ کسی شخص نے بیان کیا کہ میں جنگل میں پھر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک خاردار درخت سے تازہ کھجوریں توڑ کر کھا رہا ہے۔ میں نے پاس جا کر اس کو سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر مجھ سے کہا کہ آؤ تم بھی کھاؤ۔ چنانچہ میں نے بھی کھجوریں توڑنی شروع کیں۔ مگر میرے ہاتھ میں جب آتی تو وہ بجائے کھجور کے کانٹا بن جاتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا اگر تو خلوت میں اللہ کی عبادت کرتا تو وہ جلوت میں تجھ کو پکی کھجور کھلاتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کی حکایات بکثرت ہیں۔ جس قدر میں نے اس کتاب میں بیان کی ہیں وہ دریا ناپیدا کنار سے مثل قطرہ آب کے ہے۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت ایک بڑھیا جیسی تھی جس سے وہ خدمت لیا کرتے تھے۔

(۶) شیخ ابوالغیث کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ لکڑیاں چننے کے لئے جنگل گئے۔ لکڑیاں چن ہی رہے تھے کہ ایک درندے نے آپ کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ آپ نے یہ منظر دیکھ کر درندہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنے رب کی عزت کی قسم میں بھی لکڑیوں کا گٹھڑ تیری کمر پر لاد کر لے جاؤں گا۔ چنانچہ درندہ نے یہ سن کر اپنی کمر جھکا دی۔ اور آپ اس پر لکڑیاں لاد کر شہر لے گئے اور وہاں اس کی پشت پر سے لکڑیوں کا گٹھڑا اتار کر اس کو رخصت کر دیا۔

(۷) نقل ہے کہ شعوانہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اس بچہ کی انہوں نے بہتر انداز میں تربیت و پرورش کی۔ جب وہ لڑکا بڑا ہوا تو ایک دن وہ اپنی والدہ سے کہنے لگا کہ اے میری ماں کیا اچھا ہو کہ آپ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہبہ کر دیں۔ والدہ نے جواب دیا کہ بادشاہوں کی

خدمت میں وہی لوگ نذرانے میں پیش کئے جاتے ہیں جن میں اہل ادب اور متقی ہونے کی صلاحیت ہو۔ تم ابھی نوعمر ہو اور تم کو معلوم نہیں کہ تم سے ابھی کیا کام لیا جائے لہٰذا قبل از وقت ایسا نہیں ہو سکتا۔ لڑکا والدہ کا جواب سن کر خاموش ہو گیا۔ ایک دن وہ گدھا لے کر لکڑیاں چننے پہاڑ پر چلا گیا۔ گدھے کو اس نے کسی جگہ باندھ دیا اور خود لکڑیاں چننے لگا۔ جب لکڑیاں چن کر گدھے کے پاس آیا تو دیکھا کہ کسی درندہ نے اس کا گدھا پھاڑ ڈالا ہے۔ درندہ بھی وہیں موجود تھا۔ لڑکے نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا کہ یا کلب اللہ تو نے گدھا پھاڑ ڈالا ہے قسم ہے اپنے رب کی میں تجھ ہی پر لکڑیاں لاد کر لے جاؤں گا۔ درندہ نے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور لکڑیوں کا گٹھڑ اس کی کمر پر لاد کر اپنے گھر لے آیا اور دروازہ پر دستک دی۔ اس کی ماں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ درندہ پر لکڑیاں لدی ہوئی ہیں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا اب تم اپنے بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہو گئے ہو۔ لہٰذا میں تم کو اللہ کی راہ میں ہبہ کرتی ہوں۔ یہ سن کر وہ لڑکا والدہ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔

(۸) صاحب مناقب ابرار نے شاہ کرمانی کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دن یہ شکار کھیلنے نکلا اور شکار کی طلب میں جنگل میں کافی دور نکل گیا۔ دفعتاً وہاں پر اس کو ایک نوجوان ملا جو کسی درندہ پر سوار تھا اور اس کے اردگرد بہت درندے تھے۔ جب درندوں نے بادشاہ کو دیکھا تو وہ اس کی طرف لپکے۔ لیکن اس نوجوان نے ان کو روک لیا۔ اتنے میں ایک بڑھیا آئی جس کے ہاتھ میں شربت کا پیالہ تھا۔ اس بڑھیا نے یہ پیالہ اس جوان کو دے دیا۔ اس جوان نے شربت پیا اور باقی جو بچا بادشاہ کے حوالہ کر دیا۔ بادشاہ نے بھی وہ شربت پیا اور بعد میں بیان کیا کہ میں نے ایسا لذیذ اور شیریں شربت کبھی نہیں پیا تھا۔ اس کے بعد وہ بڑھیا غائب ہو گئی اور وہ نوجوان بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ بڑھیا دنیا تھی حق تعالیٰ نے اس کو میری خدمت کے لئے مامور کر دیا ہے۔ جب کبھی مجھ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو میرے دل میں خیال آتے ہی یہ بڑھیا مجھ کو لا کر دے دیتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کرمان بہت حیران ہوا۔ اس کے بعد وہ نوجوان بولا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے کہہ دیا ہے کہ اے دنیا جو میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرے تو اس کو اپنا غلام اور خدمت گار بنا لے۔ اس کے بعد اس نوجوان نے بادشاہ کو بہت اچھی اچھی نصیحتیں کیں جو اس کی توبہ کا سبب بن گئیں۔

(۹) کتاب احیاء العلوم میں ابراہیم ارقی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالخیر الدیلمی التینانی سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ سورۃ فاتحہ انہوں نے صحیح نہیں پڑھی۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ میرا سفر تو بے کار گیا یعنی اس جاہل شخص سے مجھ کو کیا فیض پہنچ سکتا ہے؟ جب صبح ہوئی تو میں استنجا کے لئے باہر نکلا تو ایک درندہ پھاڑ کھانے کے لئے میری طرف بڑھا۔ میں نے واپس آ کر شیخ ابوالخیر الدیلمی سے عرض کیا۔ یہ سن کر شیخ باہر نکلے اور درندے سے بلا کر کہا کہ میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو مت ستانا۔ درندہ یہ سن کر چلا گیا۔ جب میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر واپس آیا تو شیخ نے فرمایا کہ تم لوگ ظاہری حالت کی درستگی میں مشغول ہو لہٰذا تم درندوں سے ڈر جاتے ہو اور ہم باطنی حالت کی درستگی میں مشغول ہیں لہٰذا شیر ہم سے ڈرتا ہے۔

امام العلامہ جمال الدین بن عبداللہ اسعد الیافعی نے اولیاء اللہ کے اوصاف میں اشعار تحریر فرمائے ہیں:

هم الاسد ما الاسد الاسود تهابهم   دما النمر وما اظفار فهد و نابه

''وہ شیر ہیں اور شیر کیا ہے وہ شیروں کو ڈراتے ہیں اور چیتا کیا ہے اور چیتے کے ناخن اور کنچلیاں کیا ہیں''۔

وما الرمی بالنشاب ما الطعن بالقنا   وما الضرب با الماضی الکمی ماذبابه

''تیر اندازی کیا ہے اور کمانوں سے تیر چھوڑنا کیا ہے اور تلوار کی نوک سے قتل و قتال کی حیثیت کیا ہے''۔

لهم هم للقاطعات قواطع　　لهم قلب اعيان المراد انقلابه

''ممدوح کی ہمتیں کیا ہیں ان کی ہمتیں پہاڑ شکن ہیں اوران کے دل انقلاب کا مرکز ہیں''۔

لهم كل شئى طائع ومسخر　　فلاقط يعصيهم بل الطوع دابه

''ان کے لئے ہر شے اطاعت اور مسخر ہے کوئی شے ان کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ اس کا حال اطاعت ہے''۔

من اللّٰه خافوا الاسواه فخافهم　　سواه جمادات الورى و دوابه

''وہ بجز اللہ کی ذات پاک کے کسی سے خوف نہیں کھاتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزیں ازقسم جمادات اور دواب ان سے خوف کھاتے ہیں''۔

لقد شمروا فى نيل كل عزيزة　　ومكرمة ممايطول حسابه

''وہ ہر قسم کی بزرگی اور مکرمہ حاصل کرنے کے لئے کمر بستہ ہیں جس کا شمار کرنا قیاس سے باہر ہے''۔

ألى أن جنوا ثمر الهوى بعدما جنى　　عليهم وصار الحب عذبا عذابه

''انہوں نے اپنی خواہشات کے تمام پھل حاصل کر لئے اور ہر خواہش ان کے لئے آبِ شیریں ثابت ہوئی''۔

خبر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد تو مجھ سے ایسا ڈرتا رہ کہ جیسے پھاڑ کھانے والے درندے سے ڈرا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے اوصاف مخوفہ یعنی عزت، عظمت، کبریا، جبروت، شدت، بطش، نفوذ الامر میں اس طرح ڈرتا رہ جس طرح کسی درندہ ضرر رساں کی شدت بدن دانتوں کی گرفت، جراتِ قلب غصہ کی شدت سے ڈرتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کو بھی اللہ سے ایسا ہی ڈرنا چاہیے کہ جیسا اس کا حق ہے کیونکہ جو شخص اس سے ڈرا اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی ہر شئے اطاعت کرتی ہے۔

درندے کا شرعی حکم:

سباع کا شرعی حکم باب ہمزہ میں گزر چکا ہے لیکن سباع (درندہ) پر سواری کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوب سباع سے ممانعت فرمائی ہے۔ بے نفع سباع کی خرید و فروخت بھی درست نہیں ہے اور جن درندوں سے انتفاع اٹھایا جاتا ہے اس کی بیع جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السبنتي والسبندى

(چیتا) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی وفات سے تین دن قبل جنات آپ پر نوحہ کرتے ہوئے سنے گئے۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

أبعد قتيل بالمدينة أظلمت　　له الارض تهتز العضاه باسوق

''کیا اس شخص کے بعد جو مدینہ میں قتل ہوا (حضرت عمرؓ) اور جس کے لئے تمام زمین تاریک ہوگئی بڑے بڑے درخت تنوں پر لہلہانے لگے''۔

جزى اللّٰه خير آمن امام وباركت　　يداللّٰه فى ذاك الاديم الممزق

''اللہ تعالیٰ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو بہتر بدلہ دے اور اس کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی تھی''۔

فمن یسع أو یرکب جناحی نعامة — لیدرک ما قدمت بالامس یسبق

''جو شخص دوڑ کر چلے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تا کہ ان اعمال کو حاصل کرے جو حضرت عمرؓ سے زمانہ گذشتہ میں ظہور ہوئے تو وہ آپ سے پیچھے رہ جائے گا''۔

قضیت أمورًا غادرت بعدھا — بوائق فی أکمامھا لم تفتق

''آپ نے اپنے عہدۂ خلافت میں امورِ عظیم کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد ان کے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ دیئے جواب تک ظاہر نہیں ہوئے''۔

وما کنت أخشی ان تکون وفاته — بکفی سبنتی ازرق العین مطرق

''اور مجھ کو یہ ڈر نہیں تھا کہ آپ کی وفات ایک ظالم نیچی نگاہ والے چیتے سے ہوگی''۔ (یعنی ابولولو)

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جوہری نے ان اشعار کو شماخ کی جانب منسوب کیا ہے لیکن ''استیعاب'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان اشعار کو ''شماخ'' کی جانب منسوب کر دیا۔ حالانکہ یہ اشعار اس کے نہیں تھے۔ شماخ تین بھائی تھے اور تینوں شاعر تھے۔

چیتے کا بیان باب النون میں نمر کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السبیطر

السبیطر: سین پر فتح اور باء مفتوح طاء مہملہ ان دونوں کے درمیان یا اور راء مہملہ، اس کے آخر میں العمیثل کے وزن پر ہے۔ ایک پرندہ کا نام ہے جس کی گردن لمبی ہوتی ہے ہمیشہ پانی کے اوپر دیکھتا ہے۔ بقول جوہریؒ اس کی کنیت ابوالعیز ار ہے۔ باب العین میں العمیثل کے بیان میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

السَحْلة

السحلة: بروزن الھمزہ خرگوش کے اس چھوٹے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی والدہ سے جدا ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

السُحْلیه

السُحلیة: (سین پر ضمہ) چھپکلی بقول ابن صلاح چھپکلی کے مشابہ اور قد میں اس سے بڑا ایک جانور ہے۔ کتاب الروضہ میں اس کو چھپکلی کی ایک قسم شمار کیا گیا ہے اور اس کھانا حرام ہے۔ مزید تفصیل باب العین میں العظایہ کے بیان میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

السحا

السحا (سین مفتوح) چمگادڑ کا دوسرا نام ہے۔ نضیر ابن شمیل کہتے ہیں کہ اس لفظ کا واحد السحاۃ آتا ہے۔ چمگادڑ کا بیان لفظ خفاش باب الخاء میں گزر چکا ہے۔

سحنون

سحنون: سین پر ضمہ وفتحہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔ایک پرندہ کا نام ہے جو اپنی چالاکی اور ذہانت میں تیز ہوتا ہے۔چونکہ سحنون کے معنی بھی زیرک کے آتے ہیں اس لئے اس پرندہ کو اس نام کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔سحنون بن سعید التنوخی کا بھی یہی نام پڑ گیا تھا۔ حالانکہ ان کا اصلی نام عبدالسلام ہے جو ابن قاسم کے شاگرد ہیں۔ان کی وفات ماہِ رجب سنہ ۲۴۰ھ میں ہوئی اور ماہ رمضان المبارک ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔

السخلہ

السخلہ: بکری کے بچہ کو کہتے ہیں خواہ بکرے سے ہو یا مینڈھے سے نر ہو یا مادہ سخلہ کہلاتا ہے۔اس کی جمع سخل وسخال آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے

فللموت تغذوالوالدات سخالها　　　کما لخراب الدور تبنی المساکن

''مائیں یعنی بکریاں اپنے بچوں کو موت کے لئے غذا دیتی ہیں جیسے کہ مکانات گردش زمانہ سے ویران ہونے کے لئے تعمیر کئے جاتے ہیں''۔

یہ دوسرا شعر بھی اسی شاعر کا ہے

اموالنا لذوی المیراث نجمعها　　　ودورنا لخراب الدهر نبینها

ترجمہ:''ہم اپنا مال اپنے وارثوں کے لئے جمع کرتے ہیں اور اپنے مکانات گردش زمانہ سے ویران ہونے کی بناء پر تعمیر کرتے ہیں''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مکان بنانے کی غرض ویران کرنا نہیں ہوتا البتہ انجام اس کا ویران ہونا ہی ہے۔چنانچہ شاعر کہتا ہے

فان یکن الموت أفناهم　　　فللموت ما تلد الوالدة

''اگرچہ موت اس کو فنا کر دیتی ہے لیکن والدہ جو بچہ پیدا کرتی ہے وہ موت ہی کے لئے کرتی ہے۔یعنی انجام ہر پیدا ہونے والے کا موت ہے''۔

ایک نکتہ:

ابوزید فرماتے ہیں کہ بکری کا بچہ خواہ نر ہو یا مادہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔سخلہ کہلاتا ہے اور جوں جوں بڑھتا رہتا ہے اس کا نام بھی بدلتا رہتا ہے۔چنانچہ سخلہ کے بعد بہمہ (جمع بہم) کہلاتا ہے۔جب چار ماہ کا ہو کر اس کا دودھ چھوٹ جاتا ہے جفر (جمع جفار) کہلاتا ہے۔اس کے بعد یہ نام ہوتے ہیں:۔

(۱) جب قوی ہو جاتا ہے اور چرنے لگتا ہے تو عریض کہلاتا ہے۔اس دوران میں نر کو جدی اور مادہ کو عناق کہتے ہیں اور دوسرا نام عتود ہے اور یہ نام اس وقت تک رہتے ہیں جب تک کہ وہ سال بھر کا نہ ہو۔

(۲) جب پورے ایک سال کا ہو جاتا ہے تو نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہیں۔

(۳)اور جب دوسرے سال میں لگ جاتا ہے اور دانت نکلنے لگتے ہیں تو نر کو جذع اور مادہ کو جذعہ کہتے ہیں۔

حدیث میں تذکرہ:

''امام احمدؒ اور ابویعلیٰؒ موصلی نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ایک بکری کے بچہ پر سے گزر ہوا جس کو اس کے مالک نے خارش میں مبتلا ہونے کی وجہ سے گھر سے نکال دیا تھا تو آپ ؐ نے صحابہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس قدر یہ بچہ اپنے مالک کی نگاہ میں حقیر ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں دنیا حقیر ہے''۔

بزار نے مسند میں حضرت ابودردار رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:۔

''رسول اکرم ﷺ کسی قوم کی کوڑی خانہ سے گزرے وہاں پر ایک مرا ہوا بکری کا بچہ پڑا تھا اس کو آپ ؐ نے دیکھ کر فرمایا کہ اس کے مالک کو اس کی حاجت نہیں ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہوتی تو وہ اس کو کیوں پھینکتا نہیں۔ پھر آپ ؐ نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جس قدر یہ بچہ اپنے مالک کی نظر میں حقیر وذلیل ہے اس سے زیادہ دنیا اللہ کی نظر میں حقیر ہے لہٰذا تم میں سے کوئی اس دنیا سے محبت نہ رکھنا جو اس سے محبت رکھے گا وہ ہلاک ہو جائے گا''۔

سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ:۔

''جب رسول اللہ ﷺ حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی معیت میں غزوہ بدر کے لئے تشریف لے چلے تو ایک اعرابی (دیہاتی) سے ملاقات ہوئی۔ صحابہ کرامؓ نے اس اعرابی سے مخالفین (کفار مکہ) کے بارے میں جاننا چاہا کہ کچھ خبر ملے مگر اس سے ان کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ صحابہؓ نے اس اعرابی سے کہا کہ رسول اللہ کو سلام کرو وہ کہنے لگا کہ کیا تم میں جناب نبی کریم ﷺ بھی موجود ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہاں! چنانچہ اس نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ فی الحقیقت اللہ کے رسول ہیں تو آپ یہ بتلائیے کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس پر سلمہ بن سلامہ بن وقش جو اس وقت لڑکے تھے بول پڑے کہ تو رسول اللہ ﷺ سے ایسا سوال مت کر بلکہ میرے سامنے آ، میں تجھ کو بتلاؤں کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس کے پیٹ میں ایک سخلہ (بچہ ہے) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے سلمہ بن سلامہ وقش سے فرمایا کہ خاموش رہو تم اس کے سامنے فحش کہتے ہو، پھر آپ ؐ نے سلمہ سے منہ پھیر لیا''۔

حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو کچھ زیادتی کے ساتھ بیان فرمایا اور وہ زیادتی یہ ہے کہ:۔

''پھر آپ نے سلمہ سے منہ پھیرنے کے بعد اس سے بات نہیں کی۔ مقام روحاء میں مسلمانوں نے لوگوں کو مبارک باد دی تو سلمہ بن سلامہ نے رسول اللہ ﷺ سے مبارکبادی سے متعلق دریافت کیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ ہر قوم میں فراست ہے یہ صرف اشراف ہی جانتے ہیں''۔ پھر حاکم نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح مرسل ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فراست کے متعلق حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول حاکم نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے زیادہ فراست دان تین شخص، گزرے ہیں:۔

(۱) عزیز مصر، کہ جب اس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو فراست کے ذریعے آپ کی بزرگی کا اعتراف کر لیا اور

اپنی عورت سے کہا کہ ''اکرمی مثواہ'' اس کو عزت سے رکھ، شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں۔

(۲) حضرت شعیب علیہ السلام کی وہ صاحبزادی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے والد ماجد سے کہا تھا ''یٰٓاَبَتِ اسْتَاجِرْهُ'' ابا جان آپ اس کو نوکر رکھ لیں یہ طاقت وار اور امین شخص ہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جبکہ آپ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین اور خلیفہ منتخب فرمایا۔

اس کے بعد حاکم لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے راضی ہو کہ کس خوبی کے ساتھ ان تینوں ہستیوں کو فراست میں جمع کر دیا۔

سخلہ کا شرعی حکم:

بکری کا بچہ اگر کتیا کے دودھ سے پرورش پائے تو اس کا شرعی حکم جلالہ جانوروں کی طرح ہے۔ یعنی اس کا استعمال مکروہ ہے۔ ایک قول کراہت تنزیہہ کا ہے جن کو صاحب ''الشرح الکبیر وروضہ اور صاحب المنہاج نے اختیار کیا ہے۔ اس کے قائل علماء عراق ہیں۔ دوسرا قول کراہیت تحریم کا ہے۔ اس کے قائل امام غزالیؒ امام بغویؒ اور امام رافعیؒ ہیں۔

جلالہ ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو کوڑیوں (یعنی گندگی ونجاستؓ کے ڈھیروں) پر پھرتے رہتے ہیں خواہ وہ اونٹ ہو، بیل ہو یا گائے اور مرغی وغیرہ۔

جلالہ کا شرعی حکم باب الدال میں الدجاج (مرغی) کے تحت گزر چکا ہے اور یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مرغی کھانے کا ارادہ فرماتے تو چند ایام روک کر اس کی حفاظت فرماتے اور اس کے بعد کھایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کے دودھ اور گوشت کے استعمال سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس کو چند روز روک لینے کے بعد حفاظت کر لی جائے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار نجاست کے استعمال سے جانور جلالہ کے حکم میں شمار ہوتا ہے۔ بعض فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس جانور کا اکثر کھانا دانہ وچارہ وغیرہ نجاست ہے تو وہ جلالہ کے حکم میں داخل ہے ورنہ نہیں۔ نیز یہ بات واضح رہے کہ یہ ماکول اللحم جانوروں کے بارے میں ہے۔ اگر غیر ماکول اللحم ہوں تو وہ بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ ان کا گوشت ہی استعمال نہیں کیا جاتا۔

بعض فقہاء نے جانور کے جلالہ اور غیر جلالہ ہونے کے بارے میں یہ معیار مقرر کیا ہے کہ اگر اس کے لحم (گوشت) میں نجاست کی بو محسوس ہو تو وہ جلالہ ہے اور نجاست کی بو محسوس نہ ہو تو وہ غیر جلالہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جلالہ وہ جانور ہے جس کے گوشت میں نجاست کی بو محسوس ہو یا تمام گوشت میں یا اکثر میں اور اگر معمولی حصہ میں بو محسوس ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ اگر جلالہ جانور نے ایک مدت تک پاکیزہ صاف ستھرا دانہ چارہ کھایا جس کی وجہ سے گوشت کے اندر کی بو ختم ہوگئی اور اس کا گوشت مزکی ہوگیا تو ایسے جانور کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، پاکیزہ چارہ ودانہ کا استعمال کسی زمانے پر معلق نہیں ہے۔ بلکہ جب تک اس کا گوشت پاک وصاف نہ ہو جائے اس وقت تک استعمال کرایا جائے گا۔ اگرچہ بعض علماء نے چارہ کا زمانہ کے ساتھ تعین کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر جلالہ جانور اونٹ یا گائے بیل وغیرہ ہو تو چالیس یوم تک اس کو پاک چیز کھلانی چاہیے۔ اس وقت یہ جانور جلالہ کے حکم سے خارج ہو جائیں گے اور بکری میں سات دن اور مرغی کے بارے میں تین دن پاک چیز کھلانے پر غیر جلالہ جانوروں کا حکم دے دیا جائے گا۔

جلالہ جانوروں کی کھال کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا دباغت سے پاک ہوگی یا نہیں۔ ایک قول ہے کہ جلالہ جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہوجائے گی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کی کھال بھی دباغت سے پاک نہیں ہوگی۔

السِرحان

السِــرحــان (بکسرالسین) بھیڑیا اس کی جمع سراح وسراحین اور مونث سرحانہ آتا ہے۔ لغت ہذیل میں سرحان شیر کو کہتے ہیں۔ ابوالمثلم شاعر نے ایک شخص کا مرثیہ کہا ہے جس کا ایک شعر یہ ہے جس میں سرحان کو شیر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

هبـــاط أودية جـــمـــال الــوية شهـــاد أنــدية ســرحـــان فتيـــان

''وادیوں کا بہادر جھنڈوں کا اٹھانے والا اور مجلسوں کا شریک نوجوانوں کا شیر''۔

امام النحو سیبویہ نے سرحان بروزن فعلان میں نون کو زائدہ شمار کیا ہے۔

عجائب المخلوقات میں علامہ قزوینی نے کسی چرواہے کی حکایت نقل کی ہے کہ وہ بکریاں لے کر کسی وادی میں پہنچا وہاں پر بھیڑیا اس کی ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ چرواہے نے اس وادی میں کھڑے ہوکر بلند آواز سے پکارا۔ یا عامر الوادی! اس کے جواب میں اس کے کان میں آواز آئی کوئی کہہ رہا ہے کہ او بھیڑیئے! اس کی بکری واپس کردے۔ چنانچہ بھیڑیئے نے بکری واپس لاکر اس کے پاس چھوڑ دی۔ بھیڑیئے کا شرعی حکم اور طبی فوائد اور تعبیر لفظ ذئب کے تحت میں گزر چکا ہے۔

بھیڑیئے کی ضرب الامثال

اہلِ عرب کہتے ہیں ''سقط العشاء به علی سرحان'' یعنی وہ بھیڑیئے کا رات کا لقمہ بن گیا۔ اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک شخص رات کا کھانا مانگنے نکلا۔ اتفاقاً وہ کسی بھیڑیئے کے پاس گر پڑا اور بھیڑیئے نے اس کو اپنا لقمہ بنالیا۔ حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کہاوت کی اصلیت یہ ہے کہ ایک شخص رات میں غذا حاصل کرنے کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس کو بھیڑیا مل گیا۔ اس نے اس کو ہلاک کردیا۔

ابن الاعرابی فرماتے ہیں کہ سرحان نامی عرب میں ایک پہلوان تھا لوگوں پر ان کا رعب تھا۔ لوگ اس سے بہت خوف زدہ رہتے تھے۔ ایک دن کسی شخص نے کہا کہ میں اپنے اونٹ اس وادی میں چراؤں گا اور قسم کھا کر کہا کہ میں سرحان ابن ہزلہ نامی پہلوان سے بالکل نہیں ڈرتا سرحان کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ چنانچہ وہ آیا ہے اور اس کے اونٹ پکڑ کر لے گیا اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

ابــلــغ نــصـيحــه ان راعـی إبـلهــا سـقـط العشـاء بـه علـی سـرحـان

''بطور نصیحت کے یہ بات پہنچادے کہ اونٹوں کا چرانے والا، سرحان کی رات کی غذا بن گیا''۔

سـقـط العشـاء بـه علـی متنمر طـلـق اليـديـن معـاود لطعـان

''وہ ایسے شخص کی غذا بن گیا جو مثل چیتے کے تھا جوانمرد تھا اور طعان کا لوٹانے والا تھا''۔

مذکورہ بالا مثال ایسی طلب ضرورت کے وقت بولی جاتی ہے جو طالب ضرورت کی ہلاکت کا باعث بن جائے۔

السَرَطان

السرطان (س راء مفتوح، آخر میں نون) کیکڑا مشہور جانور ہے۔ اس کا دوسرا نام عقرب الماء پانی کا بچھو ہے۔ اس کی کنیت ابو بحر ہے۔ اس جانور کی پیدائش اگرچہ پانی میں ہوتی ہے لیکن اس کے اندر صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ خشکی میں بھی زندگی گزار سکتا ہے۔ یہ دوڑنے میں بھی تیز ہوتا ہے اس کے دو تالو ہوتے ہیں، پنجے اور ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔ دانت بہت ہوتے ہیں۔ اس کی کمر سخت ہوتی ہے۔ اگر کوئی انجان شخص اس کو دیکھے تو یہ خیال کرے گا کہ اس جانور کے نہ سر ہے اور نہ دم۔ اس کی آنکھیں اس کے شانوں میں اور اس کا منہ اس کے سینہ میں ہوتا ہے۔ اس کے تالو دونوں طرف سے چرے ہوئے ہوتے ہیں اور آٹھ پیر ہوتے ہیں۔ یہ ایک جانب سے پانی اور ہوا کو چیرتا ہوا چلتا ہے۔ کیکڑا سال میں کئی مرتبہ اپنی کھال بدلتا ہے اور اپنے رہنے کے مقام میں دو دروازے رکھتا ہے۔ ایک دروازہ پانی کی طرف اور ایک دروازہ خشکی کی طرف، جب یہ اپنی کھال بدلنے کے لئے اتارتا ہے تو پانی کی طرف کا دروازہ بند کر لیتا ہے تاکہ پانی کے جانوروں کے شر سے محفوظ رہے اور خشکی کی طرف کا راستہ کھلا رکھتا ہے تاکہ ہوا پہنچتی رہے اور اس کے بدن کی رطوبت خشک ہو کر اس میں سختی آجائے۔ جب اس کے بدن میں خشکی آجاتی ہے تو غذا حاصل کے لئے پانی کی طرف کا دروازہ پھر کھول دیتا ہے۔

حکیم ارسطا طالیس نے اپنی کتاب "النعوت" میں لکھا ہے کہ لوگوں کا گمان ہے کہ اگر کسی گڑھے میں مردہ کیکڑا چت پڑا ہوا ملے تو جس شہر یا جس زمین میں وہ اس حالت میں ہے تو وہاں کے لوگ آفاتِ سماویہ سے محفوظ رہیں گے۔ اگر کیکڑے کو پھل دار درخت پر لٹکا دیا جائے تو ان پر پھل بکثرت آویں گے۔ کسی شاعر نے کیکڑے کے اوصاف میں لکھا ہے۔ ع

فی سرطان البحر عجوبه ظاهرة للخلق لا تخفی

"سرطان بحری میں عجیب بات ہے جو لوگوں پر ظاہر ہے مخفی نہیں ہے"۔

مستضعف المشية لکنه البطش من جاراته کفا

"اگرچہ اس کی چال میں کمزوری ہے لیکن اس کے پنجوں میں دیگر بحری جانوروں کے مقابلہ میں قوت بطش (پکڑنے کی قوت) زیادہ ہے"۔

یسفر للناظر عن جملة متی مشی قدرها نصفا

"دیکھتے وقت دیکھنے والوں کو پورا نظر آتا ہے اور جب چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نصف ہے"۔

کہتے ہیں کہ بحر چین میں کیکڑوں کی بہت کثرت ہے۔ جب وہ دریا سے نکل کر خشکی پر آتے ہیں تو پتھروں میں گھس جاتے ہیں۔ حکیم حضرات ان کو پکڑ کر سرمہ بناتے ہیں جو بینائی کو تقویت دینے میں مفید ہے۔ کیکڑا نر مادہ کی جفتی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ سیپ سے نکلتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

کتاب الحلیہ میں ابوالخیر دیلمی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک خیر النساج کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی میرے لئے بہترین رومال بُن دو اور یہ بتلاؤ اس کی اجرت کیا ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا دو درہم۔ کہنے لگی اس وقت تو میرے پاس درہم نہیں ہیں البتہ کل آؤں گی اور ساتھ میں بُننے کی اجرت اور رومال کے واسطے کپڑا بھی لیتی آؤں گی۔ آپ نے

فرمایا کہ اگر میں کل گھر پر نہ ملا تو ایک کام کرنا کہ کپڑا اور درہم ایک ساتھ لپیٹ کر دریائے دجلہ میں ڈال دینا۔ وہاں انشاء اللہ دونوں چیزیں مجھ کو مل جائیں گی۔ چنانچہ اگلے روز وہ عورت آئی اور وہ گھر پر موجود نہیں تھے۔ کچھ دیر تو وہ ان کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ مگر جب وہ نہیں آئے تو اس عورت نے دو درہم کپڑے میں لپیٹ کر دریا میں ڈال دیا۔ ڈالتے ہی ایک کیکڑا سطح آب پر آیا اور وہ اس کپڑے کو منہ میں دبا کر ڈبکی مار گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے اپنی دوکان کھولی۔ اس کے بعد وضو کرنے دریا کے کنارے گئے۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ کیکڑے نے پانی سے منہ نکالا جلدی جلدی شیخ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور اس کی کمر پر کپڑے کی وہ پوٹلی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر وہ پوٹلی لے لی اور کیکڑا الوٹ گیا۔ ابوالخیر فرماتے ہیں کہ یہ شیخ جب اپنی دوکان پر آ کر بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ میری نظروں نے ایسا ایسا ماجرا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کے واسطے اس کا میری زندگی میں کسی سے تذکرہ نہ کرنا۔ میں نے کہا بہت اچھا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

شرعی حکم:

کیکڑے کا کھانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نجس ہوتا ہے۔ بقول رافعہ کیکڑے کا کھانا اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ اس کے کھانے سے نقصان ہوتا ہے امام مالکؒ کے مذہب میں اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص:

کیکڑے کے کھانے سے کمر کے درد میں نفع ہوتا ہے اور کمر مضبوط ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص کیکڑے کا سر اپنے بدن پر لٹکائے تو اگر رات گرم ہوئی تو اس کو نیند نہیں آئے گی اور اگر گرم نہ ہوئی تو نیند آ جائے گی۔ اگر کیکڑے کو جلا کر اس کی راکھ بواسیر میں مل دی جائے تو بواسیر جاتی رہے گی خواہ وہ کیسی ہی ہو۔ اگر اس کی ٹانگ کسی درخت پر لٹکا دی جائے تو اس درخت کے پھل بغیر کسی علت کے جھڑ جائیں گے۔ کیکڑے کا گوشت سل کے مریضوں کو بہت نفع دیتا ہے۔ اگر کیکڑے کو تیر کے زخم پر رکھ دیا جائے تو تیر کی نوک وغیرہ کو زخم سے نکال دیتا ہے۔ سانپ اور بچھو کے کاٹے پر اگر اس کو رکھ دیا جائے تو بھی بہت نفع ہوتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

کیکڑا خواب میں ایک نہایت باہمت مکار اور فریبی کی دلیل ہے۔ اس کا گوشت کھانا اس بات کی علامت ہے۔ کہ دیکھنے والے کو کسی دور دراز ملک سے مال حاصل ہوگا اور کبھی کیکڑے کو خواب میں دیکھنا مال حرام کی علامت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اَلسُّرْعُوْب

اَلسُّرْعُوْب: بضم السین وسکون الراء۔ نیولا، اس کا دوسرا نام نمس بھی ہے۔

السَرفُوت

السرفوت: (سین پر فتحہ اور فاء پر ضمہ) یہ ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے۔ شیشہ کے اندر رہتا ہے اور اپنا گھونسلہ بناتا ہے اور اسی میں انڈے بچے دے دیتا ہے اور یہ اپنا ٹھکانہ ایسی جگہ بناتا ہے جہاں آگ ہر وقت جلتی رہتی ہو۔ ابن خلکان نے یعقوب صابر کے حالات میں ایسا ہی تحریر کیا ہے۔

السُّرُفَة

السُّـــرفة :سین پر ضمہ راہ ساکن بقول ابن سکیت یہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔جس کا سر کالا اور باقی بدن سرخ ہوتا ہے۔یہ اپنا گھر مربع شکل کا اس طور پر بتاتا ہے کہ پتلی پتلی لکڑیاں لے کر ان کو اپنے لعاب سے جوڑتا ہے اور وہیں پر بیٹھ جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔

حدیث شریف میں السرفۃ کا تذکرہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ جب تو مقام منیٰ میں پہنچے اور فلاں فلاں جگہ جائے تو وہاں تجھ کو ایک درخت ملے گا کہ اس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ اس سے ٹڈی گرتی اور نہ اس پر سرفۃ تصرف کرتا اور نہ اس کو اونٹ وغیرہ چھوتے ہیں تجھ کو چاہیے کہ اس درخت کے نیچے قیام کرے کیونکہ اس درخت کے نیچے ستر انبیاء کرام علیہم السلام قیام فرما چکے ہیں''۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ حشرات میں شامل ہے۔

الامثال:

اہلِ عرب مثال دیتے ہیں کہ فلان اصنع من سرفۃ تفصیلی بیان باب الھمزہ میں آ چکا ہے ملاحظہ فرمالیں۔

السَّرمان

السُّرمان: بھڑ کی ایک قسم ہے جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔زرد بھی ہوتا ہے اور کالا بھی۔

السَّردة

(مونث ٹڈی)

السرماح

السرماح: نر ٹڈی

السعدانة

اس سے مراد کبوتری ہے۔

السعلاة

(غول بیابانی) السعلاۃ: یہ غول بیابانی کی سب سے خبیث قسم ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ کبھی لمبی اور کبھی موٹی ہو جاتی ہے۔اس کی

جمع سعال آتی ہے۔ جب عورت خبیثہ ہو جاتی تو عرب کے لوگ کہتے ہیں سعلاۃ یعنی خبیثہ ہوگئی۔ شاعر کا قول ہے۔

لقد رأیت مذأمسا ۔۔۔ عجائزا مثل السعالی خمسا

''شام کے وقت میں نے ایک عجیب تماشا دیکھا کہ پانچ بوڑھی عورتیں جو چڑیلوں جیسی معلوم ہو رہی تھیں''۔

یاکلن ما اصنع همسا ۔۔۔ لا ترک اللّٰہ لھن ضرسا

''انہوں نے یہ کام کیا کہ جو کچھ میں نے پکایا تھا چپکے چپکے بیٹھی ہوئی کھاتی رہیں خدا ان کے ڈاڑھ اور دانت توڑ ڈالے''۔

ابوعمر شاعر کہتے ہیں۔

یا قبح اللّٰہ بنی السعلاۃ ۔۔۔ عمرو بن یربوع شرار النات

''اے اللہ بنو سعلاۃ کے ساتھ بدترین معاملہ کیجئیو۔ کیونکہ عمر ابن یربوع بدترین شخص ہے نہ

یسوا اعفا ولا أکیات

انہیں معاف کرنا اور نہ چھوڑنا

کہتے ہیں کہ عمر ابن یربوع جس کو شاعر نے شرار النات کہا ہے انسان اور سعلاۃ کی ہم بستری سے پیدا ہوا تھا۔ قبیلہ جرہم کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ملائکہ اور بنی آدم کی لڑکیوں کی باہمی صحبت سے پیدا ہوئے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فرشتوں میں سے کسی فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہاروت و ماروت کی طرح زمین پر اتار دیا۔ زمین پر آ کر اس کا تعلق بھی عورتوں سے ہوگیا۔ اس قبیلہ سے قبیلہ جرہم پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں کہ بلقیس ملکہ سباء اور سکندر ذوالقرنین اسی قسم کے باہمی تعلق سے پیدا ہوئے ہیں۔ ذوالقرنین کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی والدہ انسان اور والد فرشتہ تھے۔ مذکورہ بالا توہمات کے متعلق علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہ ہے کہ ملائکہ، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہوتے ہیں۔ اس کے قائل حضرت قاضی عیاض و دیگر علماء ہیں۔ قبیلہ جرہم اور ملکہ بلقیس اور ذوالقرنین کے بارے میں جو لوگوں کا غلط خیال ہے وہ شرعی طور پر ممنوع ہے اور ہاروت و ماروت کے قصہ سے اس پر استدلال کرنا لایعنی اور فضول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا خیال یہ ہے کہ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلایا کرتے تھے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو بددین شخص تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے فرشتے ہرگز نہیں تھے۔ کیونکہ جادو سکھانا فرشتوں کا کام نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ اور حسن بصریؒ نے کلام پاک کی اس آیت میں ''وَمَاأُنْزِلَ عَلَى الْمَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْت'' ملکین کے لام کو زبر کے بجائے کسرہ پڑھا ہے۔ ہاروت و ماروت کے متعلق مفصل گفتگو باب الکاف میں کلب کے تحت آئے گی۔ انشاءاللہ۔

ذوالقرنین کے نام ونسب کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ چنانچہ صاحب ابتلاء الاخیار فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین کا نام اسکندر تھا۔ آپ کے والد اپنے زمانے میں علم نجوم کے متبحر عالم تھے۔ فلکی اثرات کے جس قدر وہ ماہر تھے اس وقت اور کوئی نہ تھا ان کی عمر زیادہ ہوئی ہے۔ ایک رات انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ جاگتے جاگتے میری طبیعت خراب ہوگئی ہے۔ لہٰذا یہ جی چاہتا ہے کہ آنکھ لگالوں میرے بجائے تم جاگتی رہو اور آسمان کو تکتی رہو۔ جس وقت ایک ستارہ فلاں جگہ (انگلی کے اشارہ سے جگہ کا تعین کر کے بتلایا) طلوع ہو تو تم مجھ کو جگا دینا میں اٹھ کر تمہارے ساتھ صحبت کروں گا اس سے تم حاملہ ہو جاؤ گی اور تمہارے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اخیر

زمانہ تک زندہ رہے گا۔ یہ کہہ کر وہ سو گئے۔ اتفاق کی بات کہ سکندر کے والد کی سالی یعنی ذوالقرنین کی خالہ اپنے بہنوئی کی یہ بات سن رہی تھی۔ اس نے اپنے شوہر سے یہ قصہ بیان کر دیا۔ جس وقت وہ ستارہ معینہ جگہ پر طلوع ہوا سالی جاگ کر فوراً اپنے شوہر سے ہم بستر ہوگئی۔ چنانچہ اس کو حمل رہ گیا اور مدت حمل گزر جانے کے بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام خضر رکھا گیا۔ ادھر سکندر کی والدہ آسمان کو تک رہی تھی کہ اس کے شوہر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر آیا اور ستارہ کو دیکھنے لگا۔ لیکن اس وقت وہ ستارہ اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے مجھ کو جگایا کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا مجھ کو اس کام کے لئے جگاتے ہوئے شرم آئی اس بناء پر نہیں جگایا۔ یہ سن کر شوہر بولا کہ میں چالیس سال سے اس ستارہ کا انتظار کر رہا تھا تم نے میری ساری محنت اکارت کر دی۔ خیر اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ایک گھڑی بعد ایک دوسرا ستارہ نکلے گا اس وقت میں تمہارے ساتھ ہم بستر ہوں گا اور اس حمل سے ایسا بچہ ہوگا جو سورج کے دونوں قرنوں کا مالک ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس حمل سے سکندر ذوالقرنین پیدا ہوئے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی خالہ کے بطن سے حضرت خضر علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ذوالقرنین کے بارے میں وہب ابن منبہ کی روایت اس کے خلاف ہے۔ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین ایک رومی شخص تھے وہ ایک بڑھیا کے اکلوتے بیٹے تھے۔ اصل نام سکندر تھا چونکہ آپ مرد صالح تھے تو اللہ تعالیٰ نے جوان ہونے پر آپ کو لفظ ذوالقرنین سے خطاب کیا اور کہا کہ اے ذوالقرنین میں تم کو زمین کی مختلف قوموں کی جانب مبعوث کرنے والا ہوں۔ تو ذوالقرنین نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی کہ الہ العالمین! میں اس امر عظیم کی طاقت نہیں رکھتا نہ میرے پاس مادی قوت ہے کہ میں ان کا مقابلہ کروں اور نہ قوتِ گویائی ہے کہ میں ان سے گفتگو کروں اور نہ صبر کی طاقت کہ ان کے ظلم کا صبر کروں اور نہ ان کی زبان کو جانتا ہوں کہ ان کی بات سمجھوں۔ نہ میرے پاس دلیل وحجت ہے اور نہ عقل وحکمت ہے۔ کوئی بھی چیز میرے پاس ایسی نہیں ہے کہ جن سے کہا جا سکتا ہو کہ میں اس امر عظیم کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ آپ غفور الرحیم ہیں مجھ ضعیف بندہ پر رحم فرمایئے۔ آپ ہی کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہم کسی بندہ کو اس کی وسعت وطاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہارا سینہ علم وحکمت سے معمور کر دیں گے۔ ہر طرح کی قوت سے مالا مال کر دیا جائے گا اور تیسری زبان کو کشادہ کر دوں گا تو ہر زبان میں گفتگو کرے گا میں تیری سماعت کھول دوں گا پس تو ہر چیز کی آواز سن لے گا میں نظر تیز کر دوں گا پس تو ہر چیز کو دیکھ لے گا اور میں تمہیں ہیبت کا لباس پہنا دوں گا پس تو کسی چیز سے نہیں گھبرائے گا اور تیرے لئے نور وظلمت کو مسخر کر دوں گا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و اتیناہ من کل شئی سببا (اور ہم نے اس کو عطا کیا ہر چیز کا سامان)۔ ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین صعب ابن ذی مرشد الحمیری کا لقب ہے جو وائل بن حمیر کی اولاد میں سے ہے۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ آپ کا اصل نام مرزبان ابن مردویہ ہے اور اہل سیر نے ذکر کیا ہے کہ سکندر یونان ابن یافث کی اولاد میں ایک شخص ہیں اس کا نام ہرمس تھا اور اس کو ہردیس بھی کہا جاتا تھا۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتب سیر وتواریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکندر نام کے دو شخص جدا جدا زمانے میں گزرے ہیں۔ ایک ان میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر اور دوسرے حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ کے قریب گزرے ہیں۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذوالقرنین شاہِ فارس کا لقب ہے کہ جس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں یا اس سے قبل ایک باغی بادشاہ کو قتل کیا تھا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سکندر کو ذوالقرنین سے ملقب کرنے میں بھی کافی اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ وہ روم اور فارس کا بادشاہ تھا اس وجہ سے اس کو ذوالقرنین کا لقب دیا گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قرن کے معنی سینگ کے آتے ہیں اور ذوالقرنین کے

معنی دوسینگوں والا، چونکہ آپ کے سر میں دوسینگوں کی طرح کچھ چیز تھی اس لئے آپ کو ذوالقرنین کہا گیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں سورج کے دونوں قرنوں کو پکڑے ہوئے ہوں جس کی تعبیر یہ لی گئی کہ آپ مشرق ومغرب کا دورہ کریں گے۔ چوتھا قول آپ نے اپنی قوم کو جس وقت توحید کی دعوت دی تو آپ کی قوم نے آپ کی کنپٹی پر ضرب لگائی اور جب دوسری مرتبہ دعوت دی تو دوبارہ بھی دوسری کنپٹی پر ضرب لگائی۔

پانچواں قول یہ ہے کہ آپ والد اور والدہ کی جانب سے نجیب الطرفین تھے اس سبب سے ذوالقرنین کہلائے۔ چھٹا قول ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں دوصدی پوری کر لیں تھیں اس وجہ سے ذوالقرنین لقب پڑا کیونکہ قرن کے معنی صدی کے بھی آتے ہیں۔ ساتواں قول یہ ہے کہ جب آپ قتال کرتے تو ہاتھ پاؤں اور رکابوں سے قتال کرتے۔ آٹھواں قول ہے کہ آپ کے دو خوبصورت زلفیں تھیں اس وجہ سے ذوالقرنین کہلائے۔ کیونکہ قرن کے معنی زلف کے بھی آتے ہیں۔ راعی شاعر نے مندرجہ ذیل شعر میں قرن کو زلف کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

فلثمت فاها آخذا بقرونها شرب النزيف لبرد ماء الحشرج

''میں نے اس کے منہ کو بند کیا اور اس کی زلفیں پکڑیں، اس نے خالص پانی پیا ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنے جگر کو''۔

اس کے علاوہ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کو علم ظاہر و باطن دیا گیا تھا اور یہ کہ آپ اسکندریہ کے ایک شخص تھے اور آپ کا نام اسکندر اور والد کا نام فیلبش رومی تھا اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کا زمانہ ہی ہے۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ روئے زمین پر چار ہوئے ہیں۔ دو مومن اور دو کافر، مومنین میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ذوالقرنین ہیں اور کافرین میں نمرود، بخت نصر اور اس امت محمدیہ میں پانچویں ایک اور ہوں گے۔ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔

ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے جو لوگ آپ کی نبوت کے قائل ہیں وہ اس آیت شریفہ سے استدلال کرتے ہیں ''قلنا یاذو القرنین'' جو حضرات آپ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آپ ایک عادل صالح آدمی تھے اور یہی قول علامہ دمیریؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ آپ کی نبوت کے قائلین کا کہنا ہے کہ جو فرشتہ آپ پر نازل ہوتا تھا اس کا نام قیائیل ہے اور یہ وہی فرشتہ ہے جو قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا اور سب مخلوق میدانِ حشر میں جمع ہو جائے گی۔ اب اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جاحظ فرماتے ہیں کہ توالد و تناسل کا سلسلہ انسان اور جنات کے درمیان واقع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ ''وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ'' یعنی ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاؤ۔ تو اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرکت ہو سکتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جنی عورتیں انسانی مردوں پر ہم بستری کی غرض سے فریفتہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جنوں کے مرد انسانی عورتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جنوں کے مرد انسانی مردوں پر اور جنی عورتیں انسانی عورتوں پر خوش بود ہوا کرتیں۔ حق تعالیٰ سورۂ رحمٰن میں فرماتے ہیں ''لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ'' اور ان حوروں کو اس سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ہاتھ لگایا۔ اس آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنوں کے مردوں میں عورتوں سے صحبت کرنے کی خواہش نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں جنتیوں کو اس قسم کا یقین کیوں دلاتے؟

سہیلی سعلاۃ اور غول میں فرق بیان کرتے ہیں کہ سعلاۃ دن میں اور غول رات میں انسان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ علامہ قزوینیؒ فرماتے ہیں سعلاۃ غول کے برخلاف ایک شیطانی قسم ہے۔ عبید ابن ایوب شاعر کہتا ہے۔

وساحرة عینی لوأن عینها رأت ما ألاقیه من العزل جنت

''اور وہ میری آنکھوں کی نظر بندی کرنے والی ہے اگر وہ نظر اٹھا کر دیکھ لے تو خوف ودہشت کا انبار جمع ہو''۔

ابیت و سعلاۃ دغول یقفرۃ اِذ اللیل واری الجن فیہ أرنت

''سعلاۃ آئی تو رات کی تاریکیاں اپنی ساتھ لائی اور تاریکیاں بھی گھٹاٹوپ''۔

سعلاۃ زیادہ تر جنگلوں میں پائے جاتے ہیں اور جب وہ کسی انسان کو اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں تو اس کو خوب نچاتے ہیں اور کھلاتے ہیں۔ بعض اوقات ان کو بھیڑیا کھا جاتا ہے اور جب بھیڑیا ان کو پکڑ لیتا ہے تو شور مچاتا ہے کہ بچاؤ مجھ کو بھیڑیا پھاڑ رہا ہے اور بعض اوقات وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں۔ جو شخص مجھ کو بچائے گا تو میں اس کو ایک ہزار دینار دوں گا۔ لوگ چونکہ سعلاۃ کی آواز سے اور اس کے دھوکہ سے واقف ہیں اس لئے اس کو کوئی بچانے نہیں جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بھیڑیا اس کو کھالیتا ہے۔

السُّفُنَّج

(ایک پرندہ) السفنج: سین پر ضمہ فاء ساکنہ یہ ملحق بخماسی ہے اور تیسرا حرف مشدد ہے ایک پرندہ کو کہتے ہیں۔

السقب

السقب: اونٹنی کا بچہ۔ اس کی جمع اسقب، سقاب وسقوب آتی ہے اور مونث سقبہ اور والدہ کا نام مسقب ومسقب ہے۔ اہلِ عرب مثال دیتے ہیں کہ ''اذل من السقبان'' کہ فلاں آدمی سقبان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

السقر

السقر: علامہ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ السقر شاہین کے مثل ایک پرندہ ہوتا ہے۔ شاہین کے مقابلہ میں اس کی ٹانگیں موٹی ہوتی ہیں صرف سرد ممالک میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بلاد ترک میں بکثرت موجود ہیں۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت یہ پرندہ پر چھوڑا جاتا ہے تو اس کے چاروں طرف بشکل دائرہ چکر لگاتا ہے اور جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اس نے چکر لگانا شروع کیا تھا تو سب پرندے اس دائرے میں آ جاتے ہیں اس سے باہر کوئی نکلنے نہیں پاتا۔ اگر چہ شمار میں ایک ہزار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس کے بعد وہ ان سب کو لے کر آہستہ آہستہ نیچے اترتا ہے یہاں تک کہ زمین سے آ کر لگ جاتے ہیں پھر ان کو شکاری پکڑ لیتے ہیں ایک بھی بچ کر نہیں جاتا ہے۔

السقنقور

السقنقور: یہ جانور سقنقور ہی کے نام سے مشہور ہے اور دو قسم کا ہوتا ہے ایک ہندی اور دوسرا مصری سقنقور بحر قلزم میں جس میں فرعون غرق ہوا تھا پایا جاتا ہے اور بلاد حبشہ میں پیدا ہوتا ہے۔ پانی میں مچھلی کا اور خشکی میں قطاء کا شکار کرتا ہے۔ سانپوں کی طرح ان کو نگل جاتا ہے۔ اس کی مادہ بیس انڈے دیتی ہے اور ان کا بالو (ریت) میں دبا دیتی ہے۔ یہی اس کا سینا ہے۔ تمیمی کہتے ہیں کہ اس مادہ کے دو فرج اور نر کے دو ذکر ہوتے ہیں۔

حکیم ارسطو فرماتے ہیں سقنقور ایک بحری جانور ہے اور سمندر کے ان مقامات میں پیدا ہوتا ہے جہاں بجلی کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ اس کے اندر عجیب بات یہ ہے کہ یہ اگر انسان کے کاٹ لے تو انسان اگر پہلے پانی پر پہنچ جاتا ہے تو سقنقور مر جاتا ہے اور اگر سقنقور پہلے پہنچ جائے تو انسان مر جاتا ہے۔ سقنقور اور سانپ میں فطری عداوت ہے جو جس پر غالب آ جاتا ہے وہ اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ سقنقور اور گوہ کے درمیان کئی اعتبار سے فرق ہے۔ اول یہ ہے کہ گوہ خشکی کا جانور ہے اور خشکی میں ہی رہتا ہے اور سقنقور دریائی جانور ہے۔ پانی میں یا اس کے قریب رہتا ہے۔ (۲) سقنقور کی کھال گوہ کی کھال سے زیادہ نرم ہوتی ہے۔ گوہ کی پشت روادار اور مٹیالی رنگ کی ہوتی ہے جبکہ سقنقور کی پشت زرد اور کالی ہوتی ہے۔ سقنقور کا نر قابلِ قدر چیز ہے کیونکہ جو نفع قوتِ باہ کے سلسلہ میں اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے وہ نر میں ہوتا ہے مادہ نہیں ہوتا۔ یہ نفع تجربہ میں آ چکا ہے بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ سقنقور اس نفع کے لئے خاص ہے۔ اس کے اعضاء کا وہ حصہ جو کمر کی طرف سے اس کی دم سے ملا ہوا ہے اس کام کے لئے نافع تر چیز ہے اس کا طول تقریباً دو ذراع اور عرض نصف ذراع ہوتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ سقنقور ہمارے زمانے میں بلاد مصریہ میں سوائے فیوم شہر کے اور کہیں نہیں پایا جاتا ہے اور جب اس کی مانگ ہوتی ہے تو اسی شہر سے منگایا جاتا ہے۔ اس کا شکار موسم سرما میں ہوتا ہے کیونکہ سردی کے زمانے میں وہ خشکی پر آ جاتا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ یہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی وجہ اس میں حرمت کی بھی ہو تو اس وقت حرام ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر گوہ کے مشابہ لیا جائے تو یہ حرام ہو جائے گا۔ اور رہی وہ قسم جو باب الہمزہ میں گزر چکی ہے تو باتفاق حرام ہے کیونکہ وہ کچھوے سے پیدا ہوتا ہے اور کچھوے کا استعمال ممنوع ہے۔

طبی خواص

سقنقور ہندی کا گوشت گرم تر ہے جب تک وہ تازہ رہتا ہے اور اس سقنقور کا گوشت جس میں نمک بھر دیا جائے تو بہت زیادہ گرم ہو جاتا ہے۔ اس میں رطوبت بہت کم ہوتی ہے خاص طور پر جبکہ سقنقور کو لٹکے ہوئے زیادہ عرصہ گزر جائے اس بناء پر اس کا کھانا ان لوگوں کے موافق نہیں آتا جن کا مزاج گرم خشک ہوتا ہے لیکن وہ لوگ جو سرد تر مزاج والے ہیں ان کے لئے زیادہ موافق آتا ہے۔ اگر دو شخص جن میں آپس میں عداوت ہو ساتھ مل کر اس کا گوشت کھالیں تو عداوت ختم ہو جائے گی۔ اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگیں گے۔

سقنقور کے گوشت اور چربی کی خاصیت ہے کہ اس کے کھانے سے شہوت میں برانگیختگی پیدا ہو جاتی ہے اعصاب میں جو امراض باردہ عارض ہوتے ہیں ان کو نافع ہے اگر تنہا استعمال کیا جائے تو زیادہ نافع ہوتا ہے جبکہ دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر استعمال کرنا زیادہ سودمند نہیں۔ استعمال کرنے والا اپنے مزاج اور عمر اور موسم کے لحاظ سے ایک مثقال سے تین مثقال تک پیتا رہے تو بہت مفید ثابت ہو۔

حکیم ارسطو کا قول ہے کہ سقنقور کے گوشت سے جسم موٹا ہوتا ہے اور درد کمر اور درد گردہ جاتا رہتا ہے۔ اگر اس کی کمر کے بیچ کا حصہ کسی شخص کی کمر میں لٹکا دیا جائے تو ذکر میں ہیجان پیدا ہو اور قوتِ باہ میں زیادتی ہو جائے۔

خواب میں تعبیر:

سقنقور کو خواب میں دیکھنا ایسے امام عالم کی علامت ہے جو ظلمات میں راہبری کرے۔ کیونکہ اس کی کھال تاریکی میں چمکتی ہے اور اس کا کھانا قوت کو بڑھاتا ہے اور بدن میں حرارت پیدا کرتا ہے۔

السلحفاة البریه

السلحفاة البریہ: خشکی کا کچھوا (لام پر فتحہ) اس کا واحد سلاحف آتا ہے۔ بقول راوی اس کا واحد سلحفہ ہے۔ یہ جانور خشکی میں انڈے دیتا ہے ان میں سے جو بیضہ دریا میں گر جاتے ہیں ان سے بحری کچھوے اور جو خشکی میں رہ جاتے ہیں۔ ان سے بری کچھوے پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں قسموں کے بچے بڑھ کر بکری اور اونٹ کے بچوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ جب ان کا نر مادہ سے جفتی کا خواہشمند ہوتا ہے اور مادہ آمادہ نہیں ہوتی۔ وہ ایک قسم کی گھاس منہ میں رکھ کر لاتا ہے جس کی بو سونگھ کر وہ راضی ہو جاتی ہے۔ اس گھاس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ جس کے پاس ہوگی تو وہ شخص اپنے ہم جنسوں میں مقبول رہے گا۔ اس گھاس کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ جب مادہ انڈے دیتی ہے تو وہ اس کو برابر دیکھتی رہتی ہے اور یہی دیکھنا اس کا سینا ہے اس لئے اس کے نیچے کا حصہ بہت سخت ہوتا ہے۔ اس سختی کی بناء پر اس کے اندر حرارت نہیں ہوتی جس سے کہ اس کو گرمی پہنچے۔ بعض اوقات کچھوا سانپ کی دم دبا لیتا ہے اور اس کا سر کاٹ کر دم کی طرف سے چبا لیتا ہے۔ سانپ اپنی دم کچھوے کی کھوپڑی میں دے کر مارتا ہے اور خود مر جاتا ہے۔

کچھوے کو اپنے شکار پکڑنے کا عجیب طریقہ معلوم ہے وہ پانی سے نکل کر خشکی میں لوٹتا ہے۔ اس طرح اس کے جسم پر مٹی چڑھ جاتی ہے۔ پھر وہ چھپ کر ایسی جگہ بیٹھ جاتا ہے جہاں سے پرندے پانی پر گزرتے ہوں۔ پرندے اس کو شناخت نہیں کر پاتے۔ جب کوئی پرندہ ادھر سے گزرتا ہے تو یہ جست لگاتا ہے اور پکڑ کر پانی میں لے جاتا ہے اور وہاں بیٹھ کر اس کو کھاتا ہے۔ اس کے نر اور مادہ کے دو دو آلہ تناسل ہوتے ہیں۔ نر مادہ پر عرصہ تک سوار رہتا ہے۔ کچھوے کو سانپ کھانے کا بہت شوق ہے۔ وہ اس کے زہر سے بچنے کے لئے سعتر کھا لیتا ہے اس سے سانپ کا زہر اس پر اثر نہیں کرتا۔ کسی شاعر نے اس کے وصف کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

لحا اللّٰہ ذات فم اخرس تطیل من السعی وسواسها

''غارت کردے اللہ تعالیٰ اس جانور کو جو صاحب دھن ہونے کے باوجود گونگا ہے اور ذرا سی سعی سے اس کے وسواس میں ترقی ہوتی ہے۔

تکب علی ظهرها ترسَها وتظهر من جلدها رأسها

''اپنی ڈھال کو اپنی کمر پر الٹ دیتا ہے اور اپنی جلد سے اپنا سر نکال لیتا ہے''۔

اذا الحذر أقلق احشاها وضيق بالخوف أنفساها

''اس لئے کہ ڈرنا اس کو قلق پیدا کر دیتا ہے اور خوف کی وجہ سے اس کا سانس تنگی کرنے لگتا ہے''۔

تضم الی نحرها کفها وتدخل فی جلدها راسها

''تو اپنی گردن سے اپنے پنجوں کو ملا لیتا ہے اور اپنے سر کو جلد میں داخل کر دیتا ہے''۔

شرعی حکم:

امام بغویؒ نے اس کو حلال کہا ہے اور امام رافعیؒ اس کی حرمت کے قائل ہیں اس لئے کہ یہ سانپوں کو کھاتا ہے۔

ابن حزمؒ فرماتے ہیں کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی دونوں حلال ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ محرمات اور محلات جانوروں کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا زمین سے حلال طیب چیزیں کھاؤ

آگے فرماتے ہیں:۔

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ "کہ محرمات کوتفصیل سے بیان کردیا گیا ہے"۔

حالانکہ ان محرمات میں کچھوے کا تذکرہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ کچھوا حلال ہے خواہ خشکی کا ہو یا دریائی۔

الامثال:

اہل عرب مثال دیتے ہیں کہ "فلانٌ ابله من سلحفاة" یعنی وہ کچھوے سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔

طبی خواص

علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی جگہ سردی کی شدت محسوس ہونے لگے اور اس سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایک کچھوا پکڑ کر اس کو الٹا چت لٹا دیا جائے تا کہ اس کے ہاتھ پاؤں آسمان کی طرف اٹھے رہیں تو اس جگہ سردی سے تکلیف نہ پھیلے گی۔ اگر ہاتھ پاؤں پر اس کا خون مل دیا جائے تو وجع مفاصل (جوڑوں کے درد میں) نفع دے۔ اگر اس کا خون ملنے پر مداومت کی جائے تو ہاتھ پاؤں کا پھٹنا اور تشنج کو نفع دے۔

اس کا گوشت کھانے سے بھی یہی فائدہ ہوتا ہے اور اگر کچھوے کا گوشت سکھا کر اور پیس کر چراغدان میں جلایا جائے تو جو شخص چراغ جلائے گوز مارنے لگے۔ یہ بات تجربہ میں آ چکی ہے۔ انسان کے جس عضو میں درد ہو اگر کچھوے کا وہی عضو اس پر لٹکا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درد جاتا رہے۔ اگر کچھوے کے ہیجان کے وقت اس کی دم کا کنا .ہ لے کر جو شخص اپنے بدن میں لٹکائے تو اس کی باہ میں ہیجان پیدا ہو جائے اگر کچھوے کی کھوپڑی کا ڈھکن بنا کر ہانڈی پر ڈھک دیا جائے تو اس میں ابال نہ آئے۔

خواب میں تعبیر:

کچھوا خواب میں دیکھنا اس عورت کی مثال ہے جو بہت بناؤ سنگار کر کے کسی مرد کی طلب گار ہو یا عالم یا قاضی القضاۃ کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سمندر کے حالات سے بہت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص دیکھے کہ کچھوے کا بہت زیادہ اکرام کیا جارہا ہے تو وہاں علماء کی خوب تواضع اور اکرام ہوگا۔

اگر کوئی شخص خواب میں کچھوے کا گوشت کھائے تو اس سے علمی استفادہ ہو اور بقول نصاریٰ وہ علم و مال حاصل کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السلحفاة البحريه

السلحفاة البحريه: دریائی کچھوا۔ اس کا دوسرا نام لجات بھی ہے لہٰذا اس کا مفصل بیان باب اللام میں آئے گا۔

جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ کسی سپاہی کی لڑکی نے اپنے گلے کا ہار ایک بحری کچھوے کو پہنا دیا۔ وہ اس کو لے کر سمندر میں ڈبکی مار گیا۔ اس پر لڑکی نے یہ کہا یا قوم نزاف! **نزاف لم يبق في البحر غير غراف!** اے قوم سمندر! سمندر کا پانی سینچ ڈالو یہاں تک کہ اس میں صرف چلو بھر پانی بچ جائے۔ اس کچھوے کی کھوپڑی کو عربی میں "ذبل" کہتے ہیں۔ اس کی کنگھیاں بنائی جاتی ہیں اور ان کنگھیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کو سر میں کرنے سے بالوں میں لیکھیں نہیں رہتیں۔ اگر اس کی کھوپڑی کو جلا کر اس کی راکھ کر لی جائے اور اس راکھ کو انڈے کی سفیدی میں ملا کر کے گھٹنوں اور ہاتھوں کی پھٹن پر لگایا جائے تو نفع ہو۔

فائدہ: رسول اکرم ﷺ کے پاس عاج کی ایک کنگھی تھی۔ عاج سے مراد کچھوے کی کھوپڑی ہے اور اس کی کنگھیاں اور کنگھن بنائے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت ثوبانؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے عاج کی دو کنگھی خرید لیں۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاج ہاتھی کی ہڈی کو بھی کہا جاتا ہے۔ وہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے اور اس کی کنگھی بالوں میں استعمال کرنا جائز ہے۔

السلفان

السلفان (سین پر کسرہ چکور کے بچے، اس کا واحد لسف بروزن صرد آتا ہے اور اس کے مؤنث کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ اس کا مؤنث سلفۃ نہیں آتا اور بعض فرماتے ہیں کہ سلفۃ بروزن سلکہ آتا ہے۔

السلق

السِلق (بکسر السین) بھیڑیا۔ اس کا مونث سلقۃ آتا ہے۔ یہ لفظ کلام پاک میں بھی مستعمل ہوا ہے۔ یعنی اس آیت شریفہ میں:
فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ.

السِلک

السلک قطاء کے بچے اور بقول بعض چکور کے بچے کو بھی سلک کہا جاتا ہے۔ مونث سلکۃ آتا ہے۔ اور اس کی جمع سلکان آتی ہے اس کا واحد سلکانہ آتی ہے اور اہل عرب سلیک ابن سلکہ سے مثال بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک شخص کا نام ہے جو سلیک المقانب کے نام سے مشہور ہے۔ شاعر نے یہ مصرعہ اسی کے بارے میں کہا ہے ع الی الھول امضی من سلیک المقانب۔ یہ شخص عرب کے ان عجیب وغریب لوگوں میں سے ایک ہے جس کا ذکر باب العین میں کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

السلکوت

السلکوت: ایک پرندے کا نام ہے۔

السَّلوىٰ

السلوىٰ: بیٹر کے مانند ایک سفید پرندہ ہے۔ اس کا واحد سلوئی ہے۔ سلویٰ کے معنی شہد کے بھی آتے ہیں۔ چنانچہ خالد ابن زہیر شاعر کہتے ہیں۔

وقاسمھا باللّٰہ جھدًا لانتم　　　الذ من السلوی اذا مانشورھا

''اور ان دونوں کو خدا کی قسم دی اور قسم بھی نہایت مضبوط بیٹر کے طریقہ پر جبکہ اس سے بہترین غذا تیار کی جائے''۔

اس شعر میں سلویٰ سے مراد شہد ہے لیکن زجاجی کہتے ہیں کہ خالد نے یہاں غلطی کی ہے جو سلویٰ کو شہد کے معنی میں لیا ہے بلکہ سلویٰ ایک پرندہ ہے۔ بعض علماء نے سلویٰ کے معنی گوشت کے بیان کئے ہیں۔ چنانچہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ گوشت کو سلویٰ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ انسانوں کو جملہ قسم کے سالنوں سے فارغ البال کر دیتا ہے۔ لوگوں نے اس کا نام قاطع الشہوات رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اس کو استعمال کرنے کے بعد دیگر سالنوں کی خواہش باقی نہیں رہتی۔

علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلویٰ، یہ بیٹر کا دوسرا نام ہے جبکہ دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بیٹر نہیں ہے بلکہ بیٹر کی صورت کا ایک الگ پرندہ ہے۔

امام النحو اخفش فرماتے ہیں کہ سلویٰ کا واحد سننے میں نہیں آیا۔ ممکن ہے دفلی کے مانند یہی واحد اور یہی جمع ہو۔

اور یہ ایسا پرندہ ہے جو بارہ مہینے سمندروں کے درمیان رہتا ہے اور شکاری پرندے مثلاً باز وغیرہ جب دردِ جگر میں مبتلا ہوتے ہیں تو سلویٰ کی تلاش میں نکل جاتے ہیں اور جب وہ مل جاتا ہے تو اس کو پکڑ کر اس کا جگر کھا کر اچھے ہو جاتے ہیں۔ بقول مشہور سلویٰ وہ پرندہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ''من'' کے ساتھ بنی اسرائیل پر نازل فرمایا تھا اور وہ شہد نہیں تھا جیسا کہ خالد نے اس کو غلطی سے سمجھ لیا۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث الانبیاء میں اور مسلم شریف میں باب النکاح میں محمد ابن رافع کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرزاق نے ان سے معمرؒ نے اور ان سے ہمام ابن منبہؒ نے اور ان سے حضرت ابو ہریرۃؓ نے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا اور اگر حضرت حوا نہ ہوتیں تو عورت اپنے شوہر سے کبھی خیانت نہ کرتی۔

علماء فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ''من وسلویٰ'' نازل فرمایا تو بنی اسرائیل کو اس من وسلویٰ کے ذخیرہ کرنے کی ممانعت فرما دی مگر انہوں نے حق تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اس کا ذخیرہ بنانا شروع کر دیا۔ لہٰذا اس وقت سے وہ سڑنے لگا اور اسی وقت سے گوشت میں سڑاند پیدا ہونے لگی۔

ابن ماجہ نے ابوالدرداءؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ دنیا اور اہلِ جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔ انہی سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہیں سے ہدیہ میں گوشت آتا تھا تو آپ اس کو قبول فرما لیتے تھے اور جب کبھی آپ کی گوشت کی دعوت کی جاتی تھی تو آپ منظور فرما لیتے تھے اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور عمدہ گوشت پیٹھ کا ہے۔ ہمارے شیخ برہان الدین نے کیا خوب کہا ہے۔

لما رایت سلوی عزّ مطلبہ — عنکم وعقد اصطباری صار محلولا

''اور جب میں نے دیکھا کہ تم سے سلویٰ کا طلب کرنا مشکل ہو گیا اور میرے صبر کی گرہ کھل گئی یعنی میرے سے صبر نہ ہو سکا''۔

دخلت بالرغم من تحت طاعتکم — لیقضی اللّٰہ امرا کان مفعولا

ترجمہ: ''میں اپنی خلاف مرضی تمہاری اطاعت میں داخل ہو گیا تاکہ جو امر ہونے والا ہے حق تعالیٰ اس کو پورا فرما دیں''۔

اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔

سلویٰ کے طبی خواص:

ابن زہر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آشوبِ چشم میں مبتلا ہو تو سلویٰ کی آنکھ اس کے بدن پر لٹکا دی جائے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کی آنکھ کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو دردِ جگر کو نفع دے۔ اگر اس کی بیٹ کو سکھا کر پیس کر ایسے زخموں پر ملا جائے۔ جس میں خارش

ہوتی ہوتو بہت نفع دے۔ اگر اس کا سر کبوتروں کے اڈے میں دفن کر دیا جائے تو اس جگہ جتنے کیڑے مکوڑے ہوں گے سب بھاگ جائیں گے۔ اگر گھر میں اس کی دھونی دی جائے تو کیڑے وہاں نہ رہیں گے۔

سلویٰ کا خواب میں دیکھنا:

سلویٰ کی خواب میں تعبیر، رفع تنگی، نجات از دشمن، خیر اور رزق بلا مشقت کی دلیل ہے۔ بعض اوقات اس کا دیکھنا کفرانِ نعمت، زوالِ مصیبت اور تنگی معاش کی علامت ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جبکہ بنی اسرائیل نے ''من سلویٰ'' کے تبدیل کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی کہ اے ہمارے رب! ہم اس سے اکتا گئے ہیں۔ ہمیں تو اب دوسری چیز مثلاً پیاز، ککڑی وغیرہ عنایت فرما تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ'' تم اس چیز کے مقابلہ میں جو اعلیٰ ہے وہ چیز طلب کرتے ہو جو کم تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السُمَانی

(بیٹر) السُمانی: (سین پر ضمہ اور نون پر فتحہ) بقول زبیدی یہ حباری کے وزن پر آتا ہے۔ یہ جانور زمین پر رہتا ہے اور جب تک اس کو اڑایا نہ جائے خود سے نہیں اڑتا۔ اس کو عرب لوگ قتیل ارعد بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بجلی کی گرج سے مرجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بیٹر کے بچے انڈے سے نکلتے ہی اڑنے لگتے ہیں۔ اس کے اندر عجیب بات ہے کہ موسم سرما میں خاموش رہتا ہے اور جب موسم بہار آتا ہے تو یہ پرندہ بولنے لگتا ہے۔ اس کی غذا دوز ہر قاتل ہیں جس کا نام عربی میں بیش بیشاء ہے۔ بیٹر ان پرندوں میں سے ہے جن کے متعلق کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں سے آتے ہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بیٹر بحر مالح سے آتی ہے کیونکہ وہاں پر اڑتی ہوئی دیکھی گئی ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس کا ایک بازو پانی میں ڈوبا ہوا اور دوسرا کھلا ہوتا ہے۔ اہلِ مصر کو اس سے بہت رغبت ہے۔ وہ اس کو گراں قیمت پر خریدتے ہیں۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا بالاجماع حلال ہے۔

بیٹر کے طبی خواص:

بیٹر کا گوشت گرم خشک ہے۔ مگر اس کا تازہ گوشت نہایت عمدہ ہے۔ اس کے کھانے سے وجع مفاصل یعنی جوڑوں کا درد دور ہوتا ہے۔ لیکن گرم مزاج والوں کے جگر کو نقصان دیتا ہے۔ البتہ اس کی اصلاح دھنیہ اور سرکہ سے ہوجاتی ہے۔ اس کا گوشت گرم خون پیدا کرتا ہے۔ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے موافق ہے۔ اس کا مسلسل استعمال کرنا مثانہ کے پتھروں کو ختم کردیتا ہے اور پیشاب کھل کر لاتا ہے۔ اگر بیٹر کا گوشت کھانے پر مداومت کی جائے تو دل کی سختی دور ہو کر اس میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہتے ہیں یہ خاصیت صرف اس کے دل میں پائی جاتی ہے۔

بیٹر کا خواب میں دیکھنا:

اس کو خواب میں دیکھنا کسانوں کے لئے فوائد و منافع کی علامت ہے۔ بعض اوقات لہو ولعب اور فضول خرچی کی دلیل ہے۔ نیز اس جرم کے مرتکب ہونے کی علامت ہے جس کا نتیجہ قید ہو۔

السمحج

(گدھی) السمحج: لمبی پشت والی گدھی یا گھوڑی دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے ہاں البتہ مذکر کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا۔

السِمُع

السمع: بکسر السین اسکان المیم وبالعین المهمله فی آخره) یہ بھیڑیئے کا بچہ ہے جو بجو کی جفتی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہ درندہ ہے جس کے اندر بجو کی شدت قوت اور بھیڑیئے کی جرات و ہمت ملی جلی پائی جاتی ہے۔

جوہریؒ فرماتے ہیں سمع وہ بھیڑیا ہے جو سبک ترین اور لاغر ہو۔ اس کی رانوں میں گوشت کم ہوتا ہے۔ نیز جوہری فرماتے ہیں کہ ہر بھیڑیا طبعاً لاغر ہوتا ہے۔ یہ صفت اس کے لئے لازم ہے اور جیسا کہ بجو کی صفت لنگڑا پن ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

تراه حدید الطرف ابلج واضحا   اغر طویل الباع اسمع من سمع

''تو اس کو دیکھے گا تیز نظر والا اور چوڑے سینے والا اور سب سے زیادہ سننے والا''۔

کہتے ہیں کہ اس کی جست (چھلانگ) بیس یا تیس ذراع سے کم نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات اس سے بھی بڑھ جاتی ہے ابن ظفر نے اپنی کتاب ''خیر البشر بخیر البشر'' میں ربیعہ ابن ابی نزار سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں نے مجھ سے بیان کیا جب اللہ تعالیٰ نے جنگ حنین میں اپنے رسول ﷺ کو فتح دی تو ہم لوگ گھاٹیوں میں جا چھپے اور ہم میں اس قدر نفسا نفسی کا عالم تھا کہ دوست، دوست سے منہ موڑ رہا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ جس وقت ایک گھاٹی میں پناہ گزین تھا تو میری ایک لڑکی پر نظر پڑی جس کا چت کبرا سانپ پیچھا کر رہا تھا اور لونڈی بے تحاشا بھاگ رہی تھی۔ میں نے یہ دیکھ کر ایک پتھر اٹھایا اور سانپ کے مار دیا۔ اتفاقاً وہ پتھر اس کے لگ گیا اور سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں اٹھ کر اس کو دیکھنے پہنچا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ لڑکی تو میرے پہنچنے سے پہلے ہلاک ہوگئی اور سانپ تڑپ رہا تھا کہ پکارنے والے نے ایسی ڈراؤنی آواز میں مجھ کو پکارا کہ ایسی آواز اس سے قبل میں نے نہیں سنی تھی وہ کہہ رہا تھا تو نے ایک رئیس کو مار ڈالا اور تو نے یہ قدم غلط اٹھایا۔ یہ کہہ کر یا داثر یا داثر پکارنے لگا۔ دوسری طرف سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا کہ لبیک لبیک۔ پھر اس نے جواب دینے والے سے کہا کہ بنی غدافر کے پاس جلدی سے جا کر کہہ دے۔ اس کافر نے کیا کر ڈالا۔ میں نے اس پر چلا کر کہا کہ بے خبری میں مجھ سے ایسا ہو گیا اور میں تمہاری پناہ میں آنا چاہتا ہوں تم مجھ کو اپنی پناہ میں لے لو۔ اس نے جواب دیا کہ میں ہرگز ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ایک مسلمان کے قاتل اور غیر اللہ کے پوجنے والے کو ہرگز ہرگز پناہ میں نہیں لے سکتا۔ اس پر میں نے باواز بلند کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر تو مسلمان ہو گیا تو تجھ پر قصاص ساقط ہو جائے گا اور تیری خلاصی ہو جائے گی اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تیری جان چلی جائے گی۔ میں نے فوراً کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اس پر آواز آئی کہ تو نے نجات پالی اور ہدایت حاصل کی۔ اگر تو مسلمان نہ ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔ اب تُو جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ میں اپنے آثار قدم پر واپس چلا آیا اور اس کو کہتے ہوئے سنا۔

امتط السمع الازل   یعل بک التل

''ایک تیز رفتار بھیڑیئے پر سوار ہو جا وہ تجھ کو ایک ٹیلہ پر پہنچا دے گا''۔

فهنــاک ابـو عـامـر　　　　يتبـع بک الــفـل

''وہاں تجھ کوابو عامر ملے گا وہ تیغ پراں لے کر تیرے پیچھے چلے گا''۔

میں نے مڑکر دیکھا تو سچ مچ وہاں ایک بڑے شیر جیسا جانور کھڑا ہے۔ چنانچہ میں اس پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھ کو لے کر چل دیا اور مجھ کو لے کر ایک ٹیلہ پر پہنچا اور اس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں سے مجھ کو مسلمانوں کا لشکر دکھائی دینے لگا میں اس کے اوپر سے اتر گیا اور مسلمانوں کے لشکر کی طرف چل دیا۔ جب میں لشکر کے قریب پہنچا تو لشکر میں سے ایک شہ سوار نکل کر میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ ہتھیار ڈال دو۔ میں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ سن کر اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! میں نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور پوچھا کہ تم میں ابو عامر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ ہی کو ابو عامر کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا الحمد للہ! پھر وہ بولا کہ تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ سامنے سب تمہارے بھائی مسلمان ہیں۔ پھر وہ فرمانے لگے کہ میں نے تم کو ٹیلہ پر سوار دیکھا تھا وہ تمہارا گھوڑا کہاں ہے؟ میں نے ان کو اپنا پورا قصہ سنایا۔ جس کو سن کر انہوں نے بہت تعجب کا اظہار کیا ہے۔ پھر میں مسلمانوں سے مل کر ہوازن کی تلاش میں نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا ارادہ پورا فرمایا قبیلہ ہوازن کو شکست اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر محرم نے حالت احرام میں اس مذکورہ بچہ کو ہلاک کر دیا تو اس کی جزاء واجب ہوگی یا نہیں؟ ابن القاص فرماتے ہیں جزاء واجب نہیں ہوگی۔ صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ جزا واجب ہوگی محرم کے لئے اس سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔

ضرب الامثال

ضعیف اور کمزور کی مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں ''اسـمـع مـن سِمُع'' کہ فلاں آدمی بھیڑیئے کے بچے سے بھی زیادہ لاغر ہے۔ بھیڑیئے کے بچے سے اس وجہ سے مثال دیتے ہیں کہ بھیڑیئے کے بچے کے لئے کمزوری لازم ہے جس طریقہ پر بجو کے لئے (لنگ) لنگڑا پن لازم ہے۔

السمائم

(ابابیل کے مثل ایک پرندہ)

السِمسم

(لومڑی) اس کا بیان پہلے آ چکا۔

السِمُسِمَة

(سرخ چیونٹی) السـمـسـمة: (بکسر السین) یہ سرخ چیونٹی ہے اس کی جمع سماسم آتی ہے۔ ابن الفارس نے اپنی کتاب مجمل میں

بیان کیا ہے کہ اَلسِمْسِمہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں اور اسی معنی کے ذریعہ حدیث کی تفسیر بیان کی ہے جو حضرت امام مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سزا بھگتنے کے بعد ایک جماعت (مسلمانوں کی) دوزخ سے نکالی جائے گی۔ اس وقت وہ ایسے معلوم ہوں گے گویا وہ ''عیدان السماسم'' ہیں۔ پھر وہ جنت کی ایک نہر میں غسل کریں گے۔ جب غسل سے فارغ ہوں گے تو معلوم ہوگا سفید کاغذ ہیں۔ عیدان السماسم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ سماسم سمسم کی جمع ہے اور سمسم ایک مشہور دانہ ہے جس کا تیل نکالا جاتا ہے (اس کو ہندی میں تِل بھی کہتے ہیں)

ابوالسعادات ابن الاثیر کہتے ہیں کہ سماسم سمسم کی جمع ہے۔ تِل کی لکڑیاں جبکہ ان سے دانہ نکال کر ڈال دیا جائے اس وقت وہ بہت پتلی ہوتی ہے اور اس قدر سیاہ ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آگ سے نکالی گئی ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ تک اس لفظ کے صحیح معنی کی جستجو میں رہا اور لوگوں سے دریافت بھی کیا مگر کسی سے مجھ کو تشفی بخش جواب نہیں ملا۔ ممکن ہے یہ لفظ محرف ہوگیا ہو۔ بعض اوقات عیدان السماسم سے مراد سیاہ لکڑی مثلاً آبنوس وغیرہ ہوتی ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر علماء کا بھی یہی قول ہے کہ مذکورہ لفظ کے معنی معلوم نہ ہو سکے۔ شاید کہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو سیاہ ہو جیسے آبنوس وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السمک

(مچھلی) السمک: مچھلی۔ پانی میں پیدا ہونے والا مشہور جانور ہے۔ اس کا واحد سمکہ اور جمع اسماک، اسموک آتی ہے۔ یہ پانی کا جانور کثیر الانواع ہے اور ہر نوع کا نام علیحدہ علیحدہ ہے۔ اس سلسلہ میں حدیث شریف ٹڈی کے ذیل میں گزر چکی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے ایک ہزار گروہ بنائے جن میں چھ سو پانی میں اور چار سو خشکی میں بسائے۔

مچھلی کی ایک قسم اتنی بڑی بھی ہے کہ انسان کی نگاہ اس کی ابتداء اور انتہا کو نہیں دیکھ سکتی۔ اور اس قدر چھوٹی بھی ہیں کہ نگاہ ان کے ادراک سے قاصر ہے۔ ان جملہ اقسام کی بود و باش پانی کے اندر ہے۔ وہ پانی میں اس طرح سانس لیتی ہے جس طرح کہ انسان اور خشکی کے دوسرے جانور ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ مچھلی اپنے قیامِ زندگی کے لئے ہوا سے مستغنی ہے۔ لیکن انسان اور حیوانات اس سے مستغنی نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مچھلی از جنس عالم ارض ہے عالم ہوا سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

جاحظ کا قول ہے کہ مچھلی اللہ تعالیٰ کی تسبیح پانی کے اندر کرتی ہے پانی کے اوپر نہیں کرتی۔ خشکی کی بادِ نسیم جس پر کہ پرندوں کی زندگی کا انحصار ہے اگر ایک گھنٹہ بھی مچھلی پر مسلط کر دی جائے تو جان سے چلی جاتی ہے۔ چنانچہ کسی شاعر کا یہ قول ہے۔

تغمه النشوة والنسیم ولا یزال مغرقا یعوم

''بوئے خوش اور بادِ نسیم اس کو غم میں ڈال دیتی ہے اس لئے وہ برابر ڈوبی رہتی ہے اور سمندر میں تیرتی رہتی ہے۔''

فی البحر والبحر له حمیم وامه الوالدة الرؤم تلهمه جهراً وما یریم

''اور سمندر اس کے لئے گرم چشمہ ہے اور اس کی والدہ وہاں سے نہیں ٹلتی اور اس کو کھا جاتی ہے۔''

مندرجہ بالا شعر میں مچھلی کے بارے میں لفظ اُم کا استعمال کیا گیا تو معلوم ہوا انسانوں کے علاوہ بھی لفظ ام کا استعمال جائز ہے۔ اور شاعر نے کہا کہ مچھلی اس کو کھا جاتی ہے اس بناء پر کہ بعض مچھلی ایسی ہوتی ہے کہ ان کا رزق و خوراک مچھلی ہی ہوتی ہے اس لئے بعض بعض کو کھا جاتی ہے۔ اسی بناء پر امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مچھلی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ جاحظ کا یہ کہنا کہ مچھلی ہوا سے مرجاتی ہے علی الاطلاق صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت امام غزالیؒ نے بعض مچھلیوں کو اس قید سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ یعنی مچھلی کی بعض انواع ایسی ہیں کہ وہ ہوا میں زندہ رہ سکتی ہیں۔ مچھلی کی ایک قسم وہ ہے جو سطح پر اڑتی ہے اور کچھ دور دوڑ کر پانی میں گر جاتی ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

لبسن الجواشن خوف الردی   علیهن من فوقهن الخوذ

''زرہ پہنی ہلاکت کے خوف کی بناء پر، اور سروں پر پہن رکھی ہے لوہے کی ٹوپی۔ لیکن جب ہلاکت کا

فلما اتیح لها اهلکت   برد النسیم الذی یستلذ

وقت آیا تو ان کو ہلاک کر دیا نسیم سحر کے جھونکوں ہی نے حالانکہ یہ جھونکے روح افزاء ہوتے ہیں۔

مچھلی کا معدہ اس کے منہ کے قریب ہونے کی وجہ سے سرد مزاج ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بہت کھاتی ہے مچھلی کے گردن نہیں ہوتی اور اس کے شکم میں ہوا بالکل داخل نہیں ہوتی اور نہ وہ بولتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پھیپھڑا نہیں ہوتا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ گھوڑے کے تلی اور اونٹ کے پتہ اور شتر مرغ کے گردہ نہیں ہوتا۔ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے اس لئے چھوٹی مچھلی کنارے کے قریب کم پانی میں آجاتی ہے۔ کیونکہ بڑی مچھلی کم پانی میں نہیں ٹھہر سکتی۔ مچھلی تیز رفتار واقع ہوئی ہے جس طرح سے کہ سانپ تیز دوڑتا ہے۔

بعض مچھلیاں نر مادہ کی جفتی سے اور بعض کیچڑ سے پیدا ہوتی ہیں۔ مچھلیوں کے انڈوں میں نہ سفیدی ہوتی ہے اور نہ زردی ہوتی ہے بلکہ ایک رنگ ہوتے ہیں۔ مچھلیوں میں پرندوں کی طرح قواطع اور اوابد ہوتے ہیں۔ قواطع ان جانوروں کو کہتے ہیں جو موسم کے اعتبار سے جگہ بدلتے ہیں اور اوابد ان جانوروں کو کہتے ہیں جو ہر حال میں ایک جگہ رہتے ہیں۔ لہٰذا بعض مچھلیاں کسی موسم میں آتی ہیں اور کسی میں نہیں آتیں۔ مچھلیوں کی انواع میں سقنقور، دلفین، عنبر وغیرہ بھی داخل ہیں جس کا ذکر موقع بموقع آئے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

مچھلیوں میں ایک قسم وہ بھی ہوتی ہے جو سانپ کی شکل میں ہوتی ہے

ایک مچھلی اور ہوتی ہے جس کو عربی میں رعادہ (گرجنے والی مچھلی) کہتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹی مچھلی ہوتی ہے۔ مگر اس کی خاصیت یہ ہے کہ جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے تو جال اگر شکاری کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے۔ شکاری چونکہ اس سے واقف ہوتا ہے تو جب کبھی وہ مچھلی جال میں آجاتی ہے تو اس کی رسی کو کسی درخت سے باندھ دیتے ہیں جب تک کہ وہ مر نہیں جاتی رسی کو نہیں کھولتے اس لئے کہ مرنے کے بعد اس کی یہ خاصیت زائل ہو جاتی ہے۔ شیخ شرف الدین محمد بن حماد بن عبداللہ البوصیری مصنف قصیدہ بردۃ نے شیخ زین الدین محمد بن رعاد کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

لقد عاب شعری فی البریة شاعر   ومن عاب اشعاری فلا بد ان یهجی

''لوگوں میں صرف ایک شاعر نے میرے اشعار میں عیب لگایا، اور جو شخص میرے اشعار میں عیب لگائے۔ اس کی ہجو کرنی ضروری ہے۔

فشعری بحر لا یری فیه ضفدع   ولا یقطع الرعاد یوماله لجا

''میرے اشعار سمندر کے مثل ہیں کہ ان میں مینڈک کا نام ونشان تک نہیں ہے اور رعاد مچھلی (مراد ابن الرعاد شاعر مذکور) ایک دن بھی اس کو منقطع نہیں کر سکتی''۔

ہندوستان کے حکیم اس مچھلی کو ان امراض میں استعمال کرتے ہیں جو شدتِ حرارت سے عارض ہوں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں اگر اس

مچھلی کو کسی مصروع (وہ شخص جس کو مرگی کا عارضہ ہو) کے قریب رکھ دیا جائے تو اس کو نفع دے۔ اگر عورت اس کے جزء کو اپنے بدن پر لٹکائے تو مرد کو اس کی جدائی گوارا نہ ہو۔ حق تعالیٰ نے سمندر میں اتنے عجائب وغرائب رکھے ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں ہے۔ اس بارے میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کافی ہے کہ:

حَدِّثُوا عن البحر ولا حرج

''سمندر کا ذکر کیا کرو کہ اس میں کوئی حرج نہیں''۔

مچھلی کی ایک قسم وہ ہے جس کو شیخ الیہودی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز باب الشینؒ میں اس کا بیان آئے گا۔

عجیب واقعات:

قزوینیؒ نے عجائب المخلوقات میں تحریر کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ہارون المغربی نے بیان کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ بحر مغرب میں کشتی پر سوار ہوا۔ ہمارے ساتھ صقلیہ مقام کا رہنے والا ایک لڑکا تھا۔ اس کے پاس مچھلی پکڑنے کی ڈور اور کانٹا تھا۔ جب ہماری کشتی موضع برطون میں پہنچی تو اس لڑکے نے اپنی ڈور دریا میں پھینکی، اس میں بالشت بھر مچھلی پھنسی۔ لڑکے نے اس کو نکال لیا۔ جب ہم اس مچھلی کو دیکھنے لگے تو معلوم ہوا کہ اس کے داہنے کان پر اوپر کی جانب لا اِلٰہ اِلا اللہ اور نیچے کی جانب محمدؐ اور اس کے بائیں کان کے نیچے رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو حامد اندلسی کی کتاب تحفۃ الالباب میں لکھا ہے کہ بحر روم میں ایک مچھلی ہے جس کو تلب کہتے ہیں اس کو اگر بند کر کے رکھ دیا جائے تو جب تک وہ بند رہے گی مرے گی نہیں بلکہ پھدکتی رہے گی۔ اور اگر اس کو کاٹ کر اس کا ایک ٹکڑا آگ پر رکھ دیا جائے تو تڑپ کر باہر آ جائے گی۔ بعض اوقات اس زور سے تڑپ کر باہر آ جاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کے سینے پر آ لگتی ہے۔ جب اس مچھلی کو کسی ہانڈی میں پکایا جائے تو اس کو کسی لوہے یا پتھر سے ڈھک دیا جائے تا کہ اس کے اجزاء ہانڈی میں سے نکل نہ جائیں جب تک کہ وہ مکمل طور پر پک نہیں جاتی مرتی نہیں خواہ اس کے ہزار ٹکڑے کیوں نہ کر دیئے جائیں۔ امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب الزہد میں نوف بکالی سے روایت کی ہے کہ دو شخص ایک مومن اور ایک کافر مل کر مچھلی کا شکار کرنے گئے۔ کافر نے اپنے دیوتا کا اور مومن نے اپنے اللہ کا نام لے کر اپنا اپنا جال پھینکا۔ کافر ماہی گیر جتنی مرتبہ اپنا جال نکالتا مچھلیوں سے بھرا ہوا نکلتا اور جب مومن اپنا جال نکالتا تو وہ بالکل خالی آتا۔ شام تک دونوں کی یہی کیفیت رہی۔ چلتے وقت مومن کے ہاتھ ایک مچھلی لگی بھی تو اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پانی میں جا پڑی۔ غرض کہ جب دونوں واپس چلے تو مومن تو مچھلیوں سے بالکل تہی دست تھا اور کافر کا جھولہ بھرا ہوا تھا۔ مومن کے فرشتہ کو اس کی اس حالت کو دیکھ کر افسوس ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جا کر عرض کیا کہ اے میرے رب مومن بندہ جو تیرا ہی نام لیتا ہے وہ تو خالی ہاتھ آئے اور کافر بندہ جو تیرے غیر کی عبادت کرتا ہے وہ بھرپور لوٹے۔ حق تعالیٰ نے فرشتہ کو مومن کا گھر جنت میں اور کافر کا ٹھکانہ دوزخ دکھلا کر ارشاد فرمایا کہ جنت کے اس گھر کے مقابلہ میں (جب وہ اس گھر میں آ کر رہے گا) دنیا کی یہ تنگ دستی کچھ نقصان نہیں دے گی۔ اب تو ہی بتا کہ کافر کو اس کی مالداری اس عذاب عظیم سے کچھ نجات دے دے گی؟ فرشتے نے عرض کیا کہ اے میرے رب ہرگز نہیں۔

کتاب صفوۃ الصفوۃ میں ابو العباس بن مسروق سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں یمن میں تھا وہاں میں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا کہ دریا کے ساحل پر بیٹھا ہوا مچھلیاں پکڑ رہا ہے اور اس کے ایک طرف اس کی چھوٹی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ جب کبھی وہ چھوٹی مچھلی پکڑ کر زمین میں ڈالتا تو لڑکی اس کو پکڑ کر اپنے باپ کی بے خبری میں دریا میں ڈال دیتی تھی۔ ایک مرتبہ اس ماہی گیر نے پیچھے مڑ کر یہ دیکھنا

چاہا کہ کتنی مچھلیاں ہوگئی ہیں؟ تو دیکھا کہ تھیلا بالکل خالی ہے۔ اس نے لڑکی سے پوچھا کہ بیٹی وہ مچھلیاں کہاں گئیں؟ لڑکی نے جواب دیا کہ ابا جان میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ ہمارے رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مچھلی جب ہی جال میں پھنستی ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مجھ کو یہ اچھا معلوم نہیں ہوا کہ میں ایسی چیزوں کو کھاؤں جو اللہ کے ذکر سے غافل ہو۔ لڑکی کا یہ جواب سن کر باپ رو پڑا اور جال کو پھینک دیا۔

کتاب الثواب میں حضرت نافع ؒ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ آپ کو تازہ مچھلی کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں مچھلی بہت تلاش کی مگر نہیں ملی۔ کافی دنوں کے بعد اتفاقاً مچھلی مل گئی۔ میں نے ڈیڑھ درہم میں خرید لی اور اس کو تل کر ایک روٹی پر رکھ کر آپ کے سامنے لے گیا۔ اتنے میں ایک سائل دروازے پر آ کر مانگنے لگا۔ آپ نے غلام سے فرمایا کہ مچھلی کو روٹی میں لپیٹ کر اس سائل کو دیدے۔ غلام نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح عطا فرمائے آپ کا مدت سے مچھلی کھانے کو جی چاہ رہا تھا اور مچھلی مل نہیں رہی تھی۔ اب جبکہ بہت کوشش سے دستیاب کر کے ڈیڑھ درہم میں خرید کر آپ کے لئے پکائی تو آپ نے سائل کو دے دینے کا حکم دیا۔ ہم اس مچھلی کو ہرگز نہیں دیں گے بجائے اس مچھلی کے ہم سائل کو قیمت دے دیں گے۔

مگر آپ نے غلام کی ایک نہیں سنی۔ پھر وہی فرمایا کہ روٹی سمیت یہ مچھلی فقیر کو دے دو۔ چنانچہ غلام روٹی مچھلی لے کر سائل کے پاس گیا اور بجائے اس کے اس کو قیمت پر راضی کر لیا اور قیمت اس کو ادا کر دی۔ پھر وہ غلام مچھلی لے کر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے سائل سے مچھلی ایک درہم میں خرید لی۔ اب آپ اس کو تناول فرمالیں۔ یہ سن کر آپ نے کھانے سے انکار فرمایا اور پھر وہی جملہ ارشاد فرمایا کہ روٹی سمیت یہ مچھلی سائل کو دے دو۔ اور اس سے اس کی قیمت بھی جو تم اس کو دے چکے ہو واپس نہ لو کیونکہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر کسی کا کوئی شے کھانے کو جی چاہ رہا ہے اور وہ اپنی خواہش کو مار کر وہ شے کسی دوسرے حاجت مند کو دیدے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ سے متعلق اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے جو طبرانی نے باسناد صحیح حضرت نافع ؒ سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کو کسی بیماری کی شکایت ہوگئی اور آپ کا انگور کھانے کو جی چاہا۔ چنانچہ ایک درہم میں انگور کا خوشہ خرید لیا اور آپ کے پاس لایا گیا۔ اسی وقت ایک سائل آ گیا آپ نے وہ خوشہ سائل کو دے دیا۔ بیچ میں کسی شخص نے پڑ کر وہ خوشہ سائل سے ایک درہم میں خرید لیا اور پھر آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے پھر اس کو صدقہ فرما دیا۔ غرضیکہ تین مرتبہ اسی طرح دیا گیا اور خریدا گیا۔ چوتھی مرتبہ آپ نے کھالیا۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ سائل سے خریدا گیا ہے تو آپ ہرگز نہ کھاتے۔

سریجؒ ابن یونس فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا کہ ایک دکان پر دو تلی ہوئی مچھلیاں رکھی دیکھیں۔ ان کو دیکھ کر بچوں کے لئے خریدنے کا شوق پیدا ہوا۔ مگر میں نے کچھ نہیں کیا سیدھا نماز پڑھنے چلا گیا۔ نماز پڑھ کر گھر واپس ہی آیا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ دیکھا تو ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک طباق ہے۔ جس میں تلی ہوئی مچھلیاں، سرکہ اور کچھ پکی ہوئی کھجوریں تھیں اس نے وہ طباق مجھ کو دے کر کہا اے ابوالحرث یہ لو اور بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھاؤ۔

عبداللہ بن امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سریجؒ بن یونس کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اے سریج اپنی حاجت مجھ سے بیان کر۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب سربسر، مولف فرماتے ہیں کہ سربسر عجمی لفظ ہے جس کے معنی راس براس کے ہیں۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ سریج بن یونس ابوالعباس امام الفقہاء کے دادا

تھے۔

شرعی حکم:

مچھلی اپنی جمیع انواع واقسام کے ساتھ بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے۔خواہ وہ مری ہوئی کیوں نہ ہو موت کا ظاہری سبب موجود ہو جیسے جال میں پھنس کر مرجانا یا ظاہری سبب موجود نہ ہو ہر صورت میں حلال ہے۔ کیونکہ اس سے قبل یہ حدیث گزر چکی ہے: جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے دو مردار حلال کر دیئے یعنی مچھلی اور ٹڈی اور دو خون حرام کر دیئے یعنی جگر اور تلی"۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے اور دوسری دلیل اس کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ مری ہوئی بھی پاک ہے۔اس بارے میں تفصیلی بیان انشاءاللہ تعالیٰ باب العین میں اس حدیث کے تحت میں ذکر کیا جائے گا کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے ایک مچھلی پائی تھی جس میں سے جنابِ نبی کریم ﷺ نے بھی تناول فرمایا تھا۔

فقہی مسائل:

مسئلہ نمبر۱: مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی پاک ہے۔اس کے ہاتھ سے خرید کر اس کو کھانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو دیکھا کہ وہ مجوسی کی شکار کی ہوئی مچھلی کو خرید کر کھالیا کرتے تھے اور کوئی چیز ان کے دل میں نہیں کھٹکتی تھی۔ یہ مذکورہ حکم مچھلی کے بارے میں متفق علیہ ہے۔البتہ حضرت امام مالکؒ ٹڈی کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۲: مچھلی کو ذبح کرنا مکروہ ہے البتہ اگر وہ کافی بڑی ہو تو اس کو ذبح کر لینا مستحب ہے تاکہ اس کی آلائش بشکل خون جاری ہو جائے۔

مسئلہ نمبر۳: اگر چھوٹی مچھلی بغیر اس کی آلائش صاف کئے ہوئے پکالی گئی اور پکانے کے بعد اس کے پیٹ سے وہ آلائش نہیں نکلی تو اس کا کھانا جائز ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ نمبر۴: مچھلی کے علاوہ دریائی جانوروں کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مینڈک کے علاوہ تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے خواہ وہ دریائی جانور بشکل انسان ہی کیوں نہ ہو۔شوافع میں متقدمین میں سے ابوعلی الطبی نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔شرح القنیہ میں مذکور ہے کہ ابوعلی الطبی سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر وہ دریائی جانور بنی آدم کی صورت میں ہو تو کیا اس کا کھانا بھی جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اگرچہ عربی زبان میں گفتگو ہی کیوں نہ کرے اور کہے کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں اس کی اس بات کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ دریائی جانور تمام ہی قابلِ استعمال ہیں البتہ وہ جانور مستثنیٰ ہیں جو بشکل خنزیر، کتا، مینڈک ہوں اور بعض فقہاء یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ جانور جو خشکی کا ہو اور اس کو ذبح کر کے کھایا جاتا ہو تو اس کے مثل دریائی جانور بھی حلال ہوگا۔اسی قاعدہ پر یہ مسئلہ متفرع ہوگا۔ دریائی کتے اور خنزیر اور دریائی گدھا کا کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ جانور اور ان کے مشابہ خشکی کے جانور حرام ہیں اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ کیکڑا اور مینڈک اور کچھوا ان کے علاوہ تمام دریائی جانور حلال ہیں خواہ وہ کتے کی شکل میں ہوں یا خنزیر کی یا انسان کی یا ان میں سے کسی کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں ہو ہر صورت میں جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۵: اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ میں گوشت بالکل نہیں کھاؤں گا تو مچھلی کے کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ کیونکہ عرف عام میں مچھلی پر لحم (گوشت) کا اطلاق نہیں ہوتا اگر چہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس پر لحم کا اطلاق کیا ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ چراغ کی روشنی میں نہیں بیٹھوں گا اور وہ سورج کی روشنی میں بیٹھ جاتا ہے تو اس صورت میں بھی حانث نہیں ہوگا اگر چہ سورج کو اللہ تعالیٰ نے چراغ سے تعبیر کیا ہے۔ وجہ دونوں مسئلوں میں یہی ہے کہ عرف عام میں چراغ کا استعمال سورج کے لئے نہیں ہوتا اور قسم میں عرف عام کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ نیز اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فرش پر نہیں بیٹھوں گا تو زمین پر بیٹھنے سے حانث نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ عرف میں فرش کا اطلاق زمین پر نہیں ہوتا اگر چہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرش سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَ رْضَ مِهٰدا۔

لفظ سمک (مچھلی) کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا تمام دریائی جانورں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یا صرف مچھلی پر۔ حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا سمک کا اطلاق تمام دریائی جانوروں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے کلام پاک میں فرمایا **اُحِل لکم صید البحر و طعامه** کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا۔ طعام (کھانے سے) مراد تمام دریائی جانور ہیں۔ منہاج نامی کتاب میں مذکور ہے کہ سمک کا اطلاق صرف مچھلیوں پر ہوتا ہے۔

فقہی مسئلہ:۔ مطلق مچھلیوں اور ٹڈیوں کے اندر بیع سلم جائز ہے۔ چونکہ عام طور پر یہ دستیاب ہو ہی جاتی ہیں۔ جس قسم کی کوئی مچھلی طلب کی جائے گی وہ اس کو فراہم کی جاسکتی ہے۔ البتہ جو مچھلیاں پانی کے اندر ہیں وہیں پانی میں رہتے ہوئے ان کی بیع جائز نہیں کیونکہ یہ مجہول بیع ہو جائے گی اور مجہول بیع جائز نہیں ہے اور نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم مچھلیوں کی پانی میں رہتے ہوئے خرید و فروخت مت کیا کرو اس لئے کہ یہ ایک قسم کا دھوکہ دینا ہے۔ کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو خشکی اور تری دونوں میں رہتے ہیں۔ مثلاً مینڈک، مگرمچھ، سانپ، کیکڑا، کچھوا، تو یہ سب کے سب حرام ہیں۔ ان میں سے کچھ جانوروں کا بیان گزر چکا ہے اور بعض کا اپنے اپنے مواقع پر آنے والا ہے۔

مچھلی کے طبی خواص:

مچھلی کا گوشت سرد تر ہے۔ سب سے عمدہ مچھلی سمندر کی مچھلی ہوتی ہے کہ جس کی پشت پر نقش ہوتے ہیں اور چھوٹی ہوتی ہے۔ اس کے کھانے سے بدن تازہ ہوتا ہے۔ عام طور پر مچھلی کے کھانے سے پیاس زیادہ لگتی ہے اور خلط بلغمی پیدا کرتی ہے۔ البتہ گرم مزاج والوں اور نوجوانوں کے لئے اس کا کھانا مفید ہے۔ وہ مچھلی جو گرمیوں میں کھائی جاتی ہے اور گرم ملکوں میں پیدا ہوتی ہے نہایت عمدہ چیز ہے۔ مچھلیاں بہت قسم کی ہوتی ہیں ان میں جو سیاہ اور زرد رنگ کی ہوتی ہیں وہ اچھی نہیں ہوتی اور جو گوشت کھانے والی ہیں وہ بھی اچھی نہیں ہوتیں۔ ابرامیس اور بوری نامی مچھلیاں معدہ کے لئے مضر ہیں ان کے کھانے سے درد اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کھانے کے قابل نہیں ہوتی۔ نہروں کی مچھلیاں رقیق اور مرطوب ہوتی ہیں اور سمندر کی مچھلیاں اس کے خلاف ہوتی ہیں اور سلور نامی مچھلی جس کو جری بھی کہتے ہیں کثیر الغذا اور پیٹ کے جلن اور پھیپھڑوں اور آواز کو صاف کرتی ہے اور ماڑھی مچھلی منی میں زیادتی کرتی ہے۔

حکیم ابن سینا کا قول ہے کہ مچھلی کا گوشت اگر شہد کے ہمراہ کھایا جائے تو نزول الماء کے لئے مفید اور نگاہ کو تیز کرتا ہے۔ ایک دوسرے حکیم کا قول ہے کہ مچھلی کا گوشت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ قزوینی فرماتے ہیں کہ اگر تازہ مچھلی تازہ پیاز کے ساتھ کھائی جائے تو باہ میں اضافہ اور برانگیختگی پیدا کرتا ہے اور اگر گرما گرم کھالی جائے تو فائدہ دو چند ہو جائے۔ اگر شرابی مچھلی کو سونگھ لے تو اس کا نشہ اتر جائے

اور ہوش میں آ جائے۔

اگر مچھلی اور سمندری کوے کا پتہ ملا کر اس سے کسی کاغذ پر لوہے کے قلم سے لکھا جائے تو حروف سنہری دکھائی دیں گے اور مچھلی اور چکور کا پتہ ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو نزول الماء (موتیابند) کو فائدہ دے۔ مچھلی کا پتہ پانی میں ملا کر پینے سے خفقان دور ہوتا ہے۔ اگر شکر میں ملا کر حلق میں پھونکا جائے تو یہی مذکورہ فائدہ ہو۔

خواب میں تعبیر:

اگر کوئی شخص خواب میں مچھلی دیکھے اور ان کی گنتی، معلوم تو اگر چار کو دیکھے تو وہ اس کی بیویاں ہیں اور اگر چار سے زائد ہوں تو وہ مالِ غنیمت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ارشاد فرمایا وَھُوَ الَّذِیْ سَخَّرَلَکُمُ الْبَحْرَلِتَا کُلُوْا مِنْهُ لَحْماً طَرِیاً کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے دریا کو تمہارے لئے مسخر کر دیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت حاصل کر کے کھاؤ۔

مچھلی کی تعبیر بادشاہ کے وزیر سے بھی دی جاتی ہے۔ اگر اپنے آپ کو دیکھے کہ مچھلیاں پکڑ رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ بادشاہ کے لشکر سے مال حاصل ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو کنوئیں میں مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب لوطی ہے یا اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ وہ اپنے غلام کو کسی انسان کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے۔ نصرانی کا عقیدہ ہے کہ اگر گدلے پانی میں مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھے تو یہ بھلائی اور خوشی پر دلالت ہے۔ اگر صاحب فراش مریض نے مچھلی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا مرض رطوبات کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی مسافر اپنے بستر کے نیچے مچھلی دیکھے تو سفر میں پریشانی آنے کی علامت ہے۔ بسا اوقات مچھلی کا دیکھنا صاحبِ خواب کے غرق ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ یہ صاف پانی میں سے مچھلی کا شکار کر رہا ہے تو اس کے لئے نیک لڑکے کی بشارت ہے۔ کھاری پانی کی مچھلی دیکھنا سلطان کی جانب سے فکر کی علامت ہے۔ بقول دیگر خیر اور بھلائی کی نشانی ہے۔ چونکہ نمک مچھلی کو ہلاک ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ کھارے پانی کی مچھلی سے ملکوں کی جانب سے فکر کی علامت ہے اور بھنی ہوئی مچھلی کو دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ دیکھنے والا علم کی تلاش میں سفر کرے گا۔ اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ اس کی شرمگاہ سے مچھلی نکلی ہے اگر اس کی بیوی حاملہ ہے تو لڑکی پیدا ہونے کی بشارت ہے۔

تلی ہوئی مچھلی کو دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ صاحب خواب نے دینی دعوت قبول کر لی یا اس کی دعا مقبول ہوگئی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی تھی اور حق تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان پر تلی ہوئی مچھلی نازل کر دی۔

بڑی مچھلیوں کو دیکھنا مال غنیمت کی جانب اشارہ ہے اور چھوٹی مچھلیوں کو دیکھنا آلام و مصائب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ چھوٹی چھوٹی مچھلیوں میں گوشت کی نسبت کانٹے زیادہ ہوتے ہیں اور چھوٹی مچھلی کو کھانے میں پریشانی بھی زیادہ ہوتی ہے۔ مچھلی کو خواب میں دیکھنا قسم کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے اور کبھی صالحین کی عبادت گاہ مراد ہوتی ہے اور کبھی مسجد مراد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں جا کر حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کی تھی اور مسجدوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ نیز بسا اوقات رنج و غم، عہدہ کا زائل ہونا اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم یہود پر اپنا غضب نازل فرمایا اور ہفتہ کے دن ان پر مچھلیوں کا شکار کرنا حرام کر دیا تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی کو اگر خائف دیکھے تو خوف سے امن ہو اور اگر فقیر دیکھے تو مالدار ہو جائے اور پریشان حال دیکھے تو اس کی پریشانی دور ہو جائے۔ یہی تعبیر اس وقت دی جائے

گی۔ جب کہ کوئی شخص حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قید خانہ اور اصحابِ کہف کا غار اور حضرت نوحؑ کا تنور خواب میں دیکھے، یعنی خائف کا خوف دور ہو اور فقیر مالدار ہو اور پریشان حال کی پریشانی ختم ہو جائے۔

مچھلی کے سلسلہ میں تعبیر دیتے وقت اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ اس کی کیفیت اور حالت کیا ہے؟ مچھلی کی حالت اور کیفیت سے تعبیر بدل جاتی ہے مثلاً یہ دیکھنا چاہیے کہ تازہ مچھلی یا باسی، کھارے پانی کی رہنے والی ہے یا میٹھے پانی کی۔ کانٹے دار مچھلی ہے یا بغیر کانٹے کی۔ اس کا مسکن کھارا پانی ہے یا میٹھا دریا؟ آواز کر رہی ہے یا نہیں؟ اس مچھلی کے خشکی میں کوئی جانور مشابہ ہے یا نہیں؟ نیز اس مچھلی کو آلہ سے شکار کیا ہے یا بغیر آلہ کے۔ چنانچہ ہر ایک کی تعبیر علیحدہ علیحدہ ہے۔

اگر کسی نے دریا میں سے تازہ مچھلی آلہ کے ذریعے شکار کی ہے تو اس کی تعبیر ہے کہ وہ رزقِ حلال میں سعی کر رہا ہے اور اس کو حاصل کرلے گا۔ نیز دیکھنے والے کی بھی حالت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر مرد شکار کرتا ہوا دیکھے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اچھی تدبیر کر رہا ہے۔ اگر خواب دیکھنے والا غیر شادی شدہ ہو تو نکاح کی جانب اشارہ ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو ولد سعید کی بشارت ہے۔ عورت کا اپنے آپ کو شکار کرتے ہوئے دیکھنا اس کے شوہر اور اس کے باپ کے مال جانب اشارہ ہے۔ غلام کا مچھلی کا شکار کرتے ہوئے دیکھنا اشارہ ہے کہ اس کو آقا کی طرف سے مال حاصل ہوگا۔

اگر کسی بچہ نے خواب دیکھا کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ علم وفن کی دولت سے نوازیں گے یا اس کے باپ کی طرف سے مال کے وارث ہونے کی علامت ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ابابیل کا یا ان جانوروں کا شکار کر رہا ہے جو دریا کی تہہ میں رہتے ہیں تو صاحبِ خواب مشکلات سے دوچار ہوسکتا ہے۔ دریائی جانوروں کے بارے میں مزید تفصیل باب الفاء فرس البحر کے زیرِ عنوان آئے گی۔ انشاء اللہ۔

اگر کسی شخص نے کھارے دریا میں مچھلی کا شکار کرتے ہوئے دیکھا تو فوائد حاصل ہونے کی امید ہے یا کسی عجمی یا بدعتی سے علم حاصل ہونے کی علامت ہے۔ اگر خواب میں مچھلی کا شکار کیا اور دیکھا کہ اس کے کانٹا بھی ہے تو کسی مدفونہ خزینہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر اس پر کھال نہ ہو تو اس کے عمل کے بطلان کی دلیل ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ میٹھے چشمہ کی مچھلیاں کھارے چشمہ میں منتقل ہوگئیں یا برعکس دیکھا تو لشکر میں نفاق کی علامت ہے۔ اگر سطحِ آب پر مچھلیوں کو دیکھا تو کاموں میں آسانی پیدا ہونے کی علامت ہے۔ اگر اپنے پاس چھوٹی یا بڑی مچھلیاں دیکھیں تو فرحت وخوشی کی جانب اشارہ ہے۔

اگر کسی نے انسان یا پرندہ کے مشابہ مچھلی خواب میں دیکھی تو یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی ملاقات کسی ایسے تاجر سے ہوگی جو خشکی اور دریا میں سفر کرتا ہے یا مختلف زبان ولغت جاننے والے سے تعارف ہوسکتا ہے۔ اگر مچھلی کو ان جانوروں کی شکل میں دیکھا جو عام طور پر گھروں میں رہتے ہیں تو یہ غرباء فقراء پر احسان کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کسی نے بڑے دریا سے مچھلی پکڑتے ہوئے دیکھا تو روزگار اور رزق کے حاصل ہونے کی علامت ہے یا سلطان کے مال سے تعرض کرنے کی طرف اشارہ ہے یا صاحبِ خواب چور یا جاسوس ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ دریا کھلا اور اس نے مچھلی کھائی تو اللہ تعالیٰ اس کو علمِ غیب سے نوازیں گے اور اس کے لئے دین کو واضح کر دیں گے اور سیدھے راستہ تک پہنچا دیں گے اس کا آخرت میں اچھا ٹھکانہ ہوگا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ مچھلی دریا میں واپس چلی گئی ہے تو وہ اولیاء اللہ کا مصاحب ہوگا اور اولیاء اللہ سے وہ باتیں حاصل کرے گا جن پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السَمَندل

(آگ کا جانور) السمندل: بفتح السین والمیم وبعد النون الساکنہ دال مہملہ واللام فی آخرہ۔ جوہریؒ نے اس کو سندل بغیر میم کے پڑھا ہے اور ابن خلکان نے سمند بغیر لام کے ذکر کیا ہے۔ یہ ایک ایسا پرندہ ہے جس کی غذاء البیش ہے یہ البش ایک قسم کی زہریلی بوٹی ہوتی ہے جو ملک چین میں پیدا ہوتی ہے۔ چینی لوگ اس کو ہری اور خشک دونوں صورتوں میں کھاتے ہیں اور باوجود زہریلی ہونے کے یہ ان کو نقصان نہیں دیتی۔ اس کی یہ غذائی خصوصیت چین کے رہنے والوں کے اندر محدود ہے اور اگر اس کو حدود چین سے بقدر سو ہاتھ کے فاصلہ کے جا کر کوئی شخص کھائے تو فوراً مر جائے گا۔

سمندل سے متعلق تعجب خیز یہ بات ہے کہ اس کو آگ میں بہت لطف آتا ہے اور وہ اس میں مدتوں رہتا ہے۔ جب اس کے جسم پر میل جم جاتا ہے تو سوائے آگ کے اور کسی چیز سے صاف نہیں ہوتا۔ سمندل ہندوستان میں بہت پایا جاتا ہے۔ یہ زمین پر چلنے والا ایک جانور ہے جو لومڑی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا رنگ خلنجی، آنکھیں سرخ اور دم لمبی ہوتی ہے۔ اس کے بال کے رومال بنائے جاتے ہیں۔ جب یہ میلے ہو جاتے ہیں ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے آگ سے صاف ہو جاتے ہیں جلتے نہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بلادِ ہند میں سمندل ایک پرندہ ہے جو آگ میں انڈے دیتا ہے اور آگ ہی میں بچے نکالتا ہے۔ اس پر آگ کچھ اثر نہیں کرتی۔ نیز اس کے پروں کے بھی رومال بنائے جاتے ہیں جو ملک شام پہنچتے ہیں وہ بھی جب میلے ہو جاتے ہیں تو ان کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے اور وہ صاف ہو جاتے ہیں آگ اس پر کچھ اثر نہیں کرتی۔

مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ میں نے سمندل کے بالوں کا بنا ہوا ایک کپڑا دیکھا ہے جو کسی جانور کی جھول کی طرز پر تیار کیا گیا تھا۔ لوگوں نے اس کو آگ میں ڈال کر آزمایا تو آگ کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ پھر اس کا ایک کنارہ تیل میں ڈبو کر چراغ میں رکھ دیا وہ دیر تک جلتا رہا۔ جب چراغ گل کر دیا گیا تو کپڑے کو دیکھا گیا تو وہ اپنی اسی حالت پر تھا کسی قسم کا تغیر اس کے اندر نہیں آیا۔

ابن خلکان نے ایک اور چشم دید واقعہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علامہ عبداللطیف بن یوسف بغدادی کے ہاتھ کی ایک تحریر دیکھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ ملک الظاہر بن ملک الناصر صلاح الدین شاہ حلب کے سامنے ایک ٹکڑا سمندل کا پیش کیا گیا جو عرض میں ایک ذراع اور طول میں دو ذراع تھا۔ اس ٹکڑے کو تیل میں بھگو کر جلایا گیا جب تک اس میں تیل رہا وہ برابر جلتا رہا اور جب تیل ختم ہو گیا تو وہ ایسا ہی سفید رہا جیسا کہ شروع میں تھا۔

یہ واقعہ ابن خلکان نے یعقوب ابن جابر کی سوانح حیات میں تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ابیات (شعر) بھی ذکر کئے ہیں جن کو باب العین میں عنکبوت کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔

قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ سمندل ایک چوہا ہے جو آگ میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر مشہور قول یہی ہے کہ وہ ایک پرندہ ہے۔ کتاب المسالک والممالک میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

طبی خواص:

سمندل کا پتہ بقدر ایک چنے کے کھولائے ہوئے اور صاف کئے ہوئے پانی میں ملا کر دودھ کے ساتھ ایسے شخص کو جس کو مہلک لو لگ گئی ہو چند روز بار بار پلایا جائے تو وہ بالکل اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کا دماغ سرمہ اصفہانی کے ساتھ ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو موتیا بند کا

مریض بفضل ایزدی شفایاب ہو جائے اور اس کے بعد وہ آنکھوں کے جملہ امراض سے محفوظ رہے گا۔
اس کا خون اگر برص پر ملا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے گا۔ اگر کوئی شخص سمندل کے دل کا کچھ حصہ نگل جائے تو جو بات وہ سنے گا وہ اس کو حفظ ہو جائے گی۔ جس جگہ بال نہ جمتے ہوں اس کا پتہ لگانے سے جم جاتے ہیں اگر چہ وہ ہاتھ کی ہتھیلی ہی ہو۔

السَّمُّوْر

السمور: سین پر فتحہ اور میم مشدد مضموم بروزن سفود) بلی کے مشابہ ایک خشکی کا جانور ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نیولا ہے۔ جس جگہ یہ رہتا ہے اس کے اثر سے یہ اپنا رنگ بدلتا ہے۔
عبداللطیفؒ بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ ایک جری حیوان ہے۔ انسان کے ساتھ اس سے زیادہ جری کوئی حیوان نہیں ہے۔ اس کے پکڑنے میں حیلہ بازی کرنی پڑتی ہے۔ زمین میں مردار دفن کر کے اس کو دھوکہ سے پکڑا جاتا ہے۔ اس کا گوشت گرم ہوتا ہے ترک لوگ اس کو کھاتے ہیں۔ دیگر کھالوں کے مثل اس کی کھال کو دباغت نہیں دی جاتی۔
علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے امام نوویؒ نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں سمور کو پرندہ کیسے لکھ دیا۔ ممکن ہے کہ لغزش قلم سے ایسا لکھا گیا ہوگا۔ لیکن اس سے زیادہ تعجب خیز ابن ہشام کا بیان ہے جو انہوں نے شرح الفصیح میں تحریر کیا ہے کہ سمور جنوں کی ایک قسم ہے۔
یہ جانور اپنی جلد کی خفت اور ملائمت اور خوبصورتی کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے بالوں کے بنے ہوئے کپڑے بادشاہ اور امراء لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کو سمور کے بنے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا حلال ہے۔ کیونکہ یہ نجاست استعمال نہیں کرتا ہے۔

خواب میں تعبیر:

خواب میں سمور کی تعبیر ایک ظالم چور سے دی جاتی ہے۔ جس کا کسی سے نبھاؤ نہ ہو سکے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

السمیطر

السمیطر: بروزن العمیثل ایک پرندہ ہے۔ جس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔ ہمیشہ اتھلے (کم پانی) میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالعیزار ہے۔ شیطر کے نام سے بھی مشہور ہے۔ مزید تفصیل باب المیم میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

السمندر والسمیدر

السمندر والسمیدر: اہلِ ہند وچین کے نزدیک یہ مشہور ومعروف جانور ہے۔

سناد

سناد: گینڈا: بقول دیگر کرکدن، قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ جانور بیل سے بڑا اور ہاتھی سے جسامت میں چھوٹا ہوتا ہے۔ دیکھنے میں ہاتھی جیسا لگتا ہے۔ اس کا بچہ پیدا ہونے کے بعد چرنے لگتا ہے اور جب چلنے پھرنے کی صلاحیت ہو جاتی ہے تو اپنی ماں سے دور بھاگ جاتا ہے۔ اس کو یہ خوف ہوتا ہے کہ میری ماں مجھ کو زبان سے چاٹے گی جیسا کہ عام طور پر جانور اپنے بچے کو زبان سے پیار کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی زبان کانٹے کی طرح ہوتی ہے اور یہ خوف ظنی نہیں ہوتا بلکہ حقیقی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ اپنے بچے کو پا لیتی ہے تو اپنی زبان سے اس کو اتنا چاٹتی ہے کہ اس بچے سے گوشت علیحدہ ہو جاتا ہے اور وہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ یہ جانور ہندوستان میں اکثر پایا جاتا ہے۔

شرعی حکم:

ہاتھی کی طرح اس کا کھانا حرام ہے۔

السنجاب

(چوہے کے مشابہ ایک جانور) السنجاب: یہ یربوع کے قد و قامت کا ایک جانور ہے جو چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کے بال نہایت درجہ ملائم ہوتے ہیں۔ مالدار لوگ اس کی کھال کے کوٹ پہنتے ہیں۔ یہ بہت چالاک ہوتا ہے۔ جب کسی انسان کو دیکھ لیتا ہے تو کسی اونچے درخت پر چڑھ جاتا ہے اور درخت ہی اس کا مسکن ہے اور درخت ہی سے غذا حاصل کرتا ہے۔ یہ جانور بلاد صقالیہ اور ترک میں سب سے زیادہ ہے۔ چونکہ اس کی حرکت انسان کی حرکت کے مقابلہ میں سریع ہے لہٰذا اس کا مزاج گرم تر واقع ہوا ہے۔ اس کی وہ کھال بہترین ہوتی ہے جو رنگ میں نیلگوں اور چکنی ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا

کلما ازرق لون جلدی من البرد تخیلت انہ سنجاب

''جب کبھی سردی کے سبب میرا رنگ نیلگوں ہو جاتا ہے تو مجھے خیال ہو جاتا ہے کہ میری کھال سنجاب ہے''۔

شرعی حکم:

اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ یہ حلال طیب ہے۔ حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں چونکہ سنجاب کی حلت و حرمت کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے جب حلت و حرمت کسی شے میں جمع ہو جاتی ہے تو اباحت ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ شریعت میں اصل اباحت ہی ہے۔ اگر سنجاب کو شرعی طور پر ذبح کر دیا جائے تو اس کی کھال کے کپڑے پہننا جائز ہے۔ کیونکہ وہ کھال بھی ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ البتہ دباغت سے اس کے بال پاک نہیں ہوں گے۔ اس لئے کہ دباغت کا بالوں پر اثر نہیں اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ دباغت سے بال بھی پاک ہو جائیں گے کھال کے تابع ہو کر۔

حضرت امام شافعیؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے کہ اسی مسئلہ کی توثیق کی استاذ ابو اسحاق اسفرائینی اور رویانی اور ابن ابی عصرون وغیرہ نے۔ سبکی نے بھی اسی کو پسندیدہ کہا۔ چونکہ صحابہ کرام حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گھوڑوں کے بالوں کا بنا ہوا کپڑا تقسیم کیا کرتے تھے حالانکہ ان گھوڑوں کو مجوسی ذبح کیا کرتے تھے یعنی شرعی طور پر ذبح نہ ہونے کے باوجود بھی صحابہ کرامؓ اس کو پاک سمجھتے تھے۔

صحیح مسلم میں ابوالخیر مرثد بن عبداللہ کی حدیث ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن وعلہ کو اسی قسم کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ جب ہم سفر میں مغرب کی طرف جاتے ہیں تو مجوسی مینڈھا ذبح کر کے لاتے ہیں۔ہم اس کو استعمال نہیں کرتے۔حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ میں نے اس سلسلہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے جانور جن کو غیر مسلم نے ذبح کیا ہو ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جائے گی۔

طبی خواص:

اگر سنجاب کا گوشت کسی مجنون کو کھلایا جائے تو اس کا جنون جاتا رہے گا اور جو شخص امراض سودایہ میں مبتلا ہو اس کو بھی اس کا کھانا نفع دیتا ہے۔

کتاب المفردات میں مرقوم ہے کہ سنجاب کے اندر گرمی کم ہے کیونکہ اس کے مزاج میں رطوبت کا غلبہ زیادہ ہے اور قلت حرارت کی وجہ یہ ہے کہ اس کی غذا میں میوہ جات داخل ہیں۔اسی وجہ سے گرم مزاج والے اور جوانوں کو اس کا کپڑا پہننا مناسب ہے اس کے اندر گرمی معتدل طور پر آتی ہے۔

السندواة السنه

السندواة السنه: مادہ بھیڑیا کو کہتے ہیں۔

السندل

(آگ کا جانور) سندل: یہ وہی جانور ہے جس کو سمندل بھی کہتے ہیں جس کا تذکرہ ابھی کچھ صفحات پہلے کیا جا چکا ہے۔نیز سندل عمر بن قیس مکی کا بھی لقب ہے۔محدثین کے نزدیک ان کی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ابن ماجہ میں ان سے دو ضعیف روایت مروی ہیں۔

السِنَّوْر

(بلی) السنور (سین پر کسرہ نون پر تشدید) بلی اس کا واحد سنانیز آتا ہے۔یہ جانور متواضع ہے۔انسانوں کے گھروں سے مانوس ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو چوہوں کے دفع کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔عربی میں اس کے بہت نام ہیں۔اس کی کنیت ابو خداش، ابوغزوان، ابوالہیثم، ابوشاخ ہے۔

بلی کے ناموں کا ایک عجیب قصہ

بلی اور اعرابی کا قصہ اس کے ناموں سے متعلق مشہور ہے وہ یہ ہے کہ کسی اعرابی نے ایک بلی پکڑی مگر اس کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ جانور کیا ہے۔جس شخص سے وہ ملتا اس سے اس کا نام پوچھتا۔ہر شخص نے اس کے متکفل نام بتلائے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

پہلا شخص: یہ سنور ہے۔ دوسرا شخص: یہ ہرۃ ہے۔ تیسرا شخص: یہ قط ہے۔
چوتھا شخص: یہ ضیون ہے۔ پانچواں شخص: یہ خیدع ہے۔ چھٹا شخص: یہ خیطل ہے۔

ساتواں شخص: یہ دَم ہے۔

اس اعرابی نے خیال کیا کہ جس جانور کے اتنے نام ہیں وہ قیمت میں بھی گراں ہوگا۔ چنانچہ وہ اس بلی کو فروخت کرنے کی غرض سے بازار پہنچا وہاں اس سے کسی نے پوچھ لیا کہ یہ بلی کتنے کی بیچو گے اعرابی نے جواب دیا سو درہم کی۔ خریدار نے یہ سن کر تعجب سے کہا کہ اگر تمہیں اس کی قیمت درہم بھی مل جائے تو کافی ہے پس اعرابی نے اس بلی کو پھینک دیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر کہ اس کے اتنے نام ہیں اور دام کچھ بھی نہیں ہیں یہ اسماء مزکر کے لئے ہیں۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مونث کے لئے لفظ سنورہ آتا ہے۔ جس طریقہ پر ضفادع (مینڈک) کا مونث ضفدعۃ آتا ہے۔

حدیث میں بلی کا تذکرہ:۔

''حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھرانے میں تشریف لے جاتے اور اس کے قریب جو دوسرے گھر تھے وہاں پر نہ جاتے تھے۔ دوسرے گھر والوں نے آپ سے شکایت کی کہ حضورؐ وہاں تو تشریف لے جاتے ہیں اور ہمارے یہاں قدم رنجہ نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارے یہاں کتا رہتا ہے اس وجہ سے میں نہیں آتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کے یہاں بھی تو بلی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بلی تو سبع ہے، یعنی بلی اور کتا ایک حکم کے تحت میں نہیں آتے''۔

راوی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن ابو اشریحۃ الغفاری صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راویت کی ہے:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن قبیلہ مزنیہ کے دو شخص سب سے آخر میں پہنچنے والے ہوں گے، یہ ایک پہاڑی سے جس میں وہ پوشیدہ تھے نکل کر ایک مقام پر آئیں گے وہاں آکر بجائے آدمیوں کے وہ جنگلی جانور دیکھیں گے، وہاں سے نکل کر وہ مدینہ کا رخ کریں گے اور جب آبادی کے قریب پہنچیں گے۔ تو آپس میں کہیں گے کہ آدمی کہاں گے یہاں تو کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ ان میں سے ایک کہے گا کہ اپنے اپنے گھروں میں ہوں گے۔ چنانچہ وہ گھروں کے اندر جا کر دیکھیں گے تو بستروں پر بجائے لوگوں کے وہ لومڑیاں اور بلیاں دیکھیں گے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا کہ میرے خیال میں تو لوگ بازار میں خرید و فروخت کر رہے ہوں گے وہاں چل کر دیکھنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ گھروں سے چل دیں گے اور چلتے چلتے مدینہ کے دروازہ پر آکر کھڑے ہو جائیں گے، دروازے پر دو فرشتے کھڑے ہوئے ملیں گے وہ ان کی ٹانگیں پکڑ کر کھینچتے ہوئے میدانِ محشر میں لائیں گے''۔

عجیب واقعہ:

رکن الدولہ کے ایک بلی تھی جو اس کی نشست گاہ میں حاضر باش رہتی تھی۔ اگر کوئی حاجت مند ان سے ملاقات کے لئے آتا اور اس کے پاس کوئی ملاقات کا ذریعہ نہ ہوتا تو وہ ایک پرچہ میں اپنی حاجت لکھ کر بلی کے گلے میں لٹکا دیتا۔ بلی اس کو لے کر رکن الدولہ کے پاس پہنچ جاتی۔ وہ اس پرچہ کو پڑھ کر اس کا جواب لکھ کر بلی کے گلے میں ڈال دیتا وہ اس کو حاجت مند کے پاس پہنچا دیتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل کشتی کو چوہوں سے اذیت پہنچنے لگی تو آپ نے شیر کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اس سے شیر کو چھینک آئی اور چھینک کے ساتھ بلی نکل پڑی۔ اسی بناء پر بلی کی صورت شیر سے زیادہ مشابہ ہے۔ جب تک انسان

بلی کو نہ دیکھے اس وقت تک شیر کا تصور نہیں کر سکتا۔ بلی کی لطافت وظرافت کی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنے لعابِ دہن سے اپنے چہرہ کو صاف کرتی ہے۔ اگر اس کے بدن پر کوئی چیز لگ جاتی ہے تو وہ اس کو فوراً چھڑا دیتی ہے۔

بلی کی عادات

جب موسم سرما کا آخر ہوتا ہے تو نر کی شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ جب مادۂ تولید کی سوزش سے اس کو تکلیف ہونے لگتی ہے تو وہ بہت چیختا ہے جب تک وہ مادہ خارج نہیں ہوتا اس کو سکون نہیں ہوتا۔

جب بلی کو بھوک لگتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ شدتِ محبت سے ایسا کرتی ہے۔ چنانچہ جاحظ کا قول ہے۔

جاءت مع الاشفین فی هودج　تزجی الی النصرة اجنادها

''وہ دونشان لیکر ہودج میں آئی اور اپنے لشکروں کو فتح مندی کی طرف ہنکانے لگی''۔

کانها فی فعلها هرة　ترید ان تأکل اولادها

''گویا کہ وہ اپنے اس فعل میں بلی کی طرح ہے کہ وہ اپنے بچے کھانے کا ارادہ کرتی ہے''۔

بلی جب پیشاب کرتی ہے تو اس کو چھپا دیتی ہے تا کہ چوہا اس کو سونگھنے نہ پائے اور سونگھ کر بھاگ نہ جائے کیونکہ چوہا اس کے بول وبراز کو پہچانتا ہے۔ پیشاب پائخانہ کر کے اول وہ اس کو سونگھتی ہے اور جب دیکھتی ہے کہ بوسخت ہے تو اس کو مٹی وغیرہ سے ڈھانپ دیتی ہے تا کہ بدبو اور جرم دونوں چھپ جائیں۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بلی کو یہ سمجھ بوجھ اس وجہ سے دی ہے تا کہ انسان اس سے عبرت حاصل کریں کہ یہ بھی اپنا بول وبراز پوشیدہ کر دیا کریں۔ جب بلی کسی گھر سے مانوس ہو جاتی ہے تو یہ بلی کسی دوسری بلی کو وہاں نہیں آنے دیتی۔ اگر کوئی آ جاتی ہے تو دونوں میں سخت لڑائی ہونے لگتی ہے۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ دونوں کے اندر رقابت کی آگ سلگ جاتی ہے۔ گھریلو بلی یہ خیال کرتی ہے کہ کہیں مالک غیر بلی سے مانوس ہو جائے اور اس کو میری خوراک میں شریک کر لے اور اگر شریک بھی نہ کرے تو مالک کی محبت بٹ نہ جائے۔ اگر بلی کسی وقت مالک کی کوئی چیز چرا لیتی ہے جو مالک نے احتیاط سے رکھی ہو تو بلی اس ڈر سے کہ کہیں ماری نہ جاؤں لے کر بھاگ جاتی ہے۔ مالک اپنے پاس سے جب اس کو دفع کرنا چاہتا ہے تو خوشامد کرنے لگتی ہے اور اپنا بدن اس کے پیروں پر مس کرنے لگتی ہے۔ وہ ایسا اس وجہ سے کرتی ہے کہ وہ خیال کرتی ہے کہ خوشامد کرنے سے اس کو اپنے مقصد کی معافی مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھی کے دل میں بلی کا خوف رکھ دیا کیونکہ ہاتھی جب بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے کیونکہ یہ مشہور ہے کہ اہلِ ہند کا ایک لشکر جس میں ہاتھی بھی تھے بلی کی بدولت شکست کھا گیا۔ بلی کی تین قسمیں ہیں (۱) اہلی (۲) وحشی (۳) سنور الزباد۔

اہلی اور وحشی دونوں کے مزاج میں غصہ ہے۔ زندہ جان کر یہ پھاڑ کر کھا جاتی ہے۔ کئی باتوں میں بلی انسان کے مشابہ ہے۔ مثلاً انسان کی طرح وہ چھینکتی ہے اور انگڑائی لیتی ہے اور ہاتھ بڑھا کر چیز لیتی ہے۔ بلی سال بھر میں دو مرتبہ بچے دیتی ہے اس کی مدت حمل پچاس دن ہے۔ جنگلی بلی کا ڈیل ڈول اہلی بلی سے زیادہ ہوتا ہے جاحظ کہتے ہیں کہ علماء دین کا قول ہے کہ بلی کا پالنا مستحب ہے۔ مجاہد کا بیان ہے کہ ایک شخص نے قاضی شریح کی عدالت میں کسی دوسرے شخص پر بلی کے بچے کی ملکیت کے بارے میں دعویٰ دائر کر دیا۔ قاضی صاحب نے مدعی سے گواہ طلب کیا وہ کہنے لگا کہ میں ایسی بلی کے لئے گواہ کہاں سے لاؤں جس کو اس کی ماں نے ہمارے گھر جنا تھا۔ اس

پر قاضی صاحب نے حکم دیا کہ تم دونوں اس بچے کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ اگر وہ اس کو دیکھ کر ٹھہری رہی اور کہیں نہ جائے۔ پھر اس کو دودھ پلانے لگے تو یہ بچہ تیرا ہے اور اگر وہ بال کھڑے کر کے غرانے لگے اور بھاگ جائے تو یہ بچہ تیرا نہیں ہے۔

شرعی حکم:

جنگلی اور گھریلو بلی کا کھانا حرام ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جو ماقبل میں آ چکی ہے۔ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلی درندوں میں سے ہے اس سے آپ کا منشاء حکم کا بیان کرنا ہے کہ جس طریقہ پر درندوں کا گوشت حرام ہے۔ اسی طریقہ پر بلی کا گوشت حرام ہے۔ بیہقی وغیرہ نے ابوزبیر سے اور انہوں نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے آنحضور ﷺ نے بلی کے کھانے سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابوداؤد میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ ﷺ نے بلی کی خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث کو جنگلی بلی پر محمول فرمایا کہ بیع وشراء کی ممانعت جنگلی بلی سے ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے حتیٰ کہ اگر لوگوں میں اس کا رواج ہدایا وغیرہ دینے کی صورت میں ہو جاتا ہے یا لوگ اس کو رعایتاً پر لیتے ہیں تو یہ اس قبیل پر ہو جائے گی جس کے اندر نفع ہوتا ہے۔ اس صورت میں بیع جائز ہوگی اور اس کی قیمت بھی حلال ہوگی یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ باب الہاء میں ہرۃ کے بیان میں اس سلسلہ میں مزید تفصیل آئے گی۔ جنگلی بلی کے بارے میں روایتیں مختلف ہیں۔ اکثر روایتیں اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور گھریلو بلی حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کے درمیان ایک کہاوت مشہور ہے القف من سنور کہ وہ بلی سے بھی زیادہ پکڑنے میں تیز ہے۔ القف کے معنی آتے ہیں پکڑنے میں عجلت کرنا۔ کہا جاتا ہے رجل لقف اس مرد کے بارے میں ہیں جو اچکنے میں تیز ہو۔ ایک دوسری کہاوت ہے کہ کسانۂ سنور عبداللہ کہ وہ عبداللہ کی بلی ہے۔ یہ مثال اس آدمی کے سلسلہ میں دی جاتی ہے جو بھولا بھالا کم علم ہو۔ جس طرح اردو میں ایسے شخص کے بارے میں کہاوت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی گائے ہے۔ بشار ابن برد شاعر نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل شعر کہا ہے۔

ابـا مـخـلـف مـازلـت تبـاح غـمـرة صغيرا فلما شبت خيمت بالشاطی

''ابومخلف تو بچپن میں ہمیشہ چلاتا رہا اور جب نوجوان ہوا تو ساحل دریا پر خیمہ لگایا''۔

كـسـنـور عـبـداللّـه بيـع بـدرهـم صغيـرًا فـلـمـا شـب بيع بقيـراط

''جیسا کہ عبداللہ کی بلی جو بچپن میں تو ایک درہم میں فروخت ہوئی ہے اور جب بڑی ہوگئی تو ایک قیراط میں بیچی گئی''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کہاوت جو شاعر نے اپنے شعر میں استعمال کی ہے یہ کلام عرب کے مزاج سے میل نہیں کھاتی بلکہ موضوع معلوم ہوتی ہے۔ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ میں نے اس کہاوت کے بارے میں کافی معلومات کیں لیکن مجھ کو کچھ سراغ نہ مل سکا۔ البتہ شاعر مشہور فرزدق کا ایک شعر ملا ہے۔

رأيـت الـنـاس يـزدادون يـومـاً فيـومـاً فـي الـجـمـيـل وانـت تنقص

''لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ نیکوکاری میں روز بروز ترقی کر رہے ہیں لیکن تیرا حال یہ ہے کہ تو بجائے ترقی کے تنزلی کر رہا ہے''۔

كـمـثـل الهرة فـی صغر يغالی بـه حتـی اذا مـا شـب يـرخـص

''یا تیری مثال بلی جیسی ہے کہ جب تک وہ کمسن رہتی ہے اس کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور جب وہ بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کی قیمت گھٹ

جاتی ہے''۔

طبی خواص:

اگر گھریلو بلیوں میں سے کوئی شخص کالی بلی کا گوشت کھالے تو جادو اس پر اثر نہ کرے۔ اگر بلی کی تلی کو کسی مستحاضہ عورت کے کمر میں باندھ دیا جائے تو استحاضہ کا خون بند ہو جائے گا۔ اگر بلی کی دونوں آنکھیں سکھا کر ان کی دھونی کوئی شخص لے تو وہ جو چیز طلب کرے گا پوری ہوگی اور جو شخص اس کا پھاڑنے والا دانت اپنے پاس رکھے گا تو رات کے وقت ڈر نہیں لگے گا۔ اگر بلی کا دل اسی کے چمڑے میں لپیٹ کر اپنے پاس رکھا جائے تو دشمن غالب نہ ہو سکے گا۔ اگر کوئی شخص بلی کا پتہ آنکھوں میں لگالے تو رات کو بھی ایسے ہی دیکھے جیسے دن میں دیکھتا ہے۔ اگر اس کو نمک، زیرہ اور کرمانی کے ساتھ ملا کر پرانے اور دائمہ قسم کے زخموں پر ملا جائے تو زخم اچھے ہو جائیں گے۔ اگر جماع کے وقت بلی کا خون ذکر پر مل لیا جائے تو مفعول بہ (بیوی وغیرہ) فاعل سے بے حد محبت کرنے لگیں۔ اگر بلی کے گردہ کی کسی حاملہ عورت کو دھونی دی جائے تو جنین ساقط ہو جائے۔

علامہ قزوینیؒ کا قول ہے کہ اگر سیاہ بلی اور سیاہ مرغی کا پتہ لے کر دونوں کو سکھا لیا جائے۔ پھر اس کو پیس کر سرمہ میں ملا لیا جائے اور آنکھ میں لگایا جائے تو اس شخص کو جن دکھلائی دینے لگے اور اس کی خدمت کرنے لگے یہ عمل مجرب ہے۔ اگر سیاہ بلی کا پتہ لے کر بقدر نصف درہم روغن زیتون میں حل کر کے لقوہ کا مریض اپنی ناک میں ڈالے تو اچھا ہو جائے۔ جنگلی بلی کی ہڈی کا گودہ عسر البول کے لئے عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اگر اس کو چنے کے پانی میں بھگو کر اور آگ میں پکا کر نہار منہ حمام کے اندر لیا جائے تو گردہ کے درد اور عسر البول کو فائدہ دے۔

بقول قزوینی اگر عورت بلی کے دماغ کی دھونی لے تو رحم سے منی خارج ہو جائے گی۔ بلی کی خواب میں تعبیر کا بیان انشاء اللہ باب القاف لفظ قط کے بیان میں آئے گا۔

تیسری قسم بلی کی سنور الزباد ہے۔ یہ سنور اہلی کی طرح موٹی ہوتی ہے لیکن اس کا ڈیل ڈول بڑا اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ اس کے بالوں کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے اور بعض دفعہ وہ چت کبری ہوتی ہے۔ یہ بلاد ہند اور سندھ سے لائی جاتی ہیں۔ زباد ایک قسم کا میل ہوتا ہے جو اس کی بغلوں اور دونوں رانوں اور پاخانہ کے مقام کے اردگرد پایا جاتا ہے۔ اس کے اندر خوشبو ہوتی ہے۔ یہ مذکورہ تینوں اعضاء سے ایک چھوٹے چمچے سے نکالا جاتا ہے اس کے بارے میں کچھ گفتگو باب الزاء میں گزر چکی ہے۔

شرعی حکم:

سنور الزباد بلی کا کھانا حرام ہے۔ جس طریقے پر اوپر دو قسم کی مذکورہ بلی کا کھانا حرام ہے اور زباد جس سے ایک قسم کی خوشبو آتی ہے۔ یہ پاک ہے۔ ماوردی اور رویانی کہتے ہیں کہ زباد دریائی بلی کا دودھ ہوتا ہے جو مشک کی طرح حاصل کیا جاتا ہے۔ دریا کے قریب رہنے والے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس بات کا مقتضے یہ ہے کہ یہ پاک ہونا چاہیے۔ لیکن سوال ہے کہ غیر ماکول اللحم جانوروں کا جو دریا کے اندر رہتے ہیں۔ دودھ پاک ہے یا نہیں اگر پاک ہی تسلیم کر لیا جائے تو یہی محل کلام ہے کہ سنور الزباد بری ہے یا بحری ہے، صحیح بات یہ ہے کہ یہ خشکی کا جانور ہے۔

السنونو

السنونو (سین پرضمہ) واحد سنونۃ آتا ہے۔ ابابیل کی ایک قسم ہے۔ اس سلسلہ میں جمال الدین رواحہ نے کیا عمدہ شعر کہا ہے۔

وغـربیة حـنـت الـی وکـرلهـا فـاتـت الیـه فـی الـزمـان المقبل

''وحشی جانور کی طرح جو اپنے گھونسلے میں پہنچی ہو تو بھی آئے گا آئندہ زمانے میں اسی انداز سے''۔

فـرئـت جنـاح الابـنـوس وصفقت بـالـعـاج ثـم تـقـهـقـهـت بـالصندل

ترجمہ: ''تیرے بازو آبنوس کے طریقے پر ہیں اور ان پر ہاتھی دانت جیسی بندکیاں ہیں اور ان بندکیوں پر صندل ڈال دیا گیا ہے''۔

ابابیل کا تفصیلی بیان باب الخاء میں خطاف کے بیان میں گزر چکا ہے وہاں پر ملاحظہ کر لیا جائے۔

طبی خواص:

اگر اس کی دونوں آنکھیں لے کر کسی پارچہ میں لپیٹ کر کسی تخت یا رچارپائی میں لٹکا دیا جائے تو جو اس پر سوئے گا نیند نہیں آئے گی۔ اگر چڑیوں کے رہنے کی جگہ اس کی دھونی دی جائے تو چڑیاں بھاگ جائیں گی۔ اگر بخار والے کو اس کی دھونی دی جائے تو بخار جاتا رہے گا۔

السودانیہ والسوادیہ

السودانیہ والسوادیہ بقول ابن سیدہ یہ انگور کھانے والی ایک چڑیا ہے۔

حکایت: ملکِ روم میں ایک پیپل کا درخت تھا اور اس درخت پر ایک پیپل کی سودانیہ تھی جس کی چونچ میں زیتون کا پھل تھا اس کی عجیب وغریب خاصیت یہ تھی کہ جب زیتون کے پھل کا موسم آتا تو وہ چڑیا آواز کرتی جس کی وجہ سے اس علاقہ میں جتنی اس قسم کی چڑیاں ہوتی تھیں وہ اس کے پاس تین تین زیتون کے پھل لاتی تھیں۔ ایک پھل ان کی چونچ میں ہوتا اور دو پنجوں میں دبا کر اڑتیں اور لا کر پیپل والی چڑیا پر بارش کی طرح ڈال دیتی تھی۔ پس اہل شہر جس کو جتنی ضرورت ہوتی اٹھا کر لے جاتے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ چڑیا وہ چڑیا معلوم ہوتی ہے جس کو زورزور کہتے ہیں اور جس کا بیان باب الزاء میں گزر چکا ہے۔

طبی خواص:

سودانیات کا گوشت بارد یابس اور ردی ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس کا جو لاغر ہو۔ بہترین گوشت اس کا ہے جو جال سے شکار کی گئی ہوں۔ اس کا گوشت دماغ کے لئے مضر ہے لیکن شوربہ دار کھانے سے اس کے نقصان میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس کے کھانے سے ایسی خلط پیدا ہوتی ہے جو سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے موافق ہے۔ موسم ربیع میں اس کا کھانا مفید ہے۔ چونکہ یہ چڑیا حشرات اور جراد یعنی ٹڈی کھاتی ہے اس لئے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اس بناء پر اس کے گوشت میں حدت ہے اور بدبو ہوتی ہے۔ روفس نامی شخص نے پرندوں کو تین درجوں میں رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ خشکی کے پرندوں میں سب سے بدتر یہ پرندے ہیں:۔

(۱) رخ (۲) شحرور (۳) سمانی (۴) حجل (۵) دراج (۶) طیہوج (۷) شفنین (۸) فرخ الحام (۹) فاختہ (۱۰) سلویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

السوذنیق

(باز)السوذنیق :باز کو کہتے ہیں۔

السوس

السوس :گھن یہ وہ کیڑا ہے جواناج اوراون میں پیدا ہوتا ہے۔چنانچہ جس غلہ میں یہ پیدا ہوتا ہے عرب لوگ اس کوطعام مسوس اور طعام مدود کہتے ہیں یعنی گھن کھایا ہوایا کیڑا لگا ہوا غلہ۔

کسی شاعر کا قول ہے۔

قد اطعمتنی دقلا حولیاً　　　　مسوّسا مدودًا حجریا

''تو نے مجھ کو سال بھر کا پرانا غلہ کھلایا جس میں تلخی آ گئی تھی اور کیڑا الگ کر بیکار ہو گیا تھا''۔

مجاہداور قتادہ حق تعالیٰ کے اس قول کہ یَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (اللہ تعالیٰ وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جس کوتم نہیں جانتے) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد پھلوں اور کپڑوں کے کیڑے ہیں ۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عرش کے داہنی جانب نور کی ایک نہر ہے جو وسعت میں ساتوں زمین اور ساتوں آسمان سے ستر گناہ زیادہ ہے۔حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت اس میں غوطہ لگا کر غسل کرتے ہیں اس سے آپ کا جسد نور علیٰ ہوجاتا ہے اور آپ کا حسن وجمال اور جسامت دوبالا ہوجاتی ہے۔اسکے بعد آپ اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور ہر ایک بال سے ستر ہزار قطرے ٹپکتے ہیں اور ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے پیدا فرماتا ہے اور ان میں سے روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں اور ستر ہزار خانہ کعبہ میں داخل ہوتے ہیں اور قیامت تک پھر ان کی باری نہیں آتی۔طبری فرماتے ہیں کہ ''مالا تعلمون سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات ہیں جو جنتیوں پر ہوں گے اور جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں سے سنا ہوگا۔اور نہ ہی دل میں کبھی ان کا خیال ہوگا۔

حرث بن الحکم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی کتابوں میں جو آیات نازل فرمائی تھیں ان میں یہ مضمون بھی تھے(ا)انا اللہ لا الٰہ الا انا کہ اگر میں غلہ میں گھن نہ پیدا کرتا تو بادشاہ ان کوخزانہ میں جمع کر لیتے ۔اگر مردہ لاش میں بدبو نہ پیدا کرتا تو اس کو گھر والے گھروں میں روک لیتے۔ انا اللہ لا الہ الا انا کہ میں ہی قحط زدہ ملکوں میں اناج کی فراوانی کرتا ہوں ۔میں ہی غلہ کے نرخوں میں گرانی پیدا کرتا ہوں حالانکہ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

انا اللہ لا الہ الا انا ۔اگر میں قلوب میں امیدیں پیدا نہ کرتا تو تفکرات کی وجہ سے لوگ ہلاک ہوجاتے ۔عمر بن ہند نے جب ملتمس کو عراق کے غلہ سے محروم کرنا چاہا تو اس نے یہ کہا۔

الیت حب العراق الدهر اطعمه　　　　والحب یاکله فی القریة السوس

''کیا تو نے قسم کھالی ہے کہ تو عمر بھر کا عراق کا غلہ کھائے گا۔حالانکہ کسی شہر میں جو غلہ ہوتا ہے اس کو گھن ہی کھاتا ہے''۔

بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی شخص میں استطاعت ہو کہ وہ اسمان میں یا کسی ایسی جگہ غلہ رکھے جہاں پر چور کا گزر نہ ہو اور نہ اس کو گھن لگے تو اس کو چاہیے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ ہر شخص کا خیال اپنے خزانہ کی طرف لگا رہتا ہے۔

شیخ العارف ابوالعباس نے فرمایا کہ ایک عورت نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمارے یہاں گھن لگے ہوئے گیہوں تھے ہم نے ان کو پسوالیا اور ساتھ میں گھن بھی پس گیا اور ہمارے یہاں گھن لگ گئی۔ ہم نے اُس کو چھلنی میں چھان لیا تو گھن زندہ نکل گئی۔ میں نے ان سے کہا کہ اکابر کی صحبت سلامتی کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی کے قریب قریب ایک وہ حکایت ہے جو ابن عطیہؒ نے سورۂ کہف کی تفسیر میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں کہ میرے والد سے ابوالفضل جوہریؒ نے بیان کیا کہ میں نے اپنی مجلس وعظ میں یہ کہا کہ جو شخص اہلِ خیر کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس کی برکت اس کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ سگ اصحابِ کہف نے صالحین کی صحبت اختیار کی لہٰذا ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا جو قیامت تک لوگوں کے ورد زبان رہے گا۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جو شخص ذاکرین کی صحبت میں بیٹھے گا وہ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے اور جو صالحین کی خدمت کرتا ہے اس کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں۔

فائدہ عجیب وغریب:

علامہ دمیریؒ مصنف ''حیوۃ الحیوان'' فرماتے ہیں کہ مجھ کو بعض اہلِ علم سے استفادہ ہوا ہے کہ اگر مدینہ منورہ کے سات فقہاء کے نام کسی پرچے میں لکھ کر گیہوں میں رکھ دیئے جائیں تو گھن سے محفوظ رہیں گے یہ نام مندرجہ ذیل اشعار میں جمع کر دیئے گئے ہیں:۔

الاکل من لا یقتدی بایمة　　　　فقسمته ضیزی عن الحق خارجه

''غور سے سن لو جس نے ائمہ کا اقتداء نہیں کیا اس کی قسمت ٹیڑھی اور وہ حق سے خارج ہے''۔

فخذهم عبیدالله عروه قاسم　　　　سعید، سلمان، ابوبکر، خارجه

''لہٰذا ان کا اتباع کرو وہ عبیداللہ، عروہ، قاسم، سعید، سلیمان، ابوبکر، خارجہ۔

اگر یہی نام پرچے پر لکھ کر لٹکا دیئے جائیں یا سر پر پھونک دیئے جائیں تو دردسر جاتا رہے گا۔ وہ آیات پاک دردسر میں نافع ہیں ان کا ذکر باب الجیم میں لفظ جراد کے تحت میں گزر چکا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم سے مجھ کو یہ بھی استفادہ ہوا ہے کہ مندرجہ ذیل اسماء کو لکھ کر سر پر لٹکا دیا جائے تو دردِ سر اور آدھا سیسی جاتا رہے گا۔ وہ اسماء یہ ہیں:۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم اهدًا علیه یاراس بحق من خلق فیک الا سنان والاضراس وکتب والکتب بلا قلم ولاقرطاس قو بقرار اللّٰه اسکن واهدًا بهداللّٰه بحرمة محمد بن عبداللّٰه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ولا حول ولا قوة اِلا باللّٰه العلی العظیم اَلَمْ تَرَاِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّالظِّلَّ وَلَوْشَاءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنا أسکن أیها الوجع والصداع والشقیقة والضربان عن حامل هذه الاسماء کما سکن عرش الرحمٰن وله ماسکن فی الیل و النهار وهو السمیع العلیم و نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَاهُوَشِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَحَسْبُنَااللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلی اللّٰه علی سیدنا محمدٌ خاتم النبیین والمرسلین وعلی آلهٖ وصحبه وسلم.

عمل نمبر۲:

یہ عمل بھی مجھ کو بعض ائمہ امامیہ سے پہنچا ہے اور مجرب ہے۔ چوب غار پر ایسی جگہ لکھا جائے جہاں سورج نہ آتا ہو اور لکھتے وقت اور تختی کو لے جاتے وقت بھی سورج کا سامنا نہ ہو یہ عبارت لکھ کر وہ تختی گیہوں یا جو میں دبا دی جائے تو اس میں گھن یا کیڑا نہیں لگے گا۔ وہ

اسماء مندرجہ ذیل ہیں:۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَالْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا فَمَا تو اکذلک یموت الفراش والسوس ویرحل باذن اللّٰہ تعالٰی اخرج ایھا السوس والفراش باذن اللّٰہ تعالٰی عاجلاوالا خرجت من ولایۃ امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھہ ویشھد علیک انک سرقت لجام بغلۃ نبی اللّٰہ سلیمان بن داؤد علیھما الصلوٰۃ والسلام.

شرعی حکم:

اس کا کھانا حرام ہے۔ چونکہ یہ ایک قسم کا کیڑا ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کہتے ہیں کہ العیال سوس المال۔ خالد ابن صفوان سے پوچھا گیا کہ تمہارا لڑکا کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے ہم عمر جوانوں میں سردار ہے۔ پھر سوال کیا گیا کہ روزانہ اس کو کھانے کے لئے کیا دیتے ہو؟ جواب دیا کہ ایک درہم یومیہ، اس پر اس سے کہا گیا کہ تم تو صرف مہینہ میں تیس درہم دیتے ہو اور تمہارے پاس تو تیس درہم ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ تیس درہم ضائع ہو جانا یہ کمتر ہے۔ بنسبت اس کے گھن اونی کپڑوں میں لگ کر اسی کو تیزی سے کھا جائے۔ اس کا یہ کلام جب حضرت امام حسن بصریؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ خالد بن صفوان بنی تمیم کے خاندان سے ہے اور بنی تمیم بخل و کنجوسی میں شہرۂ آفاق ہیں۔

السید

السید (سین پر کسرہ یاء ساکن) یہ بھیڑیئے کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہی نام ابو محمد عبداللہ ابن محمد بن سید بطلیوسی کے دادا کا تھا۔ یہ ابو محمد ایک مشہور لغوی نحوی ہوئے ہیں۔ انہوں نے بہت مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ۴۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۲۱ھ میں ماہ رجب میں وفات پائی۔

السیدۃ

السیدۃ (سین پر کسرہ یاء ساکن دال مفتوح) یہ بھیڑیا کی مادہ ہے۔ اسی نام سے امام النحو واللغت محقق علامہ ابوالحسن علی بن اسماعیل بن سیدہ منسوب ہیں۔ علم لغت و نحو میں آپ کو امام کا درجہ حاصل تھا۔ اس فن میں آپ نے اپنی کتاب ''المحکم والمخصص'' تحریر فرمائی ہے۔ آپ اور آپ کے والد دونوں نابینا تھے۔ ربیع الاول ۴۵۰ھ میں بعمر ۶۰ سال وفات پائی۔

سیفنۃ

سیفنۃ: مصر کے اندر ایک پرندہ ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کے سامنے درختوں کے پتے ڈال دیئے جائیں تو یہ سب کو

صاف کر جاتا ہے کوئی پتہ باقی نہیں رہتا۔اسی جانور سے ابواسحاق ابراہیم ابن حسین بن علی الہمدانی محدث کو تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ ان کی عادت شریفہ بھی یہی تھی کہ جب یہ کسی محدث سے حدیث سنتے تو جب تک تمام حدیث معلوم نہ کر لیتے اس سے جدا نہیں ہوتے تھے۔

ابو سیراس

ابو سیراس :بقول قزوینی یہ ایک جانور ہے جو جنگلوں میں رہتا ہے اس کے ناک کے بانسہ میں بارہ سوراخ ہوتے ہیں۔جب یہ سانس لیتا ہے تو اس کی ناک سے بانسری جیسی دلکش آواز نکلتی ہے کہ جنگلی جانور تک سننے کے لئے اس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں اور بعض جانور اس کی آواز سے مست ہوکر بے ہوش ہوجاتے ہیں۔یہ ان کو پکڑ کر کھالیتا ہے۔اگر کسی وقت کوئی جانور اس کے کھانے کے لائق نہیں ہوتا تو وہ بے قرار ہوجاتا ہے اور ایسی بھیانک آواز نکالتا ہے کہ جانور ڈر کر اس سے بھاگ جاتے ہیں۔واللہ اعلم

بابُ الشین

الشادن

الشادن :دال پر کسرہ:اس لفظ کا اطلاق اس نر ہرن پر ہوتا ہے جس کے سینگھ نکل آئے ہوں۔ہرن کا مفصل بیان باب الظاء میں ظبی کے بیان میں آئے گا۔انشاء اللہ تعالیٰ۔

شادھوار

شادھوار :یہ ایک جانور ہے جو بلاد روم میں پایا جاتا ہے۔قزوینیؒ اپنی کتاب الاشکال میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے ایک سینگ ہوتا ہے۔جس میں بہتر شاخیں ہوتی ہیں جو اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔جب ہوا چلتی ہے تو ان سینگوں میں سے بہت دل کش آواز نکلتی ہے جس کو سننے کے لئے جانور جمع ہوجاتے ہیں۔

قزوینیؒ نے کسی بادشاہ کا ذکر کیا ہے کہ اس کے پاس کہیں سے اس جانور کا سینگ لایا گیا جس وقت ہوا چلتی بادشاہ اس کو اپنے سامنے رکھ لیتا تھا۔اس میں سے ایسی عجیب وغریب آواز نکلتی تھی کہ بعض سننے والوں پر وجد طاری ہوجاتا تھا اور جب اس کو پلٹ کر رکھ دیا جاتا تھا تو اس سے ایسی غمگین آواز نکلتی کہ لوگ اس کو سن کر رونے کے قریب ہوجاتے تھے۔

الشارف

الشارف :شتر کلاں۔اس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حدیث ہے۔فرماتے ہیں، جنگ بدر کے مال غنیمت سے میرے حصہ میں ایک شارف آیا تھا اور ایک شارف مجھ کو حضور ﷺ نے مال خمس میں سے عطا فرمایا تھا۔جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میرا عقد ہوا اور میں نے ولیمہ کا ارادہ کیا تو میں نے اذخر (زیورات) سناروں کے ہاتھ بیچی تاکہ ولیمہ کی تاریخ میں اس سے اعانت حاصل کروں۔چنانچہ بنی قینقاع کے ایک سنار سے میں نے وعدہ کر لیا کہ میرے ساتھ چل کر اذخر لے لے جبکہ میں اپنے دونوں

اونٹوں کے کجاوے کے لئے سامان جمع کرنے کے لئے باہر چلا گیا تو میں اپنے دونوں اونٹوں کو ایک انصار کے گھر کے پاس کھڑا کر گیا اور جب میں لکڑیاں وغیرہ لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے کوہانوں اور پشت کا گوشت کاٹ لیا گیا ہے۔ان کی کلیجیاں بھی نکال لی گئی ہیں۔مجھ سے یہ حالت دیکھی نہیں گئی۔میں نے کہا کہ میرے اونٹوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا فعل ہے وہ اسی مکان میں انصار کے ساتھ شراب نوشی کر رہے ہیں اور ایک مغنیہ بھی اس جماعت میں گانا گا رہی تھی اور یہ پڑھ رہی تھی۔

الا یا حمزہ للشرف النواہ   وھن معقلات بالفناء

''اے حمزہ! شرف کے علم بردار وہ اونٹنیاں صحن میں بندھی ہوئی ہیں''۔

ضع السکین فی اللبات منھا   وضرجھن حمزۃ بالدماء

''آپ ان کے گلوں پر چھری پھیر دیں اور آپ ان کو چیر پھاڑ ڈالیں خون ریزی کریں''۔

وعجل من اطایبھا لشرب   طعاماً من قدید اوشواء

''اور ان کے بہترین اجزاء بدن کا بھنا ہوا گوشت مجلس شراب کے لئے تیار کریں''۔

فانت ابو عمارۃ المرجی   لکشف الضر عنا والبلاء

''اور آپ ابوعمارہ ہیں مجھے امید ہے کہ آپ ہم سے ضرر اور مصیبت کو دور فرمائیں گے''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا باقی حصہ مشہور ہے اس کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا یہ فعل شراب کے حرام ہونے سے قبل صادر ہوا تھا اس وقت شراب نوشی جائز تھی شراب کی حرمت غزوۂ اُحد کے بعد ہوئی۔

الشاۃ

الشاۃ: بکری، مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔شاۃ کی اصل شاہۃ ہے اس لئے کہ اس کی تصغیر شویھۃ آتی ہے اور تصغیر سے کلمے کے اصلی حرفوں کا پتہ چل جاتا ہے اور جمع شیاہ آتی ہے۔عدد میں تین سے دس تک جمع استعمال کریں گے اور یہ کہیں گے ثلاث اَوْ اربع شیاہ اور اگر تعداد دس سے بڑھ جائے تو یہ کہا جائے گا۔ھٰذہ شاءٌ کثیرٌ۔کسی شاعر کا قول ہے۔

لا ینفع الشاوی فیھا شاتہ   ولا حماراہ ولا غلاتہ

''بھنا ہوا (بکری کا) گوشت اُسے فائدہ نہیں پہنچاتا اور نہ گدھا اور نہ غلہ''۔

کامل ابن عدی میں خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان کے حالات میں عبدالرحمٰن ابن عائذ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس بکری ہو اور اس کا دودھ اس کے کسی پڑوسی اور مسکین کو نہ پہنچے تو اس کو چاہیے کہ اس بکری کو ذبح کر ڈالے یا بیچ دے۔

حکیم لقمانؒ کی ذہانت کا ایک واقعہ

آپ کا مکمل نام لقمان بن عنقاء بن ء بن بیرون تھا۔آپ شہر ایلہ کے رہنے والے تھے۔وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو آپ کے مالک نے بکری دی اور فرمایا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو سب سے بہتر ہے۔چنانچہ آپ نے بکری کو ذبح کیا اور

اس کا دل وزبان نکال کر مالک کے سامنے پیش کر دیا۔ دوسرے دن مالک نے پھران کو ایک بکری دی اور کہا کہ اس کے گوشت کا وہ حصہ لاؤ جو سب سے خراب ہے۔ آپ نے اس کو بھی ذبح کیا اور اس کا دل وزبان نکال کر مالک کے سامنے پیش کر دیا۔ مالک نے تعجب کیا اور دریافت کیا کہ ایک ہی جز اچھا بھی ہو اور برا بھی ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا دل وزبان دونوں بہترین چیزیں ہیں بشرطیکہ اُس کی ذات میں بھلائی اور شرافت ہو اور یہی دونوں چیزیں بدتر ہیں جب کہ اس کی ذات میں شرافت و بھلائی نہ ہو۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث شریف کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ اگر وہ صحیح وسالم ہے تو تمام بدن صحیح وسالم ہے اور اگر اس میں بگاڑ پیدا ہو گیا تو تمام جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ انسان کا قلب ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت حکیم لقمانؒ کا مالک بیت الخلاء گیا اور وہاں دیر تک بیٹھا رہا۔ آپ نے پکار کر کہا کہ بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنا نہ چاہیے۔ کیونکہ اس جگہ دیر تک بیٹھنا جگر کو چیرتا ہے، دل کو مارتا ہے اور بواسیر پیدا کرتا ہے۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت

حضرت حکیم لقمانؒ نے اپنے بیٹے، جس کا نام ثاران تھا کو وصیت کی تھی کہ اے بیٹے! کمین آدمی سے بچتے رہنا جب تم اس کا اکرام کرو اور شریف آدمی سے جب تم اس کی اہانت کرو اور عقلمند سے جب تم اس کی ہجو کرو اور احمق سے جب تم اس سے مذاق کرو اور جاہل سے جب تم اس کی مصاحبت کرو اور فاجر سے جب تم اس سے جھگڑا کرو اے بیٹے تین چیزیں قابل تحسین ہیں (۱) کسی شخص کو اس کی غیر موجودگی میں بھلائی سے یاد کرنا (۲) بھائیوں کا بار اٹھانا (۳) مفلسی میں دوست کی مدد کرنا۔

ابتداء میں غصہ کرنا جنون ہے اور اس کا آخر ندامت و شرمندگی ہے تین چیزیں ایسی ہیں جن میں ہدایت مضمر ہے۔ (۱) اپنے خیر خواہ سے مشورہ طلب کرنا (۲) دشمن اور حاسد کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا (۳) ہر کسی کے ساتھ محبت سے پیش آنا۔ دھوکہ کھانے والا وہ شخص ہے جو تین پر بھروسہ کرے:۔

(۱) وہ شخص جو بغیر دیکھے کسی کی تصدیق کرتا ہو (۲) جو کسی ناقابلِ اعتبار شخص کا اعتبار کرتا ہو (۳) وہ شخص جو کسی ایسی چیز کی حرص کرے جو اس کو دستیاب نہ ہو سکے۔

اگر تو چاہے کہ حکمت سے قوت حاصل کرے تو عورتوں کو اپنی جان کا مالک نہ بنا۔ کیونکہ عورت کی ذات ایک ایسی جنگ ہے جس سے صلح ناممکن ہے۔ عورت کی خاصیت یہ ہے کہ اگر وہ تجھ سے محبت کرنے لگے تو تجھ کو کھا جائے اور اگر تیرے سے بغض رکھے تو تجھ کو ہلاک کر دے۔

علامہ زمخشریؒ اپنی کتاب ''الابرار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مجھے حلال کی ایک روٹی بھی مل جاتی تو میں اس کو جلا کر مریضوں کی دوا میں استعمال کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوفہ کی بکریاں جنگل کی بکریوں کے ساتھ مخلوط ہو گئیں تو امام ابوحنیفہؒ نے دریافت کیا کہ بکری کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ معلوم ہوا کہ سات سال۔ چنانچہ آپ نے سات سال تک بکری کا گوشت استعمال نہیں کیا۔ مبرد کا شعر ہے۔

ما ان دعانی الھوی لفاحشة   الاعصاه الحیاء والکرم

''جب کبھی خواہش نفسانی نے مجھ کو کسی فحش کام کی طرف راغب کرنا چاہا تو میرے حیاء وکرام نے اس کی نافرمانی کی''۔

فلا الی حرمة مددت یدی   ولا مشت بی لریبة قدم

''لہٰذا میں نے نہ تو اپنا ہاتھ بڑھایا اور نہ میرا قدم مجھ کو کسی برے کام کے لئے لے کر چلا''۔

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اعمشؒ کو لکھ کر بھیجا کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مناقب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ برائیاں لکھ کر میرے پاس بھیج دے۔ اعمشؒ نے وہ خط قاصد کے ہاتھ سے لے کر پڑھا اور پڑھ کر بکری کے منہ میں دے دیا۔ بکری اس کو چبا گئی۔ اس کے بعد قاصد سے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیفہ سے کہہ دینا کہ جو کچھ میں نے کیا یہی اس کے خط کا جواب ہے۔ یہ سن کر قاصد چل دیا۔ پھر تھوڑی دور جا کر لوٹ آیا اور کہنے لگا کہ خلیفہ نے قسم کھائی تھی کہ اگر تو جواب لے کر نہ آیا تو میں تجھ کو قتل کر دوں گا۔ قاصد نے اپنے بھائیوں کو بیچ میں ڈال دیا۔ انہوں نے اعمشؒ کو خوشامد کر کے جواب لکھنے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

امابعد اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں دنیا بھر کی خوبیاں ہوں تو اس سے تم کو کوئی نفع نہیں ہے۔ اور اگر بفرضِ محال حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں دنیا بھر کی برائیاں ہوں تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اپنے نفس میں غور کریں۔

اعمشؒ کا نام سلیمان بن مہران تھا۔ آپ مشہور تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت انسؓ بن مالک اور ابوبکر الثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا تھا اور ابوبکر ثقفیؓ کی سواری کی رکاب پکڑی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ بیٹا تو نے میری رکاب کیا پکڑی تو نے اپنے رب کا اکرام کیا۔ اعمشؒ کا اخلاق بہت پاکیزہ تھا اور بہت خوش مزاج واقع ہوئے تھے۔ ستر سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

عجیب وغریب واقعات

ان کے متعلق مشہور ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ بیوی کوفہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھی اور خود اعمش بدصورت تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص جس کا نام ابوالبلاد تھا۔ حدیث شریف پڑھنے آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے ہیں لہٰذا تم اس کے پاس جاؤ اور اس کو بتلاؤ کہ لوگوں کے نزدیک میرا کیا مقام ہے اور کتنی وقعت ہے۔ چنانچہ وہ گئے اور بیوی صاحبہ سے کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی قسمت اچھی بنائی کہ آپ کا اور ان کا ساتھ ہو گیا۔ موصوف ہمارے شیخ اور استاد ہیں۔ ہم ان سے دینی اصول اور حلال وحرام کے احکام سیکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کے ضعف بصر اور ٹانگ کی خرابی سے دھوکہ میں نہ پڑیں۔ اس شخص کا آخری جملہ سن کر اعمشؒ غصہ سے سرخ ہو گئے۔ اور اُس سے کہنے لگے کہ خبیث خدا تیرے قلب کو اندھا کر دے تو نے اس پر میرے عیوب ظاہر کر دیئے۔ یہ کہہ کر اس کو اپنے گھر سے نکال دیا۔

ایک مرتبہ ابراہیم نخعیؒ کا ارادہ ہوا کہ اعمش کے ساتھ کہیں چلیں تو اس پر اعمشؒ بولے کہ جب ہم کو لوگ ساتھ ساتھ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کانا اور اندھا ساتھ ساتھ جا رہے ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ لوگ ہم کو کانا اور اندھا کہہ کر خود گنہگار ہوں گے۔ اعمشؒ بولے کہ اور اس میں آپ کا کیا حرج ہے کہ وہ گناہوں سے اور ہم اُن کی عیب جوئی سے محفوظ رہیں۔

ایک مرتبہ اعمشؒ ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے اور آنے والوں کے درمیان برساتی پانی کی خلیج حائل ہو گئی تھی۔ اعمشؒ نے بالوں کا پرانا کوٹ پہن رکھا تھا۔ اتفاقاً اسی وقت ان سے کوئی ملاقات کے لئے آیا اور بیچ میں پانی حائل دیکھ کر کہا کہ ذرا اٹھ کر مجھ کو اس سے پار کر دیجئے۔ چنانچہ اعمشؒ نے ان کا شانہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو اپنی کمر پر بیٹھا لیا۔ جب وہ اُن کی کمر پر سوار ہو گیا تو اُس نے بطور مذاق قرآن شریف کی وہ آیت شریفہ تلاوت کی جو کہ سواری کے وقت پڑھی جاتی ہیں یعنی سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّالَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآاِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ. اعمشؒ جب ان کو لے کر چلے اور پانی کے بالکل بیچ میں پہنچے تو اس کو گرا دیا اور یہ آیت تلاوت

کی۔ قُلْ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ. یہ آیت سواری سے اُترتے وقت پڑھی جاتی ہے اس کے بعد آپ تنہا پانی سے نکل آئے اور اپنے راکب کو پانی میں چھوڑ آئے۔

ایک شخص آپ کو تلاش کرتا ہوا آیا معلوم ہوا کہ بیوی صاحبہ کو لے کر مسجد گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی مسجد کی طرف چل دیا۔ راستہ میں آپ اپنی بیوی کے ساتھ آتے ہوئے مل گئے تو اس شخص نے پوچھا کہ آپ دونوں میں سے اعمشؒ کون ہیں؟ آپ نے بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے لوگ عیادت کے لئے آنا شروع ہوگئے۔ کچھ لوگ آپ کے پاس کافی دیر تک بیٹھے رہے اور جب انہوں نے اٹھنے کا نام ہی نہیں لیا تو اعمشؒ نے مجبور ہو کر اپنا تکیہ اٹھایا اور کھڑے ہوگئے اور کہہ کر چل دیئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے مریض کو شفاء عطا فرمائے۔ پس اس کے بعد لوگ وہاں سے چلے گئے۔

ایک دن کسی نے آپ کے سامنے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی پڑھا کہ جو شخص قیام لیل ترک کر کے سو رہتا ہے تو شیطان اس کے کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔ یہ سن کر آپ بولے کہ میری آنکھوں میں جو تیرگی آئی ہوئی ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ شیطان میرے کان میں پیشاب کر گیا تھا۔

آپ نے اپنے کسی مسلمان بھائی کو تعزیت نامہ لکھا جس میں مندرجہ ذیل اشعار تھے۔

انا نعزیک لا انا علی ثقة من البقاء ولکن سنة الدین

''ہم جو آپ کی تعزیت کر رہے ہیں وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ہم کو اپنی زندگی پر بھروسہ ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ تعزیت کرنا سنت ہے''۔

فلا المعزی بباق بعد میته ولا المعزی وان عاشا الی حین

''مرنے کے بعد نہ تو معزی باقی رہے گا اور نہ تعزیت کرنے والا باقی رہے گا اگرچہ وہ دونوں برسوں زندہ رہیں''۔

اعمش کی وفات ۱۴۷ھ یا بقول دیگر ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ میں ہوئی۔

تاریخ ابن خلکان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ ابن زبیر مکۃ المکرمہ میں خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو مدینہ کا والی گورنر مقرر فرمادیا اور مروان ابن حکم کو اس کے بیٹے کے ساتھ وہاں سے نکلوا دیا۔ وہ شام چلے گئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ۷۲ھ تک لوگوں کو برابر حج کراتے رہے۔ جب عبدالملک ابن مروان خلیفہ ہوا تو اس نے اہل شام کو حج کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ عبداللہ ابن زبیر ان لوگوں سے جو حج کر کے آتے تھے اپنے لئے بیعت خلافت لیتے تھے۔ جب اہلِ شام پر یہ ممانعت شاق گزری تو عبدالملک نے ایک قبۃ الصخرہ تعمیر کرایا اور حکم دیا کہ لوگ یوم عرفہ میں بیت المقدس جا کر وقوف کیا کریں۔ چنانچہ اہلِ شام نے اس پر عمل کیا۔

کہتے ہیں کہ بیت المقدس اور دیگر شہروں کی مساجد میں عرفہ کرنے کی رسم اسی وقت سے شروع ہوئی۔ بصرہ کی مساجد میں وقوف بعرفہ کرنے کی رسم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں شروع ہوئی اور مصر میں عبدالعزیز ابن مروان کے دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ جب عبدالملک نے مصعب ابن زبیر کو قتل کر کے واپسی کا ارادہ کیا تو حجاج ابن یوسف خلیفہ کے سامنے آ کر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کو پکڑ کر ان کی کھال کھینچ لی ہے۔ لہٰذا آپ ان سے لڑنے کی مہم میرے سپرد کیجئے۔ چنانچہ عبدالملک نے شامیوں کی ایک بڑی فوج کا سپہ سالار بنا کر اس کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے روانہ کر دیا۔ حجاج نے مکۃ

المکرّمہ کا محاصرہ کرلیا اور منجنیق لگا کر خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ یہ کارروائی ہوتے ہی آسمان پر بجلی کی چمک اور کڑک پیدا ہوگئی۔ شامیوں کی فوج یہ کیفیت دیکھ کر ڈر گئی اس پر حجاج کڑک کر بولا کہ ڈرومت یہ تہامہ کی بجلیاں ہیں جو آیا ہی کرتی ہیں۔ میں یہیں کا رہنے والا ہوں مجھے اس کا تجربہ ہے۔ یہ کہہ کر حجاج کھڑا ہو گیا اور سنگ باری کرنے لگا۔ اسی اثناء میں آسمان سے بجلی اور گرج کا تانتا بندھ گیا اور حجاج کی فوج کے بارہ آدمی مارے گئے۔ حجاج کو اپنی فوج کی ہمت بڑھانے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اُس نے اپنی فوج میں للکار کر کہا کہ دیکھتے نہیں ہمارا دشمن بھی تو اسی مصیبت میں مبتلا ہے یعنی آسمان کی بجلیاں ان پر بھی کڑک رہی ہیں۔ حجاج مسلسل خانہ کعبہ پر سنگ باری کرتا رہا اور اس کو منہدم کر کے چھوڑا۔ اس کے بعد آگ کے گولے برسانے شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کا غلاف جل کر خاکستر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی یہ حالت دیکھ کر قیاس کیا کہ جب یہ خانہ کعبہ کو اس بیدردی سے منہدم کر سکتے ہیں تو میں اگر ان کو ہاتھ آ جاؤں تو میرا کیا حال کریں گے؟ یہ سوچنے کے بعد اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء سے عرض کیا کہ اگر میں مارا گیا تو یہ لوگ میرا مثلہ بنائیں گے اور سُولی پر لٹکا دیں گے۔ والدہ نے جواب دیا بیٹا جب بکری کو ذبح کر دیا جاتا ہے تو کھال کھینچنے میں اس کو تکلیف نہیں ہوتی۔ یہ جواب سن کر آپ والدہ ماجدہ سے رخصت ہو گئے اور باہر نکل کر دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ دشمن نے آپ کے چہرہ پر کنکریاں مارنی شروع کیں جس کی وجہ سے آپ کا چہرہ مبارک خون آلود ہو گیا۔ جب آپ کو چہرہ پر خون کی گرمی محسوس ہوئی تو آپ کی زبان سے یہ شعر نکلا۔

ولسنا علی الاعقاب تدمی کلومنا ولکن علی اقدامنا تقطر الدما

''ہم وہ نہیں ہیں کہ ہمارے پشتوں پر زخموں کا خون بہے بلکہ ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمارے سینہ سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے''۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک مجنونہ باندی تھی اس نے جب آپ کو گرتے ہوئے دیکھا تو آپ کی طرف اشارہ کر کے چیخ مار کر رونے لگی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ''وا امیر المومنیناہ'' حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت ۱۳/ جمادی الآخر ۷۳ھ کو ہوئی۔ جب حجاج بدبخت کو آپ کی شہادت کی خبر ملی تو اُس نے سجدۂ شکر ادا کیا اس کے بعد وہ اور طارق نامی شخص اُٹھ کر آپ کی نعش کے پاس آئے۔ طارق نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ عورتوں نے آپ سے زیادہ ذاکر کوئی نہیں جنا۔ یہ سن کر حجاج کہنے لگے کہ تم ایسے شخص کی مدح کرتے ہو جو امیر المومنین کا مخالف تھا۔ طارق نے جواب دیا کہ میں ضرور ان کی تعریف کروں گا وہ میرے نزدیک معذور تھے۔ اگر خلیفہ وقت کی مخالفت نہ ہوتی تو ہمارے پاس اُن سے قتال کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا، ہم نے آپ کا محاصرہ کیا حالانکہ ان کی طرف سے کسی قسم کی کوئی روک اور قلعہ بندی نہیں تھی۔ انہوں نے ہمارے ساتھ آٹھ ماہ سے نصفا نصفی کا معاملہ کر رکھا تھا بلکہ ہم کو نصف سے زائد دے رکھا تھا۔ جب خلیفہ عبدالملک کو اس گفتگو کی اطلاع پہنچی تو اُس نے طارق کی گفتگو پسند کی۔

حجاج نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کا سر مبارک خلیفہ کے پاس دمشق بھیج دیا۔ اس نے اس کو عبداللہ بن حازم الاسلمی کے پاس بھیج دیا جو ابن زبیرؓ کی جانب سے خراسان کے گورنر تھے۔ خلیفہ نے سر لے جانے والے کی معرفت یہ پیغام بھیجا کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کر لو گے تو میں تمہیں خراسان کی سات سال کی آمدنی بخش دوں گا۔ عبداللہ بن حازم نے خلیفہ کے قاصد سے کہا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قاصدوں کے مارے جانے کا قاعدہ نہیں ہوتا تو میں اسی وقت تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن مجھے اپنے سامنے اتنا ضرور کروانا ہے کہ تو اپنے آقا کا خط چبا کر کھا جا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور بکری کی طرح خط کو چبا کر نگل گیا۔ عبداللہ ابن حازم نے اس سر کو لے کر غسل دیا اور

اس کو کفنا کر اور خوشبو دے کر دفن کر دیا اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ عبداللہ ابن حازم نے وہ سر آل زبیر کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا۔ انہوں نے اس کو دفنا دیا۔ حضرت اسماءؓ حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے پانچ دن بعد اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں۔ آپ کی عمر سو سال کی ہوئی۔

حافظ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ اس سے پہلے ایک مرتبہ خانہ کعبہ پر اور سنگ باری ہو چکی ہے۔ یہ اس وقت ہوئی جبکہ یزید ابن معاویہؓ کے عہد حکومت میں مسلم بن ولید نے وقعۃ الحرہ کے بعد مکرمکرمہ کا محاصرہ کیا تھا۔ لیکن اس دوران میں یزید کا انتقال ہو گیا تو مسلم محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک یعنی ملک شام واپس آ گیا۔

محمد بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں بقرہ عید کے دن اپنی والدہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت میلا لباس پہنے ہوئے آئی اور میری والدہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم ان کو پہچانتے ہو یہ کون ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو والدہ نے فرمایا یہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی والدہ ہیں۔ یہ سن کر میں نے ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ کچھ اپنا حال سنائیں۔ وہ کہنے لگی میں صرف ایک واقعہ سناتی ہوں جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ بقرعید کا دن تھا میرے یہاں مانگنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ میرے چاروں طرف میری چار سو خدمت گار لونڈیوں کا اجتماع تھا اور مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میری طرف سے میرے لڑکے جعفر نے قربانی کی تھی لیکن افسوس آج وہ دن ہے کہ میں آپ لوگوں کے پاس بکری کی دو کھالیں لینے کے لئے بطور سائل حاضر ہوئی ہوں۔ میں نے یہ سن کر ان کو پانچ سو درہم دے دیئے۔ ان کی آمد و رفت ہمارے یہاں برابر رہی، یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ جعفر برمکی کے قتل کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ عقاب کے تحت آئے گا۔

سنن ابن ماجہ اور کامل بن عدی میں ابوذر بن عبداللہ کے حالات میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بکری جنت کے چوپاؤں میں سے ہے۔

حافظ ابو عمر بن عبداللہ کی کتاب ''الاستیعاب'' میں ابو رجاء العطاروی کے حالات میں لکھا ہے کہ عرب والوں کا دستور تھا کہ وہ سفید بکری لا کر اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جب بھیڑیا اُس کو اٹھا کر لے جاتا تو اس کی جگہ دوسری بکری لا کر کھڑی کر دیتے۔

سنن بیہقی میں اور احادیث کی دیگر کتب میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ مذبوحہ بکری کے سات اعضاء کا کھانا مکروہ سمجھتے تھے اور وہ یہ ہیں:۔(۱) عضو تناسل (۲) خصیتین (۳) پتہ (۴) خون (۵) فرج (۶) غدود (۷) شانہ۔ اور بکری کا مقدم آپ کو زیادہ پسند تھا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے یہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک بکری آئی اور ہمارے مٹکے کے نیچے اپنے کھروں سے زمین کریدنے لگی۔ میں نے اس کی گردن پکڑ لی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم کو یہ نہیں چاہیے تھا کہ اس کی گردن پکڑ کر دباتیں۔

سنن ابی داؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے بکرے کے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے وہ زہر آلودہ گوشت کھایا۔ اس کو کھا کر صحابہؓ میں سے حضرت بشر بن البراء کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ نے اس عورت کو بلوایا اور جب وہ آئی تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے یہ سمجھ کر ایسا کیا ہے کہ آپؐ نبی برحق ہیں تو زہر آپؐ کے نقصان نہیں دے گا اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو آپؐ سے ہمارا پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اس اقرار پر وہ عورت آپؐ کے حکم سے قتل کر دی گئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ قتل کی روایت مرسل ہے کیونکہ جوہریؒ نے حضرت جابرؓ سے اس کے بارے میں کچھ نہیں سنا مگر محفوظ

روایت یہ ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ تو اس کا جواب آپ نے نفی میں دیا تھا۔امام بخاریؒ نے اسی طرح روایت کی ہے مگر بیہقی نے دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کر دیا کہ ابتداء آپ نے انکار فرما دیا ہو مگر جب بشرؓ کی وفات ہوگئی تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

اس عورت کا نام زینب بنت الحرث ہے بقول ابن اسحاق یہ مرحب یہودی کی بہن تھی اور محمد ابن راشد نے زہری سے روایت کی ہے کہ وہ عورت مسلمان ہوگئی تھی۔صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد، ترمذی و ابن ماجہ میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عروۃ بن الجعدہ اور بقولِ دیگر ابی الجعدہ کو ایک دینار ایک بکری خریدنے کے لئے دیا۔عروہ نے اس دینار کی دو بکریاں خریدیں اور اُن میں سے ایک بکری ایک دینار کی فروخت کر ڈالی۔ایک بکری اور ایک دینار لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بکریوں کی خریداری کا قصہ سنایا۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں برکت ہونے کی دعا دے دی۔اس کے بعد حضرت عروہؓ کوفہ کے کناسہ (مقام کا نام ہے) میں نکل جاتے اور مالِ تجارت میں نفع حاصل کرتے۔رفتہ رفتہ کوفہ کے مال داروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔شبیب ابن غرقد فرماتے ہیں کہ اس نے عروہ کے گھر میں ستر گھوڑے جہاد فی سبیل اللہ میں بندھے ہوئے دیکھے۔عروہؓ ابن ابی الجعد نے آنحضور ﷺ سے تیرہ حدیثیں روایت کی ہیں۔سب سے پہلے آپ ہی نے کوفہ کی قضاء کا عہدہ سنبھالا تھا۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو شریح سے پہلے کوفہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔

حیرت انگیز واقعہ:

ابن عدی نے حسن ابن واقد القصاب سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر جو اہلِ خیر اور متقی لوگوں میں سے تھے نے بیان کیا ہے کہ میں نے ذبح کرنے کے لئے ایک بکری زمین پر لٹائی پس ایوب سختیانی وہاں سے گزرے میں نے چھری زمین پر ڈال دی اور آپ کے ساتھ کھڑا ہو کر گفتگو کرنے لگا۔بکری نے کود کر دیوار کی جڑ میں اپنی کھریوں سے ایک گڑھا کھودا اور چھری کو پاؤں سے لڑھکا کر اس گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی ڈال دی۔ایوب سختیانی بولے دیکھو دیکھو بکری نے یہ کیا کیا؟ یہ دیکھ کر میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ آئندہ کسی جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کروں گا۔

عمل برائے حفاظت:

ابو محمد عبداللہؒ بن یحییٰ ابن ابی الہیثم المصعی امام شافعیؒ کے اصحاب میں ایک بڑے امام عالم صالح تھے اُن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور تلواروں سے وار کئے مگر مجھ پر تلواروں کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا۔ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہا تھا:۔

"وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ. وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ. لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ وَحَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ وَحِفْظًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ اللَّهُ حَفِيظٌ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَاتِبِينَ يَعْلَمُونَ مَا تفعلون إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ

وَيُعِيْدُ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ. فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ هَلْ اَتَاکَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُحِيْطٌ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَحْفُوْظٍ.

''اور اللہ تعالیٰ کو ان دونوں کی حفاظت گراں نہیں گزرتی اور وہ عالی شان اور عظیم الشان ہے اور وہ تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے۔ بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے، سو اللہ کے سپرد وہی سب سے بڑھ کر نگہبان اور سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ ہر شخص کی حفاظت کے لئے کچھ فرشتے مقرر ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اُس کے آگے اور کچھ اُس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اُس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم نے حفاظت کی اس کی ہر شیطان مرڈود سے اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے (اور استراق شیطان سے) یہ تجویز ہے خداء زبردست واقف الکل کی، اور آپ کا رب ہر چیز کو دیکھ بھال رہا ہے۔ اللہ ان کو دیکھ بھال رہے ہیں اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور تم پر تمہارے سب اعمال یادرکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جس پر اعمال کا کوئی یادرکھنے والا فرشتہ مقرر نہ ہو۔ آپ کے رب کی دارو گیر بڑی سخت ہے۔ پس کفار پر سزا کے شدید کا مواقع ہونا بعید نہیں اور نیز وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہ دوبارہ قیامت میں بھی پیدا کرے گا اور وہی بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا اور عرش کا مالک اور بڑی عظمت والا ہے۔ وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے۔ کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا بلکہ یہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور قرآن کی تکذیب میں لگے رہے، اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو بھلائے جانے کے قابل ہو بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے''۔

اس کے بعد مصعی نے بیان کیا کہ ایک روز ایک جماعت کے ہمراہ نکلا تو ہم نے ایک بھیڑیئے کو ایک دبلی پتلی بکری سے کھلنڈریاں کرتے ہوئے دیکھا جو اس کو کچھ ضرر نہیں پہنچا رہا تھا۔ جب ہم قریب پہنچے تو ہم کو دیکھ کر بھیڑیا بھاگ گیا۔ ہم بکری کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کی گردن میں ایک تعویذ پڑا ہوا تھا۔ جس پر مندرجہ بالا آیت لکھی ہوئی تھی۔ مصعی کی ۵۵۳ھ میں وفات ہوئی۔

دوسرا عمل:

حافظ ابوزرعہ رازی رماتے ہیں کہ شہر جرجان میں ایک مرتبہ آگ لگی جس میں نو ہزار گھر جل گئے۔ اور ان گھروں کے ساتھ قرآن کریم کے نو ہزار نسخے بھی آگ کی نذر ہو گئے۔ مگر مندرجہ ذیل آیات کسی بھی نسخے میں نہیں جلیں بلکہ محفوظ رہیں۔ آیات یہ ہیں:۔

''ذَالِکَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا وَقَضٰى رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوَاتِ الْعُلٰى اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَافِي السَّمٰوَاتِ وَمَافِي الْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا وَمَاتَحْتَ الثَّرٰى يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اَنِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ

رِزْقٍ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ"۔

"یہ اندازہ بالکل اللہ کا باندھا ہوا ہے جو زبردست علم والا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے اور اے مخاطب جو کچھ یہ ظالم (کافر) لوگ کررہے ہیں اس سے خدائے تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لاسکو گے اور تیرے رب نے حکم کردیا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی عبادت مت کرو، یہ اس ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمان کو پیدا کیا ہے اور وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے۔ اسی کی ملک ہی جو چیز آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور جو چیزیں تحت الثری میں ہیں اس دن کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر ہاں (اس کی نجاعت ہوگی) جو اللہ کے پاس کفروشرک سے پاک دل لے کر آئے گا۔ تم دونوں خوشی سے آئے یا زبردستی سے دونوں عرض کیا خوشی سے حاضر ہیں۔ میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (مخلوق) کی رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا، قوت والا، نہایت طاقت والا ہے اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے سب کا (معین) رزق آسمان میں ہے۔ تو قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے جیسا تم باتیں کررہے ہو"۔

فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں جب بھی کسی سامان دکان اور مکان وغیرہ میں رکھی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کی برکت سے اس کی حفاظت فرمائی۔ میں (مولف) کہتا ہوں کہ یہ آیات نافع اور آزمودہ ہیں۔

ایک عجیب واقعہ:

ثعلبی ابن عطیہ اور قرطبی وغیرہم نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں ایک قرآن کریم جل گیا لیکن یہ آیت باقی رہ گئی الا الی اللہ تصیر الامور (یاد رکھو سب امور اس کی طرف رجوع ہوں گے)۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک نسخہ قرآن کریم کا غرق آب ہو گیا تب بھی یہ آیت محفوظ رہی۔ باقی سب آیتیں محو ہو گئی تھیں۔

حصول غناء، ادائیگی قرض، دشمنوں پر غلبہ اور بلیات سے حفاظت کیلئے عمل:

علامہ دمیری فرماتے ہیں امام عارف باللہ شیخ عبداللہ ابن اسعد یافعی نے بیان کیا ہے کہ مجھ کو امام عارف باللہ ابوعبداللہ محمد القرشی سے یہ بات پہنچی ہے کہ ان سے اُن کے استاذ شیخ ابوالربیع الالقی نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسے خزانہ کی خبر نہ دوں کہ تم اس کو خرچ کرتے رہو اور اس میں کمی نہ آئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ پڑھا کرو:۔

یااللّٰہ یا واحد یااحد یاموجود یا جوادیاباسط یا کریم یاوھاب یاذالطول یاغنی یامغنی یافتاح یارزاق یاعلیم یاحکیم یا حی یاقیوم یارحمٰن یا رحیم یا بدیع السمٰوات والارض یاذوالجلال والاکرام یا حنان یا منان انفحنی منک بنفحة خیر تغننی بها عمن سواک اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا نصر من اللّٰہ و فتح قریب اللّٰھم یاغنی یا حمید یامبدی یامعید یاودود یا ذالعرش المجید یا فعال لما یرید اکفنی بحلالک عن

حرامک واغننی بفضلک عمن سواک واحفظنی بما حفظت به الذکر وانصرنی بما نصرت به الرسل انک علی کل شئی قدیر.

''اے اللہ اے واحد اے احد اے موجود اے جواد اے باسط اے بخشش کرنے والے اے بہت دینے والے اے قدرت والے اے بے نیاز کرنے والے کشادگی کرنے والے اے رزق دینے والے اے جاننے والے اے حکیم اے حی اے قیوم اے رحمان اے رحیم اے زمین وآسمان کو بے نمونہ پیدا کرنے والے۔ اے جلال واکرام والے اے حنان اے بہت احسان کرنے والے مجھے اپنی جانب سے خیر کا ایک حصہ عطا فرما جس کے ذریعہ مجھے اپنے علاوہ سے بے نیاز کردے۔ اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا۔ بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی، اللہ کی نصرت اور فتح قریب ہے۔ اے اللہ غنی اے حمید اے پیدا کرنے والے اے لوٹانے والے اے بہت محبت کرنے والے اے بزرگ عرش والے، ہر ارادہ کو کر گزرنے والے اپنے حلال رزق سے میری کفایت فرما اور حرام سے مجھ کو بچا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعے اپنے غیر سے بے نیاز کردے اور میری حفاظت فرما اس چیز سے جس سے تُو نے ذکر (قرآن کریم) کی حفاظت فرمائی اور میری اس قدرت سے نصرت فرما جس سے رسولوں کی نصرت فرمائی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

ان آیات کو جو شخص ہر نماز کے بعد بالخصوص نماز جمعہ کے بعد ہمیشگی کے ساتھ پڑھے گا تو اللہ رب العزت ہر خوفناک چیز سے اس کی حفاظت اور دشمنوں کے خلاف اعانت فرمائے گا اور اس کو غنی کردے گا اور ایسے ذرائع سے اس کو روزی پہنچائے گا۔ جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوگا اور اس کی زندگی کو خوشحال بنادے گا اور اس کی قرض کی ادائیگی کی سبیل پیدا کردے گا خواہ اس کا قرض پہاڑ کے بقدر ہو۔

اسم اعظم:

ابن عدی نے عبدالرحمٰن قرشی سے انہوں نے محمد بن زیاد بن معروف سے انہوں نے حسن سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ثابت بنانی سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اسم اعظم پوچھا تھا پس میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام بند اور سر بمہر اس کو لے کر آئے اور وہ یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاِسْمِکَ الْاَعْظَمِ الْمَکْنُوْنِ الطَّاهِرِ الْمطَهَّرِ الْمقَدَّسِ الْمبارَرِ الحی القیوم

''اے اللہ! میں تیرے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو پوشیدہ ہے طاہر مطہر ہے پاک اور برباکت ہے حی وقیوم ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بھی اسم اعظم سکھا دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں، بچوں اور ناسمجھ لوگوں کو اس کی تعلیم دینے سے ہمیں منع کیا گیا ہے''۔

عمل برائے دفع دردزہ:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کہیں چلے جارہے تھے راستے میں ایک بکری کو دردِ

زہ میں مبتلا دیکھا تو حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحییٰؑ سے فرمایا کہ آپ بکری کے پاس جا کر یہ کلمات کہہ دیں:۔

''حنة وَلَدَتْ یَحْیٰی وَمَرْیَمُ وَلَدَتْ عِیْسٰی اَلْاَرْضُ تَدْعُوْکَ یَاوَلَدُ اُخْرُجْ یَاوَلَدُ۔''

''حضرت حنہ نے یحییٰ کو جنم دیا اور حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو جنم دیا اے بچے تم کو زمین پکار رہی ہے باہر آ جا''۔

حضرت حماد فرماتے ہیں کہ محلہ میں کوئی بھی اگر دردِ زہ میں مبتلا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ کلمات کہہ دیئے جائیں انشاء اللہ کچھ دیر میں بچہ کی ولادت ہو جائے گی۔

حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے حضرت یحییٰؑ ایمان لائے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ سے چھ ماہ عمر میں بڑے تھے۔ حضرت یحییٰؑ کے قتل کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

عمل دیگر برائے دردِ زہ:

یونس بن عبید سے منقول ہے کہ اگر کسی جانور یا عورت کے پاس جو دردِ زہ میں مبتلا ہو یہ دعا پڑھ دی جائے تو تسہیل ولادت کے لئے مفید ہے۔

'' اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عِدَتِیْ فِیْ کُرْبَتِیْ وَاَنْتَ صَاحِبِیْ فِیْ غُرْبَتِیْ وَاَنْتَ حَفِیْظِیْ عِنْدَ شِدَّتِیْ وَاَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ۔ ''

''اللہ میری مصیبت میں تو میرا وعدہ ہے اور میری غربت میں تو میرا رفیق ہے اور ہر پریشانی میں میرا محافظ ہے اور تو ہی میرے نعمتوں کا مالک ہے''۔

نسخہ دیگر برائے تسہیل ولادت:

بعض اطباء سے منقول ہے کہ اگر سمندری جھاگ دردِ زہ میں مبتلا عورت کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو بچہ کی ولادت آسان ہو جاتی ہے۔ یہی تاثیر انڈا کے چھلکے کی ہے کہ اگر اس کو باریک پیس کر پانی میں ملا کر ایسی عورت کو پلایا جائے۔ اس نسخہ کو متعدد بار آزمایا گیا ہے اور یہ مفید ثابت ہوا ہے۔

حدیث میں شاۃ (بکری) کا ذکر:۔

''مومن کی مثال اس بکری کی مانند ہے جو چارہ کے ساتھ سوئی نگل گئی ہو اور وہ اس کے معدہ میں چبھ رہی ہو، اس وجہ سے وہ کوئی چیز نہ کھا سکتی ہو اور کھالے تو ہضم نہ ہوتی ہو''۔ یہ بھی آیا ہے کہ منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو بکریوں دوگلوں (ریوڑ) کے درمیان ماری ماری پھر رہی ہو یعنی اِدھر ہو نہ اُدھر ہو۔

''الــــرابـضة'' ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو حضرت آدمؑ کے ساتھ زمین پر نازل ہوئے تھے اور جو گمراہ لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں۔ جوہریؒ فرماتے ہیں کہ رابضہ حاملین حجت ہیں۔ جن سے زمین بھری رہتی ہے۔

شرعی حکم:

تمام علماء اُمت کے نزدیک اس کا گوشت حلال ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے لئے بکری کی وصیت کرے تو وصیت چھوٹی بڑی، صحیح، عیب دار، بھیڑ اور دُنبے سب کو شامل ہوگی کیونکہ لفظ شاۃ سب پر صادق آتا ہے۔

فقہی مسئلہ

قربانی سنت ہے واجب نہیں ہے۔ نیز قربانی صرف چوپائے جانور کی ہوسکتی ہے۔ دنبہ کی قسم سے قربانی میں جذعہ یعنی جو ایک سال کا ہو کر دوسرے میں لگ گیا اس کی قربانی صحیح ہے اس سے کم عمر کی نہیں (صاحب کتاب چونکہ شافع المسلک ہے اس لئے شوافع کا مسلک بیان کیا ہے ورنہ احناف کے یہاں بکری کی عمر ایک سال ضروری ہے اور دنبہ اگر چھ ماہ کا ہو کر سات میں لگ گیا ہو اور اتنا فربہ ہو کہ ایک سالہ کے مانند ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ قربانی کی سنت کا قول شوافع کا ہے، احناف کے یہاں قربانی واجب ہے) نیز جانور کا ہر ایسے عیب سے سالم ہونا ضروری ہے جو گوشت کے لئے مضر ہو۔ پس دُبلے جانور، کانے اور بیمار، لنگڑے اور سینگ ٹوٹے اور کان کٹے جانور اور خارش زدہ جانور۔ اسی طرح اس جانور کی قربانی جس کے پیدائشی کان نہ ہوں جائز نہیں ہے اور جس جانور کا کان کٹا ہوا ہو اس کے بارے میں جواز وعدم جواز دونوں قول منقول ہیں اور جب کانے کی قربانی صحیح نہیں ہے تو اندھے کی بدرجہ اولیٰ صحیح نہیں ہوگی۔ البتہ بینائی کا قدرے کم ہونا ایک یا دونوں آنکھوں سے، مانع نہیں ہے۔ اسی طرح چندھے جانور کی قربانی صحیح ہے اور عشواء یعنی جو دن میں دیکھنے کے قابل ہو رات کو نہ دیکھ سکتا ہو اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی صحیح ہے۔

تولاء یعنی پاگل جانور جو چراگاہ سے پشت پھرا لے چارہ نہ کھائے اور دُبلا ہو جائے ایسے جانور کی قربانی بھی ممنوع ہے۔ جس جانور کا کان کاٹ کر جسم سے جدا نہ ہوا ہو بلکہ اسی میں لگا ہوا ہو تو صحیح قول کے مطابق ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ قفال فرماتے ہیں درست نہیں ہے اور اگر کٹ کر کان جسم سے جدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر مقطوع کثیر ہے تو درست نہیں اور اگر کٹا ہوا حصہ کم ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست نہیں ہے۔ قلیل وکثیر کا معیار یہ ہے کہ اگر دور سے نقص نظر آ جائے تو کثیر ورنہ قلیل شمار کریں گے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک تہائی کان سے کم اگر کٹا ہوا ہو تو قربانی جائز ہے۔ چھوٹے کان والے جانور کی قربانی بھی درست ہے۔ جس بکری کی ران سے بھیڑیئے نے ایک معتدبہ مقدار میں گوشت کاٹ لیا ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جس جانور کے خصیتین کاٹ لئے گئے ہوں اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

جس بکری کے پیدائشی تھن یا بکرا جس کا پیدائشی طور پر خصیہ نہ ہو تو صحیح قول کے مطابق اس کی قربانی جائز ہے۔ تھن اور خصیہ کے بعض حصہ کا کاٹنا کل کاٹنے کے حکم میں ہے۔ اس طرح جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ جس جانور کا عضو تناسل کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی اور خصی کی قربانی صحیح قول کے مطابق درست ہے۔ ابن کج نے اس سلسلہ میں نادر مسلک اپناتے ہوئے خصی کی قربانی کے عدم جواز کا قول کیا ہے۔ جس بکری کے سینگ نہ ہوں اسی طرح جس کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں خواہ مندمل ہو گئے ہوں یا نہیں اصح قول کے مطابق قربانی صحیح ہے۔

محاملی نے ''لباب'' میں عدم صحت کا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ قفال کہتے ہیں کہ اگر ٹوٹنے کی تکلیف کا اثر گوشت پر نہ ہوا ہو تو صحیح ہے ورنہ خارش کے حکم میں ہوگا بے سینگ والی بکری کے مقابلہ میں سینگ والی افضل ہے۔ اگر جانور کے کچھ دانت گر گئے ہوں اس کی قربانی درست ہے۔

ایک لغوی نکتہ:

علامہ جوہری لکھتے ہیں اضحیہ میں چار لغات ہیں (۱) اُضْحِیَّۃٌ (ضمہ ہمزہ) (۲) اِضْحِیَّۃٌ (کسرہ ہمزہ) دونوں کی جمع اضاحی آتی ہے۔ (۳) ضحیۃ اس کی جمع ضحایا آتی ہے۔ (۴) اضحاۃ ارطاۃ کے وزن پر آتا ہے اس کی جمع اضحیٰ ارطی کے وزن پر آتی ہے۔ اسی

کے اعتبار سے بقرعید کو عید الاضحیٰ سے موسوم کرتے ہیں۔

مسئلہ: قربانی میں نیت شرط ہے نیت کو ذبح پر مقدم کرنا صحیح قول کے مطابق صحیح ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس بکری کو اضحیہ (قربانی کا جانور) بنادیا تو کیا یہ تعین اور قصد نیت ذبح کے بغیر کافی ہے یا نہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی سنت ہے جیسا کہ ماقبل گزرا اور فی نفسھا قربت ہے لہٰذا اس میں نیت شرط ہے۔ امام غزالیؒ کی رائے یہ ہے کہ کافی ہے تاہم تجدید نیت مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اور دوسرے کے سپرد کردینا بھی صحیح ہے۔ جس شخص کا ذبیحہ حلال ہے قربانی اس شخص کے سپرد کردینا بھی جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور فقیہہ ہو۔ کیونکہ وہ اس کے طریقہ اور شرائط سے واقف ہوتا ہے۔ کتابی کو نائب بنانا بھی صحیح ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوگی البتہ گوشت حلال ہوگا۔ موفق ابن طاہر حنبلی نے بھی امام احمدؒ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ قربانی کے گوشت میں مستحب یہ ہے کہ ایک تہائی خود استعمال کرے۔ ایک تہائی احباب واقارب کو ہدیہ کردے اور ایک تہائی غرباء کو صدقہ کردے۔

بعض کا قول ہے کہ آدھا خود استعمال کرے اور آدھا صدقہ کردے۔ اگر کوئی شخص کل گوشت خود ہی استعمال کرے صدقہ نہ کرے، تو صحیح مذہب یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ضامن ہوگا جو کافی ہے یعنی کم از کم اتنی مقدار جس پر صدقہ کا اطلاق ہوجائے اور ایک قول یہ ہے کہ ضامن نہیں ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ قدرِ مستحب کا ضامن ہوگا یعنی آدھے یا ثلث کا ضامن[1] ہوگا قربانی کے جانور کی کوئی چیز فروخت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس میں سے قصاب کی اجرت دینا صحیح ہے۔ بلکہ قصاب کی اجرت قربانی کرنے والے کے ذمے واجب ہے۔ جیسے کھیتی کاٹنے کی اُجرت کھیتی والے کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: تمام علماء کے نزدیک قربانی کا گوشت تین دن سے زائد جمع کرکے رکھنا ممنوع ہے۔ کل گوشت کھاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اول یہ ہے کہ کھاسکتا ہے۔ ابن سریج اصطخری ابن القاص ابن الوکیل نے اس کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ جب قربانی کرنے والا اکثر حصہ کو کھاسکتا ہے تو کل کو بھی کھاسکتا ہے اور ثوابِ قربانی نیت قربانی سے خون بہانے سے حاصل ہوجاتا ہے جیسا کہ آیت[1] میں اس کی جانب اشارہ ہے۔ موفق حنبلی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک بیان کیا ہے۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اتنی مقدار کا صدقہ کرنا ضروری ہے جس پر قربانی کے گوشت کا اطلاق ہوسکے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کہا کہ میں نے اس بکری کو قربانی کے لئے دیا یا کسی معین بکری کی قربانی کی نذر مانی تو اس بکری سے اس کی ملکیت زائل ہوگئی۔ اس بکری کے بارے میں اس شخص کا بیع ہبہ تبادلہ وغیرہ کا کوئی تصرف نافذ نہیں ہوگا۔ اگرچہ یہ تصرف کسی ایک جز میں ہی ہو۔ شیخ ابو علی وجہ سے منقول ہے کہ اس کی ملکیت اس بکری سے زائل نہیں ہوگی جب تک یہ اس کو ذبح کرکے صدقہ نہ کردے جیسے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ کے لئے مجھ کو اس غلام کا آزاد کرنا واجب ہے تو اس غلام سے مالک کی ملکیت آزاد کرنے سے قبل زائل نہیں ہوگی۔ امام اعظمؒ کا مسلک یہ ہے کہ ملکیت زائل نہیں ہوگی اور اس کو بیچنا اور تبادلہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

اگر کسی معین غلام کے آزاد کرنے کی نذر مانی تو اس سے ملکیت زائل نہیں ہوگی اور نہ اس کا فروخت کرنا، ہبہ کرنا، تبادلہ کرنا جائز ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ اس غلام کا فروخت کرنا اور تبادلہ کرنا جائز ہے۔ پس اگر اس کو فروخت کردیا تو لوٹا دیا جائے گا۔ اگر عین

---

[1] لَنْ یَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (ترجمہ) اللہ کے پاس قربانی کے جانور کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ تمہارا اخلاص پہنچتا ہے۔

باقی رہے اور اگر مشتری نے اس کو ضائع کر دیا یا اس کے پاس سے ضائع ہو گیا تو قبضہ اور تلف کے درمیانی مدت کے اعتبار سے وہ قیمت کا ضامن ہوگا۔ اگر دو شخصوں میں سے ہر ایک نے بغیر اجازت دوسرے کی قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو ان میں ہر ایک درمیانی قیمت کا ضامن ہوگا یا قربانی کافی ہو جائے گی۔

مسئلہ: محاملی نے بیان کیا ہے اونٹ میں نحر کیا جائے گا اور بکری کو ذبح۔ پس اگر اُونٹ میں نحر کے بجائے ذبح یا بکری میں ذبح کی جگہ نحر کر دے تو صحیح ہے۔ سنت کے مطابق نحر کی جگہ لبہ ہے اور ذبح کی جگہ دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ سے نیچے ہے اور مکمل ذبح یہ ہے کہ حلقوم مری اور الودجین کو کاٹے [1] ذبح کی صحت کا اقل درجہ یہ ہے کہ حلقوم اور مری کو کاٹ دے۔

مسئلہ: جو قربانی ذمہ میں واجب ہے اگر وہ بچہ دے تو اس بچہ کو بھی ذبح کیا جائے گا۔ اگر قربانی کا جانور دودھ دیتا ہے تو صاحب اضحیہ بچہ سے بچا ہوا دودھ پی سکتا ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب بولتے ہیں کُلُّ شَاۃٍ مُعَلَّقَۃٌ بِرِجْلِھَا (ہر بکری اپنے پاوں پر لٹکی ہوئی ہے) اس کہاوت کو سب سے پہلے وکیع بن مسلمہ بن زہیر ابن ایاد نے استعمال کیا جو جرہم کے بعد بیت اللہ کا متولی بنا تھا۔ اسفل مکہ میں اس نے ایک محل تعمیر کیا اور اس میں حزورہ نامی ایک باندی کو رکھا۔ اسی وجہ سے اس محل کا نام یہ پڑ گیا۔ وہ حزورہ جو مکہ میں ہے اور اس نے اس محل میں ایک سیڑھی بنائی تھی اس سیڑھی پر چڑھ کر اپنے رب سے مناجات کرتا تھا اور بہت سے کلمات خیر کہتا تھا۔ علمائے عرب اس کو صدیقین میں شمار کرتے تھے۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس نے اپنے لڑکوں کو جمع کیا اور کہا میری وصیت سن لو۔ جو شخص ہدایت کے راستہ پر چلے اس کی پیروی کرو اور جو گمراہ ہو جائے اس کو چھوڑ دو اور ہر بکری اپنے پیر پر لٹکی ہوئی ہے۔ پس اس وقت یہ مثال جاری ہوگئی۔ یعنی ہر شخص کو اپنے عمل کا بدلہ ملے گا اور کوئی کسی کے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

طبی خواص

بکری کی تازہ کھال لے کر اگر ایسے شخص کو پہنا دی جائے جس کو کوڑوں سے پٹیا گیا ہو تو تکلیف ختم ہو کر سکون آ جاتا ہے۔

اَلشَّامُرُک

(شاہ مرغ) جو مرغ انڈے دینے کی عمر سے کچھ کم عمر کا ہو اُس کو شامرک کہتے ہیں اس کی کنیت ابو یعلیٰ ہے اور یہ شاہ مرغ کا معرب ہے جس کے معنی ہیں پرندوں کا بادشاہ۔

---

[1] امام اعظمؒ کے نزدیک چار رگوں کو ذبح میں کاٹا جاتا ہے تین وہی ہیں جس کو اوپر بیان کیا ہے ایک اور خون کی رگ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر حلقوم اور مری کو تو بالکل کاٹ دیا جائے تو حلال اور اگر ان دونوں کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب کے یہاں بلاتعین تین رگوں کا کاٹ دینا کافی ہو جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک اگر چاروں کا کچھ حصہ کٹ گیا تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔

الشَّاهِین

(باز) اس کی جمع شواہین اور شیاہین آتی ہے۔ یہ لفظ عربی نہیں ہے لیکن اہلِ عرب اس کو اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا ہے۔

حُمّی لم یحط عنه سریع ولم یخف نویرة، یسعیٰ بالشیاهین طَائره

''کبوتر کو اس کی تیز رفتاری سے کسی نے روکا نہیں اور وہ باز سے خوف زدہ بھی نہیں بلکہ مسلسل مصروفِ پرواز ہے''۔

ایک شعر میں شواہین کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ عبداللہ ابن مبارک نے کہا ہے۔

قَدْ یَفْتَح المرء حانوتا لمتجره وقد فتحت لک الحانوت بالدین

''آدمی کبھی دکان تجارت کے لئے کھولتا ہے تو میں نے تیرے لئے دین کی دکان کھولی ہے''۔

بین الاساطین حانوتٌ بِلاَ غَلُقٍ تبتاع بالدین اموال المساکین

''بادشاہوں کے یہاں کچھ دکانیں کھلی ہوئی ہیں جہاں غریبوں کو دین کے عوضِ مالِ دنیا بھی دیا جاتا ہے''۔

صیرت دینک شاهینا تصیدبه ولیس یفلح اصحاب الشواهین

''تیرا دین شاہ باز کی طرح ہے جس سے شکار کرتے ہیں حالانکہ شاہین کے مالک کامیاب نہیں رہتے''۔

باب الباء میں بازی کے بیان میں عبداللہ ابن مبارک کے اسی سے ملتے جلتے اور اشعار گزر چکے ہیں۔ عبداللہ ابن مبارک کا ہی یہ قول بھی ہے: تعلمنا العلم للدنیافدلّنا علیٰ ترک الدنیا۔ ''ہم نے حصولِ دنیا کے لئے علم حاصل کیا لیکن علم نے ہماری ترکِ دنیا پر رہنمائی فرمائی''۔

شاہین تین قسم کا ہوا ہے۔ شاہین، قطامی اور ریقی۔ شاہین کا مزاج زیادہ سرد خشک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے شاہین کی حرکت اوپر سے نیچے کی جانب شدید تر ہوتی ہے۔

شاہین بزدل اور پرفتور ہونے کے باوجود شکار کا پیچھا بہت سختی سے کرتا ہے۔ بعض دفعہ اس دوڑ دھوپ میں زمین سے ٹکرا کر مر جاتا ہے۔ تمام شکاری جانوروں کے مقابلہ میں اس کی ہڈیاں نہایت سخت ہوتی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ شاہین وصف کے اعتبار سے اپنے نام کا مصداق ہے یعنی شاہین کے معنی ترازو کی ڈنڈی کے ہیں۔ پس جس طرح ترازو کی ڈنڈی معمولی سی کمی بیشی کی صورت میں بھی برابر نہیں ہوتی اسی طرح شاہین بھی ادنیٰ سی بھوک اور پیاس کو برداشت نہیں کرتا۔

شاہین کی صفاتِ محمودہ:

ان کی عمدہ صفات میں یہ چیزیں ہیں (۱) سر بڑا ہونا (۲) آنکھیں بڑی بڑی ہونا (۳) سینہ چوڑا ہونا (۴) جسم کا درمیانی حصہ فراخ ہونا (۵) رانوں کا پُر از گوشت ہونا (۶) پنڈلیوں کا کوتاہ ہونا (۷) کم پروں کا ہونا (۸) پتلی دم ہونا۔

جس وقت اس کے بازو سخت ہو جاتے ہیں پھر اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ اس عمر میں یہ کرکی (بڑی بطخ) کا بھی شکار کر لیتا ہے۔

باز سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص:

بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے باز سے شکار کھیلا وہ قسطنطنیہ شاہِ روم ہے۔ اس نے شواہین کو ایسی تعلیم دلائی تھی کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتا تو یہ پرندے اس کے اوپر گھومتے رہتے اور سایہ کرتے تھے اور کبھی نیچے ہو جاتے اور کبھی اوپر ہوتے۔ ایک روز سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اچانک ایک پرندہ جوں ہی زمین سے اوپر کو اڑا فوراً ایک شاہین نے اس کو پکڑ کر شکار کر لیا۔ قسطنطنیہ کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور اسی روز سے وہ ان سے شکار کا کام لینے لگا۔

شرعی حکم:

اس کا حکم شرعی انشاء اللہ تعالیٰ باب الصاد صقر (شکرہ) کے باب میں آئے گا۔

علامہ دمیریؒ کا ایک منظوم خط:

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران علامہ دمیریؒ نے اپنے بھائی فارس الدین شاہین کو یہ خط لکھا تھا۔ جو ذیل میں درج ہے۔

سلام کم فاحت بروض ازاھر یضئی کما لاحت بافقِ زَوَاھِرُ

"سلام ہو اس پھول کی طرح جو شگفتہ ہے اور جو چمک رہا ہے روشن کناروں پر"۔

اذا عقبت کتبی بہ قال قائل افی طینھا نشر من المسک عاطر

"جب تو میری تحریر پر روئے گا تو کہنے والا کہے گا کہ اس مٹی میں مشک ملا دیا گیا ہے"۔

الی فارس الدین الذی قد ترحلت لخدمۃ خدام مصر الاکابر

"دین کا شہسوار جو مصر کے اکابر کی خدمت کے لئے مصروفِ سفر ہے"۔

اذا عد خدام الملوک جمیعھم فبینھم ذکر لشاھین طائر

"جب بادشاہ کے تمام غلاموں کی فہرست تیار کی جائے گی تو اس میں ممدوح کا تذکرہ ایسا نمایاں ہوگا جیسا کہ تمام جانوروں میں شاہین (نمایاں ہوتا ہے)"۔

وعندی اشتیاق نحوہ وتلفت الیہ وقلبی بالمؤدۃ عامر

"مجھے بھی اس سے ملنے کا شوق ہے اور میرا دل اس کی محبت سے لبریز ہے"۔

تمنیت جھدی ان اراہ بحضرۃ معظمۃ اقطارھا وھو حاضر

"میری کوششیں اس آرزو میں صرف ہو رہی ہیں کہ اس سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔"

وادعو لہ فی کل وقت مشرف وکل زمان فضلہ متواتر

"اسی لئے ہمیشہ اس کے لئے سربلندی کی دعائیں کرتا ہوں اور یہ کہ ہر زمانہ میں اس کے انعامات مسلسل ہوتے رہتے ہیں"۔

وفی مسجد عال کریم معظم لہ شرف فی سائر الارض سائر

"وہ ایک ایسی بلند و بالا مسجد میں ہے جس مسجد کو کائنات کی تمام ہی جگہوں پر شرف حاصل ہے"۔

جس جگہ شاہین رہتے ہیں اس جگہ بچھو نہیں پائے جاتے۔ شاہین کی گردن نہایت حسین ہوتی ہے اور اس کا پَر مبارک ہوتا ہے۔ چنانچہ جس کے پاس اس کے پر ہوتے ہیں وہ سعادتیں حاصل کرتا ہے۔ بادشاہوں کو اگر شاہین دستیاب ہو جاتا ہے تو یہ زمانہ دراز تک اس

سے شکار کرتے رہتے ہیں۔ شاہین کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ یہ بڑی بلندیوں پر پرواز کرتا ہے اور اپنے مالک کے احسان کو فراموش نہیں کرتا۔ پرندوں میں اسے اعلیٰ نسل کا سمجھا جاتا ہے۔ نیز اس کی کئی نسلیں (قسمیں) ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں اچھی سمجھی جاتی ہیں۔ ٹھیک اسی طریقہ پر میرے ممدوح بھی اپنے علاقہ میں بلند روایات کے لئے مشہور ہیں اور ان کا حسب ونسب بھی بیحد عالی ہے اور ان کے یہاں سے کوئی سوال کرنے والا خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی نعمتوں کی تکمیل فرمائے اور اپنے رحم وکرم سے اُن کے ان احسانات کی بہترین جزاء دے جو عام مخلوق پر اُن کی طرف سے ہوئے ہیں۔

خواب میں تعبیر:

اس کی تعبیر باب الصاد میں صقر (شکرے) کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلشَبَبُ

(بوڑھا بیل) شبب اور شبوب کے بھی یہی معنی آتے ہیں۔

اَلشَّبَثُ

(مکڑی) محکم میں لکھا ہے کہ شبث ایک جانور ہوتا ہے جس کے چھ لمبے لمبے پاؤں ہوتے ہیں۔ پشت زرد ہوتی ہے۔ سر کالا اور آنکھ نیلگوں ہوتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شبث کثیر پاؤں والے دابہ کا نام ہے۔ جس کا سر بڑا اور منہ کشادہ اور پچھلا حصہ اٹھا ہوا ہوتا ہے زمین کو کھودتا ہے جس کو شحمۃ الارض بھی کہتے ہیں اس کی جمع اشباث اور شبثان آتی ہے۔ جوہری کہتے ہیں کہ شبث (متحرک الباء) ایک کثیر پاؤں والے دابہ کا نام ہے اس کو باء کے سکون کے ساتھ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی جمع شبثان آتی ہے جیسے خرب کی جمع خربان آتی ہے۔

شرعی حکم:

حشرات الارض میں ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

اَلشِّبْثَانُ

(زمین سے چمٹ کر چلنے والا ایک جانور) قتیبہ نے ادب الکاتب میں لکھا ہے کہ شبثان ایک کثیر پاؤں والا جانور ہوتا ہے۔ ریت پر رہتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شبث کے معنی چمٹنے کے آتے ہیں اور یہ بھی زمین سے چمٹ کر چلتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے۔

مـــدارک شبثـــان لهـــن لهيـــم ''شبثان کے حواس اُن کی موت ہے''۔

شرعی حکم:

حرام ہے کیونکہ یہ بھی حشرات الارض میں سے ہے جو غیر ماکول ہیں۔

الشبدع

(بچھو) اس کی جمع شبادع آتی ہے شین اور دال کے کسرہ کے ساتھ ابو عمرو اور اصمعی نے اس طرح لکھا ہے۔
حدیث میں شبدع کا ذکر:۔
مَنْ عَضَّ عَلٰی شِبْدِعِهٖ سَلِمَ من الاثام ''جس نے اپنے بچھو پر کنٹرول کر لیا وہ سلامت رہا گناہوں سے''۔ یعنی جو خاموش رہا اور بکواس کرنے والوں کے ساتھ بکواس میں شامل نہ ہو تو وہ تمام گناہوں سے محفوظ رہا۔ زبان سے چونکہ لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے اس لئے اس کو نقصان دہ بچھو سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اَلشبربَصُ

بروزن سفرجل چھوٹا اُونٹ۔

الشبلُ

شیر کا بچہ جب شکار پکڑنے کی عمر کو پہنچے، اس کی جمع اشبال اور شبول آتی ہے۔

اَلشَّبُوَةُ

(بچھو) جمع شبوات آتی ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

قَدْ جَعَلَتْ شَبْوَةَ تُزْبِئر تکسوا ستها لحما وتقمطر

''بچھو جو ڈنک مارتا ہے اس کے پچھلے حصہ پر گوشت ہے لیکن زہر سے لبریز۔

الشبوط

شبوط بروزن سفوو، مچھلی کی ایک قسم۔ لیث نے بیان کیا ہے کہ سبوط اس میں بھی ایک لغت ہے سین مہملہ کے ساتھ۔ اس کی دم پتلی جسم کا درمیانی حصہ موٹا اور سر چھوٹا اور چھونے میں چکنی معلوم ہوتی ہے۔ اس قسم میں نر زیادہ اور مادہ کم ہوتی ہیں اسی وجہ سے اس کے انڈے بھی قلیل المقدار ہوتے ہیں۔ بقول صیادین (شکاری) جب یہ جال میں پھنس جاتی ہے اور اس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے تو فطرتاً اس کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس جال سے نکلنے کو دنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو ایک نیزہ کے بقدر پیچھے کو ہٹتی ہے اور جسم کو سکیڑ کر جست لگاتی ہے۔ بسا اوقات اس کی یہ جست بلندی میں دس ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی اس جست سے جال ٹوٹ جاتا ہے اور یہ نکل جاتی ہے اس مچھلی میں گوشت کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ دریائے دجلہ میں یہ قسم کثرت سے پائی جاتی ہے۔

اَلشُّجَاعُ

(اژدہا سانپ) یہ لفظ شین کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح مستعمل ہے۔اس سانپ کو کہتے ہیں جو جنگل میں سوار اور پیادہ پالوگوں پر حملہ کرتا ہے اور اپنی دم پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات گھوڑ سوار کے سر کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔یہ سانپ جنگلوں میں رہتا ہے۔

مالک بن ادھمؒ کا قصہ:

کہتے ہیں کہ مالک ابن ادھمؒ ایک بار شکار کے لئے نکلا۔جب وہ کسی ایسے مقام پر پہنچا جہاں نہ پانی تھا نہ گھاس دانہ اور اس کو پیاس لگنے لگی۔اس کے ہمراہ اور رفقاء تھے سب نے پانی تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ان لوگوں نے وہیں قیام کر کے مالک کے لئے ایک خیمہ لگا دیا۔مالک نے اپنے ہمراہیوں کو پانی اور شکار کی تلاش کا حکم دیا۔جب یہ حضرات نکلے تو ایک گوہ مار کر لائے۔مالک نے ان سے کہا کہ اس کو اُبال کر تلنا مت بلکہ اس کو اُبال کر ہی کھانا شاید اس سے تمہاری تشنگی کم ہو جائے۔انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوبارہ نکلے۔اس بار اُن کو ایک اژدہا ملا انہوں نے اس پر حملہ کیا وہ جان بچا کر مالک کے خیمہ میں داخل ہو گیا۔مالک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میرے پاس پناہ کا طالب ہو کر آیا ہی اس کو کچھ مت کہو۔انہوں نے اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔سانپ وہاں سے چلا گیا۔اس کے بعد مالک خود اپنے رفقاء کو لے کر پانی کی تلاش میں نکلا۔اُچانک اُن کے کانوں میں کسی نامعلوم پکارنے والے کی آواز آئی کہ وہ یہ کہہ رہا ہے:۔

یا قوم یا قوم لا ماء لکم ابدًا حتٰی تحثوا المطایا یومها التعبا

''اے لوگو! تم کو پانی ہر گز نہیں ملے گا خواہ تم اپنی سواریوں کو پورے دن تھکا دو''۔

وسددوا یمنة فالماء عن کثبا ماء غزیر وعین تذهب الوصبا

''البتہ اگر تم داہنی طرف مڑ کر اس کی تلاش کرو تو تم کو ٹیلوں میں پانی کا چشمہ ملے گا جس میں پانی بکثرت ہے اور اس قدر عمدہ ہے کہ اس کے پینے سے بیماری بھی ختم ہو جاتی ہے''۔

حتٰی اذا ما اخذتم منه حاجتکم فَاسْقُوا المطایا وَمنه فَامْلَؤُ الْقِرْبَاء

''جب تم اس چشمہ سے اپنی ضرورت پوری کر لو تو اپنی سواریوں کو پانی پلاؤ اور اپنی مشکیں بھر لو''۔

یہ آواز سن کر مالک اپنے رفقاء کے ہمراہ اسی سمت میں چل دیا جس کی آواز دینے والے نے اپنے اشعار میں نشاندہی کی تھی۔چنانچہ قریب ہی اان کو ایک چشمہ ملا اور سب نے سیراب ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پھر اپنی مشکیں بھی بھریں۔جب یہ لوگ چشمہ غائب ہو گیا اور اس آواز دینے والے کی آواز پھر کان میں آئی وہ کہہ رہا تھا۔

یَامَالِ عَنِّی جزاک اللّٰه صالحة هذا وداع لکم منی وتسلیم

''اے مالک تجھ کو اللہ تعالیٰ میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے، میں تم سے اب رخصت ہوتا ہوں میرا آخری سلام قبول ہو''۔

لا تزهدن فی اصطناع العرف من اَحَدٍ ان امرًا یحرم المعروف محروم

''کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں ہر گز بے رغبتی مت کرنا۔کیونکہ جو شخص کسی کو نیکی سے محروم کرتا ہے وہ خود محروم ہوتا ہے۔

الخیر یبقی وان طالت مغیبة والشر ما عاش منه المرء مذموم

''نیک کام ہمیشہ باقی رہتا ہے اگر چہ اس کا ثمرہ عرصہ دراز تک غائب رہے اور جس شخص نے برائی کو اپنایا وہ مذموم ہے یعنی برائی سے یاد کیا جاتا ہے۔ [1]

حدیث میں شجاع کا ذکر:۔

صحیحین میں حضرت جابر عبداللہ بن مسعود ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے:۔

''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صاحب نصاب ہونے کے باوجود مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تو قیامت کے دن وہ ایسے اژدھا کی صورت اختیار کر کے اس کا تعاقب کرے گا جو گنجا ہوگا اور جس کی آنکھ میں دو خوفناک نشان ہوں گے اور وہ صاحبِ مال اس سے بھاگے گا حتیٰ کہ یہ سانپ اس کی گردن میں لپٹ جائے گا''۔ مسلمؒ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ اژدھا منہ کھول کر اس کا تعاقب کرے گا جب اس شخص کے قریب آئے گا تو وہ صاحبِ مال بھاگنے لگے گا۔ پھر وہ اژدھا آواز دے گا اپنا خزانہ لے لے جس کو تو نے جمع کیا تھا۔ یہ آواز سن کر وہ شخص سمجھ جائے گا کہ اس سے بھاگ نہیں سکتا وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا پس وہ اژدھا اس کے ہاتھ کو بجار کی طرح چبا جائے گا۔ پھر اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد وہ اژدھا یہ آیت پڑھے گا (اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ اُن کے لئے اچھی ہوگی بلکہ یہ بات اُن کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیئے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

اقرع اس سانپ کو کہتے ہیں کہ جس کے سر کے بال اُکھڑ گئے ہوں اور سر زہر کی وجہ سے سفید ہو گیا ہو۔ زبیبتان کثرتِ زہر کی وجہ سے اس کے منہ کی دونوں جانب جو دو بال ہوتے ہیں ان کو کہتے ہیں۔ کثرت کلام کے وقت انسان کے منہ کے دونوں جانب ایسے دو بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں زبیبتان سے مراد اُس کی آنکھ کے دو نکتے ہیں۔ اس صفت والے سانپ سے خطرناک کوئی سانپ نہیں ہوتا۔

بعض کہتے ہیں کہ زبیتان سانپ کے منہ میں پائے جانے والے دو کیلوں کا نام ہے۔ یَقْضَمُ سَمِعَ کے باب سے ہے۔ دانت کے کناروں سے کھانے کے معنی آتا ہے۔ اس کے بالمقابل خضم بولا جاتا ہے۔ جس کے معنی پورے منہ سے کھانا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ قضم خشک چیز کھانے کے لئے بولتے ہیں اور خضم تر چیز کھانے کے لئے بولتے ہیں۔

اہل عرب کا گمان ہے کہ جب کوئی شخص عرصہ دراز تک بھوکا رہتا ہے تو اس کے پیٹ میں ایک سانپ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کو شجاع اور صفر کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابو خراش اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

أَرُدُّ شِجاعَ البَطنِ لو تعلمینہٖ وأوثر غیری من عیالک بالطعم

''کاش! تجھ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اپنے شجاع بطن یعنی بھوک کو روکتا ہوں اور تیرے خاندان والوں کو اپنا کھانا کھلا دیتا ہوں''۔

واغتبقُ الماءَ القراحَ وانثنی إذا الزادُ أَمسیٰ للمزلج ذا طعم

---

[1] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہاتف دراصل وہی شجاع تھا جس کو مالک نے پناہ دی تھی اور اژدھے کی صورت میں وہ کوئی جن تھا جو اس جنگل کا سردار تھا۔

''اور جب میں دیکھتا ہوں کہ بدذائقہ شخص کو کھانا اچھا معلوم ہونے لگا تو میں اس کو اپنا کھانا کھلا دیتا ہوں اور خود کھانے سے رک جاتا ہوں اور تازہ پانی پی کر سو جاتا ہوں''۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

فاطرق اطرق الشجاع ولو رأی مساغاً لنا باه الشجاع لصمما

''پس اُس نے اژدھے کی طرح سر جھکایا اور کاش وہ اپنے سخت شجاع اور ناب کی صفائی دیکھ لیتا''۔

یہ شعر بنی حرث ابن کعب کی لغت کے مطابق ہے۔ کیونکہ لصمما میں لام جارہ کے باوجود الف تثنیہ باقی رہا۔ حالانکہ مشہور مسلک کے مطابق یہ الف، باء سے بدل جاتا۔ لیکن کوفیین اور اس قبیلہ کی لغت میں تثنیہ کا الف حالت نصبی و جری میں بھی باقی رہتا ہے۔

اسی لغت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول اِنْ ھٰذَانِ لَسَاحِرَانِ ہے۔

خواب میں تعبیر:

شجاع کا خواب میں نظر آنا جری لڑکے اور ضدی عورت پر دلالت کرتا ہے۔

الشحرور

(کالے رنگ کا چڑیا سے بڑا ایک خوش آواز پرندہ) یہ لفظ عصفور کے وزن پر ہے۔ یہ پرندہ مختلف آوازیں نکالتا ہے۔ (یہ ابن سیدہ کا قول ہے)

شیخ علامہ علاؤالدین باجی متوفی ۷۱۴ھ نے اس کے بارے میں بہت اچھا شعر کہا ہے۔

بالبلبل والهزار والشحرور یکسی طربا قلب الشجی المغرور

''اور بلبل اور ہزار اور شحرور کی آواز سے غمگین مغرور کا دل خوش ہو جاتا ہے''۔

فانهض عجلا وانهب من اللذة ما جادتّ کرمابه ید المقدور

''پس جلدی سے اٹھ اور کارکنان قضاء وقدر کے ہاتھوں نے جو بارش کر رکھی ہیں اس کو لوٹ لے''۔

اس کی تعریف میں کسی نے یہ شعر بھی عمدہ کہا ہے۔

وَرَوْضَة ازهرت اغصانها وشدت أطيارها وتولت سقيها السحب

''اور وہ باغیچہ جس کی شاخوں نے پھول کھلائے اور جس کے پرندے قوی ہو گئے اور جس کی سیرابی کی بادلوں نے ذمہ داری لے لی''۔

وظل شحرورها الغدید تحسبه اسیوداً زامراً مزماره ذهب

''جس کا شحرور اگر گانے لگا تو اس کے بارے میں یہ گمان کرے گا کالا بانسری بجانے والا ہے اور اس کی بانسری سنہری ہے''۔

دوسرے شاعر نے اس کے بارے میں اچھا شعر کہا ہے۔

له فی خده الوردی خال! یدور به بنفسج عارضیه

''محبوب کے گلابی گالوں میں ایک تل ہے جس پر اُس کے رخساروں کا بنفشہ گھومتا ہے''۔

کشحــرور تـخبـاء فـی سیـا ج مـخـافة جـارح مـن مـقـلتیـه

ترجمہ: ''جیسا کہ سحرور خوف کی وجہ سے شکاری کی آنکھوں سے انگور کی باڑھ میں چھپ جاتا ہے''۔

شرعی حکم:

انشاءاللہ عصفور (چڑیا) کے بیان میں آئے گا۔یعنی حلال ہے۔

خواب میں تعبیر:

اس کا خوب میں نظر آنا بادشاہ کے پیش کار، نحوی، ادب پر دلالت کرتا ہے۔کبھی اس سے سمجھدار آدمی مراد ہوتا ہے کبھی طفل مکتب کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔

شَحْمَةُ الْاَرْضِ

(کیچوا) یہ ایک کیڑا ہوتا ہے جو انسان کے چھونے سے کوڑی کے مثل ہوجاتا ہے۔اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) قزوینی نے ''الاشکال'' میں لکھا ہے کہ شحمۃ الارض کیچوے کو کہتے ہیں۔ یہ سرخ رنگ کا ایک کیڑا ہوتا ہے جو نمناک مقامات میں پایا جاتا ہے۔

(۲) زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ یہ ایک کیڑا ہے جس میں سرخ نقطے ہوتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ایک سفید مچھلی ہے۔عورتوں کی ہتھیلیوں کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

(۳) ہرمس کی رائے یہ ہے کہ شحمۃ الارض ایک کیڑا ہوتا ہے خوشبودار۔آگ اس کو ضرر نہیں پہنچاتی۔آگ میں اس جانب سے داخل ہوکر دوسری جانب کو نکل جاتا ہے۔

طبی خواص

اگر اس کی چربی جسم پر مل کر کوئی شخص آگ میں داخل ہوجائے تو آگ اس کو نہیں جلا سکتی۔اگر کیچوے کو خشک کر کے ایک درہم کے بقدر کسی چیز میں ملا کر دردِ زہ میں مبتلا عورت کو پلایا جائے تو فوراً بچہ پیدا ہوجائے گا۔

قزوینی نے لکھا ہے کہ اگر اس کو پکا کر روٹی کے ہمراہ کھالیا جائے تو مثانہ کی پتھری ٹوٹ کر نکل جائے گی۔اگر خشک کرنے کے بعد یرقان کے مریض کو پلا دیا جائے تو اس کی زردی ختم ہوجاتی ہے۔اگر اس کی راکھ تیل میں ملا کر گنجے کے سر پر مالش کی جائے تو گنجا پن ختم ہوجائے اور بال نکل آئیں گے۔

اس کی تعبیر اور حکم دود (کیڑے) کے بیان میں گزر چکا ہے۔یعنی خبائث میں شامل ہونے کے باعث حرام ہے۔

الشذا

اس سے مراد کتے کی مکھی ہے۔کبھی لفظ شذاۃ ایک اونٹنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

الشّران

مچھروں کے مشابہ جانور جو انسان کے منہ کو چھپالیتا ہے۔

الشَرشق'الشقراق'الشرشور

چڑیا جیسا ایک جانور جس کا رنگ کچھ مٹیالا کچھ سرخ اور نیچے کا حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ جب یہ پرون کو کھولتی ہے تو مختلف نظر آتے ہیں۔ عام چڑیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔اس کا تذکرہ باب الباء میں ابو براقش کے تحت گزر چکا ہے۔

الشرغ

(مینڈکی) مزید تفصیل انشاءاللہ باب الضاد میں الضفدع کے بیان میں آئے گی۔

الشّرنبیٰ

(ایک مشہور پرندہ)

الشّصَرُ

(ہرنی کا بچہ) شاصر کے بھی یہی معنی ہیں جیسا کہ ابوعبیدہؓ نے کہا۔

الشَعراء

(نیلی یا سرخ مکھی) یہ لفظ شین کے فتحہ وکسرہ دونوں طرح مستعمل ہے۔ نیلی یا سرخ مکھی کو کہتے ہیں۔اونٹ' گدھے کتوں وغیرہ پر بیٹھ کر ان کو شدید تکلیف پہنچاتی ہیں۔

حدیث میں شعراء کا ذکر:۔

''کتب سیر میں لکھا ہے کہ مشرکین مکہ چہار شنبہ کو جبل احد پر پہنچے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو برائے مشورہ جمع کیا۔،اس مشورہ میں آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کو بھی مدعو کیا حالانکہ اس سے قبل آپ نے اس کو کبھی بھی برائے مشورہ طلب نہیں کیا تھا۔آپ نے اس سے بھی دفاع کے متعلق مشورہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ مدینہ میں مقیم رہ کر دفاع کریں باہر جا کر نہ لڑیں کیونکہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی لشکر مدینہ پر چڑھا تو ہم نے مدینہ میں رہ کر ہی

اس کی مدافعت کی تو فتح اہلِ مدینہ کی ہوئی اور جب کبھی باہر نکل کر لڑنے کا اتفاق ہوا تو نتیجہ اس کے برعکس ہوا اور اس وقت چونکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ اس لئے ہماری پلہ اور زیادہ بھاری رہے گا۔ لہٰذا آپ ان مشرکین کی پرواہ نہ کریں۔ اگر انہوں نے قیام کیا تو یہ بھی ان کے حق میں مضر ہوگا اور اگر ہم پر چڑھائی کی تو مرد آمنے سامنے مقابلہ کریں گے اور عورتیں اور بچے اوپر سے ان پر پتھر برسائیں گے اور اگر وہ لوگ لوٹ جاتے ہیں تو بے نیل و مرام لوٹیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رائے کو پسند فرمایا۔ بعض صحابہؓ نے اس تجویز کے خلاف یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپؐ ہم کو ان کتوں کے مقابلہ میں باہر لے کر چلیں تاکہ ان کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ ہم ان کے مقابلہ سے عاجز و قاصر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گائے ذبح کی جارہی ہے اس کی تعبیر میں نے خیر و بھلائی سے لی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ میری تلوار کی دھار کند ہوگئی اس کی تعبیر میں نے شکست سے لی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط ذرہ میں داخل کیا اس کی تعبیر میں نے مدینہ لی ہے۔ اگر تمہاری رائے ہو کہ مدینہ میں رہو تو یہیں رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ مشرکین مدینہ میں داخل ہوں اور ان سے گلیوں میں مقابلہ کیا جائے۔

لیکن ان صحابہؓ نے جو غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور غزوۂ احد میں اللہ نے ان کو جام شہادت سرفراز فرمایا۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہم کو ان دشمنانِ خدا کے مقابلہ کے لئے باہر لے کر چلئے۔ یہ سن کر آپؐ دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے اور ہتھیار باندھ کر باہر تشریف لائے۔ صحابہؓ یہ دیکھ کر نادم ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو وحی نازل ہوئی ہے اور ہم آپؐ کو آپؐ مرضی کے خلاف مشورہ دیں یہ کام ہم سے برا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے حضورؐ سے معذرت چاہی اور عرض کیا جو آپ کی مرضی ہو سو کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ کا نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو اس کو یہ زیبا نہیں کہ بغیر قتال کئے ہوئے ہتھیار کھول دے۔

مشرکین مکہ نے بدھ اور جمعرات کو اُحد میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے اور ہفتہ کی صبح کو شعب (گھاٹی) اُحد میں داخل ہوئے۔ یہ شوال ۳ھ کی ۱۵/ تاریخ تھی۔ آپؐ کے اصحاب کی تعداد سات سو تھی۔ آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو جو کہ حضرت خوات ابن جبیر کے بھائی تھے پچاس تیر اندازوں پر امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ پہاڑ کی جڑ میں قائم رہیں۔ اگر دشمن ہماری پشت کی جانب سے حملہ آور ہو تو تیروں سے ان کی مدافعت کرنا اور خواہ ہماری جیت ہو یا ہار تم بغیر میری اجازت کے اپنی جگہ سے نہ ہٹنا کیونکہ جب تک تم اپنی جگہ جمے رہے تو دشمن ہم پر غلبہ نہیں پا سکتا پس قریش قتال کے لئے آئے اور ان کی دائیں جانب خالد بن ولید اور بائیں جانب ابی جہل تھے (یہ دونوں اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے) ان کے ساتھ عورتیں بھی تھیں جو دف بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ لڑائی شروع ہوئی اور بہت سخت مقابلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی اور فرمایا کہ اس تلوار کو کون میرے ہاتھ سے لے کر دشمنوں پر وار کرے گا۔

یہ سن کر حضرت ابودجانہؓ سماک بن خرشہ نے وہ تلوار آپ کے ہاتھ سے لے لی اور ایک سرخ عمامہ باندھ کر اور تلوار ہاتھ میں لے کر اکڑتے ہوئے چلے۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس موقع کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو یہ چال پسند نہیں ہے"۔ اس تلوار سے حضرت ابودجانہؓ نے کتنے ہی سرکش سر قلم کئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین پر حملہ کر کے ان کو شکست دی۔ کفار کی ہزیمت دیکھ کر حضرت عبداللہ ابن جبیرؓ کے تیر اندازوں نے غنیمت، غنیمت پکارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے ہم بھی لوگوں کے ساتھ مالِ غنیمت لوٹیں گے۔ حضرت عبداللہؓ نے ہر چند ان کو منع فرمایا مگر وہ نہیں مانے اور مالِ غنیمت لوٹنے میں شامل ہو گئے۔ صرف دس آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے

باقی سب چلے گئے۔ حضرت خالدؓ نے جو دیکھا کہ میدان خالی ہے اور تیرانداز لوٹ کھسوٹ میں مشغول ہیں تو انہوں نے اپنے سواروں کو واپس بلایا اور اس راہ کی طرف سے جہاں تیرانداز تعینات تھے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور اُن کو شکست دے دی (حضرت عبداللہؓ ابن جبیر مع دس تیراندازوں کے شہید ہو گئے) عبداللہ بن قمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پتھر پھینک کر مارا جس سے آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ ناک اور چہرۂ مبارک بھی زخمی ہو گیا اور اس زخم کی وجہ سے آپ کا خون کافی مقدار میں بہہ گیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کمزور ہو گئے اور آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ کے اصحاب آپ سے جدا ہو گئے (مگر خاص خاص لوگ آپ کے پاس تھے) آپ نے ایک پتھر کے سہارے اس گڑھے سے نکلنا چاہا مگر چونکہ اس وقت آپ دو زرہیں پہنے ہوئے تھے ان کے بوجھ کے سبب سے آپ اس گڑھے سے نہ نکل سکے۔ حضرت طلحہؓ آپ کے نیچے بیٹھ گئے۔ ان کے سہارے آپ اوپر آئے۔ ہندہ اور اس کے ساتھ کی عورتوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کیا۔ ہندہ نے ان کٹے ہوئے اعضاء کا ایک ہار بنا کر وحشی قاتل حمزہ کو دیا اور حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چیر کر دانتوں سے خوب چبایا۔ لیکن چونکہ نگل نہ سکی اس لئے اُگل دیا۔ عبداللہ بن قمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے آگے بڑھا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے جو آپ کے علمبردار تھے اس کو روکا۔ اس نے حضرت مصعبؓ کو شہید کر دیا۔ ابن قمہ نے یہ سمجھا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا۔ چنانچہ جب وہ لوٹ کر اپنے لشکر میں پہنچا تو اس نے وہاں آپ کی شہادت کا اعلان کر دیا۔ اس پر ایک پکارنے والے نے' اور وہ پکارنے والا شیطان تھا خوب پکار پکار کر میدانِ جنگ میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم شہید کر دیئے گئے۔ یہ سن کر بعض مسلمانوں نے پشت پھیرنی شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ کی عبادت کی جانب بلانے لگے۔ اس پکار پر تیس آدمی آ کر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کفار کا مقابلہ کر کے ان کو دفع کر دیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے مابین دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور آپ کے ہاتھ میں ضرب آئی اور وہ ہاتھ سوکھ گیا۔ حضرت قتادہؓ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آ پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے دستِ مبارک سے حلقہ چشم میں رکھ دیا اور اس میں پہلے سے زیادہ روشنی ہو گئی۔ ابی بن خلف جمحی جو کفارِ قریش کے سرداروں میں سے تھا اور حضور ﷺ سے بہت عناد رکھتا تھا آپ کے قتل کے قصد سے آیا اور کہنے لگا کہ اگر آج میرے ہاتھ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ جائیں تو میں نہ بچوں گا۔ صحابہ نے چاہا کہ آپ کے پاس پہنچنے سے قبل اس کا کام تمام کر دیا جائے۔ مگر آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس آنے دو۔ اس سے قبل جب ابی بن خلف حضور سے ملتا تو کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے جس پر سوار ہو کر تم کو قتل کروں گا۔ حضور اس کے جواب میں فرمایا کرتے بلکہ میں انشاء اللہ تجھ کو قتل کروں گا۔ چنانچہ جب وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرث بن الصمہ سے نیزہ لے کر اس پر حملہ کیا۔ پس حملہ کے وقت ہم لوگ اس سے دور ہو گئے جس طرح سرخ مکھی اونٹ کی پشت سے آپ نے اس کے ایک زخم لگایا بہت معمولی سا جس کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے سے گر پڑا اور بجار کی طرح چلاتا ہوا یہ کہتا ہوا لشکر کفار کی جانب بھاگا مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا تجھے کچھ نہیں ہو گا زخم معمولی ہے تو اس نے کہا اگر یہ زخم ربیعہ اور مضر کا ہوتا تو میں ان کو قتل کر دیتا۔ لیکن یہ زخم محمد کے ہاتھ کا لگا ہوا ہے۔ کہا تمہیں معلوم نہیں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اس گفتگو کے بعد اگر محمد مجھے پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ ایک ہی دن گذرا تھا کہ یہ دشمن خدا سرف نامی مقام میں جہنم رسید ہو گیا'' حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بارے میں یہ شعر کہتے ہیں۔

لَقَدْ وَرِثَ الضَّلَالَةَ عَنْ اَبِيْهِ ۔۔۔ اُبَی حِيْنَ بَارَزَهُ الرَّسُوْل

''ابی کو گمراہی اپنے باپ سے وراثت میں حاصل ہوئی تھی۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی سے مبارزت فرمائی۔''

اَتَیْتَ اِلَیْهِ تَحْمِلُ رَمَّ عَظْم وَتُوْعِدُهٗ وَاَنْتَ بِهٖ جَهُوْلُ

''تو آپ کے پاس اس حال میں آیا کہ اپنے جسم پر بوسیدہ ہڈیوں کو اٹھائے ہوئے تھا تو آپ کو دھمکیاں دے رہا تھا اور اپنے انجام سے بالکل انجان تھا۔''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس شخص کو ہوگا۔ جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نبی کسی کو قتل نہیں کرتے اور اگر کسی کو قتل کر دیں تو وہ مخلوق میں سب سے بدترین ہی ہوگا''

الشغواء

(عقاب) یہ لفظ شین کے فتحہ غین کے سکون اور الف ممدودہ کے ساتھ عقاب کے لئے بولا جاتا ہے۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ شغا یشغوان کے دو معنی آتے ہیں ایک دانت کا دوسرے دانت سے بڑھ جانا۔ اور شغواء کے ایک معنی ہیں چھوٹے بڑے دانت والا اور عقاب کی اوپر کی چونچ بھی نیچے کی چونچ سے بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو شغواء کہتے ہیں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

شَقُّوْا بِوَطْنٍ بَیْنَ الشَّیْقِ وَالنِّیْقِ

''وہ لوگ اپنے وطن میں پہاڑ کی چوٹیوں کے درمیان غالب آ گئے''۔

اَلشِّفْدَع

(چھوٹی مینڈک) حکاہ ابن سیدہ۔

اَلشِّفُنِیْنُ (جنگلی کبوتر)

(دو ماکول اللحم پرندوں کی شریک النسل) یہ لفظ شفنین کے وزن پر شین کے کسرہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ ایک پرندہ ہے جو دو ماکول اللحم پرندوں کے اختلاط سے پیدا ہوتا ہے۔ جاحظ کی رائے یہ ہے کہ یہ کبوتر کی ایک قسم ہے بعض کہتے ہیں کہ شفنین جنگلی کبوتر کو کہتے ہیں۔ اس کی آوز سارنگی کی طرح پرترنم اور غمگین ہوتی ہے۔ اس کی جمع شفانین آتی ہے۔ تاریکی میں اس کی آواز مزید اچھی ہو جاتی ہے۔ اس کی خاص عادت یہ ہے کہ جب اس کی مونث گم ہو جاتی ہے یا فوت ہو جاتی ہے تو تا حیات یہ مجرد ہی رہتا ہے۔ کسی دوسرے سے ازدواجی تعلقات قائم نہیں کرتا۔ یہی حال مونث کا ہے۔ جب یہ موٹا ہو جاتا ہے تو اس کے پَر گر جاتے ہیں اور یہ جفتی کرنا ترک کر دیتا ہے۔ یہ نہایت عزلت پسند اور دشمنوں سے منفر اور ہوشیار رہتا ہے۔

شرعی حکم

بالاتفاق اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے اس لئے اس کے چھوٹے بچے استعمال کرنے چاہئیں۔ اس سے پیدا ہونے والا خون بھی گرم خشک ہوتا ہے۔ کثیر مقدار میں اگر گھی ملا کر استعمال کیا جائے تو اس کی حرارت اور خشکی کم ہو جاتی ہے۔ روغن زیتون کے ہمراہ اس کے انڈوں کا استعمال قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ اس کی بیٹ عرق گلاب میں حل کر کے عورت اگر استعمال کرے تو رحم کے درد کے لئے مفید ہے۔ آشوبِ چشم اور آنکھ کے ورم کے لئے اس کا گرم خون اگر ٹپکایا جائے تو بے حد مفید ہے۔ اسی طرح اگر اس کے انڈے کی سفیدی اور عرق گلاب میں روئی بھگو کر آنکھ پر رکھی جائے تو آشوبِ چشم کے لئے اور ورم کے لئے نہایت مجرب نسخہ ہے۔

الشق

بقول قزوینی شق از جنس شیطان ہے اس کے جسم کا بالائی حصہ انسان جیسا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ نسناس یعنی بن مانس انسان اور شق سے مرکب ہے۔ سفر میں بعض مرتبہ انسانوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ علقمہ بن صفوان بن امیہ کسی رات باہر نکلا۔ جب وہ چلتے چلتے کسی خاص مقام پر پہنچا تو اس کی شق سے ملاقات ہوگئی۔ علقمہ بولا کہ اے شق تیرا اور میرا کیا واسطہ؟ لہٰذا تو مجھ سے روپوش ہو جا اور اپنے تیر ترکش میں رکھ لے۔ کیا تو ایسے شخص کو مارنا چاہتا ہے جو تجھ کو مارنا نہیں چاہتا۔ شق نے جواب دیا کہ آؤ ناذرا دو ہاتھ بھی ہو جائیں۔ اچھا جب تک تم میں گرمی نہ آ جائے میں ٹھہرا رہتا ہوں۔ جب شق کسی طرح نہ مانا تو علقمہ بھی تیار ہو گیا اور دونوں آپس میں بھڑ گئے۔ بالآخر شق مردہ ہو کر گر پڑا۔

عرب کے دو مشہور کاہن

شق اور سطیح عرب کے دو مشہور عالم کاہن تھے۔ شق نصف انسان تھا۔ اس کے ایک ہاتھ اور پیر اور ایک آنکھ تھی اور سطیح کے جسم میں نہ ہڈیاں تھیں اور نہ اس کے انگلیاں تھیں اور یہ زمین پر اس طرح لیٹ جاتا تھا جس طرح چٹائی بچھا دی جاتی ہے۔ شق اور سطیح کی پیدائش اس روز ہوئی جس روز عمرو بن عامر کی بیوی طریفہ کاہنہ کا انتقال ہوا۔

طریفہ کاہنہ نے اپنی موت کے دن مرنے سے قبل سطیح نوازئیدہ کو بلوایا۔ جب وہ اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اپنا لعاب دہن اس کے حلق میں ڈال دیا اور کہا یہ بچہ علم کہانت میں میرا جانشین ثابت ہوگا۔ سطیح کا چہرہ اس کے سینے میں تھا اُس کے گردن اور سر نہیں تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے شق کو بلوایا اور اس کے ساتھ بھی یہی فعل کیا۔ اس کے بعد مر گئی۔ مقام جحفہ میں اس کی قبر ہے۔ حافظ ابوالفرج ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خالد بن عبداللہ القسر ی اس شق کی اولاد میں سے تھے۔

شاہ یمن مالک بن نصر اللخمی کا خواب اور آپؐ کی نبوت کی پیشین گوئی

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے روایت ہے کہ مالک بن نصر لخمی نے ایک بھیانک خواب دیکھا جس کی وجہ سے اس پر دہشت طاری ہوگئی۔ چنانچہ اس کی رعایا میں جس قدر ساحر اور نجومی تھے سب کو طلب کیا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ میں ایک وحشت ناک خواب دیکھا ہے جس کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ ان لوگوں نے کہا آپ ہمارے سامنے خواب بیان کیجئے تاکہ ہم آپ کے سامنے اس کی تعبیر بیان کریں۔

بادشاہ نے کہا کہ اگر میں خود خواب تمہارے سامنے بیان کر دوں تو تمہاری بیان کردہ تعبیر سے میں مطمئن نہیں ہوں گا۔ میں صرف

اس شخص کی تعبیر سے مطمئن ہوں گا جو میرے بتانے سے قبل خود خواب بیان کرے۔ یہ سن کر سب نے آپس میں مشورہ کر کے کہا کہ جو بادشاہ سلامت چاہتے ہیں وہ شق اور سطیح کے علاوہ کوئی تیسرا شخص نہیں بتا سکتا۔ پس بادشاہ نے اُن کے بُلانے کے لئے ایک قاصد دوڑایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو پہلے بادشاہ نے سطیح سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ جہاں پناہ آپ نے خواب میں ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی میں نمودار ہوئی اور اس نے تمام کھوپڑی والوں کو کھالیا۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ بالکل صحیح ہے اب تم مجھ کو اس کی تعبیر بتاؤ۔ سطیح نے کہا ان دوحروں (سیاہ پتھروالی زمین) میں جتنے جانور آباد ہیں میں اُن کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کے ملک پر حبشیوں کا نزول ہوگا اور ابین اور جرش کے درمیان جتنی زمین ہے وہ سب کے مالک ہو جائیں گے۔ بادشاہ یہ سن کر بولا کہ سطیح یہ تو تُو نے بڑی دردناک و دل خراش بات بتائی ہے۔ اچھا یہ بتا کہ یہ واقعہ کب ہوگا؟ آیا میرے دورِ حکومت میں یا میرے بعد اس نے جواب دیا کہ آپ کے ساٹھ یا ستر برس بعد یہ واقعہ پیش آئے گا۔ اس کے بعد حبشیوں سے لڑائی ہوگی اور وہ یہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ان کو کون نکالے گا؟ سطیح نے جواب دیا کہ ابن ذی یزن عدن سے ان پر خروج کرے گا اور ان میں سے کسی کو یمن میں نہیں چھوڑے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ ابن ذی یزن کی حکومت قائم رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ اگر ختم ہوگئی تو کون ختم کرے گا؟

کاہن نے جواب دیا ایک پاک نبی جس کے پاس اُس کے رب العلی کے یہاں سے وحی آئے گی اس کو ختم کرے گا۔ پھر بادشاہ نے دریافت کیا یہ نبی کس قوم سے ہوں گے؟ سطیح نے جواب دیا کہ یہ نبی غالب بن فہر ابن مالک بن نصر کی اولاد سے ہوں گے اور ان کی قوم میں آخر وقت تک حکومت رہے گی۔ بادشاہ نے یہ سن کر پوچھا کیا ان کا زمانہ بھی کبھی ختم ہوگا۔ سطیح نے جواب دیا کہ ضرور ہوگا۔ اس دن اولین وآخرین جمع کئے جائیں گے اور جو نیکوکار ہوں گے وہ خوشحال ہوں گے اور جو گناہ گار ہوں گے وہ بدحال ہوں گے۔

پھر بادشاہ نے پوچھا کہ اب سطیح جو کچھ تُو کہہ رہا ہے آیا یہ سچ ہے؟ سطیح نے جواب دیا کہ میں شفق، غسق اور چاند کی (جب وہ پورا ہو جائے) کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بتایا وہ بالکل صحیح ہے۔

اس کے بعد بادشاہ نے شق کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوالات کئے۔ پس شق نے اس سے کہا آپ نے ایک کھوپڑی دیکھی ہے جو تاریکی سے نمودار ہو کر باغیچہ اور پہاڑی کے مابین کھڑی ہوگئی اور ہر ذی روح کو کھالیا۔ جب بادشاہ نے شق کی گفتگو سنی تو کہا کہ تُو نے بالکل صحیح بتلایا ہے اب اس کی تعبیر بیان کر۔ شق نے کہا ان پہاڑیوں کے درمیان بسنے والے انسانوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں حبشی آئیں گے اور وہ سب پر غالب آجائیں گے اور ابین سے نجران تک ان کی حکومت ہوگی۔ بادشاہ نے کہا کہ میرا باپ تجھ پر قربان ہوا ے شق! یہ تو نہایت ہی وحشت ناک خبر ہے یہ کب ہوگا؟ میرے زمانے میں یا میرے بعد؟ اس نے جواب دیا کہ آپ سے ایک مدت بعد یہ واقعہ رونما ہوگا۔ پھر ان سے ایک عظیم الشان شخص تم کو نجات دلائے گا اور ان حبشیوں کو سخت اذیت میں مبتلا کرے گا۔ بادشاہ نے پوچھا وہ عظیم الشان شخص کون ہوگا؟ شق نے جواب دیا یمن کا ایک غلام ہوگا جو ابن ذی یزن کے گھر سے نکلے گا۔ بادشاہ نے دریافت کیا اس کی سلطنت باقی رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟ شق نے جواب دیا ختم ہو جائے گی اور اس کو خاتم النبییّن ختم کریں گے جو اہلِ دین اور فضل کے درمیان عدل وحق لے کر آئیں گے اور ان کی قوم میں یوم فصل تک حکومت رہے گی۔

بادشاہ نے دریافت کیا یوم فصل کیا ہے؟ شق نے جواب دیا کہ یہ وہ دن ہے جس دن لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا اور آسمان سے پکارا جائے گا جس کو زندہ اور مُردہ سب لوگ سنیں گے۔ اس دن تمام لوگ جمع کئے جائیں گے۔ نیک خیر کے ذریعے فلاح یاب ہوں گے۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ تیری بات سچ ہے۔ شق نے کہا زمین وآسمان اور ان کی پستی و بلندی کی قسم جو خبر میں نے دی ہے وہ سچ ہے اس میں

کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ بادشاہ نے جب ان دونوں کاہنوں کی پیشین گوئی میں مطابقت پائی تو اس کو یقین ہو گیا اور اس نے حبشیوں کے خوف کی وجہ سے اپنے اہل خانہ کو الحیرہ منتقل کر دیا۔

آپؐ کی ولادت باسعادت پر ایوان کسریٰ میں زلزلہ

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق سے یہ بھی روایت مذکور ہے کہ جس رات حضورؐ کی ولادت باسعادت ہوئی اس رات میں کسریٰ شاہ فارس کے محل میں زلزلہ آ گیا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اس وقت فارس کا حکمران کسریٰ نوشیروان عادل تھا۔ اس واقعہ سے اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور اس نے اس کو بدشگونی قرار دیا۔ لہٰذا اس نے یہ مناسب سمجھا کہ اعیانِ مملکت کو اس واقعہ کی اطلاع دی جائے۔ چنانچہ اس نے رئیس موذبان، نائبین قضاۃ، کمانڈروں، امراء، اپنے وزیر اعظم بزرجمہر اور محافظین سرحد اور گورنروں وغیرہ کو جمع کر کے ایوان کے زلزلہ سے اور کنگروں کے گرنے کی اطلاع دی۔ یہ سن کر رئیس موذبان نے بتایا کہ میں نے بھی خواب دیکھا ہے کہ ایک اونٹ گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لئے جا رہا ہے اور وہ دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک فارس میں پھیل گئے ہیں۔ اہلِ دربار نے یہ بھی خبر سنائی کہ آج کی رات آتش کدۂ فارس (جو مجوسیوں نے ایک ہزار سال سے روشن کر رکھا تھا) یک لخت ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ یہ تمام احوال جان کر نوشیرواں اور تمام حاضرین گھبرا گئے اور اس واقعہ کی کوئی مناسب وجہ وہ نہ جان سکے اور سب حیران و پریشان واپس ہو گئے۔ ادھر ملک کے ہر گوشہ سے آج کی رات آگ سرد ہو جانے کی خبریں نوشیرواں کو موصول ہوتی رہیں۔ یہ خبر بھی اس کو موصول ہوئی کہ اس رات بحیرہ ساوہ کا پانی خشک ہو گیا تھا۔

بس نوشیرواں نے اپنے علمائے دین کو جمع کیا اور ان سے واقعہ کے متعلق معلومات کیں۔ پس رئیس موذبان نے کہا کہ مجھے ایسے لگتا ہے کہ عرب کے اندر کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے اس پر نوشیرواں نے نعمان بن منذر کو ایک خط لکھا کہ جو شخص عربوں کے حالات سے سب سے زیادہ واقف ہو اس کو ہمارے پاس بھیج دو۔ چنانچہ نعمان نے عبدالمسیح بن عمرو غسانی کو اس کے پاس بھیج دیا۔ یہ شخص نہایت معمر تھا جب یہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا میں جو تم سے پوچھنا چاہتا ہوں تم کو اس کا علم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ بیان فرمایئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ اگر مجھ کو اس کا علم ہوا تو ضرور بتاؤں گا۔ کسریٰ نے کہا میں ایسے شخص کی تلاش میں ہوں جو میرے بتانے سے قبل یہ بتا دے کہ میں اس سے کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ عبدالمسیح نے کہا یہ علم تو میرے ماموں سطیح کو حاصل ہے جو مشارق شام میں رہتے ہیں۔ نوشیرواں نے کہا اچھا جاؤ اور اپنے ماموں سے پوچھو۔ چنانچہ عبدالمسیح ملک شام کو روانہ ہو گیا۔ جب سطیح کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اس پر عالم نزع طاری ہے۔ عبدالمسیح نے اس کو سلام کیا مگر وہ جواب نہ دے سکا پھر عبدالمسیح نے اس کو زوردار آواز سے پکار کر کہا۔

اَصَمّ اَم یَسْمَعُ غَطْرِیفُ الْیَمَنْ　　یَا صاحِبَ الْخِطةِ اَعْیَتْ مَنْ وَمِنْ

''اے یمن کے سردار! کیا تو بہرہ ہو گیا ہے یا سُن رہا ہے۔ اے امور بہم کو کھولنے والے کیا تجھ کو یاد ہے کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں۔''

یہ سُن کر سطیح نے آنکھیں کھولیں اور کہا تو عبدالمسیح ہے ایک ایسی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا ہے جس کی رانیں بھنچی ہوئی ہیں سطیح کے پاس تُو اس حال میں آیا جب کہ وہ قبر میں پیر لٹکائے ہوئے ہے تجھ کو ملکِ بنی ساسان (شاہِ فارس) نے اس لئے بھیجا ہے کہ تو ایوانِ کسریٰ کے زلزلہ اور نوشیرواں عادل کے خواب کی تعبیر بتلائے۔ وہ خواب یہ ہے کہ وہ طاقت ور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہنکاتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ کو پار کر کے ملک فارس میں پہنچ گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح جب تلاوتِ کلام پاک کا ظہور ہو گا اور صاحب ہراوہ (آپ کا

اسم توصیفی) مبعوث ہوں اور بحیرہ سادہ کا پانی خشک ہو جائے تو اہلِ فارس کے لئے بابل جائے پناہ نہیں رہے گا اور نہ ہی شام سطیح کے لئے مبارک رہے گا۔ کسریٰ کے محل کے جتنے کنگرے گر گئے اتنی ہی بادشاہ فارس پر حکومت کریں گے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

یہ تعبیر بیان کرنے کے بعد سطیح نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ عبدالمسیح اپنی اُونٹنی پر سوار ہو کر کسریٰ کے پاس واپس آ گیا اور جو کچھ سطیح نے بیان کیا تھا اس کو کسریٰ کے سامنے پیش کر دیا۔ کسریٰ نے یہ سن کر کہا کہ ابھی چودہ بادشاہ حکومت کرنے کے لئے باقی ہیں۔ یہ تعداد پوری ہونے کے لئے ایک مدت چاہیے۔ نہ معلوم اس وقت تک کیا کیا حوادث پیش آئیں گے لیکن چونکہ بادشاہوں کی پیشین گوئی اس طرح ظہور پذیر ہوئی کہ دس شاہانِ فارس نے تو اپنی گنتی چار ہی سال میں پوری کر لی باقی چار حضرت عثمانؓ کے عہد حکومت کے آخر میں ختم ہو گئے۔

اس پیشین گوئی میں بابل سے مراد بابل عراق ہے اس کو بابل اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سقوط صرح نمرود کے وقت احتلا السنہ ظاہر ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرزمین کوفہ ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جبل دنباوند کو بابل کہتے ہیں۔

کسریٰ کا اپنے قاتل سے بدلہ لینا

کسریٰ وہ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لیا جیسا کہ ابوالفرج ابن الجوزی نے ''کتاب الاذکیاء'' میں ذکر کیا ہے کہ کسریٰ کو نجومیوں نے اطلاع دی تھی کہ تجھ کو قتل کیا جائے گا تو کسریٰ نے کہا بخدا میں بھی اپنے قاتل سے ضرور بدلہ لوں گا۔ چنانچہ اُس نے زہر قاتل لے کر ایک ڈبیہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا دی اور اس پر ایک چٹ لکھ کر چسپاں کر دی جس پر یہ تحریر تھا کہ ''اس ڈبیہ میں نہایت مجرب اور مفید دوا ہے جو کہ قوتِ باہ کے لئے ہے اور جو شخص اس کو کھا لے گا اس میں اس قدر قوت آ جائے گی کہ وہ ایک وقت میں کئی کئی عورتوں سے صحبت کر سکے گا''۔

پھر اس نے اس ڈبیہ کو خزانہ میں حفاظت سے رکھ دیا۔ چنانچہ نجومیوں کی پیشین گوئی کے مطابق ایک عرصہ کے بعد جب اس کے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے خزانہ پر قبضہ کر لیا تو وہ ڈبیہ اس کو خزانہ میں ملی اس پر تحریر شدہ عبارت کو پڑھ کر اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا باپ اسی دوا کی وجہ سے اس قدر قوی تھا اور اتنی عورتوں سے اسی دوا کی بدولت صحبت کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے اس ڈبیہ میں سے وہ دوا (زہر قاتل) اس پرچہ پر درج شدہ مقدار کے مطابق نکال کر کھالی اور کھاتے ہی مَر گیا۔ پس کسریٰ وہ پہلا مقتول ہے جس نے اپنے قاتل سے بدلہ لیا۔ باب الدال ''دابہ'' کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کسریٰ کے حرم میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔

اَلشَّقَحْطَبُ

سفر جل کے وزن پر چار سینگوں والے مینڈھے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع شقاحط 'شقاطب' آتی ہیں۔

الشقذان

(گرگٹ) الشقذان: گرگٹ کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ نیز گوہ اور ورل (یہ بھی گوہ کے مشابہ مگر گوہ سے کچھ بڑا لمبی اور پتلی دُم والا ایک جانور ہے) طحن' چھپکلی اور سُرخ زہریلے سانپ کو بھی شقذان کہتے ہیں۔ اس کا واحد شقذة آتا ہے۔

الشِقرَاق

(فاختہ سے بڑاایک منحوس پرندہ) الشقراق: صاحب محکم اور ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق اس کوشین کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ بطلیموسی کے نزدیک کسرہ زیادہ فصیح ہے اس لئے کہ اسموں کے اوزان میں فعلان (بکسرہ فا) موجود ہے جیسا کہ طرماح اور شنقار۔ لیکن فعلان (بفتحہ فاء) موجود نہیں ہے۔ مصنف کی دوسری کتاب ''الغریب'' میں بھی شقرات کسرہ کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور کسرہ ہی خلیل سے بھی منقول ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ اس میں فتحہ' ضمہ' کسرہ تینوں لغات ہیں۔

اس کو شرقرات بھی کہتے ہیں یہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے اس کو اخیل (منحوس پرندہ) بھی کہتے ہیں۔ یہ سبز رنگ کا کبوتری کے برابر ہوتا ہے اس کی سبزی جاذبِ نظر ہوتی ہے اور اس کے بازوؤں میں قدرے سیاہی ہوتی ہے۔ اس کی فطرت میں حرص' چالاکی اور دوسرے پرندوں کے انڈے چرانا داخل ہے۔ اہلِ عرب اس کو منحوس پرندہ کہتے ہیں۔ روم' خراسان اور شام وغیرہ میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ انسانوں سے ہمیشہ دُور رہتا ہے اور خاص طور سے پہاڑ کی چوٹیوں پر رہنا پسند کرتا ہے۔ لیکن اپنے انڈے ایسی بلند عمارتوں پر دیتا ہے جہاں لوگوں کی پہنچ مشکل ہو۔ اس کا گھونسلہ شدید بدبودار ہوتا ہے۔ شارح غنیۃ اور جاحظ کی رائے یہ ہے کہ شقراق کوے کی ایک قسم ہے جفتی بہت کم کرتا ہے اور فطرتاً فریاد چاہنے کا عادی ہوتا ہے۔ جب کسی جانور سے اس کی لڑائی ہو جاتی ہے تو اس کو مار کر اس طرح چلاتا ہے گویا یہ خود ہی مضروب ہے۔

شرعی حکم

رویانی اور بغوی نے اس کے خبث کی بناء پر اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ رافعی نے بھی صمیری سے یہی نقل کیا ہے۔ عجلی شارح غنیۃ ابن سراج بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ ماوردی نے حاوی میں اس کی اور عقعق (کوے کے مانند ایک پرندہ) کی حرمت نقل کی ہے اور وجہ حرمت یہ بیان کی ہے کہ یہ دونوں پرندے اہل عرب کے نزدیک خبائث میں سے ہیں۔ یہی اکثر دیگر علماء کا قول ہے لیکن کچھ لوگ اس کی حلت کے بھی قائل ہیں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کسی کونحوست کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ **فُلَانٌ اَشْـئَـامُ مَـن الاَ خيَـل** (فلاں شخص اخیل سے بھی زیادہ منحوس ہے) خیل اور شقراق ایک ہی پرندہ کے دونام ہیں۔

طبی خواص

جب سونا کم چمکدار ہو تو اس کو پگھلا کر اس پر شقراق کا پتہ چھڑکنے سے اس کی چمک میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا جیسا کہ لومڑی کی جھلی سے اس کی چمک ایک دم ماند پڑ جاتی ہے اس کے پتے کے خضاب سے بال بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں۔ اس کا گوشت نہایت گرم ہوتا ہے اور بدبودار بھی ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال آنتوں میں رُکی ہوئی سخت ہوا کو خارج کر دیتا ہے۔

خواب میں تعبیر

شقراق کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسین وجمیل عورت ہے۔

الشَّمُسِیَةُ

(سرخ رنگ کا چمکیلا سانپ): اس کو شمسیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب اس کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کی آنکھوں میں درد پیدا ہو جاتا ہے جس سے یہ نابینا ہو جاتا ہے اس وقت یہ کسی ایسی دیوار کی تلاش میں نکلتا ہے جو مشرق رو ہو۔ چنانچہ جب اس کو کوئی شرق روئی دیوار مل جاتی ہے تو یہ اس پر بیٹھ کر سورج کی جانب منہ کر لیتا ہے اور کچھ دیر اسی طرح بیٹھا رہتا ہے۔ جب سورج کی شعائیں مکمل طور پر اس کی آنکھوں میں نفوذ کرتی ہیں تو اس کی تاریکی اور جالا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ عمل سات دن تک مسلسل وہ کرتا ہے۔ چنانچہ سات دن کے بعد اس کی بینائی واپس آ جاتی ہے اس کے علاوہ دیگر سانپ جب نابینا ہو جاتے ہیں تو بادیان کے ہرے پتوں پر آنکھیں مَل کر بینا ہو جاتے ہیں۔

اَلشُّنقُبُ

اَلشُّنقُبُ: شنقب بروزن قنفذ ایک مشہور پرندہ ہے۔

شه

شہ: ابن سیدہ نے لکھا ہے کہ شہ شاہین جیسا ایک پرندہ ہے جو کبوتروں کو پکڑ لیتا ہے۔ یہ لفظ عجمی ہے۔

الشهام

الشہام: غول بیابانی (بھوت اور بھوتنی) اس کا ذکر باب السین میں "مسعلاۃ" کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشهرمان

(ایک بحری پرندہ) الشھر مان: سارس سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی ٹانگیں چھوٹی اور رنگ ابلق (سیاہ وسفید) ہوتا ہے۔

الشوحة

(چیل) الشوحۃ: اس کا بیان باب الحاء میں "الحداۃ" کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشَّوُفُ

(سیہی) الشوف: اس کا مکمل بیان بان القاف میں قنفذ کے عنوان سے آئے گا۔

اَلشَّوُشَبُ

(جوں، بچھو، چیونٹی)

الشوط

الشوط: مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے جس کا سر چھوٹا اور درمیانی حصہ بڑا ہوتا ہے۔ جوہری نے اس کو ایک دوسری طرح کی مچھلی لکھا ہے۔

شوطبراح

جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد گیدڑ ہے۔

الشول

الشول: جن اُونٹنیوں کے حمل یا وضع حمل کو سات یا آٹھ ماہ گزر گئے ہوں اور دودھ ختم ہو کر ان کے تھن سکڑ گئے ہوں۔ اس کا واحد شائلۃ آتا ہے اور شول خلافِ قیاس جمع ہے۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں "لا یجتمع فحلان فی شول" دو نر اونٹ (سانڈ) اونٹنیوں میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جس وقت عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید اشدق کو قتل کیا تھا تو اس وقت اس نے یہ مثال دی تھی۔ اور اس کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف تھا: **لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا** (اگر زمین میں دو معبود ہوتے تو فساد برپا ہو جاتا) زمخشری نے کشاف میں اس کی تفسیر کی ہے عبدالملک بن مروان کا مطلب یہ تھا کہ ایک سلطنت میں دو فرمانرواؤں کی حکومت نہیں چل سکتی۔ باب الفاء میں فحل کے عنوان میں شول کا مزید تذکرہ آئے گا۔

شوالۃ

شولہ دراصل بچھو کی پشت میں اُبھرے ہوئے ڈنگ کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے بچھو کو شولہ کہہ دیا جاتا ہے۔ بچھو کا تذکرہ باب العین میں عقرب کے عنوان سے آئے گا۔

الشیخ الیھودی

(انسان نما ایک جانور) شیخ یھودی: ابو حامد اندلسی نے اور قزوینی نے اپنی کتاب "عجائب المخلوقات" میں لکھا ہے کہ یہ ایک جانور ہے جس کا چہرہ انسانوں جیسا ہوتا ہے اور اس کی ڈاڑھی سفید ہوتی ہے۔ باقی بدن مینڈک جیسا ہوتا ہے۔ بال گائے جیسے ہوتے ہیں ار قد و قامت میں بچھڑے کے برابر ہوتا ہے۔ یہ سمندر سے شنبہ کی رات کو نکلتا ہے اور یک شنبہ کے غروب آفتاب تک باہر رہتا ہے۔ مینڈک کی طرح کودتا ہے۔ جب یہ پانی میں داخل ہو جاتا ہے تو کشتی اُس تک نہیں پہنچ سکتی۔

شرعی حکم

یہ بھی عموماً عام مچھلیوں میں داخل ہے۔

طبی خواص

اس کی کھال اگر نقرس پر رکھ دی جائے تو درد فوراً بند ہو جاتا ہے۔

الشیزمان

(بھیڑیا)

الشیصبان

اس سے مراد نر چیونٹی ہے۔

الشیح

الشیح: بروزن بیع (شیر کا بچہ) باب الالف میں اسد کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

الشیم

الشیم: ایک قسم کی مچھلی کو کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

قل لطغام الازد لا تبطروا　　بالشیم والجریث والکعند

''قبیلہ ازد کے اکثر بازوں سے کہو کہ وہ اکڑیں نہیں مچھلیوں پر، کچھووں پر اور مینڈکوں پر۔''

الشِّیُهم

(نر سیہی) الشیہم: عشیٰ شاعر نے کہا ہے۔

لَئِنْ جَدَّ اَسْبَابُ الْعَدَاوَةِ بَیْنَنَا　　لَتَرْ تَحِلَنَّ مِنِّیْ عُلٰی ظَهْرِ شَیْهَمْ

''اگر ہمارے درمیان اسباب عداوت نئے ہو گئے تو مجھ سے شیہم کی پشت پر کوچ کر جائے گا۔''

اصمعی کی رائے ہے کہ شیہم، شہام یعنی بھوت کے معنی میں ہے۔

ابوذویب ہذلی شاعر کا بیان ہے کہ جب مجھ کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں تو مجھ کو اس قدر رنج ہوا کہ مجھے رات کو نیند نہ آئی اور رات گزارنی دوبھر ہو گئی۔ صبح کے وقت میری آنکھ ذرا جھپکی تو کسی ہاتف کی آواز آئی۔ وہ یہ کہہ رہا ہے۔

خطب اجل ناخ بالاسلام　　بین النخیل ومعقد الاطام

''نخیل اور معقد اطام کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں اسلام میں ایک بڑا حادثہ ہو گیا۔''

قبض النبی محمد فعیوننا　　تذری الدموع علیه بالاسجام

''یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی جس کی وجہ سے ہماری آنکھیں متواتر کثرت سے آنسو بہا رہی ہیں۔''

ابوذؤیب کہتے ہیں کہ میں یہ آواز (اشعار) سن کرڈر کر چونک پڑا اور آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو سوائے سعد الذابح (نام ستارہ) کے مجھ کو کچھ نظر نہ آیا تو میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ عرب میں کشت وخون ہوگا اور یہ کہ رسول اکرمؐ کی یا تو وفات ہو چکی ہے یا اسی بیماری میں آپؐ رحلت فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ میں اسی فکر میں اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر چلا اور لگا تار چلتا رہا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے اپنی اونٹنی کو تیز دوڑانے کے لئے ایک قچی (لکڑی) کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں قچی تلاش کرنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خار پشت (سیہی) نے سانپ کو پکڑ رکھا ہے اور وہ سانپ اس کو لپٹا ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ سیکنڈ بعد اس خار پشت نے سانپ کو نگل لیا۔ میں نے اس سے یہ فال لی کہ خار پشت (سیہی) اندوہ کی علامت ہے اور سانپ کا خار پشت (سیہی) پر لپٹنا اس امر کی علامت ہے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امر حق سے روگردانی کرتے ہوئے کسی قائم (حاکم) کے خلاف جمع ہو جائیں گے۔

سانپ کو نگل جانے کا میں نے یہ مطلب لیا کہ آخر میں اسی قائم کا غلبہ ہوگا۔ اس کے بعد میں نے اپنی اونٹنی کو تیز کر دیا۔ جب میں غابہ میں پہنچا تو میں نے ایک پرندہ سے فال لی۔ اس نے مجھے آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر دی۔ پھر ایک کوا بائیں طرف سے اڑ کر بولنے لگا اس سے بھی میں نے یہی نتیجہ نکالا۔ چنانچہ جب میں مدینہ پہنچا تو وہاں میں نے لوگوں کی چیخ و پکار سنی اور معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے۔ پھر مسجد نبویؐ پہنچا تو اس کو خالی پایا۔ چنانچہ وہاں سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ میں حاضر ہوا تو اس کا دروازہ بند تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صحابہؓ سقیفہ بنی ساعدہ گئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں بھی سقیفہ بنی ساعدہ پہنچ گیا۔ دیکھا تو وہاں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ، ابوعبیدہؓ بن الجراح معہ ایک جماعت قریش رضی اللہ عنہم اجمعین موجود ہیں۔ میں نے وہاں انصار کو دیکھا جن میں حضرت سعد بن عبادہؓ اور شعراء انصار میں حضرت حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن مالک بھی موجود تھے۔ میں قریش کی صف میں بیٹھ گیا انصار نے لمبی لمبی تقاریر کیں اور استحقاقِ خلافت پر دلائل پیش کئے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔

اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے اُٹھ کر آ گئے اور میں بھی ان کے ہمراہ لوٹ آیا۔ میں آپؐ کی نمازِ جنازہ اور تدفین میں شریک ہوا۔

اَبُوْ شبقُونَة

ابوشبقونہ: یہ ایک پرندہ ہوتا ہے جو عموماً گدھوں اور چوپاؤں کے قریب رہتا ہے اور ان کی مکھیوں کو پکڑتا ہے۔

بابُ الصَّاد

اَلصُّوءَ بَةُ

(جوؤں کے انڈے، لیکھ) (الصوابۃ: اس کی جمع صواب اور صئبان آتی ہے۔ بعض لوگ بغیر ہمزہ کے صیبان استعمال کرتے ہیں۔ سر میں جُوں پیدا ہو جانے کے وقت کہا جاتا ہے فی رَاُسِہٖ صُوَابۃٌ یعنی اس کے سر میں جُوں ہے۔ قَدْ صِیَبَ راسہٗ یعنی اس کے سر میں

جوں ہوگی۔ ایاس کی رائے ہے کہ صیبان مذکر جوں کے لئے ہے۔ اور جُوں ان چیزوں میں سے ہے جس کے مذکر، مونث بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ جیسے زراریق اور بزاۃ۔

حدیث میں لیکھ کا ذکر۔

خیثمہ بن سلیمان نے اپنی مسند کے پندرہویں جز کے آخر میں روایت کی ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میزانِ عدل قائم کی جائے گی اور اس میں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی۔ پس جس کی نیکیون کا پلڑا برائی کے پلڑے سے لیکھ بھر میں بھاری ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور جس کی برائیوں کا پلڑا نیکیوں کے پلڑے سے لیکھ بھر بھی بھاری ہوگا وہ داخل جہنم ہوگا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اس کا کیا حشر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ اصحاب اعراف ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

شرعی حکم

امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لیکھ جُوں کے حکم میں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی محرم اس کو مار ڈالے تو اس کو صدقہ کرنا مستحب ہے خواہ وہ صدقہ قلیل مقدار میں ہی کیوں نہ ہو۔

الامثال

اہل عرب کہتے ہیں ''یَعُدُّ فیَّ مِثْلَ الصؤاب وفی عینه مثل الجزة: وہ میرے اندر پائی جانے والی لیکھ جیسی معمولی برائی کو بھی شمار کرتا ہے۔ جب کہ اس کی آنکھوں میں جزہ ہے۔ میدانی کہتے ہیں یہ مثال اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص کثرت عیوب کے باوجود دوسرے کی معمولی سی خامیوں پر ملامت کرے۔

ریاشی شاعر کہتا ہے۔

الا ایهاذا اللائمی فی خلیقتی　　هل النفس فیما کان منک تلوم

'' خبردار! اے مجھے میری عادتوں کے بارے میں ملامت کرنے والے کیا تجھے تیرا نفس تیری برائیوں پر بھی ملامت کرتا ہے؟''

فکیف تری فی عین صاحبک القذی　وتنسی قذی عینیک وهو عظیم

ترجمہ:- تُو کس طرح اپنے مدمقابل کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتا ہے اور اپنی آنکھوں کے شہتیر کو کیسے بھول جاتا ہے''۔

الصارخ

اس سے مراد مرغ ہے۔

حدیث میں مرغ کا تذکرہ:

بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت مسروق رحمھم اللہ سے مروی ہے:-

''فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے متعلق دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ دائمی عمل کو پسند فرماتے تھے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے؟

فرامایا کہ جب مُرغ بولتا تھا تو آپ نماز کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے''۔

اَلصَّافِر

(رات کو آواز کرنے والا ایک پرندہ) الصافر: ایک مشہور پرندہ ہے۔ جو چڑیوں کی اقسام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی عادت یہ ہے کہ جب رات آتی ہے تو کسی درخت کی شاخ کو اپنی دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اُلٹا لٹک جاتا ہے اور صبح تک برابر چیختا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب روشنی پھیل جاتی ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔

قزوینی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آسمان کے گرنے کے خوف سے شور مچاتا ہے اور اسی وجہ سے یہ اُلٹا لٹکتا ہے تاکہ اگر آسمان گرے تو اس کا سر اور چہرہ محفوظ رہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ صافر سے مراد تنوط ہے جس کا تذکرہ باب التاء میں گزر چکا۔ اگر اس کا گھونسلہ ہوتا ہے تو اس کو تھیلہ نما بناتا ہے اور اگر گھونسلہ نہیں ہوتا تو پھر کسی درخت پر اُلٹا ہی لٹکتا ہے۔

الامثال

اہل عرب کسی کی بزدلی اور کم ہمتی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں فلان اَجُبَنُ وَاَحُيَرةُ وَمِنْ صافر" (فلاں شخص صافر سے بھی زیادہ بزدل اور حیران ہے) اسی طرح کہتے ہیں "مَافِي الدار صافِرٌ" گھر میں کوئی آواز کرنے والا نہیں)

تعبیر

صافر کا خواب میں نظر آنا حیرانی اور روپوش ہونے کی علامت ہے۔ کبھی دشمن کے خوف سے طاقتور لوگوں کی جانب مائل ہونے کا اشارہ ہے۔

الصّدف

الصدف: یہ بحری جانور کی ایک قسم ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ جب بارش ہوتی ہے تو صدف اپنا منہ کھول لیتا ہے اور جب بارش کا قطرہ اس کے مُنہ میں پہنچ جاتا ہے تو وہ مُنہ بند کر لیتا ہے اس طرح اس کے منہ میں لولو یعنی سچے موتی بنتے ہیں۔ صوادف ان اونٹوں کو بھی کہتے ہیں جو اس حالت پر حوض پر پہنچیں جب ان سے پہلے آئے ہوئے دوسرے اونٹ پانی پی رہے ہوں اور یہ آکر عجز کے باعث انتظار میں کھڑے ہوجائیں۔ تاکہ جو اونٹ پانی پی رہے ہیں وہ پانی پی کر نکل جائیں اور پھر ان کی باری آئے۔ راجز کے قول میں صوادف کے یہ معنی ہیں۔

ع الناظرات العقب الصوادف ''پیچھے رہنے والے انتظار کرنیوالے اونٹ''۔

موتی کے طبی خواص

خفقان، مرہ سودائی کو دور کرتا ہے اور دل وجگر کے خون کو صاف کرتا ہے۔ بینائی میں اضافہ کرتا ہے اسی لئے اس کو سرمہ میں ملایا جاتا ہے۔ اگر اس کو اس قدر حل کیا جائے کہ پانی ہو جائے۔ پھر اس کی (بہق) چہرے کے داغ اور مہاسے وغیرہ) پر مالش کی جائے تو ایک مالش سے تمام داغ ودھبے ختم ہو جائیں گے اور دوبارہ مالش کی نوبت نہیں آئے گی۔

تعبیر

لولو (موتی) کا خواب میں دیکھنا بہت سی چیزوں مثلاً غلام' باندیاں' لڑکے' مال' عمدہ کلام اور حسن پر دلالت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ موتیوں کو سیدھا کر رہا ہے تو وہ قرآن پاک کی صحیح تفسیر کرے گا۔ اگر کوئی شادی شدہ شخص اپنے ہاتھ میں بکھرے ہوئے موتی دیکھے تو یہ فرزند پیدا ہونے کی علامت ہے اور اگر غیر شادی شدہ شخص ایسا ہی خواب دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ کسی غلام کا مالک بنے گا۔ یہ تعبیر کلام باری تعالیٰ "وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ" اور ان کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے جو خاص اُنہی کے لئے ہوں گے۔ گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں' کی روشنی میں ہے۔

اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ موتیوں کو توڑ رہا ہے یا فروخت کر رہا ہے تو یہ خواب قرآن پاک بھول جانے کی علامت ہے اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ وہ موتی بکھیر رہا ہے اور لوگ ان موتیون کو چُن رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو وعظ کرے گا اور بذریعہ وعظ لوگوں کو فائدہ پہنچائے گا اور اگر کوئی ایسا شخص جس کی بیوی حاملہ ہو اپنے ہاتھوں میں موتی کو دیکھے تو اس کے لڑکا پیدا ہوگا اور اگر اس کی بیوی حاملہ نہ ہو تو وہ ایک کنیز خریدے گا۔ اور اگر غیر شادی شدہ یہی خواب دیکھے تو اُس کی شادی کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ سمندر سے موتی نکال رہا ہے جو تولے جا رہے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ کسی ایسے شخص سے جو سمندر کی جانب منسوب ہو اُس کو بہت مال ملے گا۔

جاماسب کا بیان ہے کہ جو شخص خواب میں موتیوں کو شمار کرے وہ گرفتار مصیبت ہوگا اور جس کو خواب میں موتی دیئے جائیں اس کو ریاست حاصل ہوگی اور جو شخص خواب میں موتی دیکھے اس کو کوئی مسرت حاصل ہوگی۔ موتیوں کے ہار سے مراد حسین وجمیل عورت ہے۔ کبھی کبھی موتیوں کے ہار سے نکاح بھی مراد ہوتا ہے۔

طبی خواص

قزوینی لکھتے ہیں کہ سیپ کا لیپ کرنا وجع مفاصل اور نقرس کے لئے مفید ہے اور جب سرکہ میں ملا کر استعمال کیا جائے تو نکسیر کے لئے از حد نافع ہے۔ اس کا گوشت کُتے کے کاٹنے میں فائدہ مند ہے۔ اگر سیپ کو جلا کر دانتوں پر ملا جائے تو دانت مضبوط اور چمک دار ہو جاتے ہیں اور اگر سرمہ میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھ کے زخم ٹھیک ہو جائیں گے اور اگر پڑبال اُکھاڑ کر ان پر سیپ کا برادہ مَل دیا جائے تو دوبارہ پڑبال نہیں نکل سکتے۔ آگ کے جلے ہوئے پر سیپ کا لگانا مفید ہے۔ اگر سیپ کا کوئی صاف ٹکڑا بچہ کے گلے میں باندھ دیا جائے تو بچے کے دانت بہ آسانی نکل جائیں گے۔ اگر سیپ کو گھس کر سونے والے کے چہرہ پر ڈال دیا جائے تو عرصۂ دراز تک سوتا رہے گا۔ اسی طرح اگر سیپ کو جاء شیر ما میں حل کر کے ناک پر لیپ کیا جائے تو نکسیر بند ہو جاتی ہے۔

تعبیر

اگر کوئی شخص خواب میں اپنے ہاتھ میں سیپ دیکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کا اس نے ارادہ کر رہا ہے وہ اس سے باز آ جائے اور اس کو ختم کر دے خواہ وہ کام اس کے حق میں باعث شرم ہو یا باعث خیر۔ واللہ علم

الصَّدیٰ

الصدی: یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔ اس کے بارے میں اہلِ عرب کا زمانۂ جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ یہ پرندہ مقتول کے سر سے پیدا

ہوتا ہے اور جب تک اس کا بدلہ نہیں لیا جاتا اس کے سر کے گرد اگرد بولتا رہتا ہے "اَسْقُوْنِیْ اَسْقُوْنِیْ" (میں پیاسا ہوں مجھے سیراب کرو) اور جب قاتل سے بدلہ لے لیا جاتا ہے تو یہ خاموش ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ الصدی سے مراد "الو" ہے۔ صدیٰ کی جمع اصداء آتی ہے۔ اس کو ابن الجبل' ابن طود اور بنات رضوی بھی کہا جاتا ہے۔

عدلیس عبدی کی رائے یہ ہے کہ صدیٰ اس پرندہ کو کہتے ہیں جو رات کے وقت اڑتا پھرتا ہے اور لوگ اس کو جندب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ صدیٰ ہوتا ہے اور صدیٰ سے جندب چھوٹا ہوتا ہے۔ صدیٰ گونج اور آواز کی بازگشت کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ باب الباء اور باب الزاء میں صاحب لیلیٰ اخیلیہ کا یہ شعر گزر چکا ہے۔

ولوان لیلیٰ الاخیلة سَلَّمَتْ عَلَیَّ وَدُوْ فِیْ جَنْدَل وصَفَائِحُ

ترجمہ:- اور اگر لیلیٰ اخیلیہ مجھے اس حال میں سلام کرے کہ میں چٹان اور بڑے پتھر کے ماوراء (یعنی قبر میں) ہوں۔

لَسَلَّمْتُ تَسْلِیْمَ البشاشة اوزقا الیھا صدیٰ من جانب القبر صائحُ

"تو میں بشاشت کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دوں گا یا قبر کی جانب سے صدیٰ اس کی جانب چہچہائے گا۔"

اسی طرح ابوالمحاسن بن شواء نے ایسے شخص کے بارے میں جو راز چھپانے پر قادر نہ ہو کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

لِیْ صدیقٌ غدًا وان کان لا ینطق الا بغیبة او محالِ

"ایک ایسا شخص میرا دوست بن گیا ہے جس کے منہ سے سوائے غیبت اور گمراہی کے کوئی بات نہیں نکلتی۔"

اشبهُ الناس بالصدیٰ ان تحدثه حَدیثا اعادہُ فی الحال

"یہ لوگوں میں سب سے زیادہ صدیٰ (آواز بازگشت سے مشابہ ہے کیونکہ اگر تُو اس سے راز داری کی بات کہہ دے تو اسی وقت اس کو لوٹا دے (یعنی دوسروں کے سامنے بیان کر دے)۔"

اہل عرب بولتے ہیں "صم صَداہُ و اصم الله صداہ" یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کر دے۔ کیونکہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی آواز بازگشت بھی نہیں سنی جاتی۔

حجاج ابن یوسف نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو انہی الفاظ سے مخاطب کیا تھا جس پر امیر المومنین نے اس کو تنبیہ فرمائی تھی۔

حضرت انسؓ کے ساتھ حجاج کا ناروا سلوک

یہ قصہ علی بن زید بن جدعان نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک بار حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس تشریف لائے جو نہایت ظالم و جابر تھا۔ اس نے (حجاج) نے آپ کو دیکھ کر یہ ناشائستہ الفاظ کہے: "خبیث کہیں کے بوڑھا ہو کر فتنوں کی آگ بھڑکاتا ہے۔ کبھی ابوتراب کی طرف ہو جاتا ہے اور کبھی ابن زبیرؓ کی جانب جھک جاتا ہے اور کبھی ابن الاشعث کا دم بھرنے لگتا ہے اور کبھی ابن الجارود کے گیت گانے لگتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی دن میں تیری گوہ کی طرح کھال اُتار لوں گا اور تجھ کو اس طرح اکھاڑ دوں گا جس طرح درخت سے گوندا اکھاڑ لیا جاتا ہے اور تجھ کو اس طرح جھاڑ دوں گا جس طرح درخت سلم (کانٹے دار ایک درخت جس کے پتوں سے دباغت دی جاتی ہے) کے پتے جھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایسے شریر لوگوں سے جو بخیل بھی ہیں اور منافق بھی مجھ کو بڑا تعجب آتا ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج کے یہ ناشائستہ الفاظ سن کر اس سے پوچھا آپ یہ کس کو کہہ رہے ہیں؟ حجاج نے بے ساختہ کہا

''اِیَّا کَ اَعْنِیْ اَصَمَّ اللہُ صَدَاکَ'' یعنی میرا خطاب تجھ ہی سے ہے خدا تجھ کو غارت کرے۔ (نعوذ باللہ)

علی بن یزید کہتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ حجاج کے پاس سے چلے گئے تو آپ نے فرمایا کہ بخدا اگر میرا لڑکا نہ ہوتا تو میں اس (حجاج) کو جواب دیتا۔ اس کے بعد حضرت انسؓ نے حجاج کے ساتھ پیش آنے والے اس پورے واقعہ کا حال لکھ کر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ اس پر عبدالملک بن مروان نے حجاج کے نام ایک خط لکھا اور اس کو اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہا جر مولیٰ بنی مخزوم کے ہاتھ اس کے پاس روانہ کیا۔ اسماعیل خط لے کر حجاج کے پاس پہنچے مگر پہلے وہ حضرت انسؓ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ آپ کے ساتھ حجاج کا یہ رویہ خلیفہ کو بہت ناگوار گزرا مگر بطور ناصح مشفق میں آپ سے کہتا ہوں کہ خلیفہ کی نگاہ میں جو حجاج کی قدر و منزلت ہے وہ کسی کی نہیں۔ امیر المومنین نے حجاج کو لکھا ہے کہ وہ آپ کے پاس آئے مگر میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ خود حجاج کے پاس تشریف لے جائیں۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ آپ سے معذرت کرے گا اور جب آپ اس کے پاس سے واپس ہوں گے تو وہ آپ کے مرتبہ کو پہچانے گا اور اس کی نگاہ میں آپ کی وقعت ہوگی۔

اس کے بعد اسماعیل حجاج کے پاس گئے اور اس کو خلیفہ کا خط دیا۔ اس کو پڑھ کر حجاج کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ اپنے چہرے سے پشینہ پونچھنے لگا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو معاف کرے میں نہیں سمجھتا کہ امیر المومنین کا خیال میری طرف سے اس قدر بگڑ جائے گا۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ اس کے بعد اس نے وہ خط میری جانب پھینک دیا اور وہ یہ سمجھا کہ گویا میں اس خط کو پڑھ چکا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ مجھ کو اس کے (حضرت انس رضی اللہ عنہ) پاس لے چلو۔ میں نے کہا کہ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے وہ خود آپ کے پاس تشریف لائیں گے۔ آپ کو ان کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ پھر میں انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ حجاج کے پاس تشریف لے چلیں۔ چنانچہ آپ اس کے پاس پہنچے تو وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور کہنے لگا اے ابوحمزہ! آپ نے امیر المومنین کے پاس میری شکایت کرنے میں جلدی کی میں نے جو آپ کے ساتھ برتاؤ کیا تھا وہ کسی دشمنی یا کینہ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ اس وجہ سے تھا کہ اہلِ عراق نہیں چاہتے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا غلبہ اور اس کی حجت قائم رہے۔ آپ کے ساتھ اس طرح پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ عراق کے منافقین اور فساق کو یہ معلوم ہو جائے کہ جب میں سیاست کے بارے میں آپ جیسی ہستی کو نہیں بخشتا تو ان لوگوں کی میرے سامنے کیا حقیقت ہے؟ اب میں آپ سے معافی چاہتا ہوں' آپ مجھ سے راضی ہو جائیں۔

حضرت انسؓ نے فرمایا'' تاوقتیکہ عام و خواص میں اس بات کی شہرت نہ ہوگی اور میرے کانوں نے آپ کی زبان سے اپنے کو شریر نہیں سُن لیا اس وقت تک میں نے امیر المومنین کو خط نہیں لکھا۔ آپ نے ہم کو اشرار گردانا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ہم کو انصار فرمایا ہے۔ آپ نے ہم کو بخیل کہا حالانکہ ہم اپنے پر دوسروں کو ترجیح دینے والے ہیں۔ آپ نے ہم کو منافق کہا حالانکہ ہم وہ لوگ ہیں جو دارالسلام (مدینہ) میں مہاجرین کی آمد سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں آپ نے اپنے زعم میں مجھ کو اہلِ عراق کے لئے اس امر کا ذریعہ بنانا چاہا کہ وہ آپ کے ان افعال کو جو اللہ کے نزدیک حرام ہیں حلال سمجھنے لگیں حالانکہ آپ کے اور ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے والا ہے وہ نیک کام سے راضی اور برے کام سے ناراض ہوتا ہے۔ بندوں کی سزا و جزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے اور نیکی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے۔ خدا کی قسم نصاریٰ مشرک و کافر ہونے کے باوجود اگر کسی ایسے شخص کو دیکھ لیتے ہیں کہ جس نے ایک دن ہی حضرت عیسیٰ کی خدمت کی ہو تو وہ اس کی بے پناہ تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی مگر آپ نے مری اس خدمت کا بالکل لحاظ نہیں کیا۔ ہم کو آپ کی طرف سے کوئی بھلائی نہ ملے گی تو ہم اس پر شکر ادا کریں گے اور اگر برائی

پہنچے گی تو اس پر صبر کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خلاصی کی کوئی صورت پیدا کر دے"۔

علی بن زید کہتے ہیں کہ خلیفہ نے حجاج کے پاس جو خط روانہ کیا تھا اس کا مضمون یہ تھا:-

"امابعد! تُو وہ شخص ہے جو اپنے معاملات میں حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ اے انگور کی گٹھلی چبانے والی عورت کے لڑکے! خدا کی قسم میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تجھ کو اس طرح بھنبھوڑ دوں گا جس طرح شیر لومڑیوں کو بھنبھوڑ دیتا ہے اور تجھ کو ایسا خطبی بنادوں گا کہ تو اس وقت کی آرزو کرنے لگے جس وقت کہ تُو اپنی ماں کے پیٹ سے زحمت کے ساتھ نکلا تھا۔ جو برتاؤ تُو نے حضرت انسؓ کے ساتھ کیا ہے مجھے اس کی اطلاع مل گئی ہے۔ میرے خیال میں اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تُو امیر المومنین کا امتحان لے اور اگر امیر المومنین میں غیرت کا مادہ نہ ہو تو اس سے اگلا قدم اٹھاؤں۔ تجھ پر اور تیرے آباؤ اجداد کی شخصیت کو جوان کو طائف میں حاصل تھی بھول گیا ہے کہ وہ کس قدر ذلیل اور کمین تھے اور اپنے ہاتھوں سے زمین میں لوگوں کے لئے کنوئیں کھودتے تھے اور اپنی پشتوں پر پتھر لاد کر لاتے تھے۔ جس وقت میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے اور تو اس کو پڑھ چکے تو سب کام چھوڑ کر حضرت انسؓ کے دولت کدہ پر جا کر ان سے معذرت کر' اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو میں ایک ایسا شخص تجھ پر تعینات کر دوں گا جو تجھ کو کمر کے بل گھسیٹ کر ان کے دولت کدے پر لے جائے گا اور وہی تیرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ یہ نہ سمجھنا کہ امیر المومنین کو تیرے حالات سے آگاہی نہیں ہے۔ ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ تجھ کو چاہیے کہ میرے خط سے روگردانی نہ کرے اور فوراً حضرت انسؓ سے معذرت کرے اور آپؓ کا اور آپ کے صاحبزادے کا اکرام کرے ورنہ میں تجھ پر ایسا شخص مسلط کر دوں گا جو تیرا ڈھکا ہوا پردہ کھول دے گا اور تیرے دشمن کو تجھ پر ہنسنے کا موقع فراہم کر دے گا"۔

والسلام

حضرت انسؓ کی وفات بمقام بصرہ ۹۱ھ یا ۹۳ھ میں ہوئی۔ بصرہ میں وفات پانے والے آپ سب سے آخری صحابیؓ تھے۔

الصداخ

الصراخ: کتان کے وزن پر طاؤس (مور) معنی میں ہے۔ باب الطاء میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بیان آئے گا۔

صَرارُا للیل

(جھینگر) صرار اللیل: اس کا تذکرہ باب الجیم میں الجد جد کے عنوان سے گزر چکا۔ یہ جندب (ٹڈی) سے قدرے بڑا ہوتا ہے۔ بعض اہلِ عرب اس کو صدیٰ بھی کہتے ہیں۔

الصُّراحُ

زمان کے وزن پر۔ ایک مشہور ماکول اللحم پرندہ ہے۔

اَلصرَدُ

(لٹورا) اَلصَّرَ دُ: لٹورے کو کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابو کثیر ہے۔ چڑیوں سے قدرے بڑا ہوتا ہے اور چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کی

جمع صردان آتی ہے۔اس کا رنگ چت کبرا یعنی نصف حصہ سیاہ اور نصف سفید ہوتا ہے۔سر موٹا اور چونچ و پنجے بڑے ہوتے ہیں۔درختوں پر ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں عموماً کسی کی رسائی نہ ہو نہایت شریر النفس اور متنفر طبیعت والا ہوتا ہے۔اس کی غذا صرف گوشت ہے۔اس کو مختلف آوازیں آتی ہیں۔جس پرندہ کا شکار کرنا چاہتا ہے اُسی جیسی آواز نکال کر اس کو اپنے پاس بلا لیتا ہے۔جب اس کے پاس مختلف قسم کی چڑیاں جمع ہو جاتی ہیں تو ان میں سے کسی ایک پر اچانک بہت زور سے حملہ کرتا ہے اور پہلے ہی حملے میں اپنی چونچ سے اس کی کھال کو پھاڑ دیتا ہے اور شکار کر لیتا ہے۔عموماً درختوں اور بلند مکانوں کو اپنا مسکن بناتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

علامہ ابوالفرج ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب ''المدحش'' میں اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتَاہُ'' (اور حضرت موسیٰؑ نے جب اپنے نوجوان ساتھی سے کہا) کی تفسیر کے سلسلہ میں حضرت ابن عباس، ضحاک اور مقاتل رضی اللہ عنہم سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات کا مطالعہ خوب غور سے کر کے اس کے تمام احکامات سے مطلع ہو گئے تو بغیر کسی سے کلام کئے ہوئے اپنے دل میں کہنے لگے کہ روئے زمین پر اب مجھ سے زیادہ عالم کوئی نہ ہوگا۔اسی دن رات میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اس قدر پانی برسایا کہ مشرق سے مغرب تک تمام زمین غرقاب ہوگئی۔پھر دیکھا کہ سمندر پر ایک قناۃ ہے جس پر ایک لٹورا بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس برسات کے پانی کو چونچ میں بھر کر لاتا ہے اور سمندر میں ڈالتا ہے۔چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیداری کے بعد گھبرا گئے۔اتنے میں حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ آپ تمام علوم کے جامع ہیں اور دنیا میں مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں مگر اللہ کا ایک بندہ ایسا ہے جس کے پاس آپ سے زیادہ علم ہے اور اس کے اور آپ کے علم میں وہی نسبت ہے جو سمندر کے پانی اور لٹورے کی چونچ کے پانی میں ہے۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ وہ اللہ کا کون سا بندہ ہے؟ حضرت جبرائیلؑ نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر بن عامیل ہیں جو ولد الطیب یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ وہ مجھ کو کہاں ملیں گے؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ ان کو اس سمندر کے پس پشت تلاش کیجئے۔پھر آپ نے پوچھا کہ مجھے ان کا پتہ کون بتائے گا؟ حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ آپ کے زادِ راہ میں سے کوئی چیز آپ کی راہنمائی کرے گی (مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضرؑ سے ملاقات کا اس قدر اشتیاق ہوا کہ آپ نے کسی کو اپنی قوم میں سے اپنا نائب بھی نہیں بنایا اور ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں چل دیئے) اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ رخصت ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم حضرت یوشع علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں۔حضرت یوشعؑ نے جواب دیا کہ ہاں میں تیار ہوں تو حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اچھا ذرا پہلے زادراہ کا انتظام کرو۔چنانچہ حضرت یوشعؑ نے زادراہ کے لئے چند روٹیاں اور تلی ہوئی نمکین مچھلی ناشتہ دان میں رکھ لیں اور چل دیئے۔ راستہ میں کبھی پانی اور کبھی خشکی میں چلنا پڑا اس لئے دونوں صاحبان تھک گئے اور رفتہ رفتہ ایک پتھر پر جا پہنچے جو بحر آرمینیہ کے عقب میں پڑا ہوا تھا۔اس پتھر کو قلعۃ الحرس بھی کہتے ہیں۔یہاں پہنچنے کے بعد حضرت موسیٰؑ وضو کے لئے آگے بڑھے اور ایسی جگہ جا پہنچے جہاں ایک جنتی چشمہ تھا وہاں بیٹھ کر آپ نے وضو فرمایا۔جب وضو کر کے واپس ہوئے تو آپ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ چونکہ اس چشمہ کے پانی کی یہ خاصیت تھی کہ جس مردہ جانور کے بدن پر پڑ جائے اس کو زندہ کر دے۔چنانچہ اس چشمہ کا پانی جیسے ہی اس مچھلی پر پڑا جو ناشتہ دان میں رکھی تھی وہ زندہ ہوگئی اور ناشتہ دان سے نکل کر چل دی اور پانی میں جس طرف وہ گئی تھی اسی طرف خشکی کی ایک

سرنگ بنتی گئی۔ حضرت یوشعؑ نے یہ منظر دیکھا مگر آپ اس کا تذکرہ حضرت موسیٰؑ سے کرنا بھول گئے جب اس پتھر سے جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے آگے بڑھے اور پھر حضرت موسیٰؑ کو کچھ تھکان محسوس ہونے لگی تو آپ نے اپنے رفیق سفر سے ناشتہ طلب کیا۔ اس وقت حضرت یوشعؑ کو مچھلی کا زندہ ہو کر پانی میں چلنے کا واقعہ یاد آیا تو آپ نے حضرت موسیٰؑ سے اس کا تذکرہ کیا جس کو سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم کو اسی کی تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں صاحبان الٹے پاؤں اسی جگہ لوٹ گئے۔

سمندر کا پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے منجمد ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوشع علیہما السلام کے قدموں کے موافق ایک سرنگ بن گئی اور دونوں نے اس سرنگ میں چلنا شروع کر دیا اور وہ زندہ مچھلی ان کے آگے آگے چلتی رہی یہاں تک کہ وہ خشکی پر پہنچ گئی اور خشکی میں بھی یہ مچھلی کے پیچھے ہی چل رہے تھے کہ آسمان سے ایک ندا آئی کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو یہ راستہ تخت ابلیس کی جانب جاتا ہے اس لئے تم داہنی جانب کا راستہ اختیار کرو۔ چنانچہ یہ داہنی جانب مڑ گئے اور چلتے چلتے ایک بہت بڑے پتھر پر پہنچے جس پر ایک مصلی بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بولے کہ یہ تو بہت ہی پاکیزہ جگہ ہے ممکن ہے وہ مرد صالح اسی جگہ رہتے ہوں۔

یہ باتیں حضرت موسیٰؑ، حضرت یوشعؑ سے کہہ ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام بھی اسی جگہ آ پہنچے اور جب آپ اس جگہ آ کر کھڑے ہوئے تو وہ جگہ سرسبز شاداب ہو گئی (اسی وجہ سے آپ کو خضر کہتے ہیں) حضرت موسیٰؑ نے آپ کو دیکھ کر کہا کہ السلام علیکم یا خضر! آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام یا موسیٰ یا نبی اسرائیل! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ میرا نام آپ کو کس نے بتا دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ جس نے آپ کو مجھ تک پہنچنے کا راستہ بتا دیا اسی نے مجھ کو آپ کا نام بتا دیا۔ اس کے بعد وہ واقعات پیش آئے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ اور حضرت خضرؑ کے نام ونسب اور نبوت کے بارے میں علماء کرام کا جو اختلاف ہے اس کو ہم باب الحاء میں لفظ الحوت (مچھلی) کے عنوان میں بیان کر چکے ہیں۔

قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ اس پرندہ کو "الصرد الصوام" روزہ رکھنے والا لٹورا بھی کہتے ہیں۔

ایک موضوع روایت

معجم عبدالغنی بن قانع میں ابو غلیظ امیر بن خلف الجمحی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں صرد (لٹورا) دیکھ کر فرمایا کہ یہ پہلا پرندہ ہے جس نے عاشورہ کا روزہ رکھا۔ حافظ ابو موسیٰ نے اس کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لیکن یہ روایت اپنے راوی کے نام کی طرح غلیظ ہے اور بقول حاکم یہ روایت ان روایات میں سے ہے جن کو قاتلین امام حسینؓ نے گھڑا تھا۔ اس روایت کو عبداللہ بن معاویہ بن موسیٰ نے بھی ابو غلیظ سے نقل کیا ہے جو بالکل باطل ہے اور اس کے جملہ راوی مجہول ہیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے شام سے چلے تو آپ کے ساتھ سکینہ اور صرد تھے۔ صرد خانہ کعبہ کی جگہ اور سکینہ اس کی مقدار کی تعین پر مامور تھا۔ جب آپ منزل مقصود پر پہنچے تو سکینہ خانہ کعبہ کی جگہ پر بیٹھ گئی اور آواز دی کہ ابراہیم جہاں تک میرا سایہ پڑ رہا ہے آپ وہاں تک تعمیر فرمائیں۔

مفسرین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ جس خطہ زمین پر خانہ کعبہ واقع ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے باقی زمین سے دو ہزار سال قبل پیدا فرمایا۔ یہ خطہ پانی پر ایک جھاگ کی طرح تیر رہا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے نیچے زمین کو بچھا دیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام بحکم الٰہی زمین پر اترے تو آپ پر وحشت سوار ہو گئی آپ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی۔ چنانچہ رب

کائنات نے آپ کا دل بہلانے کے لئے بیت المعمور کوزمین پر نازل فرمایا۔ یہ جنت میں یاقوت کا بنا ہوا تھا اور اس میں سبز زبرجد کے دو دروازے ایک جانب مشرق اور ایک جانب مغرب لگے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا کہ میں نے تیرے لئے بیت المعمور کواتار دیا ہے۔ اب تو اس کا اسی طرح طواف کیا کر جس طرح کہ آسمان پر میرے عرش کا کیا کرتا تھا اور اس کے پاس اسی طرح نماز بھی پڑھا کر جس طرح میرے عرش کے قریب پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر ہندوستان سے مکہ کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ آپ کو مکہ کا راستہ بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ مقرر فرمادیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے مناسک حج ادا فرمائے اور جب حج سے فارغ ہوئے تو ملائکہ نے آپ سے ملاقات کی اور کہا اے آدمؑ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے ہم نے آپ سے دو ہزار سال قبل اس گھر کا طواف کیا ہے۔ بیت المعمور کے بعد اللہ تعالیٰ نے حجر اسود نازل فرمایا۔ اس وقت یہ دودھ کی طرح سفید اور چمکدار تھا۔ مگر زمانہ جاہلیت میں حیض والی عورتوں کے چھونے سے سیاہ ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے مکہ جا کر چالیس مرتبہ حج فرمایا۔ بیت المعمور طوفانِ نوحؑ تک زمین پر رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور حجر اسود کو حضرت جبرائیلؑ کے ذریعہ جبل ابوقبیس میں رکھوادیا تا کہ طوفان کی زد میں نہ آئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ تک بیت الحرام کی جگہ خالی رہی۔ طوفان کے بعد جب آپ کا زمانہ آیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ آپ نے جناب باری میں عرض کیا کہ مجھے اس کی جگہ بتادی جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سکینہ کو جگہ بتانے کیلئے روانہ فرمایا۔

سکینہ ایک تیز اور بے جان ہوائی جسد ہے جس کے سانپ کی طرح دوسر ہوتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک تیز اور نہایت چمکدار گھومنے والی ہوا ہے۔ اس کا سر اور دم بلی کے سر اور دم کے مشابہ ہوتا ہے اور اس کا ایک بازو زبرجد کا اور اس کا دوسرا بازو مرداریدکا ہوتا ہے اور اس کی آنکھوں میں چمک ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سکینہ ایک تیز ہوا ہے جس کے دو سر اور چہرہ انسان جیسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ جس جگہ سکینہ ٹھہر جائے اسی جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سکینہ کے پیچھے پیچھے چلے اور وہ خانہ کعبہ کی جگہ کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ اتنی ہی جگہ پر تعمیر کیا جائے نہ اس میں کمی کی جائے اور نہ زیادتی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو بھیجا انہوں نے آکر جگہ بتائی۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بدلی کو بھیجا اور وہ بدلی چلتی رہی۔ حضرت ابراہیمؑ اس کے سایہ میں چلتے رہے۔ چلتے چلتے وہ بدلی مکہ معظمہ کعبہ کی جگہ پر پہنچ گئی تو نداء آئی کہ جہاں تک اس کا سایہ ہے اس پر بلا کمی وبیشی تعمیر کرو۔

بعض روایتوں میں ہے کہ صرو (لٹورا) نے جگہ کی نشاندہی کی ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذکر گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا لا کر جمع کرتے تھے۔ بیت اللہ کے لئے پانچ پہاڑوں سے پتھر لائے گئے۔ ان پانچ پہاڑوں کے نام یہ ہیں:-

(۱) طور سینا (۲) جبل زیتون (۳) جبل لبنان جو ملک شام میں واقع ہے (۴) جبل جودی اور (۵) جبل حرا جو مکہ میں واقع ہے اس سے بنیاد بنائی گئی تھی اور باقی پہاڑوں کے پتھروں سے دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔

جب حجر اسود کی جگہ تک تعمیر پہنچی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ کوئی عمدہ سا پتھر لاؤ تا کہ لوگوں کے لئے نشانی رہے۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک عمدہ سا پتھر تلاش کر کے لائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اس سے

بھی اچھالاؤ تا کہ لوگوں کے لئے نشانی رہے۔ حضرت اسماعیلؑ دوسرا پتھر لینے جا ہی رہے تھے کہ جبل ابوقبیس سے ندا آئی کہ اے ابراہیمؑ! میرے پاس ایک امانت ہے وہ آپ لے لیں۔ چنانچہ آپ پہاڑ پر جا کر حجر اسود لے آئے اور اس کو اسی جگہ پر نصب کر دیا۔

یہ بھی ایک روایت ہے کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کی انہی بنیادوں پر تجدید فرمائی تھی جبکہ وہ طوفانِ نوح میں منہدم ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرعی حکم

ابن ماجہ اور ابوداؤد کی درج ذیل روایت کے بموجب جس کو مولانا عبدالحق نے صحیح قرار دیا ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھی، چیونٹی، ہدہد اور صرد (لٹورا) کے کھانے سے منع فرمایا ہے''۔

قتل سے منع کرنا حرمت کی دلیل ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی حرمت ہے کہ اہل عرب صرد کی آواز اور صورت سے بدشگونی لیتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرد کا کھانا حلال ہے کیونکہ امام شافعیؒ نے محرم پر اس کے قتل کی صورت میں جزا واجب قرار دی ہے اور امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ قاضی ابوبکر بن العربی نے فرمایا ہے کہ حدیث میں اس کے قتل کی جو نہی وارد ہے وہ بوجہ حرمت نہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ اہلِ عرب کے قلوب میں اس کی نحوست کا فاسد عقیدہ جما ہوا ہے اس کا قلع قمع ہو جائے۔

ایک انوکھا واقعہ

منصور بن الحسین آبی نے ''نثرالدرر'' میں نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی لڑکے نے سفر کیا۔ سفر سے واپس پر اس کے والد نے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے راستہ مین (یعنی دورانِ سفر) کیا کیا نئی چیزیں دیکھیں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ایک جگہ راستہ میں مجھے پیاس کا احساس ہوا تو میں ایک مشک کے پاس پانی لینے کی غرض سے آیا لیکن میرے آتے ہی صرد بولنے لگا۔ اتنا سُن کر والد نے کہا کہ کیا تُو نے اس کو چھوڑ دیا تھا ورنہ بصورتِ دیگر میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے چھوڑ دیا تھا۔ باپ نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا۔ پھر میری پیاس بڑھی تو میں دوسری مرتبہ پانی پینے کے لئے مشک کے پاس آیا تو صرد (لٹورا) چیخنے لگا پس باپ نے کہا کیا تو نے اسے چھوڑ دیا اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو تو میرا بیٹا نہیں ہے بیٹے نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن اس کے بعد میری پیاس کی شدت بڑھ گئی اور میں نے تیسری بار مشک سے پانی لینے کا ارادہ کیا تو پھر صرد بول پڑا۔ یہ سن کر والد نے پوچھا کیا تو نے اس کو اپنی تلوار سے پھاڑ دیا تھا؟ ورنہ میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا جی ہاں میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ والد نے کہا اس کے اندر تو نے سانپ دیکھا؟ لڑکے نے کہا جی ہاں! والد نے سن کر کہا اللہ اکبر۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ایک دوسرے شخص کا بھی ہے جس کے لڑکے نے سفر کیا تھا۔ سفر سے واپسی پر والد نے لڑکے سے پوچھا سفر میں کیا کیا احوال پیش آئے؟ بیان کرو۔ لڑکے نے کہا کہ میں نے ایک ٹیلہ پر ایک صرد بیٹھا ہوا دیکھا۔ باپ نے کہا کہ کیا تُو نے اس کو وہاں سے اڑایا ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے اس کو وہاں سے اڑا دیا۔ باپ نے پوچھا۔ پھر کیا ہوا؟

لڑکے نے کہا وہ صرد ایک درخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا کیا تُو نے اس کو وہاں سے اڑایا ورنہ میں تیرا باپ نہیں ہوں۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جی ہاں میں نے اس کو وہاں سے اڑا دیا۔ باپ نے کہا پھر کیا ہوا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ وہ درخت سے اڑ کر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ باپ نے کہا کہ تُو نے وہ پتھر پلٹ کر دیکھا ورنہ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ باپ

نے کہا اچھا جو کچھ تُو نے اس پتھر کے نیچے سے پایا اس میں میرا حصہ مجھے دے دو۔ چنانچہ لڑکے نے اس پتھر کے نیچے سے حاصل شدہ خزانے میں سے اپنے باپ کو بھی اس کا ایک حصہ دے دیا۔

تعبیر

صرد کے خواب میں نظر آنے کی تعبیر ریا کار شخص سے دی جاتی ہے جو دن میں لوگوں کے سامنے تقویٰ کا اظہار کرتا ہے اور رات کو غلط کاریاں کرتا ہے یا اس کی تعبیر ڈاکو ہے جو بہت سامال جمع کرکے اور کسی سے اختلاط نہ کرے۔

الصرصر

(جھینگر) الصرصر: اس کو الصرصار بھی کہتے ہیں۔ یہ جانور ٹڈی کے مشابہ ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر رات کو باریک آواز سے بولتا ہے اسی وجہ سے اس کو صرار اللیل بھی کہتے ہیں۔ اس کے مکان کا پتہ تب چلتا ہے جبکہ اس کی آواز کا منبع تلاش کیا جائے۔ یہ مختلف رنگ کا ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

طبی خواص

ابن سینا نے لکھا ہے کہ قردمانہ کے ہمراہ اس کا استعمال بواسیر کے لئے مفید ہے اور زہریلے جانوروں کے زہر کے لئے بھی نافع ہے۔ اگر اس کو جلا کر پیسنے کے بعد اثمد (سرمہ اصفہانی) میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آشوبِ چشم کے لئے گائے کے پتہ کے ساتھ ملا کر بطور سرمہ استعمال کرنا مفید ہے۔

الصُّرُ صَرَانُ

(ایک مشہور چکنی مچھلی)

الصَّعُبُ

(ایک چھوٹا سا پرندہ) اس کی جمع صعاب آتی ہے۔

الصَّعُوَة

(چھوٹے چڑے) الصعوۃ: ممولا کو کہتے ہیں اس کے سر کا رنگ سُرخ ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الزہد میں مالک بن دینار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس طرح پرندوں میں مختلف اجناس ہوتی ہیں اسی طرح انسانوں میں مختلف اشکال ہیں جیسے انسان اپنے ہم شکل کی طرف راغب ہوتا ہے ایسے ہی پرندے بھی اپنے ہم جنس سے انسیت رکھتے ہیں۔ مثلاً کوا کوے سے، ممولا ممولے سے اور بطّ بط سے انسیت رکھتی ہے۔

قاضی احمد بن محمد الارجانی جو شیخ عماد الدین الکاتب کے استاد مشہور ہیں۔ ان کی وفات ۵۴۴ھ میں ہوئی۔ ان کا یہ شعر ہے۔

لَوْ كُنْتُ اَجْهلُ مَا عَلِمْتُ لَسَرَّنِیْ جَهْلِیْ كَمَا قَدْ سَأَنِیْ مَا اَعْلَمُ

ترجمہ:- اگر میں اپنا جانا ہوا بھول جاتا تو مجھے اس سے مسرت ہوتی اسی طرح جیسے جو کچھ میں نے جان لیا اس سے مجھے تکلیف ہوئی۔

كَالصَّعْوِ يَرْتَعُ فِي الرياض وانما حُبِسَ الْهَزَارِ لِاَنَّهٗ يَتَكَلَّمُ

ترجمہ:- اس کی وجہ یہ ہے کہ صعوۃ باغوں میں چرتا پھرتا ہے اور بلبل جو بولنے والی ہے قید کر لی جاتی ہے۔

موصوف کا مندرجہ ذیل شعر بھی نہایت عمدہ ہے :-

اَحَبُّ الْمَرْءِ ظَاهِرَهٗ جَمِيْلٌ لِصَاحِبِهٖ وَبَاطِنَهٗ سَلِيْمٌ

ترجمہ:- میرے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جس کا ظاہر اپنے رفیق کے لئے جمیل ہو اور باطن سلیم یعنی بے عیب ہو۔

مَوَدَّتَهٗ تَدُوْمُ لِكُلِّ وَ هَوْلٍ وَهَلْ كُلِّ مَوَدَّتُهٗ تَدُومُ

ترجمہ:- ہر حالت خوف وہراس میں اس کی دوستی ہمیشہ رہے اور کیا کوئی ایسا بھی ہے جس کی دوستی ہمیشہ رہتی ہو۔

اس دوسرے شعر میں خوبی یہ ہے کہ اگر اس کو معکوس یعنی اول کو آخر اور آخر کو اول کر کے پڑھا جائے تو بھی بغیر کسی لفظی ومعنوی قباحت کے اس کا مفہوم برقرار رہتا ہے۔

موصوف کے یہ اشعار بھی لائق ملاحظہ ہیں۔

شَاوِرْ سِوَاکَ اِذَا نَابَتْکَ نَابَةٌ يَوْماً وَاِنْ كُنْتَ مِنْ اَهْلِ الْمَشْوَرَاتِ

ترجمہ:- جب کسی روز تجھے کوئی مصیبت لاحق ہو تو اپنے علاوہ کسی اور سے مشورہ کر لے خواہ تیرا اشمار اہل رائے میں ہی کیوں نہ ہو۔

فَالْعَيْنُ تَلقى كِفَاحَا مَنْ دَنَاوَنَائٍ وَلَا تَرىٰ نَفْسَهَا اِلَّا بِمِرْأَةٍ

ترجمہ:- کیونکہ آنکھ ہر قریب وبعید سے ملاقات کر لیتی ہے مگر خود اپنی ذات کو آئینے کے بغیر نہیں دیکھ سکتی۔

يَابَیٰ الْعَذَارُ الْمُسْتَدِيْرُ بِخَدهٖ وَكَمَالُ بَهْجَهِ وَجْهِهٖ الْمَنْعُوْتِ

ترجمہ:- اس کے رخسار پر گھومے ہوئے بال اور اس کے قابل تعریف چہرے کی بے پناہ چمک نے روک دیا۔

فكَانَّمَا هُوَ صَوْلَجَانَ زمُرَّدٍ مُتَلَقِّفِ كُرَّةٌ مِنَ الْيَاقُوْتِ

ترجمہ:- گویا کہ زمرد کی لاٹھی ہے جو یاقوت کی زمین پر پڑی ہوئی ہے۔

اور منقول ہے کہ ایک مرتبہ یہ دونوں شاہی جلوس میں جمع ہوئے تو اس وقت غبار اس قدر بڑھا کہ پوری فضا اس سے آلودہ ہوگئی تو عماد کاتب نے یہ اشعار پڑھے۔

اَمَّا الْغُبَارُ فَانَّهٗ مَمَّا اَثَارَتْهُ السَّنَابِکَ

ترجمہ:- یہ غبار تو وہ جس کو شاہی جلوس کے گھوڑوں کے کھروں نے اڑایا ہے۔

وَالْجَوَّمنهُ مُظْلِمٌ لكِنْ اَنَارَ بِهٖ السَّنَابِکُ

ترجمہ:- حالانکہ فضاء اس گردوغبار سے تاریک ہے لیکن کھر اس گردوغبار کی وجہ سے بہت خوبصورت ہو گئے ہیں۔

يَادَهْرلِیْ عبدُ الرحِيْم فَلَسْتُ اَخْشىٰ مَسَّ نابکَ

ترجمہ:- اے زمانے میرا مرجع عبدالرحیم ہے لہٰذا مجھے تیرے مصائب کا کوئی خوف نہیں۔

شعر میں یہ تجنیس نہایت ہی عمدہ ہے۔عماد کا انتقال ۱۵/ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو دمشق میں ہوا اور تدفین مقابر صوفیہ میں عمل میں آئی اور قاضی فاضل کی وفات ۷/ ربیع الثانی کو قاہرہ میں ہوئی اور سفح المقطم میں مدفون ہوئے۔

صعوۃ کا شرعی حکم اس کے طبی فوائد اور خواب کی تعبیر وغیرہ تمام چڑیوں سے ملحق ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں ''اَضْعَفُ مِنْ صَعْوَۃٍ '' (ممولے سے زیادہ کمزور) نیز یہ بھی مثل اہلِ عرب بولتے ہیں۔فَلَانٌ اَضْعَفُ مِنْ وَصْعَۃٍ، یعنی فلاں ممولے سے زیادہ کمزور ہے۔

اَلصُّفَارِیَّۃُ

(زرد پروں والا پرندہ) الصفاریہ: صاد پر ضمہ اور فاء تشدید کے ساتھ اس کو التبشیر بھی کہتے ہیں۔

اَلصَّفَرُ

کہا جاتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں اہل عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان کے پیٹ میں پسلیوں کے کنارے پر ایک سانپ ہوتا ہے۔ جب یہ سانپ حرکت کرتا ہے تو انسان بھوک محسوس کرنے لگتا ہے اور یہ کہ یہ مرض متعدی ہوتا ہے چنانچہ اسلام نے دیگر عقائدِ باطلہ کے طرح اس فاسد گمان کو بھی باطل کر دیا۔چنانچہ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں تعدی امراض، بدشگونی، صفر، ہامہ اور غول وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔

تشریح

حدیث میں مذکور لفظ عدویٰ کا مطلب چھوت ہے یعنی چھوت سے ایک بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے جیسا کہ خارش وغیرہ کے بارے میں عوام الناس کا عقیدہ ہے کہ یہ لپٹنے والی بیماریاں ہیں مگر از روئے شریعت یہ عقیدہ باطل ہے۔جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ تو فرماتے ہیں کہ عدویٰ یعنی چھوت کوئی چیز نہیں ہے۔مگر جب ایک تندرست اُونٹ کے پاس کوئی خارشی اُونٹ آ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو وہ تندرست اُونٹ بھی مبتلائے خارش ہو جاتا ہے۔اس کے جواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو بتا کہ سب سے پہلے جو اُونٹ اس مرض میں مبتلا ہوا تھا اس کو یہ مرض کس سے لگا تھا؟ چنانچہ اعرابی سے یہ سوال فرما کر آپؐ نے اس وہم کی تردید فرما دی اور اُس کو بتلا دیا کہ بیماریاں حکم خداوندی کے تابع ہیں وہی بیماری دیتا ہے اور وہی شفاء دیتا ہے اور ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی۔

یہ مضمون لفظ اسد کے بیان میں بھی گزر چکا ہے۔

صفر

حدیث شریف میں جو صفر کا لفظ مذکور ہے اس کی تاویل میں ائمہ حدیث کا اختلاف ہے۔چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالک علیہما الرحمہ کا خیال یہ ہے کہ اس سے مراد نسی ؔ ہے۔جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور جو زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں راج تھا کہ وہ اشہر حرم میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر لیا کرتے تھے۔اور یہ تبدیلی عموماً ماہ صفر میں ہوتی تھی۔لیکن امام نوویؒ کے نزدیک اس سے مراد وہی شکمی

سانپ کا عقیدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا اور اکثر علماء کے خیال کے مطابق یہی راجح ہے۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے صفر سے مراد دونوں عقیدے ہوں جو بالکل باطل اور بے اصل ہیں۔ واللہ اعلم۔

طیرہ

اس کی تشریح و تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الطاء میں آئے گی۔

اَلصِّفُرد

الصفرد: صاد کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ عربد کے وزن پر' یہ ایک بزدل پرندہ ہے جس کی بزدلی ضرب المثل ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

تَرَاه کالليثِ لدیٰ اَمْنِهٖ   وفِي الْوَغِیٰ اَجْبَنَ مِنْ صِفْرِدِ

ترجمہ:- تم اسے حالت امن میں شیر کی طرح دیکھو گے مگر جنگ کی حالت میں صفرد سے بھی زیادہ بزدل نظر آئے گا۔ جوہری کی رائے یہ ہے کہ صفرد سے مراد وہ پرندہ ہے جس کو عوام الناس ابوالملیح کہتے ہیں۔ اپنے حکم وغیرہ کے اعتبار سے یہ عام عصافیر میں شامل ہے۔

اَلصَّقَرُ

(شکرہ) الصقر: بقول جوہری یہ ایک شکاری پرندہ ہے جس کو لوگ بغرض شکار پالتے ہیں مگر ابن سیدہ کا بیان ہے کہ ہر شکاری پرندہ کو صقر کہتے ہیں۔ لہٰذا بزاۃ اور شواہین بھی اس میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس کی جمع اصقر' صقور' صقورہ' صقار اور صقارۃ آتی ہے۔ مونث کے لئے صقرہ بولتے ہیں۔ اس کو قطامی بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوشجاع' ابوالاصبح' ابوالحمراء' ابوعمرو' ابوعمران' ابوعوان آتی ہے۔

امام نوویؒ ابوزید انصاری مروزی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبراۃ' شواہین وغیرہ جن جانوروں سے شکار کیا جاتا ہے ان کو صقور کہتے ہیں۔ اور واحد کے لئے صقر اور مونث کے لئے صقرہ استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو صقر کے بجائے زقر یعنی صاد کو زاء سے بدل کر اور سقر یعنی صاد کو سین سے بدل کر بھی بولتے ہیں۔ صیدلانی نے شرح مختصر میں لکھا ہے کہ ہر وہ لفظ جس میں صاد اور قاف ہوں اس میں مذکورہ بالا تینوں لغت صحیح ہیں جیسا کہ بصاق (تھوک) کو بزاق اور بساق بھی لکھ سکتے ہیں۔ ابن سکیت نے بسق کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ بسق بمعنی طال (لمبا ہونا) آتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے والنخل باسقات (اور بلند کھجور کے درخت)۔

حدیث میں صقر کا تذکرہ:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے مزاج میں بے پناہ غیرت تھی۔ چنانچہ آپ کی عادت تھی کہ جب کبھی باہر تشریف لے جاتے تو باہر سے گھر کا دروازہ بند کر جاتے تا کہ کوئی اجنبی آدمی گھر میں نہ داخل ہو سکے۔ ایک دن آپ کہیں باہر تشریف لے گئے اور حسب معمول گھر کو باہر سے مقفل کر گئے۔ اتفاقاً آپ کی اہلیہ محترمہ مردانخانے کی طرف جھانکنے لگیں تو دیکھا کہ ایک اجنبی شخص گھر کے صحن میں کھڑا ہے اس کو دیکھ کر آپ بولیں کہ یہ غیر مرد کون کھڑا ہے؟ اور گھر کے اندر کیسے داخل ہوا جبکہ دروازہ مقفل ہے بخدا ہم کو ڈر ہے کہ کہیں ہماری رسوائی نہ ہو جائے۔ اتنے میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی واپس تشریف لے آئے اور اس اجنبی شخص سے پوچھنے لگے کہ تُو کون ہے گھر میں کیسے داخل ہوا حالانکہ مکان کا تالہ بند تھا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں وہ شخص ہوں جو نہ بادشاہوں سے

مرعوب ہوتا ہوں اور نہ دربان اس کو روک سکتے ہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تُو تو ملک الموت ہے۔ میں بخوشی اپنے رب کے حکم کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی جگہ پر لیٹ گئے اور فرشتہ نے آپ کی روح قبض کر لی۔ جب آپ کو غسل دے کر اور کفنا کر آپ کا جنازہ رکھا گیا تو آپ کے جنازہ پر دھوپ آ گئی۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ داؤد علیہ السلام پر سایہ کر لیں۔ چنانچہ پرندوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سایہ کئے رہے یہاں تک کہ زمین پر چھاؤں آ گئی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ ایک ایک کر کے بازو سکیڑ لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں کھول کر اور پھر بند کر کے بتلایا کہ پرندوں نے کس طرح پَر کھولے اور بند کئے۔ اس روز حضرت داؤد علیہ السلام پر سایہ کرنے میں صقر کا غلبہ تھا۔

مذکورہ بالا حدیث کو تنہا امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے اور اس کے راوی قابلِ اعتماد ہیں اور اس روایت کی تائید وہبؒ بن منبہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ کے ساتھ نکلے اور دھوپ میں بیٹھ گئے۔ اس روز حضرت داؤد علیہ السلام کے جنازہ میں دیگر لوگوں کے علاوہ چار ہزار تاج پوش راہب بھی شریک ہوئے تھے۔ جب شدتِ گرمی سے لوگ پریشان ہو گئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کیا کہ ہمارے لئے گرمی کی مصیبت سے گلو خلاصی کی تجویز فرمائیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو آواز دے کر حکم فرمایا کہ لوگوں پر سایہ کر لیں۔ چنانچہ تمام پرندوں نے مل کر ہر جانب سے لوگوں پر سایہ کر لیا حتیٰ کہ ہوا تک آنی بند ہو گئی اور لوگ حبس کی وجہ مرنے کے قریب ہو گئے تو دوبارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو پکار کر حبس کی شکایت کی۔ حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کو آواز دی اور فرمایا کہ سورج کی جانب سے لوگوں پر سایہ کر لیں اور ہوا کی جانب سے ہٹ جائیں۔ چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور لوگ سایہ میں بھی ہو گئے اور ہوا بھی ان تک آنے لگی۔ حضرت سلیمانؑ کا یہ پہلا معجزہ تھا جس کا لوگوں نے مشاہدہ کیا۔

فائدہ:- ضحاک اور کلبی کا بیان ہے کہ جالوت کو قتل کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ستر سال حکومت فرمائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے علاوہ بنی اسرائیل کسی ایک بادشہ کی ماتحتی میں جمع نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہت سے بیک وقت سرفراز فرمایا۔ آپ سے قبل کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں تھا بلکہ ایک خاندان میں نبوت اور دوسرے میں سلطنت ہوتی تھی۔ اللہ جل شانہ کے اس قول وَاٰتَاہُ الْمُلْکَ وَالْحِکْمَۃَ (اور دی ہم نے اس کو حکومت اور حکمت) کا یہ مطلب ہے۔ حکمت سے یہاں علم باعمل مراد ہے اور علم وعمل ہی سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو سلطنت بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ آپ کی محراب کی ہر رات تین ہزار افراد حفاظت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ" (اور ہم نے مضبوط کر دیا اس کی سلطنت کو) کا یہی مطلب ہے۔

مقاتل کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام سے وسیع تھی اور آپ مقدمات فیصل کرنے میں اپنے والد ماجد سے زیادہ ماہر تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام عبادتِ الٰہی میں آپ سے فائق تھے۔ حضرت سلیمانؑ جب اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے تو آپ کی عمر کل تیرہ سال تھی اور ۵۲ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ۱۰۰ سال ہوئی۔

شکاری پرندوں کی قسمیں

شکاری پرندوں میں چار پرند صقر' شاہین' عقاب اور بازی داخل ہیں۔ علاوہ ازیں سباع' ضواری اور کواسر کے طور پر بھی تقسیم ہوتی ہے۔ صقر کی تین قسمیں ہیں۔ صقر' کونج اور یویو۔ اہلِ عرب نسر (گدھ) اور عقاب کے علاوہ ہر شکار کرنے والے پرندے کو صقر کہتے ہیں۔ اہلِ عرب صقر کو اکدر اجدل اور اخیل بھی کہتے ہیں۔ جوارح (شکاری پرندے) میں صقر کا مرتبہ ایسا ہے جیسا چوپاؤں میں خچر کا۔ کیونکہ وہ سختی برداشت کرنے میں زیادہ صابر اور بھوک و پیاس کی شدت کا زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ یہ بمقابلہ دیگر جوارح انسان سے زیادہ مالوف و مانوس اور بڑی بط وغیرہ دیگر جانوروں پر حملہ کرنے میں زیادہ چست ہوتا ہے۔ دیگر جانوروں کی بہ نسبت صقر کا مزاج سرد ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہرنوں اور خرگوشوں پر جھپٹا مارنے میں مشاق ہوتا ہے۔ چھوٹے پرندوں میں صقر حملہ نہیں کرتا کیونکہ وہ اس کی گرفت سے نکل جاتے ہیں۔ صقر بازی کے مقابلہ میں سُست ہوتا ہے۔ البتہ انسانوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے۔ اس کی غذا چوپاؤں کا گوشت ہے۔ اور یہ تھوڑی غذا پر بھی قناعت کر لیتا ہے۔ برودت مزاج کے باعث صقر مدت تک پانی نہیں پیتا۔ اسی وجہ سے اس کے مُنہ کی بدبو ضرب المثل ہے۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ یہ درختوں اور پہاڑوں پر رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ غاروں' گڑھوں اور پہاڑ کے کھوکھلے حصوں کو بطور مسکن استعمال کرتا ہے۔ درندوں کی طرح صقر کے بھی دو چنگل ہوتے ہیں جن سے یہ شکار کو دبوچ لیتا ہے۔

صقر سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص

صقر سے شکار کی ابتداء کرنے والا شخص حرث بن معاویہ بن ثور ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حرث ایک شکاری کے پاس تھا جو جال سے چڑیوں کا شکار کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں جال میں پھنسی ہوئی چڑیوں پر ایک صقر حملہ آور ہوا اور چڑیوں کو اپنا شکار بنانا شروع کر دیا۔ حرث یہ منظر دیکھ کر متعجب ہوا اور اس طرح اس دن سے اہلِ عرب اس کو شکار کے لئے پالنے لگے۔

صقر کی قسم ثانی

اس کی دوسری قسم کونج ہے۔ دیگر صقور اور کونج میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ زرق اور بازی میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں یہ اس سے (صقر سے) گرم ہوتا ہے۔ اس کے بازو بھی صقر سے خفیف ہوتے ہیں اور بُو بھی اس میں کم ہوتی ہے۔ یہ صرف آبی جانوروں کا شکار کرتا ہے اور ہرن کے ایک چھوٹے سے بچے کو بھی نہیں پکڑ سکتا ہے۔

صقر کی قسم ثالث

اس کی تیسری قسم یویو ہے۔ اس کے بازوؤں کی خفت اور سرعت کے باعث شامی اور مصری لوگ اس کو الجلم کہتے ہیں کیونکہ جلم کے معنی تیز دھار والی چھری یا قینچی کے آتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی دُم والا چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے۔ باشق کے مقابلہ میں یہ زیادہ صابر اور ثقیل الحرکت ہوتا ہے۔ باشق کی طرح یہ بھی بہت سخت پیاس کی حالت میں پانی پیتا ہے ورنہ عموماً مدتوں تک نہیں پیتا۔ اس کا مُنہ باشق سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور یہ باشق سے زیادہ بہادر بھی ہوتا ہے۔

یؤیؤ سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص

یؤیؤ سے شکار کرنے والا سب سے پہلا شخص بہرام گور ہے۔ ایک مرتبہ بہرام گور نے یؤیؤ کو تمرہ (چنڈول) کا شکار کرتے دیکھا۔ شکار کرنے میں جدوجہد اور طریقۂ کار بہرام گور کو پسند آیا۔ چنانچہ اس نے اس کو پال کر تربیت یافتہ شکاری بنا لیا۔ ناشی شاعر نے اس کی

تعریف کرتے ہوئے یہ شعر کہا ہے۔

وَيُوْ يُوْ مُهَذبُ رشِيْقُ كَانَ عينيهِ لدى التحقيقِ فصَّان مخروطان مِنْ عقيق

ترجمہ:-اور یو یوصذ ب اور تیز نگاہ والا ہوتا ہے۔ بوقت تحقیق اس کی آنکھیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ مخروطی شکل کے عقیق کے دو نگینے۔

ابونواس شاعر نے اس کی تعریف میں درج ذیل اشعار کہے ہیں۔

قَدْ اِغْتَدىٰ وَالصّبحُ فِیْ دِجَاهُ كَطُرَّةِ الْبَدْرِ لدىٰ مُشناه

ترجمہ:-وہ سویرے آیا اس حال میں کہ صبح اس کی تاریکی میں پوشیدہ تھی جیسے چاند کا کنارہ اس کے پیٹ میں۔

بِيُؤيُو يُعْجب مَنْ راه ما فی اليائی يُؤيُوْ سوَاهُ

ترجمہ:- جو شخص یو یو کو دیکھتا ہے خوشی محسوس کرتا ہے۔ یو یوؤں میں اس کے سوا کوئی یو یو ہی نہیں ہے۔

فَداه بالام وقد فداه هوالذی خولناهُ الله تبارک اللهُ الذی هُداه

ترجمہ:-اس پر والدہ فدا ہو اور وہ فدا ہو چکی یہی ہے وہ جو اللہ نے ہم کو بخشا ہے پاک ہے وہ ذاتِ خداوندی جس نے یہ بدیہ عطا کیا۔

فائدہ ادبیہ:-علامہ طرطوشی نے ''سراج الملوک'' میں فضل بن مروان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ فضل بن مروان کا بیان ہے کہ میں نے روم کے سفیر سے شاہ روم کے اخلاق و عادات کے متعلق سوال کیا تو اس نے جواباً یہ کہا کہ شاہ روم نے اپنی بھلائی کو صرف کر دیا ہے اور اپنی تلوار کو سونت لیا ہے۔ لوگوں کے قلوب محبت اور خوف سے اس پر مجتمع ہو گئے۔ بخششیں آسان ہو گئی ہیں اور سزا سخت ہے۔ خوف اور امید دونوں اس کے ہاتھوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ اس کا طریقۂ حکومت کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''مظلوموں کے حقوق واپس کرتا ہے اور ظالم کو ظلم سے روکتا ہے اور ہر مستحق کو اس کا حق دیتا ہے۔ پس رعایا دو طرح کی ہے ایک رشک کرنے والی ایک خوش رہنے والی''۔

میں نے سوال کیا کہ لوگوں میں اس کا رُعب کیسا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ''لوگ جب دلوں میں شاہ روم کا تصور کرتے ہیں تو محض تصور ہی سے ان کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔

فضل کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت شاہِ حبشہ کا سفیر بھی میرے پاس موجود تھا۔ جب اس نے سفیر روم کی جانب میری توجہ اور انہماک کو دیکھا تو ترجمان سے معلوم کیا کہ رومی سفیر کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان نے اس سے بتایا کہ وہ اپنے بادشاہ کی تعریف کر رہا ہے اور اس کے وصف بیان کر رہا ہے یہ سن کر حبشی نے اپنے ترجمان سے گفتگو کی۔ ترجمان نے اس کی ترجمانی کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ ان کا بادشاہ بوقت قدرت باوقار ہے اور حالت غصہ میں سنجیدہ غلبہ کے وقت صاحب رفعت اور جرم کے وقت سزا دینے والا ہے رعایا نے ان کی نعمتوں کا لباس زیب تن کر رکھا ہے اور اس کی سزا سے سختی نے ان کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ پس وہ لوگ خیالوں میں بادشاہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہلال کو دیکھا جاتا ہے اس کی سزا کا خوف لوگوں پر موت کے خوف کی طرح سوار رہتا ہے۔ اس کا عدل ان پر پھیلا ہوا ہے اور اس کے غصہ نے ان کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ کوئی دل لگی اس کو بے وقعت نہیں کرتی اور کوئی غفلت اس کو مبتلائے فریب نہیں کرتی جب وہ دیتا ہے تو وسعت کے ساتھ اور اگر سزا دیتا ہے تو دردناک دیتا ہے۔ پس لوگ امید و بیم میں رہتے ہیں نہ کسی امیدوار کو مایوسی ہوتی ہے اور نہ کسی

خائف کی موت بعید ہے۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ لوگوں میں شاہ حبشہ کا رُعب کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا:

'' آنکھ اس کی طرف پلک نہیں مار سکتی اور اس سے کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا اس کی رعایا اس طرح خوف زدہ ہے جس طرح صقر کے حملہ سے پرندے خائف رہتے ہیں۔

فضل کہتے ہیں کہ میں نے دونوں سفراء کی گفتگو مامون کے سامنے نقل کی تو مامون نے مجھ سے دریافت کیا کہ دونوں کی باتوں کی تیرے نزدیک کتنی قیمت ہے۔ میں نے جواب دیا دو ہزار درہم۔ مامون نے کہ میرے نزدیک ان دونوں باتوں کی قیمت خلافت سے بھی زیادہ ہے۔ کیا تمہارے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حدیث نہیں ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ ہے جو اس نے احسان کیا ہے؟ کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا خطیب ہے جو خلفاء راشدین میں سے کسی کی اتنے بلیغ اور موثر انداز میں تعریف کر سکے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ مامون نے پھر کہا کہ میں ان کے لئے بیس ہزار دینار نقد کا حکم کیا ہے اور آئندہ بھی یہ رقم سالانہ میری جانب سے دی جاتی رہے گی اور اگر اسلام اور مسلمانوں کے حقوق کا خیال نہ ہوتا تو میں بیت المال کا پورا خزانہ ان کو عطا کر دیتا اور یہ بھی میری نظر میں کم ہوتا۔

فضل بن مروان نے بغداد میں معتصم کے لئے بیعت لی تھی جبکہ معتصم روم میں تھا۔ معتصم نے اس کو اپنا دستِ راست بنایا تھا اور وزارت سونپ دی تھی۔ فضل امورِ سلطنت میں اس قدر حاوی ہو گیا تھا کہ معتصم کی خلافت بس برائے نام رہ گئی تھی۔ ورنہ حقیقت میں امورِ خلافت کا مالک فضل ابن مردان ہی بن گیا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب فضل عوام الناس کے امور کی انجام دہی کے لئے بیٹھا تو عوام کی درخواستیں اس کے سامنے پیش کی گئیں تو ان میں ایک پرچہ پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے۔

تفرعنت یافضل بن مروان فاعتبر فقبلک کانَ الفضلُ وَالفضلُ وَالفضلُ

ترجمہ:- اے فضل بن مروان تو بڑا سرکش ہے ذرا سنبھل اس لئے کہ تجھ سے پہلے بھی فضل اور فضل اور فضل تھے۔

ثلاثَۃُ اَملاکِ مَضَوا لسسبیلھم اَبَارَتھُم الْاَقْیادُوالْحُبْسُ وَالْقَتلُ

ترجمہ:- یہ تینوں بادشاہ اپنے راستے پر چل دیئے ان کو قید و بند اور قتل و غارت گری نے تباہ کر دیا۔

وَاِنَّکَ قَدْ اَصْبَحْتَ فِی النَّاس ظَالِماً سَتُوْذیٰ کَمَا اُوْذِیَ الثَلاثَۃُ مِن قَبلُ

ترجمہ:- اور تو بلاشبہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا ہے اس لئے عنقریب تو بھی مبتلاء اذیت ہوگا جیسا کہ تجھ سے قبل تین بادشہ مبتلائے اذیت ہوئے۔

مصرعہ اول میں تینوں فضلوں سے مراد فضل بن یحییٰ برمکی، فضل بن ربیع اور فضل بن سہل ہیں۔

معتصم نے اپنے رفقاء اور دوستوں کو ہدایا دینے کا حکم کیا تھا لیکن فضل ان احکامات کا نفاذ نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ اس سے معتصم ناراض ہو گیا اور اس کو برطرف کر کے اس کی جگہ محمد بن زیات کو مقرر کر دیا۔ فضل نہایت بد اخلاق اور بد کردار تھا جب اس کو برطرف کر دیا گیا تو لوگوں نے اس پر آوازیں کسیں اور اظہار مسرت کیا۔ ایک شخص نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:-

لِتَبکِ عَلَیٰ الْفَضلِ بن مروان نفسه فَلَیسَ لہٗ باکٍ مِن النَّاس یُعْرَفُ

ترجمہ:- چاہیے کہ فضل ابن مروان خود ہی اپنے نفس پر روئے کیونکہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جو اس پر رونے والا ہو۔

لَقَدْ صحب الدنیا منوعا لِخَیرِھَا وَفَارَقَھَا وَھُوَ الظلوم الْمُعنفُ

ترجمہ:- فضل نے دُنیا کی خیر کو روکتے ہوئے اس کی صحبت اختیار کی اور دُنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ ظالم اور جابر تھا۔

الی النَّار فَلْیذْ هَبْ وَمَنْ کَانَ مثْلَهٗ عَلٰی اَیّ شیّ فاتنا منهُ ناسِف

ترجمہ:- پس فضل بھی اور اس کے ہمنوا بھی جہنم میں چلے جائیں ہماری کیا چیز گم ہوگئی جس پر ہم افسوس کریں۔

معتصم نے جب فضل کو برطرف کیا تو کہا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اللہ نے اس پر مجھے مسلط فرما دیا۔ معتصم نے فضل کو برطرف کرتے وقت صرف اس کا مال ضبط کیا تھا اور اس کو کوئی جانی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے گھر سے دس لاکھ دینار اور اتنی ہی مالیت کا سامان برآمد ہوا تھا۔ معتصم نے اس کو پانچ ماہ قید میں رکھ کر رہا کر دیا تھا اس کے بعد فضل نے خلفاء کی ایک جماعت کی خدمت کی اور ۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ فضل کا ایک مقولہ ہے کہ:-

''جب دشمن تیرے سامنے آ جائے اپنے دشمن سے تعرض مت کر کیونکہ اس کا اقبال تیرے خلاف اس کا مددگار ہوگا اور جب تیرے سے غائب ہو تو اس کا تعاقب مت کر کیونکہ اس کا موجود نہ ہونا ہی تیرا کام بنانے کے لئے کافی ہے''۔

فائدہ اُخریٰ

درجِ ذیل اشعار کی جانب اسی کتاب میں اشارہ گزر چکا ہے جس کو ہم نے شاہین کے بیان میں نقل کیا ہے جس میں ابوالحسن علی بن رومی کا وہ قصیدہ مذکور ہے جس میں اس نے کہا ہے۔

هٰذَا ابو الصقر فردًا فی مَحَاسِنِهٖ مَنْ نَسْلِ شیبانَ بین الضال والسَّلم

ترجمہ:- یہ ابوصقر ہے جو اپنی خوبیوں میں یکتا ہے شیبان نسل میں سے ہے اور ضال وسلم کے درمیان رہتا ہے۔

کَاَنَهُ الشَّمْسُ فی البرج المنیف عَلی البریَّة لاَ نارٌ عَلیٰ عَلَم

ترجمہ:- گویا کہ وہ سورج ہے برج میں جو اس برج میں مخلوق پر بلند ہے نہ کہ علم پر آگ ہے۔

برج سے مراد ابوصقر کا قصر عالی ہے۔ جب شاعر نے ابوصقر کو سورج سے تشبیہ دی تو اس کے محل کو برج سے تشبیہ دے دی اور اس شعر سے خنسا پر چوٹ کرنا مقصود ہے۔ اس شعر کے سلسلہ میں جو اس نے اپنے بھائی صخر کے بارے میں کہا ہے۔ شعر یہ ہے۔

وان صخرًا لتاءِ تمُ الْهداة بهٖ عَلی البریَّةِ لاَ نارٌ عَلٰی عَلَمٖ

ترجمہ:- اور بلاشبہ صخر کے پاس ہادی جمع ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک علم ہے جس کے سر میں آگ ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ شمس الدین محمد بن عماد کا کہنا ہے کہ ابوالصقر کے حالاتِ زندگی اور تاریخ وفات وغیرہ معلوم نہ ہوسکیں۔ ابوالصقر کے والد معن بن زائدہ شیبانی کے چچازاد بھائی ہیں جو خلیفہ ابوجعفر منصور کے جج تھے۔ بڑے بڑے عہدوں اور مرتبوں پر فائز رہے اور ۱۸۰ھ سے قبل ہی ان کی وفات ہوگئی۔ یہ اور ان کے صاحبزادے ابوصقر دونوں دیہات میں رہتے تھے۔ ابن رومی کے شعر میں وبین الضال والسلم میں اسی جانب اشارہ ہے۔ ضال وسلم دونوں دیہات کے درختوں کے نام ہیں۔

ابوصقر واثق ہارون بن معتصم کے زمانہ میں بعض ریاستوں کے گورنر رہے اور واثق کے بعد ان کے صاحبزادے مغصر کے زمانہ میں بھی بعض عہدوں پر فائز رہے۔ ابوصقر معتضد اور معتمد کے دورِ خلافت تک بقید حیات رہے۔ اہلِ عرب میں دیہات کی رہائش قابل مدح شمار ہوتی تھی۔ چنانچہ کسی کا قول ہے۔

الموقدین بنجد نَارَ بَادِیَةٍ لاَ یَحْضُرُوْنَ وَفَقَدَ العزَّ فِی الْحَضَرِ

ترجمہ:- وہ لوگ نجد میں دیہات کی آگ روشن کئے ہوئے ہیں۔ شہر میں نہیں آتے اور شہر میں عزت ختم ہوگئی۔

ابوالحسن بن الرومی شاعر نے (جن کے اشعار اوپر مذکور ہوئے) بغداد میں ۲۸۳ھ میں وفات پائی۔ اس تاریخ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ ابوالحسن کی موت کا سبب ابن خلکان کی تحریر کے مطابق یہ ہوا تھا کہ معتضد کے وزیر قاسم بن عبیداللہ کو اس سے ہجو کا خوف تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف ابوفراس نے سازش کر کے اس کو زہرآلود کھانا نہ کھلا دیا۔ چنانچہ جب ابوالحسن کو زہر کا احساس ہوا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا۔ قاسم بن عبیداللہ نے ان سے کہا کہ کہاں جاتا ہے؟ ابوالحسن نے جواب دیا کہ جہاں تو نے مجھے بھیجنے کا انتظام کیا ہے۔ وزیر قاسم بن عبیداللہ نے اس سے کہا کہ میرے والد کو سلام کرو۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ میرا راستہ آگ پر نہیں ہے۔ پھر چند دن کے بعد ابوالحسن کی وفات ہوگئی۔

شرعی حکم

ہر ذی ناب اور ذی مِخلَب کی حرمت کے عموم کے پیشِ نظر صقر بھی حرام ہے۔

صیدلانی نے بیان کیا ہے کہ جوارح کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ جانور جو شکار کو ناب مخلب یا ناخن سے جھاڑتا ہو وہ جوارح میں شامل ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جوارح کواسب کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے کے مطابق ہر شکار کرنے والا جانور جوارح میں داخل ہے۔ چنانچہ یہ معنی بھی کواسب کی جانب راجع ہیں۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ پس ہمارے نزدیک تمام جوارح حرام ہیں اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جس جانور کی حرمت کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے وہ حلال ہے۔ بعض مالکیہ نے کتے' شیر' چیتے' ریچھ اور بندر تک کی حلت کا قول کیا۔ بالتو گدھے کی کراہت اور گھوڑے و خچر کی حرمت کے قائل ہیں اور قرآن کریم کی آیت "قُل لَّا اَجِدُ فِيمَا اُوحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ" الایہ (آپ کہہ دیجئے کہ میں ان احکامات میں جو مجھ پر وحی کئے گئے ہیں کوئی حرام چیز نہیں پاتا)۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں مذکورہ بالا جانوروں کا ذکر نہیں ہے اس لئے یہ حلال ہیں۔ اگر یہ حرام ہوتے تو آیت میں ان کو شمار کر دیا جاتا لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت کا حکم ان چیزوں کے بارے میں ہے جو عرفاً کھائی جاتی تھیں اس لئے کہ جن چیزوں کو لوگ نہ کھاتے ہوں اور اس کو پاک سمجھتے ہوں تو ایسی چیز کی اباحت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ ٹھیک اسی طرح "حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا" (تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم لوگ حالت احرام میں رہو) میں وہی جانور مراد ہیں جن کا عرفاً شکار ہوتا ہے نہ کی وہ جانور جو پہلے ہی سے حرام ہے۔ اس لئے کہ ان کی حرمت بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب منہ کی بدبو کی شدت ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں" اخلف من صقر "یعنی صقر سے زیادہ گندہ دہن۔ اخلاف خلوف بعد سے ماخوذ ہے اس کے معنی ہونے کے ہیں۔ اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "لَخَلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ عِندَاللهِ اَطْيَبُ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ" (یقیناً روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ عمدہ اور بہتر ہے)

یہ خوشبو صرف آخرت کے اعتبار سے یا دنیا و آخرت دونوں جہاں میں ہے اس بارے میں شیخ ابوعمرو ابن صلاح اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے مابین اختلاف ہے۔ شیخ عزالدین کی رائے ہے کہ یہ خوشبو خاص طور پر آخرت میں ہوگی دنیا میں نہیں اور دلیل اس کی مسلم شریف کی یہ روایت ہے جس میں خاص طور پر قیامت کا تذکرہ ہے۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے بلاشبہ اللہ کے نزدیک روزہ دار کی منہ کی خوشبو

بروز قیامت مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگی''۔ شیخ عمر بن صلاح فرماتے ہیں کہ یہ دنیا وآخرت دونوں کو عام ہے اوراس کے متعدد دلائل ہیں۔پہلی دلیل یہ ہے کہ ابن حبان نے اپنی مسند میں اس بارے میں دو باب قائم کئے ہیں (۱) **باب فی کون ذالک یوم القیامة** (۲) **باب فی کونہٖ فی الدنیا** اور باب نمبر۲ میں بسند صحیح یہ روایت نقل کی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو جب وہ سانس لیتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے''۔

اور امام ابوالحسن بن سفیان نے اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کو رمضان کے مہینہ میں پانچ انعام عطا کئے گئے ہیں فرمایا کہ ان میں سے دوسرا انعام یہ ہے کہ روزہ دار اس حالت میں شام کرتے ہیں کہ ان کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے''۔

اس روایت کو حافظ ابوبکر سمعانی نے بھی ''امالی'' میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جملہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اس بو کے اَطیب ہونے کے معنی دنیا میں اس بو کے وجود کا وقت آنے پر متحقق ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے علماء مشرق ومغرب نے بھی یہی فرمایا ہے۔خطابی کہتے ہیں کہ اطیب ہونے کا مطلب اللہ کا اس سے راضی ہونا ہے۔ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ازکی اور اقرب ہونا ہے۔اور مشک کی خوشبو سے بلند مرتبہ ہونا مراد ہے۔علامہ بغوی نے ''شرح السنۃ'' میں بیان کیا ہے کہ اس کے معنی صائم کی مدح کرنا اور اس کے فعل سے اظہار رضامندی مقصود ہے۔

اسی طرح حنفیہ کے امام علامہ قدوری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس کے معنی رائحہ کا مشک سے افضل ہونا ہے۔علامہ بونی 'صاحب اللمعۃ' امام ابوعثمان صابونی' ابوبکر سمعانی' ابوحفص بن الصفار اکابر شافعیہ نے اپنی امالی میں اور ابوبکر بن العربی مالکی وغیرہ جو مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے امام ہیں ان سب نے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جو اس بارے میں میں نے عرض کیا ہے۔ان حضرات نے آخرت کے ساتھ اس کی تخصیص کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی ہے حالانکہ ان کی کتب احادیث مشہورہ وغریبہ سب کو حاوی ہیں اور وہ روایت جس میں ''یوم القیامۃ'' کا ذکر ہے وہ بلاشبہ مشہور ہے لیکن ان سب حضرات نے اس بارے میں جزم کا اظہار کیا ہے کہ اس سے رضا قبول وغیرہ مراد ہے اور یہ دنیا وآخرت دونوں میں ثابت ہے۔رہا قیامت کا تذکرہ پس وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ یوم الجزاء ہے اور اسی روز مشک کی خوشبو کے مقابلہ میں اس کا راجح ہونا ظاہر ہوگا۔پس یہاں یوم قیامت کا ذکر ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کے قول **اِنَّ رَبَّھُم بِھِمْ یَوْ مَئِذٍ لَّخَبِیر**'' (بلاشبہ اس دن ان کا رب ان سے باخبر ہوگا) ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جس طرح بروز قیامت باخبر ہوگا آج بھی ہر چیز سے آگاہ ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں تک شیخ ابوعمر کے دلائل مکمل ہوگئے ہیں۔واضح رہے کہ جس مسئلہ میں بھی ان دونوں حضرات (شیخ عزالدین اور شیخ ابوعمر) کا اختلاف ہے ان میں صحیح رائے وہی ہے جس کو شیخ عزالدین نے اختیار کیا ہے۔لیکن اس مسئلہ میں صحیح بات شیخ ابو عمر ابن صلاح کی ہے۔واللہ اعلم۔

نیز اہل عرب یہ مثال بھی دیتے ہیں اَلْبَخَرُ منْ صقر (صقر سے زیادہ گندہ دہن)

شاعر کہتا ہے۔

ولہ لحیۃ تیس وَلَهُ مَنْقَارُ نَسْرٍ

ترجمہ:-اس کے جنگلی بکرے کی ڈاڑھی ہےاوراس کے گدھ جیسی چونچ ہے۔

وِلهُ نكهة لیث خَالَطَتْ نكهة صَقَرٍ

ترجمہ:-اوراس کے منہ میں شیر جیسی بدبو ہے جس میں صقر کے منہ کی بدبو بھی شامل ہوگئی ہے۔

طبی خواص

صقر کے پتہ نہیں ہوتا۔صقر کا دماغ اگر ذکر پر مَل لیا جائے تو قوتِ باہ تیز ہو جاتی ہے۔''ابو ساری دیلمی'' نے عین الخواص میں لکھا ہے کہ اگر کالی جھائیوں والا شخص اس کے دماغ کی مالش کر لے تو یہ جھائیوں کو ختم کر کے بدن کو صاف کر دیتا ہے۔دردگلو کے لئے بھی اس کی مالش مفید ہے۔

تعبیر

ابن المقری کا بیان ہے کہ خواب میں صقر کو دیکھنا عزت' سلطنت' دشمنوں کے خلاف اعانت امیدوں کی بار آوری' رتبہ' اولاد' بیویاں' غلام' باندیاں' بہترین اموال' صحت' غم وافکار سے نجات' آنکھوں کی صحت' کثرت اسفار اور اسفار سے بے شمار منافع کے حصول پر دلالت کرتا ہے۔کبھی اس سے موت بھی مراد ہوتی ہے۔کیونکہ یہ جانوروں کا شکار کرتا ہے۔کبھی قید و بند کے مصائب کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے جو شخص خواب میں کسی شکاری جانور کو بغیر جھگڑے کے دیکھے تو وہ یقیناً مال و دولت سے بہرہ ور ہوگا۔اسی طرح تمام شکاری جانور مثلاً کتا چیتا اور صقر وغیرہ کی تعبیر بہادر لڑکے سے دی جاتی ہے۔پس جس شخص کے پیچھے صقر چلتا ہوا نظر آئے تو کوئی بہادر شخص اس پر مہربان ہوگا اور اگر کوئی ایسا شخص جس کی بیوی حاملہ ہو صقر کو اپنے پیچھے چلتا ہوا دیکھے رتو اس کے ایک بہادر لڑکا پیدا ہوگا۔تمام سدھائے ہوئے جانوروں کو خواب میں دیکھنا ذاکر لڑکے کی علامت ہے۔

ایک خواب

ایک شخص ابن سیرینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتری سوار البلد کی برجی میں آکر بیٹھ گئی اور پھر اس کو ایک صقر نے آکر نگل لیا۔خواب سن کر ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ اگر تیرا خواب سچا ہے تو حجاج بن یوسف کی لڑکی سے شادی کرے گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اَلصِّلُّ

(خطرناک سانپ) اِلصِّلُّ: صل اس سانپ کو کہتے ہیں جس کے زہر کی کاٹ کے لئے منتر بھی کارآمد اور مفید نہیں ہوتا۔اسی سے یہ مثل چلی ہے "فلان صلُّ مطرق" کہ فلاں بہت تیز اور خطرناک ہے۔امام الحرمین نے اپنے شاگرد ابوالمظفر احمد بن محمد الخوانی کو اسی لقب سے موسوم کیا تھا۔ابوالمظفر شہر طوس کے علامہ اور امام غزالیؒ کے ہم پلہ تھے۔مناظرہ میں نہایت عجیب مہارت اور فصیح البیانی کے مالک تھے۔۵۰۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ابوالمظفر کیا الھر اسی اور امام غزالی امام الحرمین کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔

اَلصُّلُبُ

ایک مشہور پرندہ ہے۔

اَلصُّلُنبَاجُ

(پتلی اور لمبی مچھلی)

اَلصُّلصُلُ

(فاختہ) مکمل تفصیل باب الفاء میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَلصَّناجَةُ

(ایک طویل الجسم جانور): علامہ قزوینی نے ''کتاب الاشکال'' میں لکھا ہے کہ یہ جانور تبت میں پایا جاتا ہے۔ اس جانور سے بڑا کسی جانور کا جسم نہیں ہوتا۔ یہ تقریباً ایک فرسخ زمین میں اپنا گھر بناتا ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ جس جانور کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے وہ جانور فوراً مر جاتا ہے اور اگر اس کی نظر کسی جانور پر پڑ جاتی ہے تو یہ خود مر جاتا ہے۔ تمام جانور چونکہ اس بات سے آگاہ ہیں اس لئے جہاں یہ جانور ہوتا ہے تمام جانور وہاں سے آنکھیں بند کر کے گزرتے ہیں تاکہ ان کی نظر صناجہ پر نہ پڑے اور صناجہ کی نظر ان پر پڑے اور وہ مر جائے اور یہ خود محفوظ رہیں۔ جب کبھی یہ جانور مر جاتا ہے تو دیگر جانوروں کی بہت دنوں تک خوراک کے لئے کافی ہوتا ہے۔ یہ عجیب الوجود جانور ہے۔

''صاحب مقامات حریری'' نے چھیالیسویں مقامہ میں لفظ صناجہ کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:- اَحُسَنُتُ یا نغیش یا صناجة الجیش'' شارحین مقامات کہتے ہیں کہ نغیش کے معنی حقیر اور پستہ قد کے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پستہ قد کو دیکھا تو سجدہ میں گر گئے''۔

اور ''صناجته الجیش'' کی تفسیر طبل جنگ سے کی ہے جو مشہور ہے۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں طبل کو صناجہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ جماعت حاضرین اس کی آواز سن کر مسرور ہوتے ہیں اس وجہ سے اس کو صناجتہ کہنے لگے۔ صناجہ ایک باجہ بھی ہوتا ہے جو پیتل کا بنا ہوا ہوتا ہے اور یہ آپس میں ٹکرانے سے عجیب آواز پیدا کرتا ہے۔

اسلام میں سب سے پہلا وارث وموروث

حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے بیان کیا ہے اسلام میں سب سے پہلا موروث عدی بن نضلہ اور سب سے پہلا وارث نعمان بن عدی ہے۔ عدی بن نضلہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے لڑکے نعمان بن عدی ان کے وارث بنے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان کو میسان کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ اپنی قوم کے یہ تنہا شخص ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے عہدہ بخشا کسی اور کو ان کے خاندان میں یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو ساتھ لے جانے کی بہت کوشش کی لیکن بیوی رضامند نہ ہوئی تو انہوں نے اس کو یہ اشعار لکھے۔

مَنُ مَبلَغِ الْحَسُناءَ اَنَّ حَلِيُلَهَا بِمِيُسَانَ يَسُقِيُ فِيُ زَجَاجٍ وَحَنُتَمِ

ترجمہ:- حسین عورتوں کی رسائی کی حد ہے کہ اس کے شوہر کو میسان میں کانچ کے سبز رنگ کے پیالوں میں شرب پلائی جائے۔

اَذا شِئتِ وَھَاقِیْنَ قَرْیَۃٍ وَصَناجَۃِ تحذُو عَلٰی کُلّ مَنسَمِ

ترجمہ:- اگر تو چاہے تو مجھ کو گاؤں کے دہقانوں اور ان راگوں سے بے نیاز کر دے جو گائے جاتے ہیں ہر بلند ٹیلہ پر۔

اَذا کُنتَ نَدْمَانِیْ فَباالاکبر أسقِنِیْ وَلاَ تُسْقِنِیْ بِالْاَصْغِرا الْخَتَلَّمِ

ترجمہ:- جب تو میری ہم نشین ہو تو مجھ کو بڑے پیالہ میں شراب پلانا اور ٹپکتے ہوئے چھوٹے پیالے میں نہیں۔

لَعَل امیر المؤمنین یَسُوءُہٗ تَناوَمَنا بِالْجَوْسَقِ الْمُتَھَدِّمِ

ترجمہ:- شاید امیر المومنین کو ہماری ہم نشینی خوابوں میں ناگوار گزرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط حم. تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ مِنَ اللهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ. غَافِرِ الذَّنب و قَابِلِ التَّوبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِیْ الطَّوْلِ' الایۃ. امابعد مجھے تیرا یہ شعر۔

لَعَلَّ امیر المومنین یَسُوْءُہٗ تناومنا بالجوسق المتھدم

پہنچا اور بخدا یہ شعر مجھے ناگوار گزرا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو برطرف کر دیا۔ معزول ہونے کے بعد جب یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کے متعلق استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا درحقیقت شراب نوشی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا یہ تو محض شاعرانہ تخیل تھا اور میں نے کبھی شراب نہیں پی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرا بھی یہی گمان تھا لیکن اب تم کسی سرکاری عہدہ پر کام نہیں کرو گے۔ اس کے بعد نعمان بن عدی نے بصرہ کی سکونت اختیار کر لی اور برابر مسلمانوں کے ہمراہ غزوات میں شریک ہوتے رہے۔ ان کے اشعار فصیح ہیں۔ اہلِ لغت ان کے اس شعر سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ ندمان بمعنی ندیم مستعمل ہے۔

الصِّوار

(گائے کا ریوڑ) الصوار: اس کی جمع صیران آتی ہے۔ صوار مشک کی ڈبیہ کو بھی کہتے ہیں۔ شاعر نے اپنے اس شعر میں دونوں معنوں کو جمع کر دیا ہے۔

اذا لاَحَ الصِّوَارُ ذکَرْتُ لَیلتی و اَذْکُرھا اَذا نفح الصَوَارُ

ترجمہ:- جب گایوں کا ریوڑ ظاہر ہوتا ہے تو مجھے اپنی رات یاد آتی ہے۔ جب مشک کی خوشبو پھوٹتی ہے تو مجھے محبوبہ کی یاد آتی ہے۔

الصَّوْمَعَۃ

(عقاب): عقاب کو صومعہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حتی الامکان بلند سے بلند مکان پر ٹھہرتا ہے۔

اَلصِّیْبَانُ

باب اول میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اَلصَّیدُ

(وہ جانور جس کا شکار کیا جائے) اَلصَّیدُ: صید مصدر ہے جس کے معنی شکار کے آتے ہیں لیکن اس کو اسم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے اس جانور کو کہنے لگے۔ جس کا شکار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:- **لَا تَقْتُلُوْا الصَّیدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ**

ابوطلحہ انصاری نے فرمایا ہے۔ **اَنَا اَبُوْ طَلْحَۃَ وَاِسْمِیَ زَیْدُ وَکُلَّ یومٍ فی سَلَاحِیَ صَیدُ**

ترجمہ:- میں ابوطلحہ ہوں اور میرا نام زید ہے اور ہر روز میرے ہتھیاروں میں ایک شکار ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب کے چوتھے ربع کے اول میں ایک باب قائم کرتے ہوئے فرمایا:-**باب قولِ الله تعالیٰ اُحِلَّ لکُم صِیدُ البحر و طَعَامُہٗ الخ** (اللہ تعالیٰ کے قول ''اور تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کیا گیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سمندر کا شکار وہ ہے جس کا اس میں سے شکار کیا جائے اور اس کا کھانا وہ ہے جو اس سے برآمد ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طافی حلال ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (طعام البحر) سے مراد سمندر کے مردہ جانور ہیں۔ مگر وہ جانور جن پر قدرت ہو۔ اور جری کو ہم کھاتے ہیں مگر یہودی اس کو نہیں کھاتے۔ اور ابوشریح صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ پرندے کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اس کو ذبح کیا جائے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے دریافت کیا کہ نہروں کے شکار اور سیلاب کی زد میں آئے ہوئے جانور صید البحر میں داخل ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی اس میں شامل ہیں۔ اس کے بعد حضرت عطاء نے یہ آیت پڑھی:-

ھٰذا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَ ابُہٗ و ھٰذا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ کُلٍّ تَاکُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا ۔''ایک دریا تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے اور یہ دوسرا شور تلخ ہے اور تم لوگ ہر دریا سے (مچھلی نکال کر ان کا) گوشت کھاتے ہو''۔

اور حضرت حسن پانی کے کتوں کی کھالوں سے تیار شدہ زین پر سوار ہوتے۔ شعبی کہتے ہیں کہ اگر میرے اہل وعیال مینڈک کھائیں تو میں ان کو مینڈک کھلا دوں۔ حضرت حسن نے کچھوے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تو نصرانی' یہودی یا مجوسی کا شکار کھالے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ المری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خمر کا ذبح نون مچھلیاں اور سورج کی دھوپ ہے۔

قَلَّاتُ السَّیل: اس جانور کو کہتے ہیں جو سیلاب کی زد میں آکر ہلاک ہوجائے۔

''**اَلْمُرِی**:- اس خاص کھانے کو کہتے ہیں جو اہلِ شام تیار کرتے ہیں۔ جس کی ترکیب یہ ہے کہ شراب لے کر اس میں نمک اور مچھلی ڈال کر دھوپ میں رکھا جاتا ہے۔ دھوپ کی وجہ سے وہ شراب طعام المری میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کی ہیئت اس طرح تبدیل ہو جاتی ہے جیسا کہ شراب کی ہیئت تبدیل ہو کر سرکہ بن جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جس طرح مردار حرام ہے اور مذبوحہ حلال ہے ایسے ہی یہ اشیاء شراب کو ذبح کر کے اس کو حلال بنا دیتی ہیں۔ یہاں ذبح کو استعارۃً تحلیل کے معنی میں استعمال کرلیا گیا ہے۔

ابوشریح ان کا اصل نام ہانی ہے اور اصیلی کے نزدیک ابن شریح مراد ہے حالانکہ یہ وہم ہے۔ حافظ ابن عبدالبر کی کتاب ''الاستیعاب'' میں مذکور ہے کہ شریح ایک حجازی صحابی ہیں۔ ابوالزبیر اور عمرو بن دینار نے ان سے روایت کی ہے۔ ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ

حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ ''فرمایا کہ سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے اللہ نے تمہارے لئے ذبح کیا ہے ہر اس جانور کو جو سمندر میں پیدا کیا گیا''۔

ابوزبیر اور عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ یہ وہی شریح ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے ابوحاتم فرماتے ہیں کہ شریح کو شرف صحبت حاصل ہے۔

پہلی آیت میں لفظ صید کے عام معنی مراد ہیں اور اس کے علاوہ میں خاص۔ ان سے وہ جانور مستثنیٰ ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں قتل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ جانور خبیث ہیں ان کو حل میں بھی اور حرم میں بھی قتل کیا جائے گا' کوا' چیل' چوہا' بچھو اور کاٹ کھانے والا کتا''۔

اس حدیث کے ظاہر پر توقف کرتے ہوئے سفیان ثوریؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور اسحاق ابن راہویہ نے ان پانچ جانوروں کے علاوہ کسی اور جانور کو مارنے کی محرم کو اجازت نہیں دی ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ نے شیر' چیتا' ریچھ اور بھیڑیا اور ہر عادی درندہ کو کتے پر قیاس کیا ہے اور بلی' لومڑی اور بجو کو محرم قتل نہیں کرسکتا اور اگر ان میں سے کسی جانور کو قتل کردے تو فدیہ واجب ہوگا۔

اور اصحاب رائے کہتے ہیں کہ اگر درندہ محرم پر حملہ کرنے میں پہل کرے تو محرم کے لئے اس درندہ کو قتل کرنے کی اجازت ہے اور اگر محرم ابتداء کرے تو اس پر قیمت واجب ہوگی۔ مجاہد اور نخعی کہتے ہیں کہ محرم کسی درندہ کو قتل نہیں کرسکتا۔ الا یہ کہ کوئی درندہ اس پر حملہ کرے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے محرمین کو سانپ کے مارنے کی اجازت دی ہے اور اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے زنبور (بھڑ) کے مارنے کی اجازت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بھی بچھو کے حکم میں ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اس کے مارنے والے پر کچھ واجب نہیں۔ پرند درندہ (عقاب' شکرا وغیرہ) کے بارے میں امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر محرم ان کو قتل کر دے تو فدیہ دینا ہوگا۔ ابن عطیہ فرماتے ہیں کہ افعی تیلا (کیڑے مکوڑے) تمام زہریلے جانور سانپ کے حکم میں ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز مباح الاصل ہو جیسے سمندر اور خشکی کے شکار اور تمام پرند تو ان کے چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام محمدؒ اور جمہور علماء کے نزدیک اگرچہ یہ چیزیں محفوظ ہوں اور ربع دینار کے برابر قیمت کی ہوں تو اس کے چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ جب کوئی محرم کسی جانور کا شکار کرے تو بالاتفاق علماء بحالت احرام وہ شکار اس کے لئے حرام ہے۔ محرم کا شکار کسی اور کے لئے حرام ہے یا حلال یعنی محرم کے ذریعے کیا گیا شکار غیر محرم کے لئے کیسا ہے؟ اس بارے میں دو قول ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ غیر کے لئے بھی وہ شکار حرام ہوگا جیسا کہ مجوسی کا ذبیحہ۔ پس وہ مردار شمار ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ وہ غیر کے لئے حلال ہے۔ اگر کوئی محرم صید کا دودھ دوہ لے تو اس کا حکم بھی انڈا توڑنے کا ہے یعنی وہ دودھ اس کے لئے حرام ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی محرم کا کوئی ایسا رشتہ دار مر گیا جس کے قبضے میں کوئی شکار تھا تو یہ محرم اس شکار کا مالک بن جائے گا اور حسب منشاء اس میں تصرف کرسکتا ہے مگر اس کو قتل یا ضائع نہیں کرسکتا۔

مسئلہ:- رویانی نے بیان کیا ہے کہ وہ عمرہ جس میں کسی جانور کا شکار نہ کیا گیا ہو اس حج سے افضل ہے جس میں کسی جانور کا شکار کیا گیا ہو۔ مگر اصح یہ ہے کہ حج ہی افضل ہے خواہ اس میں شکار کی جنایت واقع ہو۔

مسئلہ:- ''مسلم شریف میں مذکور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر حرم مدینہ کا شکار حرام ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو دونوں وادیوں کے درمیان حرم قرار دیتا ہوں۔اس کے درختوں کو کاٹا نہ جائے اوراس کے جانوروں کا شکار نہ کیا جائے''۔

اس بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے کہ آیا جس طرح مکہ کے شکار کا ضمان دیا جاتا ہے اسی طرح حرم مدینہ کے شکار کا بھی ضمان دیا جائے گا یا نہیں؟ امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ اس کا ضمان نہیں ہوگا کیونہ وہ ایسی جگہ ہے جس میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے پس اس کے شکار کا ضمان نہیں ہے جیسا کہ طائف کا شکار' اسلئے کہ سنن بیہقی میں بسند ضعیف یہ روایت ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خبردار طائف کا شکار اوراس کے درخت بھی حرام ہیں''۔

امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار کرنے والے کا سامان ضبط کرلیا جائے گا اور یہ سزا حرم مدینہ کے درخت کاٹنے والے کی ہے۔امام نوویؒ نے دلائل کی روشنی میں اسی کو اختیار کیا ہے۔علاوازیں سلب کے بارے میں ائمہ کرام کی مطلق عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ سامان کی ضبطگی شکار کے ہلاک ہوجانے پر موقوف نہیں ہے بلکہ محض شکار کرلینا کافی ہے اوراکثر علماء کے نزدیک اس کا سامان بھی مقتول کفار کی طرح ہے۔بعض کے نزدیک صرف اس کا لباس چھینا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ کل سامان چھین کر صرف بقدر ستر عورت کپڑا اس کو دیا جائے گا۔روضہ اور شرح مہذب میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔

پھر یہ ضبط کیا ہوا سامان کس کو دیا جائے گا اس بارے میں کئی اقوال ہیں۔اول یہ کہ سالب کو دیا جائے گا۔بعض کے نزدیک مدینہ کے فقراء کو دیا جائے گا اور بعض کے نزدیک بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔اگر کسی جانور نے کسی شخص پر حملہ کیا اوراس شخص نے دفعیہ کے طور پر اس کو مار ڈالا تو وہ ضمان سے مستثنیٰ ہوگا۔

مسئلہ:۔ اگر حرم کے راستہ میں ٹڈی دل پھیل جائے اوران کو روندے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو ظاہر قول کے مطابق ان کو روندنے سے ضمان واجب نہیں ہوگا۔اگر کوئی کافر حرم میں داخل ہوکر حرم کا شکار کرلے تو اس سے ضمان لیا جائے گا۔

شیخ ابواسحاق نے ''مہذب'' میں اپنی رائے یہ ظاہر کی ہے کہ اس سے ضمان نہیں لیا جائے گا۔امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابواسحاق اپنی رائے میں تنہا ہیں۔

تنبیہات

اگر کسی شکار کی ایسے دو اسباب سے موت واقع ہوجائے جن میں سے ایک مبیح ہو اور دوسرا محرم تو ایسی صورت میں جانب تحریم کو ترجیح دیتے ہوئے اس شکار کو حرام قرار دیا جائے گا۔مثال کے طور پر کوئی شکار تیر اور بندوق سے مرجائے یا کسی جانور کو تیر کا پھل لگا جس سے وہ زخمی ہوگیا اور تیر عرض بھی اس کے بدن پر لگا اور وہ مرگیا۔اسی طرح کسی جانور کو تیر مارا اس وقت وہ چھت کے کنارہ پر تھا۔تیر لگنے سے وہاں سے گرا اور نیچے گر کر مرگیا یا کنوئیں میں گر کر مرگیا یا پہاڑ پر تھا تیر لگ کر وہاں سے لڑھک گیا اور مرگیا یا تیر لگنے کے بعد پانی میں گر کر مرگیا یا درخت پر تھا تیر لگنے کے بعد شاخوں سے ٹکرا کر مرگیا تو یہ شکار حرام ہوگا کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کی موت کس سبب سے ہوئی مبیح سے یا محرم سے۔اسی طرح کوئی جانور کسی تیز دھار والے آلے (چاقو) وغیرہ پر گرگیا وہ بھی حرام ہے اوراگر کسی جانور پر تیر چلایا اور تیر فضاء میں اس جانور کو لگ گیا اور پھر وہ زمین پر گر کر مرگیا تو وہ حلال ہے خواہ وہ زمین پر گرنے کے بعد مرا ہو یا اس سے پہلے۔اس لئے کہ اس کا زمین پر گرنا ناگزیز ہے۔لہٰذا اس سے صَرف نظر کیا جائے گا جیسے کہ بوقت دشواری ذبح سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔اسی طرح اگر شکار کھڑا ہوا ہو اور تیر لگنے کے بعد اپنے پہلو پر گرجائے تو بھی حلال ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر زمین پر گرنے کے بعد موت واقع ہو تو حلال نہیں ہے۔ تیر لگنے کے بعد کچھ دیر لڑکھڑانا مضر نہیں کیونکہ یہ زمین پر گرنے کے مانند ہے۔ اگر تیر لگنے کے بعد شکار پہاڑ سے پہلو در پہلو زمین پر گرا تو اس سے حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح گرنے کو موت میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر کسی شکار کو فضاء میں تیر لگا جس سے اس کے بازو ٹوٹ گئے اور وہ زخمی نہیں ہوا اور گر کر مر گیا تب وہ حرام ہے کیونکہ بوقت موت اس کو کوئی زخم نہیں لگا اور اگر زخم ہلکا ہو جو عموماً موثر نہیں ہوتا لیکن بازو بیکار ہونے کے سبب سے گر کر مر گیا تب بھی حرام ہے۔ اگر شکار فضاء میں تیر سے زخمی ہو کر کنوئیں میں گر کر مر گیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ کنوئیں میں پانی ہے یا نہیں ہے؟ اگر پانی ہے تو حرام ہو جائے گا اور اگر پانی نہیں ہے تو حلال ہوگا۔ کیونکہ بغیر پانی کے کنوئیں کا گڑھا زمین کے مانند ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ شکار گرتے وقت کنوئیں کی دیواروں سے نہ ٹکرایا ہو۔ اگر شکار درخت پر بیٹھا ہوا تھا اور تیر لگنے کے بعد زخمی ہو کر زمین پر گر گیا تو وہ حلال ہے اور اگر درخت کی شاخوں پر گرتا ہوا تب زمین پر گرا تو حلال نہیں ہے۔ کیونکہ درخت کی شاخوں یا پہاڑ کے کناروں سے ٹکرانا زمین سے ٹکرانے کے مانند نہیں ہے اس لئے کہ زمین سے ٹکرانا تو ناگزیر ہے اور شاخوں سے ٹکرانا ضروری نہیں۔

پرندے چونکہ کثرت کے ساتھ درختوں پر رہتے ہیں اس لئے امام کے نزدیک اس میں دونوں احتمال ہیں۔ اگر آبی پرندے کو تیر مارا تو دیکھا جائے گا کہ سطح آب پر ہے یا اس سے خارج۔ اگر سطح آب پر تھا اور تیر لگنے کے بعد زخمی ہو کر پانی میں گر کر مر گیا تو حلال ہے اور اگر پانی سے باہر تھا اور تیر لگنے کے بعد پھر پانی میں گر گیا تو اس میں دو صورتیں ہیں جو حاوی میں مذکور ہیں:۔

اول یہ کہ وہ حرام ہے کیونکہ زخم لگنے کے بعد پانی اس کی ہلاکت میں معاون بنے گا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ حلال ہے کیونکہ پانی اس کو غرق نہیں کرے گا اس لئے کہ عموماً وہ پانی میں رہتا ہے لہٰذا اس کا پانی میں گرنا زمین پر گرنے کے مانند ہے اور یہ راجح ہے۔

تہذیب میں مذکور ہے کہ اگر شکار سمندر کی فضاء میں ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ مارنے والا سمندر میں ہے یا خشکی میں؟ اگر خشکی میں ہے تو حرام ہے اور اگر سمندر میں ہے تو حلال ہے۔ پس اگر پرندہ پانی سے باہر ہو اور تیر لگنے کے بعد وہ اس میں گر جائے تو اس کے بارے میں دو رائے ہیں۔ علامہ بغوی نے تہذیب میں اور شیخ ابو محمد نے مختصر میں حلت کا قول کیا ہے''۔ یہ جتنے بھی مسائل ہم نے ماقبل میں بیان کئے ہیں اس صورت میں ہیں جبکہ لگنے والا زخم حد ذبح کو نہ پہنچا ہو۔ اگر حلقوم اور مری وغیرہ کٹ گئی ہوں تو پھر اس کا ذبح ہونا مکمل ہو گیا اور بعد میں پیش آنے والے حالات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شکار زخمی ہونے کے بعد مرا نہ ہو بلکہ غائب ہو گیا ہو اور پھر وہ مردہ حالت میں ملے تو بعض کے نزدیک حلال ہے اور بعض کے نزدیک حرام۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے بشرطیکہ یہ زخم حد ذبح کو پہنچ گیا ہو اور غائب ہونے کا کوئی دخل اس کی موت میں ہو اور اگر وہ زخم حد ذبح کو نہ پہنچا ہو تو پھر اگر وہ پانی میں پایا جائے یا اس پر صدمہ یا دوسرے زخم کا اثر ہے تو وہ حلال نہیں ہوگا علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ س بارے میں ہمارے علماء کے تین قول ہیں۔ (۱) اس کی حلت کے بارے دو قول ہیں جن میں مشہور قول صاحب تہذیب کے نزدیک حلت کا ہے اور اہلِ عراق اس کی تحریم کی جانب مائل ہیں۔ دوسرا قول قطعیت کے ساتھ حلت کا ہے۔ اور تیسرا قطعی طور پر حرمت کا۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر تیر مارنے کے بعد اس کا تعاقب کیا اور وہ مردہ پایا تو حلال ہے اور اگر تیر مارنے کے بعد تعاقب تاخیر سے کیا تو حرام ہے۔ امام مالکؒ سے مروی ہے کہ اگر اس شکار کو خشکی میں پایا تو حلال ہے ورنہ نہیں۔ نوویؒ اور امام غزالیؒ نے ان احادیث کی روشنی میں جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں حلت کو صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ اگر کسی نے تیر چلایا اور بیچ میں شکار آ گیا اور وہ تیر شکار کو لگا اور شکار زخمی ہو کر مر گیا تو اس میں بھی دو قول ہیں اصح منصوص یہ ہے کہ وہ حرام ہے اس لئے کہ نہ اس نے شکار کا قصد نہیں کیا۔

اور اگر کسی نے پتھر سمجھ کر تیر چلایا اور اتفاقاً وہ شکار نکلا اور تیر سے مر گیا تو وہ حلال ہے۔ اسی طرح اگر کسی جانور پر صید غیر ماکول سمجھ کر تیر چلایا اور وہ ماکول نکلا تو وہ بھی حلال ہے۔ یہی مسئلہ اس صورت میں بھی ہے جبکہ کسی کی دو بکریاں تھیں اس نے ان میں سے ایک کو دوسرے کے گمان میں حلال کر دیا تو وہ حلال ہوگی۔ امام مالکؒ بھی اس مسئلہ میں اس کے قائل ہیں۔

اگر کسی نے زمین پر چاقو نصب کر دیا یا اس کے ہاتھ میں چھری تھی اور چھری بکری کے حلق پر گر پڑی جس سے بکری ذبح ہوگئی تو وہ بکری حرام ہوگی اس لئے کہ اس نے نہ ذبح کیا ہے اور نہ ذبح کرنے کا ارادہ اور جو کچھ بھی ہوا وہ بکری کے فعل سے ہوا یا فعل غیر اختیاری سے ہوا ہے۔ تہذیب میں ہے کہ ابواسحاق کے نزدیک چھری گرنے کی صورت میں بکری حلال ہوگی اور شکار کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کسی کے ہاتھ میں چھری ہو جس کو وہ حرکت دے رہا ہو اور بکری بھی اس پر اپنا حلقوم رگڑ رہی ہو اور اس طرح حلقوم کٹ جائے تو وہ حرام ہے کیونکہ موت ذابح اور چوپائے کے اشتراک عمل سے واقع ہوئی ہے۔ قاضی ابوسعید ہردی نے ''لباب'' میں بیان کیا ہے کہ اگر کوئی نابینا شخص کسی بینا کی رہنمائی سے شکار پر تیر چلائے اور وہ شکار مر جائے تو حرام ہوگا۔

بھیڑ اور مشترک شکار کے مسائل

بھیڑ اور اشتراک کی مختلف صورتیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ایک شکار پر دو شخصوں کے دو زخم یکے بعد دیگرے واقع ہوں۔ پس ان دونوں میں سے پہلا زخم یا تو جلدی مارنے والا ہوگا یا بدیر یا نہ جلدی مانے والا نہ بدیر۔ پس اگر نہ فوراً ہلاک کرنے والا ہو نہ بدیر تو وہ شکار حلال نہیں ہوگا اور اگر فوراً یا بدیر ہلاک کرنے والا ہو تو شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور پہلے پر اس زخم کو کوئی ضمان عائد نہیں ہوگا اور اگر پہلے شخص کا زخم فوراً ہلاک کرنے والا ہو تو شکار اول کا ہوگا اور دوسرے شخص پر نقصان کا ضمان ہوگا اور اگر پہلے شخص نے دیر سے ہلاک کرنے والا زخم لگایا ہو تو وہ اس پر زخم لگانے کی وجہ سے شکار کا مالک ہو جائے گا۔ دوسرے کے بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے زخم سے حلقوم اور مری کٹ گئے تو وہ حلال ہے اور دوسرے شخص پر زخمی اور مذبوح شکار کی درمیانی قیمت واجب ہوگی اور تفاوت اس وقت ظاہر ہوگا جب اس میں حیات مستقرہ ہو۔ پس اگر وہ سالم ہو یا اس حال میں کہ اگر ذبح نہ کیا جائے تو ہلاک ہو جائے گا تو ایسی صورت میں ذبح کرنے سے اس میں کچھ نقصان نہیں ہوگا اور اگر دوسرے نے فوری طور پر ہلاک کر دیا لیکن حلقوم اور مری کو نہیں کاٹا تو وہ مردار ہوگا اور دوسرے شخص پر مذبوح شکار کی قیمت واجب ہوگی۔

تہذیب میں ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی اپنے غلام کو زخمی کر دے اور اس کے بعد دوسرا اس غلام کو زخمی کر دے اور غلام کی موت واقع ہو جائے اور یہ مسئلہ اس صورت پر مبنی ہے جب کوئی اجنبی شخص کسی غلام کو زخمی کر دے جس کی قیمت دس درہم ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کے بعد زخمی کر دے اور وہ غلام مر جائے تو اس میں مختلف صورتیں ہیں۔ مزنی کی رائے یہ ہے کہ اس صورت میں ہر شخص کے ذمہ اس کے لگائے گئے زخم کی جنایت ہوگی اور بقیہ قیمت دونوں میں آدھی آدھی تقسیم کر دی جائے گی۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ زخم لگانے کے دن اس غلام کی جو قیمت ہے ہر شخص اس کی آدھی قیمت کا ضامن ہوگا۔

ابن خیر نے بیان کیا ہے کہ اگر دونوں کے دن اس کی قیمت مختلف ہو۔ مثلاً پہلے شخص نے جس دن غلام کو زخمی کیا اس دن اس کی قیمت دس درہم ہے اور جس روز دوسرے نے زخم لگایا اس روز قیمت نو درہم ہے تو اول پر دس درہم کی تہائی اور ثانی پر نو درہم کی تہائی اور قفال کہتے ہیں کہ ہر ایک پر اس کے زخم کی ارش ہوگی۔ پھر دو زخم لگے ہوئے غلام کی جو قیمت بنے گی وہ آدھی آدھی دینی ہوگی۔ دوسرا طریقہ مشترکہ شکار کا یہ ہے کہ اول شخص اگر شکار کو زندہ نہ پائے تو ثانی پر زخم کی قیمت واجب ہوگی اور اگر اس نے شکار کو زندہ پایا لیکن اس کو

ذبح نہیں کر سکا تو دوسرے شخص پر زخم کی جنایت لازم ہوگی۔ اگر دو شخصوں نے کسی شکار پر تیر چلایا اور دونوں کے تیر بیک وقت اس شکار کو لگ گئے اور مار ڈالا تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے پہلے زخمی کیا اور دوسرے نے ذبح کرنے کی جگہ زخم لگایا یہ معلوم نہیں کہ پہلا تیر کس کا لگا اور دونوں ہی قسم کے ساتھ اولیت کے مدعی ہوں تو پھر وہ دونوں کے درمیان منقسم ہوگا۔ اگر ان میں سے کسی نے ہلکا زخم لگایا اس طرح کہ ذبح کی جگہ میں ٹھیک سے نہیں لگا تو شکار حرام ہوگا۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص نے ایسے جانور کا شکار کر لیا جس پر آثارِ ملکیت نمایاں ہوں۔ مثلاً کوئی علامت لگائی گئی ہو یا مہندی وغیرہ لگی ہو یا بازو وغیرہ کٹے ہوئے ہوں یا کان کٹے ہوئے ہوں تو ایسی صورت میں یہ شخص اس شکار کا مالک نہیں ہوگا۔ کیونکہ مذکورہ بالا تمام نشانیاں اس بات کی علامت ہیں کہ یہ جانور کسی کا مملوک ہے اور اڑ کر چلا آیا ہے۔ اس صورت میں اس احتمال کو وقعت نہیں دی جائے گی کہ ممکن ہے کسی محرم نے اس کا شکار کر لیا ہو اور اڑ کر چلا آیا ہے۔ کیونکہ یہ احتمال بعید ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی نے وار کر کے شکار کو دو حصوں میں پھاڑ دیا تو وہ پورا شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کا کوئی ایک جز و بدن سے جدا ہو گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ذبح کرنے سے قبل مر گیا تو اس صورت میں وہ الگ شدہ جز ایک قول کے مطابق حلال ہوگا اور بقیہ جسم حرام ہوگا جیسے کہ فوراً مرنے کی صورت میں پورا شکار حلال ہوتا ہے اور اگر ایک جز الگ ہونے کے بعد شکار زندہ ملا اور اس کو ذبح کر لیا تو پورا شکار حلال ہوگا اور وہ الگ شدہ حصہ حرام ہوگا۔ اگر شکاری جانور کے بوجھ سے شکار کی موت واقع ہو جائے تو اس صورت میں ایک قول کے مطابق یہ شکار حلال ہوگا برخلاف تیر کے بوجھ کے کہ اس صورت میں حلال نہیں ہوگا۔

مسئلہ:- چند چیزوں کے ذریعہ شکار پر حق ملکیت ثابت ہو جاتا ہے۔ قبضہ کا ثبوت' پوچھل بنا دینا' اڑان کو ختم کر دینا' ڈور یا جال سے چمٹ جانا۔ اگر شکاری سے جال گر گیا اور اس میں شکار پھنس گیا تو اس میں دو قول ہیں۔ یہی مسئلہ جال' پھندوں والی رسی اور پھندوں (پھاند) وغیرہ کا ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی شخص نے مچھلی کا شکار کیا اور مچھلی کے پیٹ سے موتی برآمد ہوا پس اگر وہ موتی سوراخ والا ہے تو لقطہ کے حکم میں آئے گا اور اگر بغیر سوراخ کے ہے تو وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر مچھلی خریدی اور اس کے پیٹ سے بغیر سوراخ کا موتی برآمد ہوا تو یہ اس کا مالک ہوگا اور اگر سوراخ شدہ موتی برآمد ہوا تو بائع کا ہوگا' بشرطیکہ بائع اس کا دعویٰ کرے' تہذیب میں اسی طرح مذکور ہے۔ حالانکہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ شکاری کا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ زمین پر برآمد ہونے والا خزانہ زمین کھودنے والے کا ہوتا ہے۔

خاتمہ:- شکار چھوٹ کر بھاگ جائے تو اس سے شکاری کی ملکیت ختم نہیں ہوگی۔ اس میں دو قول ہیں۔ ظاہر اور صحیح یہ ہے کہ ملکیت ختم نہیں ہوگی لیکن ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ جاہلیت کا تسیب ہے السوائب والا عمل ہے۔ اور شکار کا یہ حق ہے کہ اس فعل سے احتراز کیا جائے۔ سائبہ پر مفصل گفتگو باب النون میں اور کتے اور جارحہ کے شکار کی تفصیل باب الکاف میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

اگر شکار چھوٹ کر بھاگ جائے تو اس سے ملکیت ختم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص ایسے شکار کو پکڑے تو پہلے شخص کو لوٹا دینا ضروری ہے خواہ وہ شکار جنگل میں وحشی جانوروں میں شامل ہو جائے۔ خواہ آبادی سے دور چلا جائے یا آبادی میں اس کے گرد گھومتا رہے بہر صورت یہی مسئلہ ہے۔ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ جب تک آبادی میں یا آبادی کے قریب گھومتا ہے تو اس وقت تک ملکیت ختم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر آبادی سے دور چلا جائے اور جنگل میں جنگلی جانوروں میں شامل ہو جائے تو ملکیت ختم ہو جاتی ہے اور۔

اگر تھوڑا عرصہ گزرا ہو تو ملکیت ختم نہیں ہوتی۔ امام مالکؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ از خود غائب کرنے سے ملکیت مطلقاً ختم ہو جاتی

ہے۔علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کو بھی چوپائے کے بدکنے اور غلام کے فرار پر قیاس کیا جائے گا۔

تمتہ:۔ اگر کوئی شکار کھیت میں دھنس کر پکڑا جائے تو اس کے مالک ہونے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ مالک نہیں ہوگا۔ کیونکہ صاحب زمین نے زمین کی سیرابی کے لئے کھیتی کا قصد کیا ہے نہ کہ شکار کا۔ اگر کوئی شکاری کسی کے باغ میں داخل ہو کر کسی پرندے کا شکار کرے تو قطعی طور پر وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا اور باغ کے مالک کو کوئی حق اس میں نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

کسی نے کیا ہی عمدہ یہ اشعار کہے ہیں۔

یَشْقٰی رِجَالٌ ویشقی آخَرُوْنَ بِهِم   وَیَسعِدُ اللّٰهُ اقواماً بَاقْوَامِ

ترجمہ:۔ کچھ لوگ بد بخت ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان کی وجہ سے بد بخت ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بعض قوم کو بعض کی وجہ سے نیک بخت بناتے ہیں۔

وَلَیسَ رِزقُ الفتی من فضلِ حیلتِهٖ   لکن حُدُودُ بِاَرْزَاقٍ وَاَقْسَامٍ

ترجمہ:۔ اور انسان کا رزق اس کے حیلے کا کمال نہیں ہے ہاں البتہ رزق اور قسمتوں کے کچھ حدود ہیں۔

کَالصَّیدِ یُحَرُمه الرامی المجید وَقد   یَرْمِی فیحرزه مَنْ لَیسَ بالرَّامِیُ

ترجمہ:۔ جیسے شکار ہے کہ اس کو تیر مارنے والا لے لیتا ہے اور کبھی تیر مارتا ہے کوئی شخص اور شکار کو وہ شخص روک لیتا ہے جس نے تیر نہیں چلایا۔

فائدہ:۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکورہ ہے کہ جب رشید نے فضل بن یحییٰ کو خراسان کا امیر بنا دیا تو کچھ مدت گزرنے کے بعد ڈاک سے ایک خط موصول ہوا۔ جس مین لکھا تھا کہ فضل کو شکار کے شوق اور عیش پرستی نے رعایا کے امور کی نگہبانی سے غافل کر دیا (رشید نے یحییٰ سے کہا پیارے اس خط کو پڑھو اور فضل کے پاس ایسا خط لکھو جو اس کو ان حرکتوں سے باز رکھے۔ چنانچہ یحییٰ نے فضل کو ایک خط لکھا اور خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے۔

اِنْصِبْ نَهَارًافِی طِلَابَ الْعُلاَ   وَاصْبِرْ عَلٰی فَقْدِ لِقاءِ الْحَبِیْبِ

ترجمہ:۔ دن بھر بلندی کی تلاش میں کھڑا رہ اور محبوب کی ملاقات نہ ہونے پر صبر کر۔

حَتّٰی اِذَا اللَّیْلُ آتی مُقْبِلاً   وَاکْتَحَلَتْ بِالْغُمْض عَیْنَ الرَّقِیْب

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ جب رات تیرے سامنے آجائے اور رقیب کی آنکھ میں پوشیدگی کا سرمہ لگا دے۔

فَبَارِرِاللَّیْلَ بِمَا تَشْتَهِیُ   فَالَّمَا اللَّیْلُ نَهَارُ الاَ رِیْبِ

ترجمہ:۔ تو رات دن اس کام کو انجام دے جس کی تجھے خواہش ہو اس لئے کہ رات عقلمند (شخص) کا دن ہے۔

کَمْ مِنْ فتیً تَحْسِبُهٗ ناسکا   یَسْتَقْبِلُ اللَّیْلَ بِاَمْرٍ عَجِیْبٍ

ترجمہ:۔ بہت سے نوجوان ایسے ہیں جن کو تو عابد و زاہد سمجھتا ہے لیکن وہ رات کا استقبال عجیب سے کرتے ہیں۔

غطیَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ اَسْتَارَهٗ فَبَاتَ   فِیُ لَهْوٍ و عَیشٍ خَصِیبٍ

ترجمہ:۔ رات اس پر اپنا پردہ ڈال دیتی ہے۔ پس وہ نہایت کھیل و عیاشی میں رات گزارتا ہے۔

وَلَذَّةُ الاَحْمَقِ مَکْشُوْفَةٌ   یَسْعی بِهَا کُلُّ عَدُوٍ مُرِیْبِ

ترجمہ:-اوراحمق کی لذت ظاہر ہوتی ہے ہر چغل خور دشمن اس کی چغلی کرسکتا ہے۔

فضل کو یحییٰ کی قیمتی نصیحت

منقول ہے کہ فضل بہت اکڑ کر چلا کرتا تھا۔ایک روز جب وہ اپنے والد یحییٰ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یحییٰ نے اس حرکت پر نا پسندیدگی کا اظہار کیا اور کہا کی حکماء کا قول ہے کہ آدمی کے اندر بخل اور جہل تواضع کے ساتھ اس علم اور سخاوت سے بہتر ہے جو کبر کے ساتھ ہو۔ پس کس قدر بہتر ہے یہ خوبی جس نے دو بہت بڑی خامیوں کو چھپادیا اور کس قدر مذموم ہے یہ برائی (کبر) جس نے دو بڑی خوبیوں کو پس پشت ڈال دیا۔

رشید کی مروت اور فضل کی خدمتِ والدین

جب یحییٰ اور فضل قید خانے میں تھے تو موکل نے ایک دن ان کی تیز ہنسی کی آواز سنی اور اس کی اطلاح رشید کو پہنچائی۔ رشید نے مسرور کو بھیجا کہ جا کر ان دونوں سے ہنسی کا سبب معلوم کرو اور ان سے کہو کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ یہ کیا طریقہ ہے کہ تم لوگ امیر المومنین کے غصہ اور ناراضگی کا تمسخر کرر ہے ہو۔ امیر المومنین کے یہ الفاظ سن کر وہ دونوں اور ہنسے۔اس کے بعد یحییٰ نے کہا ہماری طبیعت نے سکباج (ایک قسم کا سالن جو گوشت' سرکہ اور خوشبودار مصالحوں سے تیار ہوتا ہے) کوخواہش کی ہم نے اس کے لئے ہانڈی' گوشت اور سرکہ وغیرہ خریدنے کا نظم کیا اور سکباج پکایا۔ مگر جب یہ پک کر تیار ہو گیا اور فضل اس کو اتارنے لگا تو ہانڈی گر گئی اس وجہ سے ہمیں اپنے حالات پر تعجب ہوا اور ہنسی آنے لگی۔

مسرور نے جب اس واقعہ کی اطلاع رشید کو دی تو وہ رو پڑا اور حکم دیا کہ روزانہ ان (یحییٰ اور فضل) کے لئے دستر خوان تیار کیا جائے اور ایک آدمی کو جو ان سے مانوس تھا حکم دیا کہ روزانہ تو ان کو کھانا کھلایا کر اور ان سے گفتگو کیا کر۔

اور منقول ہے کہ فضل اپنے باپ کے ساتھ بہت ہی حسن سلوک کرتا تھا۔اس کے والد یحییٰ کو موسم سرما میں ٹھنڈا پانی نقصان دیتا تھا اور قید خانہ میں پانی گرم کرنے کا کوئی نظم نہیں تھا تو فضل تانبے کے لوٹے میں پانی لے کر بہت دیر تک اپنے پیٹ سے لگائے رکھتا تھا تا کہ بدن کی گرمی سے پانی کی ٹھنڈک کچھ کم ہو جائے اور اس کے والد اس پانی کو استعمال کر سکیں۔ یحییٰ کی جیل میں ۱۹۳ھ میں وفات ہوگئی۔ جب رشید کو ان کی وفات کی اطلاع ملی تو کہا میرا معاملہ بھی اس کے معاملہ کے قریب ہے۔ چنانچہ یحییٰ کی وفات کے پانچ ماہ بعد رشید بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اَلصَّیْدَح

(سخت آوز والا گھوڑا) الصیدح: جوہری کی رائے میں صیدح الو کو کہتے ہیں۔اس کو صیدح کہنے کی وجہ اس کی آواز ہے۔ کیونکہ صیدح کے معنی چلانے کے آتے ہیں۔جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

وَقَدْ هَاجَ شَوقِیْ انْ تغنت حمامة مَطوَقَةٌ وَرَقاء تَصَدَحُ بالْفَجْرِ

ترجمہ:-اور میرا شوق موجزن ہو گیا جب وہ سبز رنگ والی گنڈے دار کبوتری گنگنائی جو فجر کے وقت بولتی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بوم اور تمام طیور اللیل سحر کے وقت ضرور بولتے ہیں۔صیدح ایک سفید اونٹنی کا بھی نام ہے۔ بلال ابن بردہ ابن ابی موسیٰ الاشعری نے شعر میں اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

رَأیتُ النَّاسَ ینتجعون غیثاً فَقُلْتُ لِصَیْدَحَ التجعی بَلالا

ترجمہ: ۔میں نے لوگوں کو بخشش کی تلاش کرتے ہوئے دیکھا تو صیدح سے کہا کہ بلال کو بھی بخشش دے۔
یہ شعر باب الالف میں ابل ۔کے بیان میں بھی گزر چکا ہے۔

اَلصَّیْدَنُ

(لومڑی) باب الثاء میں ثعلب کے عنوان سے اس کا تذکرہ گزر چکا۔

اَلصَّیْدَنَانِيُ

(ایک کیڑا جو مخلوق سے پوشیدہ رہنے کے لئے زمین میں مسکن بناتا ہے)

اَلصَّیْرُ

(چھوٹی مچھلیاں)

حدیث میں تذکرہ:۔

سنن بیہقی میں ''باب مَا جَاءَ فِيْ اَكْلِ الجِرَادْ'' کے عنوان کے تحت وہب بن عبداللہ مغافری سے مروی ہے:۔
''وہب کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمر کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے ہمارے سامنے گھی میں تلی ہوئی ٹڈی رکھی اور فرمایا اے مصری اس کو کھاؤ شاید یہ الصیر تم کو اس سے زیادہ محبوب ہے میں نے کہا کہ ہم الصیر کو پسند نہیں کرتے''۔

دوسری حدیث میں ہے:۔

''حضرت سالم بن عبداللہ کے پاس سے ایک شخص صیر (نمک میں تلی ہوئی مچھلی) لے کر گزرا' آپ نے اس میں سے چکھا اور پھر اس کا بھاؤ دریافت فرمایا''۔

جریر نے ایک قوم کی ہجو کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے۔

كَانُوْا اِذَا جَعَلُوْا فِی صَيْرِهِمْ بصلا ثُمَّ اشتووا كنعدا من مالح جدفوا

ترجمہ:۔ وہ لوگ جب اپنی صیر پیاز میں ملاتے ہیں تو پھر کنعد (ایک قسم کی مچھلی) نمکین پانی میں کاٹ کر بھونتے ہیں۔
منقول ہے کہ کسی نے حضرت حسنؒ سے صحناۃ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا مسلمان صحناۃ کھاتے ہیں جس کو صیر بھی کہتے ہیں۔علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ صحناۃ اور صیر دونوں غیر عربی لفظ ہیں۔

طبی خواص

جبریل بن بختیشوع نے بیان کیا ہے کہ اباز ید سے پکڑی ہوئی صحناۃ کا استعمال معدے کی رطوبت اور گندگی کو صاف کرتا ہے اور منہ کی بدبو کو ختم کر کے خوشبو پیدا کرتا ہے۔بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والے کولھوں کے درد کو ختم کرتا ہے۔ بچھو کے ڈسے ہوئے کو اس کی مالش فائدہ پہنچاتی ہے۔

باب الضاد

اَلضَّأن

(بھیڑ، دنبہ) الضان: یہ ضائن کی جمع ہے، مونث کے لئے ضائنۃ بولتے ہیں۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں ہے۔ بقول دیگر اس کی جمع ضیئن آتی ہے۔ جیسے عبد کی عبید آتی ہے۔

ضان کا قرآن کریم میں تذکرہ:-

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ اٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ. (الایۃ)

''یہ مویشی آٹھ نر و مادہ پیدا کئے یعنی بھیڑ اور دُنبی دو قسم نر و مادہ اور بکری میں دو قسم نر و مادہ' آپ ان سے کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا ان دونوں مادہ کو یا اس (بچہ) کو جس کو دونوں مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں''۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے عرب یوں کہا کرتے تھے یہ مواشی ہیں اور یہ کھیت۔ ان کو کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انہوں نے یہ عقیدہ بھی گھڑ رکھا تھا کہ ان مویشیوں کے رحم میں جو کچھ ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حامی کو بھی حرام کر رکھا تھا اور بعض جانوروں کا کھانا اپنی عورتوں کے لئے حرام کر رکھا تھا۔ مگر جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو اس نے حلال و حرام کے احکام کو واضح کر دیا تو کفارِ مکہ نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا شروع کر دیا اور سب سے پہلے آپ سے اس بارے میں مشرکین کے خطیب مالک بن عوف بن الاحوص الجشمی نے آغاز کیا اور دریافت کیا کہ اے محمدؐ تم نے وہ بہت سی چیزیں جو ہمارے آباواجداد کیا کرتے تھے حرام کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تم نے بلا اصل و ثبوت بہت سی قسم کی بکریوں کو حرام کر رکھا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان ازواجِ خمسہ کو کھانے اور ان سے نفع اٹھانے کے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا تم یہ بتاؤ کہ یہ تمہاری مفروضہ تحریم کہاں سے آئی؟ آیا نر کی جانب سے یا مادہ کی جانب سے؟ یہ سن کر مالک حیران ہو گیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن پڑا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتا؟ مالک نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں میں سنتا رہوں گا۔ مالک کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اگر وہ یہ جواب دیتا کہ نر کی جانب سے حرمت آئی ہے تو یہ حرمت تمام نروں کو شامل ہوتی' تخصیص کیسی؟ اور اگر یہ کہتا کہ مادہ کی جانب سے' تو بھی تمام مادہ حرام ہوتیں اور اگر یوں کہتا کہ حرمت اشتمال رحم کی وجہ سے آئی ہے تو تمام جانور۔

بلا امتیاز مذکر و مونث حرام ہو جائیں کیونکہ رحم سب کو شامل ہے۔ اور پھر یہ تخصیص کہ پانچواں بچہ حرام ہے یا ساتواں یا بعض حرام اور بعض حرام نہیں کہاں سے آئی؟

آیت بالا میں ثَمَانِيَةَ ازواج پر بدلیت کی بناء پر ہے ثَمَانية حَمُولةً سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے ان آٹھ ازواج کو یعنی آٹھ قسموں کو پیدا فرمایا۔ ضان کی دو صنف مذکر و مونث پس مذکر ایک زوج اور مونث ایک زوج ہوا۔ اہلِ

عرب ہر اس واحد کو جو دوسرے سے منفک نہ ہو زوج کہتے ہیں۔ بحیرۃ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی تفصیل انشاء اللہ باب النون میں نعم کے عنوان سے آئے گی۔

نوع غنم یعنی بھیڑ بکریوں میں اللہ تعالیٰ نے خاص برکت رکھی ہے چنانچہ یہ سال میں ایک مرتبہ بچہ پیدا کرتی ہیں اور ان کو کثرت کے ساتھ کھایا جاتا ہے مگر پھر بھی روئے زمین پر یہ کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف درندے سال میں دو مرتبہ یعنی جاڑے اور گرمی کے موسم میں بچے جنتے ہیں اور کھانے کے مصرف میں نہیں آتے پھر بھی بہت کم خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

بھیڑ کی کھال نہایت نرم ہوتی ہے اس کی نرمی ضرب المثل ہے۔ حدیث شریف میں اس کی مثال دی گئی ہے بیہقی اور ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے نمودار ہوں گے جو دنیا کو دین کی آڑ میں چھپائیں گے' ان کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے قلوب بھیڑیوں سے زیادہ سخت ہوں گے اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے قلوب ایلوے سے زیادہ تلخ ہوں گے۔ بظاہر اس قدر نرم کہ لوگوں کے سامنے بھیڑ کی کھال میں نمودار ہوں گے اور دنیا کو دین کے بدلہ میں خریدیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھے دھوکہ دے رہے ہیں اور کیا مجھ پر جرأت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو میں بھی اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کو ایسے فتنوں میں مبتلا کروں گا کہ ان کے عاقل وسنجیدہ لوگ بھی حیران ششدر رہ جائیں گے''۔

بھیڑ اور بکری میں اس قدر طبعی تضاد ہے کہ یہ باہم کبھی جفتی نہیں کر سکتے۔

بھیڑ اور بکری کے خصائل

یہ ہاتھی اور بھینس جیسے عظیم الجثہ جانوروں سے نہیں گھبراتیں مگر ذرا سے بھیڑیئے کو دیکھتے ہی ان پر خوف عظیم طاری ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہ خوف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا فطری ہے۔ دوسری ایک عجیب بات ان کی فطرت میں یہ ہے کہ بکری ایک رات میں بہت سے بچے جنتی ہے اور صبح کو چرواہا بچوں کو گھر چھوڑ کر بکریوں کو چرانے لے جاتا ہے اور شام کو جب واپس لے کر آتا ہے تو ہر بچہ دودھ پینے کے لئے اپنی ماں کے پاس پہنچ جاتا ہے اور اس میں قطعاً بھول نہیں کرتا۔

ہندوستان میں ایک خاص قسم کی بھیڑ (دُنبہ) ہوتی ہے۔ جس کے سینے' کندھوں اور رانوں و دُم پر ایک ایک چکی ہوتی ہے اور بسا اوقات اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ اس کو چلنے میں دشواری ہونے لگتی ہے۔

اگر بھیڑ کسی کھیتی یا درخت وغیرہ کو چر لیتی ہے تو وہ دوبارہ اگ آتی ہے لیکن اگر بکری کھا لے تو ایسا نہیں ہوتا اسی لئے اہل عرب بھیڑ کے چر لینے کی صورت میں حَزَّ ضائنۃ (بھیڑ نے کاٹ دیا) بکری کے چرنے کی صورت میں حلق معزۃ (بکری نے روند دیا) کہتے ہیں۔

بھیڑ یا بکری شمال کی جانب سے چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو نر بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر دکھن کی جانب چلنے والی ہوا کے وقت جفتی کریں تو مادہ بچے پیدا ہوتے ہیں اور اگر بارش کے وقت جفتی کریں تو استقرار حمل نہیں ہوتا۔

شرعی حکم

بالاجماع اس کا کھانا حلال ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کسی کی حماقت وجہالت کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں'' اَجْھَلُ مَنْ رَاعِیُ الضَّان '' (بھیڑ کے چرواہے سے زیادہ

جاہل) ''وَاَحْمَقُ مِنْ طَالِبِ ضَأنِ ثَمَانِین '' (اَسّی بھیڑوں کے طالب سے زیادہ احمق) ان امثال میں چرواہے کی جانب حماقت کو منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑ کی یہ عادت ہے کہ وہ ہر چیز سے بدک کر منتشر ہو جاتی ہیں اور چرواہا ہر بار ان کو اکٹھا کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے۔ لہٰذا اس دوڑ دھوپ کی وجہ سے اس کو حماقت کی جانب منسوب کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ صحاح میں مذکور ہے'' '' (اَسّی بھیڑوں والے سے زیادہ احمق) یہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی نے کسریٰ بادشہ کو ایک خوشخبری سنائی جس سے وہ مسرور ہوا اور اس نے اعرابی سے کہا کہ جو چاہو مانگو تو اس اعرابی نے کہا کہ مجھے اسی بھیڑیں دی جائیں)۔

ابن خالو یہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حاجت پوری کر دی تو حضورؐ نے اس سے فرمایا تو میرے پاس مدینے آنا۔ وہ شخص مدینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تجھے ان دونوں باتوں میں سے کیا پسند ہے؟ کہ تجھے اسی بکریاں دے دی جائیں یا میں تیرے حق میں دُعا کروں کہ تو میرے ساتھ جنت میں رہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اسی بھیڑ دے دی جائیں۔ حضورؐ نے اشارہ فرمایا کہ اس کو اسی بھیڑ دے دو۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:۔

''یقیناً موسیٰ علیہ السلام کی ساتھی عورت تجھ سے زیادہ عقلمند تھی' اس لئے کہ جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش بتلائی تھی تو حضرت موسیٰؑ نے اس سے کہا تھا کہ تجھے کیا پسند ہے تیرے لئے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی دعا کروں یا تجھ کو سو بکریاں دے دوں؟ تو اس عورت نے جواب دیا کہ مجھے آپ کے ساتھ جنت میں رہنا زیادہ پسند ہے''۔

اس حدیث کو ابن حبانؒ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''حضرت موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین میں ہوازن کا مالِ غنیمت تقسیم فرمارہے تھے تو لوگوں میں سے ایک شخص کھڑا ہو کر بولا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ذمہ میرا ایک وعدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو سچ کہہ رہا ہے' تو جو چاہے اپنے حق میں فیصلہ کر لے تجھے اختیار ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں اپنے لئے اسی بھیڑ کا فیصلہ کرتا ہوں اور ان کے لئے ایک چرواہے کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تجھے دے دیا گیا لیکن تو نے بہت معمولی سا فیصلہ اپنے حق میں کیا' یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی نعش بتلائی تھی وہ تجھ سے زیادہ عقلمند تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ نے اس کو فیصلہ اختیار دیا تو اس نے کہا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ مجھے دوبارہ جوان بنا دیں اور مجھے اپنے ساتھ جنت میں داخل کرا دیں''۔

''احیاء'' میں زبان کی آفتوں میں سے تیرہویں آفت کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ ''لوگ اس چیز کو جس کا کہ انسان کا حکم بنایا جائے یعنی فیصلہ کا اختیار بہت کمزور کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کو ضرب المثل بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ لوگ مثال دیتے ہیں۔'' افنع من صاحب الثمانین و الراعی '' (چرواہے اور اسی بھیڑوں والوں سے زیادہ قانع)۔

طبی خواص

بھیڑ کا گوشت سوداوخلطوں کو روکتا ہے اور منی میں اضافہ کرتا ہے۔ زہروں میں نافع ہے لیکن بکرے کے گوشت کے مقابلہ میں گرم ہوتا ہے۔ ایک سالہ بھیڑ کا گوشت نہایت عمدہ ہوتا ہے اور معدے کے لئے نفع بخش ہے۔ لیکن جس شخص کو شب کوری کی عادت ہو اس کے لئے مضر ہے۔ البتہ قابض شوربوں کے ذریعے اس کا دفاع ممکن ہے۔ مادہ بھیڑ کا گوشت بہتر نہیں ہوتا کیونکہ اس سے فاسد خون پیدا ہوتا ہے۔ شش ماہ بچہ کا گوشت کثیر الغذا ہوتا ہے مگر گرم تر اور بلغم پیدا کرتا ہے۔ مینڈھے کا گوشت دیگر موسموں کے لحاظ سے موسم ربیع میں اچھا

ہوتا ہے۔ خصی مینڈھے کا گوشت قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ مینڈھے کا خون بوقت ذبح گرم گرم لے کر برص پر ملا جائے تو اس کا رنگ بدل جائے گا اور برص ختم ہو جائے گا۔ اگر بھیڑ کی تازہ کلیجی لے کر جلا لی جائے اور پھر اس کو دانتوں پر ملا جائے تو دانت سفید اور چمک دار ہو جاتے ہیں۔ اگر مینڈھے کا سینگ کسی درخت کے نیچے دفن کر دیا جائے تو اس درخت پر کثرت سے پھل آئیں گے۔ اگر بھیڑ کے پتہ کو شہد میں ملا کر آنکھوں میں لگایا جائے تو نزول الماء کی بیماری دور ہو جاتی ہے۔ اس کی ہڈی اگر جھاؤ کے درخت کی لکڑی کے ساتھ جلا کر اس کی راکھ روغن گلاب جو چراغ میں جل چکا ہو ملا کر ٹوٹے ہوئے دانت پر لگالی جائے تو دانت ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر بھیڑ کے بال عورت اپنی اندام نہانی میں رکھ لے تو حمل ضائع ہو جائے گا۔ اگر شہد کے برتن کو سفید بھیڑ کی اون سے ڈھک دیا جائے تو وہ چیونٹیوں سے محفوظ رہے گا۔

اَلضُّوَ ضَوُ

الضُّوضَوَ: ایک منحوس پرندہ جس کے پروں پر طرح طرح کے نقطے ہوتے ہیں۔

اَلضَّبُّ

(گوہ) الضب: یہ ایک بری جانور ہوتا ہے جو سوسمار کے مشابہ ہوتا ہے۔

بقول اہلِ لغت ضب اسماء مشترک میں سے ہے۔ متعدد معانی کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ اونٹ کے پاؤں کے ورم کو بھی ضب کہتے ہیں اور مسمار آہنی کو بھی ضب کہتے ہیں۔ منی میں واقع مسجد خیف کی اصل پہاڑ کا نام بھی ضب ہے۔ ضبۃ الکوفۃ ضبۃ البصرۃ' عرب کے دو قبیلوں کا نام ہے۔ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے لئے مٹھی میں تھن کو دبانا' کو بھی ضب کہتے ہیں۔ چنانچہ اس معنی کی تائید ابن درید کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

جَمَعْتُ لَهٗ کَفِّیْ بِالرمح طاعناً کَما جمع الْخلْفَیْنَ فِی ضب حَالِبُ

ترجمہ:- میں نے نیزہ مارنے کے لئے اس طرح مٹھی میں دبالیا جس طرح دودھ دوہنے والا اپنی مٹھی میں اونٹنی کے دو تھن دبالیتا ہے۔

اس کی کنیت ابوحسل آتی ہے اور جمع ضباب اور اضب جیسے کف کی جمع اکف آتی ہے۔ مونث کے لئے۔ ضَبَّۃٌ بولتے ہیں۔ اہلِ عرب کا قول ہے "لَا فْعَلُہٗ حَتّٰی یَرِ دالضَّبُّ" (جب تک گوہ پانی میں نہ اترے میں اس کام کو نہیں کروں گا) اور چونکہ گوہ پانی میں نہیں آتی لہٰذا اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس کام کو کبھی نہیں کروں گا۔

ابن خالویہ کا قول ہے کہ گوہ پانی نہیں پیتی اور سات سو سال یا اس سے بھی زیادہ زندہ رہتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہر چالیس دن کے بعد ایک قطرہ پیشاب کا آتا ہے۔ اس کے دانت کبھی نہیں گرتے۔ نیز اس کے دانت جدا جدا نہیں ہوتے بلکہ پورا دانتوں کا ایک قطعہ ہوتا ہے۔ شعراء نے جانوروں کی زبانی جو اشعار وضع کئے ہیں ان میں گوہ کی زبانی وضع کردہ یہ شعر ہیں۔

ثُمَّ قَالَتُ السَّمَکَۃُ رُ دْیَاضَبُ: اَصْبَحْ قَلْبِیُ صَرُ دً۔ الاَ یَشْتَھِیُ اَنْ یَرْ دَا۔ اُلِاَ عُرَاذَاِ عُرَ ادًا۔ وَصَلْیَانًا بُرُدً۔ وَعَنکشاً مُلْتَبِدًا

ترجمہ:- (مچھلی نے کہا اے گوہ چپ رہ) ضب نے جواباً کہا: میرا قلب خالی ہو گیا ہر آرزو تمنا سے اور اب اسے ٹھنڈک کی بھی کوئی آرزو

نہیں رہی اب شدید گرمی اور ٹھنڈک دونوں برابر ہیں خواہ لوٹ پوٹ ہو جاؤں گرم ریت میں یا نمناک مٹی میں۔
مچھلی اور گوہ کے اس تضاد کی جانب حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں اشارہ فرمایا ہے۔

وَکَیْفَ اَخَافُ الْفَقْرَ وَاللّٰہُ رَازِقِیْ وَرَازِقُ ھٰذَا الْخَلْقِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ

ترجمہ:- (اور میں کس طرح فقر سے خوفزدہ ہو جاؤں جبکہ اللہ تعالیٰ میرا رزق ہے اور وہ مخلوق کی تنگی وفراخی میں رازق ہے۔

تَکَفَّلَ بِالْاَرْزَاقِ لِلْخَلْقِ کُلِّھِمْ وَلِلضَّبِّ فِی الْبَیْدَاءِ وَلِلْحُوْتِ فِی الْبَحْرِ

ترجمہ:- (وہ اپنی تمام مخلوق کے رزق کی کفالت کرتا ہے اور گوہ کو جنگل میں اور مچھلی کو سمندر میں رزق دیتا ہے۔

جس علاقے میں گوہ کثرت سے پائی جاتی ہے اس کے لئے ''ضَبُّ الْبَلَدُ'' یا ''اَضَبُّ الْبَلَدُ '' استعمال کرتے ہیں یعنی اس علاقے میں کثرت سے گوہ پائے جاتے ہیں۔ اور ''اَرضِ ضَبِبَۃٌ 'بہت گوہ والی زمین''۔

عبداللطیف بغدادی کہتے ہیں کہ سوسمار' گوہ' کرگٹ' چھپکلی اور شحمۃ الارض (سانڈ) صورت وشکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ سوسمار اور حرذون کی طرح گوہ میں نر کے دوذکر اور مادہ کے دوفرج ہوتی ہیں۔

عبدالقاہر کا بیان ہے کہ گوہ گھڑیال کے چھوٹے بچہ کے برابر ایک جانور ہے۔ اس کی دم بھی اسی جیسی ہوتی ہے اور یہ گرگٹ کی طرح آفتاب کی تمازت سے رنگ بدلتی رہتی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ''کتاب العقوبات'' میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ گوہ اپنے بل میں بنی آدم کے ظلم سے لاغر ہو کر مر جائے گی۔

جب حضرت ابوحنیفہؒ سے گوہ کے ذکر کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سانپ کی زبان کی مانند جڑ تو ایک ہی ہے البتہ اس میں دو شاخیں بن گئی ہیں۔

گوہ جب انڈا دینا چاہتی ہے تو زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس میں دیتی ہے۔ پھر اس کو مٹی میں ڈال کر دبا دیتی ہے اور روزانہ اس کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ چالیسویں دن بچے نکل آتے ہیں۔ گوہ ستر یا اس سے بھی زائد انڈے دیتی ہے اور اس کے انڈے کبوتری کے مشابہ ہوتے ہیں۔

گوہ اپنے بل سے کم بینائی کی حالت مین نکلتی ہے اور پھر سورج کو تک کر اپنی بینائی بڑھاتی ہے۔ جب اس پر بڑھاپا آجاتا ہے تو اس کی غذا صرف بادِ نسیم ہو جاتی ہے۔ ہوا کی ٹھنڈک پر اس کا دارومدار ہوتا ہے کیونکہ بڑھاپے میں اس کی رُطوبت فنا ہو کر حرارتِ عزیزی کم ہو جاتی ہے۔

بچھو اور گوہ میں دوستی ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ اپنے بل میں بچھو کو داخل کر لیتی ہے تاکہ جب کوئی اس کو پکڑنے کی غرض سے اس کے بل میں ہاتھ ڈالے تو بچھو اس کو ڈنگ مار دے۔ یہ اپنا گھر پتھریلی زمین میں بناتی ہے تاکہ پانی کے سیلاب اور زمین کھودنے والے سے محفوظ رہے۔ سخت اور پتھریلی زمین میں گھر بنانے کی وجہ سے اس کے ناخن کند ہو جاتے ہیں۔ گوہ میں نسیان اور راستہ بھول جانے کی عادت ہے اسی لئے حیرانی میں اس کی مثال دی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ اپنا گھر بلند مقامات یا ٹیلوں پر بناتی ہے تاکہ جب اپنی غذا کی تلاش میں نکلے تو اپنے گھر کو نہ بھولے۔ عقوق یعنی ایذارسانی میں ضرب المثل ہے کیونکہ یہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے اور صرف وہی بچے بچتے ہیں جو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی کی جانب شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

اَکَلْتَ بَنِیْکَ اَکْلَ الضَّبِّ حَتّٰی تَرَکْتَ بَنِیْکَ لَیْسَ لَھُمْ عَدِیْدُ

ترجمہ:- تونے گوہ کی طرح اپنے لڑکے کو کھالیا حتیٰ کہ تو نے اپنے لڑکوں کو اس قدر محدود تعداد میں چھوڑا ہے جن کا کوئی شمار نہیں۔

أأذْكُرُ حَاجَتِي أَم قَدْ كَفَانِي حَبَاؤُكَ إنَّ شِيمَتَكَ الوفاءُ

ترجمہ:- میں حاجت کو بیان کروں یا میرے لئے تیرا مرحبا کہنا کافی ہے کیونکہ تیری عادت وفا کرنے کی ہے۔

اَذَا اثْنٰى عَلَيْكَ الْمَرْءُ يَوْمًا كَفَاهُ مَنْ تَعَرُّضِهِ الثَّنَاءُ

ترجمہ:- جب کوئی شخص ایک روز تیری تعریف کر دے تو یہ ایک دن کی تعریف بار بار کی تعریف سے بہتر ہے۔

كَرِيْمٌ لاَ يُغَيِّرُهُ صَبَاحٌ عَنِ الْخُلُقِ الْجَمِيْلِ وَلاَ مَسَاءُ

ترجمہ:- کریم شخص کی صبح وشام اخلاق حسنہ کو تبدیل نہیں کرتی۔

يُبَارِي الرِّيحَ تَكْرُمَةً وَفَجْدًا اِذَا مَا الضَّبُّ اَحْجَرَهُ الشِّتَاءُ

ترجمہ:- شرافت اور بزرگی میں ہوا سے مقابلہ کرتا ہے جس وقت گوہ کو سردی بل میں بند کر دیتی ہے۔

فَاَرْضُكَ كُلُّ مَكْرُمَةٍ بِنَاهَا بَنُو تَمِيمٍ وَاَنْتَ لَهَا سَمَاءُ

ترجمہ:- ہر شرافت اور بزرگی تیری زمین ہے جس کو بنو تمیم نے بنایا ہے اور تو اس زمین کا آسمان ہے۔

حدیث میں تذکرہ:-

ہدار قطنی، بیہقی اور ان کے استاد ابن عدی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی قبیلہ بنوسلیم کا آیا۔ یہ شخص گوہ کا شکار کر کے اسے اپنی آستین میں رکھکر اپنے مقام پر لے جا رہا تھا۔ جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حلقہ بناتے ہوئے ایک جماعت کو دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ جماعت کس کے پاس جمع ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس شخص پر جو نبوت کا مدعی ہے۔ پس وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! عورتوں نے تجھ جیسا زبان دراز جھوٹا شخص کوئی نہیں جنا (نعوذ باللہ) پس اگر مجھے اس بات کا اندازہ نہ ہوتا کہ اہل عرب مجھ کو جلد باز کہیں گے تو میں تجھ کو قتل کر کے تمام لوگوں کو خوش کر دیتا۔ یہ بے ہودہ گوئی سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت فرمائیے میں اس کو قتل کر دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں، عمر کیا تم کو معلوم نہیں کہ بردبار شخص نبوت کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر وہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور کہا کہ لات اور عزیٰ کی قسم میں آپؐ پر اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ گوہ تم پر ایمان نہ لے آئے اور وہ گوہ آستین سے نکال کر نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھوڑ دی اور کہا کہ اگر یہ گوہ تم پر ایمان لے آئے تو میں بھی تم پر ایمان لے آؤں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز لگائی اے گوہ! آپ کی آواز سن کر گوہ نہایت ہی شستہ اور فصیح زبان میں جس کو سب لوگ سمجھ رہے تھے گویا ہوئی ''لبیک و سعدیک یا رسول رب العالمین'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے فرمایا اے گوہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ گوہ نے جواب دیا، اس ذات کی آسمان میں جس کا عرش ہے اور زمین پر جس کی سلطنت ہے اور سمندر میں جس کی سبیل ہے اور جنت میں جس کی رحمت ہے اور دوزخ میں جس کا عذاب ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا آپ پروردگارِ عالم کے رسول خاتم النبیین ہیں، جس نے آپ کی تصدیق کی فلاح یاب رہا اور جس نے تکذیب کی وہ خائب و خاسر ہوگا۔ گوہ کے زبانی یہ سن کر اعرابی نے کلمہ شہادت

پڑھا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔ خدا کی قسم میں جس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی آپ سے زیادہ مبغوض نہیں تھا اور خدا کی قسم! اب آپ میرے لئے میری جان اور میری اولاد سے محبوب ہیں۔ میرا رواں میرا ظاہر و باطن پوشیدہ اور علانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے تجھے اس دین کی ہدایت دی جو غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس دین کو بغیر نماز کے قبول نہیں فرماتے۔ اور نماز بغیر قرآن کے قبول نہیں فرماتے۔ اس اعرابی نے کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قرآن سکھا دیجئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص سکھا دی۔ پس اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ! مختصر سے مختصر اور طویل سے طویل کلاموں میں بھی میں نے اس سے عمدہ کلام نہیں سنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پروردگار عالم کا کلام ہے کوئی شعر نہیں ہے۔ جب تو سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھ لے تو گویا تو نے ایک ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور جب اس کو دو مرتبہ پڑھ لے تو گویا تو نے دو ثلث قرآن کریم پڑھ لیا اور اگر تین مرتبہ اس کو پڑھ لیا تو پورا قرآن کریم پڑھ لیا۔

اعرابی نے کہا کہ ہمارا معبود تھوڑا قبول کر کے اس کے عوض میں بہت سا دیتا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے معلوم کیا کہ تیرے پاس مال و دولت ہے۔ اس نے بتایا کہ پورے بنو سلیم میں مجھ سے زیادہ تنگ دست کوئی شخص نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ اس کو مال دو۔ پس صحابہؓ نے ان کو اتنا مال دیا کہ حیران کر دیا۔ عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ میں ان کو ایک دس ماہ کی گابھن اونٹنی دیتا ہوں جو اس قدر تیز رفتار ہے کہ آگے والے کو پا لیتی ہے لیکن کوئی پیچھے والا اس کو نہیں پکڑ سکتا جو تبوک کے لئے بھیجی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ دیا ہے اس کو بیان کر دیا اور اس کے عوض اللہ تعالیٰ جو تم کو عطا فرمائے گا میں اس کو بیان کروں۔

حضرت عبدالرحمان نے عرض کیا حضورؐ بیان فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا تم کو اس کے عوض میں ایک اونٹنی ملے گی جو سپید کشادہ موتی کی طرح ہوگی جس کے پاؤں سبز زبرجد کے اور آنکھیں سرخ یاقوت کی ہوں گی۔ اس کے اوپر ایک ہودج ہوگا اور ہودج پر سندس اور استبرق ہوگا۔ یہ اونٹنی تم کو پل صراط پر کوندتی ہوئی بجلی کی مانند لے کر گزر جائے گی۔ پھر اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ان کو ایک ہزار گھوڑوں پر سوار تلواروں سے مسلح ایک ہزار اعرابی ملے۔ ان مومن اعرابی نے ان سے دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس جھوٹے کے پاس جا رہے ہیں جو مدعی نبوت ہے۔ ان مومن اعرابی نے ان لوگوں کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھا تو ان لوگوں نے کہا کہ اچھا تم بھی صابی ہو گئے؟ تو انہوں نے پورا قصہ ان لوگوں کو سنایا یہ قصہ سن کر وہ ہزاروں بیک وقت "**لا اله الّا الله محمد الرسول الله** پڑھ کر مشرف باسلام ہو گئے (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔

اس کے بعد یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں خدمت پر مامور فرمائیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ آپ لوگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ۔ آپ کے زمانۂ مبارک میں ان ایک ہزار لوگوں کے بعد اتنی بڑی تعداد میں ایک ساتھ پھر کبھی نہ عرب نہ عجم میں لوگ ایمان لائے۔

شرعی حکم

گوہ کا کھانا (شوافع کے یہاں) بالاتفاق حلال ہے اور احناف بالاتفاق حرمت کے قائل ہیں۔ وسیط میں مذکور ہے کہ حشرات الارض میں کوئی جانور سوائے گوہ کے حلال نہیں ہے۔ ابن صلاح نے اپنی کتاب "مشکل" میں لکھا ہے کہ گوہ ناپسندیدہ ہے۔ شیخین نے

حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیکن میرے وطن میں پائی جاتی ہے اس لئے میں اس کو ناپسند کرتا ہوں''۔

سنن ابی داؤد میں مروی ہے:۔

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھنی ہوئی گوہ دیکھیں تو تھوکا' اس پر حضرت خالدؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! شاید آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں؟ اس کے بعد ابوداؤد نے پوری حدیث نقل کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی حرام قرار دیتا ہوں''۔

دوسری روایت میں ہے:۔

''گوہ کو تم لوگ کھالو اس لئے کہ یہ حلال ہے''۔ پس یہ تمام روایتیں اباحت کی صریح دلیل ہیں''۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اہل عرب اس کو اچھا اور پاک سمجھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے۔

اكلْتُ الضِّبابَ فَمَا عفتها وَانِّىْ اِشْتَهَيْتُ قَدِيْدَ الْغَنَمِ

ترجمہ:۔ میں نے گوہ کھائی اور میں اس سے نہیں رکا اور مجھے اب بکری کے سوکھے ہوئے گوشت کی خواہش ہے۔

وَلَحْمُ الْخُرُوْفِ حنِيذا وَقُلْ اَتَيْتُ بِهِ فَاتراً فى الشبم

ترجمہ:۔اور بکری کے بچہ کے بھنے ہوئے گوشت کی اور تحقیق کہ میں اس کو جلد ہی لایا منہ میں پانی آنے کی حالت میں۔

وَاَمَا البِهَضْ وَحِيتَا نُكُمْ فَاصْبَحْتُ مِنْهَا كَثِيْرُ السَّقم

ترجمہ:۔اور دودھ آمیز چاول اور تمہاری مچھلیوں سے میں بیمار ہوگیا۔

وَرَكَّبْتُ زُبَداً عَلٰى تَمَرَةٍ فَنِعْمَ الطَّعَامُ وَنِعْمَ الْاِدَم

ترجمہ:۔اور میں نے کھجور پر مسکہ رکھا پس بہترین کھانا اور بہترین دسترخوان تیار ہوگیا۔

وَقَدْ نِلْتُ مَنْهَا كَمَا نلْتمُوْا فَلَمْ اَرَ فِيْهَا كَضَبِّ هَرَم

ترجمہ:۔اور میں نے اس سے پالیا جیسا کہ تم نے پایا۔ پس میں نے اس میں گوہ جیسی عمدگی نہیں دیکھی۔

وَمَا فِى التِيُوْسِ كَبَيْضِ الدَّجَاج وَبَيْضُ الدَّجَاجُ شِفَاء الْقرِمِ

ترجمہ:۔اور بکروں میں مرغی کے انڈوں جیسی خوبی نہیں ہے اور مرغی کے انڈے گوشت کے شوقین کی دوا ہے۔

وَمَكْنُ الضَّبَابِ طَعَامَ الْعَرْبِ وَكَاشِيُهٖ منها رءوس العجم

ترجمہ:۔اور گوہ کے انڈے اہل عرب کی غذا ہے اور اس کی دم کی گرہیں عجمیوں کے سروں کی مانند ہے۔

ہمارے (شوافع) نزدیک اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے جبکہ احناف کے یہاں مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے ایک جماعت سے اس کی حرمت نقل کی ہے لیکن علامہ نوویؒ نے اس کی صحت کا انکار کیا ہے۔

اور یہ حدیث عبدالرحمن بن حسنہ سے مروی ہے۔

''فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک ایسی جگہ قیام کیا جہاں گوہ بکثرت موجود تھیں۔ پس جب ہمیں بھوک لگی تو ہم نے گوہ پکائی۔ جس وقت

ہنڈیا جوش مار رہی تھی تو ہمارے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کیا پک رہا ہے۔ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم کی صورت مسخ کر کے حشرات الارض بنا دیا گیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ گوہ بھی اسی میں سے نہ ہو اس لئے میں نہ اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں''۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کا گزر مشرکین کے ایک درخت کے قریب سے ہوا جس کا نام ''ذات انواط'' تھا۔اس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے صحابہ کرامؓ نے اس درخت کو دیکھ کر حضور سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط بنا دیجئے جس طرح ان لوگوں کا ذات انواط ہے۔حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا سبحان اللہ! یہ ایسا ہی مطالبہ ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کیا تھا کہ اے موسیٰؑ! ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کے معبود ہیں۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی ذرہ ذرہ چیزوں میں پوری پوری اتباع کرو گے۔حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ضرور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرو گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یہود و نصاریٰ کی۔حضورؐ نے فرمایا تو پھر کس کی۔

ضرب الامثال

گوہ چونکہ عموماً راستہ بھول جاتی ہے اس لئے گمراہ کے لئے اہل عرب بولتے ہیں۔اَضَلُّ مِنَ الضَّب (گوہ سے زیادہ گم کردہ راہ) کسی کی ایذا رسانی کے اظہار کے لئے کہتے ہیں "اَعَقُّ مِنَ الضَّبِ"(گوہ سے زیادہ آزاردہ) یہ مثل اس لئے چلی ہے کیونکہ گوہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے کسی کی طویل العمری کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں اَحیَا مَنَ الضَّبِ (گوہ سے زیادہ دراز عمر) یہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ گوہ کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔اس طرح کہتے ہیں اَجبَنُ مِنَ الضَّبِ (گوہ سے زیادہ بزدل) اور "اَبلَهَ مِنَ الضَّبِ (گوہ سے زیادہ احمق) اور اَخدَعَ مِنَ الضَّبَ (گوہ سے زیادہ دھوکہ باز)

شاعر نے کہا ہے۔

اَخدَعُ مِنْ ضَبٍّ اِذا جَاءَ حَارِسٌ اَعَدَّ لَهٗ عِندَ الذَّبَابَةِ عَقرَبًا

ترجمہ:۔ اور گوہ اس قدر چالاک ہے کہ جب کوئی شکاری اسے شکار کرنے آتا ہے تو یہ اپنے بل کے منہ پر بچھو رکھتی ہے اور کسی شئے کی پیچیدگی کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں " اَعْقَدُ مِنْ ذَنْبِ الضَّب" (گوہ کی دم سے زیادہ گرہ دار) اہل عرب کہتے ہیں کہ کسی آدمی نے ایک اعرابی کو کپڑا پہنا دیا تو اس اعرابی نے کہا کہ میں اس کے صلہ میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں جس کا تجھے ابھی تک علم نہیں۔اور وہ یہ ہے کہ گوہ کی دم میں اکیس گرہیں ہوتی ہیں۔

طبی خواص

اگر گوہ کسی مرد کی ٹانگوں کے درمیان سے گزر جائے تو وہ مرد قابل جماع نہیں رہے گا۔ جو شخص گوہ کا دل کھالے اس کو غم اور خفقان سے نجات ہو جائے گی۔ گوہ کی چربی پگھلا کر ذکر پر مالش کرنے سے جماع کی خواہش بہت تیز ہو جاتی ہے۔اگر کوئی گوہ کھالے تو عرصہ دراز تک اس کو پیاس نہیں لگتی۔ جو شخص گوہ کے خصیہ اپنے پاس رکھ لے تو اس کے ملازمین اس کے فرمانبردار اور اس سے محبت کرنے لگیں گے۔گوہ کا ٹخنہ اگر کسی گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جائے تو کوئی بھی گھوڑا اس سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔اگر گوہ کی کھال کا غلاف بنا کر اس میں

تلوار رکھ لی جائے تو صاحبِ تلوار کے اندر شجاعت پیدا ہو جائے گی۔ اگر اس کی کھال کی کپی بنا کر اس میں شہد رکھا جائے تو جو شخص بھی اس شہد کو چاٹ لے گا اس کی قوت جماع میں بے پناہ شدت اور اضافہ ہوگا۔ گوہ کی پیٹ کا مرہم کلف اور برص کے لئے مفید ہے۔ بطور سرمہ آنکھ میں اس کی بیٹ کا استعمال نزول ماء کے لئے نافع ہے۔

تعبیر

خواب میں گوہ ایسے عربی شخص پر دلالت کرتا ہے جو لوگوں کے اور اپنے دوست کے مال میں چالاکی کرتا ہو کبھی اس سے مجہول النسب شخص بھی مراد ہوتا ہے اور کبھی ملعون شخص مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ مسخ شدہ جانور ہے اور کبھی اس سے مشکوک کمائی مراد ہوتی ہے اور کبھی اس کو خواب میں دیکھنا بیماری کی علامت ہے۔

الضبع

(کفتار۔ بجو) الضبع: اسم جنس ہے۔ نر کے لئے ضبعان بولتے ہیں اور جمع ضباعین آتی ہے جیسے سرحان کی جمع سراحین آتی ہے۔ مادہ کے لیے ضبعانۃ بولا جاتا ہے اور جمع ضبعانات آتی ہے۔ ضباع نر اور مادہ دونوں کی مشترک جمع ہے۔

ابن بری کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ مادہ کے لئے ضبعانۃ کا لفظ آتا ہے۔ یہ غیر مشہور ہے۔ ضبع کے بارے میں ایک لطیف مسئلہ ہے کہ لغت عرب میں عام اور معمول بہ اصول یہ ہے کہ جب مذکر اور مونث کا اجتماع ہو تو مونث پر مذکر غالب ہوتا ہے۔ کیونکہ مذکر اصل ہے اور مونث اس کی فرع ہے۔ مگر دو جگہ ایسی ہیں جہاں یہ اصول نہیں چلتا۔ اول یہ کہ جب آپ نر اور مادہ ضبع کا تثنیہ بناؤ گے تو ضبع مونث کو تثنیہ بناتے ہوئے ضبعان کہو گے۔ مذکر یعنی ضبعان کو تثنیہ نہیں بناؤ گے۔ کیونکہ اگر ضبعان کا تثنیہ بنایا جائے تو حروف زوائد زیادہ تعداد میں آئیں گے اس لئے کثرت زوائد سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

دوسرا مقام مونث کی ترجیح کا یہ ہے کہ تاریخ جب بیان کی جائے مذکر کو مؤنث کو ترجیح ہوگی کیونکہ تاریخ یعنی رات سے شروع ہوگی دن سے نہیں اور رات مؤنث ہے اور دن مذکر ہے۔ تاریخ کے باب میں ایسا اسبق کی رعایت کے لئے کرتے ہیں کیونکہ ہر مہینہ کی رات ہی پہلے ہوتی ہے۔ اسی کو حریری نے بھی ''درہ'' میں بیان کیا ہے کہ جب بھی مونث و مذکر کا اجتماع ہو تو مذکر غالب ہوتا ہے مگر تاریخ میں اس کے برعکس ہے اور ضبع کے تثنیہ میں بھی معاملہ برعکس ہے۔

ابن الانباری کی رائے یہ ہے کہ ضبع نر اور مادہ دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ ابن ہشام خضراوی نے بھی اپنی کتاب ''الافصاح فی فوائد الایضاح للفارسی'' میں ابو العباس سے اسی طرح نقل کیا ہے تاہم مشہور وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔ ضبع کی تصغیر اضیبع آتی ہے جیسا کہ باب الالف میں ''الاسد'' کے عنوان میں مسلم شریف کے باب ''اعطاء القاتل سلب المقتول'' میں ابو قتادہ کے حوالہ سے لیث کی حدیث میں مذکور ہوا ہے اس میں ہے کہ۔

''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ سن کر اس شخص سے) کہا کہ خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا (کہ ہم مقتول کا سامان، قریش کے ایک چھوٹے سے بجو کو دے دیں اور (ابو قتادہ) اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہیں''۔

خطابی کا شاذ قول یہ ہے کہ اضیبع ایک قسم کا پرندہ ہے۔ ضبع کے اور بھی مختلف اسماء ہیں مثلاً جَیْأَلَ جعار اور حفصة وغیرہ۔ اس کی

کنیت ام خنوز' ام طریق' ام القبور ، ام عامر اور ام نوفل آتی ہیں اور نر کی کنیت ابو عامر' ابو کلدہ ار ابوالھنبر آتی ہیں۔
باب الہمزہ والف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ارنب (خرگوش) کی طرح بجو کو بھی حیض آتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے ''ضَحِکَتِ الارنب'' (خرگوش کو حیض آگیا)۔
شاعر کہا ہے ۔

فضحک الارانب فوق الصفا کمثل دم الحرب یوم اللقاء

ترجمہ:- صفا کے اوپر خرگوش کا حیض مقابلہ کے دن لڑائی کے خون کی مانند ہے۔
اور ابن الاعرابی نے اپنے بھانجے تابط شرا کے قول سے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں۔

تضحکُ الضبع لِقَتْلٰی هُذَیْلٌ وتریٰ الذئب لها یستهِلُّ

ترجمہ:- مقتولین ہذیل کی وجہ سے بجو کو حیض آنے لگا اور تو دیکھے گا کہ بھیڑیا اس کو بھونکتا ہے (یعنی جب بجو لوگوں کا گوشت کھاتا ہے اور ان کا خون پیتا ہے تو اس کو حیض آنے لگتا ہے)
ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

اضحکتِ الضِباعَ سیوفُ سَعدٍ لقتلیٰ ماذُفن وَلاَ وَدِیْنا

ترجمہ:- اور بجو ہنسے سعد کی تلواروں پر اور مقتولین نہ تو دفن کئے گئے اور نہ ان کی دیت دی گئی۔
ابن درید نے اس بات کی تردید کی ہے کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کیا کوئی ایسا شخص ہے جس نے حیض آتے وقت بجو کو دیکھا ہے۔ جس سے کہ یہ ثابت ہو سکے، کہ بجو کو حیض آتا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ بجو مقتولین کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ جب ان مقتولین کو کھاتا ہے تو کثرت سے ایک دوسرے پر دانت چلاتا ہے اور اس دانت چلانے کو شاعر نے ہنسنے سے تعبیر کر دیا۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بجو ان مقتولین کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے اس لئے اس کی مسرت کو ضحک سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ ہنسنا بھی مسرت ہی کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے سبب کو مسبب کا نام دے دیا گیا جس طرح عنب کو خمر کہتے ہیں۔
''تستهل الذئاب'' کے معنی بھیڑیے کا چلانا اور بھونکنا ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ جاحظ نے اور زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں اور قزوینی نے ''عجائب المخلوقات'' اور ''مفید العلوم ومبید الھموم'' میں اور ابن اصلاح نے اپنی کتاب ''رحلت'' میں ارسطا طالیس وغیرہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ خرگوش کی طرح بجو بھی ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے۔ حالت مونث میں بچے دیتا ہے اور حالت مذکر میں حاملہ ہوتا ہے۔
قزوینی کا بیان ہے کہ عرب میں ایک قوم ہے جس کو لوگ ضبعی کہتے ہیں۔ اگر کسی مکان میں ایک ہزار لوگ جمع ہوں اور ایک شخص اس قوم (ضبعی) کا ہو تو ایسی صورتِ حال میں اگر بجو اس مکان میں آجائے تو سوائے اس شخص (ضبعی) کے کسی کو نہیں پکڑے گا۔
بجو کو لوگ عرج یعنی لنگ سے منسوب کرتے ہیں مگر درحقیقت میں یہ لنگڑا نہیں ہوتا۔ دیکھنے والوں کو لنگڑا اس لئے نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کے جوڑ قدرتی طور پر ڈھیلے ہوتے ہیں اس کی داہنی کروٹ میں بمقابلہ بائیں کروٹ کے رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔
انسان کے گوشت کا بے حد شوقین ہونے کی وجہ سے قبریں کھودنا اس کا خاص مشغلہ ہے۔ بجو جب کسی انسان کو سوتا ہوا پاتا ہے تو اس

کے سر کے نیچے زمین کھود کر بیٹھ جاتا ہے اور میتو ادبا کر اس کا خون چوس کر ہلاک کر دیتا ہے۔ بجو فاسق یعنی بدکار جانور ہے۔ چنانچہ اس کی نوع کا کوئی بھی جانور جب اس کے پاس سے گذرتا ہے تو یہ فوراً اس پر چڑھ بیٹھتا ہے یعنی جفتی کر لیتا ہے۔ عرب میں بجو فاسدی ہونے میں ضرب المثل ہے۔ کیونکہ جب کبھی یہ بکریوں میں گھس جاتا ہے تو تباہی مچا دیتا ہے بھیڑیئے کی طرح ایک آدھ بکری کو اٹھا کر نہیں لے جاتا البتہ جب بھیڑیا اور بجو ایک ساتھ کسی ریوڑ میں گھس جاتے ہیں تو بکریاں ان دونوں سے محفوظ رہتی ہیں کیونکہ یہ آپس میں لڑنے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کو بکری کے پکڑنے سے روکتے ہیں۔ اس لئے اہل عرب اپنی دعا میں کہتے ہیں: اَللّٰھُمَّ ضَبُعًا وَذِئبًا یعنی کہ اگر بکریوں میں بھیڑیا آئے تو اس کے ساتھ بجو بھی آئے تا کہ بکریاں ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ کسی شاعر نے اسی مضمون کو اس شعر میں نظم کیا ہے۔

تفرقت غنمی یَوْمًا فَقُلْتُ لها يَارَبِّ سَلِّطْ عَلَيْهَا الذئب والضبعا

ترجمہ:- ایک روز میری بکریاں تتر بتر (منتشر) ہو گئیں تو میں نے یہ دعا مانگی اے میرے رب ان پر بھیڑیئے اور بجو ایک ساتھ مسلط کر دے۔

جب اصمعی سے اس شعر کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ آیا یہ شعر بکریوں کے بارے میں دعا خیر ہے یا بددعا تو اصمعی نے جواب دیا کہ دعا خیر ہے۔

اگر چاندنی رات میں کتا کسی دیوار یا چھت وغیرہ پر کھڑا ہوا ہو اور زمین پر اس کا سایہ پڑ رہا ہو تو اگر اس سایہ پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا فوراً نیچے گر جاتا ہے اور پھر بجو اس کو کھا جاتا ہے۔ بجو حماقت سے موصوف ہے اس لئے کہ اس کے شکاری اس کے بل کے دروازے پر کھڑے ہو کر وہ کلمات بولتے ہیں جن سے اس کا شکار کیا جاتا ہے تو یہ گرفت میں آ جاتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذیخ (نر بجو) کے بیان میں ہم لکھ چکے ہیں۔ جاحظ ان کلمات کو جن کو بول کر اس کا شکار کیا جاتا ہے عرب کی بے ہودہ گوئی کہتے ہیں۔ بھیڑیئے سے ایک بشہ پیدا ہوتا ہے جس کو ''عسبار'' (بجو کے مشابہ ایک جانور ہے جو افریقہ میں ہوتا ہے) کہا جاتا ہے۔ راجز نے کہا ہے۔

يااَلَيْتُ لِي نَعْلَيْنِ من جلدِ الضَبع و شر كاً من ثفر هالا تنقطع كل الحذاءِ يحتذى الحافى الو اقع

ترجمہ:- کاش کہ میرے پاس جوتے ہوتے بجو کی کھال کے اور ان جوتوں کے بند بھی بجو کے بالوں کے ہوتے تو وہ کبھی نہ ٹوٹتے۔

شرعی حکم

شوافع کے یہاں اس کا کھانا حلال ہے۔ امام شافعیؒ اس کی حلت کی دلیل اس طرح دیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی ناب درندہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ پس جس جانور کے ناب طاقت ور ہوں اور وہ اپنے ناب سے شکار پر حملہ کرتا ہو تو اس جانور کا ناب سے حملہ کرنا یہ تحریم کی علت ہے مگر یہ علت بجو میں نہیں ہے اس لئے کہ بجو ناب سے حملہ نہیں کرتا بلکہ بغیر ناب کے حملہ کرتا ہے جیسا کہ باب الہمزہ والالف میں ''الاسد'' کے عنوان میں گزر چکا۔

امام احمدؒ اسحاقؒ ابو ثورؒ اور اصحاب حدیث اس کی حلت کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور مکروہ کی تعریف ان کے یہاں یہ ہے کہ جس کا کھانے والا گناہگار ہو۔ چنانچہ امام مالکؒ حتمی طور پر اس کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام شافعیؒ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی بجو کو کھاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور عطاءؒ بھی اس کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ سعید بن المسیب اور سفیان ثوریؒ بھی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ان حضرات کا مستدل یہ ہے کہ بجو ذی ناب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی ناب کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ہماری (شوافع) دلیل یہ حدیث ہے جو حضرت عبدالرحمن بن ابی عمارؓ سے مروی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بجو کے متعلق دریافت کیا کہ کیا یہ شکار ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں نے معلوم کیا کہ کیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں''۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجو شکار ہے اس کی جزا جوان مینڈھا ہے اور یہ ماکول اللحم ہے۔اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے''۔

ابن السکن نے بھی اس کو اپنی کتاب ''صحاح'' میں نقل کیا ہے۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری علیہ الرحمتہ سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

بیہقی میں حضرت عبداللہ بن المغفل سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بجو کے بارے میں آپؐ کی کیا رائے ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی اس کے کھانے سے کسی کو روکتا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جب اس سے منع نہیں فرماتے تو میں اس کو کھاؤں گا۔(اس حدیث کی سند ضعیف ہے)۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے پاس ہمیشہ بغیر کسی نکیر کے بجو کا گوشت فروخت ہوتا رہا ہے لہٰذا یہ اس کی حلت کی دلیل ہے اور رہی وہ حدیث شریف جس میں ہر ذی ناب کے کھانے کی ممانعت ہے۔تو وہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ وہ جانور اپنے ناب سے شکار کر کے غذا حاصل کرتا ہو اور اس کی ایک دلیل خرگوش ہے۔ جو ذی ناب ہونے کے باوجود حلال ہے کیونکہ اس کے ناب کمزور ہوتے ہیں جس سے یہ کسی پر حملہ نہیں کرتا۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں''اَحْمَقُ مِنَ الضَّبُعَ'' (بجو سے زیادہ بے وقوف) بجو کے متعلق عرب میں رائج مشہور مثالوں میں سے ایک مثال وہ ہے جس کو بیہقی نے''شعب الایمان'' کے آخر میں ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یونس ابن حبیب سے بجو ام عامر کی مشہور مثل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا قصہ اس طرح ہے کہ چند لوگ گرمیوں کے موسم میں شکار کے لئے نکلے۔ جب وہ شکار کی تلاش میں پھر رہے تھے تو ان کو ایک ام عامر (بجو) نظر آیا۔شکاریوں نے اس کا پیچھا کیا مگر شکاری دوڑتے دوڑتے تھک گئے۔اور وہ بجو ان کے ہاتھ نہ آیا۔ چنانچہ آخیر میں شکاری اس بجو کو بھگاتے بھگاتے ایک اعرابی کے خیمہ کے پاس لے گئے۔بجو دوڑ کر خیمہ میں گھس گیا۔اس کو دیکھ کر اعرابی خیمہ سے باہر نکلا اور شکاریوں سے پوچھا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا ایک شکار جس کو ہم ہنکار رہے تھے آپ کے خیمہ میں گھس گیا ہے ہم اس کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر اعرابی بولا کہ خدا کی قسم جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے تم ہرگز اس تک نہیں پہنچ سکتے۔اعرابی کا چیلنج سن کر شکاری بجو کو چھوڑ کر چلے گئے۔اس کے بعد اعرابی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا اور

ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں پانی لے کر بجو کے سامنے رکھ دیا۔ بجو کبھی دودھ اور کبھی پانی پیتا رہا اور جب سیراب ہو گیا تو ایک کونے میں جا پڑا۔ رات کے وقت جب اعرابی اپنے خیمہ میں سو گیا تو بجو نے آ کر اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور اس کا خون پی لیا اور جو کچھ اس کے پیٹ میں اعضاء تھے وہ سب کھا لئے اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔

صبح کو جب اس کا چچا زاد بھائی آیا تو اعرابی کو اس حال میں دیکھ کر اس جگہ پہنچا جہاں دودھ پی کر بجو لیٹ گیا تھا۔ جب اس کو وہاں نہیں پایا تو اس نے سوچا کہ ہو نہ ہو یہ بجو ہی کا کام ہے۔ چنانچہ وہ تیر و کمان لے کر نکلا اور اس بجو کو تلاش کر کے اس کو مار ڈالا اور یہ اشعار پڑھے ۔

ومن يّصنع المعروف من غير اَهْلِه   يَلاقَى الذى لاقَى مُجِيْرُ اُمّ عَامِرِ

ترجمہ:- جو کسی نا اہل کے ساتھ بھلائی کرے گا تو اس کا وہی انجام ہوگا جو ام عامر (بجو) کو پناہ دینے والے کا ہوا۔

ادَامَ لِهَا حِيْنَ اِستجارت بِقُرْبه ٖ قَرَاهَا مِنَ الْبَانِ اللِّقَاحِ الغزائر

ترجمہ:- جب سے اس بجو نے اس کے قریب یعنی خیمہ کی پناہ لی تھی وہ برابر گابھن اونٹنی کے دودھ سے اس کی ضیافت کرتا رہا۔

وَاشْبَعَهَا حتّٰى اَذَا مَا تَمَلاتُ   فَرَتْهُ بانياب لها وَاظافر

ترجمہ:- جب وہ شکم سیر ہو گیا تو اس نے اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ اپنے دانتوں اور پنجوں سے اپنے محسن کا ہی پیٹ چاک کر دیا۔

فَقُلْ لذوى المعروف هٰذا جَزاءُ مِنْ   غدا يَصْنَعُ الْمَعْرُوْفَ مَعَ غَيْرِ شَاكِرِ

ترجمہ:- لہٰذا نیکی کرنے والوں سے کہہ دو کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو ناشکروں کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

میدانی نے کہا ہے کہ ایک مثال یہ بھی ہے "مَایَخفی هٰذا عَلَى الضَّبع" (یہ بات بجو سے بھی پوشیدہ نہیں ہے) یہ ایسی بات کے لئے بولتے ہیں جو عوام الناس میں مشہور ہو۔

طبی خواص

صاحب عین الخواص کا کہنا ہے کہ بجو کتے کو ایسے کھینچتا ہے جیسے لوہے کو مقناطیس۔ چنانچہ اگر کتا چاندنی رات میں کسی چھت یا دیوار وغیرہ پر کھڑا ہوا ہو اور اس کا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو تو اگر بجو کا قدم اس کے سایہ پر پڑ جائے تو کتا فوراً نیچے گر جاتا ہے اور پھر بجو اس کو کھا لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص بجو کی چربی اپنے بدن پر مل لے تو کتوں کی مضرت سے محفوظ رہے گا۔ اگر بجو کا پتہ خشک کر کے بقدر نصف دانق کسی عورت کو پلا دیا جائے تو اس کو ہم بستری سے نفرت ہو جائے گی اور شہوت کلیتاً ختم ہو جائے گی۔ اگر بجو کی کھال کی چھلنی بنا کر غلہ کا بیج اس میں چھان کر بویا جائے تو یہ کھیت ٹڈی کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔ مذکورہ بالا فوائد محمد بن زکریا رازیؒ کے بیان کردہ ہیں۔

عطارد بن محمد کا قول ہے کہ بجو عنب الثعلب یعنی مکوہ سے بھاگتا ہے لہٰذا اگر عرق مکوہ کی بند پر مالش کی جائے تو بجو کی مضرت سے حفاظت ہو جاتی ہے۔ جو شخص بجو کی کھال اپنے پاس رکھ لے اس کو کتے نہیں بھونک سکتے۔ اگر بجو کے پتا کو بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھوں کی دھند اور پانی اترنے کو فائدہ کرتا ہے اور اس سے آنکھوں کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ بجو کی داہنی آنکھ نکال کر اور اس کو سات یوم تک سرکہ میں ڈبونے کے بعد اگر انگوٹھی کے نگینہ کے نیچے رکھ لیا جائے تو جو شخص اس انگوٹھی کو پہنے گا اور جب تک یہ انگوٹھی اس کے ہاتھ میں رہے گی تب تک اس شخص پر نگاہ بد اور جادو وغیرہ اثر انداز نہیں ہوں گے اور اگر اس انگوٹھی کو پانی میں ڈال کر وہ پانی کسی مسحور کو پلایا جائے تو اس کا سحر (جادو) ختم ہو جائے گا اور یہ عمل مختلف قسم کے جادوؤں کے لئے بہت نافع ہے۔ بجو کا سر اگر برج حمام (کبوتروں کا مسکن) میں

رکھ دیا جائے تو اس برج میں کبوتروں کی کثرت ہو جائے گی۔ بجو کی زبان اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ میں لے لے تو کتے نہ اس کو بھونکیں گے اور نہ ضرر پہنچا ئیں گے۔ چور اور ڈاکو وغیرہ اکثر ایسا کرتے ہیں۔ جس شخص کو بجو کا خوف ہو وہ شخص جنگلی پیاز کی جڑ اپنے ہاتھ میں لے لے بجو اس کے قریب بھی نہیں آئے گا کیونکہ جنگلی پیاز سے بجو بھاگتا ہے۔ اگر بجو کی گدی کے بالوں کی دھونی کسی بیمار بچے کو سات یوم تک دی جائے تو وہ بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔

اگر بے خبری میں کسی عورت کا بجو کو ذکر گھس کر پلا دیا جائے تو اس عورت کی شہوت بالکل ختم ہو جائے گی اور جو شخص بجو کی شرمگاہ کا کچھ حصہ اپنے گلے میں بطور تعویذ ڈال لے تو ہر کوئی اس سے محبت کرنے لگے گا۔ بجو کے دانت کو اگر بازو میں باندھ لیا جائے تو نسیان ختم ہو جائے گا اور دانتوں کے درد میں بھی ایسا کرنا فائدہ مند ہے۔ اگر مکیال پر بجو کی کھال چڑھالی جائے اور پھر اس سے وہ غلہ ناپا جائے جو بیج کا ہو تو جس کھیت میں یہ بیج بویا جائے گا وہ کھیت تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ بجو کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ جو شخص اس کا خون پی لے اس کے دل سے وسوسہ ختم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے ہاتھ میں حنظل (اندرائن) لے لے بجو اس شخص سے دور بھاگ جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنے بدن پر بجو کی چربی کی مالش کر لے تو وہ کتوں کے کاٹنے سے مامون رہے گا۔

حنین ابن اسحاق کا قول ہے کہ اگر آنکھ سے بال اکھاڑ کر اس جگہ بجو، طوطے یا کسی اور درندے یا بکری کا پتہ لگا دیا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں اگتا۔ اگر کوئی شخص بجو کا قضیب سکھا کر اور پیس کر بقدر دانق پی لے تو اس کی شہوتِ جماع پر انگیختہ ہو اور عورتوں سے کبھی اس کا دل نہ بھرے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ اگر بجو کو پتا نصف درہم کے بقدر نصف درہم شہد کے ساتھ ملا کر پی لیا جائے تو سر اور آنکھوں کے جملہ امراض سے شفاء حاصل ہوگی اور نزول ماء کو خاص فائدہ ہوگا اور انتشار (ایستادگی ذکر) میں بھی اضافہ ہوگا۔ اور اگر اس کا پتہ شہد میں ملا کر آنکھ میں لگایا جائے تو اس میں جلاء اور خوبصورتی پیدا ہوگی۔ یہ دوا جتنی پرانی ہوگی اتنی ہی بہتر اور مفید ہوگی۔ حکیم ماسر جویہ کا قول ہے کہ بجو کے پتہ کو آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کرنے سے تیرگی اور پانی بہنے کو فائدہ ہوتا ہے۔

بجو کی ایک نادر خاصیت جس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے یہ ہے کہ اس کی داہنی ران کا بال جو اس کی سرین کے قریب ہو اکھاڑ کر جلانے کے بعد اس کو پیس کر زیتون کے تیل میں ملا لیا جائے اور پھر اس کو ایسے شخص کے لگایا جائے جس کے بغا (وہ پھوڑا یا زخم جس میں ریم جمع ہو گئی ہو) ہو تو وہ بغا (زخم) اچھا ہو جائے گا اور اگر مادہ بجو کا بال لے کر یہ عمل کیا جائے تو الٹا اثر ہوگا اور اچھے شخص کو بیمار کر دے گا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب عمل متعدد بار کا آزمودہ ہے۔

تعبیر

خواب میں بجو کا دیکھنا کشف اسرار اور فضول کاموں میں پڑنے کی علامت ہے۔ بعض اوقات نر بجو کو خواب میں دیکھنا کسی ہیجڑے پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی اس سے ظالم اور دھوکہ باز دشمن مراد ہوتا ہے اور کبھی بد اصل اور بدصورت عورت مراد ہوتی ہے اور کبھی جادوگر عورت مراد ہوتی ہے۔ ارطامیدورس کی رائے یہ ہے کہ بجو کو خواب میں دیکھنا دھوکہ دہی مراد ہے۔ جو شخص خواب میں بجو پر سوار ہو جائے اس کو سلطنت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم۔

ابو ضبة

(سیہی) باب الدال میں دراج کے عنوان سے گزر چکا۔

الضرغام

(ببر شیر) الـضـرغـام: ابوالمظفر سمعانی نے اپنے والد سے بہت ہی عمدہ بات نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن نصر الواعظ الحیوان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں ایک واقعہ کی وجہ سے بہت ہی خائف اور روپوش تھا اور خلیفہ کی جانب سے میری تلاش ہو رہی تھی۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بالا خانہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہوں اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جو کچھ میں بولوں اسے لکھو۔ چنانچہ اس نے درج ذیل اشعار پڑھے۔

اِدْفَعْ بِصَبْرِکَ حَادِثَ الْاَیَّام وَتَرْجِ لُطْفَ الْوَاحِدِ الْعَلَّامِ

ترجمہ:- حوادث روزگار کو صبر سے دفع کر اور خدائے واحد علام کی مہربانی کی اُمید رکھ۔

لَا تَیْأَسَنَّ وَاِنْ تَضَایَقَ کَرُھَا وَرَمَاکَ رَیْبُ صُرُوفُھَا بِسِھَام

ترجمہ:- اور ناامید مت ہو اگر چہ مصائب کی سختی تنگی پکڑ جائے اور ان حوادث کے تیر تیرے اوپر پڑنے لگیں۔

فَلَهٗ تَعَالیٰ بَیْنَ ذٰلِکَ فُرْجَةٌ تَخْفٰی عَلَی الْاَبْصَارِ وَالْاَوْھَام

ترجمہ:- اس تنگی کے درمیان اللہ تعالیٰ کے یہاں آسانی ہے جو آنکھوں سے اوجھل اور وہم و گمان سے مخفی ہے۔

کَمْ مَنْ نَجی بَیْنَ اَطْرَافِ الْقَنَاء وَفَرِیْسَةٌ سَلِمَتْ مِنَ الضَّرْغَامِ

ترجمہ:- کتنے لوگ ہیں جو نیزوں کی نوک سے بچ جاتے ہیں اور کتنے جانور ہیں جو شیروں کے جنگل سے صحیح و سلامت نکل آتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو من جانب اللہ کشائش پہنچی اور وہ خوف دور ہو گیا۔

علامہ طرطوشی کی کتاب ''سراج الملوک'' میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن حمدون نے بیان کیا ہے کہ جب خلیفہ متوکل دمشق پہنچا تو میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے رصافہ میں پہنچے اور اس کے محلات دیکھے۔ جب وہ باہر نکلے تو کھیتوں، نہروں اور درختوں کے درمیان ایک پرانا دیر نظر آیا۔ اس دیر میں داخل ہو گئے جب وہ اس میں گھوم رہے تھے تو دیکھا کہ اس کے صدر دروازہ پر ایک کتبہ چسپاں ہے آپ نے اس کو اکھاڑ کر دیکھا تو اس میں یہ اشعار تحریر تھے۔

اَیَامُنْزَلًا بِالدِّیْرِ اَصْبَحَ خَالِیاً تَلَاعِبُ فِیْهِ شِمَالٌ وَ دَبُوْرُ

ترجمہ:- دیکھو وہ دیر کا مکان خالی پڑا ہوا ہے اور اس کے اندر باد شمال و باد جنوب اٹھکیلیاں کر رہی ہیں۔

کَاَنَّکَ لَمْ یَسْکُنْکَ بِیْضٌ اَوَانِسُ وَلَمْ تَتَبَخْتَرْ فِیْ فَنَائِکَ حُوْرُ

ترجمہ:- اور اے مکان تو ایسا ہو گیا گویا تیرے اندر خوب صورت اور اُنس دینے والی عورتیں بسی ہی نہ تھیں اور نہ ہی سیاہ چشم حسین عورتیں تیرے صحن میں ناز و انداز سے چلی تھیں۔

وَاَبْنَاءُ اَمْلَاکٍ غَوَاشِمُ سَادَةَ صَغِیْرُھُمْ عِنْدَ الْاَنَامِ کَبِیْرُ

ترجمہ:- اور شہزادگان جو جنگ جو اور سردار تھے اور ان کا چھوٹا بھی لوگوں کی نظر میں بڑا تھا۔

اِ ذَ البَسُوْ ا اَ د رُ عَھُمْ فَعَوَ ا بِسٌ وَ اِ نْ لَبِسُوْ ا تِیْجا نَھُمْ فَبُدُ وْ رُ

ترجمہ:- جب وہ اپنی زرہیں پہن لیتے ہیں تو ترش ہو جاتے ہیں اور جب اپنے سروں پر تاج رکھ لیتے ہیں تو چودھویں رات کا چاند معلوم ہوتے ہیں۔

عَلٰی اَنَّھُمْ یوم اللِّقَاءَ دَرَاغِمٌ وَاَیْدِیْھِمْ یَوْمَ الْعَطَاءِ بَحُوْ رُ'

ترجمہ:- علاوہ ازیں وہ جنگ کے دن شیر ہوتے ہیں اور بخشش کے دن ان کے ہاتھ مثل سمندر کے ہوتے ہیں۔

لَیَالِیْ ھِشَامُ' بِالرُّصَافَة' قَاطِنُ' وَفِیْکَ اِبْنُهٗ یَادِیْرُ وَھُوَ اَمِیْرُ'

ترجمہ:- ہشام کی راتیں رُصافہ میں خوشگوار تھیں اور اس کا لڑکا تیرے اندر اے دیر امیر تھا۔

اِذَالدَّھْرُ غَضُ' وَالْخِلا فَةُ لُدْنَةُ' وَعَیْشُ بنُ مَرْوَانَ فِیْکَ نَضِیْرٌ

ترجمہ:- جبکہ زمانہ سازگار اور خلافت نرم تھی اور بنی مروان میں تیری زندگی تر وتازہ تھی۔

بَلٰی فَسُقَاکَ اللهُ صَوْبَ غَمَامَةٍ عَلَیْکَ بِھَا بَعْدَ الرَّوَاحِ بُکُورُ'

ترجمہ:- ہاں اللہ تعالیٰ تجھ کو بادل کی بارش سے سیراب کرے تجھ پر اس کے ساتھ شام کے بعد صبح ہے۔

تَذَکَّرْتُ قَوْمِیْ خالیاً فَبَکَیْتُھُمْ بشجوٍ وَمِثْلِیْ بِا الْبُکَاءَ جَدِیْرُ'

ترجمہ:- میں نے اپنی قوم کو تنہائی میں یاد کیا تو میں ان پر غم کی وجہ سے رو دیا اور مجھ جیسا شخص رونے کا زیادہ مستحق ہے۔

فَعَذَیْتُ نَفْسِیْ وَھِیَ نفس اَذا جریٰ لَھَا ذِکْرُ قَوْ مِیْ اَنة وَزَفِیْرُ'

ترجمہ:- پس میں نے اپنے نفس کو تسلی دی اور یہ نفس ہے جب اس کے سامنے میری قوم کا قصہ چھڑ جاتا ہے تو اس کے لئے کراہنا اور مصیبت ہے۔

لَعَلَّ زَمَانًا جار یَوْمًا عَلَیْھِمْ لَھُمْ بِالَّذِیْ تَھْوی النَّفُوْسُ یَدُوْرُ'

ترجمہ:- شاید زمانہ نے ان پر ایک روز ظلم کیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ خواہشات جو دلی ہیں وہ بھی پوری نہیں ہوئیں۔

فَیفرَحُ مَحْزُوْنُ' وَینعم بَائسُ' وَیُطْلَقُ مِنْ ضَیْقِ الوِثَاقِ اَسِیرُ'

ترجمہ:- پس غمزدہ خوش اور محتاج صاحب نعمت ہوتا ہے اور رسی کے پھندے سے قیدی آزاد ہو جاتا ہے۔

رُوَیْدَکَ اَنَّ الْیَوْ م یتبعْة غَدُ' وَاِنَّ صرُوفَ الدَّائراتِ تَدُورُ'

ترجمہ:- تیری رفتار یہ ہے کہ آج کے بعد کل آنے والی ہے اور بلا شبہ مصائب کی جولانیاں گردش کر رہی ہیں۔

جب متوکل نے ان اشعار کو پڑھا تو ان کو بدشگونی سمجھ کر ڈر گیا اور دیر کے راہب سے پوچھنے لگا کہ یہ اشعار کس نے لکھے ہیں۔ راہب نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کا علم نہیں۔ چنانچہ جب متوکل بغداد پہنچا تو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کے لڑکے منتصر نے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے قتل کی کیفیت اور بیان ہم باب الف میں لفظ ''الاوز'' کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں شابشتی کے حالات میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ رشید کا ہے اور آگے لکھا ہے کہ شابشتی کی نسبت کس جانب ہے معلوم نہیں ہو سکا۔

اَلضَّرَ یْسُ

(چکور جیسا جانور) الضریس: اس کا بیان باب الطاء میں طیہوج کے عنوان سے آئے گا۔ اس کے بارے میں ایک مثل مشہور ہے کہ "اَکْسَلُ مِنَ الضَّرِ یس" (ضریس سے زیادہ کاہل) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کاہلی کی وجہ سے اپنے ہی بچوں پر پاخانہ کر دیتا ہے۔

اَلضَّغْبُوْسُ

(لومڑی کا بچہ)

اَلضِّفْدَ عُ

(مینڈک) اَلضِّفْدَ ع: خضر کے وزن پر بکسر الضادو سکون الفاء و العین و بینهما دال مهملة
اس کی جمع ضفادع اور مؤنث کے لئے ضفدعة بولا جاتا ہے۔ عوم اس کو دال کے فتح کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ خلیل کا قول ہے کہ کلام عرب میں چار حرفوں کے علاوہ اور کوئی لفظ فعلل کے وزن پر نہیں آتا۔ وہ چار لفظ یہ ہیں (۱) درہم (۲) ھجرع بمعنی طویل (۳) ھبلع بمعنی بلند زمین (۴) بلعم۔ ابن صلاح کا قول ہے کہ اس میں لغت کے اعتبار سے دال پر کسرہ مشہور ہے اور عوام کی زبان پر دال پر فتحہ مشہور ہے اور بعض ائمہ لغت نے اس کا انکار کیا ہے۔

بطلیموسی نے ادب الکاتب کی شرح میں لکھا ہے کہ دال کے ضمہ کے ساتھ ضفدع بھی منقول ہے اور دال پر فتحہ بھی منقول ہے اور مطرزی نے اسی کو بیان کیا ہے۔

کفایہ میں مذکور ہے کہ مینڈک کو علجوم بھی کہتے ہیں۔ مینڈک کو ابوالمسیح، ابوہبیرہ، ابومعبد اور ام ہبیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مینڈک مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض سفاد یعنی جفتی سے پیدا ہوتے ہیں اور بعض بغیر سفاد کے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی پیدائش ایسے پانیوں سے ہوتی ہے جو بہتے نہیں اور گندے ہوتے ہیں۔ نیز بارش کے بعد بھی ان کی پیدائش ہوتی ہے حتی کہ بارش کے بعد سطح آب پر ان کی کثرت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بادل سے برسے ہیں۔ یہ کثرت نر اور مادہ کے مادہ تولید کا پھل نہیں ہے بلکہ یہ محض اس قادرِ مطلق کی صناعی کا کرشمہ ہے کہ اس نے مٹی میں ایسی خاصیت رکھ دی ہے کہ اس سے گھڑی بھر میں ان کا ظہور ہوتا ہے۔ مینڈک ان حیوانات میں سے ہے کہ جن میں ہڈی نہیں ہوتی۔ بعض مینڈک بولتے ہیں اور بعض نہیں بولتے۔ جو بولتے ہیں ان کی آواز ان کے کانوں کے پاس سے نکلتی ہے۔ جب مینڈک بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے نیچے کے جبڑے کو پانی میں داخل کرتا ہے اور جب اس کے منہ میں پانی بھر جاتا ہے تو بولنا بند کر دیتا ہے۔ ایک شاعر جو قلت کلام پر عتاب کا شکار ہوا تھا اس نے بہت ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

قَالَتِ الضِفْدَ عُ قَوْ لا فَسَّرَتْهُ الْحُكَمَاءُ فِيْ فَمِيْ مَاءٌ يَنْطِقُ مَنْ فِيْ فِيْهِ مَاء

ترجمہ:- مینڈک نے ایک بات کہہ دی اور حکماء نے اس کی تفسیر کر دی۔ میرے منہ میں پانی ہے اور بھلا جس کے منہ میں پانی ہو وہ کہیں بولتا ہے۔

يَجْعَلُ فِي الْاَشْدَاقِ مَاءً يَنصِفُهُ حَتّٰى يَنِقِ وَالنَّقِيْقُ يَتلَفُهُ

ترجمہ:- وہ اپنے جبڑوں میں بقدر نصف پانی بھرتا ہے حتٰی کہ بولنے لگتا ہے اور یہ بولنا ہی اس کو تباہ کر دیتا ہے(کیونکہ جب مینڈک بولتا ہے تو سانپ اس کا پیچھا کر کے اسے شکار کر لیتا ہے اور اپنی خوراک بنالیتا ہے۔

بعض فقہاء کا قول ہے کہ اس کی حرمت کی علت یہ ہے کہ ارض وسماء کی تخلیق سے پہلے مینڈک اُس پانی میں جس پر اللہ تعالیٰ کا عرش تھا اللہ تعالیٰ کا پڑوسی تھا۔

ابن عدی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مینڈک کو مت مارو اس لئے کہ اس کا ٹرانا تسبیح ہے''۔

سلمٰی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے متعلق دار قطنی سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ضعیف ہے۔میری (علامہ دمیریؒ کی) رائے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔

خطاف کے عنوان میں زمخشری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ مینڈک اپنے ٹرانے میں کہتا ہے''سبحان الملک القدوس''اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ مینڈک کو مت مارو اس لئے کہ جب مینڈک کا گزر اس آگ پر ہوا جس میں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا تھا تو مینڈک اپنے منہ میں پانی بھر کر اس آگ پر چھڑک رہے تھے۔

شفاء الصدور میں حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص سے مروی ہے:-

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مینڈکوں کو مت مارو کیوں کہ ان کا ٹرانا تسبیح ہے''۔

فقہی مسائل

پانی میں مینڈک کے مرجانے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس طرح دیگر غیر ماکول جانوروں کے مرجانے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ کفایہ میں ماوردی کے حوالہ سے ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ مینڈک مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا لیکن ہمارے شیخ نے اس حوالہ کو غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ حاوی اور دیگر کتب میں اس قول کا کہیں ذکر نہیں ہے۔

مینڈک جب ماءِ قلیل میں مرجائے تو امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم اس کو غیر ماکول مانتے ہیں تو بلا اختلاف پانی اس سے ناپاک ہو جائے گا اور ماوردی نے اس میں دو قول نقل کئے ہیں۔اول یہ کہ دیگر نجاستوں کی مانند اس سے بھی پانی ناپاک ہو جائے گا۔دوم یہ کہ پسو کے خون کی مانند یہ معفو عنہ ہے اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔پہلا قول اصح ہے۔

وفد یمامہ سے حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک سوال

جب مسلیمہ کذاب کے قتل کے بعد یمامہ کا وفد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دربار میں حاضر ہوا تو آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارا صاحب (مسلیمہ) کیا کہا کرتا تھا۔وفد کے لوگوں نے پہلے تو بتانے سے معذرت کی مگر جب آپ نے اصرار فرمایا اور کہا کہ ضرور بتاؤ تو انہوں نے کہا وہ یہ کہا کرتا تھا۔''يَاضِفْدَعُ اِبْنَةَ ضِفْدَعٍ كَمْ تَنَقِّيْنَ اَعْلَاكَ فِي الْمَاءِ وَاَسْفَلَكَ فِي الطِّيْنِ لَا الشَّارِبَ تَمْنَعِيْنَ وَلَا الْماءَ تَكْدُرِيْنَ''۔(اے مینڈکوں کی بیٹی مینڈکی!تو کب تک ٹرٹر کئے جائے گی۔تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حصہ مٹی میں ہے،تو نہ پانی پینے والے کو روک سکتی ہے اور نہ پانی کو گدلا کر سکتی ہے)

الامثال

کہتے ہیں ''اَفقُ مِنْ ضِفْدَعٍ'' (مینڈک سے زیادہ ٹرٹر کرنے والا) خطل شاعر نے کہا ہے۔

ضَفَادَعٍ فِیْ ظُلَماء لَیْلٍ تَجَاوَبَتْ فَدَلَّ عَلَیْهَا صَوْتُهَا حَیَّة الْبَحْرِ

ترجمہ:- مینڈکوں نے تاریک رات میں باہم گفتگو کی پس ان کی آواز نے سانپ کو ان کا راستہ بتادیا۔

یہ شعر گزشتہ صفحات پر گزر چکا ہے۔ یہ شعر ایسا ہی ہے جیسا کہ اہلِ عرب کا یہ قول ہے'' دَلَّ عَلٰی اَهْلِهَا بَرَاقِشُ '' (براقش نے اپنے اصل کا پتہ بتادیا) اس مثال کا پس منظر یہ ہے کہ ایک کتیا نے چوپاؤں کے کھروں کی آواز سن کر ان کو بھونکنا شروع کردیا۔ اس کے بھونکنے سے ان کو اس کے قبیلہ کا علم ہوگیا اور ان چوپاؤں نے اس کے قبیلہ کو ہلاک کردیا۔ حمزہ ابن بیض شاعر نے کہا ہے۔

لَمْ یَکُنْ عَنْ جِنَایَةٍ لَحقَتْنِیْ لاَ یَسَارِیْ وَلاَ یَمِیْنِی جَنَتنِیْ

ترجمہ:- کسی جرم کی بنا پر جس کا ارتکاب مجھ سے ہوا ہو نہیں ہوا میرے دائیں جانب سے اور نہ بائیں جانب سے۔

بَلْ جَنَاهَا اَخٌ عَلٰی کَرِیْمٍ وَعَلٰی اَهْلِهَا بَرَاقِشُ تَجْنِیْ

ترجمہ:- بلکہ زیادتی کی ہے بھائی نے اپنے شریف بھائی پر اور اس شریف بھائی کے اہل وعیال پر۔

طبی خواص

ابن جمیع نے اپنی کتاب ''الارشاد'' میں لکھا ہے کہ مینڈک کا گوشت خون میں فساد اور خونی پیچش کرتا ہے اور اس کے کھانے سے جسم کا رنگ متغیر اور بدن پر ورم ہوجاتا ہے اور عقل میں فتور آتا ہے۔ صاحب عین الخواص کا بیان ہے کہ جنگلی مینڈک کی چربی اگر دانتوں پر رکھ دی جائے تو بلا تکلیف درد کے دانت اکھڑ جاتے ہیں اور اگر خشکی کے مینڈک کی ہڈی ہانڈی کے اوپر رکھ دی جائے تو ہانڈی میں ابال نہیں آئے گا۔ اگر مینڈک کو سائے میں سکھا کر اور کوٹ کر خطمی کے ساتھ پکایا جائے۔ بعد ازاں جس جگہ کے بال صاف کرنے ہوں اس جگہ کو چونے اور ہڑتال سے صاف کر کے اس دوا کو لگایا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔

اگر زندہ مینڈک شراب خالص میں ڈال دیا جائے تو مر جاتا ہے لیکن اگر اس کو نکال کر صاف پانی میں ڈال دیا جائے تو دوبارہ زندہ ہوجاتا ہے۔

محمد بن زکریا رازی سے منقول ہے کہ اگر مینڈک کی ٹانگ نقرس کے مریض کے بدن پر لٹکا دی جائے تو درد میں سکون ہوجاتا ہے اور اگر کوئی عورت پانی کا مینڈک لے کر اور اس کا منہ کھول کر تین بار اس کے منہ میں تھوک کر اس کو پانی میں ڈلوادے تو وہ عورت کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔

اگر مینڈک کو کچل کر کیڑوں کے کاٹنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو فوراً آرام ہوجاتا ہے۔ مینڈک کی ایک عجیب خاصیت یہ ہے کہ اگر اس کو دو برابر حصوں میں سر سے نیچے تک پھاڑا جائے اور اس وقت اس کو کوئی عورت دیکھ لے تو اس کی شہوت میں زیادتی ہو اور مردوں کی جانب اس کا میلان بڑھ جائے گا۔

اگر کسی سوتی ہوئی عورت پر اس کی زبان رکھ دی جائے تو جو کچھ اس عورت کو معلومات ہیں سب اگل دے گی۔ اگر اس کی زبان روٹی میں ملا کر اس شخص کو کھلا دی جائے جس پر چوری کا الزام ہو تو اگر اس نے چوری کی ہوگی تو وہ اس کا اقرار کرلے گا۔ جس جگہ کے بال

اکھاڑے گئے ہوں اس جگہ اگر مینڈک کا خون لگا دیا جائے تو پھر اس جگہ بال نہیں جمیں گے اور جو شخص اس کا خون اپنے چہرے پر مل لے تو تمام لوگ اس سے محبت کرنے لگیں گے۔ اگر اس کا خون مسوڑھوں پر مل دیا جائے تو دانت بغیر کسی تکلیف کے اکھڑ جائیں گے۔

مینڈکوں کے شور سے حفاظت کی ترکیب

قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ میں موصل میں تھا اور ہمارے دوست نے اپنے باغ میں حوض کے قریب ایک قیام گاہ بنوائی تھی اور میں بھی اپنے دوست کے ساتھ اس کے باغ مین بیٹھا تھا۔ پس اس حوض میں مینڈک پیدا ہو گئے جن کی ٹرٹراہٹ گھر والون کے لئے باعث اذیت تھی۔ پس وہ مینڈکوں کے شور کو ختم کرنے سے عاجز آ گئے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی آیا تو اس نیکہا کہ ایک طشت اوندھا کر کے حوض کے پانی پر رکھ دو۔ پس گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ پس اس کے بعد پھر مینڈکوں کے ٹرٹرانے کی آواز سنائی نہیں دی۔ محمد بن زکریا رازیؒ نے فرمایا ہے کہ جب پانی میں مینڈکوں کی کثرت ہو جائے تو اس پانی پر طشت میں چراغ جلا کر رکھ دیا جائے تو مینڈک خاموش ہو جائیں گے اور پھر ان کی آواز کبھی بھی سنائی نہیں دے گی۔

تعبیر

مینڈک کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے عابد آدمی سے دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، میں جدوجہد کرنے والا ہو اس لئے کہ مینڈک نے نمرود کی آگ پر پانی ڈال کر ایک اچھا عمل کیا تھا لیکن خواب میں مینڈکوں کی کثیر تعداد کو دیکھنے کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ '' فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ '' (پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون برسایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں۔ الاعراف: آیت ۱۳۳) انصاریؒ نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے ہمراہ مینڈک ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کی زندگی اس کے رشتہ داروں کے ساتھ بہت اچھی گزرے گی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مینڈک کا گوشت کھایا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ ارطامیدورس نے کہا ہے کہ مینڈکوں کو خواب میں دیکھنا دھوکہ دینے والے افراد جادوگروں پر دلالت کرتا ہے۔ جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ مینڈک سے گفتگو کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اسے بادشاہت حاصل ہوگی۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ مینڈک شہر سے باہر نکل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ شہر سے عذاب الٰہی کا خروج ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)

اَلضُّوَعُ

'' اَلضُّوَعُ '' اس سے مراد نر الو ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ الو کی ایک مشہور قسم ہے۔ جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ رات کا ایک مشہور پرندہ ہے۔ مفضل نے کہا ہے کہ نر الو ہے۔ اس کی جمع کے لئے '' اضواع '' اور '' ضیعان '' کے الفاظ مستعمل ہیں۔

شرعی حکم

الو کی حرمت اور حلت کے متعلق دو قول ہیں لیکن صحیح قول یہ ہے کہ الو کا کھانا حرام ہے۔ جیسے کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ رافعی نے کہا ہے کہ یہ قول اس بات کا متقاضی ہے کہ '' الضوع '' سے مراد نر الو ہے۔ پھر رافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے یہ بات

بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر ''الضوع'' نرالو کے متعلق حرام یا حلال ہونے کا کوئی قول یارائے ہوتو وہ رائے یا قول ''البوم'' میں بھی جاری ہوگا کیونکہ ایک ہی جنس کے مذکر ومؤنث کا حکم ایک ہی ہوتا ہے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک ''الضوع'' سے مراد حشرات الارض ہیں۔ پس اس کے شرعی حکم میں اشتراک لازمی نہیں ہے اور اس کا شرعی حکم حرام ہونے کا ہے جیسا کہ شرح مہذب میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

اَلضِّیبُ

''الضِّیبُ'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ کتے کی شکل وصورت کا ایک بحری جانور ہے۔

اَلضَّیئَلَةُ

''اَلضَّیئَلَةُ'' جوہریؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک پتلا سانپ ہے۔ تحقیق لفظ ''الحیۃ'' کے تحت ''باب الحاء'' میں سانپ کا تذکرہ بیان کر دیا گیا ہے۔

اَلضَّیوَن

''اَلضَّیوَن'' اس سے مراد نر بلا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''ضیاون'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا ہے کہ۔

یُرِیْدُ کَاَنَّ الشَّمْسَ فِیْ حُجْرَاتِهٖ نُجُوْمُ الثُّرَیَّا اَوْ عَیُوْنُ الضَّیَاوَنِ

''وہ ارادہ رکھتا ہے کہ اس کے حجروں میں سورج یا ثریا کے ستارے یا بلیوں کی آنکھیں ہوں۔''

اہل عرب کہتے ہیں کہ ''أدَبُّ مِنَ الضَّیوَنِ'' (بلے کی طرح بے آواز (دبے پاؤں) چلنے والا) شاعر نے کہا ہے کہ۔

یَدُبُّ بِاللَّیْلِ لِجَارَاتِهٖ کَضَیوَنٍ دَبَّ اِلٰی قَرْنَبِ

''وہ اپنی ہمسایہ عورتوں کے پاس رات کے وقت دبے پاؤں جاتا ہے جیسا کہ بلی چوہوں کی طرف دبے پاؤں جاتی ہے۔''

اہل عرب کہتے ہیں ''أصْیَدُ مِنْ ضَیوَنٍ'' (بلے سے زیادہ شکار کرنے والا) اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں۔ ''أزْنٰی وَاَنْزیٰ مِنْ ضَیوَنٍ'' (بلے سے زیادہ زنا کرنے والا اور جماع کرنے والا)

خاتمہ

صقلی نے کہا ہے کہ اسماء میں یاء ساکن کے بعد واؤ مفتوحہ نہیں آتا مگر تین اسماء میں حَیْوَةٌ، ضَیْوَنٌ، کَیْوَانٌ۔ کیوان سے مراد زحل ہے۔ تحقیق اہل الھیئۃ نے کہا ہے کہ زحل کا مخصوص دورہ مغرب سے مشرق کی طرف ہوتا ہے اور یہ انتیس سال آٹھ ماہ اور چھ روز میں پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ اہل نجوم زحل کو ''النحس الاکبر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں کیونکہ زحل نحوست میں مریخ سے بڑھا ہوا ہے۔ نجومی زحل کی طرف ہلاکت اور فکروغم کو منسوب کرتے ہیں۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ زحل کی طرف دیکھنا فکروغم کے لئے مفید ہے جیسے زہرہ کی طرف دیکھنے سے فرحت وسرور حاصل ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

بابُ الطاء

طامر بن طامر

(پسو۔رذیل شخص) گمنام اور بے وقعت شخص کے لئے کہا جاتا ہے"هُوَ طَامَرُبنُ طَامِرٌ"(وہ گمنام کی اولاد بھی گمنام ہے)

اَلطَّاؤس

(مور) الطاؤس: یہ ایک مشہور پرندہ ہے اس کی تصغیر طویس آتی ہے۔اس کی کنیت ابوالحسن اور ابولوشی ہیں۔حسن وعزت کے اعتبار سے پرندوں میں مور کا وہی مرتبہ ہے جو دیگر حیوانات میں گھوڑے کا مرتبہ ہے۔اس کے مزاج میں" عفت اور اپنے حسن ذاتی اور پروں کی خوب صورتی اور دم پر جب کہ وہ اس کو پھیلا کر مثل محراب کے کر لیتا ہے"۔ناز و گھمنڈ ہے خصوصاً اس وقت جبکہ اس کی مادہ اس کے سامنے ہوتی ہے تو یہ اپنی دم کو پھیلا کر اس کے سامنے ناچتا ہے۔مورنی جب تین سال کی ہوجاتی ہے تو انڈے دینے شروع کرتی ہے اور سال بھر میں صرف ایک بار لگ بھگ بارہ انڈے دیتی ہے مگر یہ مسلسل انڈے نہیں دیتی۔موسم بہار میں مور مورنی سے جفتی کرتا ہے۔موسم خزاں میں جب پت جھڑ ہوجاتا ہے تو مور کے پر بھی جھڑ جاتے ہیں اور پھر جب درختوں پر نئے پتے نکل آتے ہیں تو مور کے بھی نئے پر نکل آتے ہیں۔

جب مورنی انڈوں کو سیتی ہے تو مور اس سے بہت زیادہ کھیل کرتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر انڈے ٹوٹ جاتے ہیں۔اسی وجہ سے پالتو مور کے انڈے عموماً مرغی کے نیچے رکھے جاتے ہیں۔مگر مرغی بیک وقت زیادہ سے زیادہ مور کے دو انڈے سی سکتی ہے۔اس وقت خاص طور پر مرغی کے کھانے پینے کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ وہ بھوک اور پیاس کے باعث انڈوں پر سے نہ اٹھ جائے اور انڈے ہوا لگ کر خراب نہ ہوجائیں۔مرغی کے ان انڈوں کو سینے کی مدت تیس یوم ہے۔مور کے بچے جب انڈوں سے نکلتے ہیں تو مرغی کے بچوں کی طرح پر و بال لے کر کھاتے پیتے نکلتے ہیں۔چنانچہ مور کے وصف میں کسی شاعر نے بہت ہی عمدہ اشعار کہے ہیں۔

سُبْحَانَ مَنْ مِنْ خلقِه، الطَّاءُ وُسُ طَیْرٌ عَلٰی اَشْکَالِه رَئِیْسٌ

ترجمہ:- پاک ہے وہ ذات کہ جس کی مخلوق میں طاؤس ہے جو اپنے ابناء جنس یعنی پرندوں میں رئیس سمجھا جاتا ہے۔

کَاَنَّهٗ فِیْ نَقْشِه، عُرُوْسٌ فِی الرِّیْشِ مِنْهُ رکبت فُلُوْسٌ

ترجمہ:- اپنے پیروں کے نقوش کے اعتبار سے گویا وہ دلہن ہے اور اس کے پروں پر پیسوں کے نشانات ہیں۔

تَشْرِقُ فِی داراته شموس فِی الرَّاسِ مِنْهُ شَجَرٌ مَغْرُوْسٌ

ترجمہ:- اس کے سر پر آفتاب روشنی بخشنے والا ہے اور اس کے بال ایسے ہیں جیسا کہ شاخیں پھوٹ رہی ہوں۔

کَاَنَّهٗ بِنَفْسَجُ یَمِیْس اَوْ هُوَ زَهْرٌ حَرَمَ یَبِیْسٌ

ترجمہ:- گویا کہ بنفشہ ہے نہایت نرم و نازک یا چٹکتی ہوئی کلیاں ہیں شاخوں پر۔

مور کے بارے میں ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ حسن و جمال کے باوجود اس کو منحوس سمجھا جاتا ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مور جنت میں ابلیس کے دخول کا اور اس سے حضرت آدمؑ کے خروج کا سبب بنا تھا۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو گھروں میں پالنے سے محترز ہیں۔ (واللہ اعلم)

شرابی کے دماغ میں فتور آنے کی وجہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے انگور کے درخت لگائے تو ابلیس لعین نے آ کر ان کے اوپر مور ذبح کر دیا اور ان کا خون درختوں نے جذب کر لیا اور جب ان درختوں پر پتے نکلنے شروع ہو گئے تو اس ملعون نے ان پر ایک بندر ذبح کر دیا۔ درختوں نے اس کا خون بھی جذب کر لیا اور جب ان درختوں پر پھل آنے لگے تو اس نے ایک شیر ذبح کر کے ان کی جڑوں میں ڈال دیا اور جب پھل پختہ ہو گیا تو اس نے ایک خنزیر ذبح کر کے اس کے خون کی کھاد ان درختوں پر لگا دی۔ لہٰذا جب کوئی انگوری شراب پی لیتا ہے تو ان چاروں جانوروں کے اوصاف اس پر غالب آ جاتے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شراب پیتا ہے تو اولاً اس کے اعضاء پر اس کا اثر ہوتا ہے اور تروتازگی پیدا ہو کر اس کے اندر ایک قسم کی خوب صورتی اور چمک ظاہر ہوتی ہے اس حالت میں وہ مور سے مشابہ ہوتا ہے اور جب نشہ آنے لگتا ہے تو وہ بندر کی مانند ناچ کود اور ناشائستہ حرکات کا مرتکب ہوتا ہے۔ جب نشہ کا ہیجان ہوتا ہے تو اس کے اندر شیر جیسی درندگی رونما ہوتی ہے اور وہ جنگجوئی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ہذیان بکنے لگتا ہے۔ اس کے بعد وہ خنزیر کی طرح کشت وخون پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخر میں تھک کر اس کو نیند آ جاتی ہے اور اعضاء ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: طاؤس بن کیسان نامی ایک تابعی گزرے ہیں جو فقیہ یمن کہلائے۔ ان کا اصلی نام ذکوان ہے اور چونکہ یہ علماء اور قراء کرام میں امتیازی حیثیت اور بے پناہ خوبیوں کے حامل تھے۔ اس بناء پر ان کا لقب طاؤس (مور) پڑ گیا۔ اور بعض کے قول کے مطابق ان کا اصل نام طاؤس تھا اور ان کی کنیت ابوعبدالرحمان تھی۔ یہ علم وعمل کے سردار اور سادات تابعین میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پچاس صحابہ کی صحبت وملاقات کا شرف انہیں حاصل ہے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے مجاہد، عمرو بن دینار، عمرو بن شعیب، محمد بن شہاب زہری و دیگر علماء نے روایت کی ہے۔

امیر قائد کے انتخاب کا معیار

ابن صلاح نے اپنی کتاب ''رحلت'' میں لکھا ہے کہ حضرت زہریؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں عبدالملک ابن مروان کے پاس پہنچا تو عبدالملک نے مجھ سے دریافت کیا کہ زہری کہاں سے تشریف لا رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ مکہ سے عبدالملک نے سوال کیا کہ وہاں کون شخص ایسا ہے جس کو لوگ امیر منتخب کریں۔ میں نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح، عبدالملک نے دریافت کیا کہ عطاء عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے؟ میں نے جواب دیا کہ موالی میں سے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اہلِ مکہ عطا کو کس خوبی کی وجہ سے اپنا لیڈر چنیں گے؟ میں نے کہا کہ دیانت اور روایت کی بناء پر۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ بے شک اہلِ دیانت و روایت قیادت کے مستحق ہیں۔ پھر عبدالملک نے پوچھا کہ اہلِ یمن کس کو قائد بنائیں گے؟ میں نے کہا کہ طاؤس بن کیسان کو۔ عبدالملک نے پوچھا کہ وہ عربی النسل ہے یا موالی؟ میں نے جواب دیا کہ موالی۔ عبدالملک نے کہا اہلِ یمن کس قابلیت وخوبی کی بنا پر طاؤس کو اپنا قائد بنائیں گے؟ میں نے کہا کہ جس خوبی کی بناء پر عطاء امارت کے مستحق ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ بلاشبہ جو ان صفات سے متصف ہو وہ قیادت کے لئے موزوں ہے۔

پھر عبدالملک نے سوال کیا کہ اہلِ مصر کس کو سردار بنائیں گے؟ میں نے جواب دیا کہ یزید ابن حبیب کو۔ اس نے سوال کیا کہ یزید موالی ہے یا عربی النسل؟ میں نے جواب دیا کہ موالی۔ پھر یزید کے متعلق بھی وہی سوال و جواب ہوئے جو طاؤس، عطاوغیرہ کے متعلق ہوئے تھے۔ پھر اہلِ شام کے متعلق عبدالملک نے مذکورہ سوال کیا۔ میں نے کہا کہ اہلِ شام مکحول دمشقی کو اپنا امیر بنا سکتے ہیں۔

عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی مین سے ہے تو وہ غلام ہے جسے ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل جزیرہ کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ زہری کہتے ہیں، میں نیکہا کہ میمون بن مہران کو۔ پس عبدالملک نیکہا کہ وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پھر عبدالملک نے وہی کہا جو پہلے امراء کے متعلق کہا تھا۔ اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل خراسان کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا ضحاک بن مزاحم کو۔ عبدالملک نے کہا ہو عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا موالی میں سے ہے۔ پس اس کے بعد عبدالملک نے کہا جو پہلے امراء کے لئے کہا تھا۔ پھر اس کے بعد عبدالملک نے کہا کہ اہل بصرہ کس کو اپنا امیر بنائیں گے۔ میں نے کہا حسن بن ابی الحسن کو۔ عبدالملک نے کہا ہو عربی النسل ہیں یا موالی میں سے ہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا کہ موالی میں سے ہیں۔ عبدالملک نے کہا تیرا ناس ہو۔ پس پھر عبدالملک نے کہا کہ اہل کونا کس کو اپنا امیر منتخب کریں گے۔ میں نے کہا ابراہیم نخعی کو۔ عبدالملک نے کہا وہ عربی النسل ہے یا موالی میں سے ہے۔ میں نے کہا کہ عربی النسل ہے۔ عبدالملک نے کہا اے زہری تو ہلاک ہو جائے تو نے میری مشکل کو آسان کر دیا۔ اللہ کی قسم موالی اہل عرب پر سیادت کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ لوگ منبر پر خطاب کریں گے اور عرب نیچے رہیں گے۔ زہری کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دین الٰہی ہے جو اس کی حفاظت کرے گا وہ سردار ہوگا اور جو اس کو ضائع کرے گا وہ نیچے گر جائے گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو طاؤس نے ان کی طرف ایک خط لکھا کہ اگر آپ کا یہ ارادہ ہو کہ آپ کے تمام کام خیر کے سانچے میں ڈھل جائیں تو آپ اپنی سلطنت کے امور اہل خیر کے سپرد کر دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ یہ نصیحت میرے لئے کافی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ جب میں مکہ میں تھا تو مجھے حجاج نے طلب کیا۔ پس میں اس کے پاس آیا تو اس نے مجھے اپنی جانب بٹھا لیا اور ٹیک لگانے کے لئے مجھے ایک تکیہ دے دیا۔ پس ہم گفتگو کر رہے تھے کہ ہمیں تلبیہ کی بلند آواز سنائی دی۔ پس حجاج نے اس آدمی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس اس کو حاضر کیا گیا۔ پس حجاج نے اس سے کہا تو کن میں سے ہے اس آدمی نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ میں تجھ سے تیرے شہر اور قبیلہ کے متعلقہ سوال کیا ہے۔ اس آدمی نیکہا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں۔ پس حجاج نے کہا کہ تو نے محمد بن یوسف (یعنی حجاج کا بھائی) کو کیسا پایا جو یمن کا گورنر ہے۔ پس اس شخص نے کہا میں نے اسے اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ صحت مند ہے اور ریشمی لباس میں ملبوس اور عمدہ سواریوں پر سوار ہونے والا ہے۔ پس حجاج نے کہا کہ میں نے تم سے محمد بن یوسف کی سیرت کے متعلق سوال کیا ہے؟ پس آدمی نے کہا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ سفاک، ظالم مخلوق کی اطاعت کرنے والا اور خالق کی نافرمانی کرنے والا ہے۔ حجاج نے کہا کہ جو تم نے محمد بن یوسف کے متعلق کہا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ میرے نزدیک اس کا کیا مقام ہے؟ پس اس شخص نے جواب دیا کیا تو اس کو جو محمد بن یوسف کو تیرے نزدیک حاصل ہے اس مقام سے زیادہ عزت سمجھتا ہے جو میرے رب کے نزدیک میرا مقام ہے جبکہ اس کے نبی کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس کے گھر کا مشتاق ہوں۔ پس حجاج خاموش ہو گیا اور وہ شخص حجاج سے اجازت لئے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پیچھے چل دیا۔ پس میں نے اس سے مصاحبت کی درخواست کی۔ پس اس شخص

نے کہا کہ تیرے لئے نہ تو محبت ہے اور نہ ہی بزرگی۔ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو ابھی حجاج کے برابر میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اور تحقیق میں نے کیا ہے کہ لوگ تجھ سے اللہ کے دین کے متعلق فتویٰ حاصل کرتے ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا ہو یعنی حجاج ہم پر مسلط ہے۔ پس اس نے مجھے بلایا اس لئے میں اس کے پاس آ گیا تھا۔ پس اس شخص نے کہا کہ پھر تکیہ لگانے کا کیا مطلب تھا اور کیا تجھ پر اس کی کوئی شاہی ضروری نہیں تھی اور کیا اس کی رعایا کا وعظ کے ذریعے حق ادا کرنا ضروری نہیں تھا۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا استغفار کرتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر میں نے صحبت کا سوال کیا۔ پس اس شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے بخش دے۔ بے ضرر ایک ساتھی ہے جو بہت زیادہ غیرت مند ہے۔ پس اگر میں اس کے علاوہ کسی اور سے مانوس ہوا تو مجھ سے ناراض ہو جائے گا مجھے چھوڑ دے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ عبداللہ شامی کہتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس میرے سامنے ایک بوڑھا آدمی آیا۔ پس میں نے کہا کیا آپ طاؤس ہیں۔ پس اس نے کہا کہ اس کا بیٹا ہوں۔ پس میں نے کہا اگر آپ طاؤس کے بیٹے ہیں تو طاؤس کی عقل بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو چکی ہوگی۔ پس اس نے جواب دیا کہ بے شک عالم کی عقل خراب نہیں ہوتی۔ پس میں حضرت طاؤس کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ تو یہ پسند کرے گا کہ میں تیرے سامنے تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دوں؟ عبدالہ شامی کہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت طاؤس فرمانے لگے کہ تو اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر کہ تیرے دل میں اس سے زیادہ کسی کا خوف نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سے اتنی شدید رکھ جو اس کے خوف سے بھی زیادہ ہو اور اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کر جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ ایک عورت نے کہا ہے کہ حضرت طاؤس کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جسے میں نے فتنہ میں مبتلا نہ کیا ہو۔ پس میں خوب بناؤ سنگھار کر کے حضرت طاؤسؒ کے پاس گئی انہوں نے فرمایا کہ پھر کسی وقت آنا۔ پس میں وقت مقررہ پر ان کے پس پہنچ گئی۔ پس وہ میرے ساتھ مسجد حرام کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر مجھے حکم دیا کہ چت لیٹ جاؤ۔ پس میں نے کہا کہ اس جگہ ایسا کام (یعنی زنا) کرو گے۔ پس طاؤسؒ نے فرمایا رحمت یہاں ہماری غلط کاری کو ملاحظہ فرما رہی ہے۔ وہ دوسری جگہ بھی دیکھ لے گی۔ پس اس عورت نے توبہ کر لی۔ حضرت طاؤسؒ نے کہا کہ جوان کی عبادت مکمل نہیں ہوتی یہاں تک وہ نکاح کر لے۔ حضرت طاؤسؒ فرماتے تھے کہ ابن آدم جو کچھ بھی گفتگو کرتا ہے حساب وشمار ہوتا ہے مگر حالت مرض میں کراہنے کا کوئی حساب وشمار نہیں ہوتا۔

حضرت طاؤس نے فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی۔ پس ابلیس کہنے لگا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر یہ کہ اللہ نے آپ کی تقدیر میں اسے لکھ دیا ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ ابلیس کہنے لگا کہ آپ اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھیے اور پھر وہاں سے گر کر دیکھئے کہ آپ زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان سے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندے میرا امتحان نہ لینا کیونکہ میں وہی کرتا ہوں و میں چاہتا ہوں۔ بے شک بندہ اپنے رب کا امتحان نہیں لے سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کا امتحان لینے پر قادر ہے۔ طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب سن کر ابلیس خاموش ہو گیا۔

مصیبت سے نجات

ابوداؤد طیالیسی نے زمعہ ابن صالح عن طاؤس کے حوالہ سے حضرت طاؤس کے والد کا یہ قول سنا ہے کہ جو کسی وصیت میں داخل نہیں ہوا اس کو کوئی بھی پریشانی اور مصیبت لاحق نہیں ہوگی اور جو کسی معاملہ میں لوگوں کا فیصل نہ بنے اس کو مصائب اور مشقت نہیں ہو سکتی۔

ایصال ثواب

''کتاب الزہد'' میں حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مردے اپنی قبروں میں سات دن گرفتارِ مصیبت رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ محبوب ہوتا ہے کہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر انہیں ایصالِ ثواب کیا جائے۔

حضرت طاؤسؒ کی دعا

حضرت طاؤس عموماً یہ دعا مانگتے تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ الایْمَانَ وَالْعَمَلَ وَمَتِّعْنِیْ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ. ''اے اللہ مجھے ایمان وعمل سے نواز دے اور مال اور اولاد سے مجھے بہرہ ورفرما''۔

صبر اور والد کی خدمت کا صلہ

حافظ ابونعیم وغیرہ نے حضرت طاؤس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے چار لڑکے تھے۔ پس وہ شخص جب بیمار ہوگیا تو ان چاروں میں سے ایک نے اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ یا تو تم میں سے کوئی والد صاحب کی تیمارداری کر لے اور حق وراثت سے محروم ہو جائے یا میں یہ کام کروں اور حق وراثت چھوڑ دوں۔ اس کے بھائیوں نے کہا کہ تو ہی علاج ومعالجہ کر اور حق وراثت سے محروم ہو جا۔ چنانچہ اس نے اپنے والد کا علاج کیا۔ لیکن وہ جانبر نہ ہوسکا اور اسی بیماری میں اس کی وفات ہوگئی۔ بعد وفات تینوں بیٹے وراثت کے حق دار بن گئے اور یہ محروم رہا۔

ایک دن اس کے والد اس لڑکے کے خواب میں آئے اور کہا فلاں جگہ جا کر وہاں سے سو دینار لے لے۔ لڑکے نے سوال کیا کہ کیا ان میں کچھ برکت ہوگی۔ باپ نے جواب دیا کہ نہیں۔ جب صبح ہوئی تو اس لڑکے نے اپنا خواب اپنی بیوی کے سامنے بیان کیا۔ بیوی نے جواب سن کر اس سے سو دینار حاصل کرنے کا اصرار کیا اور کہا کہ کم سے کم اس سے اتنا تو فائدہ ہوگا کہ کپڑے اور کھانے پینے کا سامان مہیا ہو جائے گا۔ مگر لڑکے نے عورت کی بات نہیں مانی۔ اگلی رات پھر خواب نظر آیا اور والد نے لڑکے سے کہا کہ فلاں جگہ دس دینار ہیں وہ لے لو۔ لڑکے نے پھر وہی سوال کیا کہ کیا اس میں کچھ برکت ہوگی یا نہیں؟ باپ نے اس مرتبہ بھی نفی میں جواب دیا۔ صبح کو یہ خواب بھی لڑکے نے اپنی بیوی سے بیان کیا اور عورت نے وہی مشورہ دیا۔ لیکن اس بار بھی اس نے عورت کی بات نہیں مانی۔ تیسری رات پھر خواب میں آکر والد نے کہا کہ فلاں جگہ ایک دینار رکھا ہے وہ لے لو۔ لڑکے نے پوچھا کہ کیا اس دینار میں کچھ برکت ہوگی۔ باپ نے اثبات میں جواب دیا تو لڑکے نے صبح کو وہ ایک دینار مقررہ جگہ سے حاصل کر لیا۔

دینار لے کر جب وہ بازار کی جانب گیا تو اس کو ایک شخص ملا جس کے پاس دو مچھلیاں تھیں اس نے اس آدمی سے مچھلیوں کی قیمت معلوم کی تو اس شخص نے ان کی قیمت ایک دینار بتلائی۔ چنانچہ اس لڑکے نے اس آدمی سے ایک دینار میں دونوں مچھلیاں خرید لیں۔ گھر لا کر جب اس نے ان کی آلائش صاف کرنے کے لئے ان کا پیٹ چاک کیا تو دونوں کے پیٹ سے ایک ایک قیمتی موتی برآمد ہوا۔ لوگوں نے پہلے کبھی ایسے موتی دیکھے بھی نہ تھے۔ اتفاقاً بادشاہ وقت کو ایک قیمتی موتی کی ضرورت پیش آگئی۔ جب بادشاہ کا مطلوبہ موتی تلاش کیا گیا تو اس لڑکے کے علاوہ کسی کے پاس سے دستیاب نہ ہوسکا۔ بادشاہ نے وہ موتی تیس وقر سونے کے عوض خرید لیا۔ جب بادشاہ نے اس موتی کو حاصل کر لیا تو اس کو خیال ہوا کہ بغیر جوڑے کے یہ موتی اچھا معلوم نہیں پڑتا اس کا جوڑا ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ ایسا ہی ایک موتی اور تلاش کرو چاہے وہ دوگنی قیمت پر دستیاب ہو۔ چنانچہ شاہی کارندے پھر اس کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ

کے پاس اس موتی کا جوڑا ہوتو وہ بھی دے دیجئے چاہے اس کی دوگنی قیمت لے لیجئے۔لڑکے نے دوگنی قیمت پر معاملہ طے کرکے وہ موتی بھی فروخت کردیا اور مالا مال ہوگیا۔

حضرت طاؤس رحمتہ اللہ علیہ کی وفات

آپ نے ستر سال سے کچھ زائد عمر میں وفات پائی۔آپ حج کررہے تھے کہ یوم الترویہ سے ایک روز قبل ۱۰۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی نمازِ جنازہ امیر المومنین ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی۔آپ نے چالیس مرتبہ حج فرمایا۔آپ نہایت ہی مستجاب الدعوات تھے۔

شرعی حکم

(شوافع کے نزدیک) اس کا کھانا حرام ہے۔کیونکہ اس کا گوشت خراب ہوتا ہے۔بعض (احناف) کے نزدیک اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ مور مستقذرات نہیں کھاتا۔

مور حلال ہو یا حرام بہرصورت اس کی بیع جائز ہے یا تو اکل الحم کے لئے یا اس کی خوش رنگی سے متمتع ہونے کے لئے۔صید کے بیان میں گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کے نزدیک پرندوں کی چوری کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔کیونکہ پرندے مباح الاصل ہیں۔امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک اس کا حکم بھی عام اشیاء کی چوری کے حاکم میں ہے۔

ضرب الامثال

حسن و جمال کے اظہار کے کے لئے کہتے ہیں "اَزْھٰی مِنْ طَاوٗسٍ" اور" اَحْسَنَ مِنْ طَاوٗسٍ "(مور سے زیادہ بارونق اور خوب صورت) جوہری نے کہا ہے کہ اہلِ عرب کا مقولہ ہے "اَشْأَمُ مِنْ طُوَیْسٍ" (طویس سے زیادہ منحوس) طویس مدینہ میں ایک مخنث (زنانہ) تھا وہ کہا کرتا تھا کہ اے مدینہ والو جب تک میں تمہارے درمیان ہوں تم اپنے آپ کو خروج دجال سے مامون مت سمجھنا اور جب میں مرجاؤں گا تو تم لوگ اس کے خروج سے مامون ہو جاؤ گے کیونکہ میں اس روز پیدا ہوا تھا جس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے اور جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔اس روز میرا دودھ چھڑایا گیا اور جس دن حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے اس روز میں بالغ ہوا اور جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس روز میرا نکاح ہوا اور جس دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہید ہوئے اس دن میرے لڑکا پیدا ہوا۔

تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بن ابدالملک نے مدینہ میں اپنے گورنر کو یہ فرمان جاری کیا کہ "اَحْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ" یعنی مدینہ منورہ میں جتنے ہیجڑے ہیں ان کی گنتی کرو۔اتفاق سے لفظ احص کی حاء پر نقطہ لگ گیا اور فرمان اس طرح پڑھا گیا "اِخْصِ الْمُخَنَّثِیْنَ" یعنی جتنے ہیجڑے ہیں سب کو خصی کرو۔چنانچہ اس حکم کے مطابق تمام ہیجڑوں کو خصی کردیا گیا۔ان خصی کئے جانے والے ہیجڑوں میں طویس بھی تھا۔حکومت کے اس عمل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے تمام ہیجڑوں نے کہا ہم لوگ ایسے ہتھیار سے مستغنی کر دیئے گئے جسے ہم فنا نہیں کر سکتے تھے۔طویس نے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم نے مجھے پیشاب کے پرنالے سے محروم کردیا۔طویس کا اصل نام طاؤس تھا۔لیکن جب وہ ہیجڑا ہوگیا تو اس کو (بصیغہ تصغیر) طویس کہنے لگے۔اس کا دوسرا نام عبدالنعیم تھا۔وہ اپنے متعلق یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

اِنَّنِیْ عَبْدُالنَّعِیْم. اَنَا طَاوٗسُ الْجَحِیْم وَاَنَا اَشْأَمُ مَنْ یَمْشِی عَلٰی ظَهْرِ الْحَطِیْم

ترجمہ:۔ میں عبدالنعیم ہوں، میں طاؤس الجحیم ہوں اور حطیم کی پشت پر یعنی روئے زمین پر چلنے والے لوگوں میں سے سب سے زیادہ منحوس ہوں۔''

أَنَا حَاءٌ ثُمَّ لَامٌ ثُمَّ قَافٌ حَشْوَ مِيْمٌ

''میں حاء پھر لام پھر قاف اور میم کا درمانی حرف یونی یاء ہوں۔''

طویس کے قول حشو میم سے مراد یاء ہے کیونکہ جب آپ میم کہیں گے تو دومیموں کے دریان یاء آئے گی اور اس سے مراد یہ ہے کہ میں بے ریش ہوں۔ ''الحطیم'' سے مراد زمین ہے۔ طویس کے قول ''اشام'' کا معنی یہ ہے کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ منحوس ہوں۔ طویس کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا۔

طبی خواص

مور کا گوشت دیر ہضم اور ردی المزاج ہوتا ہے۔ جوان مور کا گوشت عمدہ ہونے کے ساتھ ساتھ معدہ کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ اگر مور کے گوشت کو پکانے سے قبل سرکہ میں بھگولیا جائے تو اس کی مضرت زائل ہو جاتی ہے۔ مور کا گوشت کھانے سے جسم میں غلیظ مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مور کا گوشت گرم مزاج والوں کے لئے بے حد فائدہ مند ہوتا ہے۔ تحقیق مور کے گوشت کو اطباء نے مکروہ سمجھا ہے کیونکہ تمام پرندوں میں مور کا گوشت سخت اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ مور کو ذبح کرنے کے بعد ضروری ہے کہ اس کا گوشت رکھ دیا جائے اور پھر اگلے دن اسے خوب پکایا جائے۔ آرام طلب افراد کے لئے مور کا گوشت ممنوع ہے کیونکہ یہ ریاضت کرنے والے افراد کی غذا ہے۔ ابن زہر نے مور کے خواص میں لکھا ہے کہ جب مور کسی زہر آلود کھانے کو دیکھ لے یا اس کی بو سونگھ لے تو بہت خوش ہوتا ہے اور اس خوشی کے باعث ناچنےلگتا ہے۔ اگر مور کا پتہ کوئی ایسا آدمی سکنجبین میں حل کر کے پی لے جو اسہال کے مرض میں مبتلا ہو تو فوراً شفایاب ہو جائے گا۔ ہرمس سے منقول ہے کہ مور کا پتہ ایسے شخص کو پلانا نہایت مفید ہے جسے کسی زہریلے جانور نے کاٹ لیا ہو۔ لیکن صاحب عین الخواص نے کہا ہے کہ حکماء اور اطہورس کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مور کا پتہ پی لے تو ہو پاگل ہو جائے گا۔ ہرمس کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ ہرمس نے کہا ہے کہ اگر مور کا خون نمک اور نزروت میں ملا کر ایسے زخموں ن پر لگایا جائے جن کے ناسور بن جانے کا اندیشہ ہو تو وہ زخم ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر مور کی بیٹ مسوڑھوں پر مل دی جائے تو تمام دانت اکھڑ جائیں گے۔ اگر مور کی ہنڈی جلا کر چھائیوں پر مل دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھائیاں ختم ہو جائیں گی۔

تعبیر

اگر کسی حسین وجمیل آدمی نے خواب میں مور کو دیکھا تو اس کی تعبیر کبر و گھمنڈ سے دی جائے گی۔ بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غرور، کبر، زوال نعمت، بدبختی اور دشمنوں کے سامنے جھکنے سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر زیور اور تاج سے بھی دی جاتی ہے۔ بعض اوقات مور کو خواب میں دیکھنا حسین وجمیل بیوی اور خوبصورت اولاد پر دلالت کرتا ہے۔ مقدسی نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا مالدار اور حسین وجمیل عجمی عورت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ عورت بد بخت ہوگی۔ نر مور کو خواب میں دیکھنا عجمی بادشاہ پر دلالت کرتا ہے۔ پس جس شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس نے مور سے دوستی کر لی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ خواب دیکھنے والا شخص عجمی بادشاہوں سے دوستی کرے گا اور اس کو ان سے ایک نبطی لونڈی حاسل ہوگی۔ اور طامیدورس نے کہا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا خوبصورت اور مسکرانے والی قوم کی جانب اشارہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مور کو خواب میں دیکھنا عجمی عورت کی اشارہ ہے۔ (واللہ اعلم)

اَلطَّائِرُ

''اَلطَّائِرُ'' (پرندہ) اس کی جمع کے لئے ''الطیور'' اور مؤنث کے لئے ''طَائِرَۃ'' کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ طیر سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع اطیار، طیور اور طیران آتی ہے۔ ''طیر'' سے مراد ہر دو پروں والا پرندہ ہے جو اپنے پروں سے فضا میں حرکت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ''طائر'' کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَآئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ'' (زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمہاری ہی طرح کی انواع ہیں۔ الانعام: آیت ۳۸)

''اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ'' کی تفسیر میں بعض علماء کا قول ہے کہ اس میں خلق، رزق، موت وحیات، حشر وحساب اور ایک دوسرے سے قصاص لینے میں مماثلت مراد ہے۔ یعنی یہ بھی تمہاری طرح ان امور سے دوچار ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ جب چوپائے اور پرندے ان امور کے مکلّف ہیں حالانکہ وہ بے عقل ہیں اور ہم عقل رکھنے کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ ان امور کے مستحق ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک ''اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ'' سے مراد توحید ومعروفت میں مماثلت ہے۔ عطاء کا یہی قول ہے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ''بِجَنَاحَيْهِ'' تاکید کے لئے اور استعارہ کے تخیل کو دور کرنے کے لئے ہے کیونکہ 'طیر'' کا لفظ اڑان کے علاوہ نحس اور سعد کے لئے بھی مستعمل ہے۔ علامہ زمخشریؒ نے فرمایا ہے کہ ''''بِجَنَاحَيْهِ'' کے ذکر کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم، لطف، علم، بادشاہت کی وسعت اور اس کے تدبر کا اظہار ہے جو اس کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔ حالانکہ مخلوقات کی مختلف قسمیں ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے نفع و نقصان کا مالک اور ان کے جملہ حالات کا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک فعل دوسرے فعل سے غافل نہیں کرتا۔

حدیث میں تذکرہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے پرندے بختی اونٹوں کی مثل ہوں گے جو جنت کے درختوں میں چرتے پھرتے ہیں۔ حجرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ پرندے تو بہت اچھے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہوں گے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور اس کے بعد فرمایا کہ میں امید رکھتا ہون کہ تم بھی ان افراد میں شامل ہو جو ان پرندوں کو کھائیں گے۔ (رواہ احمد باسناد صحیح) اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ بزار نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بیشک تم جنت کی طرف کسی پرندے کی جانب دیکھو گے تو تمہارے دل میں اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ فوراً تمہارے لئے بھنا ہوا آ کر گر پڑے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مثل ہوں گے۔ امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس تمثیل سے مراد رقت اور ضعف میں مماثلت ہے جیسے کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اہل یمن بہت رقیق القلب ہیں یعنی ان کے دل بہت کمزور ہیں۔ بعض اہل علم کے نزدیک اس تمثیل سے مراد خوف اور ہیبت کی کیفیت ہے کیونکہ تمام جانوروں میں پرندے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتےہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓءُ.

''اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں''۔

گویا مراد یہ ہے کہ ان پر خوف اور ہیبت کا غلبہ ہوگا۔ جیسا کہ اسلاف کی جماعتوں کا شدتِ خوف منقول ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے متوکل لوگ مراد ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ پرندے سے جو نیک شگون یا بدشگونی لی جاتی ہے اس کی اصل پروں والے پرندوں سے ہے چنانچہ اہلِ عرب کہتے ہیں کہ ''اللہ کا پرندہ نہ کہ تیرا پرندہ'' اس جملہ میں ''اللہ کا پرندہ'' ایک مفہوم دعا پر مشتمل ہے اور ''انسان کا طائر'' تو اس سے مراد انسان کا عمل ہے جو قیامت میں اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ انسانی پرندے سے مراد انسان کا رزق موسوم ہے اور پرندہ بول کر کبھی خیر مراد لیتے ہیں اور کبھی شر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کُلَّ اِنسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طَائِرَہٗ 'کا مطلب انسان کی تقدیر اور نصیبہ ہے اور مفسرین کی رائے میں اس آیت کا مطلب انسان کے برے اعمال یا بھلے اعمال ہیں تو گویا ہر شخص بھلائی یا برائی اتنی ہی اٹھائے گا جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دی۔ اس مفہوم کے پیش نظر تقدیر انسان کو اس طریقہ پر لاحق ہے جیسا کہ کوئی چیز گلے کا ہار بن جائے اور خیر وشر کو جو پرندہ کہا گیا یہ عرب والوں کے ایک مقولہ کی بناء پر ہے کہ جب کوئی بری بات پیش آتی ہے تو بطور بدشگونی کہتے ہیں ''کہ پرندہ اسی طرح اڑا تھا''۔ اس قول سے پرندہ بول کر برائی مراد لی جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''ابورزین کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو خواب کو کسی پر ظاہر نہ کرے تو وہ پرندے کے بازو پر ہے (یعنی اس کا وقوع نہ ہوگا) پس اس کو ظاہر کردے تو اس کا وقوع ہو جائے گا۔ (راوی کا قول ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ تو اپنا خواب کسی پر ظاہر مت کر سوائے دوست یا معتبر عالم کے''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دستر خوان

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر گورنر بلاد مغرب نے جب مغربی علاقہ کو بحر محیط سے لے کر شہر طلیطہ تک (جو بنات نعش کے نیچے واقع ہے) فتح کر لیا تو اس فتح کی اطلاع لے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو ساتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا مائدہ (دستر خوان، ٹرے) بھی لایا جو شہر طلیطلہ سے دستیاب ہوا تھا۔ یہ مائدہ (ٹرے) سونے اور چاندی سے تیار شدہ تھا اس میں طوق تھا ایک یاقوت کا دوسرا مروارید کا اور تیسرا زمرد کا، موسیٰ بن نصیر اس مائدہ کو ایک توانا خچر پر لاد کر لایا تھا مگر یہ اس قدر بھاری تھا کہ خچر اس کو تھوڑی ہی دور لے کر چلا تھا کہ اس کے سم پھٹ گئے۔ موسیٰ بن نصیر اپنے ساتھ شاہانِ یونان کا تاج بھی لایا تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ تیس ہزار غلام بھی اس کے ساتھ تھے۔

اندلس کا بانی

ابن خلکان کا بیان ہے کہ اہلِ یونان جو صاحب حکمت تھے اسکندر کی آبادی سے قبل بلاد مشرق میں قیام پذیر تھے مگر جب فارس والوں نے یونانیوں سے مقابلہ کر کے ان سے ان کا ملک چھین لیا تو یونانی جزیرہ اندلس میں منتقل ہو گئے۔ یہ جزیرہ اس وقت آباد دنیا سے ہٹ کر ایک کنارہ پر واقع تھا اور اس جزیرہ کا اس وقت تک کسی کو علم نہیں تھا اور نہ ہی کسی قابلِ ذکر بادشاہ کی اس خطہ پر حکمرانی تھی اور نہ پورے طور پر یہ جزیرہ آباد تھا۔ اس جزیرہ کو سب سے پہلے آباد کرنے والے اور اس کی جغرافیائی حد بندی کرنے والے ''اندلس ابن یافث ابن نوح علیہ السلام'' ہیں۔ اس لئے یہ خطہ ان کے نام سے موسوم ہے۔ جب طوفانِ نوح کے بعد اولاً دنیا آباد ہوئی تو اس کی شکل ایک

پرندہ کے مانند تھی جس کا سر مشرق اور دم مغرب میں اور اس کے بازو شمال و جنوب کی طرف اور بیچ میں شکم تھا۔ چونکہ مغرب کی جانب اس پرند کا کمتر ین عضو یعنی دم تھی اس لئے وہ لوگ مغرب کو معیوب سمجھتے تھے۔

یونانیوں کی جنگ و جدل کے ذریعہ لوگوں کو فنا کر دینا اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس اقدام سے انسان کے جان و مال کے ضیاع کے علاوہ حصولِ علم سے محرومی ہوتی تھی جوان کے نزدیک سب سے اہم کام تھا اس لئے یہ لوگ اہل فارس سے پیچھا چھڑا کر اندلس میں آ کر آباد ہو گئے۔ یہاں ان لوگوں نے شہروں کو آباد کیا۔ نہریں کھدوائیں' آرام گاہیں تعمیر کروائیں اور باغات لگوائے۔ انگور اور دیگر اجناس کی کاشت شروع کی۔ الغرض یونانیوں نے اندلس کو اس شاندار طریقہ پر آباد کیا کہ جس پرند کو وہ معیوب سمجھتے تھے اب وہ طاؤس معلوم ہونے لگا جس کی سب سے خوبصورت چیز اس کی دم ہے۔ جب یونانیوں نے جزیرہ اندلس کی تعمیر کو مکمل کر لیا تو انہوں نے شہر طلیطلہ کو جو وسط میں واقع تھا دار السلطنت اور دار الحکمت قرار دیا۔

کہتے ہیں کہ آسمان سے حکمت تین اعضاء نازل ہوئی ہے (۱) یونانیوں کے دماغ پر (۲) چینیوں کے ہاتھ پر (۳) اہلِ عرب کی زبان پر۔

ایک عارف باللہ کا واقعہ

امام العارفین جمال الدین الیافعیؒ کی کتاب ''کفایۃ المعتقد'' میں مذکور ہے کہ شیخ عارف باللہ عمرو بن الفارضؒ مصر میں ایک مدرسہ کے افتتاح کے لئے پہنچے۔ آپ نے وہاں ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک بوڑھا جو قوم کا بقال تھا مسجد کے حوض پر خلافِ قاعدہ وضو کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ اے شیخ آپ سن رسیدہ ہو کر اور ایسے شہر میں جہاں علماء کی کمی نہیں باقاعدہ وضو نہیں سیکھ سکے۔ شیخ نے یہ سن کر کہا کہ اے عمرو تم کو مصر میں فتح حاصل نہیں ہوگی (چونکہ شیخ نے آپ کا نام لے کر آپ کو مخاطب کیا اور فتح کا لفظ استعمال کیا اس لئے عمرو سمجھ گئے کہ یہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے لہٰذا) یہ سن کر آپ ان شیخ کے پاس جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت یہ تو فرمایئے کہ مجھ کو فتح کہاں حاصل ہوگی؟ شیخ نے جواب دیا مکہ مکرمہ میں۔ آپ نے پوچھا کہ مکہ مکرمہ کہاں ہے؟ شیخ موصوف نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ یہ ہے۔ چنانچہ شیخ کے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہی مکہ مکرمہ عمرو کے روبرو منکشف ہو گیا اور آپ آن کی آن میں اس میں داخل ہو گئے اور بارہ سال تک وہاں رہے۔ وہاں آپ کو بہت سی فتوحاتِ روحانی حاصل ہوئیں اور آپ نے اپنا مشہور دیوان بھی وہیں تصنیف کیا۔

ایک مدت کے بعد آپ کے کان میں شیخ مصری کی آواز آئی وہ آواز یہ تھی کہ شیخ مصری کہہ رہے ہیں اے عمرو! یہاں آ کر میرے تجہیز و تکفین کا انتظام کرو۔ چنانچہ شیخ مصری کی یہ آواز سن کر آپ مصر پہنچے۔ شیخ نے آپ کو ایک دینار دیا اور کہا کہ اس سے میرا کفن وغیرہ خریدنا اور مجھ کو کفنا کر اس جگہ (ہاتھ سے قرافہ کے قبرستان کی جانب اشارہ کیا) رکھ دینا اس کے بعد انتظار کرنا کہ کیا ہوتا ہے؟

شیخ عمر بن الفارض فرماتے ہیں کہ اس گفتگو کے کچھ دیر بعد شیخ بقال کی وفات ہو گئی اور میں نے ان کو نہلا کر اور کفنا کر اس جگہ یعنی کرافہ میں رکھ دیا۔

کچھ دیر کے بعد آسمان سے ایک شخص نازل ہوا اور ہم دونوں نے مل کر ان کی نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد ہم انتظار کرتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد یکایک پوری فضاء پر سبز رنگ کے پرندے منڈلانے لگے اور ان میں سے ایک بہت بڑا پرندہ نیچے اترا اور شیخ علیہ الرحمہ کی نعش کو نگل لیا اور پھر اڑ کر دوسرے پرندوں کے ساتھ مل کر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

شیخ بن الفارض کہتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ وہ صاحب جنہوں نے میرے ساتھ شیخ کی نمازِ جنازہ ادا کی تھی کہنے

لگے کہ تعجب کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل کر کے جنت کے باغوں میں چھوڑ دیتے ہیں اور وہ جنت کے پھل وغیرہ کھاتے پھرتے ہیں اور رات کے وقت عرش الٰہی کی قندیلوں میں بسیرا کرتے ہیں۔

مسائل متفرقہ

اگر کوئی شخص کسی پرندہ یا شکار کا مالک ہو جائے اور پھر اس کو آزاد کرنا چاہے تو اس کے بارے میں دو قول ہیں اول یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے اور چھوڑا ہوا پرندہ یا شکار اس کی ملکیت سے نکل جائے گا جیسا کہ غلام آزاد کرنے سے وہ آزاد ہو جاتا ہے' حضرت ابی ہریرہؓ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ شیخ ابواسحاق قفال اور قاضی ابوطیب وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ گناہگار ہوگا اور یہ پرندہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مانند ہے۔ جیسا کہ باب الصاد میں گزر چکا۔ قفال کہتے ہیں کہ عوام اس کو عشق سے موسوم کرتے ہیں اور اس کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حرام ہے اور اس سے بچنا لازمی ہے اس لئے جو پرندہ اس طرح چھوڑا جائے گا وہ مباح اور غیر مملوک پرندوں میں جا کر مل جائے گا اور کوئی دوسرا پکڑنے والا اس کو پکڑ کر یہ سمجھے گا کہ وہ اس کا مالک بن گیا حالانکہ مالک نہیں بنے گا۔ اس طرح ایسا کرنے والا اپنے دوسرے مومن بھائی کے لئے مبتلائے معصیت ہونے کا سبب ہے۔

صاحب الیضاح نے ایک تیسرا قول بیان کیا ہے کہ اگر ایسا ثواب سمجھ کر کرتا ہے تو وہ جانور اس کی ملکیت سے خارج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ پہلے قول کی صورت میں یہ چھوڑا ہوا پرندہ اپنی اصل یعنی اباحت کی جانب لوٹ جائے گا۔ اور اس کا شکار جائز ہوگا۔ اور دوسرے قول کی صورت میں ایسے شخص کے لئے جو اس کے مملوک غیر ہونے کو جانتا ہے اور مہندی' خضاب' بازوؤں کا کٹے ہونا یا گلے وغیرہ میں پڑے گھنگروں کے ذریعہ اس کے مملوک ہونے کو پہچانتا ہے تو اس کے لئے اس کو پکڑنا جائز نہیں اور مملوک ہونا مشکوک ہو تو یہ اپنی اصل یعنی حلت کی طرف لوٹ جائے گا اور اس کا شکار کرنا جائز ہوگا اور اگر پرندہ کو چھوڑنے والا چھوڑتے وقت یہ کہہ دے کہ میں نے اس کو اپنے بھائیوں کے لئے مباح کر دیا تو اس صورت میں اس کا شکار کرنا جائز ہے اور تیسرے قول کی رو سے اس کے شکار کے جواز میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ جائز ہے کیونکہ آزاد کرنے سے یہ اپنی اصل یعنی اباحت پر آ گیا ہے۔ نیز اگر ہم اس کے شکار کو منع کریں تو زمانہ جاہلیت کے سائبہ کے مشابہ ہو جائے گا جو ناجائز ہے اور یہی قول صحیح ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا شکار ممنوع ہے۔ کیونکہ جس طرح غلام آزادی کے بعد کسی کا مملوک نہیں بنتا اسی طرح یہ بھی آزادی کے بعد کسی کا مملوک نہیں ہوگا۔ لیکن مناسب یہ ہے کہ اس صورت سے اس صورت کو مستثنیٰ کر لیا جائے جبکہ کوئی کافر اس کو آزاد کرے تو اس صورت میں اس کا شکار جائز ہے کیونکہ اس کا عتق معتبر نہیں اور اس کے آزاد کردہ کو غلام بنایا جا سکتا ہے۔

امام رافعی نے پرندہ یا شکار کو آزاد کرنے کو اگرچہ مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس سے چند صورتوں کا استثناء ضروری ہے۔ اول یہ کہ اگر وہ جانور دوڑنے کا عادی ہو تو مقابلہ میں اس کو چھوڑنا جائز ہے۔ دوم یہ کہ اس پرندہ کو پکڑے رہنے سے اس کے بچوں کی موت کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں اس کا آزاد کرنا واجب ہے اس لئے کہ بچے حیوان محترم ہیں لہٰذا ان کی جان کی حفاظت کی سعی لازم ہے۔ علماء کرام نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ جب کسی حاملہ عورت پر رجم یا قصاص واجب ہو جائے تو بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اتنی مدت کی مہلت دی جائے گی کہ بچہ کی مدت رضاعت مکمل ہو جائے اور پھر اس کے بعد اس کو سزا دی جائے گی۔ اسی طرح شیخ ابومحمد جوینی نے ایسے حاملہ جانور کو جس کا حمل ابھی غیر ماکول حالت میں ہو ذبح کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں ایک

ایسے جانور کو جس کا ذبح حلال نہیں ہے قتل کرنا لازم آتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہرنی کو اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ جنگل میں اس کے دو بچے تھے۔ پس آپ کا اس کو آزاد کرنا وجوب کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو چیز ممنوع ہو اور حکم منع منسوخ نہ ہوا ہو پھر بعض حالات میں اس کی اجازت دی جائے تو اجازت وجوب کی دلیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب جانور اس طرح چھوڑنا ممنوع تھا سائبہ سے مشابہ ہونے کے باعث پھر بعض احوال میں اس کی اجازت دی گئی تو یہ اجازت دلیل وجوب ہے۔

تیسری صورت استثناء کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو پکڑ لے اور اس کے پاس نہ ذبح کرنے کا آلہ ہو اور نہ اس جانور کی خوراک کا نظم ہو تو ایسی صورت میں چھوڑنا ضروری ہے تا کہ وہ جانور اپنی خوراک حاصل کر لے۔ چوتھی صورت جو مستثنیٰ کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پکڑنے والے نے احرام کا ارادہ کر لیا ہو تو اس پر اس جانور کا آزاد کرنا ضروری ہے۔

تعبیر

اللہ تعالیٰ کے قول "وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ"(اور ہم نے ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار بنا کر رکھا ہے) کی روشنی میں خواب کی تعبیر "عمل" سے کی جاتی ہے۔ غیر معروف پرندہ کی تعبیر اللہ تعالیٰ کے اس قول "قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ"(ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جائے بلکہ تم (خود) حد (عقل وشرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو) کی روشنی میں انذار و نصیحت ہے۔ خواب میں حسین پرندہ کو دیکھنا حسن عمل کی دلیل ہے یا اس کے پاس کوئی خوشخبری لے کر آئے گا جو شخص خواب میں جنگلی بد خلق پرندے کو دیکھے تو اس سے اس کی بد عملی کی جانب اشارہ ہوتا ہے یا اس کے پاس کوئی بری خبر آئے گی۔ پرندے کے گھونسلہ کی تعبیر بیوی ہے یا وہ مرتبہ جس پر عارف ٹھہر جاتا ہے۔ حاملہ عورت کو خواب میں گھونسلہ نظر آنا ولادت کی جانب اشارہ ہے۔

عش، پرندوں کے اس آشیانہ کو کہتے ہیں جو درخت کی شاخوں پر ہو اور جو آشیانہ دیوار، غار یا پہاڑ پر ہو اس کو وَكْرٌ کہتے ہیں۔ خواب میں وکر سے مراد زناۃ کے گھر، عابدین و زاہدین کی مساجد ہیں۔ پرندے کے انڈوں کا خواب میں دیکھنا بیویوں یا باندیوں کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی جانب اشارہ ہے اور کبھی انڈوں کی تعبیر قبروں سے دی جاتی ہے اور کبھی دانتوں کی سفیدی اور نوجوان خوبرو عورت مراد ہوتی ہے۔ کبھی انڈوں کی تعبیر درہم و دنانیر جمع کرنے سے دی جاتی ہے اور کبھی اہل و عیال اعزہ و اقارب کی معیت کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ پرندوں کے پروں کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر خانہ داری کے سامان کی خریداری ہوتی ہے کبھی پرندوں کے پروں کی تعبیر مال سے دی جاتی ہے اور کبھی اس کی تعبیر یہاں جاہ و دبدبہ کے لئے مشہور ہے کہ: "فُلَانٌ طَائِرٌ بِجَنَاحِ غَیْرِهٖ" (فلاں دوسرے کے بازوؤں پر پرواز کر رہا ہے) اور کبھی پروں کی تعبیر کھیتی سے دی جاتی ہے۔

پرندہ کا چنگل اگر خواب میں دیکھا جائے تو یہ مدِ مقابل کی نصرت و کامیابی کی دلیل ہے کیونکہ چنگل پرندوں کے لئے بچاؤ اور ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ پرندے کی چونچ کو دیکھنا وسیع تر عزت و رفعت کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں پرندہ کی بیٹ نظر آئے تو حلال پرندہ کی بیٹ سے مالِ حلال اور حرام پرندہ کی بیٹ سے مالِ حرام مراد ہوتا ہے۔ پرندوں کے خواب کی تعبیر کے بارے میں جو راہنما اصول تھے وہ ہم نے بیان کر دیئے۔ اب آپ حسبِ حالات اپنی ذہانت کا استعمال کیجئے انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

مصائب سے قید سے خلاصی کے لیے دعا

ابن بشکوال نے احمد ابن محمد عطار سے ان کے والد کے حوالہ سے یہ قصہ نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک ہمسایہ کو قید ہوگئی تھی

اور وہ بیس سال تک قید خانہ میں رہا اور اپنی بیوی بچوں کو دیکھنے سے مایوس ہو چکا تھا کہ اچانک بیس سال بعد اس کی رہائی ہوئی۔ اس قیدی کا بیان ہے کہ ایک رات میں اپنے اہلِ وعیال کو یاد کر کے بیٹھا ہوا رو رہا تھا کہ دفعتاً ایک پرندہ قید خانہ کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا اور ایک دعا پڑھنے لگا۔ میں نے کان لگا کر اس دعا کو سنا اور یاد کر لیا۔ اس کے بعد تین یوم تک میں نے برابر یہ دعا پڑھی اور تیسرے دن اس دعا کو پڑھنے کے بعد میں سو گیا۔ جب صبح کو میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو اپنے مکان کی چھت پر پایا۔ میں نیچے اپنے مکان میں اترا تو میری بیوی میرے بدلی ہوئی ہیئت اور بدحالی کو دیکھ کر گھبرا گئی۔ لیکن جب اس نے مجھے غور سے دیکھا تو پہچان لیا اور میں نے بیوی بچوں کو مطمئن کر دیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

میں کچھ عرصہ تک گھر رہا اور پھر حج کے لئے مکہ مکرمہ گیا۔ جب میں دورانِ طواف اس دعا کو پڑھ رہا تھا تو اچانک ایک بوڑھے شخص نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ یہ دعا تم کو کہاں سے ملی؟ کیونکہ یہ دعا بلاد روم میں صرف ایک پرندہ اڑتے ہوئے پڑھتا ہے۔ میں نے ان بزرگ کو اپنے قید خانہ میں رہنے اور اس دعا کو سیکھنے کا پورا قصہ سنا دیا۔ یہ سن کر ان بزرگ نے فرمایا کہ تم سچ کہتے ہو اس دعا کی یہی تاثیر ہے۔ پھر میں نے ان بزرگ سے ان کا نام دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں خضر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔

وہ دعا یہ ہے:-

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ یَا مَنْ لَا تَرَاہُ العیون وَلَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنَ وَلَا یَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَیِّرُهُ الْحَوَادِثُ وَلَا الدُّهُوْرُ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ و مکاییل الْبِحَارِ وَ عَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَ عَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَ عَدَدَ مَا یُظْلِمُ عَلَیْهِ اللَّیْلُ وَیُشْرِقُ عَلَیْهِ النَّهَارُ وَ لَا تُوَارِیْ مِنْهُ سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ اَرْضاً وَلَا جَبَلٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِهٖ وَسَهْلِهٖ وَلَا بَحْرٌ اِلَّا یَعْلَمُ مَا فِیْ قَعْرِهٖ وَسَاحِلِهٖ.

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ خَیْرَ عَمَلِیْ اٰخِرَهٗ وَ خَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمًا اَلْقَاکَ فِیْهِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. اَللّٰھُمَّ مَنْ عَادَانِیْ فَعَادِهٖ وَ مَنْ کَادَنِیْ فَکِدْهُ وَ مَنْ بَغٰی عَلَیَّ بِهَلْکَةٍ فَاَهْلِکْهُ وَ مَنْ اَرَادَنِیْ بِسُوْءٍ فَخُذْهُ وَاَطْفِیْ عَنِّیْ نَارَ مَنْ اَشَبَّ لِیْ نَارَهٗ وَ اِکْفِنِیْ هَمَّ مَنْ اَدْخَلَ عَلَیَّ هَمَّهٗ وَاَدْخِلْنِیْ فِیْ دَرْعِکَ الْحَصِیْنَةِ وَاسْتُرْنِیْ بِسَتْرِکَ الْوَافِیْ یَا مَنْ کَفَانِیْ کُلَّ شَیْءٍ اِکْفِنِیْ مَا اَهَمَّنِیْ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَصَدِّقْ یَا مُشْرِقَ الْبُرْهَانَ یَا قَوِیَّ الْاَرْکَانِ یَامَنْ رَحْمَتُهٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَفِیْ هٰذَا الْمَکَانِ یَامَنْ لَا یَخْلُوْ مِنْهُ مَکَانٌ اِحْرِسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْنِفْنِیْ فِیْ کَنَفِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ اِنَّهٗ قَدْ تَیَقَّنَ قَلْبِیْ اَنْ لَا اِلٰهَ اَنْتَ وَاِنِّیْ لَا اَهْلِکَ وَ اَنْتَ مَعِیْ یَا رَجَائِیْ فَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ یَا عَظِیْمًا یُرْجٰی لِکل عظیمٍ یا علیمُ یَا حَلِیْمُ اَنْتَ بِحَاجَتِیْ عَلِیْمٌ وَ عَلٰی خَلَاصِیْ قَدِیْرٌ وَهُوَ عَلَیْکَ یَسِیْرٌ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِقَضَائِهَا یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ. وَیَا اَجْوَدَ الْاَجْوَدِیْنَ وَیَا اَسْرَعَ الْحَاسِبِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ اِرْحَمْنِیْ وَ اَرْحَمْ جَمِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ.

اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ لَنَا کَمَا اسْتَجَبْتَ لَهُمْ بِرَحْمَتِکَ عَجِّلْ عَلَیْنَا بِفَرَجٍ مِنْ عِنْدِکَ بِجُوْدِکَ وَکَرَمِکَ وَارْتِفَاعِکَ فِیْ عُلُوِّ سَمَائِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِنَّکَ عَلٰی مَاتَشَاءُ قَدِیْرٌ وَ صَلَّی

اللّٰہ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍخَا تَمَ النَّبِیِّیْنَ وَ علیٰ ا لِہٖ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اے میرے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور نہ جس کو خیالات پا سکتے ہیں اور تعریف کرنے والے جس کی کماحقہ تعریف کرنے پر قادر نہیں ہیں اور جوادث سے اور گردش زمانہ سے جس کی ذات متاثر نہیں ہوتی جو پہاڑوں کے وزن سمندروں کی گہرائی اور بارش کے قطرات درختوں کے پتوں کی تعداد اور ہر اس چیز کی تعداد کو جس پر رات چھا جاتی ہے اور ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جس پر دن طلوع ہوتا ہے۔ نہ آسمان اور نہ زمین اس سے پوشیدہ ہے اور کوئی پہاڑ ایسا نہیں جس کے سخت ونرم کو وہ نہ جانتا ہو اور کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ جانتا ہے کہ اس کی گہرائی میں کیا ہے اور اس کے ساحل پر کیا ہے۔ اے اللہ! تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے سب سے اچھے عمل کو آخری عمل بنا اور میرے ایام میں سب سے اچھے دن کو وہ دن بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں۔ بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جو مجھ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ اور اے اللہ جو قریب ہو تو اس کے قریب ہو جا اور جو مجھ پر ہلاکت کے ذریعہ تعدی کرے تُو اس کو ہلاک کر دے اور جو میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی گرفت فرما۔ جس نے میرے لئے آگ بھڑکائی اس کی آگ کو گل کر دے اور جو مجھ پر غم لادے اس کے غم سے میرے لئے کافی ہو جا اور مجھے اپنی محفوظ زرہ میں رکھ لے اور مجھے اپنے محفوظ پردہ میں چھپالے۔ اے وہ ذات جو میرے لئے ہر چیز کے واسطے کافی ہے کافی ہو جا میرے لئے ہر اس دنیا وآخرت کے معاملہ کے لئے جو مجھے پیش آئے اور میرے قول کو حقیقت سے مصدق کر دے۔ یا شفیق یا رفیق میری ہر تنگی کو کھول دے اور مجھ پر وہ چیز مت لاد جس کا میں متحمل نہیں ہوں' تو میرا حقیقی معبود برحق ہے۔ اے برہان کو روشن کرنے والے' اے قوی الارکان' اے وہ ذات جس کی رحمت ہر جگہ ہے اور اس جگہ بھی ہے اور کوئی مکان جس سے خالی نہیں ہے اپنی اس آنکھ سے میری حفاظت فرما جو کبھی نہیں سوتی اور مجھے اپنی اس حفاظت میں لے جو ہر ایک کی پہنچ سے بالا ہے۔ بلاشبہ میرا دل اس پر مطمئن ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہلاک نہیں ہو سکتا جبکہ تیری رحمت میرے ساتھ ہے۔ اے میری امیدوں کے مرجع' اپنی قدرت کے ذریعے مجھ پر رحم فرما۔ اے عظیم جس سے بڑے سے بڑے کام کی امید رکھی جاتی ہے۔ اے علیم' اے حلیم تو میری حاجت سے باخبر ہے اور تُو میری رہائی پر قادر ہے اور یہ تجھ پر بہت آسان ہے۔ پس میری رہائی کے فیصلے سے مجھ پر احسان فرما۔ اے اکرم الاکرمین! اے اجود الاجودین' اے اسرع الحاسبین' اے رب العالمین مجھ پر رحم فرما اور امتِ محمدؐ کے جملہ گناہگاروں پر رحم فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما جس طرح تو نے ان لوگوں کی دعاؤں کو قبول فرمایا۔ اپنے فضل وجود وکرم ورفعت سے ہماری کشائش میں جلدی فرما۔ اے ارحم الراحمین بلاشبہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرمائے ہمارے آقا محمدؐ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل واصحاب پر سب پر۔ اس دعا کے ایک ٹکڑے کو طبرانی نے بسند صحیح حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے۔

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَرَّباَ عْر ابِیٍّ وَھُوَ یَدْ عُوْفِیْ صَلاَ تِہٖ 'وَیَقُوْلُ یَامَنْ لاَ تَر اہُ الْعُیُوْنُ وَلاَ تُخَا لِطُہُ الظُّنُوْنُ وَلاَ یَصِفُہُ الْوَ اصِفُوْ نَ وَ لاَ تُغَیِّرُ ہُ الْحَوَادَثُ وَلاَ یَخْشٰی الدَّوَائِرَ یَعْلَمُ مَثَاقِیْلَ الْجِبَالِ وَ مَکَایِیْلَ البُحَارِ وَ عَدَدقَطرِ الْاَ مْطَارِ وَعَددَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْہِ الَّیْلُ وَاَشْرَقَ عَلَیْہِ النَّھَارَ وَ لاَ تُوَ ارِیْ مِنْہُ سَمَاءٌ' سَما ءً وَالْاَرْضُ اَرْضًا وَلاَ بَحْرٌ 'اِلاَّ یَعْلَمُ مَافِیْ قَعْرِہٖ 'وَ لاَ جَبَلُ 'اِلاَّ یَعْلَمُ مَا فِیْ وَعْرِہٖ 'اِجْعَل خَیْرَ عُمْرِ یْ اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَ اتِمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمًا اَلْقَارکَ فِیْہِ 'فَوَ کَّلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِالْاَ عْرَ ابِیْ رَجُلاً فَقَالَ اِذَافَرَ غَ مِنْ صَلاَ تِہٖ

فَاتِنِیُ بِه فَلَمَّا قُضٰی صَلا تَهٗ اتاهُ بِهٖ قَدُ کَانَ اُهْدِ یَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمُ ذَهَبٌ مِنُ بَعْضِ الْمَعَادِنُ فَلَمَّا اَتٰی الْاَ عْرَ ابِیُّ وَهَبَ لَهُ الذَّ هَبَ وَقَالَ مِمَّنُ اَنْتَ یَا اَعْرَ ابِیُ قَالَ مِنُ بَنِیُ عَامِرِ بنُ صَعْصَعْةَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمُ هَلُ تَدُرِیُ لِمَ وَهَبْتُ لَکَ هٰذا الذَّهَبَ قَالَ لِلرَّحْمِ الَّتِیُ بَیْننا وَبَیْنکَ یَا رَسُوْ لَ اللّٰه ! قَالَ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَ سَلَّمُ اِنَّ للرَّحْمِ حَقًا وَلٰکِنُ وَهَبْتُ لَکَ الذَّهَبَ لِحُسْنِ ثَنَائِکَ عَلَی اللّٰه عَزَّ وَ جَلَّ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس سے گزرے جبکہ وہ نماز میں یہ دعا پڑھ رہا تھا'' اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں جو خیال وگمان کی رسائی سے برتر ہے اور وصف بیان کرنے والے اس کا وصف بیان نہ کرسکیں اور جو حوادث سے متغیر نہیں ہوتا اور نہ گردشوں سے ڈرتا ہے وہ پہاڑوں کے بوجھ سے واقف ہے اور سمندر کے پیمانوں سے بھی واقف ہے' درختوں کے پتوں بارش کے قطروں سے بھی واقف' ہر اس چیز کی تعداد جس پر رات آتی ہے اور دن طلوع ہوتا ہے سب اس پر عیاں ہیں' کوئی آسمان اور کوئی زمین اس کی نظروں سے مخفی نہیں ہے' کوئی سمندر نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے کہ اس کی گہرائیوں میں کیا ہے اور کوئی پہاڑ نہیں ہے مگر اللہ اس کے سخت پتھروں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اے اللہ! میری بہترین عمر کو میری آخری عمر بنا' میرے بہترین عمل کو خاتم العمل بنا اور میرے بہترین دن کو وہ دن بنا جس دن میں تجھ سے ملاقات کروں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا سنی تو ایک شخص کو متعین کر دیا کہ جب یہ اعرابی نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کو ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر کیا گیا اور آپ کے پاس کسی کان سے لایا گیا سونا بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا۔ آپؐ نے وہ سونا اس اعرابی کو ہبہ کر دیا اور دریافت کیا کہ اے اعرابی! تُو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے اعرابی نے جواب دیا کہ قبیلہ ''بنو عامر بن صعصعہ'' سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم ہے میں نے یہ سونا تجھے کیوں عطا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صلہ رحمی کی بنیاد پر دیا ہے یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی بھی ایک حق ہے لیکن میں نے یہ سونا اس لئے دیا کہ تُو نے حق جل مجدہ کی ثناء بہت بہتر انداز میں کی ہے''۔

اَلطُّبْطَابُ

بڑے بڑے کانوں والا ایک پرندہ۔

الطبوع

چیچڑی۔ باب القاف میں اس کا بیان آئے گا۔ انشاءاللہ۔

الطثرج

(چیونٹی) الطثرج: چیونٹی کو کہتے ہیں جیسا کہ جوہری نے بیان کیا۔ اس کا تذکرہ باب النون میں نمل کے عنوان سے آئے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ طثرج چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں۔

اَلطَّحُنُ

اَطُحُنُ : جوہری نے کہا ہے کہ ایک چھوٹا سا گرگٹ جیسا جانور ہے۔ زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں لکھا ہے کہ طحن ایک گرگٹ جیسا جانور ہوتا ہے اور بچے اس کو گھیر کر اس سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے آٹا پیس۔ چنانچہ وہ زمین پر چکی کے مانند عمل کرنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ مٹی میں غائب ہو جاتا ہے۔

اَلطَّرْسُوْحُ

طَرْسُوْح: ایک مچھلی کو کہتے ہیں۔ اگر اس مچھلی کو پکا کر کھالیا جائے تو آنکھوں میں جالا پیدا ہو جاتا ہے۔

طَرْغَلُوْدَسُ

(چکور جیسا ایک پرندہ) طَرْغَلُوْدَسُ: یہ پرندہ خاص طور پر اندلس میں پایا جاتا ہے اس لئے اہلِ اندلس اس سے بخوبی واقف ہیں اور وہ اس کو الضُّرَیْسُ کے نام سے پکارتے ہیں۔ امام رازیؒ نے ''الکافی'' میں لکھا ہے کہ طرغلودس سب سے چھوٹی ایک چڑیا ہے جس کا رنگ مٹیالہ ہوتا ہے جس میں کچھ سرخی اور کچھ زردی بھی پائی جاتی ہے۔ اس کے بازوؤں میں ایک سنہرا پر ہوتا ہے۔ اس کی چونچ باریک ہوتی ہے اور اس کی دم پر متعدد سفید نقطے ہوتے ہیں یہ ہمیشہ بولتی رہتی ہے۔ اس میں جو ذرا موٹی تازی ہو اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم

عام چڑیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔

طبی خواص

مثانہ میں پیدا ہونے والی پتھری توڑنے کے لئے عجیب وغریب تاثیر کی حامل ہے اگر پتھری بننے سے قبل اس کا گوشت استعمال کیا جائے تو پتھری کو بننے سے روکتا ہے۔

اَلطَّرْفُ

(شریف النسل گھوڑا)

الطفام

(رذیل قسم کے پرندہ ودرندہ) الطغام: ذیل انسان کو الطفام کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جمع' واحد سب کے لئے ایک ہی لفظ مستعمل ہے۔

الطِّفُلُ

الطفل: عربی میں یہ لفظ انسان نیز دیگر حیوانات کی نرینہ اولاد کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''اطفال'' آتی ہے۔ مگر بعض اوقات جمع کے لئے طفل بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان۔

اَوِالطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُ وَ اعلٰی عَوْ رَاتِ النِّسَاء (یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے ابھی ناواقف ہیں) اسی طرح بولتے ہیں: المطفل الظَّبِیة مَعَهَا طفلُهَا۔ (مطفل ہرنی کے ساتھ اس کے بچے ہیں) مطفل اس ہرنی یا اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو بچے جنے ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا ہو۔ مطفل کی جمع مطافیل آتی ہے' جیسا کہ ابوذویب نے اس سعر میں استعمال کیا ہے۔

نوَاِنَّ حَدِیْثًا مِنکَ لَو تَبْذُلِیْنَهٗ جنیٰ النَّحْلُ فِیْ الْبَانِ عَوْذِ مَطَافِلِ

ترجمہ:۔ اور تیرے متعلق گفتگو اگر تُو پسند کرے گویا کہ شہد کی مکھیاں ہیں جو پھلوں اور پھولوں سے رس چوس رہی ہیں۔

مَطَافِیْلُ اَبْکَارٍ حَدِیْثُ نِتَاجُهَا تَشَابَّ بِمَاءٍ مِثْلَ مَاءَ الْمَفَاصِلِ

ترجمہ:۔ نوخیز بچے ہیں جو کم سنی کی عمر سے گزر رہے ہیں اور شباب کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں اس تیزی سے کہ گویا کوئی تیر رہا ہے۔ ایک دوسرے شاعر نے کہا ہے۔

فَیَا عَجَبًا لِمَن رَّبَیْتُ طِفْلاً اُلْقِمهٗ بِاَطْرَافِ الْبُنَانِ

ترجمہ:۔ مجھے اس بچہ پر تعجب ہے جس کی میں نے پرورش کی اور اُس کو اپنے ہاتھوں کے پوروؤں سے کھلایا۔

اُعَلِّمُهٗ الرِّمَایَة کُل یَوْمٍ فَلَمَّا اشدَّ سَاعِدُهٗ رَمَانِی

ترجمہ:۔ میں روزانہ اس کو تیر اندازی سکھاتا تھا۔ پس جب اس کی کلائیوں میں پختگی آ گئی (اور وہ پورا تیر انداز ہو گیا) تو مجھ پر ہی اس نے تیر چلا دیا۔

اُعَلِّمُهٗ الْفُتوَه کُلَّ وقت فَلَمَّا طَرَّشَارِبُهٗ جَفَانِیْ

ترجمہ:۔ میں ہمہ وقت اس کو جوانمردی کی تعلیم دیتا تھا لیکن جب اس کے مونچھیں نکل آئیں یعنی جوان ہو گیا تو مجھ پر ہی ظلم کرنے لگا۔

وَکَمْ علمتة نظم القوافی فَلَمَّا قَالَ قافیة هجانی

ترجمہ:۔ اور متعدد بار میں نے اس کو قافیہ سازی یعنی شعر گوئی کی تعلیم دی۔ پس جب وہ شعر کہنے کے قابل ہوا تو میری ہجو سے شعر گوئی کی ابتداء کی۔

ذوالطفیتین

(خبیث قسم کا سانپ) ذوالطفیتین: طفیہ دراصل گوگل کی پتی کو کہتے ہیں جس کی جمع طفی آتی ہے۔ سانپ کی پشت پر پائے جانے والی دو لکیروں کو گوگل کی دو پتیوں سے تشبیہ دیتے ہوئے اس سانپ کو ذوالطفیتین کہنے لگے۔ علامہ زمخشریؒ نے ''کتاب العین'' کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ طفیہ کے معنی شریر پتلے سانپ کے ہیں اور دلیل میں یہ شعر پیس کیا ہے۔

وَهُمْ یُذِلُّوْنَهَا مِنْ بَعْدِ عِزَّتِهَا کَمَا تَذِلُّ الطُّفٰی مِنْ رُقْیَةِ الرَّاقِیْ

ترجمہ:۔ اور وہ لوگ اس کو عزت کے بعد اس طرح ذلیل وخوار کرتے ہیں جس طرح شریر سانپ منتر پڑھنے والے کے منتر سے بے بس اور ذلیل ہو جاتا ہے۔

ابن سیدہ کی بھی یہی رائے:

ذوالطفیتین کا حدیث میں تذکرہ:

صحیحین ودیگر کتب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سانپوں ارخاص طور پر ذوالطفیتین اور ابتر کو مار ڈالو کیونکہ دونوں حمل کو ساقط کرا دیتے ہیں اور آنکھوں کو نابینا کر دیتے ہیں''۔

شیخ الاسلام نوویؒ نے بیان کیا ہے کہ علماء کا قول ہے کہ طفتیان سانپ کی پشت پر پائی جانے والی دو لکیریں ہیں۔''ابتر'' کے معنی قصیر الزنب (لانڈا) کے ہیں۔نضر بن شمیل کا کہنا ہے کہ ابتر سانپ کی ایک قسم ہے جو نیلگوں اور لانڈے ہوتے ہیں۔عموماً جب کوئی حاملہ اس کو دیکھ لیتی ہے تو حمل ساقط ہو جاتا ہے۔امام مسلمؒ نے زہری سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ سقوط حمل میرے خیال میں اس کے شدید زہر کا اثر ہے۔

حدیث مذکور میں یلتمان لفظ کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں جو خاصیت رکھی ہے اس کے اثر سے محض اس کی جانب دیکھنے سے آنکھوں کی نورانیت سلب ہو جاتی ہے ار یہ رائے ہی اصح ہے۔مسلم شریف کی روایت کے ان الفاظ سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

یَخطِفَانِ الْبَصَرَ (یہ دونوں سانپ آنکھوں کی بینائی کو اچک لیتے ہیں) بعض علماء کی رائے کے مطابق اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں سانپ ڈسنے کے لئے آنکھوں کا نشانہ لیتے ہیں۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ سانپ کی ایک قسم ناظر ہے اس کا اثر یہ ہے کہ اگر اس کی نظر کسی انسان پر پڑ جائے تو انسان فوراً مر جاتا ہے۔ ابوعباس قرطبی کہتے ہیں کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ ہوتا ہے وہ ان دونوں قسم کے سانپوں کی تاثیر ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔کیونکہ ابوالفرج بن الجوزی نے اپنی کتاب ''کشف المشکل لمافی الصحیحین'' میں نقل کیا ہے کہ عراق عجم میں بعض اس قسم کے سانپ پائے جاتے ہیں کہ محض جن کے دیکھنے سے انسان مر جاتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے راستہ پر گزرنے سے ہی انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

اَلطِلْحُ

(چیچڑی) الطلح: اس کا تذکرہ انشاءاللہ باب القاف مین بعنوان قرار آئے گا۔کعب بن میر نے یہ شعر کہا ہے۔

ترجمہ:۔ اس کا چمڑا الطوم سے ہے جو عام چمڑوں کے طریقہ پر نہیں ہے اور وہ ان سواریوں کی پشت پر ڈالا جاتا ہے جو سواریوں کے لئے دبلے کئے گئے ہیں۔

الطِّلاَء

(کھر والے جانوروں کا بچہ) الطلا: اس کی جمع اَطْلا آتی ہے۔

الطلی

(بکری کے چھوٹے بچے) الطلی: اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ طلی کے معنی باندھنے کے آتے ہیں اور ان چھوٹے بچوں کے پیر بھی رسیوں سے کھونٹیوں میں باندھے جاتے ہیں۔ اس کی جمع طلیان آتی ہے۔ جیسے رغیف کی جمع رغفان آتی ہے۔

اَلطِلُمْرُوْق

(چمگادڑ) الطُّمْرُ وق: چمگادڑ کو کہتے ہیں جیسا کہ ابن سیدہ نے لکھا ہے۔ باب الخاء میں اس کا بیان ہو چکا۔

الطمل ' الطملال' اطلس

(بھیڑیا)

الطنبور

(ایک قسم کی بھڑ) الطنبور: ایک قسم کی بھڑ کا نام ہے جو لکڑی کھاتی ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ ڈنگ والے جانوروں کے حکم (حرمت) سے ٹڈی مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ یہ حلال ہے۔ نیز قنفذ کا بھی صحیح قول کے مطابق یہی حکم ہے۔

بھڑ کا تذکرہ باب الزاء میں گزر چکا۔

الطورانی

(خاص قسم کا کبوتر) الطلح: اس

الطوبالة

(بھیڑ)

الطول

(ایک پرندہ) جیسا کہ ابن سیدہ نے کہا۔

الطوطی

(طوطا) حجۃ الاسلام اما غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "الباب الثانی فی حکم الکسب" کے شروع میں لکھا ہے کہ طوطی کے معنی ببغاء (طوطا) ہے۔ببغاء کا ذکر باب الیاء میں ہو چکا۔

الطَّیر

(پرندے) الطَّیر: طیر طائر کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع صحب آتی ہے اور طیر کی جمع طیور ہے۔ جیسے فرخ کی جمع فراخ آتی ہے۔قطرب کا قول ہے کہ واحد پر طیر کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے کن پرندوں کو ذبح کیا تھا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ کس طرح مردوں کو زندہ کیا جائے گا؟ مجھے دکھا دیا جائے تو اللہ رب العزت نے فرمایا:

"فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْ هُنَّ اِلَیْکَ" الایہ (اچھا تم چار پرندے لو پھران کو (پال کر) اپنے لئے ہلاک کرلو۔الخ)

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو چار پرندے لئے تھے ان میں ایک مور دوسرا گدھ تیسرا کوا اور چوتھا مرغ تھا۔

چار کے عدد (یعنی چار پرندوں کو ذبح کرنے) میں یہ حکمت تھی کہ طبائع حیوانی چار ہیں اور ان پرندوں میں ہر ایک پرندے پر ایک طبع غالب تھی۔

پھر حکم ہوا کہ ان چاروں کو ذبح کرنے کے بعد ان کے گوشت پوست بال و پر اور خون وغیرہ ایک جگہ خلط ملط کر کے چار مختلف سمت کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھینک دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔بعض مفسرین کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاروں کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا تھا اور بقیہ اجزاء کو پھینک دیا تھا۔ پھر بحکم الٰہی آپ نے ان کو آواز دی۔ چنانچہ وہ چاروں جانور زندہ ہو کر اپنے اپنے بال و پر کا جامہ پہن کر چلے آئے اور اپنے سروں سے آ ملے۔

اس واقعہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ حیاتِ ابدی نفس کی ان چار شہوتوں کو مار کر حاصل ہو سکتی ہے (۱) ظاہری ٹیپ ٹاپ جو مور کا خاصہ ہے۔(۲) صولت یعنی یکا یک جفتی کے لئے مادہ پر چڑھ بیٹھنا جو مرغ کا خاصہ ہے (۳) رذالت نفس اور امید سے دوری جو کوے کا خاصہ ہے او نچھا اٹھنا اور خواہشات کی تکمیل میں تیزی کرنا جو کبوتر کا خاصہ ہے۔

اس واقعہ میں پرندوں کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام حیوانوں میں انسان سے زیادہ قریب اور جملہ خصائل حیوانیہ کے جامع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت احیاء موتی کے اظہار کے لئے دو ماکول اور دو غیر ماکول پرند اور دو محبوب یعنی مرغ و کبوتر اور دو نفرت انگیز یعنی مور اور کوا اور اسی طرح دو سریع الطیر ان یعنی تیز رفتار اور دو سست رفتار کو منتخب کیا۔ سریع الطیر ان کبوتر اور کوا ہے اور بطئی الطیر ان مرغ اور مور ہے۔اسی طرح دو ایسے پرندے جن میں نر اور مادہ کی تمیز ممکن ہو یعنی مرغ اور مور اور دو ایسے پرندوں کو جن میں نر اور مادہ کی تمیز ماہر

کر سکے جیسے کبوتر یا تمیز ممکن ہی نہ ہو جیسا کہ کوا کو منتخب کیا۔

ابن ساگانی نے کیا ہی عمدہ شعر کہا ہے۔

وَالطَّلُّ فِیْ سِلْکِ الغُصُون کلولُوءٍ رَطَبٍ یُصَافِحُهٗ النَّسِیمُ فَیَسْقُطُ

ترجمہ:- اور بارش درخت کی شاخوں کی لڑی میں آب دار ہوتی کے مانند ہے۔نسیم صبح جب اس سے مصافحہ کرتی ہے تو وہ موتی ٹپک جاتا ہے۔

وَالطَّیْرُ یَقْرَأُ وَالغَدِیْرُ صَحِیفَةٌ وَالرِّیحُ یَکْتُبُ وَالْغَمَامُ یَنْقُطُ

ترجمہ:- اور پرندے پڑھتے ہیں غدیر صحیفہ ہے اور ہوا کتابت کرتی ہے اور بادل نقطے لگا دیتا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ شاعر کی بیان کردہ یہ تقسیم بہت انوکھی ہے۔

حدیث میں تذکرہ:

امام شافعیؒ نے سفیان ابن عیینہ سے انہوں نے عبداللہ بن ابی یزید سے انہوں نے سباع بن ثابت سے انہوں نے ام کرز سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

''حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا **اقرو الطیر علیٰ مکناتها** ''اور ایک روایت میں مکناتها کی جگہ وکناتها آیا ہے یعنی پرندوں کو اپنی جگہ بیٹھا رہنے دو''۔

اس حدیث کو امام احمدؒ اصحاب سنن اور ابن حبان وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے امام شافعی علیہ الرحمہ سے اس کا مطلب دریافت کیا تو امام صاحب نے فرمایا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ پرندوں سے فال لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی شخص سفر کے ارادہ سے نکلتا اور کوئی پرندہ اس کو کسی جگہ بیٹھا ہوا مل جاتا تھا تو وہ اس کو اڑا دیتا اور اگر وہ پرندہ داہنی جانب کو اڑتا تو وہ شخص سفر پر روانہ ہو جاتا اور اگر اس کی پرواز بائیں جانب کو ہوتی تو وہ شخص بدفالی لیتے ہوئے واپس گھر لوٹ آتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں اس طریقہ کار اور عقیدہ کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت سفیانؒ سے اس کے بعد جب بھی کوئی شخص اس حدیث کا مطلب پوچھتا تو آپ امام شافعیؒ کا مذکورہ بالا قول بیان کر دیتے۔ حضرت سفیانؒ کا بیان ہے کہ میں نے وکیعؒ سے جب اس حدیث کا مطلب معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس حدیث کا منشاء رات کے شکار کی ممانعت ہے۔ پھر میں نے وکیعؒ کے سامنے امام شافعیؒ کا قول پیش کیا تو انہوں نے اس کو پسند کیا۔ احمدؒ بن مہاجر کا بیان ہے کہ میں نے اصمعیؒ سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے بھی وہی بیان کیا جو امام شافعیؒ نے بیان کیا تھا۔

بیہقی نے سنن میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ سے حدیث مذکور کا مطلب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند فرماتا ہے۔ اس کے بعد امام شافعیؒ کا بیان کردہ مطلب اس شخص کو بتا دیا۔ پھر فرمایا کہ امام شافعیؒ اس مطلب کے بیان کرنے میں نَسِیْجُ وَحْدِہٖ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابن قتیبہ نے نسیج وحدہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ ایک باریک اور نہایت نفیس کپڑا ہوتا ہے جس کا مثل تیار کرنا مشکل ہوتا ہے اور اگر کپڑا عام ہو تو اس کا مثل تیار کرنا ممکن ہوتا ہے تو نسیج وحدہ کے معنی ہیں بے نظیر نفیس کپڑا۔ چنانچہ ہر کریم شخص کو نسیج وحدہ کہنے لگے۔

صیدلانی نے شرح مختصر میں بیان کیا ہے کہ ''مَکِنَۃٌ'' جائے قرار و تمکن کو کہتے ہیں۔ مزید لکھا ہے کہ اس حدیث کی شرح میں علماء کے

متعدد اقوال ہیں۔ اول یہ کہ اس سے رات میں پرندوں کے شکار کی ممانعت ہے۔ دوم وہی مطلب ہے جو امام شافعیؒ کے حوالہ سے اوپر مذکور ہوا۔ سوم یہ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پرندہ اپنے انڈے سیتا ہے تو اس کو ان انڈوں سے نہ اٹھایا جائے کیونکہ اس صورت میں اس کے انڈے خراب ہو سکتے ہیں اور دراصل ''مکن'' گوہ کے انڈوں کو کہتے ہیں۔ یہ مطلب ابوعبیدہ قاسم بن سلام کا بیان کردہ ہے۔ صیدلانی لکھتے ہیں کہ اس مطلب کی رو سے لفظ ''مَكِنَة'' کاف کے کسرہ کے بجائے کاف ساکن پڑھا جائے گا۔ جیسے ''تمرۃ'' اس کی جمع ''تمرات'' آتی ہے۔ ایسے ہی مکنۃ کی جمع مکنات آئے گی۔

زمانۂ جاہلیت کا فاسد عقیدہ تشاؤم

''طِيَرَة'' کے معنی ہیں بدفالی لینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَاۤ اِنَّمَا طَآئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.

''اور اگر ان کو کوئی بدفالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔ یاد رکھو کہ ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے''۔

یعنی ان کی بدبختی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور جو کچھ پیش آتا ہے وہ بقضاء وقدرت خداوندی پیش آتا ہے۔

کہا جاتا ہے ''تَطَيَّرَ طِيَرَةً'' یعنی اس نے بدفالی لی اور ''تَخَيَّرَ خِيَرَةً'' یعنی اُس نے نیک فال لی۔ خیرہ اور طیرہ کے علاوہ اس وزن پر کوئی مصدر نہیں آتا ہے۔

یہ بدفالی ان کو ان کے مقاصد سے روکتی تھی۔ چنانچہ شریعت نے آکر اس عقیدہ کو باطل کر دیا اور حضور ﷺ پرنور نے اپنے اس قول سے اس کی تردید فرمائی۔

''طیرہ کی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس سے بہتر فال ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! فال کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے جواب دیا کہ نیک کلمہ جس کو تم میں سے کوئی سنے اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے فال پسند ہے اور نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔

اہلِ عرب دائیں اور بائیں سمتوں سے فال لیتے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ جب کبھی کسی کام کا قصد کرتے تو ہرنوں کو اور پرندوں کو بھگاتے اور اڑاتے تھے۔ پس اگر وہ ہرن یا پرندہ داہنی سمت جاتا تو اس کو باعث برکت سمجھتے تھے اور اپنے اسفار اور دیگر ضروریات میں مشغول ہو جاتے اور بائیں سمت میں جاتا تو وہ اس کو منحوس سمجھتے ہوئے اپنے ارادوں کو ملتوی کر دیتے۔

ایک دوسری حدیث میں طیرہ کو شرک سے تعبیر کیا ہے۔

الطِّيَرَةِ شرک: طیرہ شرک ہے یعنی یہ اعتقاد کہ اس سے نفع وضرر پہنچتا ہے شرک ہے۔ طیرہ کو طیر سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق جس طرح پرندہ سرعت کے ساتھ پرواز کرتا ہے اسی سرعت اور تیزی کے ساتھ بلائیں لاحق ہو جاتی ہیں۔ فال مہموز ہے لیکن بغیر ہمزہ بھی اس کا استعمال درست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر نیک اور صالح کلمہ سے کی ہے۔ فال کا استعمال عموماً مواقع مسرت میں ہوتا ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی اس کا استعمال ہو جاتا ہے لیکن طیرہ کا استعمال ہمیشہ برائی میں ہوتا ہے۔

علماء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''اُحِبُّ الفال'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہے تو اس کو لامحالہ خیر پہنچتی ہے اور جب اس کی اُمید اللہ سے منقطع ہو جاتی ہے تو اس کو برائی پہنچتی ہے اور طیرہ میں یہ خرابی ہے کہ اس

میں سوءظن بلاؤں کی آمد کی توقع ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی شخص بھی طیرہ' حسد اور بدگمانی سے محفوظ نہیں ہے پس ہم کیا کریں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو طیرہ سے واسطہ پڑے (یعنی کوئی پرندہ اچانک تمہارے بائیں جانب کو اڑ جائے تو تم اپنا کام جاری رکھو اور جب تم کو کسی سے حسد ہو تو اس پر تعدی مت کرو اور تم کو بدگمانی ہو جائے تو اس کو حقیقت میں مت سمجھو''۔

طیرہ کے متعلق مزید تفصیل انشاء اللہ باب اللام میں لقحۃ کے عنوان سے آئے گا۔

''مفتاح رالسعادۃ'' میں مذکور ہے کہ طیرہ یعنی بدشگونی اسی کو نقصان پہنچاتی ہے جو اس سے ڈرتا ہے اور خائف رہتا ہو اور جو اس کی پرواہ نہیں کرتا اس کا کچھ نہیں بگڑتا بالخصوص جب اس کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لی جائے تو نقصان کا کچھ بھی اندیشہ نہیں رہتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ لاَ طَیْرَ اِلاَّ طَیْرُ کَ وَلاَ خَیرَ اِلاَّ خیرَ کَ وَلاَ اِلٰہَ غَیرُ کَ اَللّٰھُمَّ لاَ یَاتِیْ بِالْحَسنَاتِ اِلاَّ اَنْتَ وَلاَ یَذْھَبُ بِالسَّیئَاتِ اِلاَّ اَنْتَ وَلاَ حَولَ وَلاَ قُوَّ اِلاَّبِکَ.

''اے اللہ! تیرے طیر کے علاوہ کوئی طیر نہیں اور تیری خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں' اے اللہ تمام بھلائیاں تیری عطا سے ملتی ہیں۔ تمام برائیاں تو ہی ختم کرتا ہے اور بدوں تیری مدد کے کسی کو کوئی طاقت وقوت نہیں ہے''۔

جو شخص اس طیرہ کا اہتمام وخیال کرتا ہے تو یہ اس شخص کی جانب اس تیزی سے بڑھتا ہے جس تیزی سے سیلاب کا پانی کسی ڈھلان کی جانب بڑھتا ہے اور ایسے شخص کے قلب میں وساوس کا دروازہ کھل جاتا ہے اور شیطان اس کے ذہن میں ایسی قریب وبعید مناسبتیں لاتا ہے جس سے اس کا عقیدۂ دینی بگڑ جاتا ہے اور زندگی خراب ہو جاتی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا واقعہ

ابن عبدالحکم نے بیان کیا ہے کہ جب عمرؒ بن عبدالعزیز مدینہ سے نکلے تو بنی لخم کے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ چاند دبران میں ہے (دبران چاند کی اس منزل کا نام ہے جو برج ثور کے پانچ ستاروں کے درمیان ہے) میں نے یہ بات سیدھے لفظوں میں امیر المومنین سے کہنی مناسب نہ سمجھی اس لئے میں نے انداز بدل کر کہا کہ امیر المومنین دیکھئے آج چاند کس قدر مستوی ہے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے میرے یہ کہنے پر جب سر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چاند دبران میں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس بات سے شاید تمہاری منشاء مجھے اس بات پر مطلع کرنا ہے کہ چاند دبران میں ہے لیکن سنو! ہم نہ چاند کے بھروسہ پر نکلتے ہیں اور نہ سورج کے بھروسہ پر'' ہم صرف اللہ واحد قہار کے بھروسہ پر نکلتے ہیں۔

جعفر بن یحییٰ برمکی کا واقعہ

ابن خلکان نے بیان کیا ہے کہ ابونواس کو پیش آنے والے قبیح معاملات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے ایک مکان تعمیر کرایا اور اس کی تعمیر کی عمدگی میں اپنی تمام کوششوں کو صرف کر دیا۔ جب اس مکان کی تعمیر مکمل ہو گئی اور جعفر رہائش کے لئے اس مکان میں منتقل ہو گیا تو ابونواس نے اس مکان کی تعریف وتوصیف میں ایک قصیدہ قلمبند کیا جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

اَرْبعُ الْبلٰی اِنَّ الْخُشُوْعَ لَبادی عَلَیکَ وَاِنِّیْ لَمْ اَخُنکَ وِدَارَیْ

ترجمہ:- خدا کرے کہ یہ نئی عمارت اپنے رہنے والوں کے لئے خوشگوار ہو اور اس پر تم بھی مطلع ہو کہ میں نے تمہاری قلبی محبت میں کوئی کمی

نہیں آنے دی۔

سَلَامٌ عَلَى الدُّنيَا اِذَا مَا فَقَدْتُمْ بَنِي بَرْمَکَ مِنْ رَائِحِيْنَ وَغَادِيْ

ترجمہ:- دنیا پر سلام ہو جبکہ تم بنو برمک کو گم کرو تو سلامتی کے پیغامات تمہیں پہنچیں ہر آنے جانے والے کی طرف سے۔

بنو برمک نے اس قصیدہ سے بدشگونی لی اور کہا کہ اے ابونواس تو نے ہم کو ہماری موت کی خبر دی ہے۔ چنانچہ کچھ ہی دن بعد رشید ان پر غالب آ گیا اور بدشگونی صحیح ہوگئی۔

طبری، خطیب بغدادی اور ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ جعفر بن یحییٰ برمکی نے جب ایک محل بنوایا اور جب اس کی زیبائش و آرائش مکمل ہوگئی تو اس نے اس میں سکونت کا عزم کیا تو اس نے اس محل میں منتقل ہونے کے لئے مناسب اور موزوں وقت کے انتخاب کے لئے نجومیوں کو جمع کیا۔ نجومیوں نے محل میں منتقل ہونے کے لئے رات کے وقت کا انتخاب کیا۔ چنانچہ جعفر نجومیوں کے مجوزہ وقت پر اس محل کی جانب چل دیا۔ راستے سنسان تھے اور تمام علاقہ پُرسکون تھا کہ اچانک ایک شخص یہ شعر پڑھتا ہوا نظر آیا۔

تَدْبِرُ بِالنُّجُوْمِ وَلَسْتَ تَدْرِيْ وَرَبُّ النَّجْمِ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

ترجمہ:- تُو ستاروں کے ذریعہ انجام کو سوچ رہا ہے اور اس بات سے بے خبر ہے کہ ستاروں کا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

جعفر نے اس شعر سے بدشگونی لی اور اس شخص کو بلا کر دوبارہ وہ شعر پڑھوایا اور دریافت کیا کہ تُو نے یہ شعر کس مقصد سے پڑھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ کوئی خاص مقصد نہیں تھا میں کسی خیال میں منہمک تھا کہ اچانک یہ شعر زبان پر جاری ہوگیا۔ جعفر نے اس کو ایک دینار دینے کا حکم دیا اور روانہ ہوگیا۔ لیکن یہ شعر سن کر اس کی خوشیاں ختم ہوگئیں اور زندگی بیکار ہوگئی۔ کچھ ہی عرصہ بعد رشید ان پر غالب آ گیا۔

جعفر کے قتل کا واقعہ انشاء اللہ باب العین میں لفظ عقاب کے عنوان میں آئے گا۔

ابن عبدالبر کی کتاب ''تمہید'' میں مقبری کی حدیث ابن لہیعہ عن ابن ابی ھبیرہ عن ابی عبدالرحمن الجیلی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے منقول ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو بدشگونی اس کے کام سے روک دے تو اس شخص نے شرک اختیار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ! بدشگونی کے تدارک کی کیا تدبیر ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی تدبیر ہے کہ یہ کلمات کہہ لے: اَللّٰهُمَّ لاَ طَيْرَ اِلاَّ طَيْرُکَ وَلاَ خَيْرَ اِلاَّ خَيْرُکَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُکَ'' اس کے بعد اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔

ضروری تنبیہ

قاضی ابوبکر بن العربی نے سورۂ مائدہ کی تفسیر میں تاکیداً لکھا ہے کہ مصحف یعنی قرآن شریف سے فال لینا قطعاً حرام ہے۔ قرآنی نے علامہ ابوالولید طرطوشی علیہ الرحمتہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ ابن بطہ حنبلی نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور ہمارے (شوافع) مذہب کے مطابق قرآن کریم سے فال لینا مکروہ ہے۔

قرآن کریم کی توہین اور عبرت ناک انجام

ادب الدین و الدنیا'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک نے ایک دن قرآن کریم سے فال لی تو یہ آیت نکلی ''وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (اور کفار) فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے وہ سب بے مراد

ہوئے۔ یہ آیت دیکھ کر ولید بد بخت نے قرآن کریم کو پھاڑ ڈالا اور یہ شعر پڑھے۔

اَتُوْعِدُ كُلَّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ!!! فَهَا اَنَا ذَاكَ جَبَّارٍ عَنِيْدِ

ترجمہ:۔ کیا تُو ہر سرکش وضدی کو ڈراتا ہے تو بس میں ہی وہ ضدی اور سرکش ہوں۔

اِذَا مَا جِئْتَ رَبَّكَ يَوْمَ حَشْرٍ فَقُلْ يَا رَبِّ مَزَّقَنِيْ الْوَلِيْدُ

ترجمہ:۔ جب تُو حشر میں اپنے رب کے ساتھ آئے تو کہہ دینا اے میرے رب مجھے ولید نے پھاڑ دیا تھا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ولید کو نہایت دردناک طریقہ سے قتل کر کے اُس کا سر سولی پر لٹکا دیا گیا اور اس کے بعد سر کو شہر پناہ کی بر جی پر لٹکا دیا گیا جیسا کہ باب الالف میں اَلْاَوْز کے بیان میں گزر چکا۔

توکل

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے بسند صحیح امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اللہ رب العزت پر کما حقہٗ توکل کرو تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ والے ہو کر لوٹتے ہیں، یعنی صبح کو بھوک کی وجہ سے خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر لوٹتے ہیں''۔

امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں کسب معاش سے دستبردار ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں تلاش رزق کی دلیل ہے اور منشاء کلام یہ ہے کہ لوگ اگر اپنے جانے آنے اور دیگر تصرفات میں خدا پر بھروسہ کریں اور یہ خیال رکھیں کہ تمام خیر و بھلائی اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور اسی کی جانب سے خیر ملتی ہے تو ایسے لوگ ہمیشہ سالم و غانم لوٹیں گے جیسا کہ پرندے صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے کہ اپنی قوتِ کمائی پر بھروسہ کرتے ہیں حالانکہ یہ بات توکل کے خلاف ہے۔

ترک وسائل کا نام توکل نہیں ہے

ا''احیاء العلوم'' میں کتاب احکام الکسب کے شروع میں مذکور ہے کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ جائے اور یوں کہے کہ میں کچھ نہیں کروں گا مجھے اسی طرح میرا رزق مل جائے گا آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ایسا شخص جاہل اور علم سے نابلد ہے۔ کیا اُس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا ''اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ'' (اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا ہے) اور پرندوں کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے ''تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (پرندے صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر آتے ہیں) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ شخص کے بارے میں مزید کہا کہ اس احمق کو معلوم نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ خشکی اور تری میں تجارت کیا کرتے تھے اور اپنے باغات میں کام کیا کرتے تھے لہٰذا ہم کو ان کی اقتداء کرنی ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ توکل کاشتکاروں کے عمل میں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ کاشتکاری کرتے ہیں اور اپنے بیجوں کو زیر زمین ڈال دیتے ہیں۔ دراصل یہی لوگ متوکلین ہیں۔ اس قول کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جس کی بیہقی نے شعب میں اور عسکری نے الامثال میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یمن کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون

لوگ ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم متوکلین ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ متوکل وہ لوگ ہیں جو اپنا بیج زمین میں بکھیر دیتے ہیں اور رب الارباب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ بعض قدیم فقہاء بیت المقدس کا اسی پر فتوے ہے۔ امام نوویؒ اور رافعیؒ نے بھی کاشتکاری کی فضیلت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ کاشتکاری توکل کے زیادہ قریب ہے۔

''شعب'' میں عمرو بن امیہ ضمری سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں؟ اور توکل کروں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اونٹنی کو باندھ اور توکل کر۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ عنقریب مذکورہ حدیث ''باب النون'' میں ناقہ کے عنوان میں آئے گی۔ انشاءاللہ۔

حلیمی فرماتے ہیں کہ ہر اس شخص کے لئے جو کھیت میں تخم ریزی کرے مستحب ہے کہ استعاذہ (یعنی اول اَعوذُ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے) کے بعد یہ آیت تلاوت کرے۔

اَفَرَ اَیْتُمْ مَاتَحرُ ثُوْن ءَاَنْتُمْ تَزْ رَ عُوْ نَهٗ اَم نَحْنُ الزَّارِعُوْن.

''اچھا پھر بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہواس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں''۔

مذکورہ بالا آیت کے پڑھنے کے بعد یہ کلمات کہے:۔

بَلِ اللّٰهُ الزَّارِعُ وَالْمُنبِتُ وَالْمُبْلِغُ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَارْزُقْنَاثَمَرَهٗ وجَنِّبْنَا ضَرَرَهٗ وَاجْعَلْنَا لَا نْعُمِکَ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ.

''بلکہ اللہ ہی زارع ہے وہی اگانے والا ہے وہی مبلغ ہے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ نازل فرما اور آپؐ کی آل پر، اور ہم کو اس کا ثمر عطا کر اور اس کے نقصان سے ہمیں دور رکھ اور ہم کو ان لوگوں میں شامل کردے جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں''۔

ذاتِ خداوندی ہی بھروسہ کے قابل ہے

ابوثور فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک وصاف اور آپ کے مراتب کو بلند فرمایا اور ارشاد فرمایا:

وَتَوَ کَّلْ عَلَی الحَیِّ الَّذِیْ لا یَمُوْتُ.

''اور بھروسہ کر اس زندہ رہنے والے پر جس کو موت نہیں آئے گی''۔

یہ حکم اس وجہ سے ہوا کہ لوگوں کے توکل کے بارے میں مختلف احوال تھے۔ کسی کو اپنی ذات پر بھروسہ تھا کوئی اپنے مال پر بھروسہ کرتا تھا اور کوئی اپنی جان پر کوئی اپنے دبدبہ پر اور کوئی اپنی سلطنت پر بھروسہ کرتا تھا۔ کوئی اپنے پیشہ پر، کسی کو اپنے غلے پر اور کوئی دوسرے لوگوں پر بھروسہ کرتا تھا اور چونکہ یہ توکل، وبھرسہ فانی اور ختم ہونے والی اشیاء پر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان سب سے منزہ فرمایا اور حکم دیا کہ صرف اس ذات پر بھروسہ کرو جو ہمیشہ زندہ رہے اور جس کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

اہلِ اللہ کا توکل

شیخ شریعت وطریقت علامہ ابو طالب مکی نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں فرمایا ہے کہ علماء حق اللہ پر اس غرض سے توکل نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دنیا کی حفاظت کرے اور نہ ہی ان کا منشاء اپنی مرادوں اور مرضیات کی تکمیل ہوتی ہے اور نہ ان کو یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ ان چیزوں کا فیصلہ فرمائے جو ان کو محبوب ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے توکل کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ناپسند واقعات

کے وقوع کو روک دے یا اپنی سابقہ مشیت کو ان کی عقل کے مطابق تبدیل کر دے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا جو امتحان و آزمائش کا طریقہ ہے ان کے لئے اللہ اس کو تبدیل کر دے بلکہ حق جل مجدہ ان حضرات کے نزدیک اس سے بہت اجل وارفع ہیں اور ان کو اس کی معرفت حاصل ہے۔

پس اگر کوئی عارف ان مذکورہ مقاصد میں سے کسی مقصد کے لئے توکل کرتا ہے تو وہ معصیت کا مرتکب ہوگا۔ اور اس کو اس گناہِ کبیرہ سے توبہ لازم ہے بلکہ اہلِ اللہ کا توکل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے نفوس کو احکامِ خدا پر صابر بنا دیا ہے کہ وہ جس طرح بھی ہوں ان پر راضی رہے اور یہ لوگ اپنے قلوب سے مشیت ایزدی پر رضا کے طالب ہیں۔

خواب میں طیر کی تعبیر

پرند کی تعبیر رزق ہے جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

وما الرزق الطائر اعجب الوری فمدت لهٔ من کل فن حبائل

ترجمہ:۔ رزق تمام مخلوق کا پسندیدہ پرندہ ہے جس کے حصول کے لئے ہر فن سے جال بچھا دیئے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں اس کی تعبیر سعادت و ریاست بھی ہے۔ کالے پرندے اعمالِ سیۂ اور سفید پرندے اعمالِ حسنہ کی دلیل ہیں۔ کسی جگہ اترتے اور اڑتے ہوئے پرندوں سے ملائکہ مراد ہوتے ہیں۔ ایسے پرندوں کی تعبیر جو انسانوں سے مانوس ہیں ان سے بیویاں اور اولاد مراد ہیں اور غیر مانوس پرندوں کی تعبیر غیر مانوس اور عجمی لوگوں کی صحبت ہے۔

عقاب کو خواب میں دیکھنا شر' تنگدستی اور تاوان کی علامت ہے۔ سدھائے ہوئے شکاری پرندے کو خواب میں دیکھنا عزت' سلطنت' فوائد اور رزق کی دلیل ہے۔ ماکول اللحم پرندے کی تعبیر سہل ترین فائدہ کی جانب اشارہ ہے اور آواز والے پرندوں سے صلحاء مراد ہیں۔ نر پرندوں سے مراد مرد اور مادہ سے عورتیں مراد ہوتی ہیں۔ غیر معروف پرندوں سے اجنبی لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے پرندوں کو خواب میں دیکھنا جو خیر وشر دونوں کے حامل ہوں ان کی تعبیر مشکل کے بعد راحت اور تنگی کے بعد وسعت مراد ہے۔

رات میں نظر آنے والے پرندوں کو خواب میں دیکھنا جرأت' اخفاء اور شدتِ طلب کی دلیل ہے۔ بے قیمت پرندے کو اگر خواب میں قیمت والا ہو جائے تو اس سے ربا ء اور سود مراد ہے اور کبھی ناحق مال کا استعمال بھی مراد ہوتا ہے۔ اگر خواب میں ایسے پرندوں کو جو کبھی کسی خاص وقت رونما ہوتے دیکھے تو اس کی تعبیر اشیاء کا غلط مواقع پر استعمال مراد ہے یا اس سے انوکھی خبریں مراد ہوتی ہیں یا لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ جتنے پرندے مذکور ہوئے یا مذکور ہوں گے ان سب کے متعلق ہم نے یہ اصول بیان کر دیئے ہیں لہٰذا آپ غور وفکر کر کے قیاس کیجئے۔

تتمہ

معبرین کا قول ہے کہ تمام پرندوں کی بولیاں صالح اور عمدہ ہیں لہٰذا جو شخص خواب میں پرندے کو بولتے ہوئے دیکھے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی روشنی میں رفعت شان سے سرفراز ہوگا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ.

''اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم دی گئی اور ہم کو (سامانِ سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں۔ واقع یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے''۔

بحری پرندوں اور مور و مرغ کی آواز کو معبرین نے ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس سے غم، فکر اور موت کی خبر کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ نر شتر مرغ کی آواز خادم کی جانب سے قتل کا اشارہ ہے اور اگر شتر مرغ کی آواز کو خواب میں برا محسوس کیا تو خادم کے غلبہ کی دلیل ہے۔ کبوتر کی غڑغوں سے مراد قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی عورت ہے۔

وہ پرندے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے

ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''اُنس الفرید وبغیۃ المرید'' میں بیان کیا ہے کہ دس پرندے ایسے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے (۱) بعوضۃ'' (مچھر) سورہ بقرہ میں مذکور ہے (۲) غراب (کوا) سورہ مائدہ میں اور سورہ اعراف میں (۳) ٹڈی کا ذکر ہے سورہ نحل میں (۴) شہد کی مکھی کا ذکر ہے سورہ بقرہ اور طٰہٰ میں (۵) سلویٰ بٹیر کا ذکر ہے (۶) نملہ (چیونٹی) سورہ نمل میں مذکور ہے (۷) ہدہد یہ بھی سورہ نمل میں مذکور ہے (۸) ذباب (مکھی) سورہ حج میں مذکور ہے۔ (۹) فراش (پروانے) سورء قارعہ میں مذکور ہے۔ (۱۰) ابابیل سوہ فیل میں مذکور ہے۔

طَيْرُ الْعَرَاقِيبِ

(بدشگومی کا پرندہ) طیر العراقیب:۔ جس پرندے یا چیز سے اہلِ عرب بدشگونی لیتے تھے اس کو طیر االعراقیب کہتے تھے۔

غیر کے پرندوں کو چھوڑ دینے کا حکم

جو شخص کسی کا پنجرہ کھول کر اس کے پرندے کو باہر نکالے اور اس وجہ سے وہ پرندہ اڑ جائے تو یہ شخص اس اڑنے والے پرندہ کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے پنجرہ کھول کر اس پرندہ کو اڑنے کا موقع فراہم کیا ہے اور اگر کسی نے صرف پنجرہ کھولا اور پرندے کو اڑانے کی کوشش نہیں کی تو اس صورت میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ مطلقاً ضامن ہوگا۔ دوم یہ کہ بالکل ضامن نہیں ہوگا۔ سوم جو صحیح ہے وہ یہ کہ اگر پنجرہ کھلتے ہی فوراً اڑ گیا تو ضامن ہوگا اور اگر پنجرہ کھلنے کے بعد ٹھہرا رہا تو اس کے بعد اڑا تو ضامن نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ فوراً اڑ جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اڑان پنجرہ کھولنے والے کی وجہ سے ہے اور توقف کے بعد اڑنا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ پرندہ اپنے اختیار سے اڑا ہے۔

اگر پنجرے سے نکلتے وقت اس نے کوئی چیز ضائع کر دی یا اس کے نکلنے سے پنجرہ ٹوٹ گیا یا وہاں بلی موجود تھی اور اس نے پنجرہ کھلتے ہی اس پر حملہ کر کے پرندہ کو ہلاک کر دیا تو ان تمام صورتوں میں پنجرہ کھولنے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔ واللہ اعلم۔

طَيْرُ الْمَاءِ

(ایک مائی پرندہ) طَیْرُ الْمَاءِ: اس کی کنیت ابو حلّ ہے اور اس کو ابن الماء اور بنات الماء بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر انشاء اللہ باب المیم میں آئے گا۔

شرعی حکم

رافعی نے کہا ہے کہ لقلق (سارس کی قسم کا ایک پرندہ ہے جس کی گردن اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں اور یہ سانپوں کو کھاتا ہے) کے علاوہ اس کی جملہ اقسام حلال ہیں۔ صحیح قول کے مطابق لقلق کا کھانا حرام ہے۔ رویانی نے طیر الماء کے متعلق جواز اور عدم جواز دونوں قول نقل

کئے ہیں لیکن صحیح وہ ہے جو رافعی نے بیان کیا ہے۔ طیر الماء میں بطخ، اوز اور مالک الحزین سب داخل ہیں۔ ابو عاصم عبادی نے کہا ہے کہ طیر الماء کی تقریباً سو قسمیں ہیں اور اہلِ عرب ان میں سے اکثر کے ناموں سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ ان کے ممالک میں ان کا وجود نہیں ہے۔

الامثال

ساکن وصامت اور غیر متحرک لوگوں کے لئے اہلِ عرب بولتے ہیں "کَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرَ" یعنی ان میں سے ہر ایک کے سر پر ایک پرندہ ہے۔ جس کو شکار کرنے کا اس کا ارادہ ہے اس لئے وہ حرکت نہیں کر رہا ہے۔ یہ صفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس شریفہ کی ہوا کرتی تھیں کہ جب آپ تکلم فرمایا کرتے تھے تو آپ کی مجلس کے شرکاء اس طرح گردن جھکا لیتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی بالکل خاموش رہتے تھے اور کچھ نہیں بولتے تھے اور پرندہ ساکت چیز پر بیٹھ سکتا ہے۔ اس مثل کا پس منظر یہ ہے کہ جو کوا چیچڑی وغیرہ پکڑنے کے لئے اونٹ پر بیٹھتا ہے تو اس کے چیچڑی کو پکڑنے سے اونٹ کو آرام ملتا ہے۔ لہٰذا اونٹ اس خوف سے کہ کہیں کوا اڑ نہ جائے حرکت نہیں کرتا لہٰذا ہر ساکن وصامت کے لئے یہ مثل بن گئی۔

طَیُطَوِیُ

طِیُطَوِیُ: ارسطاطالیس نے "کتاب النعوت" میں بیان کیا ہے کہ طیطوی ایک پرندہ ہے جو ہمیشہ جھاڑیوں اور پانی میں رہتا ہے اس لئے کہ یہ پرندہ نہ کوئی زمین سے اگنے والی چیز کھاتا ہے اور نہ گوشت بلکہ اس کی غذا وہ بدبودار کیڑے ہیں جو تھوڑے رکے ہوئے پانی کے کنارے پیدا ہو جاتے ہیں۔

باز جب کبھی بیمار ہو جاتا ہے، تو اس پرندہ (طیطوی) کو تلاش کرتا ہے۔ باز کو عموماً حرارت کے سبب جگر میں بیماری لاحق ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اس پرندہ کو پکڑ کر اس کا جگر کھا لیتا ہے جس سے اس کو شفاء حاصل ہو جاتی ہے۔

طیطوی اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل نہیں کرتا البتہ جب باز اس کو تلاش کرتا ہے تو یہ بھاگ جاتا ہے اور اپنی جگہ تبدیل کر لیتا ہے۔ اگر رات میں یہ اپنی جگہ سے بھاگتا ہے تو چلا تا ہے مگر دن میں خاموشی کے ساتھ گھاس میں چھپ جاتا ہے۔

پرندے اپنی آوازوں میں کیا کہتے ہیں

ثعلبی اور بغوی وغیرہ نے سورہ نمل کی تفسیر میں "عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ" پر کلام کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ پرندوں کی بولی کو منطق اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بولی بھی انسانی گفتگو کی طرح سمجھ میں آ جاتی ہے۔ ان حضرات نے کعب احبار اور فرقد سنجی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا ایک بلبل کے پاس سے گزر ہوا جو درخت کے اوپر بیٹھی ہوئی دم اور سر ہلا رہی تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ معلوم ہے یہ کیا کہہ رہی ہے؟ ساتھیوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہمیں معلوم نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے آدھی کھجور کھا لی۔ پس دنیا ہلاک ہونے والی ہے۔ پھر ہد ہد کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ ہد ہد یہ کہہ رہا ہے کہ جب قضاء خداوندی نازل ہوتی ہے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کعب کی ایک روایت کے مطابق ہد ہد یہ کہتا ہے کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا اور فاختہ کہتی ہے کہ کاش یہ مخلوق پیدا نہ ہوتی اور جب پیدا ہو گئی تو کاش مقصد تخلیق کو جان لیتی اور اس نے مقصد تخلیق کو جان لیا تو کاش یہ مخلوق اپنے علم پر عمل کرتی۔ لٹورا یہ کہتا ہے "میں اپنے عالی شان پروردگار کی زمین و آسمان بھر تسبیح بیان کرتا ہوں"۔ اور کیکڑا یہ کہتا ہے "اے گناہ گارو! اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو"۔ اور طیطوی یہ کہتا ہے "ہر زندہ کے لئے موت آتی ہے اور ہر نئی چیز

پرانی ہو جائے گی" خطاف کہتا ہے "بھلائی کو آگے بھیجو اس کو تم اللہ کے پاس پاؤ گے"۔ درشان (قمری) کہتا ہے۔ "موت کی تیاری کرو اور اجڑے دیار کو آباد کرو"۔ مور کہتا ہے "جیسا کرو گے ویسا پھل پاؤ گے"۔ کبوتری کہتی ہے "پاک ہے میرا رب جو ہر زبان پر مذکور ہے"۔ سیپی کہتی ہے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (اور وہ بڑی رحمت والا عرش پر قائم ہے) عقاب کہتا ہے "لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں سے دور رہنے میں انس ہے"۔

خطاف سورہ فاتحہ مکمل پڑھتی ہے اور ولا الضالین میں مد کرتی ہے جس طرح قاری مد کرتا ہے" اور بازی کہتا ہے۔ "میں اپنے رب کی تسبیح وحمد بیان کرتا ہوں"۔ قمری کہتی ہے "میرا اعالی شان رب پاک ہے"۔ اور بعض کے مطابق قمری "یا کریم کہتی ہے اور کوا (دسواں حصہ لینے والوں پر لعنت بھیجتا ہے اور ان کو بد دعا دیتا ہے"۔ اور طوطا کہتا ہے "برا ہو اس شخص کا جس کو دنیا کا سب سے زیادہ فکر ہو"۔ اور زرزور کہتا ہے "اے اللہ! میں آج صرف آج کا رزق تجھ سے مانگتا ہوں" اور چنڈول کہتی ہے "اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی آل سے بغض رکھنے والوں پر لعنت فرما"۔ مرغ کہتا ہے "اے غافلو! اللہ کا ذکر کرو"۔ گدھ کہتا ہے "اے ابن آدم جیسے چاہے زندگی گزار لے بلاشبہ تجھے موت آنے والی ہے"۔

ایک روایت میں ہے کہ دو لشکروں کے درمیان مڈبھیڑ کے وقت گھوڑا کہتا ہے "سُبُّوحٌ" "قُدُّوسٌ" رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ" اور گدھا (ٹیکس وصول کرنے والا) پر اور اس کی کمائی پر لعنت بھیجتا ہے اور مینڈک کہتا ہے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى"۔

تعبیر

ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق اس کی تعبیر عورت ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت پیٹ چھانٹتا ہے اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔

اَلطَّيْهُوْج

(چھوٹی چکور جیسا ایک پرندہ) اَلطَّيْهُوْج: اس کی گردن سرخ ہوتی ہے اور چونچ و پیر بھی چکور کی طرح سرخ ہوتے ہیں۔ دونوں بازوؤں کے نیچے سیاہی اور سپیدی ہوتی ہے اور یہ سیبی کی طرح ہلکی پھلکی ہوتی ہے۔

شرعی حکم

یہ پرندہ حلال ہے۔

بنت طبق وام طبق

(کچھوا) بنت طبق ام طبق: باب السین میں اس کا تذکرہ ہو چکا۔ بقول بعض یہ ایک بڑا سانپ ہوتا ہے جو چھ روز تک سوتا ہے اور ساتویں دن بیدار ہوتا ہے۔ پس جس چیز پر اس کی پھنکار پڑ جاتی ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے اور ان دونوں کا تذکرہ ان سے متعلقہ باب میں پہلے گزر چکا۔

الامثال

جوکوئی شخص برا کام انجام دیدے اس کے لئے بولتے ہیں۔ "جَاءَ فُلَانٌ بِاَحدیٰ بناتِ طبق" فلاں ایک بنت طبق لے آیا۔

بَابُ الضَّاءِ المعجمة

اَلظَّبی

(ہرن) الظبی: اس کی جمع اَظْبٌ اور ظباء آتی ہے اور اس کی مؤنث "ظَبیۃ" آتی ہے۔ اس کی جمع ظَبَیَات" اور "ظباء" آتی ہیں۔ جس جگہ کثرت سے ہرن پائے جائیں اس جگہ کو "اَرض" "مَظبَاۃ" کہتے ہیں۔

ظبیہ نامی ایک عورت بھی ہے جو خروجِ دجال سے قبل ظاہر ہوگی اور مسلمانوں کو اس سے ڈرائے گی۔

کرخی کا خیال ہے کہ "ظباء" نر ہرنوں کو کہتے ہیں اور مادہ کو غزال کہتے ہیں۔ لیکن بقول امام دمیری یہ کرخی کا خیالِ خام ہے۔ کیونکہ غزال تو ہرن کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ابھی چھوٹا ہو اور اس کے سینگ نہ نکلے ہوں امام نوویؒ کی بھی یہی رائے ہے اور یہی درست ہے۔ صاحبِ تنبیہ نے اپنی کتاب میں "فَاِنْ اَتْلَفَ ظَبْیًا مَاخِضًا" جو جملہ استعمال کیا ہے اس پر امام موصوف نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صحیح "ظَبیۃ مَاخِضًا" ہے۔ کیونکہ ماخض حاملہ کو کہتے ہیں اور مونث کے لئے ظبیۃ" ہی کا استعمال ہوتا ہے اور نر کے لئے ظبی" کا ظَبْیَۃ" کی جمع ظباء آتی ہے۔ جیسے رکوۃ کی جمع رکاء آتی ہے۔ اس لئے یہ قاعدہ ہے کہ جو معتل فَعْلَۃ (بفتح الفاء) کے وزن پر ہوگا۔ ہمیشہ اس کی جمع الف ممدودہ کے ساتھ ہوگی۔ صرف لفظ قریہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی جمع خلافِ قیاس قری آتی ہے۔ ہرن کی کنیت ام خشف، ام شادن اور ام الطلاء آتی ہے۔

ہرن مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں اور ان کی تین قسمیں ہیں ہرن کی ایک قسم ایسی ہے جس کو الآرم کہا جاتا ہے اور ان کا رنگ بالکل سفید ہوتا ہے یہ قسم ریتیلے مقامات میں پائی جاتی ہے۔ اس قسم کو ضاٗن الضباء (ہرنوں کے مینڈھے) کہا جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح بھیڑ اور دنبے لحیم شحیم ہوتے ہیں اس قسم کے ہرنوں میں سب سے زیادہ گوشت اور چربی ہوتی ہے اور ہرن کی دوسری قسم کو العفر کہا جاتا ہے اس کا رنگ سرخ اور چھوٹی گردن والا ہوتا ہے اور دوڑنے میں تمام ہرنوں سے کمزور ہوتا ہے یہ ہرن زمین کے سخت اور بلند مقام پر اپنا ٹھکانا بناتے ہیں۔ کمیت نے کہا ہے۔

وَکُنَّا اِذَا جَبَارُ قَوْمٍ اَرَادَنَا بَکَیْدٍ حَمَلْنَاہُ عَلٰی قَرْنِ اعفوا

ترجمہ:۔ اور جب کسی ظالم قوم نے ہمارے ساتھ فریب کاری کا ارادہ کیا تو ہم نے اس کو عفر ہرن کے سینگوں پر اٹھالیا۔ (یعنی ہم اس کو قتل کردیتے ہیں اور ان کے سروں کو نیزوں پر اٹھالیتے ہیں۔ زمانہ قدیم مین نیزے سینگوں کے بھی بنائے جاتے تھے)۔

تیسری قسم الآدم ہے۔ اس قسم کے ہرنوں کی گردن اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں اور پیٹ سفید ہوتا ہے۔

ہرن کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ اس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور تمام جانوروں سے زیادہ چوکنا رہتا ہے۔ ہرن کی عقلمندی یہ ہے کہ جب یہ اپنی کناس (خواب گاہ) میں داخل ہوتا ہے تو پشت کی جانب سے یعنی الٹے پاؤں داخل ہوتا ہے اور آنکھیں سامنے کرکے دیکھتا رہتا ہے کہ کہیں اس کو ایسا کوئی جانور تو نہیں دیکھ رہا جو اس کا یا اس کے بچوں کا طالب ہے اور اگر اس کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کو کسی نے

دیکھ لیا ہے تو پھر ہرگز یہ اندر داخل نہیں ہوتا۔

ہرن کی پسندیدہ غذا

حنظل ہرن کی پسندیدہ غذا ہے اس کو بڑے مزے سے کھاتا ہے اور سمندر کا کھاری پانی پی کر بھی لطف حاصل کرتا ہے۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ ہرن کے ایک سالہ بچہ کو طلا اور خشف کہتے ہیں اور دو سالہ بچے کو جذع اور تین سالہ بچے کو ثنی کہتے ہیں اور پھر تادم حیات ثنی ہی کہلاتا ہے۔

ابن خلکان نے حضرت جعفر صادق ؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ ؒ سے سوال کیا کہ اگر کوئی محرم ہرن کے رباعی دانت توڑ ڈالے تو آپ کے نزدیک اس پر کیا جنایت ہوگی؟ امام صاحب ؒ نے فرمایا۔ اے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند مجھے نہیں معلوم' تو حضرت جعفر ؒ صادق نے فرمایا کہ ہرن کے رباعی دانت ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ ہمیشہ ثنی ہوتا ہے۔ کشاجم نے بھی ہرن کے متعلق ''کتاب المصاید والمطار'' میں یہی لکھا ہے۔ جوہری نے س۔ن۔ن کے مادہ میں اونٹ کی تعریف میں کہے گئے اس شعر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اونٹنی جس کا شاعر نے تذکرہ کیا وہ ثنی تھی اور ثنی اس جانور کو کہا جاتا ہے جو دو دانت ہو جائے اور ہمیشہ دو دانت رہتا ہے۔ شعر یہ ہے

فَجَاءَ تْ كَسِنِّى الضَبىُ لَمْ اَرَمِثْلَهَا شفَاءُ عَلِيْلِ اَوْ حَلُوْبَةُ جَائِعِ

ترجمہ:۔ وہ ہرن کی عمر میں آئی میں نے اس جیسی کوئی اونٹنی نہیں دیکھی وہ بیمار کے لئے شفاء ہے یا بھوکے کے لئے دودھ دینے والی ہے۔

امام اعظم ؒ سے جعفر صادق ؒ کے سوالات

ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ میں اور امام ابوحنیفہ ؒ حضرت جعفر صادق ؒ کے پاس گئے تو میں نے حضرت جعفر صادق ؒ سے امام صاحب ؒ کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہ عراق کے فقیہ ہیں۔ یہ سن کر جعفر نے کہا کہ شاید یہ وہی شخص ہے جو دین میں اپنی طرف سے قیاس کرتا ہے۔ کیا یہی نعمان بن ثابت ہے۔ ابن شبرمہ کا بیان ہے کہ اب تک مجھے امام صاحب کا نام معلوم نہیں تھا اس لئے امام صاحب ؒ نے جعفر صادق ؒ کو جواب دیا کہ ہاں میں ہی نعمان بن ثابت ہوں اللہ آپ کے حال پر رحم فرمائے۔ جعفر ؒ نے امام صاحب ؒ سے کہا کہ اللہ سے ڈریئے اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کیجئے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے ابلیس نے اپنی رائے سے قیاس میں غلطی کی اور گمراہ ہو گیا۔ پھر جعفر صادق ؒ نے کہا کہ کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تمہارے سر کو تمہارے جسم کے دیگر اعضاء پر قیاس کیا جائے۔ امام صاحب ؒ نے فرمایا نہیں۔ پھر جعفر صادق ؒ نے سوال کیا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ آنکھوں میں ملوحت کو کیوں پیدا فرمایا اور کانوں میں جھلی اور نتھنوں میں پانی پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ اور لبوں میں مٹھاس کو کیوں پیدا فرمایا؟ امام صاحب ؒ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تو حضرت جعفر صادق ؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو پیدا فرمایا تو ان کو چربی کے دو غلے میں بنایا اور انسان پر احسان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس میں ملوحت کو پیدا فرمایا کیونکہ اگر ملوحت نہ ہوتی تو آنکھوں کی چربی پگھل جاتی اور آنکھیں ختم ہو جاتیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرماتے ہوئے کانوں میں پردہ (جھلی) کو پیدا فرمایا۔ کیونکہ اگر کانوں میں یہ پردہ نہ ہوتا تو اس میں جانور گھس کر انسان کا دماغ کھا جاتے اور ناک کے نتھنوں میں رطوبت اس لئے پیدا کی تاکہ سانس آ اور جا سکے اور اس کے ذریعہ انسان خراب ہوا کو نکال کر اچھی اور تازہ ہوا حاصل کر سکے اور لبوں میں مٹھاس اس لئے پیدا فرمایا تاکہ انسان اس کے ذریعے کھانوں اور مشروبات کی لذت سے محظوظ ہو سکے۔

پھر حضرت جعفر صادقؒ نے امام صاحبؒ سے فرمایا کہ ایسا کلمہ بتاؤ جس کا اول حصہ شرک ہو آخری جزوِ ایمان ہو۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ مجھے ایسا کلمہ معلوم نہیں تو حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ ایسا کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص صرف لا الٰہ کہہ کر خاموش ہو جائے تو یہ شرک وکفر ہے۔ پھر سوال کیا کہ کیا زنا اور قتل میں سے کون سی چیز اللہ کے نزدیک زیادہ مبغوض ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ قتل نفس زیادہ سنگین جرم ہے۔ حضرت جعفر نے کہا کہ قتل میں اللہ تعالیٰ نے صرف دو گواہوں کی شہادت کو معتبر مانا ہے اور زنا میں چار سے کم گواہوں کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ پس قیاس نے تمہاری تائید کہاں کی؟ پھر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز کا درجہ اہم ہے یا روزہ کا؟ امام صاحب نے فرمایا کہ نماز روزہ سے زیادہ اہم ہے۔ حضرت جعفرؒ نے کہا کہ پھر کیا بات ہے کہ حائضہ عورت روزہ کی قضاء کرتی ہے نماز کی نہیں۔ اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر اور دین میں اپنی رائے سے قیاس مت کر۔ بلاشبہ ہم اور ہمارے مخالفین کل اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پس ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے کہا اور تم اور تمہارے ساتھی کہیں گے ہم نے سنا اور رائے دی۔ پس اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اور ہمارے لئے جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

جواب

زنا کے متعلق چار سے کم کی شہادت قبول نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ زنا قتل سے بڑھ کر ہے بلکہ ایسا پردہ پوشی کے لئے کیا گیا ہے تاکہ کسی مسلمان کی آبروریزی نہ ہو اور قضاء روزے کے بارے میں یہ ہے کہ چونکہ روزہ صرف سال بھر میں ایک دفعہ آتا ہے لہٰذا اس کی قضاء میں اتنی مشقت نہیں جتنا کہ نماز کی قضاء میں ہے کہ تمام دن رات میں پانچ مرتبہ ہے اس لئے اگر حائضہ عورت کو نماز کی قضاء کا مکلف بنایا جائے تو وہ مشقت اور تنگی میں مبتلا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

حضرت جعفر صادقؒ کا نام اور سلسلۂ نسب یہ ہے:۔

''جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت جعفر سادات اہلِ بیت میں سے ہیں اور امامیہ فرقہ کے عقیدہ کے مطابق بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ صادق کا لقب ان کو صدقِ قول کی وجہ سے ملا ہے۔ کیمیا' فال اور شگون وغیرہ کے بارے میں ان کے متعدد اقوال ہیں۔ باب الجیم میں گزر چکا ہے کہ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ'' کتاب الجعفر '' میں امام جعفرؒ نے ہر اس چیز کو لکھ دیا ہے جس کی اہلِ بیت کو ضرورت ہے اور جو واقعات قیامت تک رونما ہونے والے ہیں۔ ابن خلکان نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ بہت سے لوگ کتاب الجعفر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ لیکن یہ صرف ان کا وہم ہے اور صحیح یہی ہے کہ اس کو امام جعفرؒ نے وضع کیا ہے۔

امام جعفر صادقؒ کی وصیت

جعفر صادقؒ نے اپنے بیٹے موسیٰ کاظم کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے پیارے بیٹے! میری وصیت کو یاد رکھنا' سعادت مندانہ زندگی پائے گا' شہادت کی موت پائے گا۔ اے بیٹے جو شخص اپنی قسمت پر قناعت کرتا ہے وہ بے نیاز رہتا ہے اور جو دوسروں کی ملکیت کی جانب آنکھ اٹھاتا ہے وہ حالت فقر میں مرتا ہے اور جو اس چیز پر راضی نہیں ہوتا جو اللہ نے اس کی قسمت میں رکھ دی ہے تو گویا وہ قضاء الٰہی کو متہم کرتا ہے اور جو شخص اپنے قصور کو کم سمجھتا ہے اس کو دوسروں کے قصور بڑے نظر آتے ہیں اور جو شخص اپنے قصور کو بڑا سمجھتا ہے اس کو غیروں کے قصور معمولی نظر آتے ہیں۔ جو شخص دوسروں کی پردہ دری کرتا ہے اس کے گھر کے پردے کھل جاتے ہیں اور جو شخص بغاوت کی تلوار سونتتا ہے وہ اسی تلوار سے قتل ہو جاتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی

کے لئے کنواں کھودتا ہے وہ خود اس میں گرتا ہے۔ جو شخص سفہا سے ملتا ہے وہ بے وقعت ہو جاتا ہے اور جو علماء کی صحبت میں رہتا ہے وہ باوقعت ہو جاتا ہے۔ جو شخص برائی کے مقامات پر جاتا ہے وہ متہم ہوتا ہے۔ اے میرے پیارے بیٹے ہمیشہ حق کہو خواہ وہ تمہارے موافق ہو یا مخالف۔ اپنے کو چغل خوری سے دور رکھو اس لئے کہ چغل خوری لوگوں کے دلوں میں بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔ اے بیٹے! جب تجھے سخاوت کی طلب ہو تو سخاوت کو کانوں میں تلاش کر''۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ کسی نے جعفر صادق سے معلوم کیا کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کی بھوک مہنگائی میں بڑھ جاتی ہے اور ارزانی میں گھٹ جاتی ہے تو جعفر صادق نے جواب دیا کہ انسان زمین سے پیدا ہوا ہے اور یہ زمین کی اولاد ہے۔ چنانچہ جب زمین قحط زدہ ہو جاتی ہے تو انسان پر بھی قحط کے آثار ہو جاتے ہیں اور جب زمین سرسبز ہو جاتی ہے تو یہ بھی سرسبز ہو جاتا ہے۔

امام جعفر کی ولادت ۸۰ھ اور بقول بعض ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی۔

حدیث میں ہرن کا ذکر

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپؐ کے صحابہؓ کا بحالت احرام درخت کے سایہ میں ہوتے ہوئے ایک ہرن پر گزر ہوا۔ آپؐ نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ اے فلاں تم یہاں کھڑے ہو جاؤ جب تک سب لوگ یہاں سے نہ گزر جائیں تا کہ کوئی شخص اس کو نہ چھیڑے''۔

مستدرک میں قبیصہ بن جابر اسدی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حالت احرام میں تھا کہ میں نے ایک ہرن دیکھا اور اس پر تیر چلا کر اس کو زخمی کر دیا اور زخموں کی تاب نہ لا کر وہ مر گیا۔ میرے دل میں اس کی موت کا احساس ہوا تو میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے ان کے برابر میں ایک خوب صورت شخص نظر آیا۔ قریب جانے پر معلوم ہوا کہ وہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف تھے۔ میں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کی رائے میں کیا ایک بکری کافی ہوگی؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں کافی ہے۔

پس حضرت عمرؓ نے مجھے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔ پس جب ہم ان کی مجلس سے اٹھے تو میرے ایک ساتھی نے کہا کہ امیر المومنین نے خود آپ کو فتویٰ نہیں دیا بلکہ دوسرے شخص سے پوچھ کر جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے میرے ساتھی کی یہ گفتگو سن لی اور کوڑا اٹھا کر ان کو ایک کوڑا رسید کر دیا۔ اس کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے بھی کوڑا رسید کرنا چاہا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے کچھ نہیں کہا جو کچھ بھی کہا ہے وہ اسی نے کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر فرمایا کہ تیرا ارادہ یہ ہے کہ تو حرام کام کرے اور ہم فتویٰ دینے میں تعدی کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ انسان میں دس عادتیں ہوں اور ان میں نو عادتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو یہ بری عادت ان سب اچھی عادتوں کو خراب کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا کہ زبان کی لغزشوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔

حکایت

مبرد نے اصمعی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے پانی پیتی ہوئی ایک ہرنی کو دیکھا۔ پس اس سے ایک اعرابی نے کہا کہ کیا تو اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ ہاں۔ اعرابی نے کہا تم چار درہم مجھ کو دے دو میں اس کو پکڑ کر تیرے حوالے کر دوں گا۔ پس اس شخص نے چار درہم اعرابی کو دیدیئے۔ چنانچہ اعرابی ہرنی کے پیچھے دوڑنے لگا۔ بڑی بھاگ دوڑ کے بعد بالآخر اس اعرابی نے ہرنی کے سینگ پکڑ ہی لئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے ہرنی اس کے حوالہ کر دی۔

وِهِیَ عَلَی الْبُعْدِ تَلْوِیْ خَدَّهَا تَزِیْغُ شَدِّی وَاَزِیْغُ شَدَّهَا

ترجمہ:۔ وہ ہرنی دوری پر اپنے رخسار خشک کر رہی تھی' وہ میرے طاقت کو موڑ رہی تھی اور میں اس کی طاقت کو موڑ رہا تھا۔

کیف تریٰ عدویٰ غلامٍ ردَّهَا وَکلما جدت تَرَانِیْ عِنْدَهَا (۱۱

ترجمہ:۔ اس نوجوان کی رفتار کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے اور جب اس نے بھاگنے کی کوشش کی تُو نے مجھے اس کے قریب دیکھا۔

ایک مجنون کا واقعہ

ابن خلکان نے ذکر کیا ہے کہ کثیر عزۃ ایک دن عبدالملک بن مروان کے پاس آیا تو عبدالملک نے اس سے کہا کیا تُو نے اپنے سے زیادہ عاشق کسی کو دیکھا ہے۔اس نے جواب دیا کہ جی ہاں دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں جا رہا تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جو جال لگائے بیٹھا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تُو کیوں بیٹھا ہے تو اس نے جواب دیا کہ بھوک نے مجھے اور میرے خاندان کو تباہ کر دیا۔اس لئے میں نے یہ جال لگا دیا ہے تاکہ میرے اور میرے خاندان کے لئے کوئی شکار اس میں آ جائے میں نے اس سے کہا کہ اگر میں تمہارے پاس رہوں تو کیا تم مجھے اپنے شکار میں حصہ دار بنانے پر رضامند ہو؟ اس نے جواب دیا کہ منظور ہے۔چنانچہ ہم دونوں بیٹھ گئے۔کچھ دیر کے بعد جال میں ایک ہرنی پھنس گئی۔پس اس شخص نے مجھ سے پہلے لپک کر اس ہرنی کو جال سے نکالا اور آزاد کر دیا۔میں نے اس سے پوچھا کہ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ تو اس نے بتایا کہ اس ہرنی کو دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔کیونکہ یہ لیلیٰ کی ہم شکل ہے۔اس کے بعد اس نے یہ شعر پڑھے۔

اَیَاشِبْهُ لَیْلٰی لاَ تَراعِیْ فَاِنَّنِیْ لک الیوم من وَحْشِةٍ لِصَدِیْقٍ

ترجمہ:۔ اے وہ کہ جو لیلیٰ کے مشابہ ہے میں آج تجھ سے وحشت محسوس کر رہا ہوں۔

اَقُوْلُ وَقَدْ اَطْلَقْتُهَا مِنْ وَثَاقِهَا فَاَنْتِ لِلَیْلٰی مَا حَیِیْتِ طَلِیْقٌ"

ترجمہ:۔ میں نے اس کو زنجیر سے آزاد کرتے ہوئے کہا کہ تُو لیلیٰ کی ملکیت ہے اور جب تک تُو زندہ ہے آزاد ہے۔

ایک ماہر نشانہ بازی

ثعلبی کی کتاب "ثمار القلوب" کے تیرہویں باب میں مذکور ہے کہ بہرام گور سے زیادہ نشانہ باز پورے عجم میں کوئی نہ تھا۔ایک روز وہ اونٹ پر سوار ہو کر شکار کے لئے نکلا اور اپنی منظورِ نظر ایک باندی کو پیچھے بٹھا لیا۔کچھ دور چل کر اس کو ہرنوں کی ایک ڈار نظر آئی تو اس نے باندی سے کہا کہ بتا ان ہرنوں کے کس جگہ تیر ماروں؟ باندی نے کہا کہ ان میں سے نروں کو مادہ اور مادہ کو نروں جیسا بنا دیجئے۔چنانچہ بہرام گور نے ایک دوشاخ تیر نر ہرن کے مارا جس سے اس کے دونوں سینگ اکھڑ گئے اور پھر ایک ہرنی کے دو تیر مارے جو سینگوں میں گڑ گئے۔پھر اس باندی نے فرمائش کی کہ ایک ہرن کے کھر کو اس کے کان میں پرو دیا جائے۔چنانچہ بہرام گور نے ایک ہرن کے کان کی جڑ میں بندوق کا نشانہ لگایا جس سے اس کے کان میں سوراخ ہو گیا۔پھر جب ہرن نے اپنا پاؤں کان کھجلانے کے لئے کان کی طرف بڑھایا تو بہرام نے اس کے پاؤں میں ایک تیر مارا جس سے اس کا پاؤں کان میں گھس گیا۔اس کے بعد بہرام گور نے شدتِ جذبات میں اس باندی کو آغوش میں لینا چاہا جس سے وہ زمین پر گر پڑی اور اس کو اونٹ نے کچل دیا۔پھر بہرام گور نے کہا کہ اس نے میرے عجز کے اظہار کا قصد کیا ہے۔تھوڑی دیر بعد وہ باندی مر گئی۔

فصل

تیسری قسم میں غزال المسک یعنی مشکی ہرن بھی شامل ہیں۔ مشکی ہرن کا رنگ سیاہ اور جسامت' ٹانگوں کا پتلا پن' کھروں کا جدا جدا ہونا تمام اوصاف میں تیسری قسم کے ہرنوں کے مشابہ ہوتا ہے۔ صرف ایک فرق یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہلکے سے دو دانت ہوتے ہیں جو نیچے کے جبڑے کی طرف خنزیر کے دانتوں کی طرح باہر کو نکلے ہوتے ہیں۔ یہ دونوں دانت انگشت شہادت سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ مشکی ہرن تبت سے ہندوستان آ جاتا ہے اور یہاں آ کر اپنا مشک ڈال دیتا ہے مگر یہ مشک ردی قسم کا ہوتا ہے۔ مشک اصل میں خون ہے جو سال بھر میں کسی وقت معین پر ہرن کی ناف میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس مواد کی طرح جو آہستہ آہستہ کسی اعضاء کی طرف بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ناف کو اس مشک کے لئے کان بنا دیا ہے۔ چنانچہ درختوں کی طرح ہر سال پھل دیتی ہے۔ جب خون کا مواد ناف میں جمع ہو جاتا ہے تو جب تک وہ ناف بن کر مکمل نہیں ہوتا ہرن بیمار رہتا ہے۔ کہتے ہیں اہلِ تبت اس ہرن کے لئے جنگلوں میں کھونٹے گاڑ دیتے ہیں تا کہ ہرن ان سے رگڑ کر نافہ جھاڑ دے۔

قزوینی نے ''کتاب الاشکال'' میں لکھا ہے کہ دابہ المسک (ایک جانور) پانی سے نکلتا ہے۔ جس طرح ہرن وقت معین پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پس لوگ اس جانور کو شکار کر لیتے ہیں اور جب اس کو ذبح کیا جاتا ہے تو اس کی ناف کی نالی سے ایک خون برآمد ہوتا ہے یہ خون مشک ہی کہلاتا ہے۔ جس جگہ اس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے وہاں اس میں خوشبو نہیں آتی۔ بلکہ جب اس کو دوسری مقام پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ تب اس میں خوشبو پھوٹتی ہے۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ قزوینی کا یہ قول شاذ ہے اور مشہور بات وہی ہے جو پہلے ہم نے بیان کی۔

ابن صلاح کی کتاب ''مشکل الوسیط'' میں ابن عقیل بغدادی سے منقول ہے کہ نافہ مشک کی ہرن کے پیٹ میں وہ ہی شکل ہے جو بکری کے یک سالہ بچہ کے پیٹ میں انفحہ کی ہے۔ انفحہ بکری کے دودھ پیتے بچہ کے پیٹ سے ایک چیز برآمد ہوتی ہے جس کو فوراً کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پنیر کی مانند جم جاتی ہے۔ عوام اس کو مجینہ کہتے ہیں۔ منقول ہے کہ ابن عقیل نے بلاد مشرق کا سفر کیا اور وہاں سے ایک مشکی ہرن بلاد مغرب میں لے گئے تا کہ اس کے بارے میں پائے جانے والے اختلاف کا تحقیق کے بعد تصفیہ کیا جا سکے۔

ابن صلاح کی کتاب ''العطر'' میں علی بن مہدی طبری سے منقول ہے کہ مشک ہرن کے پیٹ سے اسی طرح برآمد ہوتا ہے جس طرح مرغی انڈا دیتی ہے۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک مشہور یہی ہے کہ مشک ہرن کے پیٹ میں خلقی طور پر پیدا شدہ کوئی چیز نہیں بلکہ یہ ایک عارضی شے ہے جو اس کی ناف میں پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

شرعی حکم

امام مسلم علیہ الرحمہ نے حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت نقل کی ہے:۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت تھی جو کہ پست قامت تھی اور یہ ایسی دو عورتوں کے ساتھ چل رہی تھی جو طویل القامت تھیں تو اس عورت نے لکڑی کے دو پاؤں بنوائے اور ایک سونے کی انگوٹھی بنوائی اور اس میں مشک بھر دیا۔ پھر یہ ان دونوں طویل القامت عورتوں کے ساتھ چلی تو عام طور پر اسے پہچانا نہیں گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ شعبہ راوی نے روایت کے بیان کرنے کے وقت عورت کے اشارے کو سمجھانے کے لئے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے طلباء کو سمجھایا''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ حدیث اس پر دال ہے کہ مشک تمام خوشبوؤں سے بہتر اور افضل ہے اور یہ کہ مشک پاک ہے اور بدن

اورلباس وغیرہ میں اس کا استعمال درست اور جائز ہے اوراس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ مذکورہ جملہ مسائل متفق علیہ ہیں۔ بعض حضرات نے اس بارے میں شیعہ مسلک بھی نقل کیا ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ اجماع مسلمین اوران احادیث صحیحہ کی رُو سے ان حضرات کا مسلک باطل ہے جن احادیث میں حضورؐ سے مشک کا استعمال ثابت ہے اور صحابہ کرامؓ سے بھی مشک کا استعمال ثابت ہے۔ علماء نے بیان کیا ہے کہ مشک اس قاعدہ مشہورہ سے مستثنیٰ ہے کہ جو چیز کسی جاندار کے جسم سے باہر نکلے وہ مردار ہے۔

مذکورہ حدیث میں عورت کا لکڑی کے پاؤں لگا کر جو چلنا مذکور ہے جس کی وجہ سے وہ دو لمبی عورتوں کے درمیان نہیں پہچانی گئی۔ ہماری شریعت میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا منشاء صحیح اور مقصود شرعی ہوتا کہ وہ اپنے کو چھپائے اوراس کو کوئی پہچان نہ سکے اوراذیت نہ پہنچا سکے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسا کرنے کا منشاء بڑائی جتلانا اوراپنے آپ کو کامل عورتوں کے مشابہ ثابت کرنا یا لوگوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرنی کی درخواست

(دار قطنی اور طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا جس نے ایک ہرنی کا شکار کر کے اس کو خیمہ کے ستون سے باندھ رکھا تھا۔ اس ہرنی نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دو بچوں کو جنم دیا ہے آپ ان لوگوں سے میرے لئے اس بات کی اجازت لے لیں کہ میں ان بچوں کو دودھ پلا کر ان کے پاس واپس آجاؤں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو تا کہ یہ اپنے بچوں کے پاس جائے اورانہیں دودھ پلا کر تمہارے پاس واپس آجائے۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے اس کا ضامن کون ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں اس کا ضامن ہوں۔ ان لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اُن کے پاس لوٹ آئی۔ انہوں نے اس کو دوبارہ باندھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس ہرنی کو میرے ہاتھ فروخت کر سکتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ حضورؐ ہم یہ آپ کو دیتے ہیں لے لیجئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے رسی کھول دی اور حضورؐ نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور زید ابن ارقم کی روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد فرما دیا تو میں نے اس کو جنگل میں کلمہ پڑھتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہی تھی:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم)

طبرانی نے حضرت ام سلمہؓ کی حدیث نقل کی ہے:۔

''حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جنگل میں تھے کہ ایک پکارنے والا یا رسول اللہ کہہ کر آواز لگا رہا تھا۔ آواز سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے لیکن کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ آپؐ نے دوبارہ توجہ فرمائی تو ایک بندھی ہوئی ہرنی نظر آئی۔ اس نے کہا کہ اے رسولؐ اللہ میرے قریب تشریف لائیے۔ حضورؐ اس کے قریب تشریف لے گئے اوراس سے پوچھا کیا ضرورت ہے؟ تو اس نے کہا کہ اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں آپ مجھے کھول دیجئے تا کہ میں ان کے پاس پہنچ جاؤں اوران کو دودھ پلا کر واپس آپ کے پاس آجاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ لوٹ آئے گی؟ تو اس ہرنی نے کہا کہ اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عشار جیسے عذاب میں مبتلا کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھول دیا۔ وہ گئی اوراپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ نے اس کو دوبارہ باندھ دیا

اتنے میں وہ اعرابی جس نے اس کو باندھ رکھا تھا وہ بیدار ہو گیا۔ اس نے پوچھا کہ حضورؐ کیا آپ کو کوئی ضرورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں میں چاہتا ہوں کہ تُو اس کو آزاد کر دے۔ اس نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ نکل کر بھاگ گئی اور یہ کہہ رہی تھی:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه.

بیہقی کی دلائل النبوۃ میں حجرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک خیمہ سے بندھی ہوئی ہرنی پر ہوا۔ اس ہرنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپؐ مجھے کھول دیں تا کہ میں جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلا کر آپؐ کے پاس واپس آ جاؤں اور آپؐ دوبارہ مجھے باندھ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا لوگوں کے شکار کی میں جمانت لیتا ہوں اور ہرنی سے قسم لے کر اس کو کھول دیا۔ وہ گئی ار اپنے بچوں کو دودھ پلا کر اپنے تھین خالی کر کے واپس آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھ دیا اور اس کے بعد خیمہ میں اس ہرنی کے مالکان کے پاس تشریف لے گئے اور ہدیہ میں اس ہرنی کو طلب فرمایا۔ ان لوگوں نے وہ ہرنی آپ کو ہبہ کر دی۔ آپ نے اس کو آزاد کر دیا اور پھر فرمایا کہ لوگو موت کا بارے میں جو معلومات تم کو حاصل ہیں اگر چوپاؤں کو معلوم ہو جائیں تو تم کو کوئی تنومند جانور کھانے کے لئے نصیب نہ ہو سکے''۔

وَجَاءَ امرئوقد صَادَ یَوْمًا غَزَالَةً لَهَا وَلَد خِشْف'' تَخلُفُ بِالْکَدَا

ترجمہ:۔ اور ایک شخص آیا جس نے ایک روز ایک ہرنی کا شکار کیا جس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو چراگاہ سے پیچھے آ رہا تھا۔

فَنَادَتْ رَسُوْلَ اللّٰه وَالْقَوْمُ حُضر'' فَاَطْلَقَهَا وَالْقَوْمُ قَدْ سَمِعُوا النِّدا

ترجمہ:۔ پس اس ہرنی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کے سامنے آواز دی۔ چنانچہ آپؐ نے اس کو آزاد کر دیا اور قوم نے اس ہرنی کی ندا سنی۔

صالح شافعی کے دو دیگر اشعار انشاء اللہ باب العین میں العشراء کے عنوان میں آئیں گے۔

شرعی حکم

تمام اقسام کے ہرن کھانا حلال و درست ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ اگر محرم ہرن کو مار دے تو اس پر بکری واجب ہوگی۔ امام صاحب نے بھی یہی کیا ہے اور رافعی نے بھی اس کو پسند کیا ہے، اور امام نوویؒ نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ یہ وہم ہے اس لئے کہ ہرن نر ہے اور بکری مادہ لہٰذا درست یہ ہے کہ ہرن کے قتل کی صورت میں ثنی کی قربانی دینی ہوگی۔

مشک بھی پاک ہے اور صحیح قول کے مطابق اس کا نافہ بھی پاک ہے بشرطیکہ یہ نافہ ہرن سے حالت حیات میں علیحدہ ہو گیا ہو۔ محاملی نے ''کتاب اللباب المسک بالظبی'' میں لکھا ہے کہ وہ مشک جو ہرن سے برآمد ہوتا ہے، پاک ہے۔ اس قید سے محاملی کا منشاء فارہ سے حاصل ہونے والے مشک تبتی کو مستثنیٰ کرنا ہے کیونکہ وہ ناپاک ہے۔ فارہ کا تذکرہ انشاء اللہ باب الفاء میں آ رہا ہے۔

فارہ سے حاصل شدہ مشک کی عدم طہارت ہی سے اس پر استدلال کیا ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اگر فارہ ماکول اللحم ہوتا تو اس سے حاصل شدہ مشک بھی ہرن کے حکم میں شامل ہوتا۔

طبیب حضرات مشک تبتی کو مشک تر کی کہتے ہیں۔ چنانچہ اطباء کے نزدیک، مشک تبتی سب سے عمدہ اور قیمتی مشک ہے۔ لیکن بوجہ نجاست اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ فارہ مشک کے متعلق جاحظ کی رائے انشاء اللہ باب الفاء میں نقل کی جائے گی۔

شیخ ابوعمرو بن صلاح نے قفال شاشی سے نقل کیا ہے کہ نافہ کو اس کے اندر پائے جانے والے مشک سے دباغت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دیگر کھالیں دباغت سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح یہ نافہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔

تتمۃ ابن سریج کے بعض شارحین کا خیال ہے کہ وہ بال جو نافہ کے اوپر ہوتے ہیں وہ ناپاک ہیں کیونکہ مشک صرف اس کھال کو دباغت دیتا ہے جو اس سے متصل ہوتی ہے۔ جو اس سے متصل نہیں ہوتی جیسے اطراف نافہ ان پر دباغت کا اثر نہیں ہوتا۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بالوں کی نجاست کے بارے میں ہمارا ان شارحین سے اختلاف ہے۔ کیونکہ وباغت یافتہ کھال پر پائے جانے والے بال بھی تبعاً پاک ہو جاتے ہیں۔ ربیع جیزی نے امام شافعیؒ سے یہی نقل کیا ہے۔ سبکی وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور استاذ ابواسحاق اسفرائینی نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے اور رویانی وابن ابی عصرون وغیرہ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے جیسا کہ باب السین میں سنجاب کے عنوان کے تحت گزرا۔

ایک عبرت ناک واقعہ

ارزقی نے حرم کے صید کے احترام کے بارے میں عبدالعزیز ابن ابی رواد سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ مقام ذی طویٰ میں پہنچے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ کچھ دیر بعد حرم کے ہرنوں میں سے ایک ہرن چرتا ہوا ان کے قریب آ گیا۔ چنانچہ ان پڑاؤ ڈالنے والوں میں سے ایک شخص نے اس کی ٹانگ پکڑ لیا۔ اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو لیکن وہ شخص تمسخرانہ انداز میں ہنستا رہا اور اس شخص کو چھوڑنے سے انکار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس ہرن نے پیشاب اور پاخانہ کیا۔ تب اس شخص نے اس ہرن کو چھوڑ دیا۔ رات ہو گئی یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے خیمہ میں سو گئے۔ درمیان رات میں کچھ لوگوں کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اس ہرن کو پکڑنے والے شخص کے پیٹ پر ایک سانپ لیٹا ہوا ہے۔ اس کے ساتھیوں نے اس کو آواز دے کر کہا تیرا برا ہو حرکت مت کرنا۔ چنانچہ وہ شخص بے حس وحرکت پڑا رہا یہاں تک کہ اس ہرن کی طرح اس شخص کا پیشاب پاخانہ نکل گیا اور اس کے بعد وہ سانپ اس کے اوپر سے ہٹ گیا۔

حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قصی بن کلاب کے دور سے قبل شام کا ایک تاجر قافلہ مکہ آیا اور وادی طویٰ میں ان ببول کے درختوں کے نیچے قیام پذیر ہوا جن کے سایہ میں لوگ آرام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے قیام کے بعد بھوبل پر روٹی پکائی لیکن سالن بنانے کے لئے اس کے پاس کوئی چیز نہ تھی لہٰذا ان میں سے ایک شخص نے اپنا تیر کمان لیا اور حرم شریف کی ایک ہرنی کو جو ان کے قریب چر رہی تھی مار ڈالا اور اس کے کھال اتار کر اس کا سالن بنانے لگے۔ جس وقت وہ لوگ اس گوشت کو بھون رہے تھے اور ان کی ہانڈی جوش مار رہی تھی اچانک ہانڈی کے نیچے سے ایک بہت بڑی آتشی گردن برآمد ہوئی اور اس نے پورے قافلہ کو جلا کر راکھ کر دیا مگر ان لوگوں کے سامان، لباس اور درختوں کو جس کے زیر سایہ یہ لوگ مقیم تھے اس آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

الامثال

کہتے ہیں "آمَنُ مِنْ ظِبَاءِ الْحَرَمِ" یعنی حرم شریف کے ہرنوں سے زیادہ مامون۔ جو اشخاص بہت ہی چوکنا رہتے ہیں ان کے لئے مثال دی جاتی ہے "تَرَكَ الظَّبْيُ ظِلَّهٗ اور اُتْرُكْهُ تَرْكَ الغزال "ہرن نے اپنا سایہ چھوڑ دیا اور تُو اس کو چھوڑ ج۔ جس طرح ہرن اپنے سایہ کو چھوڑ دیتا ہے"۔ ظل سے مراد ہرن کے آرام کرنے کی جگہ ہے جس پر ہرن گرمی سے بچنے اور سایہ حاصل کرنے کے لئے پناہ لیتا ہے اور ہرن جب اس جگہ سے متنفر ہو جاتا ہے تو کبھی اس کی جانب نہیں لوٹتا۔ عنقریب انشاء اللہ باب الغین میں مزید تفصیل آئے گی۔

طبی خواص

ابن وحشیہ کا بیان ہے کہ ہرن کے سینگ کو چھیل کر مکان میں اس کی دھونی دینے سے تمام زہریلے جانور بھاگ جاتے ہیں۔ ہرن کی زبان کو سائے میں سکھا کر اگر زبان دراز عورت کو کھلا دیا جائے تو اس کی زبان درازی ختم ہو جائے گی۔ اگر ہرن کا پتہ کسی ایسے شخص کے کان میں ٹپکا دیا جائے جس کا کان درد کر رہا ہو تو اس کو فوری سکون ہو جائے گا۔ ہرن کی مینگنی اور کھال سکھا کر اور پیس کر بچہ کے کھانے میں ملا دیا جائے تو بچہ اس کو کھا کر ہونہار ذہین اور قوتِ حفظ کا مالک اور فصیح اللسان ہو جائے گا۔ ہرن کا مشک آنکھوں کو تقویت دیتا ہے۔ رطوبات کو جذب کرتا ہے اور قلب و دماغ کے لئے مقوی ہے۔ آنکھوں کی سفیدی کو چمکدار بناتا ہے اور خفقان کے لئے مفید ہے اور زہروں کے لئے تریاق ہے مگر اس کے استعمال سے چہرے پر زردی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ مشک کی ایک خاصیت یہ ہے کہ اس کو کھانے میں استعمال کرنے سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

فصل

مشک گرم خشک ہوتا ہے اور سب سے عمدہ مشک الصفدی ہے جو تبت سے لایا جاتا ہے۔ مگر گرم دماغ والوں کے لئے مضر ہے۔ اس کی مضرت کو کافور کے ذریعہ دور کیا جا سکتا ہے۔ سرد مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے اس کی خوشبو موافق ہوتی ہے۔

بقول رازی ہرن کا گوشت گرم خشک اور تمام شکاروں سے عمدہ ہوتا ہے اور ان میں نوزائیدہ بچہ کا گوشت سب سے بہتر ہوتا ہے۔ اس کا گوشت قولنج، فالج اور بڑھے ہوئے بادی بدن کے لئے مفید ہے لیکن اس کا گوشت اعضاء کو خشک کرتا ہے مگر کھٹائی اس کی مضرت کو دور کر دیتی ہے۔ یہ گرم خون بناتا ہے اور سردیوں میں اس کا استعمال مفید ہے۔

فائدہ

نافہ تبتی مشک کی ایک رقیق قسم ہے مگر جرجاوی رقت اور خوشبو میں اس کے برعکس ہے، قینوی متوسط ہے، لیکن صنوبری رقت اور خوشبو میں قینوی سے بھی کمتر ہے۔ نافہ والا ہرن سمندر سے جتنا دور رہے گا اتنا ہی اس کا مشک لذیذ اور عمدہ ہوگا۔

تعبیر

خواب میں ہرنی عرب کی حسین عورت ہے۔ بذریعہ شکار ہرن کا مالک ہونے کی تعبیر یہ ہے کہ یہ شخص مکر و فریب سے کسی باندی کا مالک بنے گا یا فریب سے ہی کسی عورت سے شادی کرے گا۔ اگر کوئی خواب میں ہرنی کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا کسی جاریہ کی بکارت زائل کرے گا۔ جو شخص خواب میں بلا ارادہ شکار پر تیر چلائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی بے گناہ عورت پر اتہام لگائے گا اور جو شخص بغرض شکار خواب میں تیر چلائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص عورت کی طرف سے مال حاصل کرے گا۔

اگر خواب میں کسی ہرنی کی کھال اتاری تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عورت کے ساتھ مکاری کرے گا۔ جو شخص خواب میں ہرن کا شکار کرے تو اس کو دنیا حاصل ہوگی۔ اگر خواب میں کسی شخص پر ہرن حملہ آور ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کی بیوی جملہ امور میں اس کی نافرمانی کرے گی۔ جو شخص خواب میں ہرن کا پیچھا کرے اس کی قوت میں اضافہ ہوگا۔ خواب میں اگر انسان ہرن کے سینگ، بال اور کھال وغیرہ کا مالک بنے تو یہ سب چیزیں عورتوں کی جانب سے مال حاصل ہونے کی دلیل ہیں۔

خاتمہ

مشک کی تعبیر محبوب یا باندی سے دی جاتی ہے اور کبھی اس سے مال بھی مراد ہوتا ہے کیونکہ یہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے اور کبھی مشک کی تعبیر خوش عیشی سے دی جاتی ہے اور کبھی تہمت زدہ افراد کی برأت کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مشک کی تعبیر لڑکا ہے۔

مشک ہرن کی ناف میں کہاں سے آیا؟

شارح تنبیہ شیخ شرف الدین بن یونس کی کتاب ''مختصر الاحیاء'' میں باب الاخلاص میں مذکور ہے کہ جو شخص خالص اللہ کے لئے کوئی عمل کرتا ہے اور رضائے الٰہی کے علاوہ کوئی دوسرا مقصود نہیں ہوتا تو اس پر اور اس کی آنے والی نسلوں پر اس کی برکت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے اتر کر زمین پر تشریف لائے تو جنگل کے تمام جانور آپ کو سلام کے لئے حاضر ہوئے اور آپ سلام کے جواب کے ساتھ ساتھ ان کی ضروریات کے مطابق ان کو دعائیں دیتے رہے۔ چنانچہ آپ کے پاس ہرن کا ایک ریوڑ آیا آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیر دیا۔ آپ کے ہاتھ پھیرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مشک جیسی قیمتی چیز ان میں پیدا فرما دی۔ جب باقی ہرنوں نے دیکھا تو معلوم کیا کہ تمہارے اندر یہ قیمتی چیز کہاں سے آئی؟ انہوں نے بتایا کہ صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت کرنے گئے تھے تو انہوں نے ہمارے حق میں دعا فرمائی اور ہماری پشت پر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

یہ سن کر باقی ہرن بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی اور ان کی پشتوں پر بھی ہاتھ پھیرا لیکن ان کے اندر مشک جیسی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے شکایت کی کہ جو کام تم نے کیا وہی ہم نے کیا اور ہمارے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا لیکن جو شئے تم کو حاصل ہوئی وہ ہم کو حاصل نہیں ہوئی۔ کیا وجہ ہے؟ چنانچہ ان ہرنوں کو بتایا گیا کہ تمہارا یہ عمل اس لئے تھا کہ تم کو وہ شئے مل جائے جو تمہارے بھائیوں کو ملی ہے لیکن تمہارے بھائیوں کا وہ عمل خالص اللہ کے لئے تھا اور اس میں کوئی طمع شامل نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی آنے والی نسلوں کو اس برکت سے نواز دیا اور قیامت تک یہ اس سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ اخلاص اور ریاء کے متعلق ہم (علامہ دمیریؒ) نے اپنی کتاب ''الجواہر الفرید'' میں بحث کی ہے۔ قارئین تفصیل کے لئے اس کا مطالعہ کریں۔

بابُ الظاء

الظَّرُبَان

(بلی جیسا ایک بدبودار جانور) ظربان: کتے کے پلے کے برابر ایک بدبودار جانور اور بہت گوز مارنے والا جانور ہے اور اس کو اپنی بدبو اور گوز کے بارے میں معلوم ہے اور اسی لئے یہ اس بدبو کو اپنے دفاع کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے جیسا کہ حباری اپنی بیٹ صقر (شکرا) سے بچاؤ کے لئے بطور ہتھیار استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ ظربان گوہ کے بل میں پہنچ جاتا ہے جس میں گوہ کے بچے اور انڈے ہوتے ہیں اور بل کا جو سب سے تنگ مقام ہوتا ہے اس جگہ پہنچ کر اس کو اپنی دم سے بند کر دیتا ہے اور اپنی ڈبر کو اندر کی جانب رکھتا ہے اور پھر تین

گوز مارتا ہے اور اس سے گوہ بے ہوش ہو جاتی ہے اور اس طرح یہ گوہ کو آسانی سے کھا لیتا ہے اور پھر اسکے بعد انڈوں وغیرہ کو بھی اسی بل میں رہتے ہوئے چٹ کر جاتا ہے۔

اعرابیوں کا قول ہے کہ جب کوئی اس کو پکڑ لیتا ہے تو یہ اس کے کپڑوں میں گوز مار دیتا ہے اور اس کی بدبو اتنی سخت ہوتی ہے کہ کپڑے کے پھٹنے پر بھی نہیں جاتی۔

متنبّی شاعر کی لغت میں مہارت

ابوعلی فارسی طبیب نے احمد بن حسین متنبی شاعر سے جو لغت کی نقل میں ماہر تھا سوال کیا کہ کیا ''فَعْلٰی'' کے وزن پر کوئی جمع آتی ہے؟ اس نے برجستہ جواب دیا کہ ''حجلی'' اور ''ظربی'' آتی ہیں۔ ابوعلی کا بیان ہے کہ میں نے تین رات تک لغت کا مطالعہ کیا ان دو کے علاوہ اس وزن پر تیسری جمع نہیں ملی۔

ظربان بلی اور پستہ قد کتے کے برابر ہوتا ہے اور یہ بیرونی واندرونی دونوں اعتبار سے نہایت بدبودار ہوتا ہے۔ اس کے کان نہیں ہوتے بلکہ کانوں کی جگہ دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ہاتھ چھوٹے ہوتے ہیں اور نہایت تیز چنگل ہوتے ہیں۔ دم لمبی ہوتی ہے اور کمر میں منکے اور جوڑ نہیں ہوتے بلکہ سر کے جوڑ سے دم کے جوڑ تک ایک ہی ہڈی ہوتی ہے۔ بسا اوقات جب آدمی اس پر قابو پا لیتا ہے اور تلوار سے اس پر وار کرتا ہے تو تلوار اس پر اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی کھال بہت سخت ہوتی ہے جیسا کہ قد (ایک مچھلی جس کا تیل نکالا جاتا ہے) کی کھال سخت ہوتی ہے اس کی عادت یہ ہے کہ جب یہ اژدہے کو دیکھتا ہے تو اس کے قریب آ کر اس پر کود پڑتا ہے اور جب اژدہا اس کو پکڑ لیتا ہے تو یہ لمبائی میں سکڑنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا جسم ایک رسی کا ٹکڑا معلوم ہونے لگتا ہے اور اژدہا اس کو لپٹ جاتا ہے تو پھر یہ پھولنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر یہ ایک سانس مارتا ہے جس سے اژدہا پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

ظربان پرندوں کے تلاش میں دیوار پر بھی چڑھ جاتا ہے اور جب کبھی یہ دیوار سے گرتا ہے تو پیٹ پھیلا لیتا ہے جس سے اس کو گرنے کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بعض دفعہ یہ اونٹوں کے ریوڑ کے بیچ میں پہنچ کر گوز مارتا ہے جس وجہ سے اونٹ اس طرح منتشر ہوتے ہیں جس طرح چیچڑیوں کے مقام سے منتشر ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں چرواہے کے لئے ان پر کنٹرول کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہلِ عرب اس کو مفرق النعم کہتے ہیں۔ بلادِ عرب میں یہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔

شرع حکم

بوجہ خبث اس کا کھانا حرام ہے۔

الامثال

جب لوگ منتشر ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے'' فَسَابَیْنَهُمُ الظَّربان ''(ان کے درمیان ظربان نے گوز کر مار دیا) شاعر نے کہا ہے۔

اَلاَ اَبْلِغَا قَیْسًا وَجُنْدَبَ اَنَّنِیْ ضَرَبْتَ کَثِیْرًا مضربَ الظَّرْبَانِ

ترجمہ:۔ ہاں تم دونوں پیغام پہنچاؤ قیس اور جندب کو میں نے جمع کر کے قتل کیا ہے قوم کے افراد کو۔

الظَّلِيْمُ

(نرشترمرغ) الظلیم: اس کا تفصیلی ذکر باب النون میں آئے گا۔ اس کی کنیت ابوالبیض 'ابوثلاثین اور ابوصحاری ہیں اور جمع "ظلمان" ہے۔ جیسے "ولید" کی جمع "ولدان" آتی ہے۔ زہیر نے اس مصرعہ میں ظلمان کو بطور جمع استعمال کیا ہے۔

ع الظلمان جؤ جؤ هواء (ظلمان میں سے ہے جو بزدل ہے) ولدان کو قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُوْنَ (اوران کی خدمت کے لئے پھر رہے ہیں ان کے پاس لڑکے سدار ہنے والے)

اوراسی کی نظیر" قضیب اور قضبان 'عریض اور عرضان 'اور فصیل وفصلان ہیں۔ ان الفاظ کو سیبویہ نے بطور جمع نقل کیا ہے اور ولدان کو شاذ قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے اس وزن پر کچھ اور الفاظ کی جمع نقل کی ہے جیسے "قری" کی جمع "قربان" (پانی پینے کی جگہیں) ایسے ہی "سری" کی جمع "سریان" اور "خصی" کی جمع "خصیان"۔

خاتمہ

شترمرغ کی آواز کو "عرار" کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے "عـار الظليم عرارا" (شترمرغ نے آواز کی) ابن خلکان وغیرہ نے لکھا ہے کہ عرار بن عمرو بن شاس اسدی کا نام اسی سے لیا گیا ہے جس کے بارے میں اس کے والد نے یہ شعر کہے ہیں۔

اَرَادَتْ عِرَارًا بِالْهَوَانِ وَمَنْ يُرِدْ عِرَارًا لَعُمْرِی بالهوان فَقَدْ ظَلَمَ

ترجمہ:۔ اس عورت نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا اور میری زندگی کی قسم! جس نے عرار کے ساتھ حقارت کا ارادہ کیا اس نے ظلم کیا۔

فَانَّ عِرَارًا اِنْ يَكُنْ غَيْرَ وَاضِحٍ فَانِّیْ اُحِبُّ الْجُوْنَ ذَا الْمَنْكِبِ الْعَمَمِ ١١

ترجمہ:۔ کیونکہ عرار اگر چہ خوب صورت نہیں ہے 'لیکن کامل العقل کالے شخص کو میں پسند کرتا ہوں۔

عرار کے والد کی ایک بیوی اسی قوم کی تھی اور یہ عرار باندی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ عرار اور اس کی سوتیلی ماں کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی تھی۔ عرار کے والد ابوعمرو نے دونوں کے مابین صلح کی کافی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ملی اس لئے تنگ آ کر ابوعمرو نے بیوی کو طلاق دیدی مگر پھر نادم ہوا۔

عرار نہایت فصیح اور عقلمند تھا۔ مہلب ابن ابی صفرہ نے کئی اہم معاملات میں عرار کو نمائندہ بنا کر حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس بھیجا تھا۔ اعرار جب نمائندہ کی حیثیت سے حجاج کے سامنے پیش ہوا تو حجاج نے اس کو نہیں پہچانا اور حقیر سمجھا۔ لیکن جب عرار نے گفتگو کی تب اس کا جوہر کھلا اور اس نے نہایت عمدہ طریقہ سے حجاج کے سامنے امینافی الضمیر ادا کیا۔ چنانچہ حجاج اس کی قدرت کلامی سے متاثر ہوا اور وہ شعر پڑھنے لگا جو اوپر مذکور ہوئے۔ عرار نے یہ شعر کہا کہ اللہ آپ کی تائید فرمائے میں ہی عرار ہوں۔ حجاج یہ جان کر اس اتفاقی ملاقات پر بہت خوش ہوا۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ بھی اسی قصہ سے ملتا جلتا ہے جس کو "دینوری" نے "مجالسۃ" میں اور حریری نے "الدرۃ" میں بیان کیا ہے کہ عبید بن شریہ جرہمی تین سو سال تک زندہ رہے۔ اسلام کا زمانہ پایا تو مشرف باسلام ہو گئے اور حضرت

معاویہؓ سے ملک شام میں ان کے دورِ خلافت میں ملاقات کی۔ حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا کہ آپ نے اپنے مشاہدات میں جو واقعہ عجیب تر دیکھا ہو بیان کیجئے۔

آپ نے کہا کہ ایک دن میرا گزر ایک گروہ پر ہوا جو کسی مردہ کو دفن کر رہے تھے۔ میں ان کے قریب آیا تو مرنے کے بعد سب سے پہلی منزل یعنی قبر کی سختی نظروں میں پھر گئی اور دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور میں یہ اشعار پڑھنے لگا۔

یَا قَلْبُ اِنَّکَ مِنَ اسْمَاءَ مَغْرُوْرٌ" فَاذْکُرْ وَھَل یَنفَعُکَ الْیَوْمَ تَذْکِیْرٌ"

ترجمہ:۔ اے دل بے شک تو اسماء کی طرف سے دھوکہ میں ہے سو نصیحت حاصل کر اور کیا آج تجھ کو نصیحت مفید ہوگی؟

قَدْ بُحْتَ بِالْحُبِّ مَا تُخْفِیْهِ حَتّٰی جَرَتْ لَکَ اَطْلاقًا مَحَاصِیْرٌ"

ترجمہ:۔ تُو نے رازِ محبت کو فاش کر دیا کہ وہ کسی سے بھی مخفی نہیں ہے یہاں تک کہ دوڑ گئے تیری محبت کو لے کر شہری باشندے یا تیری محبت کی داستانیں گھوڑوں کی چال چل پڑیں۔

فَلَسْتَ تَدْرِیْ وَمَا تَدْرِیْ اَعَاجِلُهَا اَدْنٰی لِرُشْدِکَ اَمْ مَا فِیْهِ تَاخِیْرٌ"

ترجمہ:۔ نہ تُو اب جانتا ہے اور نہ آئندہ جانے گا کہ دنیا کا قریبی زمانہ تیری ہدایت کے لئے قریب تر ہے یا کہ وہ جس میں تاخیر ہے۔

فَاسْتَقْدِرَ اللّٰهِ خَیْرًا وَارْضَیَنَّ بِهٖ فَبَیْنَمَا الْعُسْرُ اِذْ دَارَتْ مَیَاسِیْرٌ"

ترجمہ:۔ اللہ سے خیر کا طالب بن اور اس پر راضی رہ کیونکہ تنگی کی حالت میں اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پانسے۔

وَبَیْنَما الْمَرْءُ فِیْ الْاَحْیَاءِ مُغْتَبِطٌ اِذْ ھُوَ الرَّمْسُ تعفوہُ الاعَاصِیْرٌ"

ترجمہ:۔ اس دوران کہ آدمی زندوں میں شادماں ہوتا ہے ناگاہ تیز آندھیاں اس کی قبر کے نشان بھی مٹا دیتی ہے۔

" یَبْکِی الْغَرِیْبُ عَلَیْهِ لَیْسَ یَعْرِفُهٗ وَذُوْ قَرَابَتِهٖ فِی الْحَیِّ مَسْرُوْرٌ"

ترجمہ:۔ پردیسی اس پر روتا ہے حالانکہ وہ اس کو جانتا بھی نہیں اور اس کا رشتہ دار خاندان میں مسرور ہوتا ہے۔

عبید بن شریہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ جانتے ہو ان اشعار کا کہنے والا کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپ نے جو ابھی اشعار پڑھے وہ اسی مردہ کے ہیں جس کو ابھی ہم نے دفن کیا ہے اور تُو وہ مسافر ہے جو اس پر رو رہا ہے اور (حالانکہ) تو اس کو نہیں جانتا اور یہ شخص جو اس کو لحد میں اتار کر قبر سے باہر نکلا ہے اس کا (مدفون کا) قریبی رشتہ دار ہے اور اس کے مرنے سے بے حد خوش ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں ان اشعار کو سن کر بہت خوش ہوا اور میں نے کہا۔

"اِنَّالْبَلاءَ مُوَکَّل بِالْمَنْطِق" مصیبت زبان کے سپرد ہے۔

پس یہ مثل بن گئی۔ پھر امیر معاویہؓ نے عبید بن شریہ سے کہا کہ بلاشبہ تم نے بہت عجیب واقعہ دیکھا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ مردہ جس نے یہ شعر کہے تھے کون تھا؟ عبیدہ بن شریہ نے کہا کہ یہ عثیر بن لبید گذری تھا۔

باب العین المہملۃ

العاتق: بقول جوہری عاتق پرندے کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ''ناھض'' (اڑنے کے قابل) سے قدرے بڑا ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے:۔

اَخَذْتُ فَرْخَ قَطَاۃٍ عَاتِقًا۔ میں نے اڑنے کے قابل قطاۃ کے بچہ کو پکڑا۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ عاتق قطاۃ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کے پہلے بال و پر گر کر نئے بال و پر اگنے لگے ہوں۔ بعض کے نزدیک عاتق کبوتر کے نوعمر اور ناتواں بچے کو کہتے ہیں اس کی جمع عواتق آتی ہے۔ ''عتیق'' عمدہ اور خوبصورت کے معنی میں مستعمل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے ''الفرس العتیق'' (شریف النسل عمدہ گھوڑا) اور ''اِمراۃ عتیقۃ'' (خوبصورت عورت)۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ سورہ بنی اسرائیل' کہف' مریم' طٰہٰ اور سورۂ انبیاء کے بارے میں فرمایا کرتے تھے:۔

''اِنَّھُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْاَوَّلِ وَھُنَّ مِنْ تَلاَدِیْ'' (یہ سورتیں عتاق اول اور میری دولت ہیں)

عتاق سے عتیق کی جمع مراد ہے۔ اہلِ عرب اس چیز کو جو جودۃ اور عمدگی میں اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے عتیق کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء دیگر سورتوں پر ان سورتوں کی فضیلت کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ یہ سورتیں قصص اور انبیاء کرام کے اخبار پر مشتمل ہیں اور دیگر امم کی خبریں ان میں مذکور ہیں۔

''تلاد'' قدیم مال کو کہا جاتا ہے۔ تلاد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا منشاء یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ سورتیں اسلام کے دورِ اول میں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ سب سورتیں مکی ہیں اور سب سے پہلے ان ہی کی تلاوت اور حفظ ہوا ہے۔

اَلْعَاتِک

(گھوڑا) اَلْعَاتِک: اس کی جمع عواتک آتی ہے جیسا کہ شاعر نے اس شعر میں استعمال کی ہے:۔

نُتْبِعُھُمْ خَیْلاً لَنَا عَوَاتِکَا فِی الْحَرْبِ جُرْدًا تَرْکَبُ الْمَھَالِکَا

ترجمہ:۔ ہم ان کے گھوڑوں کا پیچھا کرتے ہیں اور اپنے گھوڑوں کے ذریعے میدانِ جنگ میں سوار ہوتے ہیں ہلاکتوں اوپر۔

فائدہ

عبدالباقی بن قانع نے اپنی معجم میں اور حافظ ابوطاہر احمد بن محمد احمد سلفی نے حضرت سیابہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم حنین میں ارشاد فرمایا کہ میں قبیلہ سلیم کی عواتک کا بیٹا ہوں''۔

عواتک قبیلہ سلیم کی تین عورتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات میں شامل ہیں۔ ان میں سے ایک عاتکہ بنت ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیہ جو عبدمناف بن قصی کی والدہ ہیں۔ دوسری عاتکہ بنت مرہ بن ہلال بن الفالج سلمیہ ہیں جو ہاشم بن عبدمناف کی والدہ ہیں اور تیسری عاتکہ بنت اوقص بن مرہ بن ہلال سلمیہ ہیں۔ یہ حضورؐ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کے والد وہب کی والدہ ہیں۔ ان تینوں میں پہلی دوسری کی پھوپھی اور دوسری تیسری کی پھوپھی ہیں۔

بنوسلیم اس رشتہ پر فخر کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں بنوسلیم کے لئے اور بھی بہت سی قابلِ فخر باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن اس خاندان کے ایک ہزار افراد حضورؐ کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ دوسری قابلِ فخر بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فتح مکہ کے دن تمام جھنڈوں سے آگے بنوسلیم کے جھنڈے کو کیا جو سرخ رنگ کا تھا۔ تیسری بات یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اہلِ کوفہ، اہلِ شام اور اہلِ بصرہ اور اہلِ مصر کو خط لکھے کہ اپنے یہاں کے سب سے افضل شخص کو میرے پاس بھیجو۔ چنانچہ اہلِ کوفہ نے عتبہ بن فرقد سلمی کو، اہلِ شام نے ابوالاعور سلمیٰ کو اور اہلِ بصرہ نے مجاشع بن مسعود سلمی کو اور اہلِ مصر نے معن بن یزید سلمی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔

محدثین کی ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن بنوسلیم کی تعداد ایک ہزار تھی۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کی تعداد نوسو تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ کیا تم میں کوئی شخص اتنی خصوصیات کا مالک ہے جو سو کے برابر ہوتا کہ تمہاری تعداد پوری ایک ہزار ہو جائے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اور ضحاک بن سفیان کو پیش کیا جو بنوسلیم کا سردار تھا:۔

عاق الطیر

''عتاق الطیر'' اس سے مراد شکاری پرندے ہیں، جوہری کا یہی قول ہے۔

اَلْعِتْلَةُ

''اَلْعِتْلَةُ'' اس سے مراد وہ اونٹنی ہے جسے کوئی بھی نہیں چھیڑتا اور وہ ہمیشہ فربہ رہتی ہے۔ ابونصر کی یہی رائے ہے۔ عنقریب انشاء اللہ ''باب النون'' میں لفظ ''الناقۃ'' کے تحت اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

العاضه و العاضهة

''العاضه و العاضهة'' اس سے مراد سانپ کی ایک قسم ہے جس کے ڈسنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ تحقیق باب الحاء میں ''الحیۃ'' کے تحت اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اَلْعَاسِلُ

''اَلْعَاسِلُ'' اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ اس کی جمع کے لئے ''العسل'' اور العواسل کے الفاظ مستعمل ہیں۔ اس کی مؤنث عسلی آتی ہے۔ تحقیق لفظ ''الذئب'' کے تحت ''باب الذال'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

العاطوس

''العاطوس'' اس سے مراد ایک چوپایہ ہے جس سے بدشگونی لی جاتی ہے۔ عنقریب انشاء اللہ باب الفاء میں ''الفاعوس'' کے تحت اس کا تذکرہ آئے گا۔

العَافِيَة

(طالب رزق) العافیہ: انسان چوپائے اور پرند سب کو یہ لفظ شامل ہے۔ یہ عفا یعفو عقوۃ سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عَفَوْتَہٗ (تو اس کے پاس بھلائی کا طالب بن کر آیا)۔

حدیث میں عافیہ کا ذکر:۔

''جس نے بنجر زمین کو قابلِ کاشت بنایا وہ اس کا مالک ہے اور جو کچھ اس زمین کی پیداوار عافیہ کھالے وہ اس کے لئے صدقہ ہے''۔

ایک روایت میں عافیہ کی جگہ جمع کا لفظ العوافی مذکور ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے اور بیہقی نے نقل کیا ہے اور ابن حبان نے اس کو حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت سے صحیح قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت زہری عن سعید بن المسیب حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مدینہ منورہ کو بہترئی اور بھلائی پر چھوڑو گے اس میں صرف عوافی آئیں گے۔ (راوی کہتا ہے کہ عوافی سے حضورؐ کی مراد عوافی سباع اور عوافی طیر ہیں) پھر قبلیہ مزنیہ کے دو چرواہے مدینہ کا قصد کر کے نکلیں گے اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے۔ پس وہ ان بکریوں کو غیر مانوس اور وحشی پائیں گے۔ یہاں تک کہ جب یہ دونوں ثنیۃ الوداع پر پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مختار مسلک کے مطابق یہ مدینہ کا چھوڑنا آخری زمانہ میں وقوع قیامت کے وقت رونما ہوگا۔ جیسا کہ مزینہ کے دو چرواہوں کے اس قصہ سے جو صحیح بخاری میں مذکور ہے واضح ہوتا ہے کہ یہ دونوں اوندھے منہ گر جائیں گے جب قیامت ان کو پالے گی اور سب سے آخر میں ان دونوں کا حشر ہوگا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ زمانۂ اول میں ظاہر ہو چکا اور گزر چکا اور یہ آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کو بہترین حالت میں اس وقت چھوڑا جا چکا جس وقت خلافت مدینہ سے شام اور عراق منتقل کی گئی اور یہ وقت دین اور دنیا دونوں کے لحاظ سے اچھا اور بہتر تھا۔ دین کے لحاظ سے اس لئے کہ اس وقت مدینہ میں کثیر تعداد میں علماء کرام موجود تھے اور دنیا کے اعتبار سے بایں طور کہ اس کی عمارت کھیتی اچھی تھی اور باشندگانِ مدینہ اس وقت خوب خوشحال تھے۔ فرماتے ہیں کہ مورخین نے مدینہ میں آنے والے بعض فتنوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اہلِ مدینہ اس بات سے خائف ہو گئے کہ اس کے اکثر باشندے کوچ کر گئے اور مدینہ کے تمام پھل یا اکثر پھل عوافی کے لئے رہ گئے۔ پھر اہلِ مدینہ مدینہ لوٹ آئے۔ آگے چل کر قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ آج کے حالات اس کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ اس (مدینہ) کے اطراف ویران ہو چکے ہیں:۔

اَلْعَائِذُ

(وہ اونٹنی جس کا بچہ اس کے ہمراہ ہو) العائذ: بعض کا خیال ہے کہ اونٹنی وضع حمل کے بعد سے بچہ کے طاقتور ہونے تک عائذ کہلاتی ہے۔

حدیث میں عائذ کا تذکرہ:۔ حدیث میں مذکور ہے کہ:

''قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ وقتال کے لئے نکل پڑے اس حال میں کہ ان کے ساتھ تازہ بیائی ہوئی اونٹنیاں تھیں''۔

عوذ' عائذ کی جمع ہے' حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ دودھ والی اونٹنیوں کو ساتھ لے کر آئے تھے تا کہ دودھ کو توشہ میں رکھتے رہیں اور جب تک ''اپنے گمان فاسد کے مطابق ''محمدؐ اور آپؐ کے اصحاب کا خاتمہ نہ کردیں واپس ہوں گے'' نہایت الغریب'' میں مذکور ہے کہ حدیث میں ''عوذ مطافیل'' سے مراد عورتیں اور بچہ ہیں' اونٹنی کو عائذ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگرچہ بچہ ہی اس کی پناہ لیتا ہے لیکن یہ اس پر مہربان ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے' تَجارَة ''رَابِحَة'' (نفع والی تجارت) اور ''عِیشَةِ رَّاضِیَةِ'' (اچھی زندگی)

العبقص والعبقوص

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک چوپایہ ہے۔

اَلْعُترفَانُ

(مرغا) اس کا تذکرہ باب الدال میں دیک کے عنوان سے گزر چکا۔ عدی بن زید نے کہا ہے:۔

ثَلاثَةُ اَحْوَالٍ وَشَهْرًا مُحَرَّمًا اَقْضٰی کَعَیْنِ الْعُتْرَفَانِ الْمُحَارِبِ

ترجمہ:۔ تین سال اور ایک مہینہ جس میں جنگ حرام ہے وہ فیصلہ کرنے والے ہیں اس مرغ سے بھی زیادہ جو جنگجو واقع ہوا ہے۔

اَلْعُتُودُ

(طالب رزق) العتود: اس سے مراد بکری کے بچے ہیں جبکہ وہ قوی ہو جائیں اور چارہ وغیرہ کھانے لگیں اس کی جمع اَعْتِدَةٌ آتی ہے۔ عدان اصل میں عتدان تھا۔ تاء کو دال میں مدغم کر کے عدان بنایا گیا ہے۔

حدیث میں عتود کا تذکرہ:

امام مسلمؒ نے عقبہؓ بن عامر سے روایت کیا ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر کو ایک بکری دی جو آپ اپنے اصحابؓ میں تقسیم فرما رہے تھے' آخر میں بکری کا ایک سالہ بچہ بچ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بھی تُو لے جا''۔

بیہقی اور ہمارے تمام علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ خاص طور سے عقبہ بن عامر کے لئے رخصت تھی جیسا کہ ابو بردہ ہانی بن نیار بلوی کے لئے تھی اور بیہقی نے روایت کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہؓ بن عامر سے فرمایا کہ اس کو تم لے جاؤ اور ذبح کرلو اور تمہارے بعد اس میں کسی کو کوئی رخصت نہیں ہے'' اور سنن ابوداؤد میں ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں زید بن خالد کو رخصت دی تھی۔

اس اعتبار سے اس میں رخصت پانے والے تین حضرات ہو گئے۔ حضرت ابو بردہؓ حضرت عقبہ بن عامرؓ اور حضرت زید بن خالدؓ۔

اَلْعُتَّةُ

(کپڑوں اور اُون کو چاٹنے والا کیڑا) اَلْعُثَّةُ: اس کی جمع عُثٌ اور عُثَتٌ آتی ہے۔ یہ کیڑا اون میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ محکم میں مذکور ہے کہ عثہ وہ کیڑا ہے جو کچے چمڑے کو چمٹ کر اس کو کھاتا ہے۔ یہ ابن الاعرابی کی رائے ہے۔ ابن درید کا قول ہے کہ عثہ بغیر ھاء کے یعنی عث ہے اور یہ کیڑا عموماً اون میں پایا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ یہ کیڑا پکائے ہوئے چمڑے کو کھاتا ہے اور یہ دیمک سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ وہ کیڑا ہے جو اون کو چاٹتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں عُشَیثَة" تَقرَمُ جِلَدَاَمْلَسْ "(ایسا کیڑا جو نرم چکنے چمڑے کو کھاتا ہے) یہ مثال اس شخص کے لئے دی جاتی ہے جو کسی شئے میں اثر کرنے کی کوشش کرے جس پر قادر نہیں۔ یہ مثال احنف بن قیس نے حارثہ بن زید کے لئے دی ہے۔ جب اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کی کہ اس کو حکومت میں شریک کر لیا جائے۔ فائق میں مذکور ہے کہ احنف نے یہ مثال اس شخص کے لئے کہی ہے جس نے اس کی ہجو کی تھی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

فَاِنْ تَشْتِمُوْنَا عَلٰی لَوْمِکُمْ فَقَدْ تَقَدَمُ الْعُثُ مَلْسُ الْاَدم

ترجمہ:۔ پس اگر تم لوگ ہم کو اپنی ملامت پر گالی دیتے ہو تو کیڑا نرم چکنے چمڑے کو کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

اَلْعُثْمُثْمَةُ

(طاقت ور اونٹنی) نر کو عثمثم کہتے ہیں۔ بقول جوہری شیر کو بھی عثمثم کہتے ہیں۔ جوہری کا خیال ہے کہ شیر کو عثمثم ثقل وطی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ راجز نے کہا ہے۔

ع. خَبَعْثَنَ مَثْيَتُهُ عُثْمُثْمُ

اَلْعِجُلُ

(گوسالہ بچھڑا) العجل: اس کی جمع عجاجیل آتی ہے اور بچھڑی کو عَجْلَةٌ کہتے ہیں۔ بچھڑے والی گائے کو بَقَرَة "مُعْجِلَة" کہا جاتا ہے۔

عجل (بچھڑے) کی وجہ تسمیہ

عربی میں بچھڑے کو عجل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ عجل سے معنی سرعت یعنی جلدی کے ہیں۔ چونکہ بنی اسرائیل نے اس کی پرستش میں عجلت سے کام لیا تھا اس لئے اس کو عجل کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پرستش کتنے دن کی؟

بنی اسرائیل نے گوسالہ کی پرستش کل چالیس یوم کی تھی۔ جس کی پاداش میں وہ چالیس سال تک میدان تیہ میں مبتلائے عذاب رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک یوم کے مقابلہ میں ایک سال ان کی سزا کے لئے تجویز فرمایا اور اس طرح چالیس سال قرار دیئے گئے۔

''منصور دیلمی نے ''مسند فردوس'' میں حضرت حذیفہ بن الیمان کی یہ روایت نقل کی ہے:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک گوسالہ ہے اور اس امت کا گوسالہ دینار و درہم ہے''۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے گوسالہ کی ساخت سونے اور چاندی کے زیورات کی تھی۔

پرستش کا سبب اور آغاز

بنی اسرائیل کے گوسالہ کی پرستش کا سبب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس یوم کی مدت معین کی تھی۔ پھر اس کی تکمیل کے لئے دس دن کا اور اضافہ فرمایا۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام عاشورہ کے دن فرعون اور آل فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل کو دریائے قلزم عبور کر کے آگے لے کر بڑھے تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو گائے کی شکل کے بتوں کی پوجا کر رہے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ گوسالہ پرستی کا نقطہ آغاز ہے۔ یہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ ہمارے لئے بھی ایسے ہی بت بنوا دیں تا کہ ہم لوگ بھی ان کی طرح پرستش کیا کریں۔ اس درخواست سے ان کا منشاء عقیدہ وحدانیت میں کمزوری یا شک نہیں تھا بلکہ ان کا منشاء ان بتوں کی تعظیم کے ذریعہ تقرب الی اللہ کا حصول تھا اور یہ کام ان کے خیال میں دینداری کے خلاف نہیں تھا کیونکہ یہ لوگ تعلیم سے نابلد تھے اور یہ درخواست اسی شدت جہل کا نتیجہ تھی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

''اِنَّکُمْ قَوْ مٌ'' تَجْهَلُوْنَ'' (بے شک تم ایک جاہل قوم ہو)

یہ قیام مصر کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد تم کو ایک ایسی کتاب دے گا جس میں تمہارے لئے دینی دنیوی معاملات کے لئے دستور العمل ہوگا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات دے دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کتاب کے متعلق سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا۔ جب آپ تیس روزے رکھ کر فارغ ہوئے تو آپ کو اپنے منہ کی بو ناگوار معلوم ہوئی تو آپ نے مسواک کر لی یا کسی درخت کی چھال پی لی۔ ملائکہ نے کہا کہ آپ کے منہ سے جو مشک کی خوشبو آتی تھی وہ آپ نے مسواک کر کے ختم کر دی۔ لہٰذا آپ نے دس یوم کے روزے اور رکھے۔ اس دس یوم کے اضافہ کی مدت میں گوسالہ پرستی کا ظہور ہوا۔ جس کا بانی سامری تھا۔ یہ شخص اس قوم سے تھا جو گائے کی پرستش کیا کرتی تھی۔ اگر چہ سامری بظاہر مسلمان ہو گیا تھا لیکن اس کے دل میں گائے کی محبت قدرے قلیل جاں گزیں تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے بنی اسرائیل کو آزمائش میں مبتلا فرمایا۔ چنانچہ سامری نے جس کا اصل نام موسیٰ بن ظفر تھا' بنی اسرائیل سے کہا کہ سونے چاندی کا جس قدر زیور تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔

چنانچہ سب نے اپنے اپنے زیورات لا کر اس کے پاس جمع کر دیئے۔ سامری نے ان تمام زیورات کو پگھلا کر بچھڑے کا ایک قالب ڈھال لیا جس میں آواز تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام* کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی ایک مٹھی خاک جو اس نے دریا عبور کرتے وقت اٹھائی تھی اس بچھڑے کے اندر ڈال دی جس سے اس کے اندر گوشت پوشت پیدا ہو گیا اور وہ بچھڑے کی طرح بولنے لگا۔ مذکورہ قول قتادہ' ابن عباس' حسن اور اکثر علماء تفسیر کا ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ تفسیر بغوی وغیرہ میں مذکور ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ گوسالہ محض سونے کا ایک قالب تھا اور اس میں روح نہیں تھی البتہ اس سے ایک آواز آتی تھی۔ بعض کا قول ہے کہ یہ گوسالہ صرف ایک مرتبہ بولا تھا اور جب یہ بولا تھا تو پوری قوم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت میں لگ گئی اور وجد و سرور میں اس کے ارد

گرد رقص کرنے لگے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ گوسالہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کثرت سے بولتا رہتا تھا اور جب یہ بولتا تھا لوگ اس کو سجدہ کرتے تھے اور جب یہ خاموش ہو جاتا تو یہ لوگ سجدہ سے سر اٹھا لیتے تھے۔ وہبؒ فرماتے ہیں کہ اس گوسالہ سے آواز تو آتی تھی مگر اس میں حرکت نہیں تھی۔ سدی کا قول ہے کہ یہ گوسالہ بولتا اور چلتا تھا۔

''جسد'' بدن انسانی کو کہتے ہیں اور اجسام معتذ یہ میں سے کسی کے لئے اس کے علاوہ جسد نہیں کہا گیا۔ کبھی کبھی جنات کے لئے بھی جسد کا استعمال ہوا ہے۔ پس بنی اسرائیل کا گوسالہ ایک قالب تھا جو آواز کرتا تھا جیسا کہ گزر چکا۔ یہ گوسالہ نہ کھاتا تھا اور نہ پیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے قول ''وَاُشْرِ بُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجلَ '' کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب میں گوسالہ کی محبت شدت کے ساتھ پیوست اور جاگزیں ہو گئی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ' قرطبیؒ کا قول ہے کہ بعض لغات میں عجل کے معنی شاۃ (بکری) مذکور ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے حد مہمان نواز تھے۔ چنانچہ آپؑ نے مہمانوں کے لئے ایک جائداد وقف کر رکھی تھی اس سے آپؑ بلا امتیاز قوم وملت کے لوگوں کی ضیافت کیا کرتے تھے۔ عون بن شداد کا قول ہے کہ جب مہمانوں نے جو دراصل فرشتے تھے' کھانے سے دست کشی اختیار کی تو حضرت جبرائیلؑ نے اس بچھڑے کو اپنے بازو سے مس کر دیا جس سے وہ بچھڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور اپنی ماں سے جاملا۔

قاضی ابن قریعہ کا ایک عمدہ فیصلہ

قاضی محمد بن عبدالرحمٰن المعروف بن قریعہ متوفی ۳۳۰ھ کے منجملہ محاسن میں سے ایک یہ ہے کہ عباس بن معلیٰ کاتب نے ان کو خط لکھا کہ حضرت قاضی صاحب کی اس یہودی کے بارے میں کیا رائے ہے جس نے ایک نصرانی عورت سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں اس عورت نے ایک بچہ کو جنم دیا جس کا بدن انسانی ساخت اور سر بیل کا ہے۔ زانی اور زانیہ دونوں گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ قاضی صاحب موصوف نے فوراً جواب تحریر کیا کہ یہ یہودیوں کے ملعون ہونے کی کھلی شہادت ہے۔ کہ ان کے دلوں میں گوسالہ کی محبت شدت کے ساتھ جاگزیں ہے۔ میرے رائے ہے کہ اس یہودی کے سر پر بچھڑے کا سر مڑھ کر اور پھر اس زانیہ نصرانیہ کی گردن سے باندھ کر ان دونوں کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے یہ اعلان کیا جائے: ظُلُمَات'' بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہی اندھیرے ہیں)۔ والسلام

رقص ووجد کرنے والے نام نہاد صوفیوں کا حکم

قرطبی نے ابوبکر طرطوشی رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس سے ایسے لوگوں کے متعلق سوال کیا گیا جو کسی جگہ جمع ہوئے۔ ''کیا ان لوگوں کی مجالس میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اکابر صوفیہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ بات غلط اور جہالت پر مبنی ہے اور گمراہی ہے''۔

میری (علامہ دمیری کی) رائے یہ ہے کہ طرطوشی کا جواب یہ نہیں تھا بلکہ ان کا جواب اس طرح تھا کہ ''صوفیاء کا مسلک غلط جہالت و ضلالت ہے۔ اسلام صرف کتاب اور سنت رسولؐ اللہ کا نام ہے اور ناچنا وجد کرنا کفار اور گوسالہ پرستوں کا شعار ہے۔ صحابہ کرامؓ کے جلو میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس اس طرح پر وقار ہوتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ لہٰذا بادشاہ اور اس کے امراء کو

چاہیے کہ ایسے لوگوں کی مساجد وغیرہ میں آنے پر پابندی لگائیں۔ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے ان کی مجالس میں شرکت اور ان کی اعانت جائز نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ اور جملہ ائمہ مسلمین کا یہی مسلک ہے۔

بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم کیوں ہوا

روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا (جس کا نام عامیل تھا) جس کا سوائے ایک نادار بھتیجا کے اور کوئی وارث نہ تھا۔ جب چچا کے مرنے میں دیر ہوگئی تو اس بھتیجا نے وراثت کے لالچ میں اپنے چچا کو قتل کرڈالا اور اس کی لاش لے جا کر دوسرے گاؤں کے قریب ڈال دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے چچا کے خون کا مدعی ہوا اور محلہ کے چند افراد کو لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان پر اپنے چچا کے خون کا دعویٰ کردیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے قتل کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے صاف انکار کردیا۔ لہٰذا مقتول کا معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر مشتبہ رہا۔

کلبی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ تورات میں تقسیم میراث کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ اللہ رب العزت سے دعا فرمائیں کہ مقتول کا حال آپ پر منکشف ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو بارگاہِ خداوندی میں سے حکم آیا کہ بنی اسرائیل سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک مرد صالح تھا اس کے ایک لڑکا تھا اور اس صالح شخص کے پاس ایک بچھیا تھی۔ ایک دن وہ اس بچھیا کو جنگل لے گیا اور اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں اس بچھیا کو تیرے سپرد کرتا ہوں تا کہ یہ بچھیا میرے لڑکے کے کام آئے جبکہ وہ بڑا ہو جائے۔ بچھیا کو جنگل میں چھوڑنے کے کچھ عرصہ بعد اس شخص کا انتقال ہوگیا اور یہ بچھیا جنگل میں جوان ہوگئی۔ اس بچھیا کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی شخص اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا تو یہ اس شخص کو دیکھتے ہی دور بھاگ جاتی۔ جب لڑکا بڑا ہوگیا اور اپنی والدہ کا بہت مطیع اور خدمت گزار نکلا۔ اس لڑکے کی حالت یہ تھی کہ اس نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ عبادت خداوندی کے لئے ایک حصہ سونے و آرام کرنے کے لئے اور ایک حصہ میں اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ جب صبح ہوتی تو جنگل سے لکڑیاں جمع کر کے لاتا اور بازار میں ان کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کے تین حصے کرتا۔ ایک حصہ صدقہ کرتا ایک حصہ کھانے پینے میں صرف کرتا اور ایک حصہ اپنی والدہ کو دے دیتا۔

ایک دن اس کی والدہ نے کہا بیٹا تمہارے والد نے وراثت میں ایک بچھیا چھوڑی تھی اور اس کو اللہ کے سپرد کر کے فلاں جنگل میں چھوڑ دیا تھا۔ لہٰذا تم وہاں جاؤ اور حضرت ابراہیم'' حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق اور حضرت یعقوب کے رب سے دعا مانگو کہ وہ اس بچھیا کو تمہارے حوالہ کردے۔ اس بچھیا کی پہچان یہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کی کھال سے سورج جیسی شعاعیں نکلتی ہوئی معلوم ہوں گی اس بچھیا کی خوب صورتی اور زردی کی وجہ سے اس کا نام مذہبہ (سنہری) پڑ گیا تھا۔

چنانچہ جب وہ لڑکا اس جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ بچھیا چر رہی ہے۔ لڑکا چلا کر بولا اے گائے میں تجھ کو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق وحضرت یعقوب علیہم السلام کے رب کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو میرے پاس چلی آ۔ یہ سن کر وہ گائے دوڑتی ہوئی آ کر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ لڑکا اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کو ہنکاتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔ بحکم خداوندی وہ گائے گویا ہوئی اور کہا کہ تو مجھ پر سوار ہو جا اس میں تجھ کو آسانی ہوگی۔ لڑکے نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ کیونکہ میری والدہ نے مجھ کو سوار ہونے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اس کی گردن پکڑ کے لے آنا۔ گائے نے کہا کہ بہتر ہوا تم مجھ پر سوار نہیں ہو ورنہ میں ہرگز تیرے قابو میں

نہ آتی' اور والدہ کی فرمانبرداری کی وجہ سے تیرے اندر یہ شان پیدا ہوگئی ہے کہ اگر تو پہاڑ کو یہ حکم دے کہ وہ جڑ سے اکھڑ کر تیرے ساتھ ہو لے تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔

لڑکا جب گائے کو لے کر والدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو والدہ نے فرمایا کہ بیٹا تم نادار ہو تمہارے پاس پیسہ بھی نہیں ہے۔ رات بھر شب بیداری کرنا اور دن میں لکڑیاں جمع کرنا تمہارے لئے بہت مشقت کا کام ہے اس لئے تم اس گائے کو بازار میں لے جا کر فروخت کر دو۔ لڑکے نے دریافت کیا کہ اماں جان کتنے میں فروخت کروں؟ والدہ نے کہا کہ تین دینار ہیں' لیکن میرے مشورہ کے بغیر اس کو فروخت مت کرنا۔ اس وقت گائے کی قیمت تین دینار ہی تھی۔ لڑکا اس گائے کو لے کر بازار پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اپنی مخلوق کو اپنی قدرتِ کاملہ کا نمونہ دکھلائے اور اس لڑکے کا امتحان لے کہ وہ اپنی والدہ کا کس قدر فرماں بردار ہے۔

چنانچہ فرشتہ نے اس لڑکے سے پوچھا کہ یہ گائے کتنے میں بیچو گے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ تین دینار میں بشرطیکہ میری والدہ اس کو منظور کر لیں۔ فرشتہ نے کہا کہ میں تم کو اس کی چھ دینار قیمت دیتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی والدہ سے مشورہ نہ کرو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اگر تم مجھ کو اس گائے کے برابر سونا دو تو بھی میں اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر اس کو فروخت نہ کروں گا۔ بعد ازاں وہ لڑکا اپنی والدہ کے پاس گیا اور کہا کہ ایک شخص گائے کو چھ دینار میں خریدنا چاہتا ہے۔ والدہ نے کہا چھ دینار میں فروخت کر دو میری اجازت کے ساتھ۔ چنانچہ لڑکا گائے کو لے کر بازار واپس گیا۔ فرشتہ نے پوچھا کہ کیا اپنی والدہ سے مشورہ کر آئے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ ہاں پوچھ آیا ہوں' وہ فرماتی ہیں کہ میری اجازت کے بغیر چھ دینار سے کم میں فروخت مت کرنا۔ فرشتہ نے کہا اچھا میں اس کے تم کو بارہ دینار دیتا ہوں بشرطیکہ تم اپنی والدہ سے منظوری نہ لو۔ لڑکے نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اور یہ کہہ کر لڑکا گائے واپس لے گیا اور والدہ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا۔

والدہ نے یہ سن کر کہا کہ بیٹا ہو سکتا ہے وہ آدمی کی شکل میں کوئی فرشتہ ہو اور تیرا امتحان لینا چاہتا ہو کہ تو میری اطاعت میں کس قدر ثابت قدم رہتا ہے۔ اب کے اگر وہ تمہارے پاس آئے تو اس سے کہنا کہ تم ہماری گائے ہم کو فروخت کرنے دو گے یا نہیں؟ چنانچہ لڑکا آگیا اور اس نے ایسا ہی کیا تو فرشتہ نے اس لڑکے سے کہا کہ اپنی والدہ سے کہنا کہ ابھی اس گائے کو باندھے رکھیں اور فروخت کرنے کا ارادہ فی الحال نہ کریں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مقتول کے معاملہ میں ایک گائے کی ضرورت ہے وہ اس گائے کو خریدیں گے مگر جب تک وہ اس کے برابر سونا نہ دیں مت بیچنا۔ چنانچہ فرشتہ کے مشورہ کے مطابق انہوں نے گائے کو روکے رکھا۔

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس لڑکے کی اطاعت والدہ کی مکافات کے لئے بعینہ اسی گائے کے ذبح کرنے کو مقدر کر دیا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تو وہ برابر اس کے اوصاف کے بارے میں استفسار کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے لئے بعینہ وہی گائے معین ہوگئی۔

گائے کے رنگ میں اختلاف ہے

اس گائے کے رنگ کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس گائے کا رنگ گہرا زرد تھا اور بقول قتادہؒ اس کا رنگ صاف تھا اور حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق اس کا رنگ زرد سیاہی مائل تھا۔ لیکن قول اول ہی اصح ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اس کی تعریف میں "صفراء فاقع" (تیز زرد) واقع ہوا ہے اور سواد کے ساتھ فاقع کا استعمال نہیں ہوتا۔ لہٰذا "سواد فاقع" نہیں کہا جاتا' بلکہ صفرا فاقع کہا جاتا ہے اور سواد کے ساتھ مبالغہ کے لئے حالک مستعمل ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں "اسود حالک" سخت ترین سیاہ اور سرخ کے ساتھ مبالغہ کے لئے "قان" مستعمل ہے جیسے "احمر قان" (بہت گہرا سرخ) اور سبز میں مبالغہ کے لئے

ناضر بولا جاتا ہے۔ جیسے ''اَخضَرُ نَاضِرٌ'' (گہرا سبز رنگ) اور سفید میں یقیق بولا جاتا ہے۔ جیسے ''اَبیَضَ یقق'' (نہایت سفید)۔
جب ان لوگوں نے گائے کو ذبح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس مذبوحہ گائے کے ایک حصہ کو مقتول کے بدن پر ماریں۔
گائے کا وہ جز جو مقتول کے بدن میں مارا گیا تھا علماء کا اختلاف ہے کہ وہ حصہ کیا تھا۔ چنانچہ ابن عباس ؓ اور جمہور مفسرین کا قول ہے کہ وہ ہڈی تھی جو غضروف کے متعلق ہوتی ہے۔ (غضروف نرم ہڈی کو کہتے ہیں جیسے کان اور ناک وغیرہ) مجاہد اور سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ وہ دم کی جڑ تھی کیونکہ سب سے پہلے اسی کی تخلیق ہوتی ہے اور ضحاک کہتے ہیں کہ زبان ماری گئی تھی کیونکہ زبان ہی آلہ تکلم ہے۔
عکرمہ اور کلبی کی رائے ہے کہ داہنی ران ماری گئی تھی اور بعض کا قول ہے کہ کوئی معین جز نہیں تھا۔ چنانچہ جب انہوں نے اس مذبوحہ گائے کا گوشت اس مقتول کے بدن سے مس کیا تو مقتول بحکم خداوندی زندہ ہو گیا۔ اس حال میں کہ اس کی گردن کی رگیں خون سے پھول رہی تھی اور زندہ ہو کر اس نے بتا دیا کہ مجھے فلاں نے قتل کیا اور اتنا کہنے کے بعد پھر مردہ ہو کر گر گیا۔ لہٰذا اس کا قاتل میراث سے محروم ہو گیا۔ خبر میں ہے کہ اس کے بعد کوئی بھی قاتل میراث کا مستحق نہیں ہوا' مقتول کا نام عامیل تھا۔
زمخشری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نیک بوڑھا تھا اس کے پاس ایک بچھیا تھی وہ اس کو لے کر جنگل میں پہنچا اور کہا کہ اے اللہ! میں اس کو اپنے لڑکے کے بڑا ہونے تک تیری حفاظت میں دیتا ہوں۔ چنانچہ لڑکا بڑا ہو گیا جو اپنی والدہ کا نہایت فرماں بردار تھا اور وہ گائے بھی جوان ہو گئی۔ یہ گائے نہایت خوبصورت اور فربہ تھی' لہٰذا بنی اسرائیل نے اس یتیم اور اس کی ماں سے سودا کر کے اس کی کھال بھر سونے کے بدلہ میں اس کو خرید لیا جبکہ اس زمانہ میں گائے کی قیمت صرف تین دینار تھی۔ زمخشری وغیرہ نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل چالیس سال تک اس گائے کی تلاش میں سرگرداں رہے۔

حضرت عمر بن العزیزؒ کا گورنر کو خط

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ جب میں تجھ کو حکم دوں کہ فلاں کو ایک بکری عطا کر دو تو تم پوچھو گے کہ ضان یا معز؟ اور اگر میں یہ بھی بیان کر دوں تو تم سوال کرو گے کہ نر یا مادہ؟ اور اگر میں یہ بھی بتا دوں گا تو تم پوچھو گے کہ کالی بکری دوں یا سفید؟ لہٰذا جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اس میں مراجعت مت کیا کرو۔
ایک دوسرے خلیفہ کا واقعہ ہے کہ اس نے اپنے گورنر کو لکھا کہ فلاں قوم کے پاس جا کر ان کے درختوں کو کاٹ دو۔ اور ان کے مکانات کو منہدم کر دو' تو گورنر نے لکھا کہ درخت اور مکانات میں سے کون سی کاروائی پہلے کروں؟ خلیفہ نے جواب میں لکھا کہ اگر میں تم کو لکھ دوں کہ درختوں سے کام کا آغاز کرو تو تم پوچھو گے کہ کس قسم کے درختوں سے آغاز کروں۔

اگر مقتول کا قاتل معلوم نہ ہو؟

اگر کسی جگہ کوئی مقتول پڑا ہوا پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چل سکے۔ اور کسی شخص پر لوث ہو (لوث ان قرائن کو کہتے ہیں جس سے مدعی کی صداقت معلوم ہو سکے۔ جیسے چند لوگ کسی مکان یا جنگل میں جمع ہوں اور ایک مقتول کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے تو گمان غالب یہی ہو گا کہ قاتل اسی جماعت کا کوئی فرد ہے یا کوئی مقتول کسی محلہ یا گاؤں میں پایا جائے اور پورا محلّہ یا گاؤں اس مقتول کا دشمن ہو تب بھی گمان غالب یہی ہو گا کہ قاتل یہی اہل محلّہ یا اہلِ قریہ ہیں) اور ولی ان پر دعویٰ کر دے تو مدعی علیہ کے خلاف مدعی علیہ سے پچاس قسمیں کھلائی جائیں گی اور اگر اولیاء مقتول ایک سے زیادہ ہوں تو ان پچاس قسموں کو باہم سب پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ پھر قسم کھا لینے کے بعد مدعا علیہ کے عاقلہ سے مقتول کی دیت وصول کی جائے گی۔ جب کہ اس پر قتل خطاء کا دعویٰ ہو اور اگر دعویٰ قتل عمد کا ہے تو وہ صرف قاتل کے مال سے

دی جائے گی اور اکثر علماء کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔ البتہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وجوب قصاص کے قائل ہیں۔ امام مالک اور امام احمد علیہما الرحمۃ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اگر کسی پر الزام قتل کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ کی بات قسم کے ساتھ تسلیم کی جائے گی اور اس صورت میں کتنی قسمیں ہوں؟ اس میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ دیگر تمام دعوؤں کی مانند اس صورت میں بھی ایک قسم ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ خون کے معاملہ کی شدت کے پیش نظر پچاس قسم لی جائیں گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوث کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی ابتداً مدعی سے قسمیں لی جائیں گی۔ بلکہ جب کسی محلّہ یا گاؤں میں کوئی مقتول پایا جائے گا تو امام وقت اس گاؤں یا محلّہ کے صلحا میں سے پچاس افراد کا انتخاب کر کے انہیں قسم دلائے گا کہ نہ انہوں نے اس شخص کو قتل کیا ہے اور نہ اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ اس کے بعد اس محلّہ یا گاؤں کے باشندوں سے دیت وصول کرے گا۔

وجود لوث کی صورت میں مدعی سے قسم لینے کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام شافعیؒ نے سہل بن ابی خیثمہ سے نقل کیا ہے:۔

''مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خیبر کے لئے چلے وہاں پہنچ کر وہ اپنی ضرورت کے مطابق علیحدہ ہو گئے۔ پس حضرت عبداللہ بن سہلؓ قتل کر دیئے گئے۔ لہٰذا محیصہ بن ابی مسعودؓ اور مقتول کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن اور محیصہ بن مسعودؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ قدس میں حاضر ہوئے اور حضرت عبداللہؓ بن سہل کے قتل کی اطلاع کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھالو اپنے ساتھی کے خون بہا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ ہم نے دیکھا ہے اور نہ بوقتِ قتل ہم حاضر تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر تمہارے دعوے سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم قوم کفار کی قسموں کا کیسے اعتبار کر لیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا فرمائی''۔

علامہ بغویؒ نے معالم التنزیل میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں استدلال بایں طور ہے کہ آپؐ نے مدعین سے قسم لینے کی ابتداء فرمائی کیونکہ بوجہ لوث ان کا مقدمہ مضبوط تھا۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہؓ کا قتل خیبر میں ہوا تھا اور انصار اور یہود کے درمیان عداوت ظاہر ہے۔ لہٰذا گمان غالب یہی تھا کہ یہودیوں نے قتل کیا ہو اور قسم ہمیشہ اس کے لئے حجت ہوتی ہے جس کی جانب قوی ہو۔ عدم لوث (یعنی قرائن نہ ہونے) کی صورت میں مدعا علیہ کا مقدمہ مضبوط ہوتا ہے اس لئے کہ اصل ان کا بری الذمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا۔

طبی خواص

بقول قزوینی گوسالہ کا خصیہ سکھا کر جلا کر پینے سے شہوت میں تیزی اور کثرتِ جماع میں مدد دیتا ہے اور نہایت عجیب الاثر ہے۔ گوسالہ کا قضیب سکھا کر اچھی طرح پیس کر اگر کوئی شخص ایک درہم کے بقدر پی لے تو ایسا بوڑھا جو جماع سے قاصر ہو گیا ہو وہ بھی باکرہ لڑکی کے پردہ بکارت کو زائل کر سکتا ہے اور اگر اس کا قضیب گھس کر نیم برشت انڈے پر ڈال کر استعمال کیا جائے تو قوتِ باہ میں بے مثال اضافہ کرتا ہے۔ بعض اطباء کا قول ہے کہ گوسالہ کا خصیہ سکھا کر گھس کر پینے سے قوتِ باہ میں بے مثال اضافہ کرتا ہے اور کثرتِ جماع کی قدرت پیدا ہوتی ہے اور اس کا قضیب جلا کر پیس کر پینے سے دانتوں کا درد ختم ہو جاتا ہے اور سکنجبین کے ساتھ پینے سے جگر بڑھنے میں فائدہ دیتا ہے۔

تعبیر

گوسالہ کی تعبیر نرینہ اولاد ہے اور اگر بھنا ہوا بچھڑا خواب میں نظر آئے تو حضرت ابراہیمؑ کے قصہ کی روشنی میں خوف سے مامون ہونے کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَالَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ الی قَوْلِهٖ لا تَخف'' (پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے۔ وہ (فرشتے) کہنے لگے۔ ڈرومت)

خاتمہ

عرب میں بنوعجل ایک مشہور قبیلہ ہے۔ یہ قبیلہ عجل ابن لجیم کی جانب منسوب ہے اس عجل کا شمار احمق لوگوں میں ہوتا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کے پاس ایک بہترین گھوڑا تھا اس سے کسی نے کہا کہ ہر بہترین گھوڑے کا ایک نام ہوتا ہے' تمہارے گھوڑے کا کیا نام ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا کوئی نام نہیں رکھا ہے۔ تو اس سے کہا گیا کہ تو اس کا نام فَفَقَا اِحْدیٰ عنبه (اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گئی) رکھ دے اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا نام اعور رکھ دیا۔ اسی کے بارے میں عرب کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

زَمَتْنِی بنو عَجْلٍ بِدَاءِ اَبِيْهِمْ وَهَلْ اَحَد'' فی الناسِ اَحْمق'' مِنْ عِجْل

ترجمہ:۔ مجھے بنوعجل نے اپنے باپ کی (حماقت) کی وجہ سے تیر مار دیا اور کیا لوگوں میں عجل سے زیادہ کوئی احمق ہے۔

اَلَيْسَ ابُرُهُمْ عَارَ عَيْنَ جَوَادِ'ه فَسَارَتْ بِهِ الْاَمْثَال فِی الناس بَالْجَهْلِ

ترجمہ:۔ کیا ان کے باپ نے اپنے بہترین گھوڑے کی آنکھ کانی نہیں کر دی تھی جس سے لوگوں میں اس کی جہالت ضرب المثل بن گئی ہے۔

العجمجمة

(طاقتور اونٹنی) لعجمجمة: جوہری نے اس کے بارے میں یہ شعر پڑھا ہے۔

بَاتَ بُبَارَیٰ وَرِشَات'' كَالْقَطَاء عُجُمْجُمَات خشفا تَحت الثَّریٰ

ترجمہ:۔ اس نے رات گزاری فخر کرتے ہوئے جیسا کہ قطاء جانور گونگا ہو جائے زمین کی تہہ کے نیچے۔

ام عجلان

''ام عجلان'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

العجوز

''العجوز'' خرگوش، شیر، گائے، بیل، بھیڑیا، مادہ بھیڑیا، بچھو، گھوڑا، بجو، ترکی گھوڑی، گدھا اور کتے کو''العجوز'' کہا جاتا ہے۔

عَدَسٌ

(گائے) عِرَار: ایک کہاوت ہے' يَانَتْ عِرَار'' بِكُحْلٍ '' (گائے سرمہ سے ہلاک ہوگئی) اس کہاوت کی تفصیل یہ ہے کہ دو

گایوں کی آپس میں لڑائی ہوئی تو دونوں نے ایک دوسری کو سینگ سے مارا۔ پس دونوں ہلاک ہوگئیں۔

عِرَار"

(گائے) عَرَار: ایک کہاوت ہے "بَاءَ عِرَار" بِکُحلو "(گائے سرمہ سے ہلاک ہوگئی) اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ دو گایوں نے آپس میں ایک دوسرے کو سینگ سے مارا تو دونوں فوراً مر گئیں۔

اَلْعُرَبُدُ

(سانپ) اَلْعَرَبُدُ: ایک سانپ جو صرف پھنکار مارتا ہے موذی نہیں ہوتا۔ عربد کے معنی بدخلقی کے آتے ہیں اہل عرب کا قول "رجل معربد" (بدخلق شخص) اسی سے ماخوذ ہے۔ اس کا ذکر سانپ کے تحت گذر چکا ہے۔

العربض والعرباض

"العربض والعرباض" ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد مضبوط سینے والی گائے کو کہا جاتا ہے۔

اَلْعُرُس

(شیرنی) اَلْعُرُسُ: اس کی جمع اعراس آتی ہے۔ مالک بن خولید خناعی نے یہ شعر کہا ہے۔

لَیْثٌ هُزَبْرٌ مدل عِنْدَ خَیْستهٖ بالرَّقْمَتَینِ لَهٗ اُجر" واَعراس"

ترجمہ:۔ شیر متحرک ہوار تیلے میدان میں جس وقت کہ شیرنی اس کے سامنے آئی۔

العریقصة

"العریقصة" اس سے مراد سیاہ کیڑے کی طرح کا ایک لمبا کیڑا ہے۔

العریقطة والعریقطان

"العریقطة والعریقطان" اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔

العسا

"العسا" اس سے مراد مادہ ٹڈی ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الجیم میں لفظ "الجراد" کے تحت گزر چکا ہے۔

العساعس

''العساس ''اس سے مراد بھیڑیا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ باب الذال میں گزر چکا ہے۔

اَلعِسبَارُ

(بھیڑیئے اور بجو کے مشترک بچے)اَلعِسبَارُ: بھیڑیئے اور بجو کے مشترک بچوں کو کہتے ہیں ۔مادہ کیلئے عِسبَارَةٌ اور جمع کے لئے عسابر آتا ہے۔

اَلعَشرَاءُ

العشراء: دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں ۔ جب اونٹنی دس ماہ کی گابھن ہو جاتی ہے تو اس کو مخاض کہنا بند کر دیتے ہیں اور بیانے تک وہ عشراء ہی کہلاتی ہے۔ ولادت کے بعد بھی اس اونٹنی کو عشراء ہی کہا جاتا ہے۔ دو کے لئے ''عشراوان'' اور جمع کے لئے ''عشار'' بولا جاتا ہے۔ کلام عرب میں ''عشراء'' اور ''نفساء'' کے علاوہ فعلاء کے وزن پر کوئی بھی ایسا لفظ نہیں آتا جس کی جمع افعال کے وزن پر آتی ہے۔ عشراء کی جمع عشار اور نفساء کی جمع ''نفاس'' آتی ہے۔

فائدہ:۔ شیخ ابوعبداللہ بن نعمان نے ''المستغثین بخیر الانام'' نامی کتاب میں لکھا ہے کہ لکڑی کے اس ستون کے رونے کی حدیث ''جس کی ٹیک لگا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے'' متواتر ہے' صحابہ کرام راضی اللہ عنہ کی کثیر تعداد اور جم غفیر نے اس کو روایت کیا ہے۔ جن میں حضرت جابر بن عبداللہؓ اور ابن عمرؓ بھی شامل ہیں اور ان دونوں ہی کی سند سے امام بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کے راوی حضرت انس بن مالک' عبداللہ ابن عباس' سہل بن ساعدی' ابوسعید خدری' بریدہ ام سلمہ' مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ حضرت جابرؓ نے اپنی حدیث میں کہا ہے:۔

''وہ لکڑی بچوں کی مانند چلانے لگی۔ چنانچہ آپ نے اس کو چمٹا لیا''۔

حضرت جابرؓ کی ہی حدیث میں ہے :۔

''ہم نے اس لکڑی کے ستون کی آواز سنی ہے جیسے کہ دس ماہ کی گابھن اونٹنی کے رونے کی آواز آتی ہے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:۔

''جب منبر تیار ہو گئے تو آپؐ اس پر خطبہ دینے لگے۔ پس وہ لکڑی کا ستون رونے لگا۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر دستِ مبارک پھیرا''۔

بعض روایات میں ہے:۔

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ قیامت تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کے غم میں اسی طرح روتا رہتا''۔

حضرت حسنؓ جب اس روایت کو نقل فرماتے تو رو کر کہا کرتے تھے اے خدا کے بندو! لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

روتی ہے حالانکہ تم لوگ اس کے زیادہ مستحق ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شوق دل میں موجزن ہو۔صالح شافعی نے اس بارے میں یہ شعر کہا ہے۔

وَحَنَّ اِلَیْهِ الْجذعُ شَوْقًاوَرِقَّةً وَرَجَعَ صَوْتًا کَالْعِشَار مُرَدَّدًا

ترجمہ:۔ اور لکڑی کا ستون فرطِ شوق اور رقت قلبی کی وجہ سے رونے لگا اور آواز کو اس طرح حلق سے گھما گھما کر نکالتا تھا جس طرح عشار نکالتی ہے۔

فَبَادَرَهٗ ضمًا فَتَمَرَّ لِوَقتِهٖ لِکُلَّ امْرِیٔ مِنْ دهْرِه مَتعودًا

ترجمہ:۔ وہ اس کی طرف تیزی سے بڑھے اور اس وقت کو غنیمت سمجھا اور آدمی دنیا میں اپنی عادات ہی پر چلتا ہے۔

آپؐ کے فراق میں لکڑی کے ستون کا رونا اور پتھروں کا سلام کرنا یہ آپ کے خصوصی معجزے ہیں۔آپؐ کے علاوہ کسی اور نبی کو یہ معجزے نہیں دیئے گئے۔

اَلْعُصَارِی

''اَلْعُصَارِی'' (عین کے ضمہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ اس کے بعد را اور آخر میں یاء ہے) اس سے مراد ٹڈی کی اک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔ابو عاصم عبادی نے حکایت بیان کی ہے کہ طاہر زیادی نے کہا کہ ہم ''العصاری'' کو حرام سمجھتے تھے اور ہم اس کی حرمت کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔یہاں تک کہ ہمارے پاس الاستاذ ابوالحسن ماسرجسی تشریف لائے۔پس انہوں نے فرمایا کہ ''عصاری'' حلال ہے۔پس ہم جنگل میں اس کے شکار کے لئے نکلے تو ہم نے اہل عرب سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ مبارک ٹڈی ہے۔پس ہم نے اہل عرب کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔

العصفور

(چڑیا) العصفور: یہ لفظ عین کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ابن رشیق نے کتاب ''الغرائب و الشذوذ''' میں عصفور (بفتح العین) بھی نقل کیا ہے۔مادہ کو عصفورہ کہا جاتا ہے۔شاعر کہتا ہے۔

کَعَصفُوْرَةٍ فِیْ کَفِّ طِفْلٍ یَسُوْمَهَا حِیاض'' الردی والطِّفْلُ یَلْهُو ویَلْعَبُ

ترجمہ:۔ جیسا کہ چڑیا کا بچہ کسی بچہ کے ہاتھ میں ہو اور چڑیا پر تو موت کی تلوار لٹک رہی ہو مگر بچہ اس کو اپنا کھلونا بنائے ہوئے ہو۔

اس کی کنیت ابوالصعو' ابومحرز' ابومزاحم اور ابو یعقوب آتی ہیں۔

عصفور کی وجہ تسمیہ

حمزہ نے بیان کیا ہے کہ چڑیا کو عصفور اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے نافرمانی کی اور بھاگ گئی۔لہٰذا عصی اور فر کو ملا کر عصفور بنالیا گیا ہے۔

چڑیوں کی متعدد اقسام ہیں بعض وہ ہیں جن کی آواز بہت عمدہ اور شیریں ہوتی ہے۔بعض خوبصورت ہوتی ہیں۔عنقریب انشاء اللہ اس کا تفصیلی تذکرہ آگے آئے گا۔ایک چڑیا اصرار کہلاتی ہے۔اس چڑیا کو جب بلایا جائے تو یہ جواب دیتی ہے۔ایک عصفور الجنہ (ابابیل) ہے۔ان دونوں کا تذکرہ ہو چکا اور کچھ چڑیا گھریلو ہوتی ہیں۔ان گھریلو چڑیوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں ان میں سے بعض کی طبیعت میں درندگی ہوتی ہے جو گوشت کھاتی ہیں اور بچوں کو جگا نہیں دیتیں۔بعض کی طبعیتیں بہائم جیسی ہوتی ہیں۔ان کے مخلب اور منسر وغیرہ نہیں ہوتیں۔جب چڑیا کسی شاخ پر بیٹھتی ہے تو تین انگلیوں کو آگے اور دو انگلیوں کو پیچھے کر کے اس پر جم کر بیٹھتی ہے۔اس کے برعکس دیگر تمام پرندے دو انگلیوں کو آگے اور دو کو پیچھے کر کے بیٹھتے ہیں۔چڑیا عام طور پر دانہ اور سبزیاں کھاتی ہیں۔نر کی تمیز کالی ڈاڑھی سے ہوتی ہے۔ جیسے مرد بکرے اور مرغ کی روئے زمین پر چڑیا سے زیادہ اپنے بچوں پر شفیق کوئی جانور نہیں۔اس بات کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بچوں کو پکڑ لیا جائے۔شکاری پرندوں کے خوف سے یہ گھروں کی چھتوں میں گھونسلے بناتی ہیں۔جب کوئی آبادی انسانوں سے خالی ہو جاتی ہے تو چڑیا بھی اس جگہ سے نکل کر دوسری جگہ بسیرا کر لیتی ہے اور دوبارہ جب وہ بستی آباد ہوتی ہے تو چڑیا بھی وہیں بسیرا کرنے لگتی ہے۔چڑیا چلنے سے بالکل ناواقف ہوتی ہے بلکہ کود کود کر راستہ قطع کرتی ہے۔

چڑا بہت زیادہ جفتی کرتا ہے چنانچہ بعض دفعہ ایک گھنٹہ میں سو بار بھی جفتی کر لیتا ہے اسی لئے اس کی عمر بہت کم ہوتی ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ ایک سال زندہ رہتا ہے۔چڑیا کے بچوں میں اُڑنے کا حوصلہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔چنانچہ جب بھی اس کے والدین اس کو اڑنے کا اشارہ کرتے ہیں وہ فوراً اڑنے لگتے ہیں۔

چڑیوں کی ایک قسم وہ ہے جس کو "عصفور الشوک" یعنی خاردار چڑیا کہتے ہیں۔یہ زیادہ تر انگور وغیرہ کی باڑھ پر رہتی ہے۔حکیم ارسطو کا قول ہے کہ اس چڑیا اور گدھے میں عداوت ہوتی ہے۔اگر گدھے کی پشت پر زخم ہو تو یہ چڑیا اس کے زخم کو اپنے کانٹے سے کریدتی ہے اور جب گدھے کا داؤ (موقع) لگتا ہے تو گدھا اس کے کانٹے کو رگڑ کر توڑ دیتا ہے اور چڑیا کو مار ڈالتا ہے۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب گدھا بولتا ہے تو اس چڑیا کے انڈے یا بچے گھونسلے سے گر جاتے ہیں۔اسی وجہ سے یہ چڑیا جب گدھے کو دیکھتی ہے تو اس کے سر کے اوپر چلانے اور اڑنے لگتی ہے اور گدھے کو خوب اذیت پہنچاتی ہے۔چڑیا کی ایک قسم قبرہ ہے اور ایک قسم حسون ہے۔دیگر اقسام میں سے کچھ کا تذکرہ ہو چکا اور کچھ کا آئندہ ابواب میں ہوگا۔

ابن الجوزی نے "کتاب الاذکیاء" میں لکھا ہے کہ کسی شخص نے ایک چڑیا پر غلیل سے غلہ مارا مگر وہ چڑیا کو نہ لگا اور نشانہ خطا ہو گیا۔ ایک دوسرا شخص جو وہاں پر کھڑا ہوا تھا۔بولا 'واہ واہ! یہ سن کر شکاری کو غصہ آیا اور کہنے لگا کر تو میرا مذاق اڑاتا ہے۔اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے تیرا مذاق نہیں اڑایا بلکہ میں نے چڑیا کو آفرین کہا کہ خوب اللہ نے اس کی جان بچادی۔

ایوب جمال کا حسن سلوک چڑیا سے

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ مجھ کو محمد بن وہب نے اپنے بعض رفقاء کا حال سنایا کہ ایک مرتبہ وہ ایوب جمال کے ساتھ حج کرنے گئے۔جب ہم صحرا میں داخل ہوئے اور چند منزل طے کر چکے تو ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ ہمارے سروں پر گھوم رہی ہے۔ایوب نے سر اٹھا کر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔پھر انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا مل کر اپنی ہتھیلی پر رکھا۔چڑیا ہتھیلی پر آ بیٹھی اور کھانے لگی۔پھر انہوں نے چلو میں پانی لے کر اس کو پلایا۔جب وہ پانی پی چکی تو اس سے کہا اڑ جا۔چنانچہ وہ اڑ گئی۔اگلے دن وہ پھر آئی۔آپ نے اس کو اسی طرح کھلایا اور پلایا۔الغرض وہ چڑیا آخر سفر تک روزانہ اسی طرح آتی رہی تو ایوب جمال نے کہا کہ کیا تم کو اس چڑیا کا قصہ معلوم ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چڑیا روز میرے گھر میرے پاس آیا کرتی تھی اور میں اس کو کھلایا پلایا کرتا تھا۔ اب جب میں سفر میں چلا تو یہ بھی میرے ساتھ ہولی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ایک چڑا

بیہقی اور ابن عساکر نے ابو مالک کی سند سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا گزر ایک چڑے کے پاس سے ہوا جو ایک چڑیا کے اردگرد چکر لگا رہا تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے ہمرائیوں سے کہا کہ معلوم ہے یہ چڑا کیا کہہ رہا ہے؟ ہمراہیوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! آپ ہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس چڑیا کو شادی کا پیغام دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ تو مجھ سے نکاح کرلے اور پھر تو دمشق کے جس محل میں چاہے گی تجھ کو بسا دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس چڑے کو معلوم ہے کہ دمشق کے محلات سنگین ہیں اور ان میں کہیں بھی گھونسلہ رکھنے کی جگہ نہیں ہے مگر پھر بھی یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شادی کے پیغام دینے والے اکثر جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں۔

حدیث میں ذکر:۔

امام مسلمؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے کہ:

''حضرت عائشہؓ نے انصار کے ایک بچہ کی وفات پر (جس کے ماں باپ مسلم تھے) فرمایا کہ یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ عائشہؓ معاملہ اس کے سوا بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق جنت کے لئے پیدا کی۔ درانحالیکہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور ایسے ہی ایک مخلوق دوزخ کے لئے پیدا کی اور وہ بھی ابھی پیدا نہیں ہوئے''۔

بعض لوگوں نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے کہ یہ روایت طلحہ بن یحییٰ سے مروی ہے اور یہ متکلم فیہ ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اور یہ صحیح مسلم میں مذکور ہے۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر اس طرح کہنے سے انکار فرمایا ہے۔ اس نہی کی علت بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ شاید یہ نہی اس وقت فرمائی ہو جب آپ کو اس کا علم نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہیں' لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۂ طور مکیہ ہے جو بچوں کے والدین کے تابع ہونے پر دلالت [1] کرتی ہے اور نہی کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بچے کے جنتی ہونے کا قطعی حکم ان کے ابوین کے ایمان کی قطعیت کی بناء پر لگایا ہو۔ حالانکہ ان کا قطعی مومن ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس کا احتمال ہے کہ وہ منافق ہوں۔ لہٰذا اس صورت میں بچہ ابن مومن ہونے کی بجائے ابن کافر ہوگا۔ لہٰذا قطعی طور پر اس کے جنتی ہونے کا حکم لگانا درست نہیں ہے اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو اس سے منع فرمایا ہو۔

ابن قانع نے شرید بن سوید ثقفی کے حالاتِ زندگی میں یہ روایت نقل کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بے غرض و مقصد کسی چڑیا کو ہلاک کردے گا تو چڑیا قیامت میں چیخ کر اللہ تعالیٰ سے کہے گی تیرے بندے نے مجھے مار ڈالا اور میرے مارنے کوئی مقصد نہ تھا''۔

---

[1] وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ (اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے)۔

ایک دوسری حدیث میں مذکور ہے:۔

''اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے کہا تجھے مبارک ہو' جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں شہید ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کیا معلوم؟ شاید یہ لایعنی گفتگو کرتا ہو اور اس چیز کو منع کرتا ہو جو اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے''۔

بیہقی نے شعب الایمان میں مالک بن دینار سے نقل کیا ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ اس زمانے کے قراء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک جال گاڑا' پس ایک چڑیا آئی تو اپنے جال میں بیٹھ گیا۔ چڑیا نے اس سے کہا کیا بات ہے کہ میں تجھ کو مٹی میں چھپا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ تواضع کی وجہ سے پھر چڑیا نے اس سے کہا کہ کس وجہ سے تیری کمر جھک گئی۔ اس نے جواب دیا کہ طول عبادت کی وجہ سے' چڑیا نے پوچھا کہ تیرے منہ میں یہ دانہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے یہ دانہ روزہ داروں کے لئے جمع کیا ہے۔ جب شام ہوئی تو اس نے اس دانہ کو کھالیا۔ پھر وہ جال اس کی گردن میں پڑ گیا جس سے اس کا گلا گھٹ گیا۔ چڑیا نے کہا اگر بندوں کا گلا اس طرح گھٹ جاتا ہے۔ جس طرح تیرا تو پھر اس زمانہ میں بندوں میں کوئی خیر نہیں ہے''۔

لقمانؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحت

بیہقی کی ''شعب الایمان'' ہی میں حضرت حسنؓ سے منقول ہے کہ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے پیارے بیٹے! میں نے چٹان' لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا لیکن میں نے پڑوسی سے زیادہ ثقیل کسی چیز کو نہیں پایا اور میں نے تمام کڑوی اور تلخ چیزوں' کا ذائقہ چکھ لیا لیکن فقر و تنگدستی سے تلخ کوئی چیز نہیں پائی۔ اے بیٹے! جاہل شخص کو ہرگز اپنا قاصد اور نمائندہ مت بنا اور اگر نمائندگی کے لئے کوئی قابل اور عقلمند شخص نہ ملے تو تُو خود اپنا قاصد بن جا۔

بیٹے! جھوٹ سے خود کو محفوظ رکھ کیونکہ یہ چڑیا کے گوشت کی مانند نہایت مرغوب ہے۔ تھوڑا سا جھوٹ بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔ اے بیٹے! جنازوں میں شرکت کیا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے پرہیز کر' کیونکہ جنازوں کی شرکت تجھے آخرت کی یاد دلائے گی۔ اور شادیوں میں شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔ آسودہ شکم ہوتے ہوئے دوبارہ شکم سیر ہو کر مت کھا کیونکہ اس صورت میں کتوں کو ڈال دینا کھانے سے بہتر ہے۔ بیٹے نہ اتنا شیریں نہ بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور اتنا کڑوا نہ ہو کہ تھوک دیا جائے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ کے بعض مجموعوں میں دیکھا ہے کہ حضرت لقمانؒ نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹے واضح رہے کہ تیرے دربار میں یا تو تجھ سے محبت کرنے والا آئے گا یا تجھ سے ڈرنے والا۔ پس جو خائف ہے اس کو قریب بٹھا اور اس کے چہرے پر نظر رکھو اور اس کے پیچھے سے اشارہ سے خود کو بچا' اور جو تجھے چاہنے والا ہے اس سے خلوص دل اور خندہ پیشانی سے مل' اور اس کے سوال سے پہلے اس پر نوازش کر' اس لئے کہ اگر تو اس کو سوال کا موقع دے گا تو وہ تجھ سے اپنے چہرے کی معصومیت کی وجہ تجھ سے دوگنا مال حاصل کرے گا۔ چنانچہ اس کے متعلق یہ شعر کہا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ جب تُو نے بغیر سوال کے مجھے عطا کر دیا تو تُو نے مجھے دے دیا اور مجھ سے لے بھی لیا۔

بیٹے! قریب بعید سب کے لئے اپنا حلم وسیع کر دے اور اپنی جہالت کو روک لے کریم سے اور لئیم سے' رشتہ داروں سے صلئہ رحمی کر تاکہ وہ لوگ تیرے بھائی بن جائیں اور جب تُو ان سے جدا ہو یا وہ تجھ سے جدا ہوں تو نہ ان کی عیب جوئی کر اور نہ وہ تیری عیب جوئی کریں

گے۔

لقمانؒ کی اس نصیحت سے مجھے (یعنی دمیریؒ) وہ واقعہ یاد آ گیا جو مجھے میرے شیخ نے سنایا تھا کہ شاہ اسکندر نے بلاد مشرق کے ایک بادشاہ کے پاس ایک قاصد روانہ کیا۔ یہ قاصد واپسی میں ایک خط لے کر آیا جس کے ایک لفظ کے بارے میں اسکندر کو شک ہو گیا تو اسکندر نے اس سے کہا تیرا ناس ہو بادشاہوں پر کوئی خوف نہیں ہوتا' مگر اس وقت جب ان کے راز افشاء ہو جائیں تو میرے پاس ایک صحیح اور واضح خط لایا مگر ایک حرف نے اس خط کو ناقص بنا دیا ہے؟ کیا یہ حرف مشکوک ہے یا یہ لفظ یقیناً بادشاہ ہی کا رقم کردہ ہے۔ قاصد نے جواب دیا کہ یقینی طور پر بادشاہ کا رقم کردہ خط ہے۔ اسکندر نے محرر کو حکم دیا کہ اس خط کے مضمون کو دوسرے کاغذ پر حرف بحرف لکھ کر دوسرے قاصد کے ذریعہ بادشاہ کے پاس واپس بھیج دیا جائے اور اس کے سامنے پڑھ کر اس کا ترجمہ کیا جائے۔

چنانچہ جب وہ خط شاہِ مشرق کے حضور میں پڑھا گیا تو اس نے اس لفظ کو غلط قرار دیا اور مترجم سے کہا کہ اس کو کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ وہ لفظ خط سے کاٹ دیا گیا اور اسکندر کو لکھا کہ میں نے خط سے اس حصہ کو حذف کر دیا جو میرا کلام نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپ کے قاصد کی زبان کاٹنے کا مجھے کوئی اختیار نہیں تھا۔ چنانچہ جب قاصد اسکندر کے پاس یہ خط لے کر آیا تو اس نے پہلے والے قاصد کو طلب کر کے اس سے دریافت کیا کہ تُو نے کس وجہ سے یہ کلمہ اپنی طرف سے لکھا جو دو بادشاہوں کے درمیان فساد کا سبب بن سکتا تھا؟ تو اس قاصد نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جس بادشاہ کے پاس آپ نے مجھے بھیجا تھا اس کی ایک کوتاہی کے سبب میں نے ایسا کیا تھا۔ اسکندر نے اس سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ سعی تُو نے کی وہ اپنے مفاد کے لئے کی ہماری خیر خواہی کے لئے نہیں چنانچہ جب تیری امید دپوری نہ ہو سکی تو تُو نے معزز اور بلند مرتبہ نفوس کے درمیان اس کو بدلہ کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے بعد اسکندر نے اس کی زبان گدی سے کھنچوا دی۔

یحییٰ بن خالد بن برمک کا قول ہے کہ لوگوں کی عقل کا اندازہ تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ ہدیہ' قاصد اور خط۔ ابوالاسود دوئلی نے ایک شخص کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا۔

اِذَا اَرْسَلْتَ فِیْ اَمْرٍ مُرْسِلاً   فَاَرْسِلْ حَکِیْماً وَلاَ تُوْصِہٖ

ترجمہ:۔ جب تُو کسی ضرورت کے لئے کوئی نمائندہ یا قاصد بھیجے تو عقلمند شخص کو بھیج اور اس کو کوئی وصیت مت کر۔

ابوالاسود نے کہا کہ اس کہنے والے نے غلط کہا کیا یہ نمائندہ عالم الغیب ہے' وہ اس کے مقصد کو کیسے سمجھے گا۔ اس نے یوں کیوں نہیں کیا۔

اَذَا اَرْسَلْتَ فِیْ اَمْرٍ رَسُوْلا   فَاَفْھِمْہُ وَاَرْسِلْہُ اَدِیْبًا

ترجمہ:۔ جب کسی معاملہ میں تُو کسی کو نمائندہ بنائے تو اس کو سمجھا دے اور اس کو سکھا کر روانہ کر۔

وَلاَ تَتْرُکْ وَصِیَّۃً بِشَیْیءٍ   وَاِنْ ھُوَ کَانَ ذَا عَقْلٍ اَرِیْبًا

ترجمہ:۔ اس کو کسی بھی چیز کی وصیت میں ڈھیل مت دے خواہ وہ عقلمند اور ذی شعور ہی کیوں نہ ہو۔

فَاِنْ ضَیَّعْتَ ذَاکَ فَلاَ تَلُمْہُ   عَلٰی اَنْ لَمْ یَکُنْ عِلْمُ الْغُیُوْبَا

ترجمہ:۔ پس اگر تُو نے وصیت کو ضائع کر دیا تو پھر اس کو ملامت نہ کر کیونکہ وہ عالم الغیب نہیں ہے۔

والدہ کی بددعا کا نتیجہ

تاریخ ابن خلکان ودیگر کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ زمخشری مقطوع الرجل تھے۔ یعنی ان کی ایک ٹانگ کٹی ہوئی تھی۔ لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ میری والدہ کی بددعاء کا نتیجہ ہے۔ میں نے بچپن میں ایک چڑیا پکڑی اور اس کی ٹانگ میں ایک ڈورا باندھ دیا۔ اتفاقاً وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اڑتے اڑتے ایک دیوار کے شگاف میں گھس گئی۔ میں نے ڈورا پکڑ کر (جو کہ شگاف کے باہر لٹکا ہوا تھا کافی لمبا ہونے کی وجہ سے) زور سے کھینچا تو وہ اس شگاف سے نکل آئی مگر ڈورے سے اس کی ٹانگ کٹ گئی۔ والدہ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا اور مجھے یہ کہہ کر بددعا دی کہ جس طرح تُو نے اس کی ٹانگ کاٹ دی خدا تیری بھی ٹانگ ایسے ہی توڑ دے۔ چنانچہ جب طالب علمی کی عمر کو پہنچا اور تحصیل علوم کی غرض سے بخارا کے لئے چلا تو دورانِ سفر سواری سے گر پڑا۔ بخارا جا کر میں نے بہت علاج کرایا مگر ٹانگ کٹائے بغیر بات نہ بنی اور انجام کار ٹانگ کٹوانی پڑی۔

حافظ ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں امام زین العابدینؒ کے حالات کے تحت مذکور ہے کہ ابوحمزہ یمانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت علیؒ بن حسین کی خدمت میں موجود تھا کہ یکا یک بہت ساری چڑیاں ان کے قریب اڑنے اور چلانے لگیں تو حضرت علیؒ بن حسین نے مجھ سے پوچھا ابوحمزہ! تم کو معلوم ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہہ رہی ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے رب کی تسبیح وتقدیس بیان کر رہی ہیں اور اس سے رزق طلب کر رہی ہیں۔

حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا واقعہ

صحیحین، سنن نسائی اور جامع ترمذی میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس جواب پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے سوال کیا گیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰؑ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی موسیٰ علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ ہمارا بندہ خضر علیہ السلام سب سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معلوم کیا کہ ان سے کیسے اور کہاں ملاقات ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے توشہ دان میں ایک مچھلی رکھ لو جہاں وہ مچھلی غائب ہو جائے وہیں خضرؑ سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب ہدایت توشہ دان میں مچھلی لے کر روانہ ہو گئے اور آپؑ کے ساتھ یوشع علیہ السلام بھی روانہ ہو گئے۔

جب ایک پتھر پر پہنچے تو دونوں اس پتھر پر سر رکھ کر سو گئے اور مچھلی توشہ دان سے کھسک گئی اور سمندر میں راستہ بناتی ہوئے گزر گئی جس کو حضرت یوشع علیہ السلام نے دیکھا اور وہ مچھلی کی اس حیرت انگیز کارکردگی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گوش گزار نہ کر سکے۔ کیونکہ جس وقت مچھلی دریا میں راستہ بناتے چلی اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مصروف تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے پھر سفر شروع کر دیا تو اچانک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکن کا احساس ہوا تو آپؑ نے اپنے ہمراہی حضرت یوشع علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ اس سفر میں تو ہمیں بڑی تکلیف پہنچی۔ تب حضرت یوشعؑ نے کہا لیجئے یہ عجیب بات ہوگئی کہ ہم آپ کو مچھلی کا واقعہ بتانا ہی بھول گئے اور وہ مچھلی تو اس وقت غائب ہوگئی تھی۔ جب ہم اس پتھر کے پاس سوئے تھے یہ سن کر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کی ہم کو تلاش تھی۔ چنانچہ دونوں حضرات اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس لوٹے اور جب اس پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں

ایک شخص کو جو چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے پایا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا اور فرمایا کہ میں موسیٰؑ ہوں۔ حضرت خضرؑ نے پوچھا کہ موسیٰ بنی اسرائیل' تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں بنی اسرائیل کا نبی موسیٰ ہوں۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں؟ تا کہ آپ مجھے وہ علم سکھا دیں جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ مجھے انشاء اللہ صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

چنانچہ اس گفتگو اور معاہدہ کے بعد دونوں سمندر کے کنارے کنارے چل دیئے۔ چلتے چلتے ان کو ایک کشتی نظر آئی اور انہوں نے اہلِ کشتی سے کشتی میں سوار ہونے کی بات چیت کی۔ اہل کشتی نے حضرت خضر کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے ہی ان کو سوار کر لیا۔ کچھ دیر بعد ایک چڑیا کشتی کے کنارہ پر آ بیٹھی اور اس نے پانی پینے کے لئے سمندر میں ایک یا دو چونچ ماری تو حضرت خضرؑ نے فرمایا اے موسیٰؑ! میرے اور آپ کے علم نے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے صرف اتنا حصہ کم کیا (پایا) جتنا اس چڑیا نے اس سمندر سے پانی کم کیا۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھیڑ دیا اس پر حضرت موسیٰؑ نے تعجب سے کہا کہ ان کشتی والوں نے ہم کو بغیر کسی اجرت کے سوار کیا اور تم نے ان کی کشتی کو توڑ دیا کہ وہ ڈوب جائیں۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ میں نے پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر آپ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مجھ کو یاد نہیں رہا تھا' سو آپ بھول چوک پر میری گرفت نہ کیجئے۔ اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ کیجئے۔

شرط کی پہلی خلاف ورزی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسیاناً سرزد ہوئی۔ پھر دونوں کشتی سے اتر کر چلے۔ پس دیکھا کہ ایک لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہے۔ حضرت خضرؑ نے اس بچہ کا سر اوپر سے پکڑ کر الگ کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ گھبرا کر کہنے لگے کہ آپ نے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا اور وہ بھی کسی وجہ کے بغیر' بے شک آپ نے یہ بڑی بے جا حرکت کی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے کے مقابلہ میں حضرت خضرؑ کی جانب سے یہ تنبیہ سخت اور موکد ہے۔ پھر دونوں حضرات آگے چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں پر گزر ہوا تو ان حضرات نے ان گاؤں والوں سے کھانا مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) لیکن گاؤں والوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا۔ اسی گاؤں میں چلتے چلتے ان کو ایک دیوار نظر آئی جو گرنے کے قریب تھی۔ حضرت خضرؑ نے اس کو ہاتھ کے اشارہ سے سیدھا کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت ہی لے لیتے۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ یہ وقت آپ کے اور ہمارے درمیان جدائی کا ہے اور میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ میرے برادر موسیٰؑ پر رحم فرمائے کہ کاش وہ اتنا صبر کر لیتے یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ ان رموز و اسرار کو بیان فرما دیتے۔

اس واقعہ میں کون سے موسیٰ تھے؟

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ نوفا بکالی کہتا ہے کہ اس واقعہ میں جس موسیٰ کا تذکرہ ہے یہ بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں تھے بلکہ موسیٰ نامی کوئی اور شخص تھا۔ یہ سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے۔ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے۔ یہ کہہ کر پوری حدیث بیان کی جس میں حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا مکمل واقعہ تھا اور فرمایا کہ ایک چڑیا کشتی کے کنارے پر بیٹھی اور پھر

اس نے سمندر میں ٹھونگ ماری تو حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ کے اور میرے علم نے علم خداوندی میں سے اتنا کم کیا ہے کہ جتنا اس چڑیا نے اس سمندر سے پانی کم کیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ یہاں نقص (کمی) کا جو لفظ بیان ہوا ہے وہ یہاں اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے بلکہ سمجھانے کے لئے اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے ورنہ موسیٰؑ اور خضرؑ کا علم علم خداوندی کی نسبت سے اس سے بھی کم ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص بھی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے کسی جانور کو ناحق کے مارے گا تو اس سے ضرور اللہ تعالیٰ اس کے متعلق سوال فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو ذبح کر کے کھایا جائے اور اس کا سر کاٹ کر نہ پھینکا جائے''۔ (رواہ النسائی) حاکم نے خالد سے انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح سے نقل کیا ہے کہ:۔

''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کا دل چڑیا کی مانند ہے دن میں سات مرتبہ بدلتا ہے''۔

صحیح قول کے مطابق چڑیا کو پکڑ کر پھر آزاد کرنا صحیح نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ حافظ ابونعیم نے حضرت ابوالدرداء سے نقل کیا ہے کہ وہ بچوں سے چڑیوں کو خرید کر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ اختلاف ان چڑیوں کے متعلق ہے جو بذریعہ شکار قبضہ میں آئی ہوں۔ سود اور ربا کے معاملہ میں چڑیوں کی جملہ انواع و اقسام ایک جنس شمار کی جائیں گی۔ اسی طرح بطخ کی جملہ اقسام جنس واحد شمار کی جائیں گی۔ کبوتر کی جملہ اقسام ربا کے معاملہ میں ایک ہی شمار کی جائیں گی۔ مرغ کی بھی جملہ اقسام جنس واحد مانی جائیں گی۔ سارس، مرغابی اور سرخاب بھی علیحدہ علیحدہ ایک جنس ہیں۔

مانوس جانوروں کو آزاد چھوڑنا زمانۂ جاہلیت کے سوائب کے مشابہ ہونے کے باعث قطعاً ناجائز اور باطل ہے۔ جیسا کہ صید کے باب میں گزر چکا۔

شیخ ابواسحاق شیرازی نے اپنی کتاب ''عیون المسائل'' میں لکھا ہے کہ چڑیوں کی بیٹ نجس غیر معفوعنہ ہے اور مشہور اس بارے میں یہ ہے کہ اس میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے جیسا ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے بارے میں اختلاف ہے۔

ضرب الامثال

کہتے ہیں: فُلَانٌ اَخَفُّ حِلْمًا مِنْ عَصْفُوْرٍ ''چڑیا سے بھی کم بردبار ہے) حضرت حسانؓ نے یہ شعر کہا ہے۔

لَا بأسَ بِالْقَوْمِ مِنْ طُوْلٍ وعَظَيْم جِسْمُ الْبِغَالِ وَاحْلَامَ الْعَصَافِيْر

ترجمہ:۔ قوم اگر طویل القامت اور طویل الجثہ ہو تو کوئی حرج نہیں کہ ان کے جسم خچروں کی طرح اور ان کی عقلیں چڑیوں کی طرح مختصر ہوں۔

تعب نے یہ اشعار کہے ہیں۔

ان یسمعوا ریبۃً طَاروا بِھَافَرَحًا مِنّی وَمَا سَمِعُوا مِنْ صَالِحٍ دَفَنوا

ترجمہ:۔ اگر میری کوئی بات بری سنتے ہیں تو اسے دنیا میں پھیلا دیتے ہیں خوش ہو کر لیکن میری اچھی بات کو بجائے پھیلانے کے دفن کر دیتے ہیں۔

مِثْلَ الْعَصَافِیر احلامًا ومِقْدِرَۃً لَوْ یُوْزَنُوْنَ بِرِقِ الرِّیْشِ مَاوُزِنُوْا

ترجمہ:۔ یہ چڑیوں کی طرح عقل والے اور طاقت والے ہیں اگر ان کا وزن کیا جائے تو ایک پر کے برابر بھی ان کا وزن نہیں ہے۔

کثیر اسفاذ کثرت سے جفتی کرنے والے کو کہتے ہیں۔فُلاَن'' اَسْفَدُمِنْ عُصْفُوْرٍ'' وہ چڑے سے زیادہ جفتی کرنے والا ہے۔

طبی خواص

چڑیوں کا گوشت گرم خشک اور مرغی کے گوشت سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ چڑیا کا سب سے عمدہ گوشت موسم سرما میں چربی دار ہوتا ہے۔اس کا گوشت منی اور قوت باہ میں اضافہ کرتا ہے۔ رطوبت والے اصحاب کے لئے اس کا گوشت مضر ہے۔لیکن روغن بادام سے اس کی مضرت ختم ہوجاتی ہے بوڑھوں اور سرد مزاج والوں کو موسم سرما میں موافق آتا ہے۔ چڑیا کا گوشت خلط صفرادی پیدا کرتا ہے۔

مختار بن عبدون کا کہنا ہے کہ اس کا گوشت نہ کھانا بہتر ہے کیونکہ اگر اس کی معمولی سی بھی ہڈی پیٹ میں چلی جائے تو اس سے پتا اور آنت میں چربی پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر چڑیا کے بچوں کا انڈوں اور پیاز کے ساتھ ملا کر تیار کر کے استعمال کیا جائے تو قوتِ باہ میں زبردست اضافہ ہوتا ہے۔ چڑیا کے گوشت کا شوربہ طبیعت کو صاف کرتا ہے۔اس کا گوشت ثقیل ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ نہایت کمزور چڑیا کا ہو۔سب سے زیادہ نقصان وہ گوشت اس چڑیا کا ہوتا ہے جو کسی گھر میں رہے اور چربی دار ہو جائے۔بعض اطباء کا خیال ہے کہ چڑیا کا مغز عرق سنداب (ایک بدبودار درخت جس کے پتے صقر نما ہوتے ہیں) اور قدرے شہد میں ملا کر نہار منہ پینے سے بواسیر کے دردوں کے لئے نافع ہے۔ چڑیوں کی بیٹ کو لعابِ دہن (لعابِ انسان) میں حل کر کے پھنسیوں پر لگایا جائے تو پھنسیاں بالکل ختم ہو جائیں گی۔ یہ نسخہ مجرب ہے۔

اگر چڑیا کا مغز شیرج کے ہمراہ پگھلا کر شراب کے عادی شخص کو پلایا جائے تو اس کو شراب سے نفرت ہو جائے گی۔ یہ بھی نہایت مجرب ہے۔عصفوراشوک (خاردار چڑیا) اگر نمک ملا کر بھون کر کھائی جائے تو مثانہ اور گردے کی پتھری کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔مہراریش کا قول ہے کہ اگر چڑیا کو ذبح کر کے اس کا خون مسور کے بیسن پر ٹپکا لیا جائے اور پھر اس کی گولیاں بنا کر خشک کر لی جائیں تو ان کا استعمال قوتِ باہ میں اضافہ اور ہیجان پیدا کرتا ہے اور اگر اس میں سے ایک گولی کو زیتون کے تیل میں ملا کر احلیل کی مالش کر لی جائے تو عضو تناسل نہایت سخت اور مضبوط ہو جاتا ہے۔

کامیاب ترین نسخہ جات

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں قوتِ جماع میں اضافہ کرتی ہیں۔ چڑیوں کا گوشت۔اطریفل اکبر۔بادام اور پستہ اور چار چیزیں عقل کو بڑھاتی ہیں۔لایعنی باتوں سے پرہیز۔مسواک کا استعمال۔صلحاء کی مجلس اور اپنے علم پر عمل کرنا۔اور چار چیزیں بدن کو مظبوط بنا دیتی ہیں۔گوشت کا کھانا۔خوشبو سونگھنا۔کثرت سے نہانا (جماع اور صحبت کے بعد نہیں بلکہ بلاضرورت) اور کتان کا لباس پہننا۔چار چیزیں بدن کو لاغر اور بیمار بنا دیتی ہیں۔کثرت جماع۔نہار منہ کثرت سے پانی پینا' ترش چیزوں کا کثرت سے استعمال کرنا اور افکار و ہموم۔

فائدہ:۔ جو شخص کثرتِ جماع کو وطیرہ اور شعار بنا لے اس کے بدن میں خارش، قوت میں ضعف اور بینائی کمزور ہو جاتی ہے اور ایسا شخص جماع کی حقیقی لذت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس پر جلدی بڑھاپا آ جاتا ہے۔ جو شخص پیشاب یا پاخانہ کو روکتا ہے اور بوقتِ تقاضا ان سے فراغت حاصل نہیں کرتا اس کا مثانہ کمزور جلد سخت اور پیشاب میں جلن وسوزش کی بیماری ہو جاتا ہے اور مثانہ میں پتھری بھی ہو جاتی ہے۔ جو شخص ہمیشہ اپنے پیشاب پر تھوکنے کی عادت ڈال لے وہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ قزوینیؒ نے اس بات کو نقل کر کے لکھا ہے کہ بارہا اس نسخہ کو آزمایا گیا ہے اور ہر بار فائدہ ہوا ہے۔

تعبیر

خواب میں چڑیا سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو قصہ گو اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور لوگوں کو حکایات اور کہانیاں سنا کر ہنساتا ہو اور بقول بعض اس کی تعبیر لڑکا ہے۔ چنانچہ اگر کسی کا لڑکا بیمار ہو اور وہ خواب میں چڑیا کو ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے لڑکے کی موت کا اندیشہ ہے۔ کبھی اس کی تعبیر بوڑھے، تنومند اور مالدار شخص سے دی جاتی ہے جو کہ اپنے کاموں میں چالاک، صاحب ریاست اور تدبیر گر ہو اور کبھی اس کی تعبیر خوبصورت اور شفیق عورت سے دی جاتی ہے۔ چڑیوں کی آواز کی تعبیر عمدہ کلام یا دراست علم ہے۔

ایک شخص ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں چڑیوں کے بازو پکڑ پکڑ کر اپنے کمرے میں بند کر رہا ہوں۔ ابن سیرین نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا تجھے کتاب اللہ کا علم ہے اس شخص نے کہا کہ ہاں، تو ابن سیرینؒ نے اس سے کہا کہ مسلمانوں کے بچوں کے بارے میں اللہ سے خوف کر۔ ایک اور شخص ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں چڑیا ہے اور میں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو اس چڑیا نے کہا کہ تیرے لئے مجھے کھانا حلال نہیں ہے۔ ابن سیرینؒ نے تعبیر دیتے ہوئے کہا کہ تو صدقہ کا مستحق نہ ہوتے ہوئے بھی صدقہ وصول کرتا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ میرے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہیں ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ ہاں اور اگر تو کہے تو میں صدقہ کے ان دراہم کی تعداد بھی تجھے بتا دوں جو تیرے پاس ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ بتائیے۔ ابن سیرینؒ نے کہا کہ وہ چھ دراہم ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ آپؒ نے سچ فرمایا یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور میں اب توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی صدقہ نہ لوں گا۔

بعد میں ابن سیرینؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ تعبیر کیسے اخذ کی تو ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ چڑیا خواب میں سچ بولتی ہے اور اس کے چھ اعضاء ہیں۔ اور چڑیا کے قول "لَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تَاکُلَنِی" سے میں نے یہ سمجھا کہ یہ شخص اس مال کو حاصل کرتا ہے جس کا یہ مستحق نہیں ہے۔

ایک شخص جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے۔ حضرت جعفرؒ نے فرمایا کہ تجھے دس دینار حاصل ہوں گے۔ وہ شخص یہ تعبیر سن کر چلا گیا تو اس کو نو دینار حاصل ہوئے۔ اس نے واپس آ کر حضرت جعفرؒ سے بیان کیا۔ حضرت جعفرؒ نے اس سے کہا کہ اپنا خواب دوبارہ بیان کر۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میرے ہاتھ میں ایک چڑیا ہے میں نے اس کو پلیٹ کر دیکھا تو اس کے دم نہیں ہے۔ حضرت جعفرؒ نے فرمایا کہ اگر اس کے دم ہوتی تو پورے دس دینار حاصل ہوتے۔ واللہ اعلم۔

العضل

''العضل ''اس سے مراد نر چوہا ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی ذکر ''الجرذ'' کے تحت باب الجیم میں گزر چکا ہے۔

العرفوط

''العرفوط''اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کی خوراک سانپ ہیں۔

العریقطة

''العریقطة'' یہ ایک قسم کا لمبا کیڑا ہے۔ جوہریؒ کا بھی قول ہے۔

العضمجة

''العضمجة''اس سے مراد لومڑی ہے۔ تحقیق ''الثعلب'' کے تحت ''باب الثاء'' میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

اَلعَضرفُوط

(نر چھپکلی) العضرفوط:اس کی تصغیر ''عُضَیْرِف'' عفیریف آتی ہے جیسا کہ جوہری نے بیان کیا۔

چھپکلی کا ایک نیک کارنامہ

ابن عطیہ نے آیت کریمہ ''قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًاوَسَلاَ مًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ '' کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی آگ کے لئے لکڑیاں جمع کر کے لا رہا تھا اور گرگٹ و خچر آگ کو دہکانے کے لئے پھونکیں مار رہے تھے اور خطاف' مینڈک اور چھپکلی اپنے اپنے منہ میں پانی بھر کر لا رہے تھے تا کہ اس آگ کو بجھایا جائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خطاف اور چھپکلی کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور کوے' گرگٹ اور خچر پر مصیبت و تکلیف مسلط کر دی۔

دفع بخار کے لئے ایک عمل

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بعض مشائخ سے معلوم ہوا کہ قُلْنَا یا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدً ا وَّسَلاَمًا سَلاَمًا سَلاَمًا' کے تین تعویذ لکھ کر روزانہ ایک تعویذ نہار منہ جب بخار آئے تب پلایا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جیسا بھی بخار ہو گا ختم ہو جائے گا۔ یہ عمل نہایت عجیب الاثر اور مجرب ہے۔

عَطّارٌ

قزوینی نے'' کتاب الاشکال میں لکھا ہے کہ عطار سیپ میں اور گھونگے میں رہنے والا ایک کیڑا ہے جو بلادِ ہند میں رکے ہوئے پانی میں اور بابل کی سرزمین میں پایا جاتا ہے۔ یہ عجیب قسم کا جانور ہوتا ہے۔ اس کا سر، منہ، دو آنکھ اور دو کان ہوتے ہیں۔ اس کا گھر صدفی ہوتا

ہے۔ جب یہ کیڑا اپنے گھر میں داخل ہو جاتا ہے تو دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ سیپ ہے اور جب یہ باہر نکل کر چلتا ہے تو اپنے گھر کو بھی ساتھ ساتھ گھسیٹ کر چلتا ہے۔ جب گرمیوں کے موسم میں زمین خشک ہو جاتی ہے تو اس کو جمع کیا جاتا ہے اس میں سے عطر جیسی خوشبو آتی ہے۔

طبی خواص

مرگی کے مریض کو اس کی دھونی دینا مفید ہے۔ اس کی راکھ دانتوں کو سفید اور چمکدار بناتی ہے۔ اگر آگ سے جلے ہوئے بدن کے حصہ پر اس کو رکھ دیا جائے یہاں تک کہ یہ خشک ہو جائے تو بے حد فائدہ مند ہے۔

اَلْعَطَّاط

''اَلْعَطَّاط'' (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔ الکامل کے مصنف نے خطبۃ الحجاج کی تفسیر میں ''اَلْعُطَّاط'' (عین کے ضمہ کے ساتھ) نقل کیا ہے۔ بعض اہل علم نے عین کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

اَلْعُطْرَفُ

''اَلْعُطْرَف'' اس سے مراد ''افعی'' سانپ ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ باب الہمزۃ میں لفظ ''الافعی'' کے تحت گزر چکا ہے۔

العِظَاءَةُ

(گرگٹ سے بڑا ایک کیڑا) العِظَاءَۃ: اس کی جمع عظاء اور عظایا آتی ہیں۔ عظاءۃ اور عظایۃ دونوں مستعمل ہیں۔ عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ ع

''کَمَثَلِ الھِریَلْتَمِسُ الْعَظَایَا'' (اس بلی کی مانند جو عظایا کی متلاشی ہے)

ازہری کا قول ہے کہ عظائۃ ایک چکنے جسم کا کیڑا ہے جو دوڑ کر چلتا ہے اور چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے مگر اس سے خوبصورت ہوتا ہے' کسی کو اذیت نہیں دیتا۔ اس کا نام شحمۃ الارض اور شحمۃ الرمل ہے۔ اس کی متعدد اقسام ہیں۔ مثلاً سفید' سرخ' زرد اور سبز۔ اس کے یہ متفرق رنگ اس کے مسکن کے اختلاف کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ کیونکہ بعض ریتلی زمین میں' بعض پانی کے قریب اور بعض گھاس کے قریب رہتے تھے۔ بعض انسانوں سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ یہ کیڑا چار ماہ تک بغیر کچھ کھائے رہ سکتا ہے۔ یہ طبعاً سورج کا گرویدہ ہوتا ہے اور دھوپ میں رہ کر اس کے بدن میں سختی آجاتی ہے۔

اہلِ عرب کے خرافات

کہتے ہیں کہ جب جانوروں کو زہر تقسیم ہو رہا تھا تو اس وقت عظاوۃ کو قید کر دیا گیا تھا چنانچہ جب زہر ختم ہو گیا اور ہر حیوان نے مقدور بھر اپنا حصہ حاصل کر لیا مگر عظاءۃ کو زہر کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ اسی لئے اس میں زہر نہیں ہوتا۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ کچھ دور تیز دوڑتی ہے اور پھر ٹھہر جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے اس انداز سے چلنے کی وجہ یہ ہے کہ زہر سے محرومی کی یاد اور افسوس کی وجہ سے یہ ایسا کرتی ہے۔ مصر میں یہ کیڑا الحیلہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔ سحلیہ کے عنوان سے باب السین میں گزر چکا۔

طبی خواص

اگر مرد اس کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کپڑے میں لپیٹ کر اپنے اوپر لٹکا لے تو جب تک چاہے عورت سے ہم بستری کر سکتا ہے۔ جس کسی کو پرانا چوتھیا بخار آتا ہو وہ مذکورہ اعضاء کو کالے کپڑے میں لپیٹ کر بند میں لٹکا لے تو اس کا بخار ختم ہو جائے گا۔ اگر اس کا دل کسی عورت کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو یہ جب تک بدن پر رہے گا ولادت نہیں ہوسکتی اور اگر گائے کے گھی میں تل کر سانپ کی ڈسی ہوئی جگہ پر ملا جائے تو زہر ختم ہو جائے گا اور شفاء حاصل ہوگی۔

اگر اس کو کسی پیالے میں ڈال کر اور پیالے کو روغن زیتون سے بھر کر دھوپ میں رکھ دیا جائے یہاں تک کہ روغن اس میں جذب ہو جائے تو جب اس روغن کو اس میں سے نچوڑا جائے گا تو وہ نچوڑا ہوا روغن زہر قاتل ہوگا۔

تعبیر

اس کی تعبیر تلبیس اور اختلافِ اسرار ہے۔

العفریت (جن. دیو)

قرآن کریم میں عفریت کا ذکر اور تخت بلقیس کا قصہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ. (جنوں میں سے ایک قوی ہیکل نے کہا کہ میں اسے حاضر کر دوں گا (النحل: آیت ۳۹)

ابو رجاء عطاردی اور عیسیٰ ثقفی نے اس کو عَفْرِيَة پڑھا ہے اور بعض نے عَفْرٌ پڑھا ہے۔ تخت بلقیس لانے والے اس عفریت کا کیا نام تھا اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ وہب نے اس کا نام کوذا بتایا ہے اور بعض نے اس کا نام ذکوان بتایا ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا نام صخر جنی تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو کیوں اور کس مقصد سے منگوایا تھا اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ قتادہ اور دیگر مفسرین کی رائے ہے کہ جب ہدہد نے آ کر اس تخت کے اوصاف، خوبیاں اور عظمت کو بیان کیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو وہ پسند آ گیا اور آپؑ نے بلقیس اور اس کی قوم کے مشرف با سلام ہونے سے قبل ہی اس پر قبضہ کرنے کا خیال کیا۔ کیونکہ بلقیس اور اس کی قوم کے اسلام لانے کے بعد شرعاً حضرت سلیمانؑ اس کے مالک نہیں بن سکتے تھے۔

ابن زید کا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کا (تخت منگوانے کا) منشاء یہ تھا کہ بلقیس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت وسلطنت کا مظاہرہ ہو سکے۔ سب سے بہتر بات یہی ہے۔

تخت بلقیس کی ساخت

منقول ہے کہ بلقیس کا تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا اور اس میں یاقوت اور دیگر جواہرات جڑے ہوئے تھے اور یہ تخت سات

مقفل کمروں میں بند تھا۔ ثعلبی کی ''الکشف و البیان'' میں لکھا ہے کہ تخت بلقیس بھاری اور خوبصورت تھا اور اس کا اگلا حصہ سونے کا اور پچھلا حصہ چاندی کا تھا۔ اگلے حصے میں سرخ یاقوت اور سبز زمرد اور پچھلے حصہ میں مختلف قسم کے رنگ برنگ موتی اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ اس تخت میں چار پائے تھے۔ ایک پایہ سرخ یاقوت کا دوسرا زرد یاقوت کا تھا اور ایک پایہ سبز زبرجد کا اور دوسرا سفید موتیوں کا تھا اور اس کے تختے خالص سونے کے تھے۔ بلقیس کے سات محلوں میں جو سب سے پچھلا محل تھا اس میں سات کمرے تھے اور ساتوں کمرے مقفل تھے۔ بلقیس کے حکم کے مطابق یہ تخت سب سے آخر والے کمرہ میں رکھا گیا تھا۔

تخت بلقیس کا طول وعرض اور بلندی

بقول حضرت ابن عباسؓ یہ تخت تیس گز لمبا تیس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا اور مقاتل کے قول کے مطابق یہ اسی ہاتھ لمبا' اسی ہاتھ چوڑا تھا اور ایک قول کے مطابق اس کا طول اسی ہاتھ اور عرض چالیس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمانؑ نہایت رعب اور دبدبہ کے مالک تھے۔ کسی شخص میں آپ کو مخاطب کرنے اور سلسلہ کلام شروع کرنے کی جرأت نہ تھی تاوقتیکہ آپ خود ہی سلسلہ کلام شروع نہ فرمائیں۔ ایک دن آپ نے خواب میں اپنے نزدیک ایک آگ جیسی چمک دیکھی۔ اسے دیکھ کر آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ تخت بلقیس ہے۔ آپ نے صبح کو اہل دربار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص بلقیس کے تخت کو میرے پاس لاسکتا ہے؟ قبل اس کے کہ بلقیس اور اس کی قوم مطیع ہو کر میرے پاس آئیں۔ حاضرین میں سے ایک دیو نے کہا کہ میں لاسکتا ہوں اور آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ تخت آپ کے پاس آجائے گا۔

حضرت سلیمانؑ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صبح سے ظہر تک لوگوں کے معاملات سننے کے لئے دربار لگایا کرتے تھے۔ بعدازاں اس عفریت نے کہا کہ میرے اندر اتنی طاقت ہے کہ اس تخت کو اس مدت میں آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ امین بھی ہوں اور اس تخت میں چوری اور خیانت جیسا کوئی تصرف نہیں کروں گا۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص جس کو کتاب (تورات) کا علم تھا بولا کہ اس سے پہلے کہ آپ کی نگاہ اس کی طرف لوٹے میں اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔

یہ دوسرا شخص کون تھا؟ اس کے بارے میں علامہ بغوی اور اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ آصف ابن برخیا تھا اور یہ صدیق تھا اور اس کو اسم اعظم معلوم تھا۔ اسم اعظم کے وسیلہ سے جو بھی دعا کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

نگاہ لوٹنے کا کیا مطلب ہے؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ نگاہ لوٹنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو منتہائے نظر پر جو آدمی نظر آئے اس کے آپ تک پہنچنے سے قبل تخت حاضر کر دیا جائے گا۔ قتادہ نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ نگاہ گھومنے سے پہلے وہ شخص آپ کے پاس آجائے۔ مجاہد نے یہ بیان کیا ہے کہ جب تک نگاہ تھک کر ٹھہر جائے۔ وہب نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آپ اپنی نگاہ پھیلائیں۔ آپ کی نگاہ پھیلنے بھی نہ پائے گی کہ میں تخت کو لا کر حاضر کر دوں گا۔

اَلَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ ''الْکِتَاب کی بحث

قصہ حضرت سلیمانؑ میں ''عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ'' میں جس شخص کی جانب علم منسوب ہے وہ اسطوم تھے اور بقول بعض حضرت جبریلؑ اور بعض کے مطابق یہ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں ہے۔ بہرکیف بنی اسرائیل کے اسطوم نامی عالم نے جس کو اللہ تعالیٰ نے فہم و معرفت سے نوازا تھا حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میں تخت بلقیس کو اس سے پہلے کہ آپ کی آنکھ آپ کی جانب لوٹے آپ کی خدمت

میں حاضر کردوں گا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تو لے آؤ۔ان عالم صاحب نے کہا کہ آپ نبی ہیں اور نبی کے جگر گوشہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مقرب نہیں۔اس لئے اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں اور اس کو طلب کریں تو وہ تخت آپ کی خدمت میں آجائے گا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تمہاری بات صحیح ہے۔

اِسم اعظم

کہتے ہیں کہ اسطوم کو اسم اعظم عطا کیا گیا تھا اور انہوں نے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا فرمائی تھی۔اسم اعظم یہ ہے: یَـا حَـیُّ یَـا قَیُّوْمُ یَاالٰھَنَا وَ اِلٰهَ كُلِّ شَیء اِلٰهًا وَاحِدًا لا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔ اور بقول بعض وہ اسم اعظم یہ ہے: یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام.

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تخت بلقیس کس طرح پہنچا

کلبی کا بیان ہے زمین شق ہوئی اور تخت اس میں سما گیا۔بعدازاں اندر ہی اندر چشمہ کی طرح بہتا رہا اور پھر حضرت سلیمانؑ کے روبرو زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا انہوں نے تخت کو اٹھایا اور زمین کو اندر ہی اندر چیرتے ہوئے لے چلے اور پھر حضرت سلیمانؑ کے پاس روبرو زمین شق ہوئی اور تخت برآمد ہوا۔

تخت کی ہیئت تبدیل کرنے کا منشاء

تخت کی ہیئت تبدیل فرما کر آپ ملکہ کی ذہانت وفراست کو آزمانا چاہتے تھے اور اس کے اعجاب میں زیادتی کرنا مقصود تھا۔مفسرین کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ جب جنات کی جماعت کو یہ محسوس ہوا کہ ممکن ہے حضرت سلیمانؑ بلقیس سے شادی فرمالیں اور پھر اس کے ذریعہ آپ کو جنات کے تمام حالات معلوم ہو جائیں گے (کیونکہ بلقیس کی والدہ بھی ایک جنیہ تھی) اور پھر بلقیس کے اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو وہ ہم پر حکمران ہوگا اور اس طرح سلیمانؑ اور اس کی اولاد کی حکمرانی ہمیشہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گی۔لہٰذا جنات نے آپ کے سامنے بلقیس کی برائیاں بیان کرنی شروع کردیں۔تاکہ اس کی جانب سے آپ کا دل پھر جائے۔چنانچہ جنات نے کہا کہ بلقیس ایک بے وقوف اور نادان عورت ہے۔اس میں عقل وتمیز نہیں۔نیز یہ کہ اس کے پیر گھوڑے کے سم کی مانند ہیں اور کبھی یہ کہتے کہ اس کے پیر گدھے کے پیروں کے مشابہ ہیں اور اس کی پنڈلیوں پر کثیر تعداد میں بال ہیں۔لہٰذا آپ نے تخت کی صورت بدل کر اس کی عقل وفراست کا امتحان لیا اور شیشے کے حوض سے اس کی پنڈلیوں کی حالت دیکھی۔تخت بلقیس کی ہیئت بایں طور پر تبدیل کی گئی تھی کہ اس کے کسی حصے میں اضافہ اور کسی حصہ میں نقص کر دیا گیا تھا۔کتب تفسیر میں یہ قصہ شروع وبسط کے ساتھ منقول ہے۔

جب ملکہ بلقیس مسلمان ہوگئی اور حضرت سلیمانؑ کی اطاعت قبول کر کے اپنی ذات پر زیادتی کا اقرار کیا تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے شادی کر لی اور اس کو اس کی سلطنت پر واپس یمن بھیج دیا۔حضرت سلیمانؑ ہر ماہ بذریعہ ہوا اس سے ملاقات کے لئے اس کے پاس جایا کرتے تھے۔بلقیس کے بطن سے حضرت سلیمانؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوا۔آپ نے اس کا نام داؤد رکھا مگر یہ لڑکا آپ کی حیات میں ہی اللہ کو پیارا ہو گیا تھا۔

دربارِ سلیمانی میں بلقیس کی حاضری

کہتے ہیں کہ جب تخت بلقیس میں نقص واضافہ یعنی سبز جوہر کی جگہ سرخ اور سرخ جوہر کی جگہ سبز جوہر کر دیا گیا اور پھر بلقیس حضرت سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا کہ کیا یہی تیرا تخت ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہاں ہے تو ایسا ہی۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تخت کو پہچان لیا تھا۔لیکن اس نے شبہ میں ڈالنے کے لئے صراحتاً اس کا اقرار نہیں کیا تھا جیسا کہ ان لوگوں نے اس کو شبہ میں

ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ یہ رائے مقاتل کی ہے۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ بلقیس نہایت دانا عورت تھی اس نے تخت کے اپنا ہونے کا صراحتاً اقرار تکذیب کے خوف سے نہیں کیا تھا اور انکار نکتہ چینی کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ اس نے ابہاماً ''کَاَنَّهُ هُوَ'' (ہاں ہے تو ایسا ہی) کہا۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے اس کی حکمت اور کمال عقل کو پرکھ لیا کہ نہ اس نے انکار کیا اور نہ اقرار۔

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ تخت کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا تھا کیونکہ جب اس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس روانگی کا قصد کیا تھا تو اپنی قوم کو یکجا کر کے کہا تھا کہ بخدا یہ شخص صرف بادشاہ نہیں ہے اور ہم میں اس کے مقابلہ کی سکت نہیں ہے۔ پھر بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس قاصد بھیجا کہ میں آپ کے پاس آ رہی ہوں اور میری قوم کے رؤسا بھی میرے ہمراہ آ رہے ہیں تا کہ تمہارے معاملہ کی دیکھ بھال کریں اور جس دین کی آپ نے دعوت دی ہے اس کو دیکھیں۔ اس کے بعد بلقیس نے اپنے تخت کو جو سونے چاندی سے بنا اور یاقوت و جواہر سے مرصع تھا سات کمروں میں سات تالوں میں بند کرا دیا اور اس کی حفاظت کے لئے نگران مقرر کر دیئے۔ پھر اپنے نائب اور قائم مقام کو حکم دیا کہ اس تخت کی حفاظت کرنا کوئی اس تک نہ پہنچ سکے اور کسی کو بھی ہرگز یہ تخت نہ دکھلانا۔

اس کے بعد یمن کے رؤسا میں سے بارہ ہزار رؤسا کو ہمراہ لے کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں روانہ ہو گئی۔ ان بارہ ہزار رؤسا کے ماتحت بے شمار لشکر تھے۔ جب بلقیس حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچی تو اس سے پوچھا گیا کہ کیا یہی تیرا تخت ہے؟ چونکہ ملکہ اپنا تخت محفوظ مقام پر چھوڑ کر آئی تھی اور یہ بعینہ اس کا تخت تھا اس لئے اسے اشتباہ ہو گیا اور اس نے کہہ دیا کہ ''ہاں ہے تو ایسا ہی'' پھر بلقیس سے کہا گیا ''اُدْخُلِي الصَّرْحَ'' (اس محل میں داخل ہو جا) بعض کہتے ہیں کہ ''صرح'' سفید اور چمکدار شیشہ کا محل تھا جو پانی سا معلوم ہوتا تھا اور بعض کا قول یہ ہے کہ ''صرح'' سے مراد گھر کا صحن ہے اور اس کے صحن کے نیچے پانی جاری کر دیا گیا تھا اور بہت سے بحری جانور مثلاً مچھلی، مینڈک وغیرہ اس میں ڈال دیئے گئے تھے۔ چنانچہ جب کوئی اس ''صرح'' کو دیکھتا تو اس کو کثیر پانی سمجھتا تھا۔ اس ''صرح'' کے درمیان حضرت سلیمانؑ کا تخت بچھا دیا گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ یہ ''صرح'' حضرت سلیمانؑ نے اس لئے بنوایا تھا تا کہ وہ بلقیس کی پنڈلیوں کو کھولنے کی فرمائش کئے بغیر دیکھ سکیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے بلقیس کی فہم و فراست کا امتحان مقصود تھا جیسا کہ بلقیس نے خدام اور خادمات کے ذریعہ امتحان لیا تھا۔ پھر جب حضرت سلیمانؑ تخت پر بیٹھ گئے اور بلقیس کو بلا کر اس محل میں داخل ہونے کی دعوت دی تو بلقیس نے اس کو پانی سے بھرا ہوا سمجھا اور اس نے اسمیں داخل ہونے کے لئے اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ حضرت سلیمان نے دیکھا تو اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو نہایت حسین و جمیل پایا مگر اس کی پنڈلیوں پر بال تھے۔ سلیمان علیہ السلام نے ایک نظر دیکھ کر اس سے نظر ہٹالی اور فرمایا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ شیشوں سے تیار کردہ ایک محل ہے۔ بعد ازاں آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور بلقیس پہلے ہی ''تخت'' اور ''صرح ممرد'' کا حال دیکھ کر آپ کی نبوت کی دل سے قائل ہو چکی تھی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جب بلقیس اس بلوری محل کے قریب پہنچی اور اس کو پانی بھرا ہوا سمجھا تو اس کے دل میں یہ بدگمانی پیدا ہو گئی کہ حضرت سلیمانؑ مجھے اس میں غرق کر کے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اگر قتل کر دیتے تو میرے لئے آسانی ہوتی۔ ''اِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِيْ'' (میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا) میں ظلم سے یہی بدگمانی مراد ہے۔

حمام اور پاؤڈر کی ابتداء

کہتے ہیں کہ جب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس سے شادی کرنے کا قصد فرمایا تو آپ کو اس کی پنڈلیوں کے کثیر بالوں سے کراہت ہوئی تو ان کے دفعیہ کے لئے آپ نے انسانوں سے مشورہ لیا۔انہوں نے استرہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا لیکن استرہ کے استعمال کرنے کو بلقیس نے نہ مانا اور کہا کہ میرے بدن کو کبھی استرہ نہیں لگا ہے۔اس کے علاوہ حضرت سلیمانؑ نے بھی اس خوف سے کہ کہیں استرہ کے استعمال سے نازک پنڈلیاں زخمی نہ ہو جائیں۔اس کو مناسب نہیں سمجھا اور اس سلسلہ میں پھر آپ نے جنوں سے مشورہ کیا لیکن ان سے بھی یہ عقدہ حل نہ ہوا تو آپ نے شیاطین سے استصواب فرمایا۔انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایسی ترکیب بتلاتے ہیں جس سے بلقیس کی پنڈلیاں چاندی کی مانند سفید اور چمکدار ہو جائیں گی۔ چنانچہ انہوں نے حمام اور بال صاف کرنے کا پاؤڈر تجویز کیا۔ چنانچہ اسی دن سے حمام اور پاؤڈر کا رواج ہو گیا۔اس سے قبل کوئی ان چیزوں کو استعمال نہیں کرتا تھا۔ جب آپ نے بلقیس سے شادی کر لی تو آپ کو اس سے بے پناہ محبت ہو گئی اور آپ نے اس کی سابقہ حکومت وسلطنت کو باقی رکھا اور جنات کے ذریعہ اس کے لئے آپ نے تین محل تعمیر کرائے جن کی خوبصورتی اور بلندی بے نظیر تھی ان محلات کے نام یہ تھے:۔

(۱) سیلحین (۲) بینون (۳) غمدان۔

بلقیس کا نسب

بلقیس شراحیل کی لڑکی تھی جو یعرب بن قحطان کی نسل سے تھا۔شراحیل یمن کا ایک عظیم الشان بادشاہ تھا۔اس کے خاندان میں چالیس بادشاہ ہوئے جن میں شراحیل آخری بادشاہ ہوا۔ پورے یمن پر اس کی سلطنت تھی۔ یہ شاہانِ عرب سے کہا کرتا تھا کہ تم لوگ میرے کفو نہیں ہو اسی لئے اس نے اپنے اطراف کے کسی بھی بادشاہ کی لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور ایک جنیہ عورت سے شادی کر لی تھی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔اسی کے بطن سے بلقیس پیدا ہوئی تھی۔ بلقیس کے علاوہ اس کے بطن سے اور کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اس کی ماں جنیہ تھی۔حدیث یہ ہے:۔

اِنَّ اَحَدَ ا بوی بِلقِیسَ کَانَ جِنِیًّا ۔"بلقیس کے والدین میں ایک (والد یا والدہ) جنی تھا"۔

بلقیس کی حکومت کا آغاز

جب بلقیس کے والد کا انتقال ہو گیا تو بلقیس کو حکومت کا شوق ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے اپنے لئے بیعت طلب کی۔ بعض نے بیعت کر لی اور بعض نے انکار کر دیا اور منکرین نے ایک دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔اس طرح ملک یمن میں دو سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرا بادشاہ بدچلن ثابت ہوا اور اس کی بد چلنی اور بد کرداری اس حد تک پہنچی کہ وہ اپنی رعایا کی عورتوں کے ساتھ دست درازی کرنے لگا۔اس کی قوم نے اس کو تخت شاہی سے بے دخل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ چنانچہ جب بلقیس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس کو بہت غیرت آئی اور سوچتے سوچتے اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ اس نے اس تدبیر کو بروئے کار لانے کے لیے اس بدکردار بادشاہ کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا پیغام بھیجا۔اس نے پیغام منظور کر لیا اور جواب لکھا کہ مجھ کو ابتدأ آپ کو پیغام دینے کی اس لئے جرأت نہ ہوئی کہ آپ سے مجھے قبولیت کی اُمید نہ تھی۔ بلقیس نے جواب لکھا کہ آپ میرے کفو ہیں میں آپ سے روگردانی نہیں کر سکتی۔ پس آپ میری قوم کے آدمیوں کو جمع کریں اور ان کے ذریعہ نکاح کا پیغام بھیجیں پس بادشہ نے بلقیس کی قوم کے لوگوں کو جمع کیا اور ان کی ملکہ سے نکاح کا پیغام دیا پس لوگوں نے اس کا تذکرہ بلقیس سے کیا پس بلقیس نے پیغام نکاح قبول کیا لوگوں نے بلقیس کا نکاح بادشاہ سے کر دیا پس جب زفاف کا وقت آیا اور بلقیس اپنے خاوند کے کمرہ میں

داخل ہوئی تو اس نے اپنے خاوند کو اتنی شراب پلائی کہ وہ نشہ میں مدہوش ہو گیا پھر اس کے بعد بلقیس نے اپنے شوہر کا سر کاٹ لیا اور راتوں رات اس کا سر لے کر اپنے محل میں واپس آ گئی اور اس نے حکم دیا کہ سر کو محل کے دروازے پر لٹکا دیا جائے پس جب لوگوں نے بادشاہ کا سر محل کے دروازے پر لٹکا ہوا دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ بلقیس کا بادشاہ سے نکاح ایک دھوکہ تھا پس لوگ بلقیس کے پاس جمع ہوئے اور اسے اپنی ملکہ تسلیم کر لیا۔

عورت کی حکومت حدیث کی روشنی میں

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ فارس نے کسریٰ کی لڑکی کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم نے اپنے امور کی باگ ڈور عورت کے سپرد کر دی وہ قوم کبھی فلاح یاب نہیں ہو سکتی''۔ (یہ حدیث بخاری شریف میں ہے)۔

تذنیب

حکماء کا بیان ہے کہ حمام اور نور (چونا اور بال صفا پاؤڈر) کے استعمال میں فوائد و مضرات دونوں چیزیں ہیں۔ حمام کے فوائد یہ ہیں کہ اس سے بدن کے مسامات وسیع ہو جاتے ہیں جس سے فاسد بخارات خارج ہو جاتے ہیں ہوا تحلیل ہو جاتی ہے۔ طبیعت ہیضہ اور رطوبت سے محفوظ رہتی ہے۔ میل کچیل سے بدن صاف ستھرا رہتا ہے۔ تر و خشک خارش کو ختم کرتا ہے اور تھکن دور کرتا ہے' بند کر نرم کرتا ہے۔ قوتِ ہاضمہ کو درست اور طاقتور بناتا ہے۔ بدن میں استعدادِ ہضم پیدا کرتا ہے۔ اعضاء کے تشنج کو کھولتا ہے۔ نزلہ اور زکام کو پکاتا ہے اور جملہ اقسام کے بخار' یومہ' چھوتھیہ' دق' بلغمیہ بخار کے لئے نافع ہے بشرطیکہ طبیب حاذق اس کو تجویز کرے۔

حمام کے نقصانات یہ ہیں:۔

اعضاء ضعیفہ میں فضول مادہ آسانی سے سرایت کر جاتا ہے۔ بدن میں استرخاء پیدا کرتا ہے۔ بدن میں حرارتِ عزیزہ کم ہو جاتی ہے۔ اعضاء عصبیہ اور قوتِ باہ میں ضعف پیدا کرتا ہے۔

حمام کے اوقات

ورزش کرنے کے بعد اور غذا سے قبل' لیکن ڈھیلے بدن اور صفراوی مزاج والے اس سے مستثنٰی ہیں۔ زیادہ گرمی کے وقت نہ حمام میں داخل ہوں اور نہ اس سے خارج ہوں۔ کپڑے اتارنے کی جگہ ٹھہر ٹھہر کر جانا چاہیے برہنہ نہ جائے۔ بلکہ اپنے اوپر کوئی صاف اور بھاپ دیا ہوا کپڑا ڈال لیں۔ ایک رات اور ایک دن عورت کے پاس نہ جائیں۔ حمام میں مجامعت کرنا برا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے استسقاء کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور امراض، ردیہ کا باعث ہوتا ہے۔ گرم کھانے کے فوراً بعد ٹھنڈا پانی پینا اچھا نہیں ہے اور نہ میٹھا کھانے کے بعد اور نہ جماع کرنے کے بعد اور نہ تھکن کی صورت میں' کیونکہ صحت کے لئے مضر ہے۔ بڑھیا حمام وہ ہیں جو قدیمی ہوں اور پاک وصاف ہوں۔

نورہ

نورہ (بال صفا پاؤڈر یا چونا) گرم اور خشک ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے کتاب الاحیاء میں نقل کیا ہے کہ حمام سے پہلے نورہ استعمال کرنے سے جذام نہیں ہوتا۔ سردیوں میں دونوں پاؤں ٹھنڈے پانی سے دھونا نقرس سے حفاظت کرتا ہے۔ حمام میں موسم سرما میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بہت سی بیماریوں کے لئے دوا پینے سے زیادہ نافع ہے۔ حمام کی دیوار کے قریب پھول لگانا اچھا نہیں ہے۔

حمام سے پہلے نورہ کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ بدن پر پانی ڈالنے سے قبل چونے کی مالش کرے اور پھر حمام میں جائے۔ نورہ سے قبل جسم پر خطمی کا استعمال کرنا مناسب ہے تا کہ چونا کی حرارت سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی سے نہائے اور بدن کو صاف کرے۔ اگر کوئی شخص بغیر خطمی کے اولاً ہی نورہ کا استعمال کرنا چاہے تا کہ جذام سے محفوظ رہے تو چاہیے کہ انگلی پر تھوڑا سا نورہ لے کر اس کو سونگھے اور یہ کہے ''صلی اللہ علیٰ سلیمان بن داؤد'' اور یہی عبارت اپنی داہنی ران پر لکھ دے۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ نورہ لگانے سے قبل اس کو پسینہ آئے گا۔ پھر پسینہ پونچھ کر نورہ لگائے۔ یہ عمل کسی گرم کمرہ میں کرے تا کہ پسینہ آنے میں جلدی ہو۔ اس کے بعد مندرجہ چیزوں کا استعمال کرے۔ (۱) عصفر (کسم) (۲) تخم خربوزہ (۳) پسا ہوا چاول۔ ان تینوں چیزوں کو آس سیب اور گلاب کے عرق میں ملا کر گوندھ لے۔ پھر کسی برتن میں اس کو گرم کیا جائے اور پھر شہد کے ہمراہ بدن پر اس کی مالش کی جائے۔ اس ترکیب سے بدن صاف رہتا ہے اور تمیں بیماریوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

حکیم قزوینیؒ کا قول ہے کہ اگر نورہ میں ہڑتال اور انگور کی لکڑی کی راکھ ہلا کر بدن پر ملا جائے اور اس کے بعد جو کا آٹا اور باقلہ اور خربوزہ کے بیج سے چند بار جسم کو دھولیا جائے تو بال کمزور ہو جائیں گے اور ایک عرصہ دراز تک بال نہیں نکلیں گے۔ امام فخر الدین رازی کا کہنا ہے کہ ہڑتال سے قبل چونا استعمال کرنے سے اکثر کلف پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا دفعیہ پسے ہوئے چاول اور عفصر کی مالش سے ہو جاتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے لئے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو چاول جو اور تخم خربوزہ کے پانی اور انڈوں میں ملا کر گوندھا جائے اور سرد مزاج والوں کے لئے مرزنجوش اور نمام (ایک مشہور گھاس) کے عرق میں گوندھ کر استعمال کیا جائے۔ چونا میں اگر ایک درہم کے بقدر ایلوہ اور اسی مقدار میں خھل اور المر ملا لیں تو زیادہ بہتر ہے تا کہ پھنسیوں اور خشک خارش سے محفوظ رہے۔ واللہ اعلم۔

خاتمہ

''امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شبِ معراج میں میں نے ایک عفریت الجن کو دیکھا کہ وہ مجھ کو آگ کے ایک شعلہ کے ذریعہ بلا رہا ہے' جب میں نے اس کو مڑ کر دیکھا تو جبریل نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتاؤں جس سے اس کا یہ آگ کا شعلہ بجھ جائے اور یہ اوندھے منہ گر پڑے۔ میں نے کہا ضرور بتلایئے۔ حضرت جبریلؑ نے کہا یہ دعا پڑھئے:۔

"قُلْ اَعُوْذُ بِوجهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَبِكَلِماتِهِ التَّامَّات الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بر" وَلا فاجر" مِنْ شَرِّ مَايَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَايَعْرج فيها و مِنْ شَرِّا مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَايَخْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارق اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ الَّا طَارِ قًا يَطْرق بخيرٍ يارَحْمٰنُ.

باب الجیم میں الجن کے تحت بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا ہے۔

العفر

(عین کے کسرہ کے ساتھ) ابن اثر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد الجش یعنی گھریلو جنگلی گدھے کا بچہ ہے اس کی مؤنث کے لئے عفرۃ کا لفظ مستعمل ہے۔

الْعُقَاب

(عقاب) یہ مشہور پرندہ ہے اس کی جمع ''اعقب'' آتی ہے۔ اس لئے کہ عقاب مونث ہے اور اَفْعُل'' کا وزن جمع مؤنث کے لیے مختص ہے جیسے عناق کی جمع اعنق اور ذراع کی جمع اذرع آتی ہیں' عقاب کی جمع کثرت عقبان اور جمع الجمع عقابین آتی ہیں جیسا کہ شاعر کے اس قول میں مذکور ہے:۔

عُقَابِیْنَ یَوْمَ الْجَمْعِ تَعْلُوْ وَتَسْ... (جمع کے دن عقاب زیر و بالا ہوتے ہیں)

اس کی کنیت ابوالاشیم' ابوالحجاج' ابواحسان' ابوالدھر اور ابوالہیثم آتی ہیں۔ مادہ کے لئے ام الحوار' ام الشعور' ام طلبہ' ام لوح اور ام الہیثم آتی ہیں۔ جاہلِ عرب عقاب کو'' کاسر'' کہتے ہیں اور اس کو رنگ کے اعتبار سے الخدر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ عقاب مونث لفظ ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ نر و مادہ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ نر و مادہ کی تمیز اسم اشارہ سے ہوتی ہے۔

'' کامل'' میں مذکور ہے کہ عقاب کو تمام پرندوں کا سردار اور نسر (گدھ) کو اس کا کارگزار مانا گیا ہے۔ ابن ظفر نے کہا ہے عقاب نہایت تیز بینائی کا مالک ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے عرب میں اس کی بینائی ضرب المثل ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ ''اَبْصَرُ مِنْ عُقَابٍ'' (عقاب سے زیادہ بینا) مادہ عقاب کو''لقوۃ'' کہا جاتا ہے۔ خلیل کے مطابق لقوۃ اور لقوۃ کے معنی سریع الطیر ان عقاب ہیں۔ اس کو''عنقاء مغرب'' بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بہت دور سے آتا ہے۔ لیکن اس سے وہ عنقا مراد ہے جس کا بیان آگے آنے والا ہے۔

یہی مطلب ابوالعلاء کے قول میں مذکور عنقاء کا لیا گیا ہے۔

اَرَیٰ الْعُنْقَاءَ تکبر اَنْ تُصَادَ فَعَانِدْ مَنْ تُطِیْقُ لَهٗ عَنَادًا

میرے خیال میں عقاب کا شکار کرنا بڑا مشکل ہے پس تو اس سے دشمنی کر جس سے دشمنی کی تیرے اندر طاقت ہے۔

وَظَنَّ بِسَائِرِ الْاَخْوَانِ شَراً وَلاَ تأمَنْ عَلٰی سرفُؤادا

وہ تمام ہم جنسوں سے بھی شر کا خطرہ محسوس کرتا ہے اور اپنے دل کے راز سے بھی مامون نہیں ہے۔

فَلَوْ خَبَرَتْهُمْ الجوزاء خَبَرِیْ لَمَا طَلَعْتُ مَخَافَةَ اَنْ تُصَادا

اگر جوزاء بھی ان کو میری خبر دے تب بھی وہ شکار کئے جانے کے خوف سے باہر نہیں آئیں گے۔

وَکَمْ عیْنٍ تَامَلُ اَنْ تَرَانِیْ وَتَفْقِدْ عِنْد رُوَیَتِی السوادا

اور بہت سی آنکھیں ایسی ہیں کہ اگر تو ان سے توقع قائم کرے گا تو معاملہ کے وقت ان سے کوئی خیر حاصل نہیں ہوگی۔

فَانْ کُنْتَ تَهْوِی الْعَیْشَ فابغ تَوَّسُطاً فَعِندَ التَّنَاهِیْ یَقْصُرُ الْمُتَطَاوِلُ

اگر تو پرسکون زندگی کا خواہاں ہے تو میانہ روی اختیار کو کیونکہ انتہا کو پہنچ کر لمبی سے لمبی چیز بھی ختم اور چھوٹی ہو جاتی ہے۔

تُوَافِی الْبُدُوْرُ النَقْصَ وَهِیَ اَهِلَّة'' وَیُدْرِکُهَا النُقْصَانُ وَهِیَ کَوامِلُ

چھوٹا سا چاند جب وہ ہلال ہوتا ہے بڑھ کر بدر کامل بن جاتا ہے اور بدر کامل کو مکمل ہونے کے باوجود نقصان گھیر لیتا ہے۔

اَیُسْعِدُ نِیْ یا طَلْعَة البَدْرِ طَالِع'' وَمِن شُقُوتِی خطٌ بخَدَّیکَ نَازِل''

اے چاند کی طرح چمکنے والے کیا تو میری مدد کرے گا؟ یہ میری نحوست ہے کہ تیرے رخسار پر ایک بدترین نشان نظر آتا ہے۔

نَعَمْ قَدْ تَنَاهِیُ فِی الْجَفَاء قَطَاوُلا وَعِنْدَ التَّنَاهِیُ یَقْصُرُ الْمُطَطَاوِل

ہاں میں ظلم میں انتہا پر پہنچ گیا اور جب کوئی انتہا پر پہنچ جاتا ہے تو وہاں سے اسے لوٹنا ہی پڑتا ہے۔

کہتے ہیں کہ عقاب جب آواز نکالتا ہے تو یہ کہتا ہے''فِی الْبُعْدِ عَنِ النَّاسِ راحة'' (لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے)

عقاب کی دو قسمیں ہیں ایک کو عقاب اور دوسری کو زمج کہتے ہیں عقاب مختلف رنگ کا ہوتا ہے سیاہ' خوقیہ (سیاہی مائل سرخ) سفید' کبرا۔ ان کی جائے رہائش بھی مختلف ہیں۔ بعض پہاڑوں میں بعض ریگستانوں میں' بعض جنگلوں میں اور بعض شہروں میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عقاب بہت نازک اندام ہوتا ہے اور اس کی اس نزاکت میں کوئی پرندہ اس کا ہمسر نہیں ہے۔

مورخ ابن خلکان نے عمادالکاتب کے حالات کے آخر میں لکھا ہے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں کہ عقاب علی العموم مادہ ہوتا ہے اور اس کا نر نہیں ہوتا۔ جو نر اس سے جفتی کرتا ہے وہ کوئی دوسرا جانور ہوتا ہے جو اس کا ہم جنس نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ لومڑی عقاب کی مادہ سے جفتی کرتی ہے۔ یہ امر عجائب روزگار میں سے ہے۔ ابن عنین کے اس شعر سے جو اس نے ابن سیدہ کی ہجو میں کہا ہے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔

مَا اَنْتَ اِلَّا کَالْعُقَاب فَاُمُّهٗ مَعْرُوْفَة'' ولَهٗ اَب'' مَجْهُوْلٌ

تیری مثال عقاب جیسی ہے کہ اس کی ماں کو تو لوگ جانتے ہیں مگر اس کے باپ کو نہیں جانتے کہ کون ہے۔

عقاب کی مادہ عموماً تین تین انڈے دیتی ہے اور تیس دن تک اس کو سیتی ہے۔ مگر اس کے برخلاف دیگر سب شکاری پرندے دو انڈے دیتے ہیں اور بیس دن سیتے ہیں۔ جب عقاب کے بچے نکل آتے ہیں تو ان میں سے تیسرے بچہ کو وہ نیچے گرا دیتی ہے۔ کیونکہ تیسرے بچے کو پالنا وہ گراں محسوس کرتی ہے یہ اس کی قلت صبر کی وجہ سے ہے۔ جس بچہ کو عقاب مادہ گرا دیتی ہے اس کو ایک پرندہ جس کو ''کاسر العظام'' (ہڈی مسکن) کہتے ہیں پرورش کرتا ہے۔ اس پرندے کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ہر پرندے کے گم گشتہ بچہ کو پالتا ہے۔

عقاب جب کسی جانور کا شکار کرتا ہے تو فوراً ہی اس کو اپنے ٹھکانہ پر نہیں لے جاتا بلکہ جگہ جگہ لئے پھرتا ہے۔ عقاب نہایت بلند مقامات کو اپنی نشست گاہ بناتا ہے۔ جب یہ خرگوش کا شکار کرتا ہے تو اول چھوٹے خرگوش کو اور پھر بڑے خرگوشوں کا شکار کرتا ہے۔ عقاب شکاری پرندوں میں سب سے زیادہ حرارت والا اور تیز حرکت والا ہوتا ہے۔ یہ خشک مزاج ہوتا ہے اور اس کے بازو ہلکے ہوتے ہیں اور اس قدر تیز دوڑتا ہے کہ اگر صبح کو عراق میں ہے تو شام کو یمن میں۔

جب عقاب بھاری ہو جاتا ہے اور اڑنے پر قدرت نہیں رکھتا اور اندھا ہو جاتا ہے تو اس کے بچے اپنی کمر پر سوار کر کے جا بجا لئے پھرتے ہیں اور جب بلادِ ہند میں ان کو کوئی صاف پانی کا چشمہ دکھائی دیتا ہے تو اس میں غوطہ دے کر اس کو دھوپ میں بٹھا دیتے ہیں۔ جب سورج کی شعاعیں اس کے بدن میں نفوذ کرتی ہیں تو اس کے پر جھڑ جاتے ہیں اور پھر نئے پر نکل آتے ہیں اور اس کی آنکھوں کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر وہ خود اس چشمہ میں غوطہ لگاتا ہے اور جب پانی سے نکلتا ہے تو پھر ویسا ہی جوان ہو جاتا ہے۔

توحیدی نے لکھا ہے کہ عقاب کے ملہمات الٰہیہ میں یہ عجیب تر امر ہے کہ جب یہ اپنے گردوں میں کسی قسم کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو خرگوش اور لومڑیوں کا شکار کر کے ان کے گردوں کو کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔ عقاب سانپ کو بھی کھا لیتا ہے مگر اس کا سر نہیں کھاتا اور اسی طرح دیگر پرندوں کا دل نہیں کھاتا۔ اس بات کی تائید امراء القیس کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

کَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّیْرِ رطباً ویابِساً لدیٰ وَکرِهَا العناب والخشف الْبَالِیُ

پرندوں کے قلوب خشک وتر ان کے گھونسلوں کے آس پاس ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا کہ وہ عناب اور خشک کھجوریں ہیں۔

اس شعر کے ہم معنی طرفہ بن عبد کا یہ قول ہے۔

كَاَنَّ قُلُوْبَ الطَّيْر فِي قَعِرْ عشهانوى القسب ملقى عِند بعض المادب

پرندوں کے قلوب اس کے گھونسلے کی تلی میں ایسے معلوم ہوتے ہیں گویا وہ خشک کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں جو بوقتِ دعوت پھینک دی گئی ہوں۔

بشار بن بردانٰی شاعر سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ حیوان بن جانے کا اختیار دیدیں تو آپ کونسا حیوان بننا پسند کریں گے؟ اس نے جواب دیا کہ میں عقاب بننا پسند کروں گا کیونکہ وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں نہ درندے پہنچ سکتے ہیں اور نہ چوپائے۔ شکاری جانور اس سے دور ہی رہتے ہیں عقاب خود بہت کم شکار کرتا ہے۔ اکثر دوسرے شکاری جانوروں سے ان کے شکار چھین لیتا ہے۔ عقاب کی ایک خاص شان یہ ہے کہ اڑان کے وقت ہمیشہ اس کے پروں سے آواز نکلتی رہتی ہے۔ چنانچہ عمرو بن حزم کا یہ شعر عقاب کی اس مخصوص صنعت کا موید ہے۔

لَقَدْ تَرَكَتْ عَفْرَاءُ قَلْبِىْ كَاَنَّهُ جِنَاحُ عُقَابٍ دَائِمُ الْخَفْقَانِ

عفراء نے میرے دل کو ایسا کر کے چھوڑ دیا ہے گویا وہ عقاب کا بازو ہے جو ہمیشہ پھڑ پھڑاتا ہے۔

عجائب المخلوقات میں پتھروں کے بیان میں لکھا ہے کہ حجر العقاب ایک پتھری ہے جو تمر ہندی (املی) کے بیج کے مشابہ ہوتی ہے۔ اگر اس کو ہلایا جائے تو آواز کرتی ہے اور اگر توڑا جائے تو اس میں سے کچھ نہیں نکلتا۔ یہ پتھری عقاب کے گھونسلہ میں پائی جاتی ہے جس کو یہ بلادِ ہند سے حاصل کرتا ہے۔ جب کوئی انسان اس کے گھونسلہ کے قریب آتا ہے تو یہ پتھری کو اس کی جانب پھینک دیتا ہے۔ کیونکہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مقصود یہ پتھری ہی ہے۔ اس پتھری کی خاصیت یہ ہے کہ جو عورت عسر ولادت میں مبتلا ہو اس کے گلے میں اس کو لٹکا دیا جائے تو بہت جلد ولادت ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اس پتھری کو اپنی زبان کے نیچے دبالے تو وہ اپنے فریق مخالف پر بحث میں غالب رہے گا اور اس کی جملہ ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

سب سے پہلے اہلِ مغرب نے عقاب کو سدھایا اور اس سے شکار کیا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ قیصر شاہ روم نے شاہ فارس کسریٰ کو عقاب ہدیہ میں بھیجا اور لکھا کہ یہ بہت سمجھدار ہے اور بہت سے وہ کام جن سے باز قاصر ہیں یہ ان پر قادر ہے۔ شاہ فارس نے اس کو قبول کیا اور سدھا کر اس سے شکار کیا تو بہت پسند آیا۔ شکار کی غرض سے ایک دن اس نے اس کو بھوکا رکھا تو عقاب نے شاہ فارس کے ہم نشیں کے بچہ پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا۔ کسریٰ یہ معاملہ دیکھ کر بولا کہ قیصر نے بغیر لشکر کے ہمارے ہی ملک میں ہم سے جنگ کی۔ اس کے بعد کسریٰ نے بطور ہدیہ قیصر کے پاس چیتا بھیجا اور لکھا یہ ہم آپ کے پاس ہدیہ میں ایسا جانور بھیج رہے ہیں جس کے ذریعہ آپ ہرن ودیگر جنگلی جانوروں کا شکار کر سکتے ہیں۔ عقاب نے کسریٰ کے یہاں جو کچھ واردات کی تھی اس کو اس نے پوشیدہ رکھا۔ قیصر نے جب چیتے میں مذکورہ اوصاف پائے تو بہت خوش ہوا۔ ایک روز قیصر اس سے غافل ہوا تو اس نے قیصر کے جوانوں میں سے ایک کو مار ڈالا تو قیصر نے کہا کہ کسریٰ نے ہمارا شکار کیا تو کوئی حرج نہیں۔ ہم نے بھی اس کا شکار کیا تھا۔ جب کسریٰ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے کہا کہ میں ساسان کا باپ ہوں۔

واقعہ:۔ مورخ ابن خلکان نے جعفر بن یحییٰ برمکی کے حالات میں لکھا ہے کہ امام اصمعی فرماتے ہیں کہ جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو ایک

رات مجھے طلب کیا۔ میں گھبرایا ہوا آیا۔ اس نے اشارہ سے بیٹھنے کو کہا۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ میری جانب متوجہ ہوا اور کہا میں چند اشعار تجھے سنانا چاہتا ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ اگر امیر المومنین کا ارادہ ہے تو بہت بہتر ہے۔ اس پر رشید نے یہ شعر سنائے ۔

لَوْ اَنَّ جَعْفر خاف اسباب الردی لَنَجَابِهٖ مِنْهَا طَمَر" مُلْجِم"

اگر جعفر مہلک چیزوں سے پرہیز کرتا تو ہلاکت سے محفوظ رہتا۔

وَلَكَانَ مِنْ حظر المنية حَيْثُ لاَ يَرْجُوْ اللحاق بِهٖ الْعُقَاب اَلْقَشْعَمُ

اور جو شخص موت سے اپنا بچاؤ کر رہا ہو اور یہ سمجھ رہا ہو کہ موت اس کو لاحق نہیں ہوگی۔

لٰكِنَّهٗ لَمَّا اَتَاهُ يَوْمِهٖ ! لَمْ يَدْفَعِ الْعَدَثان عَنْهُ مُنْجِم"

لیکن موت ایک دن آ کر رہے گی اور کوئی تجربہ و ذہانت اس کے حملہ سے نہیں بچا سکتا۔

اشعار سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ اشعار رشید ہی کے ہیں۔ لہٰذا میں نے کہا کہ بہت اچھے اشعار ہیں۔ اس کے بعد رشید نے کہا کہ اب تم جا سکتے ہو۔ میں نے بہت غور کیا کہ آخر رشید نے مجھے یہ اشعار کس مقصد سے سنائے ہیں۔ لیکن سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ رشید کا منشاء یہ ہے کہ میں ان اشعار کو جعفر سے نقل کر دوں۔

جعفر کے قتل کا سبب

مورخین نے جعفر کے قتل کی وجہ کے متعلق مختلف حکایتیں بیان کی ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

حکایت اول:۔ ابو محمد یزیدی سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ رشید نے جعفر کو یحییٰ بن عبداللہ علوی کے بغیر سبب قتل کیا ہے تو اس کی تصدیق مت کرنا کیونکہ یحییٰ بن عبداللہ ہی کی وجہ سے رشید نے جعفر کو قتل کیا تھا اور یہ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ رشید نے یحییٰ ابن عبداللہ کو جعفر کے حوالے کیا۔ جعفر نے اس کو قید کر دیا۔ بعد ازاں ایک رات جعفر نے یحییٰ کو بلا کر اس سے پوچھ تاچھ کی۔ یحییٰ نے صحیح صحیح جواب دیا۔ اس کے بعد یحییٰ نے جعفر کو مخاطب کر کے کہا کہ اے جعفر میرے معاملے میں خدا کا خوف کر اور اپنے ہاتھ کو میرے خون میں آلودہ مت کر۔ کیونکہ اگر تو نے ایسا کیا تو قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں تجھ سے مخاصمت کریں گے۔ خدا کی قسم! نہ میں نے کوئی شر کیا ہے اور نہ کسی شری کو پناہ دی ہے۔ یہ بات سن کر جعفر پگھل گیا اور اس کو رہا کر دیا اور یہ حلف دے دیا کہ آئندہ وہ کوئی شرارت نہ کرے گا اور ایک آدمی کو جو یحییٰ کو اس کے گھر تک پہنچا سکے اس کے ہمراہ روانہ کیا مگر شدہ شدہ یہ بات رشید تک پہنچ گئی۔ رشید نے جعفر کو بلا کر اس سے معلوم کیا کہ یحییٰ کا کیا حال ہے؟ جعفر نے جواب دیا کہ وہ علیٰ حالہٖ قید و بند میں جکڑا ہوا ہے۔ رشید نے کہا کہ میری زندگی کی قسم کھا کر بتاؤ کہ وہ حقیقت میں قید ہے۔ جعفر چونکہ نہایت ذکی اور فطین تھا لہٰذا وہ فوراً سمجھ گیا کہ امیر المومنین کو یحییٰ کی رہائی کا علم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کی حیات کی قسم اس کو میں نے رہا کر دیا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بظاہر رشید نے جعفر کے اس فعل کو سراہا اور کہا کہ یقیناً تم نے وہی کیا جو ہمارے دل میں تھا۔ لیکن اسی واقعہ سے اس کے دل میں جو خلش ہوئی اس کو اس نے جعفر سے پوشیدہ رکھا اور جب جعفر جانے لگا تو اس کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا اے جعفر اگر میں نے تجھے قتل نہ کیا تو اللہ تعالیٰ مجھے دشمنوں کی تلوار سے قتل کرا دے۔

حکایت دوم:۔ صاحب حمام کی تاریخ میں مذکور ہے کہ رشید کو جعفر سے بے پناہ محبت تھی اور اس سے کسی بھی وقت جدائی گوارا نہ تھی اور یہی

حال اپنی بہن عباسیہ بنت مہدی کے ساتھ تھا۔ چنانچہ رشید نے جعفر سے کہا کہ میں عباسیہ سے تیری شادی کر دیتا ہوں تا کہ تیرے لئے اس کو دیکھنا جائز ہو جائے اور مجلس میں بیٹھنے میں دشواری نہ ہو لیکن تُو عباسیہ کو ہاتھ نہیں لگائے گا کیونکہ یہ نکاح صرف حلت نظر کے لئے ہے۔ چنانچہ نکاح کے بعد یہ دونوں رشید کی مجلس میں حاضر ہوتے اور اختتام اجلاس پر رشید تو مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا پس یہ دونوں شراب پیتے اور یہ دونوں نوجوان تھے پس عباسیہ کھڑی ہوتی اور جعفر کی طرف لپک جاتی پس جعفر اس سے جماع کرتا تو عباسیہ حاملہ ہوگئی اور اس نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ عباسیہ نے رشید کے خوف کی وجہ سے اس لڑکے کو اپنی خاص باندیوں کے ہمراہ مکہ بھیج دیا۔ کچھ دن تو یہ معاملہ صیغۂ راز میں رہا۔ لیکن ایک بار عباسیہ کی اپنی باندی سے کسی بات پر ناچاقی ہوگئی اور اس باندی نے یہ تمام معاملہ رشید پر ظاہر کر دیا اور لڑکے کی پرورش کے مقام اُس کی نگہبانی کرنے والی باندی اور جو کچھ ساز و سامان اس کے ہمراہ تھا سب کی تفصیل سے رشید کو آگاہ کر دیا۔ چنانچہ رشید حج کرنے گیا تو اس نے لڑکے اور اس کے پرورش کرنے والے کو بلایا اور باندی کی اطلاع کو صحیح پایا۔ پس تب ہی سے رشید خاندانِ برمک کی تباہی کے درپے ہوگیا۔

حکایت سوم:۔ بعض کا خیال ہے کہ رشید نے جعفر کو اس لئے قتل کیا کہ جعفر نے اپنے لئے دنیا کا ساز و سامان جمع کر لیا تھا۔ چنانچہ رشید کا جب کبھی بھی کسی باغ یا زمین پر گزر ہوا تو اس کو بتایا جاتا کہ یہ بھی جعفر کی ملکیت ہے اور یہ معاملہ کافی دنوں تک ایسے ہی چلتا رہا اور جعفر کی جائداد کی تعداد بڑھتی رہی لیکن ایک بار جعفر نے اپنے پر ایک ظلم یہ کیا کہ ایک شخص کو بغیر کسی قصور کے قتل کر ڈالا۔ پس رشید نے جعفر کو اسی بہانے قتل کر دیا۔

حکایت چہارم:۔ بعض کہتے ہیں کہ جعفر کے قتل کا سبب یہ ہوا کہ رشید کو ایک قصہ سنایا اور اس قصہ کے راوی کا نام مخفی رکھا گیا۔

اس قصہ میں یہ اشعار مذکور تھے۔

قُلْ لاَمِین اللّٰہ فِیْ اَرْضِہٖ ہ وَمَنْ اِلَیْہِ الْحَل وَالْعَقْدُ

امین اللہ اور اُس شخص سے جو اس سلطنت میں حل وعقد کا مالک ہے کہہ دو کہ

ھٰذا ابْنُ یَحْییٰ قَدْ غدا مَلِکاً مِثْلُکَ مَا بَیْنَکُمَا حَدٌّ

یہ جعفر ابن یحییٰ تیری سلطنت کا مالک بن گیا اور تم دونوں کے درمیان کوئی حد فاصل اور فرق نہیں ہے۔

اَمْرُکَ مَرْدُوْد'' اِلٰی اَمْرِہٖ وَا.مْرُہٗ لَیْسَ لَہٗ رَدّ''

تیرا حکم تو اس کے پاس جا کر رد ہو جاتا ہے لیکن اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔

وَقَدْ بنی الدارالتی ما بنی اَلْفُرس لَھَا مِثْلا وَلاَ الْھِنْد

اور اس نے ایک ایسا محل تیار کیا ہے کہ اس جیسا نہ اہلِ فارس بنا سکے اور نہ اہلِ ہند۔

وَالدُّرُ وَالْیَاقُوْتُ حَصْبَاءُ ھَا وَترابُھَا العنبُر والند''

اور موتی و یاقوت اس محل کی اینٹیں ہیں اور عنبر و شبنم اس کا گارا ہے۔

وَنَحْنُ نَخشی اَنَّہٗ وارث'' مُلْکَ اِنْ غِیْبَکَ اللحد''

اور ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ تیرے مرنے کے بعد یہی تیرے ملک کا وارث ہوگا۔

وَلَنْ یُبَاھِیْ العبدُاَرْبَابَہٗ اِلَّا اِذا مَا بَطَرَ الْعَبْدُ

اورغلام کبھی بھی اپنے آقاؤں پر فخر نہیں سکتا۔ مگر یہ کہ جب غلام کثرت نعمت کی وجہ سے اترانے لگے۔ جب رشید کو یہ معلوم ہوا۔ تبھی اس کے دل میں خلش پیدا ہوگئی اور اس نے جعفر کو قتل کرادیا۔

حکایت ششم:۔ کہتے ہیں کہ مسرور کا قول ہے کہ میں نے رشید کو ۱۸۲ھ میں حج کے موقعہ پر طواف کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا:۔

''اے اللہ تو جانتا ہے کہ جعفر واجب القتل ہے اور میں تجھ سے اس کے قتل کے بارے میں استخارہ کرتا ہوں لہٰذا مجھ پر معاملہ واضح کر دے۔

رشید جب حج سے فارغ ہو کر واپس انبار پہنچا تو مسرور اور حماد کو جعفر کے پاس بھیجا۔ جب یہ دونوں جعفر کے پاس پہنچے تو ایک گویا اس کے سامنے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

فَلاَ تَبْعُدْ فکُل فَتیً سَیأتِیْ عَلَیہٖ الْمَوْتُ یَطْرُقُ اَوْ یُغَادِیْ

تو دور مت جا کیونکہ ہر شخص پر موت آتی ہے رات میں آجائے یا صبح میں آجائے۔

مسرور نے یہ شعر سن کر کہا میں اسی وجہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم تیری موت آچکی۔ امیر المومنین کے پاس چل۔ جعفر نے اپنا تمام مال صدقہ کر دیا اور غلاموں کو آزاد کر دیا اور لوگوں کو اپنے حقوق معاف کر دیئے۔ پھر مسرور کے ہمراہ اس مکان میں آیا جہاں رشید قیام پذیر تھا۔ اس کے پہنچتے ہی گرفتار کر کے گدھے کی رسی سے بندھ دیا گیا اور رشید کو اس کی اطلاع دی گئی۔ رشید نے حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ اس کا سر کاٹ کر رشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ واقعہ اوائل صفر ۱۸۷ھ میں جبکہ جعفر کی عمر ۳۷ سال تھی، پیش آیا۔ اس کے بعد اس کا سر پل پر لٹکا دیا گیا اور پھر ہر عضو کو بھی پل پر لٹکا دیا اور ایک عرصہ تک اسی طرح لٹکے رہے۔ یہاں تک کہ جب خراسان جاتے ہوئے رشید اس پر سے گزرا تو اس نے کہا کہ اس کے سر اور بدن کو جلا دیا جائے۔ چنانچہ اس کو جلا دیا گیا۔ جب رشید نے جعفر کو قتل کیا تو پورے خاندان برمک اور ان کے متعلقین کو احاطہ میں لے کر اعلان کرا دیا کہ محمد بن خالد بن برمک کے علاوہ کسی کو امان نہیں ہے یا اس کی اولاد اور اس کے ہمراہ ہی امان میں ہیں۔

علیہ بنت مہدی نے جب رشید سے دریافت کیا کہ جعفر کو کس وجہ سے قتل کر دیا تو رشید نے جواب دیا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ میرا کرتا اس راز سے واقف ہے کہ میں نے جعفر کو قتل کیا تو میں اس کرتہ کو بھی نذر آتش کر دوں گا۔ جب جعفر کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا اور یزید رقاشی شاعر کو معلوم ہوا تو وہ آیا اور آکر مرثیہ کے طور پر مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ لاَ خوْفُ وَاشٍ وَعَیْنٍ لِلْخَلِیْفَۃِ لاَ تنامُ

خدا کی قسم! اگر چغل خور کا اور خلیفہ کی اس آنکھ کا جو نہیں جھپکتی خوف نہ ہوتا۔

لَطُفنا حَوْلَ جذْعلکَ وَاسْتَلَمْنَا کَمَا لِلنَّاسِ بِالحَجَرِ اِسْتَلاَمٗ

تو یقیناً ہم تیری سولی کا طواف کرتے اور اسے بوسہ دیتے جس طرح لوگ حجر اسود کو چومتے ہیں۔

فَمَا ابْصَرْتَ قَبْلکَ یَا ابْنَ یَحْیٰی حِسَاماً فَلَہُ السَّیْفُ الحِسَامُ

اے یحیٰی کے بیٹے! تو نے اس سے پہلے قاطع تلوار دیکھی ہی نہیں، ایسی تلوار جو قطع کرے لطف خیال اور دنیا دونوں کو۔

عَلٰی للذات وَالدُّنیَا جَمِیْعاً لِدَولِہٖ الِ بِرْمَکِ السَّلاَمُ

لذت اور دنیا دونوں کو قطع کرنے والی ہے موت کے گھاٹ اتارنے والی ہے خدا ان حالات میں خاندانِ برمک کو محفوظ رکھے۔

جب رشید کو ان اشعار کا علم ہوا تو رقاشی کو بلوایا اور اس سے کہا کہ یہ اشعار کہنے کی تجھے جرأت کیونکر ہوئی؟ جبکہ تجھے معلوم ہے کہ جو شخص جعفر کی نعش کے پاس آئے گا یا اس کا مرثیہ کہے گا ہم اس کو شدید ترین سزادیں گے۔ رقاشی نے جواب دیا کہ جعفر مجھے ہر سال ایک ہزار دینار دیتا تھا اس لئے میں نے اس کا مرثیہ کہا۔ رشید نے کہا جب تک ہم حیات رہیں گے ہماری جانب سے تجھے سالانہ دو ہزار دینار ملیں گے۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت جعفر کی نعش کے پاس آئی اور اس کے سولی پر لٹکے ہوئے سر کو دیکھ کر کہا ''بخدا آج تُو نشانی بن گیا ہے۔ اور مکارم کے اعلیٰ مقام پر ہے''۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

وَلَمَّا رَاَیْتُ السَّیْفَ خالَطَ جعْفَرًا وَنَادیٰ مَنادٍ لِلْخلِیْفَةِ فِیْ یَحْیی

جب میں نے تلوار کو دیکھا کہ وہ جعفر کے سر پر پڑی اور خلیفہ نے یحیٰی کے بھی قتل کا حکم دے دیا۔

بَکَیْتُ عَلیٰ الدنیا واَیْقَنْتُ اَنَّمَا قَصَاری الْفَتی یَوْمًا مُفارِقَةَ الدُّنْیَا

تو میں دنیا کے انقلابات پر رو دیا اور مجھے یقین آ گیا کہ یہ دنیا ایک دن یقیناً چھوٹنے والی چیز ہے۔

وَمَا هِیَ اِلَّا دَوْلَة'' بَعْدَ دَوْلَةٍ تحول ذا نعمتی وتعقب ذا بَلویٰ

دنیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ آج وہ اس کے پاس اور کل اس کے پاس ہے۔

اِذا اُنزِلَتْ هٰذا مَنَازِلَ رَفْعَةٍ مِنَ الملْکِ حطت ذا اِلٰی الغایَةِ السُّفْلٰی

کسی کو اونچے مرتبے پر پہنچاتی ہے تو کسی کو پستیوں کے گڑھے میں دھکیل دیتی ہے۔

یہ اشعار کہنے کے بعد وہ عورت ہوا جیسی تیز رفتار کے ساتھ چلی گئی اور ایک لحہ کے لئے بھی وہاں نہیں رکی۔

جب سفیان بن عینیہ کو جعفر کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے قبلہ رو ہو کر یہ دعا کہ ''اے اللہ! جعفر نے ہماری دنیوی ضروریات کا خیال رکھا آپ جعفر کی اخروی ضرورت کا خیال فرمائیے''۔

جعفر نہایت صاحب جود و کرم تھا اس کی سخاوت و بخشش کے واقعات مشہور ہیں اور بہت سی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ رشید کے نزدیک جو مرتبہ جعفر کو حاصل تھا وہ اور کسی وزیر کو حاصل نہیں تھا اور رشید اس کو اپنا بھلائی کہا کرتا تھا اور اس کو اپنے لباس میں بٹھاتا تھا۔ رشید نے جب جعفر کو قتل کیا تو اس کے والد یحییٰ کو ہمیشہ کے لئے جیل میں ڈال دیا۔ خاندانِ برمک کو جود وسخا میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا جیسا کہ مشہور ہے' سترہ سال تک یہ لوگ رشید کی وزارت پر فائز رہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ زبیر بن عبدالمطلب نے اس سانپ کے بارے میں ''جس کی وجہ سے قریش بناء کعبہ سے گھبرا رہے تھے۔ یہاں تک کہ ایک عقاب اس سانپ کو اچک کر لے گیا۔ یہ شعر کہے ہیں۔

عَجِبْتُ لَمَّا تَصَوَّبَتِ الْعَقَاب اِلٰی الثُّعبان وهِیَ لهَا اِضْطِرَاب''

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ جب عقاب اژدھوں پر حملہ آور ہوئے اور اژدہے ان کے حملے سے تڑپ اٹھے۔

وَقَدْ کَانَتْ یَکُوْنَ لَهَا کشیش وَاَحْیَاناً یَکُوْنُ لِهَا وِثَاب''

کبھی ان کو اضطراب آتا ہے اور کبھی وہ اچھلتے ہیں۔

اِذا قُمْنَا اِلٰی التا سِیْس شدت فَهِبْنَا لِلْبِنَاء وَقَدْ تَهَاب''

جب ہم بنیاد رکھتے ہیں تو اس کی مضبوطی کا خیال رکھتے ہیں حالانکہ یہی مضبوط عمارتیں ایک دم گر جاتی ہیں۔

فَلَمَّا اَنْ خَشِیْنَا الْزجُرَ جَاء تْ عُقَاب" حَلقَتْ وَلَهَا اِنْصِبَاب"

ہم تو صرف ڈانٹ ڈپٹ سے ہی ڈرتے تھے حالانکہ اس کے بعد ایسی مصیبتیں آئیں جو نہ ٹلنے والا ثابت ہوئیں۔

فَضَمَّتُهَا اِلَیْهَا ثُمَّ خَلَّتْ لَنَا البنیان لَیْسَ لَهٗ حِجَاب"

میں اسے لپٹا مگر وہ ایسی عمارت نکلی جس میں اوٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔

فَقُمْنَا حَاشِدِیْنَ الٰی بناء لَنَا مِنْهُ الْقَوَاعِدُ والتَّرَاب"

ہم دوڑتے ہوئے اپنی عمارتوں کی طرف چلے تو وہاں نہ ستون تھے اور نہ مٹی۔

غداة نرفع التاسیس مِنْهُ وَلَیْسَ عَلٰی مَسَاوِیْنَا شیاب"

آنے والی صبح ہم پھر بنیادیں اٹھائیں گے حالانکہ ہمارے عیوب کا کوئی پردہ پوش نہیں ہے۔

اَعَزَّ بَهٗ اَلْمَلِیْکَ بنی لؤی فَلَیْسَ لِاَصْلِه مِنْهُ ذَهَاب"

عزتوں کے زیادہ مستحق تو خاندان بنی لوی والے ہیں جن کو کوئی ختم نہیں کرے گا۔

وَقَدْ حَشدَت هُنَاکَ بنی عدی وَمَرَّةً تَعْهِدُها کلاب"

بنوعدی نے اس خاندان پر ایسا ہی حملہ کیا جیسے راہ گیر کو کتے بھونکتے ہیں۔

فبوأنا الملِک بذاک عَزَا وَعِنْدَ اللّٰه یَلْتَمِسُ الثواب"

ہم نے اس بادشاہ سے پناہ طلب کی اور اس نے دی' اس حسن سلوک کا ثواب خدا ہی اس کو دے گا۔

ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں عمرو بن دینار کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا تو وہاں سے ایک بڑا سانپ برآمد ہوا جو کعبہ اور قریش کے درمیان حائل ہو گیا۔ اچانک ایک سپید عقاب آیا اور اس سانپ کو اٹھا کر لے گیا اور اس کو اجیاد کی جانب پھینک دیا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ تمہید کے بعض نسخوں میں سپید عقاب کے بجائے سفید پرندہ مذکور ہے۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کو غائب پایا تو عقاب کو جو پرندوں کا سردار ہے بلایا اور اس کو سزا اور سختی کی دھمکی دی اور کہا کہ فوراً اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ عقاب آسمان کی جانب اٹھا اور ہوا سے جا ملا اور دنیا کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے کوئی شخص اپنے سامنے کسی تھالی کو دیکھے۔ پھر داہنی اور بائیں جانب متوجہ ہوا تو ہدہد کو یمن کی جانب جاتے ہوئے دیکھا تو عقاب نے اس کو جا کر پکڑ لیا۔ ہدہد نے اس سے کہا کہ میں اس ذات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔ جس نے تجھے مجھ پر قدرت وطاقت بخشی تو مجھ پر رحم کر دے۔ عقاب نے جواب دیا کہ تیرا ناس ہو اللہ کے رسول سلیمان علیہ السلام نے قسم کھائی ہے کہ وہ تجھے سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر دیں گے۔ پھر عقاب اس کو لے کر واپس ہوا تو راستہ میں گدھ اور دیگر پرندوں کے لشکر ملے۔ انہوں نے اس کو خوف دلایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی دھمکی کی خبر دی۔ ہدہد نے کہا جو میری تقدیر میں ہے وہ تو ہو گا ہی۔ لیکن یہ بتاؤ کہ اللہ کے نبی نے کوئی اشتثناء نہیں کیا۔ پرندوں نے جواب دیا کہ ہاں اشتثناء کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی واضح دلیل لے آیا تو بچ جائے گا۔ ہدہد نے کہا تو پھر نجات ہو گئی۔

پس جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو تواضعاً اپنا سر اٹھا لیا اور اپنی دم و بازوؤں کو جھکا لیا۔ حضرت

سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تُو اپنی خدمت اور جگہ چھوڑ کر کہاں چلا گیا تھا۔ میں یقیناً تجھے سخت سزادوں گا یا ذبح کر دوں گا۔ ہد ہد نے کہا اے اللہ کے نبی! اس وقت کا خیال کیجئے جب اللہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح آج میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔

شرعی حکم

عقاب کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ ذی مخلب ہے۔

عقاب کو مارنا پسندیدہ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام رافعیؒ اور امام نوویؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا مارنا پسندیدہ ہے اور شرح مہذب میں ہے کہ عقاب اس قسم میں شامل ہے کہ جن کا مارنا پسندیدہ ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا قتل کرنا مکروہ ہے اور یہ وہ قسم ہے کہ اس میں نفع بھی ہے اور نقصان بھی ہے۔ اسی کی تصدیق قاضی ابوالطیب طبری نے فرمائی ہے اور یہی میرے (علامہ دمیری) نزدیک معتمد ہے۔

ضرب الامثال

اہل عرب کسی چیز کی دوری کو ظاہر کرنے کے لئے کہتے ہیں ''اَمْنَعُ مِنْ عُقَابِ الْجَوِ'' (فضاء کے عقاب سے بھی زیادہ دور) یہ مثال عمرو بن عدی نے قصیر بن سعد کے بارے میں زباء نامی عورت کے مشہور قصہ میں بیان کی ہے اور اسی بارے میں ابن درید نے مقصورہ میں یہ اشعار لکھے ہیں ؎

واخترم الوضاحُ مِنْ دون التی　　املهاسیف الحمام المنتضی

اور میں توڑتا ہوں ان تمام رکاوٹوں کو جو میری راہ میں حائل ہوتی ہیں۔

وَقد سما عمرو الٰی اوتارٖہ　　فَاحتط مِنهَا کُلُ عالی المنتهی

عمرو اپنے مقاصد کی معراج کو پہنچ گیا اور اتنے اونچے مقام کو پہنچا کہ وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

فَاستَنْزَلَ الزَّبَاءَ قَسْرًا　　وَهِیَ مِنْ عُقَاب لوح الجو اعلی الْمُنْتَهِیٰ

زباء نے اس کے عروج کو نزول میں بدل دیا اور خود زباء ان بلندیوں پر پہنچی جہاں عمر کے قدم تک نہ پہنچے تھے۔

عقاب چونکہ بہت بلندی پر پرواز کرتا ہے اور کسی کے ہاتھ نہیں آتا اس لئے شاعر نے اس کو ''لوح الجو'' سے تشبیہ دی ہے۔ لوح زمین و آسمان کے مابین فضاء اور خلا کو کہتے ہیں اور جَو'' کے معنی بھی یہی ہیں۔ یہ قصہ ابن ہشام اور ابن جوزی وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ناقدین کا خیال ہے کہ مورخین کے کلام کو ناقلین نے ایک دوسرے سے مخلط کر دیا ہے۔ جذیمہ ابرش نامی بادشاہ حیرہ اور اس کے اطراف و جوانب کا سلطان تھا اور ساٹھ سال تک اس نے ان علاقوں پر حکومت کی ہے۔ یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے اپنے سامنے شمع روشن کرائی اور جنگ میں منجنیق نصب کرائی۔ تمام معاصرین پر اس کا رعب و دبدبہ تھا۔ یہی وہ پہلا بادشاہ ہے جس کی پوری سرزمین عراق پر حکومت قائم ہوئی۔ اس نے ملیح بن براء سے جنگ کی' ملیح حضر موت کا حکمران تھا اور روم و فارس کے مابین حد فاصل بنا ہوا تھا۔ یہ ملیح وہی بادشہ ہے جس کا عدی بن زید نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے۔

وَاخو الحضر اذبنا واِذ دَجْلَة'' تُجْبیٰ اِلَیْهِ وَالْخَابُوْرُا

''سرزمین حضر کا بادشاہ جس نے اس شہر کو آباد کیا اور دجلہ نامی ندی جو شہر سے نکلتی تھی۔''

شادَهُ مَرمرًا وَجَلَهُ كَلِسًا فَلِلطَّيْرِ فِيْ ذِرَاهُ وَكُوُر"

"اس نے اس ندی وک سنگ مرمر سے مضبوط کیا اور اس پر سفیدی پھیری۔ پس پرندے ندی کے کنارے اپنے گھونسلے بنانے لگے۔"

لَمْ يَهَبْهُ ريب المنون وَبَادَ اَلْمُلْكُ عِنْهُ فَبَابهِ مَهْجُوْر"

مگر انہیں بھی موت نے نہیں چھوڑا ملک جاتا رہا اور محلات کے دروازے اب بند ہیں۔

جزیمہ نے ملیح کو قتل کر دیا اور اس کی لڑکی زباء کو چھوڑ دیا۔ وہ لڑکی روم چلی گئی۔ یہ لڑکی نہایت عقلمند عربی زبان کی ادیب نہایت شیریں بیان شدید القوہ بلند ہمت تھی۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوئی عورت زباء سے زیادہ حسین و جمیل نہیں تھی۔ اس کا اصلی نام فارعہ تھا۔ اس کے بال اتنے لمبے تھے کہ جب یہ چلتی تھی تو اس کے بال زمین پر گھسٹتے تھے اور جب ان کو کھولتی تھی تو پورے بدن کو چھپا لیتے تھے۔ ان بالوں کی ہی وجہ سے اس کا نام زباء پڑ گیا۔

کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔ اس نے اپنی ہمت و محنت کے ذریعے لوگوں کو جمع کیا اور مال صرف کیا ارا اپنے باپ کی سلطنت واپس لے لی اور جزیمہ کو وہاں سے بھگا دیا اور اس نے دریائے فرات کے دونوں جانب مشرق و مغرب میں دو شہر آباد کئے اور ان دونوں کے درمیان فرات کے نیچے سے ایک سرنگ بنائی اور جب دشمن کا خوف ہوتا تو اس میں جا کر محفوظ ہو جاتی۔ ابھی تک کسی مرد سے اس کا اختلاط نہیں ہوا تھا۔ اس لئے یہ دوشیزہ اور کنواری تھی۔ جذیمہ اور اس کے درمیان جنگ کے بعد مصالحت ہو گئی تھی۔ ایک بار جدیمہ کے دل میں اس کو پیغامِ نکاح دینے کا خیال آیا تو اس نے اپنے مخصوص مشیروں کو طلب کیا تمام لوگ خاموش رہے۔ جو اس کا چچازاد بھائی تھا نہایت عقلمند و ذہین تھا اور جزیمہ کا وزیر خزانہ اور معاملاتِ سلطنت میں اس کا معتمد تھا۔ اس نے کہا اے بادشاہ! اللہ آپ کو بری چیزوں سے محفوظ رکھے۔ زباء ایک ایسی عورت ہے جو مردوں سے علیحدہ رہی۔ لہٰذا وہ دوشیزہ اور کنواری ہے۔ اس کو مال میں کوئی رغبت ہے نہ جمال میں اور آپ کے ذمہ اس کا خون بہا ہے اور اس نے آپ کو مصلحتاً اور خوف کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے حالانکہ اس کے قلب میں حسد اس طرح چھپا ہوا ہے جس طرح پتھر میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے کہ اگر آپ اس کو رگڑیں تو وہ ظاہر ہو جائے گی اور اگر آپ اس کو چھوڑ دیں تو پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ شہزادیوں میں آپ کا کفوء موجود ہے اور ان سے رشتہ کرنے میں نفع ہے اور اللہ رب العزت نے آپ کو ان چیزوں کی طمع سے رفیع بنایا ہے جو آپ کی شایانِ شان نہیں ہیں۔ نیز اللہ نے آپ کو بلند مرتبہ بنایا ہے۔ آپ سے بلند مرتبہ کوئی شخص نہیں ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل ابن جوزی وغیرہ کے بیان کے مطابق ہے۔

شارح "دریدیہ" ابن ہشام وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ زباء نے خود پیغامِ نکاح دیا تھا اور اپنے آپ کو پیش کیا تھا تاکہ جذیمہ کے ملک کو اپنے ملک میں شامل کر سکے۔ زباء کے اس پیغام کے بارے میں مشورہ کے لئے جزیمہ نے اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا۔ تمام مشیروں نے اس کی تصویب کی مگر صرف قصیر نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ دھوکہ اور فریب ہے۔ لیکن جذیمہ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ یہ قصیر حقیقت میں پستہ قد نہیں تھا بلکہ اس کا نام ہی قصیر تھا۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ شاہ جذیمہ نے قصیر کی رائے سن کر کہا کہ اے قصیر الرائے تُو نے جو کچھ کہا وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن میرا دل اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ میرا دل زباء کا خواہاں اور مشتاق ہے اور ہر شخص کی تقدیر معین ہے جس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ اس کے بعد شاہ جذیمہ نے ایک پیغام رساں کو روانہ کیا اور اس سے کہا کہ زباء کی رائے معلوم کرو کہ وہ میرے بارے میں کیا رائے رکھتی ہے؟ شاہ جذیمہ کا

پیغام رساں زباء کے پاس آیا۔ جب زباء نے جذیمہ کا پیغام سنا تو قاصد سے کہا کہ میں آپ کے اور اس پیغام کے استقبال کے لئے جو آپ لاتے ہیں اپنی آنکھیں بچھانا چاہتی ہوں۔ اسی طرح سے زباء نے بہت رغبت اور مسرت کا اظہار کیا اور قاصد کا بہت اعزاز واکرام کیا اور کہا کہ میں خود اس بات کی متمنی تھی۔ لیکن اس خوف سے کہ میں شاہ جزیمہ کی کفوء نہیں ہوں پیغام دینے سے اعراض کرتی رہی ہوں۔ کیونکہ شاہ کا مرتبہ مجھ سے بلند ہے اور میرا رتبہ شاہ سے کمتر ہے۔ میں آپ کے پیغام کو بسر وچشم قبول کرتی ہوں۔ اور اگر شادی کے معاملات میں پہل کرنا مردوں کے لئے ضروری نہ ہوتا تو یقیناً میں خود شاہ جذیمہ کے پاس حاضر ہوتی۔ زباء نے اس پیغام رساں کے ذریعہ شاہِ جذیمہ کے لئے ہدایا میں بڑے قیمتی غلام، باندیاں، ہتھیار، زر ہیں اور بہت سارے اموال اونٹ بکریاں وغیرہ اور بیش بہا لباس و سامان جواہر روانہ کئے۔

جب یہ قاصد شاہ جذیمہ کے پاس آیا اور شاہ جذیمہ نے زباء کے جواب کو سنا اور اس کے حیران کن لطف وکرم کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور یہ سمجھا کہ یہ سب کچھ زباء نے میری محبت میں کیا ہے۔ بعدازاں فوراً اپنے خواص ووزراء کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا جن میں جذیمہ کا وزیر خزانہ قصیر بھی تھا۔ اپنے پیچھے سلطنت کی انجام دہی کے لئے عمرو بن عدی لخمی کو اپنا نائب بنایا۔ خاندانِ لخم میں بادشاہ بننے والا یہ پہلا شخص تھا۔ اس کی سلطنت ۱۲۰ برس رہی۔ یہ وہی عمرو بن عدی ہے جس کو بچپن میں جنات اٹھا کر لے گئے تھے اور پھر جوان ہو جانے کے بعد چوڑ دیا تھا۔ جنات سے رہائی پانے کے بعد اس کی والدہ نے اس کو سونے کا ایک ہار پہنا کر اس کے ماموں شاہ جذیمہ سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ جذیمہ نے اس کے گلے میں ہار اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی دیکھ کر کہا کہ عمرو تُو جوان ہو گیا۔ ابن ہشام کی رائے میں عدی کی حکومت ۱۱۸ سال رہی۔

آگے ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ شاہ جذیمہ عمرو بن عدی کو نائب بنا کر روانہ ہو گیا اور نہر فرات پر واقع زباء کے نیفہ نامی شہر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے قیام کیا اور شکار کر کے کھایا اور شراب پی۔ بعدازاں دوبارہ اپنے رفقاء سے مشورہ کیا۔ پوری قوم نے سکوت اختیار کیا۔ مگر قصیر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اے بادشاہ ہر عزم جزم سے موید نہیں ہوا کرتا اس لئے آپ جہاں بھی ہوں بے مقصد اور فضول باتوں پر بھروسہ مت کیجئے اور رائے کے مقابلہ میں خواہشات کو نہ لائیے کیونکہ اس طرح رائے فاسد ہو جائے گی۔ یہ گفتگو سن کر جذیمہ حاضرین کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ تم لوگوں کی اس بارے میں جو بھی رائے ہو اس کو ظاہر کرو کیونکہ میری رائے بھی جماعت کے ساتھ ہے جو تم بہتر سمجھو وہی درست ہے۔ قصیر نے کہا۔ اَرَی الْقَدَرُ یُسَابق الحذر۔ (میرے خیال میں قدر حذر سے سبقت کر جائے گی) اور قصیر کی بات نہیں مانی جائے گی۔ قصیر کا یہ قول کہاوت بن گیا۔

اس کے بعد جذیمہ روانہ ہو گیا اور جب زباء کے شہر کے قریب تو زباء کے پاس اپنی آمد کی اطلاع کرائی۔ زباء نے اس کی آمد کی خبر سن کر بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور جذیمہ کے پاس کھانے پینے کا سامان بھیجا اور اپنے لشکر خواص وعوام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے سردار اور اپنے ملک کے بادشاہ کا استقبال کرو۔ جب قاصد زباء کا جواب لے کر جذیمہ کے پاس پہنچا اور اس کے سامنے زباء کی رغبت و مسرت کا تذکرہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا۔ جب جذیمہ نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو پھر قصیر کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا تُو اپنی رائے پر قائم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں بلکہ میرے بصیرت اور زیادہ ہو گئی ہے اور کیا آپ بھی اپنے ارادہ پر قائم ہیں؟ جذیمہ نے جواب دیا کہ ہاں بلکہ میرا شوق اور بڑھ گیا ہے۔ قصیر نے کہا۔ ''لیسِ الدھر بِصاحِبلِمَنْ لَم ینظر فی العواقب'' (جو شخص عواقب اور نتائج پر غور نہ کرے زمانہ اس کا ساتھی نہیں ہے) قصیر کا یہ قول بھی ضرب المثل بن گیا۔ اس کے بعد قصیر نے کہا کہ فوت ہونے سے قبل معاملہ کا تدارک

ممکن ہے اور بادشاہ کے ہاتھ میں ابھی معاملہ ہے۔ اس لئے اس کا تدارک ممکن ہے۔ اے بادشاہ! اگر تم کو یہ اعتماد ہے کہ تم حکومت و سلطنت کے مالک خاندان اور اعوان والے ہو تو یقین کیجئے کہ آپ نے اپنی سلطنت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اور آپ اپنے خاندان و معاونین سے جدا ہو گئے ہیں اور آپ نے اپنے آپ کو ایسے شخص کے قبضہ میں دے دیا ہے جس کے مکر و فریب سے آپ محفوظ و مامون نہیں ہیں۔ پس اگر آپ یہ اقدام کرنے والے ہیں اور اپنی خواہشات کی اتباع کرنے والے ہیں تو یاد رکھئے کہ کل کو زباء کی قوم آپ کو قطار در قطار ملے گی اور آپ کے استقبال کے لئے دو صف بنا کر کھڑی ہو جائے گی۔ اور جب آپ ان کے درمیان میں پہنچ جائیں گے تو وہ آپ کو ہر طرف سے گھیر کر آپ پر حملہ کریں گے۔

بروایت ابن جوزی پھر قصیر عمرو بن عدی کے یہاں سے بھاگ کر زباء کے پاس پہنچا۔ زباء نے اس سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے جواب دیا کہ عمرو نے اپنے چچا کے قتل کا الزام میرے سر تھوپ دیا ہے کہ میں اس کو آپ کے پاس آنے کا مشورہ دیا تھا اور ناک کان کاٹ کر مجھے قتل کی دھمکی دی۔ مجھے اپنی جان کا خوف ہوا تو میں آپ سے امن طلب کرنے کے لئے وہاں سے بھاگ آیا ہوں۔

زباء نے یہ سن کر قصیر کو خوش آمدید کہا اور بہت ہی اعزاز و اکرام کیا۔ وہ عرصہ تک اس کے پاس رہا اور موقع تلاش کرتا رہا۔ اس نے ملکہ کے ساتھ اس قدر احسانات کئے اور اتنی وفاداری کا ثبوت دیا کہ وہ اس کی گرویدہ ہو گئی۔ کئی مرتبہ وہ عراق جا کر اس کے لئے بہت سا سامان از قسم جواہرات و ریشمی لباس وغیرہ لے کر آیا۔ اسی دوران وہ اس سرنگ سے بھی واقف ہو گیا تھا جس کے اوپر ملکہ کا محل تھا اور جو دریائے فرات کے نیچے کو جا رہی تھی۔ ایک مرتبہ جب ملکہ نے اپنے کسی دشمن پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا اور قصیر سے فراہمی سامان کی استدعا کی تو اس کو اپنا منشاء پورا کرنے کو خوب موقع مل گیا۔ چنانچہ وہ عمرو کے پاس پہنچا اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عمرو معہ لشکر کے دوڑ پڑا۔ قصیر قافلہ سے آگے تھا جب وہ زباء کے پاس آیا تو اس سے کہا کھڑی ہو اور قافلہ کی طرف نگاہ کر۔ زباء اپنے محل کی چھت پر چڑھی۔ اس نے دیکھا کہ قافلہ آدمیوں اور سامان سے بھرا ہوا ہے۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

ماللجمال مشیها روئیندا اجندا یحملن ام حدیدًا

اونٹوں کو کیا ہوا کہ ان کی چال سبک نہیں رہی کیا ان پر فوجیں سوار ہیں یا وہ ہتھیاروں کے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں۔

ام صرفانا باردا شدیدًا ام الرجال جشما قعودًا

یا شدید سردی نے ان کے پیروں کو سن کر دیا یا خود سوار بھی حوصلہ ہار کر اکڑوں بیٹھ گئے

قصیر نے عمرو سے زباء اور اس کی سرنگ کے متعلق سب کچھ بیان کر دیا تھا۔ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو زباء پہلے تو یہی سمجھی کہ یہ قصیر کی امدادی فوج ہے۔ مگر جب فوج محل کے اندر داخل ہو گئی تو ملکہ زباء کی نظر عمرو پر پڑی تو ملکہ نے عمرو کو ان اوصاف سے جو قصیر نے اس سے بیان کئے تھے' پہچانا تو اس کو قصیر کی غداری اور سازش کا یقین آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زہر آلود انگشتری تھی۔ قبل اس کے کہ وہ دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ذلت کی موت مرے اس نے انگوٹھی چوس لی اور کہنے لگی کہ میں عمرو بن عدی کے ہاتھ سے مرنے کی بجائے خود اپنے ہاتھوں مرنے کو ترجیح دوں گی پس اس طرح ملکہ زباء کی موت واقع ہو گئی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمرو بن عدی نے ملکہ زباء کو تلوار سے قتل کیا تھا۔ (انتہی)

بقول ابن جریر طبری اور ابن السکیت نے کہا ہے کہ ملکہ زباء کا نام نائلہ ہے۔ ابن جریر نے اس شعر سے استدلال کیا ہے۔

اتعرف منزلا بین النقاء وبین ممر نائله القدیم

کیاتم وہ مقام جانتے ہو جو مقام نقع اور نائلہ کے قدیم گذرگاہ کے درمیان ہے۔
اور بقول ابن درید 'میسون' ہے اور بقول ابن ہشام ذابن جوزی 'فارعہ' ہے۔

الامثال

اسمع من فرخ عقاب۔عقاب کے بچہ سے زیادہ سننے والا۔
اعز من عقاب الجو۔فضا میں اڑنے والے عقاب سے بھی زیادہ بلند۔

عجیبہ

ابن زہر نے حکیم ارسطاطالیس سے نقل کیا ہے کہ عقاب ایک سال میں چیل ہو جاتی ہے اور چیل عقاب بن جاتی ہے۔ ہر سال ادلتی بدلتی رہتی ہے۔

خواص

صاحب عین الخواص نے عطارد بن محمد سے نقل کیا ہے کہ عقاب ایلوے سے بھاگتا ہے اور اس کی بوسونگھ لے تو اس پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔عقاب کے پروں کی گھر میں دھونی دینے سے گھر کے سانپ مر جاتے ہیں۔ بقول قزوینی اگر عقاب کا پتہ بطور سرمہ آنکھیں لگایا جائے تو آنکھ کے دھندلے پن اور نزول الماء کو ختم کر دیتا ہے۔

تعبیر

جو شخص دشمنوں سے برسر پیکار ہو اس کے لئے عقاب کا خواب میں دیکھنا فتح مندی کی علامت ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا۔جس کے پاس عقاب اترا اس کے لئے سزا کی علامت ہے۔جو شخص دیکھے کہ وہ چیل یا عقاب کا مالک ہو گیا تو اس کو غلبہ و نصرت حاصل ہوگی اور طویل عمر پائے گا۔اگر خواب دیکھنے والا محنت و مشقت کرنے والا ہے تو لوگوں سے الگ ہو کر زندگی گزارے گا۔اگر دیکھنے والا بادشاہ ہے تو دشمنوں سے صلح کرے گا۔ان کے شر اور مکاری سے محفوظ رہے گا اور دشمنوں کے مال و ہتھیار سے اس کو نفع حاصل ہو گا۔اس لئے کہ عقاب کے پر تیر بھی ہیں اور مال بھی۔اور بقول ابن المقری چھوٹے پر اولاد زنا پر دلالت کرتے ہیں۔ بقول مقدسی جس نے عقاب کو دیکھا کہ وہ اس کو اپنے پنجے سے مار رہا ہے تو اس کے مال میں سخت حالات آئیں گے اور جس نے عقاب کا گوشت کھایا تو یہ لالچ کی علامت ہے۔بسا اوقات عقاب کو دیکھنے سے جنگجو آدمی مراد ہوتا ہے جس کو قریب اور بعید میں پناہ نہ ملے۔اگر عقاب کو کسی سطح پر گھر کے اوپر یا کسی کمرہ پر دیکھا گیا تو اس سے مراد ملک الموت ہے۔جو شخص خواب میں عقاب پر سوار ہو گیا اور خواب دیکھنے والا فقیر تھا تو اس کو مال ملے گا۔اور اگر مالدار تھا یا بڑے لوگوں میں سے تھا تو موت کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ دور قدیم میں وفات شدہ مالدار لوگوں کی تصویریں عقاب کی صورت پر بناتے تھے۔

العقرب

(کثردم۔بچھو) مذکر و مونث کے لئے یہ لفظ مشترک ہے۔بعض اوقات مؤنث کو عقربہ' عقرباء کہتے ہیں۔اس کی جمع عقارب اور تصغیر عقیرب آتی ہے۔جیسے زینب کی تصغیر زیینب آتی ہے۔اس کی کنیت ام عربط اور ام ساہرہ ہے۔فارسی میں اس کا نام رشک ہے۔
بچھو سیاہ، سبز اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔یہ تینوں قسمیں مہلک ہیں لیکن سب سے زیادہ مہلک سبز رنگ کا ہوتا ہے اس کی طبیعت مائیہ

ہوتی ہے۔ بچے بہت دیتا ہے۔ مچھلی اور گوہ سے زیادہ مشابہ ہے۔ ہرے بچھو کے متعلق عام طور پر لوگوں کا گمان ہے کہ جب اس کی مادہ حاملہ ہوتی ہے تو بچہ کی ولادت اس کی ماں کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ کیونکہ جب بچے پیٹ کے اندر پورے ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی ماں کا پیٹ کھا کر چاک کر دیتے ہیں اور باہر نکل آتے ہیں اور ماں مر جاتی ہے لیکن جاحظ جو ایک مشہور ماہر حیوانات ہیں ان کو اس قول سے اتفاق نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک قابل وثوق شخص نے بیان کیا کہ میں نے ایک بچھو کو اپنے منہ سے بچے دیتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ مادہ بچھو وہ اپنے بچوں کو کمر پر چڑھائے ہوئے پھرتی تھی۔ یہ بچے جوں کے برابر تھے جو بہت تیزی سے دوڑتے پھر رہے تھے۔ مؤلف کی رائے میں جاحظ کا قول درست ہے۔ بچھو دورانِ حمل بہت تیز مزاج ہو جاتی ہے۔ بچھو کے آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور اس کی آنکھ پشت پر ہوتی ہے۔ بچھو کے اندر یہ عجیب بات ہے کہ وہ نہ مردہ کا کاٹتا ہے نہ سوئے ہوئے کو تاوقتیکہ سویا ہوا آدمی ہاتھ پیر نہ ہلائے۔

بچھو گبریلا کیڑے سے بہت میل جول رکھتا ہے۔ بسا اوقات اس کے کاٹنے سے سانپ بھی مر جاتا ہے۔ حکیم قزوینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب بچھو سانپ کے کاٹ لیتا ہے تو اگر بچھو اس کے ہاتھ لگ گیا اور اس نے اس کو کھا لیا تو سانپ بچ جاتا ہے ورنہ مر جاتا ہے۔ چنانچہ فقیہہ عمارۃ الیمنی نے بھی اپنے ان اشعار میں قزوینی کے اس قول کی تائید کی ہے۔

اذالم یسالمک الزمان فحارب وباعد اذا لم تنتفع بالاقارب

اگر زمانہ تیرے موافق نہ ہو تو اس سے جنگ کر اور اگر اقارب سے نفع نہ پہنچے تو ان سے دوری اختیار کر۔

ولا تحتقر کید الضعیف فربما تموت الا فاعی من سموم العقارب

اور کمزور کے داؤں کو حقیر مت سمجھ کیونکہ افاعی (انتہائی زہریلے سانپ) بسا اوقات بچھو کے زہر سے مر جاتے ہیں۔

فقد ھد قدما عرش بلقیس ھدھد وخرب فار قبل ذاسد مأرب

بلقیس نے ہدہد جانور کو گم کر دیا اور چوہے نے محارب کے بند کو توڑ دیا۔

اذا کان رأس المال عمرک فاحترز علیه من الانفاق فی غیر واجب

جب تمہارا اصل سرمایہ عمر ہی ہے تو اس اپنی زندگی کو ناپسندیدہ چیزوں میں ضائع نہ کرو۔

فبین اختلاف اللیل والصبح معرک یکر علینا جیشه بالعجائب

صبح و شام کے انقلابات ہمہ دم ہمارے سامنے ہیں اور یہ انقلاباتِ عجائب کا ایک دفتر ہمارے سامنے کھولتے ہیں۔

بچھو کی ایک خاصیت یہ ہے کہ جب یہ کسی انسان کے ڈنگ مارتا ہے تو پھر اس طرح فرار ہوتا ہے جیسے کوئی مجرم سزا کے خوف سے فرار ہوتا ہے۔ جاحظ نے کہا کہ بچھو مین ایک عجیب وغریب خاصیت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ یہ تیر نہیں سکتا اور اگر بچھو کو پانی میں ڈال دو تو وہ حرکت نہیں کرے گا چاہے پانی ٹھہرا ہوا ہو یا بہہ رہا ہو۔ جاحظ نے کہا ہے کہ بچھو ٹڈیوں کے شکار کے لئے اپنے سوراخ سے باہر نکلتا ہے کیونکہ یہ ٹڈیوں کے کھانے کا بہت شوقین ہوتا ہے۔ بچھو کو پکڑنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ایک ٹڈی پکڑ کر کسی لکڑی میں پھنسا دی جائے۔ پھر وہ لکڑی بچھو کے سوراخ میں ڈال دی جائے۔ ٹڈی کو دیکھتے ہی وہ اس کو چمٹ جائے گا۔ پھر اس لکڑی کو کھینچ لیا جائے۔ ساتھ میں بچھو بھی کھنچا چلا آئے گا۔ دوسری ترکیب اس کے پکڑنے کی یہ ہے کہ کروث (گندنا) اس کے سوراخ میں داخل کر کے نکال کیا جائے بچھو بھی اس کے ساتھ ساتھ چلا آوے گا۔

بعض اوقات بچھو پتھر یا ڈھیلے پر ڈنگ مارتا ہے۔اس بارے میں کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

رأیت علی صغرة عقربا وقد جعلت ضربھا دیدنا

میں نے ایک سخت پتھر پر ایک بچھو دیکھا کہ وہ اپنی عادت کے موافق اس پر ڈنگ مار رہا تھا۔

فقلت لھا انھا صغیرة وطبعک من طبعھا الینا

میں نے اس سے کہا کہ یہ تو ایک چٹان ہے اور تیر مزاج اس کے مزاج سے بہت نرم ہے۔

فقالت صدقت ولکننی ارید اعرفھا من انا

یہ سن کر بچھو بولا کہ آپ کا فرمانا صحیح ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کو یہ بتادوں کہ میں کون ہوں۔

جان سے مارڈالنے والے بچھو دو جگہ یعنی شہرزور اور عسکر مسکر میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دوڑ کر ڈنگ مارتے ہیں اور آدمی کو مارڈالتے ہیں۔ بعض اوقات ان کے ملسوع (کاٹے ہوئے) کا گوشت بکھر جاتا ہے اس میں تعفن (سڑن) پیدا ہو جاتی ہے اور گوشت لٹک جاتا ہے۔ تعفن اس قدر کہ کوئی شخص بغیر ناک بند کئے اس کے قریب نہیں جا سکتا۔ لطف یہ ہے کہ صغیر الجثہ ہونے کے باوجود اونٹ اور ہاتھی تک کو بھی ڈسنے کے بعد بغیر مارے نہیں چھوڑتا۔ بچھو کی ایک قسم اڑنے والی ہے۔ جاحظ اور قروینی کا کہنا ہے کہ غالباً یہ وہی بچھو ہے جس کا کاٹا ہوا نہیں بچتا۔ رافعی وعبادی کا بیان ہے کہ شہر نصیبین میں جہاں پہ اڑنے والا بچھو ہوتا ہے۔ چیونٹیوں کی بیع درست مانی گئی ہے۔ کیونکہ چیونٹیاں اس بچھو کے علاج میں کام آتی ہیں اس کا مزید بیان چیونٹیوں کے باب میں آئے گا۔ شہر نصیبین کے زہریلے بچھوؤں کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ وہ شہرزور سے ہی آئے ہیں۔ ایک بادشہ نے شہر نصیبین کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے بادشاہ نے زندہ بچھو پکڑوا کر اور ان کو سخت کوزوں میں بھر کر بذریعہ منجنیق دشمنوں کی فوج میں پھنکوادیا۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ نصر بن حجاج سلمی کے گھر میں بچھو رہتے تھے جو کاٹ کر مارڈالتے تھے۔ ان کے یہاں کوئی مہمان آیا۔ جب وہ قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو بچھو نے اس کی شرمگاہ میں کاٹ لیا۔ نصر بن حجاج کو جب خبر ہوئی تو وہ مہمان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

وداری اذا نام سکانھا اقام الحدود بھا العقرب

جب میرے گھر والے (نماز سے غافل ہو کر) سو جاتے ہیں تو بچھو ان پر حد شرعی جاری کرتا ہے۔

اذا غفل الناس عن دینھم فان عقاربھا تضرب

جب لوگ اپنے دین سے غافل ہو جاتے ہیں تو بچھو اپنے ڈنکوں کی ضرب لگاتے ہیں۔

فلا تامنن سری عقرب بلیل اذا اذنب المذنب

جب کسی گناہگار سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو رات کے وقت بچھو کے چلنے سے مامون نہ ہو۔

پھر وہ اپنے گھر کے چاروں طرف گھومے اور کہنے لگے کہ ان بچھو کو اسود (سالخ (کینچلی دار سیاہ ناگ) سے زہر پہنچتا ہے۔ چنانچہ گھر میں ایک خاص جگہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس کو کھودا جائے۔ جب وہ جگہ کھودی گئی تو وہاں پر کالے ناگ کا ایک جوڑا بیٹھا پایا گیا۔

بچھو کا ذکر حدیث میں:

''ابن ماجہؒ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے ایک بچھو کو مارا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

''ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے بچھو نے کاٹ لیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ بچھو پر لعنت فرمائے کہ وہ نہ نمازی کو چھوڑتا اور نہ غیر نمازی کو لہٰذا اس کو حل اور حرم میں جہاں پاؤ مار ڈالو''۔(ابن ماجہؒ)

حدیث میں بچھو کے کاٹنے کا علاج

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایک مرتبہ بچھو نے کاٹ لیا تھا تو آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا:

''اللہ بچھو پر لعنت بھیجے کہ وہ کسی نمازی یا غیر نمازی' نبی یا غیر نبی کو کاٹے بغیر نہیں چھوڑتا''۔

اور آپؐ نے جوتا لے کر اس کو مار ڈالا۔ پھر آپؐ نے پانی اور نمک منگا کر اس کاٹے کی جگہ پر ملا اور **قُلْ هُوَ اللہ احد و معوذتین** پڑھ کر دم کیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں بچھو نے کاٹ لیا تو آپؐ نے فرمایا'' کہ وہ سفید چیز لاؤ جو آٹے میں ڈالی جاتی ہے (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) کہ ہم نمک لے گئے۔ آپؐ نے اس کو ہتھیلی پر رکھ کر تین مرتبہ چاٹا اور باقی کو کاٹے ہوئے پر رکھ دیا جس سے درد کو سکون ہو گیا''۔

(عوارف المعارف)

اللہ کی قدرت کا ایک عجیب منظر

حضرت معروف کرخیؒ نے حضرت ذوالنون مصری کا ایک واقعہ نقل کیا ہے' فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کپڑے دھونے کے لئے دریائے نیل پر پہنچا۔ یکا یک سامنے سے ایک بہت بڑا بچھو آتا ہوا نظر پڑا میں اس کو دیکھ کر ڈر گیا اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے استعاذہ کرنے لگا۔ وہ بچھو جب دریا کے کنارے پر پہنچا تو پانی میں سے ایک مینڈک نکلا اور بچھو کو اپنی پشت پر سوار کر کے دریا کے دوسرے کنارہ کی طرف تیرتا ہوا چل دیا اور میں بھی ایک تہبند باندھ کر دریا میں اتر گیا اور جب تک بچھو دریا کے دوسرے کنارہ پر پہنچا میں برابر اس کو دیکھتا رہا۔ جب مینڈک بچھو کو لے کر دریا کے کنارہ پہنچا تو بچھو نے مینڈک کی پشت سے اتر کر جلد جلد چلنا شروع کر دیا اور میں بھی اس کے پیچھے ہولیا۔ چلتے چلتے ایک بہت گھنے سایہ دار درخت کے پاس پہنچا۔ اس درخت کے پیچھے ایک سفید امرد لڑکا سو رہا تھا اور شراب کے نشہ میں چور تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر لاحول پڑھی اور دل میں کہنے لگا کہ شاید اس کو کاٹنے کی وجہ سے بچھو یہاں آیا ہو۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ایک اژدھا سامنے سے لڑکے کو ڈسنے کے لئے آتا ہوا دکھائی دیا۔ بچھو اژدہے کو دیکھتے ہی اس کے سر میں لپٹ گیا اور اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد بچھو مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر جہاں سے آیا تھا وہاں لوٹ گیا۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں کہ یہ وقعہ دیکھ کر یک لخت میرے زبان سے یہ اشعار جاری ہو گئے۔

يَا رَاقِدًا وَالجليل يَحْفَظهُ مِنْ كُلِّ سُوْء يَكُوْنُ فِى الظُّلم

اے سونے والے تُو تو سو رہا ہے اور خدا تاریکی میں ہونے والی ہر برائی سے حفاظت کر رہا ہے۔

كَيْفَ تَنَامُ الْعُيُوْنُ عَنْ مَلِكٍ تَاتِيكَ مِنْهُ فَوَائد النعم

لہٰذا ایسے بادشاہ سے جس سے اچھی اچھی نعمتیں حاصل ہوں آنکھیں غافل ہو کر کیسے سو سکتی ہیں۔

حضرت ذوالنونؒ کا یہ کلام سن کر لڑکا نیند سے بیدار ہوا آپ نے اس کو بچھو کا پورا ماجرا سنایا۔ یہ سن کر وہ سخت متاثر ہوا اور توبہ کی اور لہو

ولعب ترک کر کے نیکیوں کا راستہ اختیار کیا پس اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا نام ثوبان بن ابراہیم اور بقول بعض فیض بن ابراہیم تھا۔ آپ کے حکیمانہ کلام کا کچھ حصہ یہ ہے۔

محبت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے حق تعالیٰ محبت کریں اس سے محبت کی جائے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو اس سے نفرت کی جائے اور حق تعالیٰ کی رضا کو طلب کیا جائے اور جو چیز مرضاۃ رب میں حائل ہو اس کو ترک کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کی جائے۔

آپ کا ارشادِ گرامی ہے کہ عارف باللہ ہمیشہ فخر اور فقر کے درمیان رہتا ہے۔ حق تعالیٰ کا ذکر باعث فخر ہے اپنا تذکرہ تجھے فقر میں مبتلا کرے گا۔ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ:

مندرجہ ذیل آدمی عقلاء کی جماعت سے خارج ہیں:۔

(۱) جو شخص دنیوی معاملات میں کوشش کرے اور اُخروی معاملات میں تغافل کرے۔

(۲) علم و بردباری کی جگہ حماقت کا اظہار کرے۔

(۳) تواضع کی جگہ تکبر کو اختیار کرنے والا۔

(۴) تقویٰ کو فراموش کرنے والا۔

(۵) کسی کا حق غصب کرنے والا۔

(۶) عقلاء کی مرغوبات سے اجتناب کرنے والا اور عقلاء کی مرغوبات میں مشغول ہونے والا۔

(۷) اپنے متعلق غیر سے انصاف طلب کرنے والا۔

(۸) حق تعالیٰ کی اطاعت کے اوقات میں اس کو بھولنے والا۔

(۹) وہ شخص جس نے علم حاصل کیا شہرت کی وجہ سے اور پھر اس علم کے مقابلہ میں اپنے ہوائے نفس کو ترجیح دی۔

(۱۰) حق تعالیٰ کے شکر سے غافل ہونے والا۔

(۱۱) اپنے دشمن یعنی نفس سے مجاہدہ کرنے سے عاجز ہونے والا۔

اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے' کلام کا سلسلہ جب چلتا ہے دراز ہو جاتا ہے جب تک اس کو ختم نہ کیا جائے تو ختم نہیں ہوسکتا۔

امام ابوالفرج ابن جوزی فرماتے ہیں کہ آپ کا وطن اصلی نوبہ تھا۔ آپ اس سے تعلق رکھتے تھے جس کا پیشہ کنواں صاف کرنے کا تھا۔ آپ نوبہ سے مصر منتقل ہو گئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ ذوالنون آپؒ کا لقب تھا۔ امام ابوالقاسم القشیری لکھتے ہیں کہ آپ اپنے ہم مشرب لوگوں پر فوقیت رکھتے اور علم ورع ادب کے اعتبار سے یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی وفات مقام جیزہ میں ہوئی جب کہ ماہ ذی قعدہ کی دوراتیں گزر چکی تھیں اور قرافتہ الصغریٰ میں مدفون ہوئے۔

حضرت معروفؒ کرخی کا نام ابن القیس الکرخی تھا۔ آپ مقبولیت دعا کے لئے مشہور تھے۔ اہلِ بغداد آپ کی قبر کے پاس بارش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے آپ کی قبر تریاق مجرب ہے۔ حضرت سری سقطیؒ آپ کے تلمیذ تھے۔ حضرت معروف کرخی سے مرض وفات میں کہا گیا کہ آپ وصیت فرمائیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میری قمیص صدقہ ک

ردینا میں یہ چاہتا ہوں کہ جیسے دنیا میں ننگا ہی آیا تھا تو یہاں سے ننگا ہی جاؤں ایک مرتبہ حضرت معروف کرخی ایک پانی پلانے والے کے پاس سے گذرے جو کہہ رہا تھا کہ جو شخص پانی پیئے گا اللہ اس پر رحم فرمائے گا۔ حضرت معروفؒ کرخی آگے بڑھے آپ نے پانی پیا حالانکہ آپ اس وقت روزہ دار تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ تو روزہ دار ہیں۔ تو آپ نے فرمایا جی ہاں! لیکن میں نے روزہ اس کی دعا کی وجہ سے توڑ دیا۔ آپ کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی۔

زمخشری نے ربیع الابرار میں تحریر کیا ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ شہر حمص میں بچھو زندہ نہیں رہتے۔ وہاں کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک طلسم کا اثر ہے ان کا کہنا ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ سے بچھو لا کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ فوراً مر جاتا ہے۔

حمص مشارق الشام کا ایک مشہور شہر ہے۔ ابتداء میں یہ شہر علم و فضل کے اعتبار سے دمشق سے زیادہ مشہور تھا۔ بقول ثعلبی یہاں پر سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے غزوات کے سلسلہ میں نزول فرمایا۔

بچھو کے ڈنگ مارنے پر جھاڑ پھونک جائز ہے

امام مسلمؒ نے حضرت جابرؓ ابن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بچھو نے کاٹ لیا اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے، ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ فرمادیں تو میں اس کو جھاڑ دوں۔ آپؐ نے فرمایا ''کہ تم میں سے جو کوئی بھی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آل عمر بنؓ حزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ! ہم کو ایک منتر آتا ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے کو جھاڑا کرتے ہیں اور آپؐ نے اس جھاڑ کی ممانعت فرمادی ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ منتر مجھ کو پڑھ کر سناؤ چنانچہ وہ آپ کو سنایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ''اس میں تو کوئی حرج کی بات معلوم نہیں ہوتی۔ جو اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ پہنچائے''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ آئے:۔

''مجھے اپنا منتر سناؤ کیونکہ اس منتر میں کوئی حرج نہیں جس میں خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو''۔

اس سے ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اور ذکر اللہ سے جھاڑ پھونک جائز ہے البتہ وہ رقیہ ممنوع ہے جو فارسی یا عجمی زبان میں ہو یا اس کے الفاظ ایسے ہوں کہ اس کے معانی سمجھ میں نہ آویں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے معانی مفضی الی الکفر ہوں (یعنی کفر کا کوئی پہلو اس میں پایا جاتا ہو) اہلِ کتاب کے رقیہ میں علمائے دین کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ رقیہ اس میں سے ہو جن کو انہوں نے بدل ڈالا ہے۔

مجرب جھاڑ پھونک

جھاڑنے والا بچھو کے کاٹے ہوئے سے یہ پوچھے کہ بدن کے حصہ میں کہاں تک تکلیف ہے پھر تکلیف کے اوپر کے حصے پر لوہے کا ٹکڑا رکھ کر مندرجہ ذیل عزیمت کو بار بار پڑھتا رہے اور درد کی جگہ کو لوہے کے ٹکڑے سے اوپر کی جانب سے نیچے کی جانب مسلتا رہے۔ تا کہ تمام زہر نیچے کے حصہ میں جمع ہو جائے۔ پھر جمع شدہ زہر کے مقام کو چوسنا شروع کرے یہاں تک کہ تمام تکلیف دور ہو جائے۔ عزیمت یہ ہے:۔

''سلام علیٰ نوح فی العٰلمین وعلیٰ محمد فی المرسلین من حاملات السم اجمعین لادابة بین

السَّماء والارض الاربٰی اخذبنا صیتها اجمعین کذلک نجری المحسنین انه من عبادنا المومنین ان ربی علی صراط مستقیم نوح نوح قال لکم نوح من ذکر نی لا تاکلوه ان ربی بکل شئی علیم وصلی الله علی سیدنا محمد واله و صحبه وسلم"۔

مولف فرماتے ہیں کہ میں نے ابن صلاح کے قلم سے ان کے سفر نامہ میں ایک رقیہ لکھا ہوا دیکھا۔ اگر انسان اس سے جھاڑ دے تو کوئی بچھو اس کے نہ کاٹے گا۔ اگر ہاتھ سے بھی پکڑے گا تو بھی نہ کاٹے گا اور اگر کاٹ بھی لے تو جھاڑ نے والے کو نقصان نہ ہوگا۔ وہ جھاڑ یہ ہے:۔

"بسم الله و بالله و باسم جبریل و میکائیل کازم کازم ویزام فتیز الی مرن الی مرن یشتامرا یشتامرا هوذا هو ذا هی لمظاانا الراقی والله الشافی.

صنعت خاتم

بچھو کے کاتے، مجنون کے افاقہ، نکسیر اور آنکھوں کے درد کے لئے جو ریح بارد کی وجہ سے لاحق ہو یہ عمل نفع بخش ہے بلور احمر کے نگینہ پر یہ اسما نقش کر لیں۔

خطلسلسله کطو دهدل صحره اوسطاابی معه بیده سفاهه.

بچھو کے کاٹے کے لئے اس خاتم کو صاف پانی میں غوطہ دے کر کاٹنے کی جگہ پر رکھ دیا جائے اور مجنون اس کو برابر دیکھتا رہے۔ اللہ کے حکم سے افاقہ ہوگا۔ نکسیر کے لئے اس نقش کو پیشانی پر لکھ دیا جائے۔ بخار والے کے لئے اس نقش کو برگ زیتون پر لکھ کر اس کو کھلا دیا جائے۔ ریح کے لئے اس نگینہ کو جس جگہ ریح کا درد ہو پھیرا جائے۔

بخار والے کے لئے

تین پتوں پر نقش ذیل لکھ کر بخار والے کو اس کی دھونی دی جائے۔

(اول)اااا ط لا (دوم)اااا ط ط (سوم)اااا لھ لوم

کـــــو کـــــو کـــــو

اسی طرح بخار کے لئے تین پتوں پر عبارت ذیل لکھ کر بوقت بخار روزانہ ایک پتہ کھائے۔

(اول)بسم الله نارت و استنارت (دوم)بسم الله فی علم الغیب غارت (سوم)بسم الله حول العرش دارت.

نکسیر اور بے ہوشی کے لئے تین سطروں میں پیشانی پر یہ الفاظ لکھے جاویں (پیشانی پر) لوطالوطالوطا

صاحب عین الخواص نے لکھا ہے جس کو تیز بخار ہو یا سانپ نے کاٹا ہو تو اس کے لئے کسی پتہ پر یا کسی صاف طشت میں یا اخروٹ کے پیالہ میں اسمائے ذیل لکھیں اور اس پر مریض کے ماں اور باپ کا نام لکھیں اور پھر مریض کو پلا دیں۔ باذن اللہ فوراً افاقہ ہوگا۔

سارا سارا الٰی ساری مالی یرن یرن الی بامال و اصال باطو طو کالعو مار اسباب یا فارس اردباب هاکا نا ما ابین لها نارّاانار کاس متمر نا کاطن صلو بیر ص صاروب اناوین ودی.

بعض علمائے متقدمین کا قول ہے کہ اگر رات اور دن میں اول وقت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اِشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰـــه پڑھ لیا جائے تو بچھو سانپ کی زبان اور چور کا ہاتھ بندھا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بچھو کے کاٹنے کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو شام کے وقت یہ کہہ لیتا'' **اعوذ بکلمات اللہ التّامّات من شرّ ما خلق** '' تو تجھ کو اللہ کے فضل سے کوئی گزند نہ پہنچتا (اس حدیث کو سوائے بخاریؒ کے سب نے نقل کیا) کامل ابن عدی میں ہے کہ اس روایت میں جس شخص کا ذکر ہے وہ حضرت بلالؓ تھے۔

ترمذیؒ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص شام کے وقت تین مرتبہ اس دعا کو پڑھے گا تو اس رات کوئی ڈنگ اس کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ سہیل کہتے ہیں کہ ہمارے گھر والے ہر رات یہ کلمات پڑھتے تھے پس ایک دن ہماری ایک لونڈی کو کسی چیز نے ڈنگ مارا تو اسے کسی قسم کا درد محسوس نہ ہوا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ:

اس دعا میں ''کلمات اللہ'' سے مراد قرآن شریف ہے اور ''تامات'' کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کوئی عیب یا نقص جیسا کہ لوگوں کے کلام میں آجاتا ہے نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا وہ نافع اور کافی ہیں۔ ہر اس چیز کو جن کے لئے ان کلمات سے پناہ حاصل کی جائے۔

بقول بیہقی کلام اللہ کو'' تامہ'' اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کلام الٰہی ناقص یا عیب دار ہو جیسا کہ لوگوں کا کلام ہوتا ہے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات امام احمد حنبل سے پہنچی ہے کہ وہ بکلمات اللہ التامات سے استدلال کیا کرتے تھے کہ بے شک قرآن کریم غیر مخلوق ہے۔ ابوعمرو بن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص شام کے وقت یہ آیت پڑھے گا تو اس کو بچھو نہ کاٹے گا۔ **سَلَامٌ'' عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ۔**

عمرو بن دینارؒ سے منقول ہے اگر کوئی شخص صبح و شام یہ آیت پڑھا کرے تو بچھو سے محفوظ رہے گا۔

ابن وہبؒ نے منقول ہے کہ جس کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو تو وہ آیت شریفہ پڑھ کر دم کرے۔

''نُو دِیَ اَنْ بُورِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْ لَهَا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ''۔

شیخ ابوالقاسمؒ القشیری نے اپنی تفسیر میں بعض دیگر تفاسیر سے نقل کیا ہے کہ سانپ اور بچھو حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو بھی کشتی میں سوار کر لیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کو سوار نہیں کروں گا کیونکہ تم انسان کی تکلیف اور ضرر کا سبب ہو۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی آپ ہم کو سوار کر لیں اور ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور اس کا امر کا ذمہ لیتے ہیں کہ جو شخص آپ کو یاد کرے گا ہم اس کو نہیں ستائیں گے۔ آپ نے یہ عہد لے کر ان کو سوار کر لیا۔ لہٰذا جس شخص کو ان سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس کو چاہیے کو صبح و شام یہ آیت پڑھ لیا کرے۔ **سلام علیٰ نوح فی العٰلمین کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِ نَا الْمُؤْ مِنِیْنَ**۔ اس کو سانپ بچھو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو سال میں کشتی تیار فرمائی۔ اس کو طول تین سو ذراع، عرض پچاس ذراع اور بلندی تیس ذراع تھی۔ یہ سال کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور تیس منزلہ تھی۔ سب سے نیچے کی منزل میں وحوش (جنگلی جانور) سباع (درندے) اور ہوام (کیڑے مکوڑے) تھے۔ دوسری منزل میں مویشی وغیرہ تھے۔ سب سے اوپر کی منزل میں آپؐ خود اور آپؐ کے ساتھی سوار ہوئے۔

علامہ دمیری فرماتے ہیں شیخ امام حافظ فخر الدین عثمان ابن محمد بن عثمان توریزی جو مکہ میں مقیم تھے ان سے ہم کو روایت پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ تقی الدین حورانی سے کتاب الفرائض پڑھ رہا تھا کہ ایک بچھو رینگتا ہوا نظر آیا۔ شیخ موصوف نے اس کو پکڑ کر ہاتھ میں لے لیا اور اس کو الٹا سیدھا کرنے لگے۔ میں نے کتاب ہاتھ سے رکھ دی۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ تو تیرے پاس موجود ہے۔ میں عرض کیا

مجھ کو معلوم نہیں وہ کیا ہے۔ فرمانے لگے نبی علیہ السلام سے ثابت ہے کہ جو شخص صبح شام یہ پڑھے گا۔ **بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لاَ یَضُرُّمَعَ اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلاَ فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ** ''اس کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔ اور میں اس کو شروع دن میں ہی پڑھ چکا ہوں۔

اگر سوتے وقت تین مرتبہ یہ پڑھ لیا جائے'' **اعوذ برب اوصافه سمية من كل عقرب و حية سلام عَلٰى نوح فى العلمين انا كذالک نجزى المحسنين اعوذ بكلمات الله التامات من شرما خلق** ''تو پڑھنے والا سانپ بچھو کے شر سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ:۔ ابوداؤد طیالسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تفسیر میں ''**لا يلدغ المومن من جحر واحدة مرتين** ''(مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا) فرماتے ہیں کہ مومن کو اس کے گناہ پر دومرتبہ سزا نہیں دی جائے گی۔ یعنی دنیا میں بھی اس کو سزا دی جائے اور آخرت میں بھی یہ نہیں ہوسکتا۔

جس شخص کے بارے میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا وہ ابوالعزۃ جمحی شاعر تھا اس کا نام عمرو تھا یہ شخص غزوۂ بدر میں قید کر لیا گیا تھا مگر اس کی مفلسی اور عیالداری کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت نہ کرے۔ جب وہ مکہ واپس گیا تو (از راہِ تکبر) رخساروں پر ہاتھ پھیر کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دومرتبہ چکمہ دیا۔ جب وہ دوبارہ غزوۂ احد میں مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں چڑھ کر آیا تو رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس کی گرفتاری کی دعا مانگی۔ دعا قبول ہوئی اور صرف وہی پکڑا گیا۔ اس نے پھر وہی عیالداری کا عذر پیش کیا اور رہائی کی درخواست کی۔ اس وقت آپ نے فرمایا: ''**لا يلدغ المومن من جحر واحدة مرتين**'' اور اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا محتاط مومن دومرتبہ دھوکا نہیں کھا سکتا۔

''**لايلدغ**'' کی غین پر ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھے جا سکتے ہیں۔ ضمہ کی صورت میں یہ جملہ خبریہ ہوگا یعنی مومن کامل وہ ہے جو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ دھوکہ نہ کھائے۔ غین پر کسرہ پڑھنے کی صورت میں ''**لا يلدغ** ''نہی غائب کا صیغہ ہوا جس سے یہ جملہ انشائیہ بن گیا۔ یعنی مومن کو غفلت کی وجہ سے دومرتبہ دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔

امام نسائی نے مسند علی میں ابوجحیلہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا میں تم کو قرآن شریف کی سب سے بہتر آیت نہ بتاؤں۔ لوگوں نے کہا کیوں نہ بتائیے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی'' **وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم و يعفوا عن كثيره** '' اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ جو تجھ پر دنیا میں کوئی مرض یا مصیبت وغیرہ آئے تو وہ تیرے کارناموں کی وجہ سے ہے اور ذاتِ باری تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ وہ دوبارہ اپنے بندہ کو آخرت میں سزا دے اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا (وہ کر دیا) یہ نہیں کہ وہ معاف کر دینے کے بعد بھی دوبارہ سزا دیں۔ اسی وجہ سے واحدی نے کہا ہے کہ یہ آیت قرآن میں زیادہ پُرامید ہے کیونکہ اس میں مومنین کے گناہوں کی دو قسم بیان کی گئی ہیں۔

ایک قسم وہ ہے جس کا مصائب و پریشانیوں سے کفارہ ہو جاتا ہے۔

گناہوں کی دوسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں اور وہ رحیم و کریم ذات ایک مرتبہ معاف کرنے کے بعد دوبارہ گرفت نہیں فرمائے گی۔

دوسرا فائدہ

کہا جاتا ہے لسعته العقرب والحیة لسعافهو ملسوع سانپ اور بچھو نے اس کو ایسا ڈسا کہ وہ ڈنگ زدہ ہو گیا۔

قالوا حبیبک ملسوع فقلت لهم من عقرب الصدغ ام من حیة الشعر

لوگوں نے کہا تیرا محبوب ڈنگ زدہ ہے میں نے ان سے پوچھا کس نے ڈس لیا کنپٹی کے بچھو جیسے بالوں نے یا سر کے سانپ جیسے بالوں نے۔

قالوا بلی من افعی الارض قلت لهم وکیف تسعی افاعی الارض للقمر

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں زمین کے ناگنوں نے اس کو ڈس لیا۔ میں نے کہا یہ ناممکن ہے زمین کے ناگ چاند کو حاصل کرنے کے لئے کس طرح چل سکتے ہیں؟

عقرب یعنی بچھو کے ضمن میں مؤلف نے شطرنج اور نرد کا بھی بیان کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ شیخ کمال الدین ادفوی نے اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھا ہے کہ شیخ تقی الدین بن دقیق العید اپنے بچپن کے زمانے میں اپنے بہنوئی شیخ تقی الدین بن شیخ ضیاء الدین کے ساتھ شطرنج کھیل رہے تھے کہ عشاء کی اذان ہو گئی۔ اذان سن کر انہوں نے کھیل چھوڑ دیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخ تقی الدین نے اپنے بہنوئی سے کہا کہ پھر کھیلئے گا۔ اس کے جواب میں بہنوئی صاحب نے فضل بن عباس بن عتبہ بن لہب کا یہ شعر پڑھ دیا جو انہوں نے عقرب تاجر مدینہ کی ہجو میں کہا تھا ۔

ان عادت العقرب عد نالها وکانت النعل لها حاضره

اگر بچھو لوٹا تو ہم بھی لوٹیں گے اور جوتی اس کے لئے حاضر ہوگی۔

شیخ تقی الدین کو اپنے بہنوئی کا یہ جواب بہت ناگوار گزرا اور مرتے مر گئے مگر پھر شطرنج ہرگز نہیں کھیلے چونکہ اس قصہ شطرنج بازی میں عقرب کا لفظ آ گیا تھا اس لئے مؤلف نے شطرنج اور اس کے فرد کا بھی ذکر کر دیا۔

''عقرب'' نامی مدینہ کا تاجر ٹال مٹول والا آدمی تھا اسی وجہ سے لوگ مثال میں بیان کرنے لگے ''**هو امطل من عقرب**'' یعنی وہ عقرب سے بھی زیادہ ٹال مٹول کرنے والا ہے۔

فائدہ:۔ ابن خلکان نے ابوبکر الصولی مشہور کاتب کی سوانح میں لکھا ہے کہ وہ شطرنج بازی میں یکتائے روزگار تھا اسی وجہ سے اکثر لوگوں کو خیال پیدا ہو گیا تھا کہ یہی اس کھیل کے موجد ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ شطرنج کا موجد اول ایک شخص صصعہ نامی تھا اس نے ہندوستان کے راجہ شہرام کے لئے اس کو ایجاد کیا تھا۔ اردشیر بن بابک فارس کے بادشاہوں میں سے سب سے پہلا بادشاہ ہے جس نے نرد وضع کیا تھا اسی وجہ سے اس کو نردشیر بھی کہتے ہیں۔ اس بادشاہ نے نرد کو دنیا اور اصل دنیا کی ایک تمثیل قرار دیا۔ چنانچہ اس نے نرد کی بساط میں بارہ خانے سال کے بارہ مہینے کے حساب سے رکھے تھے اور مہینہ کے دنوں کے لحاظ سے ایک خانہ میں تیس چھوٹے خانے رکھے تھے اور (پانسوں) کو قضا و قدر قرار دیا تھا۔ اہل فارس پر فخر کرتے تھے کہ وہ نرد کے واضع نہیں۔ چنانچہ صصعہ ایک ہندوستان حکیم نے ہندوستان کے لئے شطرنج ایجاد کیا۔ اس زمانے کے حکماء نے جب شطرنج کو دیکھا تو انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ شرنج نرد سے اعلیٰ ہے۔

کہتے ہیں جب صصعہ نے شطرنج کو راجہ کے سامنے پیش کیا اور اس کو اس کے کھیلنے کا طریقہ بتایا تو راجہ کو یہ کھیل بہت پسند آیا اور موجد سے کہا بول کیا مانگتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو کچھ نہیں چاہیے صرف اتنا کیجئے کہ بساط کے پہلے خانہ میں صرف ایک درہم رکھ

دیجئے اور اخیر خانہ تک اس کو دو گنا کرتے چلے جائیے۔ راجہ یہ سن کر کہنے لگا تو نے کچھ نہ مانگا۔ بلکہ اس صنعت کی تو نے قدر کھو دی۔ راجہ کا وزیر راجہ کی یہ بات سن کر جلدی سے بول اٹھا جہاں پناہ ٹھہریئے آپ کے اور روئے زمین کے بادشاہوں کے خزانے ختم ہو جائیں گے مگر پھر بھی اس کا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔

ابن خلکان نے کچھ نرد کی صفات چھوڑ دی ہیں منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ نرد کی بساط پر بارہ خانہ سال کے چار موسموں کی طرح چار پر تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ تیس چھوٹے خانے رات و دن کی طرح کالے اور سفید ہوتے ہیں اور چھ مہروں سے چھ جہات کی طرف اشارہ ہے اور جو پانسوں کے اوپر نیچے سات نقطے ہوتے ہیں ان سے افلاک و زمین اور آسمان و کواکب سیارہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب سات سات ہیں۔

شطرنج اور سطرنج سین مہملہ اور شین معجمہ دونوں کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ اگر شطرنج ہے تو یہ تسطیر سے مشتق ہوگا اور اگر شطرنج ہے تو مشاطرہ سے مشتق ہوگا۔

اشارہ

مؤلف فرماتے ہیں کہ شطرنج کا کھیلنا شوافع کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن بعض علمائے شافعیہ نے اس کو حرام اور بعض نے مباح کہا ہے۔ مؤلف کے نزدیک قول اول یعنی اس کا مکروہ تنزیہی ہونا اصح ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک شطرنج بازی حرام ہے۔ ائمہ شافعیہؒ میں صرف حلیمی اور رویانی نے اس کی حرمت کی تائید کی ہے۔

نرد بازی بقول اصح حرام ہے۔ (حدیث)

من لعب بالنر دفقد عصى الله ورسوله.

''جو نرد سے کھیلا اس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی''۔

دوسری حدیث ہے:

''جو نرد سے کھیلتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص قے اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھے''۔

بچھو کا شرعی حکم

بچھو کا کھانا حرام ہے اور مقام حل و حرم میں اس کا مار ڈالنا مستحب ہے۔

بچھو کے طبی خواص

صاحب عین الخواص کا قول ہے کہ بچھو جب چھپکلی کو دیکھ لیتا ہے تو وہ مر جاتا ہے اور فوراً سوکھ جاتا ہے۔ اگر بچھو کو جلا کر گھر میں دھونی دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔ اگر بچھو کو تیل میں پکا کر بچھو کے کاٹے پر لگا دیا جائے تو درد جاتا رہتا ہے۔ بچھو کی راکھ مثانہ کی پتھری کو توڑ ڈالتی ہے۔ اگر مہینہ ختم ہونے سے تین دن پہلے بچھو کو پکڑ لیا جائے اور اس کو کسی برتن میں بند کر کے اس کے اوپر ایک رطل تیل ڈالا جائے پھر برتن کا منہ بند کر کے اس کو اتنی مدت تک چھوڑ دیا جائے کہ تیل میں بچھو کا پورا اثر آ جائے۔ پھر یہ تیل اس شخص کے ملا جائے جس کی کمر اور رانوں میں درد ہو تو انشاء اللہ درد کو فائدہ ہوگا اور کمر اور رانیں مضبوط ہو جائیں گی۔ اگر تخم خس کو کسی پینے کی چیز میں ملا کر پی لیا جائے تو پینے والا بچھو کے کاٹنے سے محفوظ رہے گا۔

اگر مولی کا ایک ٹکڑا کسی ہانڈی میں ڈال کر رکھ دیا جائے تو جو بچھو اس ہانڈی پر آئے گا فوراً مر جائے گا۔ اگر خس کے پتے تیل میں مخلوط کر کے بچھو کے کاٹے پر لگائے جائیں تو آرام ہو جائے گا۔ اگر گائے کے گھی میں بچھو کو پکا کر بچھو کے کاٹے پر ملا جائے تو فوراً آرام ہو گا۔

حکیم ابن سویدی کا کہنا ہے کہ بچھو کو کسی مٹی کے برتن میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا جائے اور پھر اس کو تنور میں رکھ دیا جائے یہاں تک کہ بچھو جل کر راکھ ہو جائے اور وہ راکھ کسی چیز میں گھول کر پتھری والے کو پلا دی جائے تو اس کو نفع ہوگا کہ پتھری ٹوٹ کر نکل جائے گی۔ اگر بچھو کا کانٹا کسی انسان کے کپڑے میں ڈال دیا جائے تو جب تک کانٹا کپڑے میں رہے گا کپڑے والا بیمار رہے گا۔ اگر بچھو کو کوٹ کر بچھو کے کاٹے پر لگا دیا جائے تو آرام ہو جائے گا۔ اگر بچھو پانی میں گر جائے اور بے خبری میں کوئی شخص اس پانی کو پی لے تو اس کا جسم زخموں سے بھر جائے گا۔

اگر گھر میں سرخ ہڑتال اور گائے کی چربی کی دھونی دے دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ قزوینیؒ اور رافعیؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حب الاترج کو باریک کوٹ کر دو مثقال کے بقدر پانی میں حل کر کے پی لے تو اس کو سانپ بچھو اور دیگر زہریلے جانوروں کے کاٹنے سے اچھا کر دے یہ عمل مجرب ہے۔ عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ اگر درخت زیتون کی جڑ کا ریشہ بچھو کے کاٹے ہوئے پر باندھ دیا جائے تو فوراً آرام ہو جائے۔

اگر درخت انار کی لکڑی کی دھونی دے دی جائے تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ اگر مینڈھے کی چربی، گائے کا گھی زرد ہڑتال گدھے کے سم اور گندھک ان تمام اشیاء کو ایسے پانی میں ملا کر جن میں ہینگ بھگوئی ہوئی ہو گھر میں چھڑک دیں تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ گھر میں مولی کے چھلکے رکھ چھوڑنا بھی بچھو کو بھگاتا ہے۔ یہ تمام عملیات بھی مجرب ہیں:۔

کتاب موجز میں لکھا ہے کہ اگر کٹی ہوئی مولی یا مولی کا عرق یا اس کے پتے اور باذروج پاس رکھے جاویں تو بچھو بھاگ جائیں گے۔ اگر کٹی ہوئی مولی بچھو کے سوراخ پر رکھ دی جائے تو اس کو نکلنے کی جرأت نہ ہو۔ روزہ دار کا لعاب دہن بھی سانپ بچھو کو مار ڈالتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے تھوک میں بھی یہی تاثیر ہے۔ ''سہا'' ستارہ کا دیکھنا بھی بچھو کے کاٹے سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان خواص کو شیخ الرئیس بوعلی سینا نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے۔

تعبیر

خواب میں بچھو کا نظر آنا چغل خور مرد کی جانب اشارہ ہے۔ اگر بچھو سے جھگڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ صاحب خواب کا کسی چغل خور سے جھگڑا ہوگا۔

اگر کسی نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس نے بچھو کو پکڑ کر اپنی اہلیہ پر ڈال دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری عمل کرتا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں بچھو کو ہلاک کر دیا تو اس کے مال کے نکلنے کی جانب اشارہ ہے۔ مگر بعد میں وہ مال واپس آ سکتا ہے۔ پائجامہ میں بچھو کو دیکھنا فاسق مرد کی جانب اشارہ ہے۔ جس آدمی نے خواب بچھو کا بھنا ہوا گوشت کھایا تو اس کو وراثت سے مال ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العقف

اس سے مراد لومڑی ہے اس کی تفصیل باب الثاء میں گزر چکی ہے۔

اَلْعَقَقُ

العقق: یہ ایک پرندہ ہے جو کبوتر کے برابر ہوتا ہے لیکن اس کے بازو کبوتر کے بازو سے بڑے ہوتے ہیں اور اس کی شکل کوے کی شکل سے ملتی ہے۔ اس کی عمر لمبی ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) سیاہ (۲) سفید

یہ پرندہ نہ چھتوں کے نیچے رہتا ہے اور نہ اس کے سایہ میں آتا ہے۔ بلکہ اونچے مقامات پر اپنا گھونسلہ بناتا ہے۔ اس پرندہ کی طبیعت میں زنا، خیانت، سرقہ اور خبث بھرا ہوتا ہے۔ عربوں کے نزدیک یہ پرندہ ان اوصاف میں ضرب المثل ہے۔ جب اس کی مادہ انڈا دیتی ہے تو ان کو چنار کے درختوں میں چھپا دیتی ہے چمگادڑ کے ڈر سے۔ کیونکہ اس کے انڈے چمگادڑ کی بو سے فوراً گندے ہو جاتے ہیں۔

زمخشریؒ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں " وَكَاَيِّنْ مِنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا " لکھا ہے کہ حیوانات میں سوائے انسان، چیونٹی، چوہے اور عقق کے علاوہ اور کوئی حیوان ایسا نہیں ہے جو اپنا کھانا چھپا کر رکھتا ہے۔

عقق پرندہ کی بھی اپنی غذا کو چھپانے کی جگہیں ہیں لیکن وہ اس کو بھول جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ہم نے بلبل کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ عقق کے اندر زیور لے جانے کی بہت بری عادت ہے۔ کتنے ہی قیمتی ہار کو وہ دائیں بائیں سے اچک لیتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں عرب کے شاعر کا قول ہے ۔

اذا بارک الله فی طائر فلا بارک الله فی العقق

اگر اللہ تعالیٰ کسی پرندہ میں برکت دے یعنی اس کی نسل بڑھائے تو عقق کو اس سے محروم رکھے یعنی اس کی نسل نہ بڑھے

قصیر الذنابی طویل الجناح متی مَایجد غفلة یسرق

اس کی دم چھوٹی اور بازو لمبے ہیں، جس وقت وہ غفلت پاتا ہے تو چوری کرتا ہے۔

یقلب عینیه فی راسه کانهما قطرتا زئبق

جبکہ وہ اپنی آنکھوں کو اپنے سر میں گھماتا ہے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ پارہ کے دو قطرہ ہیں۔

فائدہ:۔ ماہرین حیوانات کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس پرندہ کو عقق کیوں کہتے ہیں۔ جاحظ کا قول ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں سے بے مروتی کرتا ہے کیونکہ ان کو بلا کھلائے چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقق کوے کی ایک نوع ہے کیونکہ کوا بھی اپنے بچوں کے ساتھ ابتدا میں یہی معاملہ کرتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام اس کی آواز سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ بولتے وقت اس کی زبان سے عقق صادر ہوتا ہے۔

عقیق کا شرعی حکم

اس کی حلت وحرمت میں دو قول ہیں (۱) کوے کی مانند حلال ہے (۲) حرام ہے۔ ثانی قول راجح ہے اس پر فتویٰ ہے۔ حضرت

امام احمد بن حنبلؒ سے عقق کی حلت وحرمت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر یہ نجاست کھاتا تو حرام ہے ورنہ تو حلال ہے۔ محقق علماء کا بیان ہے کہ یہ نجاست کھاتا ہے تو اس قول کی بناء پر یہ حرام ہوگا۔

امام جوہریؒ کا بیان ہے کہ عرب لوگ عقق اور اس کی آواز کو منحوس سمجھتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ پرندوں اور ان کی آوازوں سے شگون لیا کرتے تھے۔ مثلاً اگر وہ عقق کو بولتے ہوئے سنتے تھے تو وہ اس سے عقوق والدین یعنی والدین کی نافرمانی مراد لیا کرتے تھے اور اسی طرح اگر وہ درخت خلاف (بید کا درخت) دیکھتے تو اس سے اختلاف وافتراق کا شگون لیتے۔

مسئلہ:۔ رافعی کا بیان ہے کہ فرض کرو کہ ایک شخص سفر کے لئے نکلا۔ راستہ میں اس نے عقق کو بولتے ہوئے سن لیا اور اس کو بدشگونی سمجھ کر گھر واپس آ گیا۔ ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو حنفیہ کے نزدیک یہ شخص کافر ہے یہی حکم فتاویٰ قاضی خان کے اندر مذکور ہے لیکن امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محض اس حرکت پر وہ شوافع کے نزدیک کافر نہیں ہو سکتا۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کے نزدیک عقق چوری اور حماقت میں ضرب المثل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں: اَلصُّ من عقق'' یعنی وہ عقق سے زیادہ چور ہے'' واحمق من عقق '' اور عقق سے زیادہ بے وقوف ہے اس لئے وہ شتر مرغ کی طرح اپنے انڈوں اور بچوں کو ضائع کر دیتا ہے اور دوسرے جانوروں کے انڈوں میں مشغول ہوتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

كتاركة بيضها بالعراء وملبسة بيض اخرى جناحا

اس جانور کی طرح جو اپنے انڈوں کو چھوڑ دیتا ہے اور دوسرے کے انڈوں کو اپنے پروں میں چھپا لیتا ہے۔

طبی خواص

اگر کسی کے تیر کی نوک یا کانٹا گھس گیا ہو تو عقق کا بھیجہ روئی کے پھایہ میں رکھ کر اس جگہ لگا دیا جائے تو وہ تیر یا کانٹا آسانی سے نکل آئے گا۔ عقق کا گوشت گرم خشک ہے۔

تعبیر

عقق خواب میں ایسے شخص کی دلیل ہے جس میں نہ امانت ہو اور نہ وفاء۔ اگر کوئی شخص اپنے کو عقق سے باتیں کرتے ہوئے دیکھے تو کسی غائب شخص کی خبر سننے کی طرف اشارہ ہے۔ عقق کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کی علامت ہے جو اس نیت سے غلہ خریدے کہ جب گراں ہوگا تو بیچوں گا۔

اَلْعِكْرَمَةُ

العکرمہ: (بکسر العین): عکرمہ کبوتری کو کہتے ہیں عرب میں انسانوں کا نام بھی عکرمہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام کا نام بھی عکرمہ تھا۔ یہ عکرمہ گنجینہ علم تھے جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات ہوئی تو آپ غلام ہی تھے آزاد نہیں ہوئے تھے۔ لہٰذا حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادہ علی نے خالد بن یزید کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ جب عکرمہ کو اپنی فروختگی کا علم ہوا تو آپ نے اپنے آقا علی سے کہا کہ آپ نے اپنے والد کے علم کو چار ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔ یہ سن کر علی بن عبداللہ کو ندامت ہوئی اور خالد سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ خالد نے ان کو واپس کر دیا اس کے بعد علی نے ان کو آزاد کر دیا۔

حضرت عکرمہ اور کثیر عزہ شاعر کی وفات ۱۰۵ھ میں ایک ہی دن منورہ میں ہوئی اور ایک ہی جگہ دونوں کی نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ لوگ کہنے لگے کہ آج سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے شاعر کی وفات ہوگئی۔

ابن خلکان اور دیگر مورخین کا قول ہے کہ کثیر عزہ شعراءِ عرب کا آخری شاعر تھا اور مذہب کیسانیا کا معتقد تھا۔ کیسانیہ روافض کا ایک فرقہ ہے جو محمد ابن علی بن ابی طالب کی امامت کا معتقد ہے۔ اس فرقہ کا کہنا ہے کہ محمد ابن علی جبل رضوی میں مع اپنے چار ہزار ساتھیوں کے مقیم ہیں اور بقید حیات ہیں اور یہ کہ وہ دنیا میں دوبارہ آ کر اس کو عدل سے پر کر دیں گے۔ چنانچہ عزہ شاعر کہتا ہے۔

وسبط لا یذوق الموت حتی تعود الخیل یقدمها اللواء

ایک وہ (محمد بن علی بن ابی طالب) جو موت کا ذائقہ اس وقت تک نہیں چکھے گا جب تک گھوڑے سوار جن کے آگے آگے جھنڈا لہراتا ہوگا۔ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

یغیب فلا یری فیهم زمانا برضوی عنده عسل وماء

وہ ایک زمانہ تک کوہ رضوی میں غائب رہیں گے اور لوگوں کو دکھائی نہیں دیں گے اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے شہد اور پانی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں یہ اشعار حمیری کے ہیں کثیر عزہ کے نہیں ہیں۔ محمد ابن الحنفیہ کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العلامات

ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بلادِ مشرق میں، میں نے بعض اہلِ علم کو یہ فرماتے سنا کہ بحر ہند میں بڑی بڑی پتلی مچھلیاں ہیں جو اطراف و حرکات میں سانپوں سے ملتی جلتی ہیں ان کو علامات کہتے ہیں کیونکہ یہ بلادِ ہند میں داخل ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ سمندر بہت لمبا ہے اور اس کے عبور کرنے میں بسا اوقات بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان مچھلیوں کا دیکھنا ہلاکتوں سے نجات کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔

بعض مفسرین سے منقول ہے کہ ان علامات سے مراد وہ علامات ہیں جو قرآن شریف کی اس آیت ''وَعَلاَمَاتٍ وَّبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ'' میں مذکور ہے۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ان مچھلیوں کو دیکھا ہے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ مچھلیاں جن کو علامات کہتے ہیں بحر ہند میں ہندوستان کے قریب بکثرت پائی جاتی ہیں۔

اَلْعُلُق

(جونک) العلق: (بضم العین واللام) یہ سرخ اور سیاہ رنگ کا ایک دریائی کیڑا ہے جو بدن کو چمٹ جاتا ہے اور خون چوستا ہے۔ یہ حلق کی بیماریوں میں بطور دوا کے استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ انسان کے جسم میں جو خون غالب ہوتا ہے یہ اس کو چوستا ہے۔ حدیث عامرؓ میں ہے۔ ''خیر الدّوءِ العلق و الحجامة'': یعنی جونک اور پچھنے لگوانا بہترین دوا ہے۔

''علق'' وہ درخت ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وادی طویٰ میں آگ جلتی ہوئی دیکھی تھی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک

خاردار درخت ہے جس کو عربی میں (ابتدائی حالت میں) ''عوسج'' اور جب وہ بڑا ہو جاتا ہے تو اس کو ''غرقد'' کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کو شجرۃ الیہود فرمایا گیا ہے۔ قرب قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور آپ یہود سے قتال کریں گے تو جو یہودی اس درخت کی آڑ کو چھپا ہوگا تو وہ بحکم الٰہی پکار کر کہے گا اے مسلم! میرے پیچھے یہ یہودی چھپا ہوا ہے اس کو قتل کر دے۔

ثعلبی نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ان م بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّار وَمَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. یَا مُوْسٰی اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیز الْحَكِیْمُ ط'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور سعید بن جبیر اور حسن بصری کے اقوال نقل کئے ہیں فرماتے ہیں کہ ''بورک'' کے معنی تقدس کے ہیں اور ''بورک من فی النار'' کا ترجمہ ہوا کہ پاک ہے وہ ذات جو آگ میں ہے۔ اس سے حق تعالیٰ نے خود اپنی ذات مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آگ کے اندر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ آگ میں اس طرح موجود تھے جس طرح اجساد بشری آگ کے اندر ہوتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا وجود آگ کے اندر اسی نوعیت کا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو درخت کی ایک جہت سے پکارا اور ان سے کلام فرمایا اور اپنی ربوبیت کا اظہار کیا۔ لہٰذا درخت مذکور اللہ تعالیٰ کلام پاک کا مظہر بن گیا۔ یہ ظہور اسی قسم کا تھا جیسا کہ توریت شریف میں لکھا ہوا ہے کہ حق تعالیٰ طور سینا پر آیا ساعیر پر چمکا اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہوگا۔ یہاں طور سینا پر چلنے سے مراد بعثت موسیٰؑ ہے۔ ساعیر پر چمکنے سے مراد بعثت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور فاران کے پہاڑوں پر بلند ہونے سے مراد بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ فاران سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

کہتے ہیں کہ آیت مذکور میں النار سے مراد حق تعالیٰ کا نور پاک ہے۔ اس نور کو لفظ نار سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ ہی سمجھا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت میں آگ ہی تھی کیونکہ حجاباتِ الٰہیہ میں ایک حجاب نار بھی ہے۔ آیت مذکور میں ''حَوْلَهَا'' سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور ''من حولها'' سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سلطنت مراد لی ہے اور ''بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّار'' میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تحیہ ہے جیسے کہ اس نے فرشتوں کی زبانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ فرشتوں نے کہا تھا ''رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ط اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط'' حق تعالیٰ کا یہ فرمان ''بورک من فی النار'' عرب محاورہ کے مطابق ہے۔ فرشتوں کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تحیہ پہنچانا درحقیقت فرشتوں کے ذریعے سے یہ خود حق تعالیٰ کی تعریف ہے۔ جب بندہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے یا حمد وثناء بیان کرتا ہے تو بندوں کے واسطے سے حق تعالیٰ خود اپنی حمد وثناء بیان کر رہے ہیں اس لئے کہ یہ تمام توفیق اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اگر حق تعالیٰ ذکر وعبادت کی توفیق نہ دیں تو بندہ قطعاً کچھ نہیں کر سکتا۔ تو بندہ کا ذکر کرنا خود حق تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ''لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ'' کہ معاملہ آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ نیز تمام امور حق تعالیٰ کی جانب راجع ہیں۔

رہی یہ بات کہ بندہ کی جانب اس فعل کی نسبت کیوں کی جاتی ہے وہ اس لئے کہ بندہ اس فعل کا کاسب ہے خالق حق تعالیٰ ہیں۔ ''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ'' (اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو) حق تعالیٰ کا قول ''بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّار'' بورک میں چار لغتیں ہیں:

(۱) بارک اللہ لک (۲) بارک اللہ فیک (۳) بارک اللہ علیک (۴) بارکک

شاعر کہتا ہے۔

فبورکت مولودًا و بورکت ناشیا وبورکت عند الشیب اذانت اشیب

جب آپ پیدا ہوئے تو پیدائش بھی باعث برکت تھی' پروان چڑھے تو مبارک انداز میں اور بڑھاپا آیا تو وہ بھی برکات سے لبریز۔

اور رہا حضرت موسیٰ کا درخت سے کلام سننا تو اس میں اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام' حد' جہت اور مکان و زمان سے مستغنی ہے۔ یہ حدوث کی علامتیں ہیں۔ حضرت موسیٰ کا بیان ہے کہ جب انہوں نے درخت سے کلام سنا تو درخت کی طرف سے ہی آواز نہیں آئی بلکہ ہر چہار جانب سے آواز آ رہی تھی۔

فائدہ:۔ اس بارے میں علمائے دین کا اختلاف ہے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب سے ہم کلامی بالواسطہ کی ہے یا بلاواسطہ' حضرت ابن عباسؓ ابن مسعودؓ حضرت جعفر صادقؒ اور ابوالحسنؒ الاشعری اور ایک جماعت متکلمین کی اس طرف گئی ہے کہ یہ ہمکلامی بلاواسطہ ہوئی ہے اور ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔

اسی طرح رویت یعنی دیدار ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ اہلِ بدعت میں اکثر لوگ دنیا و آخرت میں دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں۔ ان کے برخلاف اکثر اہلِ سنت وسلف صالحین اس کے قائل ہیں اور آخرت میں اس کے وقوع پر یقین رکھتے ہیں۔ اس رویت کا حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن مسعود اور سلف کی ایک جماعت نے انکار فرمایا ہے۔ لیکن سلف کی ایک جماعت نے اس کی تصدیق کی ہے اور کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس قول میں حضرت ابن عباسؓ' حضرت ابوذرؓ' کعب الاحبارؒ' حضرت امام حسن بصریؒ' حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ شریک ہیں' وقوع رویت کی ابوالحسن اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے تائید کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمکلامی کے لئے' حضرت ابراہیم علیہ السلام خلت کے لئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلت کے لئے مختص ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے اس معاملہ (رویت) میں خاموشی اختیار کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے انکار یا اثبات پر کوئی دلیل قاطع نہیں ہے۔ لیکن انہوں نے بھی عقلاً اس کے جواز کو تسلیم کیا ہے اور قرطبی وغیرہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت کا وقوع بدلائل عقلیہ ونقلیہ ممکن و جائز ہے۔ دلائل عقلیہ تو علم کلام سے معلوم ہوسکتی ہے اور دلائل نقلیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ سوال ہے جو اس آیت شریفہ میں مذکور ہے "رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ" اس سوال سے تمسک کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا پورا علم تھا کہ رویت الٰہی کا دنیا میں واقع ہونا ممکن اور جائز ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے رویت کا سوال کیا۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ رویت الٰہی کا وقوع دنیا میں ناممکن ہے تو کیسے ایسا لایعنی سوال کرتے اور اگر بالفرض یہ علم نہ ہوتا تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ باوجود اپنے مرتبت کے جس کی انتہا یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہمکلامی سے سرفراز فرمایا (العیاذ باللہ) جاہل تھے کہ ایسے ناممکن الوقوع چیز کے لئے حق تعالیٰ سے سوال کر بیٹھے۔

دوسری دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگانِ مومنین پر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ ان کو آخرت میں اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: "وُجُوۡہٌ" یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ" اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ" اور کتنے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ مومنین آخرت میں اپنے رب کو دیکھنے والے ہوں گے ان کی تیز نظری کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مطابق اللہ کا دیدار ہوا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے انکارِ رؤیت کی دلیل صرف یہ آیت قرآنی ہے "لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ" آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ ان کو پا لیتا ہے۔ یہ آیت عدم رؤیت کے ثبوت میں کافی نہیں ہے اس لئے کہ ادراک اور ابصار میں فرق ہے۔ "لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَار" کے معنی یہ ہوئے کہ آنکھیں اس کو دیکھ تو سکتی ہیں لیکن اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

سعید بن المسیب نے اس آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول "فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰی انا لَمُدْرَکُوْنَ قَالَ کلا" (جب دونوں جماعتیں یعنی بنی اسرائیل اور فرعون کی جماعت نے ایک دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰؑ کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم پکڑے گئے یعنی دشمنوں کے نرغہ میں آ گئے تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا) باوجود رؤیت کے ادراک کی نفی کی گئی ہے۔

فائدہ:۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ط اِقْرَأْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ط عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ یہ قرآن پاک کی سب سے پہلی آیت ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ثابت ہے' اس کے بارے میں مفسرین کا یہ قول ہے کہ " خلق من علق " اور تعلیم بالقلم اور تعلیم مَالَمْ یَعْلَمْ" کے مابین یہ مناسبت ہے کہ انسان کا ادنیٰ مرتبہ اس کا مرتبہ "علق" یعنی جمے ہوئے خون کا لوتھڑا ہونا ہے اور اعلیٰ مرتبہ اس کا عالم ہونا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انسان پر احسان فرمایا کہ اس کو کمترین مرتبہ یعنی علقہ سے نکال کر بلندترین مرتبہ پر پہنچا دیا۔

زمخشریؒ کا کہنا ہے کہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں من علق کیوں کہا گیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو علقۃ واحدۃ ایک خون کے جمے ہوئے لوتھڑے سے پیدا کیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "من نطفة ثم من علقة" (نطفہ سے پھر جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا) تو یہاں علق کی بجائے علقۃ کہنا چاہئے تھا۔ تو علامہ زمخشری نے فرمایا ہے کہ میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ یہاں انسان جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی نظیر سورہ والعصر کی آیت ہے۔ "والعصر ان الانسان لفی خسر" (بے شک انسان خسارے میں ہے)۔

" وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ " اس آیت شریف میں جو اسم تفضیل استعمال کیا گیا ہے یعنی لفظ اکرم کا صیغہ' اس کی وجہ یہ ہے کہ اکرم وہ ذات ہے کہ جس کے اندر تکرم کا مادہ کمال زیادتی کے ساتھ موجود ہو' یہ ذات صرف اللہ پاک کی ہے جو اپنے ناچیز بندوں کو ایسے ایسے انعامات سے نوازتا ہے جس کا احصاء ممکن نہیں ہے اور ساتھ ہی وہ حلیم بھی ہے کیونکہ وہ اپنے گنہگار بندوں کو باوجود ان کے کفر اور ارتکابِ جرائم پر جلدی سے سزا دینے کے لئے نہیں پکڑتا بلکہ اگر وہ تائب ہو جائیں تو ان کے جملہ معاصی پر قلم عفو پھیر دیتا ہے۔ لہٰذا اس کے حلم و کرم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرم ہوگا کہ اس نے انسان کو جہل کی تاریکی سے نکال کر علم کی روشنی میں لا کھڑا کیا۔

" عَلَّمَ بِالْقَلَمِ " میں فضیلت کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کتابت نہ ہوتی تو علوم' اخبار اور مجلات ہم تک کیسے پہنچ پاتے اور امورِ دین و دنیا کیسے قائم رہتے۔ کیونکہ قرآن پاک اور کتب احادیث سے افادہ کتابت ہی کے ذریعہ ہے۔

فائدہ:۔ شیخ الاسلام شیخ تقی الدین سبکی سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے آپ کی صغر سنی میں جو سیاہ حصہ نکالا گیا تھا اور نکالنے کے بعد فرشتہ نے کہا تھا کہ یہ آپ کی جانب سے شیطان کا حصہ ہے اس کی وجہ کیا تھی؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ ہر بشر کے دل میں پیدا کرتا ہے۔ اس کا خاصہ ہے کہ شیطان انسان کے قلب میں جو وساوس پیدا کرتا ہے ان کو یہ

قبول کر لیتا ہے۔ یہ حصہ آپؐ کے قلب اطہر سے نکال دیا گیا۔لہٰذا اس کے اندر شیطانی وساوس کی قبولیت کی کوئی جگہ نہ رہی۔اس طرح آپؐ کی ذات شریف میں شیطان کے لئے کوئی حصہ نہ رہا۔اس سلسلہ میں پھر شیخ سے یہ پوچھا گیا کہ آپؐ کی ذات شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز پیدا ہی کیوں کی تھی؟ کہ بعد کو اس کے نکالنے کی ضرورت پڑی۔حق تعالیٰ شانہ میں یہ بھی قدرت تھی کہ آپ کو بغیر اس حصہ کے پیدا فرما دیتا۔اس کا جواب شیخ الاسلام نے یہ دیا کہ وہ حصہ جملہ اعضاء انسانی کا ایک جزو ہے۔بغیر اس کے انسان کی خلقت پوری نہیں ہوتی اور اس کا آپ کے قلب اطہر سے نکال دینے میں کرامت ربانیہ کا ظہور ہے۔

جونک کا شرعی حکم

جونک کا کھانا حرام ہے لیکن اس کی بیع جائز ہے کیونکہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

ضرب الامثال

''اعلق من علق'' چڑچڑے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(فلاں جوں سے بھی زیادہ چڑ چڑا ہے)

طبی خواص

جن لوگوں کی ترکیب اعضاء ضعیف ہوتی ہے ان کے اعضاء (مثلاً گوشت اور وہ مقامات جہاں درد ہو) میں جونک لگانے سے نفع ہوتا ہے کیونکہ یہ پچھنوں کے قائم مقام ہو کر فاسد خون کو چوس لیتی ہے۔بالخصوص بچوں' عورتوں اور آرام طلب لوگوں کو اس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پانی مثلاً کنوئیں وغیرہ میں جونک پیدا ہو جاتی ہے اور پانی کے ساتھ انسان اس کو پی جاتا ہے تو وہ حلق مین چمٹ جاتی ہے۔اس کے خارج کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ حلق میں لومڑی کے ریشم کی دھونی دی جائے۔دھواں حلق میں پہنچتے ہی یہ گر پڑے گی۔اونٹ کے کھر کی دھونی دینے سے بھی یہ مر جاتی ہے ار یہ دونوں ترکیب مجرب ہیں۔

قزوینیؒ اور صاحب الذخیرہ الحمیدہ کا قول ہے کہ اگر جونک تالو میں چمٹ جائے تو شراب کے سرکہ میں باقلا کے اندر کی مکھی بقدر ایک درہم حل کر کے غرغرہ کیا جائے تو جونک تالو سے الگ ہو جائے گی۔اگر کسی خاص جگہ کا خون نکلوانا مقصود ہو تو جونک کو مٹی کے غلہ میں لپیٹ کر اس جگہ لگا دی جائے تو وہ جونک خود چپک جائے گی اور خون چوسنے لگے گی اور اگر چھڑانا ہو تو اس پر نمک کا پانی چھڑک دیا جائے تو فوراً گر پڑے گی۔

صاحب عین الخواص کا بیان ہے کہ اگر جونک کو سایہ میں سکھا کر نوشادر کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کو داء الثعلب پر ملا جائے تو بال نکل آئیں گے۔کسی دوسرے حکیم کا قول ہے کہ اگر گھر میں جونک کی دھونی دی جائے تو وہاں سے کھٹل اور بچھو وغیرہ بھاگ جائیں گے۔

اگر جونک کو کسی شیشی میں رکھ کر چھوڑ دیا جائے اور جب وہ مر جائے تو اس کو نکال کر باریک پیس لیا جائے اور جس جگہ کے بال اکھاڑنے مقصود ہوں وہاں کے بال اکھاڑ کر اس جگہ اس کو ملا جائے تو پھر اس جگہ کبھی بال نہ آئیں گے۔

جونک کے جس خاصہ کا تجربہ کیا گیا اور اس کو نافع پایا وہ یہ ہے کہ ایک بڑی جونک جو اکثر ندیوں میں ہوتی ہے' لے لی جائے اور اس کو عمدہ قسم کے تیل میں تلا جائے اور پھر اس کو سرکہ میں پیس لیا جائے اور اس قدر پیسا جائے کہ وہ مثل مرہم کے ہو جائے۔اس مرہم کا پھایہ بنا کر بواسیر پر لگایا جائے تو آرام ہو جائے گا بلکہ بالکل جاتی رہے گی۔

جونک کے خواص عجیبہ میں ایک یہ ہے کہ اگر شیشہ کی دکان میں دھونی دی جائے تو دوکان میں جس قدر شیشے ہوں گے سب ٹوٹ

جائیں گے۔ اگر تازہ جونک پکڑ کر احلیل پر مل دی جائے تو بلا درد کے احلیل (ذکر کا سوراخ) بڑا ہو جائے گا۔

تعبیر

جونک کو خواب میں دیکھنا بمنزلہ کیڑوں کے ہے جو بقول'' خلق الانسان من علق ''اولاد کی نشانی ہے۔ اگر کوئی شخص خواب دیکھے کہ اس کی ناک یا ذکر یا دبر سے کوئی خونی کیچوا نکل پڑا ہے تو یہ اسقاطِ حمل کی علامت ہے۔

ایک شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا خلیفۃ الرسول میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک تھیلی ہے اور میں نیا س تھیلی کو الٹ دیا تو اس میں از قسم درہم جو کچھ تھا سب باہر ہو گیا۔ اس کے بعد اس میں سے ایک 'علق''یعنی جونک نکل پڑی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تُو میرے پاس سے فوراً چلا جا۔ چنانچہ وہ چلا گیا اور ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ کسی جانور نے اس کو سینگ مار کر ہلاک کر ڈالا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ بخدا میں نے اس وجہ سے اسے اپنے پاس سے نکال دیا تھا کہ تا کہ وہ میرے سامنے نہ مرے۔ کیونکہ تھیلی بمنزلہ قالب انسان تھی اور اس کے اندر جو درہم تھے وہ اس کے سالِ حیات تھے اور وہ جونک جو بعد نکلی وہ اس کی روح تھی۔

''العناق''

العناق : بکری کے مادہ بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''اعنق''اور''عنوق'' آتی ہے۔ اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ یمن کی سڑک پر جا رہا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک لڑکا کھڑا ہوا مجھے ملا۔ اس نے اپنے دونوں کانوں میں بندے پہنے ہوئے تھے۔ جن میں جواہرات کے نگینے جڑے ہوئے تھے جن کی چمک سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور وہ سڑک کے کنارے کھڑا ہوا حق تعالیٰ کی حمد وثناء پر مشتمل اشعار پڑھ رہا تھا۔ میں لڑکے کے پاس آیا اور اس کو سلام کیا۔ مگر اس نے سلام کا جواب دینے کے بجائے کہا کہ میں اس وقت تک آپ کے سلام کا جواب نہیں دوں گا جب تک کہ آپ میرا حق جو آپ پر واجب ہے ادا نہ کریں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا حق ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ایک لڑکا ہوں اور مہمان نوازی میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ہم مشرب ہوں۔ جب تک میں ایک یا دو میل نہیں چل لیتا اس وقت تک میں صبح وشام کا کھانا نہیں کھاتا میرا روزانہ کا یہی معمول ہے۔ یہ سن کر میں (اصمعی) نے اس کی دعوت قبول کر لی۔ وہ بہت خوش ہوا اور مجھ کو ساتھ لے کر چلا چلتے چلتے ہم ایک خیمہ پر پہنچے۔ لڑکے نے کھڑے ہو کر اپنی بہن کو آواز دی۔ اس نے گریہ آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ بھائی بولا کہ مہمان کی ضیافت کا انتظام کرو۔ لڑکی نے جواب دیا کہ پہلے میں نماز شکرانہ تو ادا کر لوں؟ کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے ہمارے یہاں مہمان بھیج دیا۔ چنانچہ اس نے دو رکعت نماز شکرانہ پڑھی۔ لڑکے نے مجھے خیمہ کے اندر لے جا کر بٹھا دیا۔ پھر وہ چھری لے کر عناق (بکری کے بچہ کے پاس) پہنچا اور اس کو ذبح کیا۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب میں خیمہ کے اندر جا کر بیٹھا تو میری نگاہ اس لڑکی پر پڑی تو معلوم ہوا کہ وہ نہایت حسین وجمیل ہے۔ میں بار بار نگاہیں چرا کر اس کو دیکھ رہا تھا۔ لڑکی کو بھی میری اس حرکت کا احساس ہو گیا تو مجھ سے اس نے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ دزدیدہ نظری (آنکھیں چرا کر دیکھنا) چھوڑ دیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آنکھوں کا زنا کسی غیر محرم عورت کو گھور گھور کر دیکھنا ہے۔ لیکن اس سے میرا مقصد تو بیخ نہیں ہے بلکہ تادیب ہے پھر ایسا ہرگز نہ کریں۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب سونے کا وقت آیا تو میں اور لڑکا خیمہ کے اندر سوئے اور لڑکی بھی اندر رہی۔ میں نے رات بھر نہایت عمدہ اور

دل کش لہجے میں قرآن پاک کی تلاوت سنی۔ اس کے بعد نہایت والہانہ لہجہ میں یہ اشعار پڑھنے کی آواز سنائی دی۔

ابی الحب ان یخفی و کم قد کتمته فاصبح عندی قد اناخ وطبنا

محبت پوشیدہ رہنے سے انکار کرتی ہے حالانکہ میں نے کتنی بار اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی مگر وہ ظاہر ہوئے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ وہ میرے پاس اس طرح آئی کہ اس نے مجھ کو اپنی خوابگاہ بنالیا اور میرے پاس اپنا ڈیرہ ڈال دیا۔

اذا اشتد شوقی هام قلبی یذکره وان رمت قربا من حبیبی تقربا

جب میرا شوق حد سے بڑھ گیا تو میرے دل نے اس کو یاد کرنے کا ارادہ کیا اور جب میں نے اس کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا تو وہ میرے پاس آ گیا۔

ویبدو فافنی ثم احیا بذکره ویسعدنی حتی الذ واطربا

اور وہ ظاہر ہوتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں پھر اس کو یاد کر کے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہ میرا اس قدر ساتھ دیتا ہے کہ مجھ کو اس کی محبت میں لذت اور طرب حاصل ہوتی ہے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے پوچھا کہ یہ کس کی آواز تھی؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ میری بہن کی آواز تھی۔ روزانہ رات کو اس کا یہی مشغلہ رہتا ہے۔ میں نے لڑکے سے کہا کہ بمقابلہ اپنی بہن کے تم اس شب بیداری کے زیادہ مستحق تھے کیونکہ تم مرد اور وہ عورت ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ توفیق اور تقرب سب اسی کی طرف سے ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد میں نے ان دونوں سے رخصت ہو کر اپنا راستہ لیا۔

شرعی حکم

شیخین وغیرہ نے حضرت براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ جس شخص نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری جیسی قربانی کی اس کی قربانی درست ہے اور جس نے نماز سے پہلے ہی قربانی کر لی اس کی قربانی درست نہیں ہوئی۔ اس پر ابو بردہ بن نیارؓ نے جو حضرت براء بن عازب کے ماموں تھے' عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو یہ سمجھ کر کہ آج کھانے پینے کا دن ہے اپنی بکری نماز سے پہلے ہی ذبح کر لی۔ میں نے یہ اچھا سمجھا کہ سب سے پہلے میری ہی بکری میرے گھر میں قربانی ہوا اور نماز سے پہلے میں نے اس کے گوشت سے ناشتہ بھی کر لیا۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری بکری کھانے کی بکری ہوئی قربانی کی نہیں ہوئی۔

ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک عناق (بکری کا بچہ) ہے جو مجھ کو دوسری بکریوں سے زیادہ محبوب ہے کیا یہ میری جانب سے قربانی کے لئے کافی ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مگر تیرے بعد یہ کسی کے لئے کفایت نہیں کرے گا۔

حاکم نے باسناد صحیح اور ابو عمر بن عبدالبر نے استیعاب میں قیس بن نعمان سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ پوشیدہ طور پر جا رہے تھے ایک غلام کے پاس سے گزرے جو بکریاں چرا رہا تھا اس سے آپ نے دودھ طلب فرمایا۔ اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی دودھ کی بکری نہیں ہے البتہ ایک عناق (جوان ہونے کے قریب) ہے جو شروع جاڑوں میں بلا حمل دودھ دیتی تھی مگر اب وہ بھی خالی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عناق (پٹھیا) کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ وہ لایا۔ آپؐ نے اس کے پاؤں باندھ کر اس کے تھنوں کو سہلایا' سہلاتے ہی دودھ اتر

آیا۔ حضرت ابوبکرؓ ایک پیالہ نما پتھر ڈھونڈ لائے۔ آپ نے اس میں دودھ دوہا۔ پھر آپؐ نے وہ دودھ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو پلا دیا۔ پھر دوبارہ اس چرواہے کو پلایا اور پھر آخر میں آپؐ نے پیا۔

چرواہے نے جب یہ معجزہ دیکھا تو کہنے لگا سچ بتایئے آپ کون ہیں؟ میں نے آج تک آپ جیسا نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر تم کو اپنا نام بتا سکتا ہوں کہ تم کسی کو میرا پتہ نہ دو۔ اس نے کہا کہ میں کسی سے نہ کہوں گا۔ یہ وعدہ لے کر آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول محمدؐ ہوں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ نبی ہیں اور سچا دین لے کر آئے ہیں اور میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی نہیں مگر جب تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ میرا غلبہ ہو گیا ہے تو میرے پاس چلے آنا۔ اھ

ابوداؤد' ترمذی' نسائی اور حاکم رحمہم اللہ اجمعین نے عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ مرثد ابن ابی مرثد نامی ایک شخص تھا اس کا کام یہ تھا کہ وہ قیدیوں کو مکہ سے مدینہ لے جایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک بدچلن عورت تھی جس کو عناق کہتے تھے۔ اس عورت کا مرثد سے یارانہ تھا۔ مرثد نے مکہ کے ایک قیدی سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میں تجھ کو آ کر لے جاؤں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حسب وعدہ آیا اور مکہ مکرمہ کی ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ رات کا وقت تھا اور چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق نامی اس عورت کا ادھر سے گزر ہوا۔ اس نے دیوار کی ایک جانب سے میرا سایہ دیکھا۔ جب وہ میرے بالکل قریب پہنچ گئی تو مجھ کو پہچان کر کہنے لگی کہ کیا تو مرثد ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں میں مرثد ہوں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ تم آج رات ہمارے پاس سونا۔ میں نے کہا کہ اے عناق! اسلام نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ جل گئی اور چیخ چیخ کر کہنے لگی کہ اے اہل خیمہ یہ شخص تمہارے قیدی کو چرا کر یہاں سے لے جاتا ہے۔ یہ سن کر آٹھ آدمی میری طرف مجھے پکڑنے کے لئے دوڑے۔ میں ایک گمنام راستے کو بھاگ کھڑا ہوا اور ایک غار میں جا چھپا۔ میرے متلاشی بھی غار تک پہنچ گئے اور غار کے کنارے بیٹھ کر انہوں نے پیشاب کیا جو سب میرے سر پر گرا مگر ان کو میرا سراغ نہ ملا اور وہ ناکام واپس گئے اس کے بعد میں مکہ واپس گیا اور اپنے اسی قیدی کے پاس پہنچا جس سے وعدہ کر چکا تھا وہ بہت بھاری شخص تھا مگر میں جوں توں کر کے اس کو باہر لایا اور اس کی بیڑیاں کھول دیں اور اس طرح ہم دونوں مدینہ منورہ آ گئے اور میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر اور سب ماجرا بیان کیا۔

پھر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں عناق سے نکاح کر سکتا ہوں' آپؐ یہ سن کر خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد یہ آیت شریف نازل ہوئی:

"اَلزَّانِیُ لاَ یَنْکِحُ اِلاَّ زَانِیَةً اَوْمُشْرِکَةً وَّالزَّنِیَةُ لاَ یَنْکِحُهَا اِلاَّ زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ط"

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم پڑھ کر سنا دیا۔

اس حکم کے متعلق خطابی کہتے ہیں کہ یہ خاص اس عورت سے متعلق ہے عام نہیں ہے لیکن مسلمان زانیہ کے ساتھ عقد صحیح ہے اور فسخ نہیں ہوگا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بقول عکرمہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ زانی کا ارادہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ وہ زانیہ سے نکاح کرے۔ لیکن سعید بن المسیب کا قول یہ ہے کہ یہ آیت "وَاَنْکِحُوْا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ" سے منسوخ کی گئی ہے۔

العنبر

(بڑی مچھلی) اعنبر:: یہ ایک بہت بڑی مچھلی ہوتی ہے جو عام طور پر سمندر میں پائی جاتی ہے۔اس کی کھال کی ڈھالیں بنائی جاتی ہیں اوران کوبھی عنبر کہتے ہیں۔

امام بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو زیر امارت حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح قافلہ قریش سے تعرض کرنے کے لئے روانہ فرمایااور ایک بوری کھجوروں کی بطور زادراہ مرحمت فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے علاوہ اور کچھ بھی دینے کو نہ تھا۔حضرت ابوعبیدہؓ ہم کوصرف ایک کھجور فی کس کھانے کو دیتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اس کھجور کے دانوں کو بچوں کی طرح چوستے اوراوپر پانی پی لیتے تھےاسی طرح چودہ دن گزاردیئے تھے۔اس کے علاوہ جب بہت بھوک لگتی تو اپنی لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑ کراور پانی میں ان کوبھگوکر کھالیتے تھے۔ جب ہم ساحل سمندر پر پہنچےتو ہم نے سمندر کے کنارے پرکوئی چیز مثل ایک اونچے ٹیلے کے پڑی ہوئی دیکھی۔ چنانچہ ہم اس کے قریب گئےتو دیکھا کہ وہ ایک عنبر ماہی ہے۔

حضرت عبیدہؓ نے اس کو دیکھ کرفرمایا کہ یہ مردہ ہے۔پھر کچھ سوچ کرفرمایا کہ چونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کےفرستادہ ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نکلے ہیں اورتم لوگ بھوک سے بے قرار بھی ہولہٰذاتم اس کوکھاؤ۔راوی فرماتے ہیں کہ ہم تعداد میں تین سوافراد تھےاور ہم نے پورے ایک مہینہ تک اس مچھلی سے پیٹ بھرااوراس کانتیجہ یہ نکلاکہ ہم بھوک کی وجہ سے جولاغراور کمزورہو گئے تھےاس کے گوشت کی وجہ سے ایک ماہ میں کافی طاقت ورہو گئےاور ہم کو یہ مچھلی نہ ملتی تو ہم میں ہرگز قوت وتازگی نہ آتی۔

مذکورہ راوی ہی فرماتے ہیں کہ اس عنبر ماہی (مچھلی) کا آنکھ کا حلقہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کےاندر تیرہ آدمی بافراغت بیٹھ گئے تھےاور اس کی ایک پسلی اتنی بڑی تھی کہ جب اس کو کھڑا کیا گیاتو اس کے نیچے سے ایک قدآوراونٹ معہ سواریوں کےنکل جاتا تھا۔

کہتے ہیں کہ عنبر دریا سے نکلتا ہے۔دریا کے بعض جانوراس کوچکنائی کی وجہ سے کھالیتے ہیں اور پھراس کو پیٹ سے خارج کردیتے ہیں جوایک بڑے پتھر کی صورت میں سطح آب پر تیرتا رہتا ہےاورلہریں اس کوساحل تک پہنچادیتی ہیں۔ابن سیدہ کہتے ہیں کہ عنبر دریا سے برآمد ہوتا ہےاور یہ زیادہ تران مچھلیوں کے شکم میں پایاجاتا ہے جواس کوکھا کر مرجاتی ہیں۔

بعض کاقول ہے کہ عنبر دریا سے انسانی کھوپڑیوں کی شکل میں نکلتا ہے۔اس کے بڑے بڑے ٹکڑے کاوزن ایک ہزار مثقال پایا گیا ہے۔مچھلیاں اس کوبہت کھاتی ہیں اور کھا کر مرجاتی ہیں اور جو جانوراس کوکھاتا ہے اہلِ عرب اس جانورکوبھی عنبر کہتے ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ اس نے ایک بحری سفر کیا۔بادِمخالف کے سبب سے ہماری کشتی ایک غیر معروف جزیرہ پر پہنچ گئی اہلِ کشتی جزیرہ پراتر پڑے۔میں بھی کشتی سے اتر گیااور میں نے وہاں پر چند درخت ایسے دیکھے جوبکریوں کی گردن کے مشابہ تھےاوران پر پھل بھی آرہے تھے۔کچھ دیر بعد تیز ہوا کے چلنے کی وجہ سےان درختوں کے پھل سمندر میں جاپڑے۔راوی کہتے ہیں کہ جیسے ہی یہ پھل سمندر میں گرتے ہیں ایسے ہی مچھلیاں اور دیگر آبی جانوران پھلوں کونگل جاتے ہیں اور چونکہ یہ پھل انتہائی گرم ہوتے ہیں اس لئے ان کو کھا کر مچھلیاں اور دیگر آبی جانور مرجاتے ہیں۔کیونکہ ان سے اس کی گرمی برداشت نہیں ہوتی اوراکثران میں سے مرجاتے ہیں۔ان ہی جانوروں میں سے جب کوئی جانور یا مچھلی کسی شکاری کے ہاتھ لگ جاتی ہےاوروہ اس

کے شکم میں عنبر دیکھتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ عنبر اسی مچھلی کی پیداوار ہے حالانکہ وہ ایک درخت کا پھل ہے۔

طبی خواص

(مختار ابن عبدون کا قول ہے کہ عنبر گرم خشک ہے مگر اتنا گرم نہیں ہے کہ جتنا خشک ہوتا ہے۔ اس کی بہترین قسم وہ ہے جو اشہب کہلاتی ہے۔ اس قسم میں چکنائی کم ہوتی ہے۔ عنبر مقوی قلب و دماغ ہے۔ فالج اور لقوہ میں نافع ہے اور شجاعت پیدا کرتا ہے مگر ان لوگوں کو جو بواسیر میں مبتلا ہوں ان کے لئے مضر ہے۔ لیکن اس کی مضرت کافور اور کھیرا سونگھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ سرد تر مزاج والوں اور بوڑھوں کو اس کا استعمال موافق آتا ہے۔ موسم سرما میں اس کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عنبر کسی جانور کا گوبر ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سمندر کا کوڑا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العندلیب

عندلیب بلبل کو کہتے ہیں چونکہ اس کی آواز میں اعتدال ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوسعید المویدبن محمد الاندلسی کا قول ہے:۔

وطنبور ملیح الشکل یحکی بنغمة الفصیحة عندلیبا

طنبورہ جو دیکھنے میں اچھی شکل کا ہے اور بجنے میں اس کا نغمہ فصیحہ بلبل کے نغمہ کے مشابہ ہے۔

ردی لما ذوی نغماً فصاحاً حواها فی تقلبه قضیبا

جب وہ خوش آوازی کے ساتھ بجتا ہے تو وہ گانے والی کی آواز کو دہراتا ہے اور وہ آواز لکڑیوں کے لوٹ پوٹ کرنے سے نکلتی ہے۔

کذامن عاشر علماء طفلا یکون اذانشا شیخا ادیبا

اسی طرح وہ شخص جو بچپن سے علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے بڑا بوڑھا ہو کر ان جیسا ہو جاتا ہے۔

اُحِبُّ العذول لتکراره حدیث حبیب علٰی مسمعی

میں حلاوت گرکو اس وجہ سے محبوب رکھتا ہوں کہ وہ میرے حبیب کا ذکر بار بار میرے کانوں کو سناتا رہتا ہے۔

واهوی الرقیب لان الرقیب یکون اذا کان حبی معی

اور رقیب سے بھی مجھ کو محبت ہے کیونکہ وہ اس وقت رقیب بنتا ہے جب میرا محبوب میرے پاس ہوتا ہے۔

ابوسعید المویدکی وفات ۵۵۷ء میں ہوئی۔

شرعی حکم

بلبل حلال ہے اس لئے کہ یہ طیبات میں سے ہے۔

تعبیر

خواب میں اس کا دیکھنا ولدذکی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العندل

اس سے مراد بڑے سر والا اونٹ ہے۔ اس میں مذکر و مؤنث یکساں ہوتے ہیں۔

العنز

(بکری)العنز: بکری کو کہا جاتا ہے۔

حدیث میں تذکرہ:

"بخاری وابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ منیحۃ العنز ہے یعنی بکری کو دودھ پینے کے لئے کسی کو دے ڈالنا اور جو شخص ان میں سے کسی پر بھی عمل کرے گا اور اس پر حصولِ ثواب کی امید رکھے گا اور جو کچھ کہ اس کے بارے میں وعدہ کیا گیا ہے اس کی تصدیق کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے"۔

حسان بن عطیہ جنہوں نے ابوکبشہ سے احادیث روایت کی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (حدیث مذکورہ میں ذکر کی گئی) ان چالیس خصائل کا شمار کرنے کی کوشش کی تو ہم نے منیحۃ العنز کو چھوڑ کر یہ شمار کیں:۔

(۱) سلام کا جواب دینا (۲) اگر چھینکنے والا الحمدللہ کہے تو یرحمک اللہ سے اس کا جواب دینا (۳) راستہ میں سے کسی تکلیف وہ چیز کو ہٹا دینا وغیرہ وغیرہ۔ مگر باوجود کوشش کے ہم پندرہ سے زیادہ شمار نہ کر سکے۔

ابن بطال فرماتے ہیں کہ اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ۳۹ خصائل کا ذکر نہیں کیا مگر اس میں شک نہیں ہے کہ آپ کو لامحالہ ان کا علم تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص مصلحت سے صراحتاً بیان نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم یہ مصلحت ہو کہ اگر ان خصائل کی تعیین وتصریح کر دی جاتی تو دیگر خصائل از قسم معروف جو تعداد میں بے شمار ہیں اور جن کی تعمیل میں آپ نے بے حد تاکید فرمائی ہے لوگوں کے دلوں میں ان سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی۔

ابن بطال مزید فرماتے ہیں کہ ہمارے معاصرین نے احادیث سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر یہ خصائل نکالیں تو ان کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ پائی۔

صاحب ترغیب وترہیب نے قضاء حوائج المسلمین کے باب میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر اپنے بھائی مسلمان کے تیس حق ہیں جن کو تاوقتیکہ ادا یا معاف نہ کر دیئے جائیں خلاصی نہیں مل سکتی۔ وہ حقوق یہ ہیں:۔

(۱) اپنے بھائی کی لغزشوں کو معاف کرنا (۲) اشکباری پر رحم کرنا (۳) شرمگاہ کو ڈھانپنا یعنی اگر کوئی ننگا ہو تو اس کو کپڑا وغیرہ دینا (۴) معذرت کو قبول (۵) غیبت کی تردید کرنا (۶) ہمیشہ خیر خواہی کرنا (۷) دوستی کی نگہداشت کرنا (۸) ذمہ داری کی رعایت کرنا (۹) میت میں شرکت کرنا (۱۰) دعوت کو قبول کرنا (۱۱) سلوک کا بدلہ دینا (۱۲) انعام پر شکریہ ادا کرنا (۱۳) اچھی طرح مدد کرنا (۱۴) عورت کی حفاظت کرنا (۱۵) ضرورت کو پورا کرنا (۱۶) سوال کے وقت سفارش کرنا (۱۷) سفارش قبول کرنا (۱۸) اس کے مقصد کو ناکام نہ کرنا (۱۹) چھینک پر الحمدللہ کا یرحمک اللہ سے جواب دینا (۲۰) کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرنا (۲۱) سلام کا جواب دینا (۲۲) کلام سے خوش ہونا (۲۳) داد ودہش میں زیادتی کرنا (۲۴) اس کی قسموں کی تصدیق کرنا (۲۵) ظالم ومظلوم ہونے کی حالت میں مدد کرنا۔ یعنی اگر وہ ظالم ہے تو اس کو ظلم کرنے سے باز رکھنا اور اگر وہ مظلوم ہے تو اس کا حق دلانے کی سعی کرنا (۲۶) دوستی کرنا دشمنی سے گریز کرنا (۲۷)

دھوکہ نہ دینا (۲۸) جو چیز اپنے لئے پسند ہو وہ دوسرے کے لئے بھی پسند کرنا اور جو خود کو ناپسند ہو اس کو دوسرے کے لئے بھی ناپسندیدہ سمجھنا

اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر ان میں سے کوئی بھی حق ادا نہ کیا گیا تو قیامت میں اس کا مطالبہ ہوگا حتی کہ چھینک کا جواب نہ دیا تو اس کی بھی باز پرس ہوگی۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی نے کتاب الدعوات میں سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کی ہے کہ:۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ فاقہ سے تھے آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرؓ اسے کہا کہ اگر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتیں تو اچھا تھا۔ چنانچہ حضرت فاطمہؓ تشریف لے گئیں۔ اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن کے یہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے دروازہ پر دستک دی آپ نے ام ایمن سے کہا کہ دستک تو فاطمہؓ کی معلوم ہوتی ہے اور وہ ایسے وقت آئی ہے کہ ان کی عادت اس وقت آنے کی نہیں تھی، جاؤ دروازہ کھول دو۔ چنانچہ ام ایمن نے دروازہ کھول دیا۔ جب اندر پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہؓ! اس وقت تو تمہارے آنے کی عادت نہیں تھی کیا بات ہے؟ فاطمہؓ نے عرض کیا (ایک بات معلوم کرنے آئی ہوں) کہ ان فرشتوں کی خوراک تو حق تعالیٰ کی تسبیح، تحمید وتقدیس ہے اور ہماری خوراک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھ کو دین حق دے کر بھیجا تمیں دن سے آل محمدؐ (ازواج مطہرات) کے گھروں میں آگ نہیں جلی۔ میرے پاس کچھ عنز یعنی بکریاں آئی ہیں اگر تم چاہو تو ان میں سے پانچ بکریاں تم کو دے سکتا ہوں یا اگر چاہو تو تم کو پانچ ایسے کلمات سکھادوں جو ابھی ابھی جبرئیل امین میرے پاس لے کر آئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ آپؐ مجھ کو وہ پانچ کلمے ہی سکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو:

''یا اول الاولین و یا اٰخر الاخرین ویا ذو القوۃ المتین و یاراحم المساکین و یا ارحم الراحمین''۔

یہ دعا یاد کر کے حضرت فاطمہؓ گھر تشریف لے آئیں اور حضرت علیؓ سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے دنیا کمانے گئی تھی اور آخرت لے کر واپس آئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ دن آپ کے لئے سب دنوں سے بہتر ہے''۔

حافظ ابالفضل محمد بن طاہر کی کتاب صفوۃ التصوف میں روایت ہے کہ:

''حضرت جابر بن عبداللہؓ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے جابر! گیارہ بکریاں جو گھر میں ہیں وہ تم کو زیادہ محبوب ہیں یا وہ کلمات جو جبریلؑ نے ابھی مجھ کو سکھائے ہیں اور جن میں تمہارے لئے دنیا وآخرت کی بھلائی جمع ہے۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! بخدا میں ان کلمات کا زیادہ حاجت مند ہوں آپ مجھ کو سکھلا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پڑھا کرو:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلاق عظیم اللّٰھم انک غفور حلیم اِنَّک تواب الرحیم اللّٰھم انک رب العرش العظیم اللّٰھم انک الجواد الکریم اغفرلی وارحمنی واجبرنی ووفقنی وارزقنی واھدنی ونجنی وعافنی واسترنی ولا تضلنی وادخلنی الجنۃ برحمتک یا ارحم الراحمین''۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس دعا کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ میں نے اس دعا کو حفظ کر لیا۔ پھر فرمایا کہ اے جابر! اپنے بعد اس دعا کی دوسروں کو بھی تعلیم دینا اور اس کو حفاظت سے اپنے پاس رکھنا چنانچہ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔

تفسیر قشیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ کو لے کر مکہ شریف لے جارہے تھے تو آپ کا عمالقہ کی ایک قوم پر گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت اسماعیل کو دس بکریاں نذرانہ میں دیں۔ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جتنی بکریاں ہیں وہ سب انہی دس بکریوں کی نسل سے ہیں۔ اسی طرح مکہ کے حرم شریف کے جتنے کبوتر ہیں وہ کبوتر کے اس جوڑے کی نسل سے ہیں جنہوں نے بوقتِ ہجرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی غرض سے بحکم الٰہی غارِ ثور پر انڈے دیئے تھے۔

فائدہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمانِ ذی شان ہے جو بطور ضرب المثل عرب میں چلا آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ "**لا ینتطح فیھا عنزان**" یعنی مکہ شریف میں دو بکریاں سینگ نہیں ماریں گی۔ اس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ مکہ مکرمہ میں بنی امیہ کے خاندان میں ایک عورت تھی جس کا نام عصماء بنت مروان تھا۔ اس عورت کا یہ دستور تھا کہ یہ لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتی تھی اور بہت اذیت پہنچاتی تھی اور مسلمانوں کی ہجو میں اشعار کہتی تھی۔ حضرت عمیرؓ بن عدی نے نذر مانی کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے صحیح و سالم واپس آ گئے تو میں اس عورت کو قتل کر ڈالوں گا۔ چنانچہ جب آپؐ غزوۂ بدر سے فاتحانہ واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر نے آدھی رات کے وقت اس عورت پر تلوار کا وار کیا اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صبح کی نماز ادا کی۔

جب حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر اپنی نشست گاہ پر جانے لگے تو آپؐ نے حضرت عمیرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے عصماء کو مار ڈالا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں! پھر پوچھنے لگے کہ اس میں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟ اس وقت آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ الفاظ نکلے "**لاینتطع فیھا عنزان**" اس کا مطلب یہ تھا کہ مکہ شریف میں اب کوئی ایسی عورت نہ ہوگی جو مسلمانوں کو اذیت پہنچائے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلام موجز و بدیع اور لاثانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے ایسا کلام نہیں کیا۔ علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند کلمات اسی قسم کے اور ہیں جو بطور ضرب المثل استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً "**حمی الوطیس**" (تنور گرم ہو گیا) یعنی لڑائی سخت ہوگئی۔ "**وما تحتف انفہٖ**" (ناک کی راہ دم نکل کر مر گیا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی شخص لڑائی میں نہ مرے بلکہ بستر پر پڑے پڑے اس کا دم نکل جائے۔ "**ولا یلدغ المومن من جحر مرتین**" (مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا)۔ یعنی مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ دھوکہ کھا کر دوسری مرتبہ کسی کے دھوکہ میں نہیں آتا۔ "**یاخیل اللّٰہ ارکبی**" (اے اللہ کے سوارو! سوار ہو جا) یہ کلمات بھی آپ نے کسی موقعہ پر فرمائے تھے "**الولد للفراش**" (جس کا بستر اسی کا لڑکا) اگر شوہر کی عدم موجودگی میں کسی عورت کے بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ شوہر ہی کا سمجھا جائے گا تاوقتیکہ وہ انکار نہ کرے۔ انکار کرنے پر لعان کا حکم دیا جائے گا "**وللعاھر الحجر**" (یہ زانیہ عورت کا حکم ہے کہ اس کو سنگسار کر دیا جائے) "**الحرب خدعۃ**" (یعنی جہاد کی حالت میں دشمن کو فریب دینا درست ہے) ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کلمات ہیں جو بطور ضرب المثل استعمال ہوتے ہیں۔

شرعی حکم

بکری کا گوشت حلال ہے اور کوئی محرم احرام کی حالت میں اس کو قتل کر دے تو اسے اس کے فدیہ میں ہرن کا بچہ دینا ہوگا۔ باب العین میں الغزال ہرن کے بچے کی تفصیل بیان ہوگی۔

طبی خواص

بکری کے پتے میں نوشادر ملا کر اگر اس جگہ پر جہاں کے بال اکھاڑنے منظور ہوں بال اکھاڑ کر ملا جائے تو اس جگہ بال کبھی نہیں اگیں گے۔ حکیم ارسطو کا قول ہے کہ اگر بکری کا پتہ کراث یعنی گندنا میں ملایا جائے تو یہ بھی بالوں کو اگنے نہیں دے گا۔ اگر بکری کی پنڈلی دھو کر اس کا پانی کسی سلسل البول کے مریض کو پلا دیا جائے تو وہ اچھا ہو جائے گا۔

اگر بکری کے دودھ سے کسی کاغذ پر لکھا جائے تو حروف ظاہر نہ ہوں گے البتہ اگر اس کاغذ پر راکھ چھڑک دی جائے تو لکھا ہوا ظاہر ہو جائے گا۔

ہرمس کا کہنا ہے کہ بکری کا بھیجہ اور بجو کا خون ایک ایک دانق اور دوحبہ کافور لے کر اور اس پر کسی کا نام لے کر تینوں کو گوندھ لیا جائے اور پھر مذکورہ شخص کو کھلا دیا جائے تو اس کے اندر محبت کی روحانیت پیدا ہو جائے گی۔ اگر بکری کا پتہ بقدر ایک دانق اور اسی قدر اس کا خون اور سیاہ بلی کا بھیجہ نصف دانق لے کر اور ان سب کو ملا کر کسی کو کھلا دیا جائے تو اس کی قوتِ جماع بالکل جاتی رہے گی اور جب تک اس کا اتار نہ کیا جائے تو وہ عورت کے پاس نہیں جا سکتا۔ اس کے اتار کی ترکیب یہ ہے کہ اس مرد کو ہرنی کی اوجھڑی بکری کے دودھ میں پکا کر گرم گرم پلائی جائے۔ واللہ اعلم

العنظب

''العنظب'' اس سے مراد مذکر ٹڈی ہے۔ کسائی نے کہا ہے کہ مذکر ٹڈی کے لئے ''العنظب و العنظاب و العنظوب'' کے الفاظ مستعمل ہیں اور مؤنث کے لئے عنظوبة کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ نیز اس کی جمع عناظب آتی ہے۔

العنظوانة

''العنظوانة'' اس سے مراد مؤنث ٹڈی ہے۔ اس کی جمع ''عنظوانات'' آتی ہے۔ تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ ''الجراد'' (ٹڈی) کے عنوان سے ''باب الجیم'' میں گزر چکا ہے۔

عنقاء مغرب و مغربة

(عنقاء) عنقاء مغرب مغربة: اس کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ ایک انوکھا پرندہ ہے جو پہاڑ کے برابر انڈا دیتا ہے اور اس کی پرواز بہت دور دراز تک ہوتی ہے۔ اس کو عنقاء اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی گردن میں طوق کی طرح سفید ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پرندہ غروب آفتاب کے مواقع پر ہوتا ہے۔ اس پرندہ کے متعلق قزوینی کا قول ہے کہ یہ پرندہ باعتبار جثہ اور خلقت پرندوں میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔ ہاتھی کو اپنے پنجوں سے اس طرح اٹھا کر لے جاتا ہے کہ جس طرح چیل چوہے کو لے جاتی ہے۔

زمانہ قدیم میں عنقا انسانوں کے ساتھ رہتا تھا لیکن انسانوں کو اس سے اذیت پہنچتی تھی اس لئے انسانوں کا اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ وہ کسی دلہن کو مع زیور کے اٹھا لے گیا۔ اس پر نبی وقت حضرت حنظلہ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو بحر محیط کے کسی جزیرہ میں خط استواء پر منتقل کر دیا۔ اس جزیرہ میں انسان کا گزر نہیں ہے۔ مگر اس جزیرہ میں جنگلی جانور

ازقسم ہاتھی، گینڈا، بھینسا، گائے، بیل، بکثرت موجود ہیں اوران کے علاوہ جملہ اقسام کے درندو پرند بھی بہت ہیں۔

عنقا جس وقت پرواز کرتا ہے تو اس کے پروں سے ایسی آواز نکلتی ہے جیسے کہ بجلی گرج رہی ہے یا زور کا سیلاب بہہ رہا ہو۔ یہ ایک ہزار برس زندہ رہتا ہے۔ جب اس کی عمر پانچ سو برس کی ہو جاتی ہے تو نر مادہ سے جفتی کرتا ہے۔ جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو مادہ کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حکیم ارسطا طالیس نے اپنی کتاب ''النعوت'' میں لکھا ہے کہ عنقاء مغرب کا شکار کیا جاتا ہے اور اس کے پنجوں سے پانی پینے کے لئے بڑے بڑے پیالے بنائے جاتے ہیں۔ عنقاء کے شکار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول دو بیل کھڑے کئے جاتے ہیں اور ان کے درمیان ایک قسم کی گھاس بچھادی جاتی ہے اور بیلوں پر بڑے بڑے پتھر لاد کر خوب بوجھل کر دیتے ہیں اور عین گھاس کے مقابل ایک کوٹھڑی بنا کر اس میں ایک شخص ہاتھ میں آگ لے کر چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ عنقاء ان بیلوں پر گرتا ہے اور جب اس کے ناخن ان دونوں بیلوں یا ایک بیل کے جسم میں گھس جاتے ہیں تو وہ ان کو پتھروں کے بوجھ کی وجہ سے جلدی سے نہیں اٹھا پاتا تو اس وقت وہ چھپا ہوا آدمی ہاتھ میں جلتی ہوئی آگ لے کر اس کوٹھڑی سے نکلتا ہے اور اس کے پروں میں آگ لگا دیتا ہے جس سے اس کے پر جل جاتے ہیں اور وہ اڑ نہیں پاتا۔ حکیم ارسطو کا بیان ہے کہ عنقاء کا شکم بیل جیسا اور اس کی ہڈیاں پرندوں جیسی ہوتی ہیں اور یہ شکاری پرندوں میں سب سے بڑا ہوتا ہے۔

امام العلامہ ابوالبقاء مقاماتِ حریری کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اہلِ رس کے یہاں ایک پہاڑ تھا جس کو مخ کہتے تھے اس کی بلندی ایک میل تھی اور اس پر پرند بکثرت رہتے تھے جن میں عنقاء بھی تھا۔ یہ سب سے بڑا جانور تھا اس کا چہرہ انسان جیسا اور باقی اعضاء پرندوں جیسے تھے اور یہ بہت خوبصورت تھا اور یہ سال بھر میں ایک مرتبہ اس پہاڑ پر آتا تھا اور پرندوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔ ایک سال یہ بھوکا رہا کیونکہ اس کو پرندے نہیں مل سکے تھے اس لئے کہ جب اس کی آمد کا زمانہ آتا تھا تو پرندے اس پہاڑ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چھپ کر بیٹھ جاتے۔ چنانچہ اس سال اس نے آبادی کا رخ کیا اور وہاں سے پہلے ایک لڑکے کو اور پھر ایک لڑکی کو اٹھا۔ لے گیا۔ لوگوں نے اپنی نبی حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام سے اس امر کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ کی بددعا سے عنقاء پر بجلی گری اور اس کو ہلاک کر دیا۔

حضرت حنظلہ علیہ السلام زمانہ فترۃ میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین نبی ہوئے ہیں کسی دوسرے شخص کا قول ہے کہ اس پہاڑ کا نام فتخ تھا اور یہ کہ عنقاء کو عنقاء اس وجہ سے کہتے ہیں اس کی عنق یعنی گردن لمبی تھی۔ عنقاء کے ہلاک ہونے کے بعد اصحابِ رس نے اپنے نبی حضرت حنظلہ علیہ السلام کو شہید کر دیا جس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔

سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کی آیت ''بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ''رس'' ہی وہ کنواں ہے جو اس آیت میں مذکور ہے اور یہ کنواں عدن میں تھا اور ان لوگوں کی ملکیت میں تھا جو ہلاک شدہ قوم ثمود کے باقی ماندہ افراد تھے۔ اس قوم کا بادشاہ ''علس'' بہت ہی خوش خلق اور منصف مزاج تھا۔ اس کنوئیں سے پورا شہر مع مواشی کے سیراب ہوتا تھا یہ کنواں ان کے لئے بہت بابرکت تھا اور بہت سے لوگ اس کی پاسبانی کے لئے مامور تھے۔ اس پر سنگ رخام کے بہت بڑے بڑے برتن رکھے ہوئے تھے جو حوضوں کا کام دیتے تھے اور لوگ ان میں پانی بھر بھر کر اپنے گھروں کو لے جاتے تھے۔ غرض کہ یہ کنواں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا انعام تھا۔ اس کنوئیں کے علاوہ ان کے یہاں اور کوئی چشمہ نہیں تھا۔

اس بادشاہ (علس) کی عمر بہت ہوئی مگر جب وہ مر گیا تو اس کی قوم نے اس کی لاش پر ایک قسم کا روغن ملا تا کہ وہ گلنے اور سڑنے سے محفوظ رہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی ان کے یہاں کوئی معزز شخص مر جاتا تو یہ اس کی لاش اسی طریقہ سے محفوظ رکھتے

تھے۔اس بادشاہ کا مرنا ان کے لئے بہت شاق گزرا۔ کیونکہ اس بادشاہ کے مرنے کے بعد ان کا انتظام سلطنت درہم برہم ہونے لگا۔ چنانچہ سلطنت کی یہ حالت دیکھ کر وہ قوم رونے پیٹنے لگی۔ چنانچہ شیطان ملعون کو اس قوم کے گمراہ کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ مردہ بادشاہ کی لاش میں حلول کر کے کہنے لگا کہ ''میں مرا نہیں ہوں اور نہ کبھی مروں گا بلکہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ظاہری حجاب ہو گیا ہے تا کہ میں دیکھوں کہ تم لوگ میری عدم موجودگی میں کیا کرتے ہو؟

یہ آواز سن کر یہ لوگ بہت خوش ہوئے اور ان میں جو لوگ ممتاز تھے ان کے ایماء سے انہوں نے بادشاہ اور لوگوں کے درمیان ایک پردہ ڈال دیا تا کہ پردہ کے پیچھے وہ ان سے بولتا رہے۔اس کے بعد قوم نے اس بادشاہ کا ایک بت بنا کر پردے کے پیچھے لاش کے متصل رکھ دیا اور پھر اس بت سے یہ آواز آنے لگی کہ میں نہ کھاتا ہوں نہ پیتا ہوں اور نہ مجھ کو کبھی موت آئے گی اور میں ہی تمہارا معبود ہوں۔مگر یہ سب شرارت اس شیطان کی تھی جو بادشاہ کے مردہ جسم میں حلول کئے ہوئے تھا اور بادشاہ کے لہجہ میں ان سے ہمکلام ہوتا تھا۔اس طرح کافی تعداد میں لوگ اس کی تصدیق کرنے لگے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اس کو شیطانی ڈھونگ کہتے تھے مگر ان لوگوں کی تعداد قلیل تھی۔مگر جب کوئی خدا ترس مومن ان لوگوں کو سمجھاتا کہ یہ شیطانی ڈھونگ ہے آپ اس کی تصدیق نہ کریں۔اس پر یہ لوگ اس کو ڈانٹ ڈپٹ کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ دھیرے دھیرے اس قوم میں کفر اور بت پرستی کا آغاز ہوا اور جب اس قوم کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو حق تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی مبعوث فرمایا جس پر خواب میں وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ نبی حضرت حنظلہ علیہ السلام تھے۔آپ نے اس قوم کو بہت سمجھایا کہ اس بت کے اندر روح نہیں ہے بلکہ شیطان اس کے اندر سے بولتا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ کسی مخلوق کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتا ہے لہٰذا تمہارا یہ مرا ہوا بادشاہ ہرگز ہرگز خدا کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتا۔آپ نے چندان لوگوں کو نصیحت فرمائی مگر یہ نصیحت مطلق کارگر نہ ہوئی بلکہ الٹی یہ قوم آپ کی دشمن بن گئی ار آپ کو اذیتیں پہنچانے لگی اور آپ کو شہید کر دیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل فرمایا اور وہ اس طرح کہ جب رات کو یہ قوم کھا پی کر آرام سے سو گئی۔تو اللہ تعالیٰ نے کنوئیں کو خشک کر دیا صبح کو جب لوگ جاگے تو ان کو یہ حال معلوم ہوا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ پوری قوم مع مواشی کے پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئی اور پوری بستی درندوں کا مسکن بن گئی اور بجائے انسانوں کے وہاں شیروں اور جنوں کی آوازیں آنے لگیں اور تمام باغات خاردار جھاڑیوں میں تبدیل ہو گئے۔

اور اس طرح ان کا وہ ''قصر مشید'' بھی جس کو شداد بن عاد بن رام نے بنایا تھا اور جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا کنوئیں کی طرح بے نام ونشان ہو گیا۔حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس چاہ (کنوئیں) اور قصر کا ذکر فرما کر مکذبین کو اپنے رسول کی نافرمانی سے ڈرایا اور ان کو غیرت دلائی ہے۔

محمد بن اسحاق نے محمد بن کعب سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے قیامت کے دن جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ ایک حبشی غلام ہے اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے کسی شہر والوں کے پاس اپنا ایک پیغمبر بھیجا تو سوائے اس غلام کے اور کوئی ان پر ایمان نہ لایا بلکہ الٹا ان پر ظلم اور زیادتی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس قوم نے شہر سے باہر ایک کنواں کھدوا کر اپنے پیغمبر کو اس میں قید کر دیا اور اس کے منہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ جب ان پیغمبر کا ان لوگوں نے کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ کیا تو یہ غلام جنگل میں جا کر لکڑیاں جمع کرتا اور ان کو سر پر لاد کر بازار لے جاتا اور لکڑیاں فروخت کر کے جو قیمت وصول ہوتی اس سے کھانا خرید کر اس کنوئیں پر آتا اور پتھر ہٹا کر وہ کھانا رسی میں باندھ کر نبی اللہ کو پہنچا دیتا اور پھر پتھر کو بدستور ڈھانک دیتا۔حق تعالیٰ نے اس غلام کو اتنی قوت دی کہ وہ آسانی سے اس پتھر کو اٹھالیتا اور پھر اس کو کنوئیں پر ڈھک دیتا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ جب اس نو جوان غلام نے لکڑیوں کا گٹھڑ باندھ کر تیار کر لیا اور اس کو سر پر اٹھانے ہی کو تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند طاری کر دی اور وہ سو گئے۔ چنانچہ سات سال تک کہ وہ ایک کروٹ سوتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے دوسری کروٹ بدلی اور اس کروٹ پر بھی سات سال تک سوئے۔ چنانچہ چودہ سال کے بعد جب وہ جاگے تو یہ سمجھے کہ میں صرف ایک گھنٹہ ہی سویا ہوں۔ چنانچہ یہ سوچ کر لکڑیاں سر پر رکھیں اور بازار لے گئے اور ان کو فروخت کر کے کھانا خریدا اور اس کو لے کر اسی کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ نبی اللہ موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے ہر چند اپنے نبی کو تلاش کیا مگر ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔

گزارے ہوئے چودہ سال میں بڑے بڑے واقعات گزر گئے اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ اس شہر والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تھی اور وہ اپنے نبی کو کنوئیں میں سے نکال کر لے گئے تھے اور ان پر ایمان لے آئے تھے۔ نبی اللہ بار بار لوگوں سے ان حبشی غلام کے بارے میں پوچھتے کہ اس حبشی غلام کا کیا ہوا۔ مگر لوگ ہر مرتبہ یہ جواب دیتے کہ ہم کو معلوم نہیں۔

علامہ دمیری ؒ فرماتے ہیں کہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خود میں نے احمد بن عبداللہ کی تاریخ میں دیکھا ہے کہ عزیز ابن نزار بن المعز صاحب مصر کے چڑیا خانے میں ایسے عجیب وغریب پرندے جمع تھے جو کسی بادشاہ کے پاس بھی نہیں تھے۔ ان پرندوں میں عنقاء بھی تھا۔ یہ طول میں ''بلشون'' (نام حیوان) کے برابر تھا مگر جسامت میں بلشون سے زیادہ تھا۔ اس کے منہ پر ڈاڑھی اور سر پر ایک چھتہ تھا جس میں مختلف قسم کے رنگ تھے۔ زمخشری نے لکھا ہے کہ عنقاء کی نسل اب ختم ہو چکی ہے اور یہ اب دنیا میں کہیں نہیں پایا جاتا۔

کتاب ربیع الابرار میں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایک جانور پیدا کیا جس کا نام عنقاء تھا اس کے ہر دو جانب چار چار بازو تھے اور اس کا چہرہ انسان کے چہرہ کے مشابہ تھا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے حصہ عطا کیا تھا۔ یعنی اس جانور میں ہر جاندار کی مشابہت تھی۔ خاص طور سے پرندوں میں جو خصوصیات ہیں وہ اس میں موجود تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اور فرمایا کہ میں نے دو پرند عجیب وغریب پیدا کئے ہیں اور بیت المقدس کے اردگرد جو جانور ہیں ان کو اس کا رزق قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس جوڑے سے عنقاء کی نسل بڑھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو یہ جانور نجد وحجاز کی جانب منتقل ہو گئے اور وہاں پر برابر جنگلی جانوروں کو کھاتے رہے اور پھر جب اس جانور نے انسانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا تو لوگ حضرت خالد بن السنان علیہ السلام (جو کہ زمانہ فترۃ میں نبی ہوئے ہیں) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عنقاء کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ نے اس کے لئے بد دعا فرمائی جس کی وجہ سے اس جانور کی نسل منقطع ہوگئی اور دنیا میں اس کا وجود باقی نہ رہا۔

ابوخیثمہ کی کتاب میں حضرت خالد بن السنان العبسی علیہ السلام کا ذکر آیا ہے کہتے ہیں کہ وہ نبی مرسل تھے اور حضرت مالک خازن نار آپ کے ساتھ موکل تھے۔ آپ کی نبوت کی نشانی ایک آگ تھی جس کو نار الحدثان کہتے تھے۔ یہ آگ ایک میدان سے نکلتی اور آدمیوں اور مویشیوں کو جلا دیتی تھی کوئی اس آگ کو روک نہیں سکتا تھا۔ حضرت خالد علیہ السلام نے اس کو روک دیا اور وہ پھر کبھی نہ نکلی۔

دارقطنی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خالد بن سنان علیہ السلام نبی تھے مگر ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ بہت سے علماء کا کہنا ہے کہ حضرت خالد بن سنان کی صاحبزادی ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رداء مبارک ان کے لئے بچھا دی اور فرمایا'' اهلا ببنت خير نبي '' یا اس سے ملتے جلتے کچھ الفاظ آپ نے استعمال فرمائے۔

زمخشریؒ اور دیگر علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چار نبی گزرے ہیں۔ تین اسرائیلی اور ایک عربی اور وہ خالد بن سنان ہیں اور بغوی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔

عنقاء کے بارے میں کسی شاعر کا قول ہے ۔

الجود و الغول والعنقاء ثالثة اسماء اشیاء فلم توجد ولم تسمع

سخاوت اور غول بیابانی اور تیسرا عنقاء یہ ایسی چیزوں کے نام ہیں جو نہ کبھی پائی گئیں اور نہ کبھی سنی گئیں۔

تعبیر

خواب میں عنقاء کا دیکھنا ایک بڑے شخص کی علامت ہے جو مبتدع ہو اور کسی کے ساتھ نہ رہتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں عنقاء سے کلام کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کلام کرنے والا شخص بادشاہ وقت سے رزق حاصل کرے گا یا وہ زیر ہو جائے گا۔ عنقاء پر اپنے آپ کو سوار دیکھنا اس بات کی علامت ہے کہ وہ کسی بے نظیر شخص پر غالب آئے گا۔ خواب میں عنقاء کا شکار کرنا کسی حسین عورت سے نکاح کرنے یا ہونہار لڑکے کی علامت ہے بشرطیکہ اس کی بیوی حاملہ ہو۔ واللہ اعلم

العنکبوت

عنکبوت: ایک کیڑا ہے جو ہوا میں جالا بنتا ہے جس کو مکڑی کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع عناکب آتی ہے مذکر کے لئے عنکب استعمال ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوخیثمہ، ابوقشعم ہے اور مونث کے لئے ام قشعم بولا جاتا ہے مکڑی کی ٹانگیں چھوٹی اور آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ ایک مکڑی کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں جب وہ مکھی پکڑنے کا ارادہ کرتی ہے تو زمین کے کسی گوشہ میں سکڑ کر بیٹھ جاتی ہے اور جب مکھی اس کے پاس آتی ہے تو ایک دم اس کو پکڑ لیتی ہے۔ اس کا وار کبھی خطاء نہیں ہوتا۔

حکیم افلاطون کا قول ہے کہ سب سے زیادہ حریص مکھی اور سب سے زیادہ قانع مکڑی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ قانع (مکڑی) کا رزق سب سے زیادہ حریص (مکھی) کو بنادیا۔ فسبحان اللطیف الخبیر۔

مکڑی کی ایک قسم ایسی ہے جو مائل بہ سرخی ہوتی ہے اور اس کے بال زرد ہوتے ہیں۔ اس کے سر میں چار ڈنگ ہوتے ہیں یہ قسم جالا نہیں تنتی بلکہ زمین میں گھر بناتی ہے اور دیگر حشرات الارض کی طرح رات کو نکلتی ہے۔ ایک دوسری قسم جس کو عربی میں رُتیلا کہتے ہیں یہ زہریلی ہوتی ہے۔ اس کا کاٹا قریب تر بچھو کا اثر رکھتا ہے۔ اس کا تفصیلی بیان باب الراء میں رُتیلا کے بیان میں گزر چکا ہے۔

جاحظ کا قول ہے کہ حیوان کے ان بچوں میں جو ماں کے پیٹ سے کھاتے پیتے اور تن ڈھکے نکلتے ہیں ان میں مکڑی کے بچے عجیب تر واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا خاصہ یہ ہے یہ پیدا ہوتے ہی جالا تننے لگتے ہیں اور یہ ان کا فطری عمل ہے کسی تعلیم وتلقین کے یہ محتاج نہیں۔ بوقت پیدائش یہ چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور تین دن کی قلیل مدت میں وہ بڑھ کر مکڑی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ مکڑی عرصہ تک جفتی میں مشغول رہتی ہے۔ جب نر جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو جالے کے بعض تاروں کو بیچ سے اپنی طرف کھینچتا ہے اس کشش کو محسوس کر کے مادہ بھی اس کی طرف کھینچی چلی آتی ہے۔ اس طریقہ سے تبدریج دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوتے چلے آتے ہیں اور آخر میں ایک دوسرے سے اپنا اپنا شکم ملا لیتے ہیں۔

مکڑی کی وہ قسم جو جالا تنتی ہے اس کو حکیم کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنا گھر بنانے میں حکمت سے کام لیتی ہے۔ پہلے وہ تار کو لمبا کر لیتی ہے اور پھر جالا تنتی ہے اور بیچوں بیچ سے شروع کرتی ہے اور جب جالے کا گھر تیار ہو جاتا ہے تو اس سے متصل ایک دوسرا خانہ شکار کو رکھنے کے لئے بطور مخزن بناتی ہے۔ جب کوئی چیز از قسم مکھی جالے میں پھنس کر حرکت کرنے لگتی ہے تو جلدی سے آ کر اس کو جالے میں خوب جکڑ دیتی ہے اور جب وہ بے بس ہو جاتی ہے تو اس کو مخزن مین لے جا کر اس کا خون چوستی ہے۔ اگر شکار کے اچھلنے کودنے سے جالے کا کوئی تار ٹوٹ جاتا ہے تو یہ اس کو درست کر دیتی ہے۔ مکڑی کا وہ مادہ (لعاب) جس سے وہ جالا بنتی ہے اس کے پیٹ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی جلد کے خارجی حصہ سے نکلتا ہے۔ جالا تننے والی مکڑی اپنا گھر ہمیشہ مثلث نما بناتی ہے اور اس کی وسعت اتنی رکھتی ہے کہ اس میں خود سما سکے۔

ثعلبی ابن عطیہ اور دیگر محدثین نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اپنے گھروں سے مکڑی کے جالے صاف کر دیا کرو کیونکہ ان جالوں کو گھروں میں چھوڑے رکھنا فقر لاتا ہے"۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب "الحلیہ" میں مجاہد کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول "اَیْـنَـمَـا تَکُوْنُوْا یُـدْرِ کْـکُـمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ" یعنی (جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ جائے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک عورت تھی اور اس کے یہاں ایک تنخواہ دار ملازم تھا۔ اس عورت کے ایک لڑکی پیدا ہوئی' اس نے نوکر سے کہا کہ کہیں سے آگ لے آ' چنانچہ جب نوکر آگ لینے کے لئے گھر سے نکلا تو اس کو دروازہ پر ایک شخص کھڑا ہوا ملا۔ اس شخص نے نوکر سے پوچھا کہ اس عورت کے کیا پیدا ہوا ہے؟ نوکر نے جواب دیا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ لڑکی جب تک سو مردوں سے زنا نہیں کرائے گی ہرگز نہیں مرے گی اور آخر میں اپنے نوکر سے نکاح کرے گی اور اس کی موت ایک مکڑی کے ذریعہ واقع ہو گی۔ یہ پیشین گوئی سن کر نوکر نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایسی لڑکی سے نکاح کر کے کیا کروں گا جو سو مردوں سے زنا کر چکی ہو۔ لہٰذا اس لڑکی کو قتل کر دینا بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے ایک چھری لی اور اندر جا کر اس لڑکی کا شکم چاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہو گیا اور ساحل پر پہنچ کر ایک جہاز میں سوار ہو گیا۔

ادھر لڑکی کے زخم کاری نہیں لگا تھا لہٰذا لڑکی کے پیٹ میں ٹانکے لگوائے گئے اور اس طرح وہ چند روز کے بعد تندرست ہو گئی۔ پھر جب وہ جوان ہو گئی اور اس کا رنگ روپ نکھرا تو اپنے وقت کی نہایت حسین وجمیل عورتوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ کچھ دن بعد اس لڑکی نے جسم فروشی کا دھندا شروع کر دیا اور ساحل سمندر کے قریب سکونت اختیار کر لی اور مسلسل اس مذموم کام میں مشغول رہی۔

اتفاق کی بات وہ ملازم ایک عرصہ کے بعد اس شہر میں واپس آیا اور ساحل پر جہاز سے اترا۔ اب اس کے پاس کافی دولت تھی جو کہ اس نے اس عرصہ میں دوسرے شہروں سے کمائی تھی۔ چنانچہ اپنے شہر کے ساحل پر اتر کر اس نے اہلِ ساحل سے کہا کہ میرے لئے کوئی حسین عورت تلاش کرو تا کہ میں اس سے نکاح کر سکوں۔ اہلِ ساحل کی عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا یہاں ساحل پر ایک حسین و جمیل عورت رہتی ہے مگر وہ جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہے۔ اس ملازم نے کہا کہ اچھا ذرا اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ عورت اس لڑکی کے پاس گئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ میں نے اب جسم فروشی کا دھندا چھوڑ دیا ہے اگر مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

غرضیکہ اس ملازم اور لڑکی کا اہل ساحل نے نکاح کرا دیا اور اس طرح اس شخص کی پیشین گوئی کا پہلا جزو پورا ہو گیا۔ ملازم کو یہ لڑکی بہت پسند آئی اور وہ اس سے محبت کرنے لگا اور ایک دن اس نے اپنی بیوی کو آپ بیتی سنائی اور یہ بھی اس کو بتا دیا کہ میں ایک نوزائیدہ لڑکی

کو قتل کر کے یہاں سے کافی عرصہ پہلے بھاگا تھا۔ بیوی نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ میں ہی وہ نوزائیدہ لڑکی ہوں اور اپنا پیٹ کھول کر شوہر کو چھری کے زخموں کے نشانات دکھائے اور اپنے زانیہ ہونے کا بھی اعتراف کر لیا اور کہا کہ مجھ کو یہ اندازہ نہیں کہ میں نے کتنے مردوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے۔ شوہر نے بیوی کے تمام حالات سننے کے بعد کہا کہ تمہاری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی۔

اس کے بعد شوہر اور بیوی نے جنگل میں ایک مضبوط محل بنوایا اور چونا اور گچ سے اس کو مزید پختہ کرایا تا کہ کوئی موذی جانور اور مکڑی وغیرہ اس میں نہ گھس سکے اور تمام طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد یہ دونوں میاں بیوی اس محل میں رہنے لگے۔ ایک دن شوہر نے چھت میں ایک زہریلی مکڑی دیکھی تو اس نے بیوی سے کہا کہ دیکھنا یہ وہی مکڑی تو نہیں ہے جو تیری موت کا سبب ہو سکتی ہے۔ بیوی نے مکڑی کو دیکھ کر کہا کہ ہاں یہ مکڑی ہی ہے مگر میں اس کو ابھی مار ڈالتی ہوں۔

چنانچہ اس نے مکڑی کو گرا کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے رگڑنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ مکڑی نے اچانک اچھل کر اس کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے اس کا زہر عورت کے جسم میں سرایت کر گیا اور اس کا پاؤں سیاہ پڑ گیا اور دھیرے دھیرے تمام خون زہر آلود ہو گیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا واقعہ ہی آیت مذکورہ بالا کا شانِ نزول ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت غزوۂ احد کے موقعہ پر منافقین مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ منافقین نے شہداء احد کے بارے میں کہا تھا:۔ یعنی یہ لوگ اگر ہمارے ساتھ ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی قول کا جواب اس آیت میں دیا ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مکڑی کے لئے یہی فخر و شرف کافی ہے کہ اس نے غارِ ثور کے منہ پر جالا تن دیا تھا جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے رفیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دورانِ ہجرت آرام فرما رہے تھے۔ نیز اس غار میں بھی مکڑی نے جالا تنا تھا جس میں حضرت عبداللہؓ بن انیس نے پناہ لی تھی اور ان کا قصہ یہ ہوا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عاصمؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ کو بہت رنج ہوا اور آپ نے حضرت عبداللہؓ ابن انیس انصاری کو خالد بن نبیح الہذلی کے قتل کے لئے مقام عرفہ روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپؓ وہاں پہنچے اور اس بدبخت ازلی کو قتل کر کے مع اس کے سر کے مدینہ منورہ واپس ہوئے اور راستہ میں ایک غار میں پوشیدہ ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس غار کے منہ پر ایک مکڑی نے جالا تن دیا۔ جب خالد کی قوم کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عبداللہؓ بن انیس کی تلاش میں بھاگے اور تلاش کرتے کرتے اس غار تک بھی پہنچ گئے۔ مگر آپؓ کو تلاش نہ کر سکے۔ آخر مایوس ہو کر ناکام واپس ہو گئے۔

چنانچہ ان لوگوں کے واپس ہونے کے بعد حضرت عبداللہؓ غار سے نکلے اور بعد قطع منازل مدینہ طیبہ پہنچے اور اس لعین کا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ جس سے آپؐ بہت خوش ہوئے اور آپؐ نے حضرت عبداللہ کو دعا دی اور اپنے ہاتھ کا ایک عصاء ان کو دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس عصاء کو ہاتھ میں لے کر جنت میں داخل ہونا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن انیس کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اہل و عیال کو وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے بعد ایسا ہی کیا گیا۔

حافظ ابونعیم کی کتاب "الحلیہ" میں عطاءؒ بن میسرہ سے روایت کی گئی ہے کہ مکڑی نے دو انبیاء علیہ السلام پر جالا تنا یعنی رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم پر غارِ ثور میں اور دوسرے حضرت داؤد علیہ السلام پر جبکہ جالوت نے آپ کی تلاش کرائی تھی۔

امام حافظ ابوالقسام بن العساکر کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ۱۲۱ھ میں سولی پر برہنہ لٹکایا تھا تو اس وقت بھی مکڑی نے آپ کا ستر ڈھانپنے کے لئے جالا تن دیا تھا۔ آپ چار سال تک متواتر تختہ دار پر لٹکے رہے۔ آپ کا چہرۂ مبارک سمت قبلہ سے پھیر دیا گیا تھا۔ لیکن تختہ دار از خود قبلہ کی طرف پھر گیا۔ اس کے بعد آپ کے جسد مبارک کو معہ تختہ کے آگ سے جلا دیا گیا۔ آپ کی لڑائی عراق کے گورنر یوسف بن عمران سے ہوئی جو کہ حجاج بن یوسف کا چچا تھا۔ یوسف کو آپ کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی تھی تب اس بد بخت نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔ آپ کا ظہور خلیفہ ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہدہ خلافت میں ہوا۔ آپ سے ایک کثیر تعداد نے بیعت کی تھی اور کوفیوں کی ایک جماعت کثیرہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے تبرا فرما دیں تو ہم آپ سے بیعت کر لیں گے۔ آپ نے انکار فرمایا تو کوفیوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ نہیں رہیں گے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ لوگ رافضی کہلائے۔

شرعی حکم

مکڑی کو کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

''اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ'' (سب سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے) جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود ٹھہرا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کے جالے سے دی ہے کیونکہ وہ اس قدر کمزور ہوتا ہے کہ ذرا سے اشارے سے ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح ان کے یہ من گھڑت معبود بھی ان کو قیامت کے دن عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکتے۔

جہلاء قریش از راہِ تمسخر آپس میں ٹھٹھے مار مار کر یہ کہا کرتے تھے کہ محمدؐ کا رب مکھی اور مکڑی کی مثالیں بیان کرتا ہے مگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان ظاہری مثالوں میں کتنے دقیق معنیٰ مخفی ہیں۔

طبی خواص

اگر تازہ زخموں پر مکڑی کا سفید جالا لگا دیا جائے تو زخموں کی حفاظت ہو۔ اگر کسی زخم سے خون بہنا بند نہ ہو تو اس پر مکڑی کا سفید جالا چپکا دیا تو خون بند ہو جائے گا اگر چاندی وغیرہ پر میل جم گیا ہو اور اس کی صورت بدل گئی ہو تو اس پر مکڑی کا جالا ملنے سے جلد (چمک) آ جائے گی۔ وہ مکڑی جو پائخانہ وغیرہ میں جالا تنتی ہے اس کو اگر بخار والے کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو بحکم خدا وہ اچھا ہو جائے گا۔ اگر اس کو کسی پارچہ میں لپیٹ کر کسی چوتھئے بخار والے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس کا بخار اتر جائے گا۔ اگر درخت آس کے تازہ پتوں کی گھر میں دھونی دی جائے تو تمام مکڑی گھر سے بھاگ جائے گی۔

تعبیر

مکڑی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے دی جاتی ہے جس کو زاہد بنے ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہو۔ مکڑی کا گھر اور جالا دیکھنا سستی اور کمزوری کی علامت ہے کبھی کبھی اس عورت کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے جو شوہر کی نافرمان ہو اور ہم بستری سے کنارہ کش ہو۔

العود

''العود'' اس سے مراد بوڑھا اونٹ ہے۔ بوڑھی اونٹنی کو ''عودة'' کہا جاتا ہے۔

العواساء

''العواساء'' (عین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد گبریلا کی قسم کا ایک کیڑا ہے۔

العوس

''العوس'' بکریوں کی ایک قسم کو''العوس'' کہا جاتا ہے۔

العومة

''العومة'' اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جو پانی میں رہتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ اس کی جمع ''عوم'' آتی ہے۔

العوهق

''العوهق'' اس سے مراد پہاڑی ابابیل ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد سیاہ کوا ہے۔

العلا

''العلا'' اس سے مراد ایک معروف پرندہ ''قطاء'' ہے۔ عنقریب انشاءاللہ ''باب القاف'' میں اس کا تفصیلی تذکرہ آئے گا۔

العلام

''العلام'' اس سے مراد باز کی ایک قسم ''الباشق'' ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں اس کا تفصیلی ذکر گزر چکا ہے۔

العیثوم

''العیثوم'' اس سے مراد بجو ہے۔ جوہری نے ابوعبیدہ سے یہی نقل کیا ہے لیکن دوسرے اہل علم کے نزدیک مادہ ہاتھی کو''العیثوم'' کہا جاتا ہے۔

العیر

(گدھا) العیر (خر۔گدھا) عربی میں یہ لفظ وحشی اور اھلی دونوں قسم کے گدھوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابن ماجہ نے عتبہ بن عبداللہ السلمی کی ایک روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس آئے تو چاہیے کہ اپنے اوپر کوئی کپڑا ڈال لے اور گدھے گدھی کی طرح برہنہ ہو کر یہ کام نہ کریں۔ ابو منصور الدیلمی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت پر اس طرح نہ پڑے جس طرح گدھا' گدھی پر پڑتا ہے' جبکہ دونوں میاں بیوی کے درمیان ''رسول'' ہو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ''رسول'' کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور نرم کلام۔
حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی نااہل بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس پر لادتا رہتا ہے تاکہ قیامت کے دن اس کو پورا پورا بدلہ دے اور گناہوں سے لدا ہوا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ گدھا۔
علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ گناہوں کی گراں باری کی وجہ سے اس کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیر مدینہ منورہ میں

ایک پہاڑ کا نام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ سمجھتے تھے اور مکروہات میں اس سے مثال دی جاتی ہے۔ "عیر العین" آنکھ کے حلقہ کو بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ روایت ہے کہ جب حضرت خالد بن سنان العبسی علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جب تم مجھ کو دفن کر چکو تو وحشی گدھوں کی کھیپ میری قبر پر آئے گی اور ان کے آگے ایک نر گدھا ہوگا۔ جب تم یہ واقعہ دیکھو تو میری قبر کو کھول دینا میں تم کو علم الاولین والآخرین کا پتہ بتاؤں گا۔ چنانچہ جب آپ کی وفات ہوگئی اور آپ کو دفنانے لگے تو گدھوں کا یہ واقعہ پیش آیا تو آپ کی قوم نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی قبر کھولنی چاہی تو آپ کے کسی صاحبزادے کو آپ کی قبر کا کھودنا ناگوار معلوم ہوا تو انہوں نے یہ کہہ کر قبر کھولنے سے منع کر دیا کہ ہم کو لوگ طعن وتشنیع کریں گے اور کہیں گے کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے باپ کی قبر کھودی تھی۔

راوی کہتے ہیں کہ اگر وہ قبر کھدوا دیتے تو حضرت خالد قبر سے نکل کر ضرور خبریں سناتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہی نہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت خالد علیہ السلام کی صاحبزادی کے آنے کا قصہ گزر چکا ہے۔ اس کے متعلق مزید روایت یہ ہے کہ جب اس لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قل ھو اللہ احد پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے والد ماجد بھی یہی پڑھا کرتے تھے۔

کسی شاعر نے کسی شخص کی ہجو میں یہ اشعار کہے ہیں جن میں عیر (گدھے) کا تذکرہ ہے۔

لَوْ كنتَ سيفاً غير عضب اَوْ كنت ماءً كنت غير عذبِ

اگر تو تلوار ہوتا تو کند تلوار ہوتا یا اگر پانی ہوتا تو شیریں نہ ہوتا۔

اَو كُنتَ لَحمًا كُنت لحمَ كلبِ اَوْ كُنت عيرًا كُنت غير ندب

یا تُو اگر گوشت ہوتا تو کتے کا گوشت ہوتا یا تُو اگر گدھا ہوتا تو چلنے میں کمزور ہوتا۔

اِبْن عِرْس (نیولا)

ابن عرس: اس کی کنیت ابوالحکم اور ابوالوثاب ہے جمع کے لئے "بنات عرس" اور "بنی عرس" استعمال ہوتا ہے۔ قزوینی کے بیان کے مطابق یہ ایک پتلا جانور ہے جو چوہوں سے عداوت رکھتا ہے اور ان کے بلوں گھس کر ان کو نکال لیتا ہے۔ مگرمچھ سے بھی اس کی دشمنی ہے۔ مگرمچھ عموماً اپنا منہ کھولے رکھتا ہے۔ نیولا اس کے منہ میں گھس کر اس کے پیٹ میں پہنچ جاتا ہے اور اس کی آنتیں کاٹ دیتا ہے اور پھر باہر نکل آتا ہے۔ سانپ سے بھی اس کی عداوت مشہور ہے۔ چنانچہ یہ سانپ کو دیکھتے ہی اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ نیولا جب کبھی بیمار ہو جاتا ہے تو مرغی کے انڈے کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔

نیولا کی ہوشیاری کا ایک واقعہ نمبر ا

کہتے ہیں کہ ایک نیولہ چوہے کا شکار کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا۔ چوہا اپنی جان بچانے کی خاطر ایک درخت پر چڑھ گیا مگر نیولا بھی برابر اس کا پیچھا کرتا رہا یہاں تک کہ چوہا درخت کی چوٹی پر چڑھ گیا اور جب اس کو بھاگنے کا کوئی راستہ نہ ملا تو وہ ایک شاخ کا پتہ منہ میں دبا کر لٹک گیا۔ نیولا نے جب چوہے کی یہ چالا کی دیکھی تو اس نے اپنی مادہ کو پکارا چنانچہ جب اُس کی مادہ اس کی آواز سن کر آئی اور درخت کے نیچے پہنچ گئی تو نیولا نے اس شاخ کو جس پر چوہا لٹکا ہوا تھا کاٹ دیا۔ شاخ کٹنے سے چوہا نیچے گرا تو گرتے ہی اس کو نیولا کی مادہ

نے شکار کرلیا۔

واقعہ نمبر۲

نیولا طبعاً چور ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اس کو سونا چاندی کی کوئی چیز ملتی ہے تو اس کو اٹھا کر اپنے بل میں لے جاتا ہے۔ چوری کرنے کے ساتھ ساتھ یہ ذہین بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکور ہے کہ ایک شخص نے نیولا کا ایک بچہ پکڑا اور اس کو پنجرے میں بند کر کے ایک ایسی جگہ رکھ دیا جہاں سے اس کی ماں اس کو دیکھ سکے۔ چنانچہ جب ماں نے اپنے بچہ کو پنجرے میں بند دیکھا تو اپنے بل میں گئی اور ایک دینار لے کر آئی اور اس کو پنجرے کے پاس رکھ دیا۔ گویا یہ اس کے بچہ کی رہائی کا فدیہ تھا اور رہائی کا انتظار کرنے لگی۔ مگر اس شخص نے پنجرہ نہیں کھولا۔

چنانچہ کچھ دیر انتظار کر کے وہ پھر اپنے بل میں گئی اور ایک دوسرا دینار لا کر پہلے دینار کے برابر میں رکھ دیا اور پھر انتظار کرنے لگی مگر جب اس کا بچہ رہا نہ ہوا تو پھر اپنے بل میں گئی اور ایک تیسرا دینار لا کر پہلے دو دیناروں کے برابر رکھ دیا۔ غرض کہ اس طرح اس نے پانچ دینار لا کر جمع کر دیئے مگر اس پر بھی جب اس کا بچہ رہا نہ ہوا تو وہ پھر اپنے بل میں گئی اور ایک خالی تھیلی لا کر ان پانچوں دینار کے پاس رکھ دی۔ گویا یہ بتانا مقصود تھا کہ اب اس کے پاس کوئی اور دینار نہیں پھر بھی شکاری نے اس کے بچے کو رہا نہیں کیا تو وہ دیناروں کی طرف لپکی تا کہ ان کو اٹھا لے پس شکاری نے چھن جانے کے خوف سے دیناروں پر قبضہ کرلیا اور پنجرہ کھول کر اس کے بچے کو رہا کر دیا۔

جاحظ کہتے ہیں کہ ابن عرس چوہے کی ایک قسم ہے اور دلیل میں شمقمق شاعر کا یہ قول پیش کیا ہے۔

نَزَلَ الْفَارات بَيْتِىْ رِفْقَة" مِن بَعْدِ رِفقة

چوہے اب میرے گھر میں میرے رفیق ہیں اور پرانے رفیق جا چکے۔

بِابن عرس رَأس بَيْتِیْ صاعِدًا فی رأس طبقة

گھر کا سرمایہ اب صرف وہ نیولے ہیں جو اوپر نیچے ہر جگہ گھر میں نظر آتے ہیں۔

پھر اس کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

صبغة ابصرت منها فی سَوَادِ الْعَيْنِ زُرْقَة

رنگ جو چڑھا ہے آنکھوں کی سیاہی میں درانحالیکہ وہ آنکھیں نیلی تھیں۔

مِثْلُ هٰذا فِیْ اِبْنِ عِرس اَغْبَش تعْلُوْهُ بَلْقَة

ایسا ہی رنگ نیولے میں ہوتا ہے۔ ہلکی سیاہی جس پر سفیدی چھائی ہوئی ہے۔

شاعر نے مذکورہ بالا شعر میں ابن عرس کو اغبش اور ابلق قرار دیا ہے۔ جو چوہوں کی تیرہ اقسام ہیں شامل ہے جیسا عنقریب بیان ہوگا۔

ابن عرس کا توالد و تناسل

ارسطاطالیس نے "نعوت الحیوان" میں اور توحیدی نے "الامتاع والموانسة" میں بیان کیا ہے کہ نیولا کی مادہ منہ کے ذریعہ حاملہ ہوتی ہے اور دم سے بچہ جنتی ہے۔

شرعی حکم

شافعی مذہب میں اس کے بارے میں حلت و حرمت کے دونوں قول ہیں۔ مگر احناف کے یہاں یہ حرام ہے۔

طبی خواص

اس کے مغز کو بطور سرمہ استعمال کرنے سے آنکھوں کی دھند ختم ہو جاتی ہے۔اس کا دماغ خشک کر کے سرکہ کے ہمراہ پینے سے مرگی میں فائدہ ہوتا ہے اور جوڑوں کے درد میں اس کے گوشت کی مالش مفید ہے۔ دانتوں پر اس کی چربی ملنے سے فوراً دانت گر جاتے ہیں۔ اس کا گرم پتہ پی لینا فوری موت کا باعث بن جاتا ہے۔اس کے خون کی مالش سے کنٹھ مالا تحلیل ہو جاتی ہے۔اس کے اور چوہے کے خون کو اگر پانی میں ملا کر کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو اہلِ خانہ میں جھگڑا شروع ہو جائے گا اور یہی تاثیران دونوں یعنی چوہے اور نیولہ کو کسی گھر میں دفن کر دینے کی ہے۔ زخم پر اس کا پاخانہ لگانے سے خون فوری طور سے بند ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی دونوں ہتھیلیاں کسی عورت کے گلے میں ڈال دی جائیں تو وہ حاملہ نہیں ہوگی۔

تعبیر

اس کا خواب میں دیکھنا اس امر کی علامت ہے کہ کوئی رنڈوا مرد کسی کمسن لڑکی سے شادی کرے گا۔

ام عجلان

''ام عجلان'' جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ابن اثیر نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا سیاہ پرندہ ہے جسے ''قوبع'' کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ایک سیاہ پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے اور یہ اکثر اپنی دم کو حرکت دیتا رہتا ہے۔اس پرندے کو ''الفتاح'' بھی کہا جاتا ہے۔

ام عزة

''ام عزة'' اس سے مراد مادہ ہرن ہے۔ مادہ ہرن کے بچوں کو ''عزة'' کہا جاتا ہے۔

ام عویف

''ام عـــویف'' اس سے مراد ایک قسم کا چوپایہ ہے جس کا سر موٹا ہوتا ہے اور اس کے سر میں ایک نشانہوتا ہے اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔اس جانور کے چار کندھے (یعنی پر) ہوتے ہیں۔ جب یہ جانور انسان کو دیکھ لیتا ہے ہے تو اپنی دم پر کھڑا ہو کر اپنے پروں کو پھیلا لیتا ہے لیکن پرواز نہیں کر سکتا۔

ام العیزار

''ام العیزار'' اس سے مراد ''السبیطر'' (یعنی لمبا مرد) ہے۔المہذب کے ''باب البدنۃ'' میں مذکور ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں جس شخص نے کاٹی تھیں اس کا نام ''العیزار بن سالف'' ہے۔

بابُ الغین

الغراب

(کوا) الـغـراب: کوے کو سیاہ رنگ کی وجہ سے غراب کہا گیا ہے۔ کیونکہ عربی میں غراب کے معنی ''سیاہ'' کے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے''وَغَـرَابِیبُ سُود'' (بعض پہاڑ نہایت کالے ہیں) اسی طرح حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ راشد بن سعد نے روایت کیا ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کالے بوڑھے کو ناپسند فرماتے ہیں''۔

راوی حدیث راشد بن سعد نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ بوڑھا ہے جو خضاب لگاتا ہو۔ غراب کی جمع ''غربانُ اَغرِبَةٌ' اغرب' غُرابین اور غُرُب'' آتی ہیں۔ جمع کے ان تمام اوزان کو ابن مالک نے اس شعر میں جمع کیا ہے ؎

بالغرب اَجْمَعُ غُراباً ثُمَّ اَغْرِبَةٌ'' وَاَغْرَبُ وَغَرَابِیْنِ وَغُرُبَان ''

غراب کی جمع غرب آتی ہے اور اغربہ داغرب اور غرابین وغربان (بھی) آتی ہیں۔

اس کی کنیت ابو حاتم' ابو حجاوف اور ابو الجراح' ابو حذر' ابو زیدان' ابو زاجر' ابو الشوم اور ابو غیاث ابو القعقاع ابو المرآتی ہیں نیز اس وک ابن الاہرص ابن ہرتح ابن دایۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں مثلاً غداف (گرم کوا جس کا رنگ راکھ کے مشابہ ہوتا ہے) اور زاغ اور اکحل اور غراب الزرع (یعنی کھیتی کا کوا) اور ''اورق'' یہ کوا جو کچھ سنتا ہے اسے اپنی زبان سے بیان کرتا ہے۔ غراب کی ایک قسم ''غراب اعصم'' ہے جو نہایت قلیل الوجود ہے۔ چنانچہ عرب اس کی قلت کو کہاوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں ''**اعـدمـن الغراب الاعصم**'' (غراب اعصم سے بھی زیادہ کمیاب)۔

حدیث میں تذکرہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں نیک عورت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ سو کوؤں میں ایک غراب اعصم''۔

ایک روایت میں ہے کہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ غراب اعصم کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا ایک پاؤں سفید ہو۔

امام احمدؒ اور حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مرالظہر ان میں تھے تو ہم نے وہاں بہت کوے دیکھے جن مین ایک غراب اعصم بھی تھا جس کی چونچ اور دونوں پاؤں سرخ تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں عورتوں میں سے نہیں داخل ہوں گی مگر اتنی مقدار میں جتنی مقدار کہ ان کوؤں میں غراب اعصم کی ہے''۔

احیاء میں مذکور ہے کہ غراب اعصم اس کوے کو کہتے ہیں جس کا پیٹ سفید ہو۔ بعض کے نزدیک وہ کوا غراب اعصم کہلاتا ہے جس کے دونوں بازو سفید ہوں یا دونوں پاؤں سفید ہوں۔

حضرت لقمانؒ کی وصیت

حضرت لقمانؒ نے اپنے فرزند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اے پیارے بیٹے! بری عورت سے بچتے رہنا اس لئے کہ وہ تجھ کو

وقت سے پہلے بوڑھا بنا دے گی اور شری عورتوں سے بھی بچتے رہنا کیونکہ وہ تجھے کبھی خیر کی طرف نہیں بلائیں گی اور اچھی عورتوں سے محتاط رہنا''۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ قسم خدا کی جو شخص بھی اپنی عورت کی خواہشات کے تابع ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کی مخالفت کرو کیونکہ اس میں برکت ہے۔ اس طرح بعض حضرات کا قول ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو اور پھر ان کے مشورہ کے خلاف عمل کرو۔

زمزم کی صفائی کا واقعہ

تاریخ میں زمزم کی کھدائی کے سلسلہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب نے دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے احفر طیبة (طیبہ کی کھدائی کرو) پوچھا کہ ''طیبہ'' کیا ہے؟ تو کہنے والے نے بتایا کہ زمزم ہے آپ نے دریافت کیا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ جواب آیا کہ وہ اوجھ اور خون کے درمیان غراب اعصم کے انڈے دینے کی جگہ ہے۔

سہیلی کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کعبہ کو منہدم کرنے والا شخص کوے کی صفات پر ہوگا اور وہ ذوالسویقتین (حبشہ کا ایک شخص) ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

اور بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اسود ہے بانڈا ہے' خانہ کعبہ کے پتھروں کو اکھاڑ رہا ہے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ وہ ایک حبشی ہے' کشادہ پنڈلیوں والا' نیلی آنکھوں والا' چپٹی ناک والا' بڑے پیٹ والا اور اس کے ساتھی خانہ کعبہ کے پتھروں کو توڑ رہے ہیں اور ان کو اٹھا کر سمندر میں پھینک رہے ہیں''۔ (اس کو ابو الفرج جوزی نے نقل کیا ہے)۔

حلیمی نے ذکر کیا ہے کہ تخریب کعبہ کا یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ان کے زمانہ میں ہوگا۔ حدیث میں ہے:۔

''اس گھر (خانہ کعبہ) کا خوب طواف کرلو اس سے پہلے کہ اس کو اٹھالیا جائے۔ کیونکہ یہ دو مرتبہ منہدم ہو چکا ہے اور تیسری مرتبہ مین اس کو اٹھالیا جائے گا''۔

کوے کی ایک قسم غراب اللیل۔ ہے۔ جاحظ کے قول کے مطابق یہ ایک ایسا کوا ہے جس نے عام کوؤں کی عادت کو ترک کر دیا ہے اور الو کی مشابہت اختیار کر لی ہے اس لئے اس کو غراب اللیل کہتے ہیں۔ بعض معتبر افراد کا بیان ہے کہ اکثر رات میں اس کوے کو دیکھا گیا ہے۔ ارسطو نے اپنی کتاب ''بعوث الحیوان'' میں لکھا ہے کہ کوے چار قسم کے ہوتے ہیں اور یہ قسمیں رنگوں کے اعتبار سے ہیں (۱) بالکل سیاہ (۲) سیاہ وسفید (۳) سر اور دم قدرے سفید اور (۴) سیاہ طاؤسی جس کے پروں پر قدرے چمک ہوتی ہے اور ٹانگوں کا رنگ مرجان یعنی مونگے جیسے ہوتا ہے۔ جملہ اقسام کے کوے چھپ کر جفتی کرتے ہیں۔ جس کا طریقہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ اڑتے ہوئے دم سے دم ملا لیتے ہیں اور بعد فراغت جفتی نر مادہ کی طرف مڑ کر نہیں دیکھتا اس لئے کہ وفا کا مادہ اس کے اندر بہت کم ہوتا ہے۔ کوے کی مادہ عموماً چار یا پانچ انڈے دیتی ہے جب ان سے بچے نکل آتے ہیں تو مادہ ان کو چھوڑ دیتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ بچے بہت بدصورت ہوتے ہیں۔ جسم چھوٹا سر اور چونچ بہت لمبی ہوتی ہے۔ اعضاء ایک دوسرے سے الگ اور بے جوڑ ہوتے ہیں۔ بچوں کو اس حالت میں دیکھ کر اگرچہ والدین ان کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن اللہ جل شانہ جو رزاق مطلق ہے ان کی روزی ان کے گھونسلوں میں پیدا کر دیتا ہے' مچھر' مکھی اور بھنگے جو

گھونسلوں میں داخل ہوتے ہیں یہ بچے ان سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ جب ان میں قوت آجاتی ہے اور بال و پر نکل آتے ہیں تب ان کے والدین ان کے پاس آتے ہیں مادہ ان کو پروں میں دبائے رکھتی ہے۔ اور نر ان کی روزی کا انتظام کرتا ہے۔ جب وہ اڑنے کے قابل ہو جاتے ہیں تو ان کے والدین ان کو گھر گھر لئے پھرتے ہیں اور بچے کائیں کائیں کرتے رہتے ہیں۔

کوا شکار نہیں کرتا بلکہ جہاں کہیں گندگی پاتا ہے اس کو کھالیتا ہے ورنہ بھوکا مر جائے اس طرح چلتا اور چڑھتا ہے جس طرح بہت کمزور پرندے۔

غداف نامی کوا الو سے لڑتا ہے اور اس کے انڈے کھا جاتا ہے اور اس کوے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس کے بچوں کو اٹھالیتا ہے تو نر اور مادہ دونوں اپنے پنجوں میں کنکریاں اٹھا کر فضاء میں اڑتے ہیں اور اپنے بچوں کی رہائی کے لئے وہ کنکریاں ان بچے پکڑنے والے انسانوں کے مارتے ہیں۔ "منطق الطیر" کا کہنا ہے کہ کوا بڑا لئیم جانور ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی بھی خوبی نہیں پائی جاتی۔

فائدہ:۔ عرب کوے کو منحوس خیال کرتے ہیں اس وجہ سے انہوں نے اس کا نام یعنی غراب سے مختلف مشتق کئے ہیں "غربت' اغترب" اور یہ سب برے معنی پر دال ہیں۔ چنانچہ محمد ابن ظفر نے اپنی کتاب "السلوان" میں لکھا ہے کہ اسم "غربہ" ان اسماء کا مجموعہ ہے جو معنی ذیل پر دلالت کرتے ہیں "غ" سے غدر' غرور' غیبت' غم' غلہ (کینہ) غرہ اور غول "ب" سے بلوئی بوس (تنگی) برح (مکر) بوار (ہلاکت) "ر" سے رز (مصیبت) ردع اور ردی بمعنی ہلاکت اور "ہ" سے ھوان' ہول' ھم اور ھلک ماخوذ ہیں۔

کوے کی ایک قسم غراب البین الابقع' بقول جوہری اس کوے کو کہتے ہیں جو سیاہ اور سفید ہو۔ صاحب مجالست فرماتے ہیں کہ اس کو غراب اس وجہ سے کہتے ہیں کیونکہ یہ حضرت نوح علیہ السلام سے جدا ہو گیا تھا۔ جب نوح علیہ السلام نے اس کو پانی کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو یہ مردار کھانے میں مشغول ہو گیا اور واپس آکر حضرت نوع علیہ السلام کو جواب نہیں دیا اسی لئے لوگ اس کو منحوس بھی سمجھتے ہیں۔ ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس کو فاسق کہنے کی وجہ بھی یہی ہے۔

صاحب منطق الطیر فرماتے ہیں کہ کوا ان جانوروں میں سے ہے جن کو حل وحرم میں ہر جگہ مارنے کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس کو فواسق میں شمار کیا ہے۔

بقول جاحظ غراب بین کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو چھوٹا ہوتا ہے اور یہ شوم (نحوست) اور ضعف کے لئے مشہور ہے دوسری قسم وہ ہے جو ان گھروں میں آکر بیٹھتا ہے جن کو لوگ خالی کر کے چلے جاتے ہیں۔ جب اہل عرب غراب بین سے نحوست مراد لیتے ہیں تو ایک صورت میں یہ لفظ کوؤں کی جملہ اقسام کو شامل ہوتا ہے نہ کہ خاص اس کوے کو جو سیاہ وسفید ہوتا ہے۔

مقدسی نے "کشف الاسرار" میں لکھا ہے کہ غراب بین اس کالے کوے کو کہتے ہیں جو اپنی آواز میں نوحہ کرتا ہے جیسے مصیبت اور غم کے وقت نوحہ کیا جاتا ہے اور جب دوست واحباب یکجا دیکھتا ہے تو ان کے پاس آکر بیٹھتا ہے اور ان کی جدائی اور مکانوں کی ویرانی کی خبر دیتا ہے۔

حدیث میں ذکر:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے منع فرمایا ہے یعنی سجدے میں صرف اتنی دیر سر رکھنا جتنی دیر کوا کھانے میں رکھتا ہے"۔

امام بخاریؒ نے ''الادب'' میں اور حاکم ؒ نے ''مستدرک'' میں اور بیہقی ؒ نے ''شعب الایمان'' میں اور ابن عبدالبرؒ وغیرہ نے عبداللہؒ ابن حرث اموی سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی ماں اریطہ سے نقل کرتے ہیں وہ اپنے باپ کا قصہ بیان کرتی ہیں۔

''وہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین میں شریک ہوا' حضورؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا غراب' آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ تیرا نام مسلم ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام اس وجہ سے تبدیل فرمایا کہ غراب فعل اور غذا کے لحاظ سے خبیث ہے چنانچہ آپ نے حل اور حرم میں اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا نام اصرم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تیرا نام زرعہ ہے۔ یہ نام آپؐ نے اس وجہ سے تبدیل کیا کیونکہ اصرم میں قطع کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل ناموں کو تبدیل فرمایا جن کی وجوہات یہ ہیں:۔

(۱) ''عاص'' اس کے معنی نافرمان کے ہیں اور مومن کی شان اطاعت اور فرمانبرداری ہے اس لئے اس کو تبدیل فرمایا۔

(۲) ''عزیز'' اس کے معنی صاحب عزت کے ہیں اور چونکہ عزت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور بندے کی شان نرمی اور سہولت ہے اس لئے اس کو بدل دیا۔

(۳) ''عقلۃ'' اس کے معنی۔ بندے کا بھلائی سے دور ہونے کے ہیں اس وجہ سے اس کو مکروہ سمجھا اور بدل دیا۔

(۵) ''شہاب'' اس کے معنی آگ کے شعلہ کے ہیں اور چونکہ آگ اللہ کی عقوبت میں داخل ہے اس لئے اس نام کو تبدیل فرما دیا۔

(۶) ''حکم'' اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حاکم جس کا فیصلہ اٹل ہو اور یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

(۷) ''عقرۃ'' اس زمین کو کہتے ہیں جس میں کچھ بھی اگانے کی صلاحیت نہ ہو۔

کوے کی آواز پر کیا کہنا چاہیے اس پر امام احمد نے کتاب الزھد میں لکھا ہے کہ جب کوا بولتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ لاَ طَيْرَ الاطَيْرُ کَ وَلا خير الاخَيْرُ کَ وَلاَ اِلٰهَ غَيْرُ کَ''۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہم کو ابن طبرزد کی مسند سے روح ابن حبیب کا یہ واقعہ پہنچا ہے کہ وہ ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے کہ آپ کے پاس ایک کوا لایا گیا۔ آپ نے اس کے بازو دیکھ کر فرمایا ''الحمد للہ'' پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جانور شکار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی تسبیح میں کمی نہ آئے اور حکم خداوندی سے اگنے والی کوئی جڑی بوٹی ایسی نہیں جس پر کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو اس کی تسبیح شمار کرتا رہتا ہے اور کوئی درخت ایسا نہیں جو جھاڑا یا کاٹا جاتا ہو مگر تسبیح کی کمی کی وجہ سے اور انسان کو کوئی برائی نہیں پہنچتی مگر اس کے گناہوں کی وجہ سے اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ پھر آپ (حضرت ابو بکرؓ) نے فرمایا کہ اے کوے اللہ کی عبادت کر اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا۔

فائدہ:۔ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ کوا زمین کے اندر کی چیز اتنی گہرائی تک دیکھ لیتا ہے جتنی کہ اس کی چونچ کی لمبائی ہے۔

جب قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ایک کوے کو بھیجا تا کہ اس کو اپنے بھائی کی تدفین کا طریقہ

سکھلائے۔ اللہ تعالیٰ نے کوے کے علاوہ کسی اور جانور کو کیوں نہیں بھیجا اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ یہ فعل ایک مستغرب یعنی انوکھے قسم کا تھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اور کوا بھی اپنے نام کے اعتبار سے استغراب میں شریک ہے۔ لہٰذا اس فعل یعنی قتل اور تعلیم تدفین میں ایک قسم کی مناسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْقَرَّبَا قُرْبَانًا ''۔

مفسرین نے اس قصہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ قابیل کاشت کاری کیا کرتا تھا اور اس نے قربانی مین ایسی چیز پیش کی جو اس کے یہاں بہت کم قیمت کی تھی۔ ہابیل کے یہاں بھیڑ اور بکریاں تھیں اس نے ان میں سے ایک نہایت عمدہ جانور چھانٹ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ چونکہ دونوں بھائیوں کی نیت میں زمین آسمان کا فرق تھا' لہٰذا ہابیل کا مینڈھا مقبول ہوا اور اس کو جنت میں چھوڑ دیا گیا اور وہ چرنے لگا اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے پاس اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کے لئے لایا گیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں قابیل بڑا تھا جب حضرت آدمؑ حج کرنے گئے تو قابیل کو اپنے لڑکوں پر وصی بنا گئے تھے۔ پھر جب آپ حج سے واپس آئے تو آپ نے قابیل سے پوچھا کہ ہابیل کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ یہ جواب سن کر حضرت آدمؑ نے ارشاد فرمایا'' اَللّٰهُمَّ الْعَنْ اَرْضاً شربت دمه ''یعنی جس خطہ زمین نے ہابیل کا خون پیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرما۔ چنانچہ اس وقت سے زمین نے خون پینا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سو سال تک حیات رہے۔ مگر مرتے دم تک مسکرائے نہیں۔ چنانچہ جب ملک الموت آپ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا'' حَيَّاکَ الله یا اٰدم و بیاک '' یہ سن کر حضرت آدمؑ نے دریافت کیا کہ'' بیاک '' کے کیا معنی ہیں؟ تو ملک الموت نے کہا یہ تو میں نے صرف آپ کو ہنسانے کے لئے کہا ہے۔

کہتے ہیں کہ قابیل اپنے بھائی کی لاش کو ادھر ادھر اٹھائے پھرتا تھا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور کوئی حل اس کے ذہن میں نہیں آیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دو کوؤں کو بھیجا ان میں سے ایک کوے نے دوسرے کو مار ڈالا اور اس کے بعد اپنی چونچ سے زمین کرید کر اس مقتول کوے کی لاش کو دبا دیا۔ چنانچہ قابیل نے بھی کوئے کی اقتداء کرتے ہوئے ہابیل کی لاش کو دفن کر دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ کا بنی آدم پر بڑا احسان ہے کہ اس نے روح خارج ہونے کے بعد اس پر بدبو (سڑن) کو مسلط کر دیا ورنہ کوئی حبیب اپنے حبیب کو دفن نہ کرتا۔

کہتے ہیں کہ قابیل سب سے پہلا شخص ہوگا جس کو جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِ نْسِ '' (اے ہمارے رب ہم کو دکھلا دے وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا تھا جو جن ہے اور جو آدمی ہے) اس آیت کریمہ میں جن وانس سے قابیل اور ابلیس مراد ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہ شنبہ (منگل) کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ یوم الدم (خون کا دن) ہے۔ اس روز حوا کو حیض آیا اور اسی دن ہابیل کو قابیل نے قتل کیا۔

مقاتل کا بیان ہے کہ اس خون ریزی سے پہلے پرندے اور وحشی جانور بنی آدم سے مانوس تھے۔ مگر جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو پرندے اور درندے سب انسانوں کے پاس سے بھاگ گئے اور درختوں پر کانٹے آگئے اور بہت سے پھل اور میوے کھٹے ہو گئے اور سمندروں کا پانی کھاری ہو گیا اور زمین گرد آلود ہوگئی۔ ابوداؤدؒ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص مجھ پر دست درازی کرے تو میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ کرنا جو حضرت آدم علیہ السلام کے دو لڑکوں میں سے نیک لڑکے نے کیا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے وہ آیت پڑھی جس میں ہابیل اور اس کے بھائی قابیل کی دست درازی کا جواب مذکور ہے۔

ایک عجیب حکایت

قزوینی نے ابوحامد اندلسی سے بیان کیا ہے کہ بحراسود پر ایک پتھر کا نام کنیسہ ہے' جو ایک پہاڑ پر ایستادہ ہے۔اس کنیسہ پر ایک بڑا قبہ بنا ہوا ہے جس پر ایک کوا بیٹھا ہوا ہے جو وہاں سے کبھی نہیں ہٹتا۔اس قبہ کے مقابل ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔لوگ اس مسجد کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔اس گرجے کے پادریوں سے یہ طے ہے کہ جو مسلمان زائرین یہاں آئیں وہ ان کی ضیافت کریں۔ چنانچہ جب کوئی زائر وہاں پہنچتا ہے تو وہ کوا قبہ کے ایک سوراخ میں اپنی چونچ ڈال کر آواز لگاتا ہے۔زائرین کی تعداد جتنی ہوتی ہے اتنی ہی بار آواز لگاتا ہے۔کوے کی آواز سن کر پادری اتنا ہی کھانا لے کر آتے ہیں جتنا کہ ان موجود زائرین کے لیے کافی ہو۔اس کنیسہ کا نام کنیسۃ الغراب (کوے والا گرجا) مشہور ہو گیا۔پادریوں کا کہنا ہے کہ ہم اس کوے کو اسی جگہ دیکھتے چلے آرہے ہیں نہ معلوم یہ کہاں سے کھاتا پیتا ہے۔

ایک دوسری حکایت

ابوالفرج نے ''الجلیس والانیس'' میں نقل کیا ہے کہ ہم قاضی ابوالحسن کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ایک دن حسب معمول ہم ان کے یہاں گئے مگر چونکہ قاضی صاحب اس وقت باہر موجود نہیں تھے اس لئے ہم دروازہ پر ہی بیٹھ گئے۔اتفاقاً ایک اعرابی بھی کسی ضرورت سے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔قاضی صاحب کے گھر میں کھجور کا ایک درخت تھا اس پر ایک کوا آیا اور کائیں کائیں کر کے چلا گیا۔وہ اعرابی کوے کی آواز سن کر بولا کہ یہ کوا کہہ رہا ہے کہ اس گھر کا مالک سات روز میں مر جائے گا۔اعرابی کی یہ بات سن کر ہم نے اس کو جھڑک دیا۔جس پر وہ اعرابی اٹھ کر چلا گیا۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے ہم کو اندر بلایا جب ہم اندر پہنچے تو دیکھا کہ قاضی صاحب کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور افسردہ ہیں۔ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ فرمانے لگے کہ رات میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو یہ شعر پڑھ رہا ہے۔

مَنَازِلُ اٰلِ عِبَادِ بِنْ زَیْدٍ　　عَلٰی اَهْلِیْکَ وَالنِّعَمِ السَّلَامُ

اے آل عباد کے گھرو! تم پر اور تمہاری نعمتوں پر سلام ہے''۔

جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے میرا دل پریشان ہے۔یہ خواب سن کر ہم قاضی صاحب کو دعائیں دے کر واپس آ گئے۔جب ساتواں دن ہوا تو ہم نے سنا کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا اور تدفین بھی ہو گئی۔

امیہ بن ابی الصلت کی موت کا واقعہ

یعقوب بن سکیت کا بیان ہے کہ امیہ ابن ابی الصلت ایک دن شراب نوشی میں مشغول تھا کہ ایک کوا آ کر بولنے لگا۔امیہ نے اس کی آواز سن کر کہا کہ تیرے منہ میں خاک' کوا پھر دوبارہ بولا۔اس بار بھی امیہ نے یہی کہا کہ تیرے منہ مین خاک' اس کے بعد امیہ حاضرین کی جانب متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جانتے ہو یہ کوا کیا کہہ رہا ہے؟ حاضرین نے نفی میں جواب دیا تو امیہ نے کہا کہ کوا کہہ رہا تھا کہ تو (امیہ) یہ شراب کا پیالہ پیتے ہی مر جائے گا اور اس کی علامت یہ ہے کہ میں (کوا) فلاں ٹیلے پر جا کر ایک ہڈی کھاؤں گا اور وہ ہڈی میرے حلق میں پھنس جائے گی جس سے میری موت واقع ہو جائے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ کوا ایک ٹیلے پر پہنچا اور وہاں پر پڑی ایک ہڈی نگلنے کی کوشش میں اس کی موت ہو گئی۔اس کے بعد امیہ نے وہ شراب کا پیالہ پیا اور پیتے ہی مر گیا۔

امیہ ابن الصلت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا مگر وہ مسلمان نہیں ہوا اور کافر ہی مر گیا۔ زمانہ جاہلیت میں اس نے تورات اور انجیل پڑھی تھی۔ ان کے مطالعہ سے اس کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ عرب میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں اس وقت سے اس کو یہ طمع ہو گئی کہ وہ میں ہی ہوں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس کی یہ امید بر نہ آئی اور حسد کی وجہ سے ایمان نہ لایا۔

عرب میں امیہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے کتابت کے شروع میں "باسمک اللّٰھم" لکھنا شروع کیا اور پھر رفتہ رفتہ قریش جاہلیت کے جملہ مکتوبات میں اس کلمہ کو لکھنے لگے۔ امیہ کو یہ کلمہ کہاں سے دستیاب ہوا اس کے متعلق مسعودی نے ایک عجیب وغریب داستان نقل کی ہے:۔

کہتے ہیں کہ امیہ مصحوب تھا یعنی اس کو جن نظر آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ قریش کے کسی قافلہ کے ساتھ سفر کے لئے نکلا راستہ میں اس کو ایک سانپ آتا دکھائی دیا۔ قافلہ والوں نے اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد ایک اور سانپ نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے فلاں مقتول کا قصاص دو۔ یہ کہہ کر اس سانپ نے زمین پر ایک لکڑی ماری جس کی وجہ سے قافلہ کے جملہ اونٹ منتشر ہو گئے۔ پورے قافلہ والے ان کو جمع کرتے کرتے تھک گئے۔ جب انہوں نے اونٹوں کو جمع کر لیا تو وہ سانپ پھر نمودار ہوا اور پھر زمین پر لاٹھی ماری جس کی وجہ سے تمام اونٹ پھر بدک گئے۔ قافلہ والے ان اونٹوں کو تلاش کرتے کرتے ایک ایسے چٹیل میدان میں پہنچ گئے جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ قافلہ والے تھکن اور پیاس کی وجہ سے لب دم ہو گئے۔ قافلہ والوں نے امیہ سے پوچھا کہ اس مصیبت سے بچنے کی کیا کوئی تدبیر ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ دیکھتا ہوں شاید کوئی شکل نکل آئے۔ یہ کہہ کر امیہ وہاں سے چل دیا اور ایک ٹیلہ پار کرنے کے بعد اس کو دور ایک آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ وہ آگ کی سمت روانہ ہو گیا۔ جب آگ کے قریب پہنچا تو اس کو خیمہ میں ایک بوڑھا شخص نظر آیا جو دراصل جن تھا۔ امیہ نے اس سے اس واقعہ کی شکایت کی۔ اس بوڑھے نے کہا کہ اگر پھر تم کو وہ سانپ ستانے آئے تو یہ کلمہ سات مرتبہ پڑھ دینا "باسمک اللّٰھم" یہ سن کر امیہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان کو یہ کلمہ بتا دیا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ پھر جب سانپ قافلہ والوں کو ستانے کے لئے آیا تو انہوں نے یہ کلمہ پڑھ دیا۔ یہ کلمہ سن کر سانپ کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو یہ کلمہ تم کو کس نے سکھا دیا اور یہ کہہ کر سانپ چلا گیا اور اس طرح قافلہ والوں کی جان چھوٹی۔

کہتے ہیں کہ اس قافلہ میں امیر معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ بن عبد شمس بھی تھے اور اس واقعہ کے بعد جنات نے اس سانپ کے قصاص میں ان کو قتل کر ڈالا۔ چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے۔

وقبر حرب بمكانٍ قفرٍ وَلَيْسَ قُربَ قَبْرِ حربٍ قَبْرٌ

حرب کی قبر "ہو" کے مقام میں ہے اور اس کی قبر کے قریب کوئی قبر نہیں ہے۔

امیہ ابن الصلت بعثت اور توحید کا قائل تھا۔ اس بارے میں اس کے عمدہ اشعار مشہور ہیں۔ چنانچہ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے اشعار کو سننا اور ان کی تحسین متعدد روایات میں موجود ہے۔ امیل بن ابی الصلت کی بہن مسلمان ہو گئی تھی اور اسی نے اپنے بھائی کا یہ واقعہ بیان کیا تھا۔

شرعی حکم

کوے کی جملہ اقسام حرام ہیں۔ البتہ زاغ زرعی جو دانہ کے سوا کچھ نہیں کھاتا وہ حلال ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ پانچ جانور ایسے ہیں کہ ان کے قاتل پر گناہ نہیں ہے وہ یہ ہیں:۔ کوا' چیل' چوہا' سانپ اور کاٹ کھانے والا کتا۔

سنن ابن ماجہ اور بیہقی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپ فاسق ہے' چوہا فاسق ہے' کوا فاسق ہے۔

ضرب الامثال:

وَمَنْ یَکُنِ الغُرَابُ لَهُ دَلِیْلا یَمُر بِهٖ عَلٰی جِیَفِ الْکِلاَبِ

جس شخص کا رہنما کوا ہو وہ اس کو کتوں کے مردار پر لے جا کر کھڑا کر دے گا۔

اہلِ عرب کا مقولہ ہے''لاَ افعلُ کذا حتّٰی یشیب الغُرابُ'' (جب تک کوا بوڑھا نہ ہو اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا) یہ مقولہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی ہمیشہ کے لئے کسی کام کو نہ کرنے کا عہد کرے۔ کیونکہ کوا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔

معسر بن کدام سے روایت ہے کہ ایک شخص بحری سفر پر روانہ ہوا مگر بادِ مخالف کی وجہ سے کشتی ٹوٹ گئی اور وہ ایک جزیرہ میں پہنچ گیا۔ وہاں اس کو تین دن تک نہ تو کوئی انسان نظر آیا اور نہ کچھ کھانے کو مل سکا۔ چنانچہ زندگی سے مایوس ہو کر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔

اِذا شَابَ الغُرابُ اَتیتَ اهلی وَصَارَ الْقارُ کاللّٰبن الْحَلِیْب

میں اپنے گھر اس وقت آؤں گا جب کہ کوا بوڑھا ہو جائے گا۔

(چونکہ یہ دونوں چیزیں ناممکن ہیں اس لئے اس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں کبھی نہیں جا سکوں گا اور یہیں مر جاؤں گا)۔

یہ شعر پڑھتے ہی اس کے کانوں میں آواز آئی۔

عَسی الربُ الذی اَمْسَیْتَ فیه یَکُوْنُ وَرَاءَهٗ فَرَج'' قَرِیْب''

امید ہے کہ جس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے عنقریب اس کے بعد فراخی ہونے والی ہے

اس کے کچھ دیر بعد ہی اس شخص کو ایک کشتی آتی ہوئی نظر آئی کشتی قریب آئی تو کشتی والوں نے اس کو سوار کر لیا۔ چنانچہ اس سفر میں اس شخص کو بیحد منافع ہوا اور وہ بعافیت اپنے گھر پہنچ گیا۔

اسی طرح اہلِ عرب کہتے ہیں''اَبْصَرُ مِنْ غُرَابِ '' (کوے سے زیادہ تیز نگاہ والا) ابن الاعرابی کا قول ہے کہ کوا بہت تیز بینائی کا مالک ہوا ہے اس لئے اہلِ عرب اس کو اعور یعنی کانا کہتے ہیں کیونکہ یہ بینائی کی تیزی کے سبب سے ایک آنکھ بند کئے رکھتا ہے۔

کچھ جانوروں کی خاص عادتیں

مسعودی نے فارس کے ایک حکیم کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ہر شے سے وہ عادت حاصل کر لی جو اچھی تھی۔ لوگوں نے ان حکیم صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کتے سے کون سی خصوصیت اخذ کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ مالک کے گھر والوں سے اس کی الفت اور مالک کے جان و مال کی حفاظت کرنا' اور بلی سے خوشامد' کیونکہ کھانے کی چیز مانگتے وقت بلی جو خوشامد اور چاپلوسی کرتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی اور خنزیر سے سویرے سویرے اپنی ضروریات سے فراغت پا لینے کی اچھائی اور کوے سے سختی کے ساتھ اپنی حفاظت اور بچاؤ کرنا۔

خدا کیسے حفاظت کرتا ہے؟

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی کتابوں میں یہ روایت دیکھی ہے جس کو زید ابن اسلم نے اپنے والد کے حوالہ سے نقل کی ہے' کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے تو ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لئے ہوئے حاضر مجلس ہوا۔ اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسی مشابہت کوؤں میں بھی نہیں دیکھی جیسی کہ تجھ میں اور تیرے لڑکے میں ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المومنین اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جبکہ وہ مر چکی تھی۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔

چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین ایک مرتبہ میں نے سفر کا ارادہ کیا اس وقت اس کی والدہ کو اس کا حمل تھا اس نے مجھ سے کہا کہ تم اس حال میں چھوڑ کر سفر پر جا رہے ہو میں حمل کے بار سے بوجھل ہو رہی ہوں۔ میں نے کہا کہ میں اس بچے کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں سفر پر روانہ ہو گیا اور کئی سال تک گھر سے باہر رہا۔ پھر جب گھر واپس آیا تو گھر کا دروازہ مقفل دیکھ کر میں نے پڑوسیوں سے معلوم کیا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس کے بعد میں اپنی بیوی کی قبر پر گیا۔ میرے چچا زاد بھائی میرے ساتھ تھے۔ میں کافی دیر تک قبر پر رکا رہا روتا رہا۔ میرے بھائیوں نے مجھے تسلی دی اور واپسی کا ارادہ کیا اور مجھے واپس لانے لگے۔ چند گز ہی ہم آئے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی۔ میں نے اپنے بھائیوں سے پوچھا کہ یہ آگ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابی مرحومہ کی قبر سے نمودار ہوتی ہے۔

میں نے یہ سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور کہا کہ یہ عورت تو بہت نیک اور تہجد گزار تھی تم مجھے دوبارہ اس کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ مجھے قبر پر لے گئے۔ جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو میرے چچا زاد بھائی وہیں ٹھٹھک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور میری بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے۔ ابھی میں اسی طرف متوجہ تھا کہ ایک غیبی آواز آئی کہ اے اللہ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے اپنی امانت واپس لے لے' اور اگر تُو اس کی والدہ کو اللہ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی۔ یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھا لیا۔ میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہو گئی۔ امیر المومنین میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔

حفاظت خداوندی کا ایک دوسرا واقعہ

عبید بن واقد لیثی بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کے لئے راوانہ ہوا تو اتفاقاً میری ایک شخص سے ملاقات ہو گئی جس کے ہمراہ ایک لڑکا تھا جو کہ نہایت خوب صورت تھا تیز رفتار تھا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ لڑکا کس کا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ لڑکا میرا ہی ہے اور اس کے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ ہے جو میں آپ کو سناتا ہوں اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میں حج کے لئے گیا میرے ہمراہ میری بیوی یعنی اس لڑکے کی والدہ بھی تھی اور اس وقت یہ لڑکا اس کے بطن میں تھا' دورانِ سفر اس کی والدہ کو دردِ زہ شروع ہوا اور یہ لڑکا پیدا ہوا لیکن اس کی والدہ عسرتِ ولادت کی وجہ سے انتقال کر گئی۔ چنانچہ میں اس کی والدہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہو گیا اور جب تکفین وغیرہ سے فارغ ہوا اور روانگی کا وقت قریب آیا تو میں نے اس لڑکے کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر ایک غار میں رکھ دیا اور اس کے اوپر پتھر رکھ دیئے اور یہ خیال کرتا ہوا قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا کہ یہ بچہ کچھ دیر بعد مر جائے گا۔ پس جب ہم حج سے فارغ ہوئے اور

واپس لوٹے تو ہم نے اسی جگہ قیام کیا تو میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص اسی غار کی طرف گیا پس اس نے غار سے پتھر ہٹائے تو اس نے دیکھا کہ لڑکا زندہ ہے اور انگلی چوس رہا ہے اور ہم نے دیکھا کہ اس بچہ کی انگلی سے دودھ بہہ رہا ہے پس میں نے اس کو اٹھا لیا پس یہ وہی بچہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

طبی خواص

اگر کوے کی چونچ کسی انسان کی گردن میں لٹکا دی جائے تو وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ اس کی کلیجی اگر آنکھ میں لگائی جائے تو آنکھ کی ظلمت دور ہو جائے گی۔ اس کی تلی گلے میں لٹکانے سے قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر کسی شرابی کو کوے کا خون شراب میں ملا کر پلا دیا جائے تو وہ شراب کا دشمن ہو جائے گا اور پھر کبھی بھی نہیں پئے گا۔ اس کا خون خشک کر کے بواسیر پر لگانا مفید ہے۔ اگر کوے کا سر نبیذ میں ڈال کر کسی شخص کو پلا دیا جائے تو پینے والا پلانے والے سے محبت کرنے لگے گا۔ وہ کوا جس کے گلے میں طوق ہوتا ہے اس کا بھنا ہوا گوشت قولنج کے لئے مفید ہے۔ اگر اس کا پتا مسحور کے جسم پر ملا جائے تو اس پر سے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا۔ اگر سیاہ کوا مع پروں کے سرکہ میں ڈبو دیا جائے اور پھر اس سرکہ کو سر پر ملا جائے تو بال سیاہ ہو جائیں گے۔ غراب ابلق (سیاہ سفید) جس کو یہودی کہتے ہیں اس کی بیٹ خنازیر اور خوانیق کے لئے مفید ہے۔ اس کی بیٹ کپڑے میں لپیٹ کر کھانسی میں مبتلا نابالغ بچے کے گلے میں لٹکانے سے کھانسی ختم ہو جائے گی۔

تعبیر

خواب میں کوے سے اشیاء ذیل مراد ہوتی ہیں۔ غدار اور خود غرض، خریص شخص، زمین کھودنے والا، کسی کی جان تلف کرنے کو حلال سمجھنے والا، گورکن اور مردوں کو دفن کرنے والا، غربت، بدشگونی، غم وفکر، طویل سفر، گھر والوں میں سے وہ شخص جو دعا کا محتاج ہو غراب زراعت کی تعبیر ولدالزنا اور اس شخص سے دی جاتی ہے جس کے مزاج میں خیر وشر ملا جلا ہو۔ غراب الابقع کی تعبیر اس شخص سے دی جاتی ہے جس کے مزاج میں خیر وشر ملا جلا ہو۔ خواب میں کوے کا شکار کرنا مالِ حرام حاصل ہونے کی علامت ہے۔ کوے کو گھر میں دیکھنے سے وہ شخص مراد ہے جو گھر میں ہو اور دیکھنے والے کی عورت سے خیانت کرے کوے کو باتیں کرتے ہوئے دیکھنا ولد خبیث کی علامت ہے۔ خواب میں کوے کا گوشت کھانا چوروں سے چوری کا مال حاصل ہونے کی علامت ہے۔ جو شخص کوے کو زمین کریدتے ہوئے دیکھے تو وہ اپنے بھائی کو قتل کرے گا۔ **اللھم احفظنا منہ**

ایک خواب کی تعبیر

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک کوا آ کر خانہ کعبہ پر بیٹھ گیا۔ اس شخص نے حضرت عبداللہؒ ابن سیرین سے خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ کوئی فاسق شخص کسی نیک عورت سے شادی کرے گا۔ چنانچہ اس کے کچھ دن بعد حجاج نے عبداللہؓ بن جعفر بن ابی طالب کی صاحبزادی سے شادی کر لی۔

الغرنیق

(گنگ۔کونج) بقول جوہری وزمخشری یہ سفید رنگ اور لمبی گردن کا ایک آبی پرندہ ہے "نہایت الغریب" میں ہے کہ یہ نر آبی پرندہ ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ بڑی بطخ ہے۔ ابوصبرہ کہتے ہیں کہ اس کا نام غرنوق اس کی سفیدی کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ غرنوق بط کی برابر ایک سیاہ آبی پرندہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مقبولیت عنداللہ

طبرانی نے باسناد صحیح سعیدؓ بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن عباسؓ کی طائف میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ ان کے جنازے میں شرکت کے لئے گئے۔ ہم نے دیکھا کہ غرنیق کی شکل کا ایک پرندہ آیا اور ان کی نعش میں داخل ہوگیا۔ ہم نے پھر اس کو نعش سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تو قبر کے کنارہ سے یہ آیت تلاوت کرنے کی آواز آئی مگر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تلاوت کرنے والا کون تھا۔ ''یٰاَیَّتُھَاالنَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ. ارۡجِعِیۡ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ط فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ. وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ''۔

حکیم قزوینی کا بیان ہے کہ غرنیق موسمی پرندوں میں شامل ہے جب اس کو محسوس ہوتا ہے کہ موسم بدل گیا تو یہ اپنے وطن جانے کا قصد کرتا ہے۔ اڑنے سے قبل ایک قائد اور ایک حارس راستہ بتانے اور پاسبانی کرنے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ اڑتے وقت پوری جمعیت ایک ساتھ چلتی ہے اور بہت بلندی پر پرواز کرتے ہیں تا کہ کوئی شکاری جانور حملہ نہ کر سکتے۔ جب اس کو بادل نظر آتے ہیں یا اندھیرا ہو گیا یا کھانے پینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ایسی کسی ضرورت کے لئے جب نیچے اترتی ہے تو بولنا بند کر دیتی ہے تا کہ دشمن کو ان کا پتہ نہ چلے۔ جب سونے کا ارادہ کرتی ہے تو ہر ایک اپنا منہ اپنے بازوؤں میں چھپا لیتی ہے۔ کیونکہ اس کو اس بات کا علم ہے کہ بازو بمقابلہ سر کے صدمہ برداشت کرنے پر زیادہ قادر ہے اور یہ کہ آنکھ اور دماغ اشرف الاعضاء ہیں اور وہ بھی سر میں ہی ہیں۔ سوتے وقت ہر ایک اپنا ایک پاؤں اٹھا لیتی ہے تا کہ نیند گہری نہ آسکے۔ جو پرندے حارس اور قائد کے طور پر ڈیوٹی پر مامور ہوتے ہیں وہ قطعاً نہیں سوتے اور چاروں طرف نگاہ رکھتے ہیں اور اگر کسی کو آتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو بہت زور سے شور مچاتے ہیں۔

غرنیق کے جھنڈ کا حملہ

یعقوب بن سراج کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو روم کا رہنے والا تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ بحر زنج میں ایک کشتی سے سفر کر رہا تھا۔ بادِ مخالف کے جھونکوں نے مجھ کو ایک جزیرہ میں لا ڈالا۔ وہاں میں چلتا چلتا ایک بستی میں پہنچا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگوں کا قد صرف ایک بالشت ہے اور ان میں سے اکثر کی ایک آنکھ کانی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ لوگ میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے مجھ کو ایک قید خانہ میں جو پنجرے کی مانند تھا بند کر دیا۔ کچھ دن کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تم یہ جنگ کی تیاریاں کیوں کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے کچھ دشمن ہیں جو آ کر ہم پر حملہ کرتے ہیں اور یہ موسم ان کی آمد کا ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ غرانیق کا ایک جھنڈ آیا اور ان کے ٹھونگیں مارنے لگا اور ان کی یک چشمی کی وجہ بھی یہی تھی۔ وہ پرندے اپنی چونچ سے ان کی آنکھیں پھوڑ رہے تھے۔ میں نے ایک بانس لے کر ان کونجوں کو بھگانا شروع کیا۔ چنانچہ وہ تھوڑی ہی دیر میں سب بھاگ گئیں۔ اس وجہ سے وہ مجھ سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میری بڑی خاطر مدارات کی۔

ایک بے بنیاد واقعہ

قاضی عیاض وغیرہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت النجم تلاوت فرمائی اور اس آیت پر پہنچے ''اَفَرَاَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الۡاُخۡرٰی'' اور یہ الفاظ کہے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھن لترتجیٰ ا'ا '' جب آپ پوری سورۃ تلاوت فرما چکے تو آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے پاس جو مسلمان تھے ان سب نے بھی سجدہ کیا اور کفار مکہ نے بھی اپنے معبودوں کی ثناء سن

کرحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سجدہ کیا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ ط'' (الآیہ)

(اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اللہ اپنی باتیں) علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اہلِ صحیح اور رواۃ ثقہ میں سے کسی نے باسناد صحیح و متصل اس کو نقل نہیں کیا بلکہ یہ حدیث اور ایسی دیگر روایتیں ان مفسرین کی من گھڑت ہیں جنھوں نے ہر انہونی صحیح و سقیم بات کو بیان کرنا آسان سمجھ رکھا ہے۔

صحیح حدیث میں صرف اتنا واقعہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو آپؐ نے سورۃ النجم پڑھ کر سنائی۔اس کے بعد آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی سجدہ کیا۔نیز مشرکین اور جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔یہ حدیث کی لفظی توجیہ ہے اور معنی کے لحاظ سے توجیہ یہ ہے کہ اس امر پر دلیل شرعی اور اجماع امت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ شریفہ اس قسم کے جملہ امور سے مصفی اور منزہ تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی ذاتِ شریفہ پر شیطان کا کوئی تسلط نہیں رکھا اور اگر بالفرض محال اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو محققین کے نزدیک اس کی راجح توجیہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی حسبِ ہدایت آپؐ قرآن شریف کی تلاوت ترتیب وتفصیل کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔

اس ترتیل وتفصیل میں جو سکتات واقع ہوتے تھے ان کی تاک میں شیطان لعین لگا رہتا تھا۔چنانچہ موقع پا کر شیطان نے ان سکتات کے دوران کفار کے کان میں یہ کلمات ڈال دیئے اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ کلمات حضورؐ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے ہیں حالانکہ حضورؐ کی زبان مبارک سے ان کلمات کا صدور نہیں ہوا تھا۔چنانچہ مسلمانوں کو ان کلمات کا علم ہی نہیں ہوا تھا۔

قصہ ذوالقرنین

حضرت عقبہؓ بن عامر فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطورِ خادم حاضر تھا۔اہلِ کتاب کے کچھ لوگ مصاحف یا کچھ اور کتابیں لئے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت لے آؤ۔چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا پیغام پہنچا دیا اور ان کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔آپ نے فرمایا کہ ان کا مجھ سے کیا واسطہ وہ مجھ سے ایسی باتیں پوچھتے ہیں جو مجھ کو معلوم نہیں آخر میں بھی اس کا بندہ ہی تو ہوں صرف وہی بات جانتا ہوں جس کا علم میرا رب مجھے عطا کرتا ہے۔پھر آپؐ نے فرمایا کہ اچھا مجھے وضو کرا دو۔چنانچہ آپ کو وضو کرایا گیا۔پھر آپ گھر کے مصلے پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں ہیں۔پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ان لوگوں کو میرے پاس بلا لاؤ اور میرے صحابہ میں سے جو اس وقت موجود ہوں ان کو بھی بلا لاؤ۔

چنانچہ میں سب کو خدمت اقدس میں بلا لایا۔جب اہل کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے سوال کے بغیر تم کو بتلا دوں اور اگر تم چاہو تو خود سوال کر لو۔ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ خود ہی ابتدا فرما دیں۔آپ نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہو۔لہٰذا میں تم کو بتلاتا ہوں کہ جو کچھ تمہاری کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہے وہ یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک رومی لڑکا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو سلطنت عطا فرمائی۔پھر وہ بلادِ مصر کے ساحل پر پہنچا اور وہاں ایک شہر آباد کیا جس کا نام اسکندریہ رکھا۔جب وہ اس کام سے فارغ ہوا تو اس کے پاس

ایک فرشتہ آیا اور اس کو روبقبلہ کر کے آسمان کی طرف لے کر اڑ گیا۔ پھر اس سے کہا کہ نیچے کی طرف نگاہ کرو اور بتا کہ تجھ کو کیا نظر آ رہا ہے؟ چنانچہ اس نے زمین کی طرف دیکھ کر کہا کہ مجھ کو میرا شہر اور ساتھ میں دوسرے شہر نظر آ رہے ہیں۔ پھر فرشتہ اس کو اور اوپر لے کر اڑا اور پھر وہی سوال دہرایا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ مجھ کو میرا شہر اور دیگر شہر ملے جلے نظر آ رہے ہیں میں اپنے شہر کی شناخت نہیں کر سکتا۔ پھر فرشتہ اس کو اور اوپر لے گیا اور کہا کہ اب دیکھ کیا نظر آ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اب تو مجھ کو تنہا اپنا شہر نظر آ رہا ہے۔ فرشتہ نے کہا کہ یہ سب زمین ہے اور جو کچھ اس کے چاروں طرف ہے وہ سمندر ہے' اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس کا سلطان مقرر کیا ہے۔

اس کے بعد ذوالقرنین نے دنیا کا سفر اختیار کیا اور چلتے چلتے وہ مغرب الشمس (آفتاب غروب ہونے کی جگہ) پر پہنچ گیا اور پھر وہاں سے چل کر مطلع الشمس یعنی پورب کی طرف جا پہنچا۔ وہاں سے چل کر ''سدین'' یعنی دو دیواروں پر پہنچا جو دو پہاڑ تھے اور اتنے نرم تھے کہ جو چیز ان سے مس کرتی وہ ان سے چپک جاتی تھی۔ اس کے بعد اس نے دیوار تعمیر کی اور یاجوج یاجوج کے پاس پہنچا اور ان کو دیگر مخلوق سے جدا کیا۔ بعد ازاں اس کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ جن کے چہرے کتوں کے مشابہ تھے اور وہ یاجوج ماجوج سے قتال کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اس نے ان کو بھی جدا جدا کر دیا۔ پھر ایک قوم کے پاس پہنچا جو ایک دوسرے کو کھا جاتے تھے۔ وہاں ایک صخرہ عظیم بھی دیکھا۔ آخر میں وہ بحر محیط کے ایک ملک میں گیا۔ یہ سن کر وہ اہلِ کتاب بولے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ذوالقرنین کے متعلق جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا بالکل وہی ہماری کتابوں میں مذکور ہے۔

روایت ہے کہ جب ذوالقرنین اسکندریہ کی تعمیر سے فراغت پا چکے اور اس کو خوب مستحکم بنا دیا تو آپ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور چلتے چلتے آپ کا گزر ایک ایسی صالح قوم پر ہوا جو راہِ حق پر گامزن تھی اور ان کے جملہ امور حق پر مبنی تھے اور ان میں یہ اوصافِ حسنہ بدرجہ کمال موجود تھے۔ روزمرہ کے امور میں عدل اور ہر چیز کی مساوی تقسیم' انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا' آپس میں صلہ رحمی' حال و قال ایک' ان کی قبریں ان کے دروازوں کے سامنے' ان کے دروازے غیر مقفل' نہ ان کا کوئی امیر و قاضی' نہ آپس میں امتیازی سلوک' نہ کسی قسم کا لڑائی جھگڑا' نہ گالی گلوچ اور نہ قہقہ بازی' نہ رنج و غم' آفاتِ سماویہ سے محفوظ' عمریں دراز نہ ان میں کوئی مسکین اور نہ کوئی فقیر۔ ذوالقرنین کو ان کے یہ حالات دیکھ کر تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ تم لوگ مجھ کو اپنے حالات سے مطلع کرو کیونکہ میں تمام دنیا میں گھوما ہوں اور بے شمار بحری اور بری اسفار کئے ہیں مگر تم جیسی صالح اور کوئی قوم نظر نہیں آئی۔ ان کے نمائندہ نے کہا کہ آپ جو چاہیں سوال کریں میں ان کا جواب دیتا جاؤں گا۔

ذوالقرنین:۔ تمہاری قبریں تمہارے گھروں کے درازوں کے سامنے کیوں ہیں؟

نمائندہ:۔ ایسا ہم نے عمداً اس لئے کیا ہے تاکہ ہم موت کو نہ بھول جائیں بلکہ اس کی یاد ہمارے دلوں میں باقی رہے۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے دروازوں پر قفل کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ ہم میں سے کوئی مشتبہ نہیں بلکہ سب امانت دار ہیں۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں امراء کیوں نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ ہم کو امراء کی حاجت نہیں ہے۔

ذوالقرنین:۔ تمہارے اوپر حکام کوئی نہیں ہیں؟

نمائندہ:۔ کیونکہ ہم آپس میں جھگڑا نہیں کرتے جو حاکم کی ضرورت پیش آئے۔

ذوالقرنین:۔ تم میں اغنیاء یعنی مالدار کیوں نہیں ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہمارے یہاں مال کی کثرت نہیں ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں بادشہ کیوں نہیں ہیں؟
نمائندہ:۔ ہمارے یہاں دنیوی سلطنت کی کسی کو رغبت ہی نہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے اندر اشراف کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہمارے اندر تفاخر کا مادہ ہی نہیں ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے درمیان باہم اختلاف کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم میں صلح کا مادہ بہت زیادہ ہے۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں آپس میں لڑائی جھگڑا کیوں نہیں؟
نمائندہ:۔ ہمارے یہاں حلم اور بردباری کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی ہے۔
ذوالقرنین:۔ تم سب کی بات ایک ہے اور طریقہ راست ہے؟
نمائندہ:۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم آپس میں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ دھوکہ دیتے ہیں اور نہ غیبت کرتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے سب کے دل یکساں اور تمہارا ظاہر و باطن بھی یکساں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟
نمائندہ:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب کی نیتیں صاف ہیں ان سے حسد اور دھوکہ نکل گئے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم میں کوئی مسکین وفقیر کیوں نہیں ہے؟
نمائندہ:۔ کیونکہ جو کچھ ہمارے یہاں پیدا ہوتا ہے ہم سب اس کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تمہارے یہاں کوئی درشت مزاج اور تند خو کیوں نہیں ہے؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم سب خاکسار اور متواضع ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم لوگوں کی عمریں دراز کیوں ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم سب ایک دوسرے کے حق کو ادا کرتے ہیں اور حق کے ساتھ آپس میں انصاف کرتے ہیں۔
ذوالقرنین:۔ تم باہم ہنسی مذاق کیوں نہیں کرتے؟
نمائندہ:۔ تا کہ ہم استغفار سے غافل نہ ہوں۔
ذوالقرنین:۔ تم غمگین کیوں نہیں ہوتے؟
نمائندہ:۔ ہم بچپن سے بلا و مصیبت جھیلنے کے عادی ہو گئے ہیں لہٰذا ہم کو ہر چیز محبوب و مرغوب ہو گئی ہے۔
ذوالقرنین:۔ تم لوگ آفات میں کیوں نہیں مبتلا ہوتے جیسا کہ دوسرے لوگ ہوتے ہیں؟
نمائندہ:۔ کیونکہ ہم غیر اللہ پر بھروسہ نہیں کرتے اور نہ ہم نجوم وغیرہ کے معتقد ہیں۔
ذوالقرنین:۔ اپنے آباؤ اجداد کا حال بیان کرو کہ وہ کیسے تھے؟
نمائندہ:۔ ہمارے آباؤ اجداد بہت اچھے لوگ تھے وہ اپنے مساکین پر رحم کرتے ور جوان میں فقیر ہوتے ان سے بھائی چارہ کرتے۔

جوان پر ظلم کرتا اس کو معاف کر دیتے اور جو ان کے ساتھ برائی کرتا وہ ان کے ساتھ بھلائی کرتے تھے۔ جو ان کے ساتھ جہل کا معاملہ کرتا تو وہ ان کے ساتھ بردباری کا معاملہ کرتے۔ آپس میں صلہ رحمی کرتے۔ نماز کے اوقات کی حفاظت کرتے۔ اپنے وعدہ کو پورا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہر کام درست کر رکھے تھے اور جب تک وہ زندہ رہے ان کو اللہ تعالیٰ نے آفات سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اب ان کی اولاد یعنی ہم کو بھی انہی کے نقش قدم پر ثابت رکھا۔

یہ سب باتیں سن کر ذوالقرنین نے کہا کہ اگر میں کسی جگہ قیام کرتا تو تمہارے پاس کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کہیں قیام کی اجازت نہیں ہے اس لئے معذور ہوں۔

ذوالقرنین کے نام ونسب اور نبوت کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کو ہم باب السین میں ''سعلاۃ'' کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

طبی خواص

تاس کی بیٹ اگر پانی میں پیس کر اس پانی میں ایک بتی تر کر کے ناک میں رکھی جائے تو ناک کا ہر زخم اچھا ہو جائے گا۔

شرعی حکم

غرنیق (کونج) حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الغرغر

(جنگلی مرغی) ''کتاب الغریب'' میں ازہری کا بیان ہے بنی اسرائیل جوارض، تہامہ میں رہتے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے معزز تھے مگر ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل گیا جو کسی کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے عذاب میں مبتلا فرما دیا جو لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مردوں کو بندر' ان کے کتوں کو کالا' ان کے اناروں کو حنظل' انگوروں کو اراک اور اخروٹ کے درختوں کو سرو اور ان کی مرغیوں کو غرغر یعنی جنگلی مرغی بنا دیا جو شدتِ بو کی وجہ سے نا قابلِ استعمال ہے۔

شرعی حکم

جنگلی مرغی کا کھانا حلال ہے کیونکہ اہل عرب اس کو خباشت میں شمار نہیں کرتے۔

الغزال

(ہرن کا بچہ) جب تک ہرن کے اس بچے کو کہا جاتا ہے جس کے سینگ نہ نکلے ہوں اور قوت نہ آئی ہو اس حالت میں اہلِ عرب اس کو غزال کہتے ہیں۔ اس کے بعد نر کو ظبی اور مادہ کو ظبیہ کہتے ہیں۔

طبی خواص

اس کا دماغ اگر روغن غار میں ڈال کر خوب جوش دیا جائے اور پھر اس میں ماء الکمون یعنی زیرہ کا پانی اضافہ کر کے اس کا ایک گھونٹ پی لیا جائے تو کھانسی کو زبردست فائدہ ہوگا۔ اگر اس کا پتا نمک میں ملا کر کسی ایسے شخص کو پلایا جائے جس کو کھانسی میں خون اور پیپ آتا ہو تو انشاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔ غزال کی چربی کو اگر کوئی شخص احلیل (سوراخ ذکر) پر مل کر اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی بیوی پھر اس کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرے گی۔ غزال کا گوشت فوائد کے اعتبار سے سب جانوروں کے گوشت سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

الغضارة

''الغضارة''ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد''القطاۃ''ہے۔عنقریب انشاءاللہ اس کی تفصیل''باب القاف''میں آئے گی۔

الغضب

''الغضب''اس سے مراد بیل اور شیر ہے۔تحقیق اس کا تفصیلی تذکرہ''باب الھمزہ''اور''باب الثاء''میں گزر چکا ہے۔

الغضوف

''الغضوف''اس سے مراد شیر اور خبیث سانپ ہے۔تحقیق ان کا تذکرہ''باب الھمزہ''اور باب الحاء''میں گزر چکا ہے۔

الغضیض

''الغضیض''اس سے مراد جنگلی گائے کا بچہ ہے۔تحقیق اس کا تذکرہ لفظ''البقرة الوحشية''کے تحت''باب الباء''میں گزر چکا ہے۔

الغطرب

''الغطرب''افعی سانپ کو کہتے ہیں۔

الغطریف

''الغطریف''اس سے مراد باز کے بچے،مچھر،شریف،سردار اور سخی آدمی ہے۔اس کی جمع''غطارفۃ''آتی ہے۔

الغطلس

''الغطلس''اس سے مراد بھیڑیا ہے۔تحقیق اس کا تذکرہ''باب الذال''میں گزر چکا ہے۔

الغطاطا

''الغطاطا''یہ''القطا''پرندے کی ایک قسم ہے جس کا پیٹ اور بدن سیاہ ہوتا ہے۔نیز اس کی ٹانگیں اور گردن لمبی ہوتی ہے۔

الغفر

''الغفر''(غین کے ضمہ کے ساتھ)''اروية''(پہاڑی بکری)کے بچے کو کہتے ہیں اس کی جمع اغفار آتی ہے۔نیز غین کے کسرہ

کے ساتھ ''الغفر'' جنگلی گائے کے بچے کو کہتے ہیں۔

الغماسة

''الغماسة'' (مرغابی) اس سے مراد وہ پرندہ ہے جو پانی میں غوطے لگاتا ہے۔ اس کی جمع ''غماس'' آتی ہے۔

الغنافر

''الغنافر'' (غین کے ضمہ کے ساتھ) اس سے مراد نر بجو ہے۔ تحقیق اس کی تفصیل ''باب الضاد'' میں بیان کی جاچکی ہے۔

الغنم

(بکری) یہ لفظ اسم جنس ہے۔ نر، مادہ اور ہر قسم کی بکریوں کو شامل ہے یعنی بھیڑیں بھی اس میں شامل ہیں حضرت امام شافعیؒ نے اپنے اشعار میں جہال کو غنم سے تعبیر کیا ہے

سَاكُتُمَ عَلْمِىُ مِنُ ذَوِىَ الْجَهُلِ طَاقَتِىُ وَلاَ اَنْثُرَ الدُرَ النَّفِيُسَ عَلَى الْغَنَمِ

میں حتی المقدور اپنے علم کو جاہلوں سے پوشیدہ رکھتا ہوں اور نفیس موتیوں کو بکریوں کے سامنے نہیں بکھیرتا ہوں۔

فان يَسَّرَ اللّٰهُ الْكَرِيُم بِفَضْلِهٖ وَصَادَفت اَهْلا لِلعلوم وللحكم

پس اگر اللہ کریم نے کوئی آسانی پیدا فرمادی اور مجھ کو کوئی ایسا شخص مل گیا جو علم و حکمت کا اہل ہو تو

بَثَّتَ مُفِيْدًا وَاِستَفْدت وَدَارَهُمُ والافمخزون لَدَى ومُكتَتُمُ

میں اس پر علوم مفیدہ پیش کردوں گا اور خود بھی اس کی دوستی سے فائدہ حاصل کروں گا ورنہ میرے علوم میرے پاس محفوظ رہیں گے۔

فَمَنُ مَنَحَ الْجُهَالَ عِلْماً اَضاعَهٗ وَمَنُ مَنع الْمُسْتَوُجِبِيُنَ فَقَدُ ظَلَمَ

جس نے جاہلوں پر علم کی بخشش کی اس نے علم کو ضائع کردیا اور جس نے مستحقین سے علوم کو پوشیدہ رکھا وہ ظالم ہے۔

حدیث میں غنم کا ذکر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ والوں اور بکریوں والوں نے ایک دوسرے پر اظہارِ فخر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سکینہ اور وقار بکری والوں میں ہے اور فخر و خیلا (تکبر) اونٹ والوں میں ہے''۔

یہ حدیث صحیحین میں مختلف الفاظ سے منقول ہے۔ حدیث میں سکینہ سے مراد سکون اور وقار سے تواضع مراد ہے۔ نیز فخر سے کثرت مال پر تفاخر اور خیلاء کے معنی تکبر اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتانا ہے۔ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ عموی اغلب احوال کے اعتبار سے ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اہل غنم سے اہل یمن مراد ہیں۔ کیونکہ ربیعہ اور مضر کے علاوہ بقیہ سب اہل یمن بکری والے ہیں، مسلم میں حضرت انسؓ سے منقول ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے کچھ مانگا آپ نے اس کو وہ سب بکریاں دے دیں جو دو پہاڑوں کے درمیان تھیں جب

وہ بکریاں لے کر اپنی قوم میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو مسلمان ہو جاؤ کیونکہ قسم ہے خدا کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دینا ایسے شخص کا دینا ہے کہ جس کو فقر کا کوئی خوف نہ ہو''۔

غنم کی دو قسمیں ہیں یعنی بکری اور بھیڑ۔ جاحظؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ بھیڑ' بکری سے افضل ہے۔ علماء نے اس کی تصریح کی ہے کہ مذکورہ افضیلت قربانی کے بارے میں ہے اور اس افضیلت پر دلائل پیش کئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پہلے بھیڑ کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بعد بکری کا۔ چنانچہ ارشاد ہے:'' ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ '' (آٹھ جوڑے دو بھیڑوں میں سے اور بکریوں میں سے دو) ''اِنَّ هٰذَا اَخِىْ لَهٗ تِسْعٌ'' وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِىَ نَعْجَةٌ'' وَاحِدَةٌ'' یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس دو دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔

(۳) وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (اور ہم نے فدیہ میں اس کو ایک بڑا ذبیحہ بھیجا) اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض جو قربانی کا جانور بھیجا تھا وہ مینڈھا تھا۔

علاوہ ازیں دیگر وجوہات یہ ہیں:۔

(۱) بھیڑ سال میں ایک مرتبہ بیاتی ہے اور بسا اوقات ایک ہی بچہ دیتی ہے اور بکریاں سال میں دو مرتبہ بیاتی ہیں۔ اور دو اور تین تین بچے دیتی ہیں پھر بھی برکت بھیڑ میں بمقابلہ بکری کے زیادہ ہے۔ یعنی بھیڑوں کی تعداد بکریوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) بھیڑ اگر کسی درخت وغیرہ کو چر لیتی ہے تو وہ دوبارہ سرسبز ہو جاتا ہے' مگر بکری کا چرا ہوا دوبارہ سرسبز نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑ درخت کا صرف اوپر کا حصہ چرتی ہے جبکہ بکری درخت کو جڑ تک کھا لیتی ہے۔

(۳) بھیڑ کی اون بکری کے بالوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

(۴) اہل عرب جب کسی کی مدح کرتے ہیں تو اس کو مینڈھے سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کی برائی کرتے ہیں اس کو بکری سے تو بیہ دیتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے بکرے اور بکری کو مہتوک الستر پیدا کیا ہے یعنی اس کے قبل اور دُبر کھلی رہتی ہے جبکہ بھیڑ میں یہ بات نہیں ہے۔

(۶) بھیڑ کی سری بکری کی سری سے افضل وطیب ہوتی ہے۔ یہی تفاوت دونوں کے گوشت میں بھی ہے۔ یعنی بکری کا گوشت سودائیت' بلغم اور فسادِ خون نیز نسیان پیدا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف بھیڑ کے گوشت میں یہ نقصانات نہیں ہیں۔ [1]

ابن ماجہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانیؓ سے ارشاد فرمایا کہ بکریاں پالو کیونکہ ان میں برکت ہے' ایک عورت نے آپ سے شکایت کی کہ میری بکریاں اچھی نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ ان بکریوں کا رنگ کیسا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ کالا' آپ نے فرمایا کہ ان کو بدل کر سفید بکریاں پال لو' کیونکہ سفید بکریوں میں برکت ہے''۔

جملہ انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں مبعوث فرمایا مگر اس نے بکریاں چرائیں''۔

---

[1] ہندوستانی اطباء کی رائے اس کے خلاف ہے اور وہ بکری کے گوشت کو بھیڑ کے گوشت پر ترجیح دیتے ہیں اور مریضوں کو بکری کا ہی گوشت کھانے کے لئے تجویز کرتے ہیں۔

ایک چرواہے کی دیانت

''شعب الایمان'' میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اطراف مدینہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلے۔ کھانے کے وقت ساتھیوں نے دستر خوان لگایا تو اسی اثناء میں ایک چرواہا ادھر سے گزرا اور سلام کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو کھانے کی دعوت دی۔ اس نے جواب دیا کہ میں روزہ سے ہوں۔ ابن عمر نے کہا کہ اتنے شدید گرمی کے موسم میں تم روزہ سے ہو؟ جبکہ پہاڑوں میں تم بکریاں چرا رہے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اس کی ایمانداری کا امتحان لینے کی غرض سے اس سے کہا کیا تُو اپنی بکریوں میں سے کوئی بکری فروخت کر سکتا ہے؟ کہ ہم تجھے اس کی قیمت دے دیں اور تُو اس کے گوشت سے افطار کرے۔ اس نے جواب دیا کہ بکریاں میری نہیں ہیں بلکہ میرے آقا کی ملکیت ہین۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ ایک بکری کو بھیڑیا کھا گیا۔ چرواہا یہ سن کر یہ کہتے ہوئے چل دیا کہ اللہ کو کیا جواب دوں گا؟ حضرت ابن عمرؓ نے اس چرواہے کی دیانت سے متاثر ہو کر اس چرواہے کے آقا سے اس غلام کو اور بکریوں کو خرید لیا اور غلام کو آزاد کر کے وہ بکریاں اس کو ہبہ کر دیں۔

حضرت اسودؓ حبشی کا اسلام اور حضور ﷺ کا ایک معجزہ

استیعاب میں مذکور ہے کہ حضرت اسودؓ ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے کسی قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور میرے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کیجئے۔ چنانچہ آپ نے اسلام کی تعلیمات ان کے سامنے پیش کیں اور یہ ایمان لے آئے۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ان بکریوں والوں کا ملازم ہوں اور یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں میں ان کا کیا کروں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے منہ پر کنکریاں مار دو یہ اپنے مالک کے پاس لوٹ جائیں گی۔ چنانچہ حضرت اسود حسب حکم کھڑے ہوئے اور کنکریاں لے کر بکریوں کے منہ پر مار دیں اور کہا تم سب اپنے مالک کے پاس چلی جاؤ' اب میں کبھی بھی تمہاری نگہبانی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر بکریاں اس طرح مجتمع ہو کر چل دیں جس طرح کوئی نگہبان ان کو ہانک کرلے جا رہا ہو اور اس طرح وہ اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں۔

اس کے بعد حضرت اسودؓ مسلمانوں کے ہمراہ کفار سے مقابلہ میں شریک ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت اسودؓ کو اسلام لانے کے بعد ایک بھی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نعش کے پاس آئے اور نعش کو دیکھ کر ایک طرف چہرہ مبارک پھیر لیا۔ لوگوں نے آپ سے اس اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ان کے پاس جنت کی حوروں میں سے دو بیویاں ہیں جو ان کے گرد آلود چہرے کو صاف کر رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ اللہ اس شخص کا چہرہ گرد آلود فرمائے جس نے تیرے چہرے کو گرد آلود کیا ہے اور جس نے تجھے قتل کیا ہے اللہ اس کو قتل فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں سیاہ بکریاں دیکھیں جن میں بہت سی سفید بکریاں آکر مل گئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضورؐ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ عجمی لوگ تمہارے دین و نسب میں شریک ہو جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا عجمی لوگ ہمارے شریک ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا کہ دین اگر ثریا میں معلق ہوگا تو عجم کے لوگ اس کو وہاں سے بھی نکال لائیں گے۔

شیخین کی خلافت کی خوشخبری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک کنوئیں سے ڈول بھر بھر کر پانی کھینچ رہا ہوں اور میرے ارد گرد سیاہ اور سفید بکریاں ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے اور انہوں نے کھینچنا شروع فرمایا مگر خدا ان کی مغفرت فرمائے ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ آئے اور انہوں نے ڈول ہاتھ میں تھاما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کوئی مرد ایسا قوی نہیں دیکھا جس نے آپ کی طرح آب کشی کی ہو۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ منصب خلافت پر فائز ہوں گے۔

ہر حاکم راعی ہے

ایک مرتبہ ابو مسلم خوالانی امیر معاویہؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان الفاظ میں آپ کو سلام کیا: ''**السلام علیک ایها الاجیر**'' حاضرین نے کہا یہ کہیے ''**السلام علیک ایها الامیر**'' آپ نے پھر وہی کہا ''**السلام علیک ایها الاجیر**'' لوگوں نے پھر ٹوکا کہ ''**السلام علیک ایها الامیر**'' کے بجائے ''امیر'' کہئے۔ آپ نے پھر وہی کہا اور لوگوں کی نکیر کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ یہ کہیں ان کو کہنے دو کیونکہ یہ علم میں تم سے افضل ہیں۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو ابو مسلم نے امیر معاویہؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ان بکریوں کے ریوڑ (یعنی مسلمین) کے اجیر اور تنخواہ دار ملازم ہیں اور ان بکریوں کے مالک نے آپ کو اس وجہ سے رکھا ہے کہ آپ اُن کی دیکھ بھال کریں۔ بیمار ہوں تو ان کا علاج معالجہ کریں اور مالک نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تُو نے بیماروں کا معالجہ کیا اور کمزوروں کی دیکھ بھال کی تو تم مستحق انعام ہو گے اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو موردِ عتاب بن جاؤ گے۔

دعا کی مقبولیت کے لئے دل کا حاضر ہونا ضروری ہے

رسالہ قشیری کے باب الدعاء میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو خوب گڑ گڑا کر اللہ سے دعا مانگ رہا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اگر اس کی حاجت میرے قبضہ میں ہوتی تو ضرور اس کو پورا کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰؑ! میں اس شخص پر تم سے زیادہ مہربان ہوں۔ لیکن اس کے پاس بکریاں ہیں یہ دعا تو مجھ سے مانگ رہا ہے مگر اس کا دل بکریوں میں لگا ہوا ہے۔ میں ایسے بندوں کی دعا قبول نہیں کرتا جو مجھ سے دعا مانگے اور اس کا دل میرے غیر سے وابستہ ہو' حضرت موسیٰؑ نے اس شخص کو یہ بات بتا دی۔ اس کے بعد اس شخص نے خوب دل لگا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حاجت پوری فرما دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں شیر اور بکری اکٹھے چرا کرتے تھے

دینوری کی کتاب ''المجالسۃ'' میں حماد بن زید نے موسیٰ بن اعین راعی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں بکریاں اور شیر اور دوسرے جنگلی جانور ایک ساتھ چرا کرتے تھے۔ اعین راعی کا بیان ہے کہ ایک دن ایک بھیڑیا بکریوں میں گھس گیا اور ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا میری زبان سے انا للّٰہ و انا الیه راجعون نکلا اور فوراً میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ شاید وہ مرد صالح جس کی یہ برکت تھی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ جس رات بھیڑیا بکری کو اٹھا کر لے گیا اسی رات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہو گئی۔

ایک جنتی عورت

عبدالواحد بن زید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تین رات تک برابر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ مجھ کو اس شخص سے ملا دے جو جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھ کو الہام ہوا کہ تیری جنت کی رفیقہ ایک عورت ہے جس کا نام میمونہ سوداء ہے اور وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں بکریاں چراتی ہے۔ چنانچہ میں کوفہ پہنچا اور اس کا پتہ معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ وہ فلاں جنگل میں بکریاں چرا رہی ہے۔ چنانچہ میں اس کی تلاش میں جنگل میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے اور اس کی بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو کہنے لگی کہ ابن زید وفاء وعدہ کی جگہ تو جنت ہے یہ دنیا نہیں ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ میں ابن زید ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں کہ جب ارواح کو ایک جگہ جمع کیا گیا تھا اس وقت بہت سی روحیں متعارف ہوئی تھیں اور بہت سی نہیں۔ پس جو وہاں متعارف تھیں وہ یہاں بھی متعارف ہیں اور جو وہاں غیر متعارف تھیں وہ یہاں بھی غیر متعارف ہیں۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ اس نے کہا سبحان اللہ جو خود واعظ ہو وہ دوسروں کے وعظ کا محتاج ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ تمہاری بکریاں بھیڑیوں کے ساتھ چر رہی ہیں یہ کیسے ممکن ہے؟ کہنے لگیں کہ میں نے اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لیا ہے اس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے میری بکریوں کا معاملہ بھیڑیوں سے درست فرما دیا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا فیصلہ

آیت شریفہ ''اذیحکمن فی الحرث اذنفشت فیه غنم القوم '' کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، قتادہ اور ازہری سے روایت ہے کہ دو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان میں سے ایک کسان اور دوسرا بکریوں والا تھا۔ کسان نے جو مدعی تھا بیان کیا کہ مدعا علیہ نے رات کے وقت اپنی بکریاں کھلی چھوڑ دیں جس سے وہ میرے کھیت میں آ گھسیں اور سارا کھیت چر گئیں اور کچھ بھی نہ چھوڑا، اس لئے آپ فیصلہ کیجئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ بکریوں والے کی بکریاں کھیت والے کو اس کے نقصان کے عوض میں دلا دیں۔

چنانچہ اس فیصلے کے بعد فریقین حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے معلوم کیا کہ تمہارے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ سے ان کو مطلع کیا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر تمہارا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں دوسرا فیصلہ کرتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ بیٹا تجھے حق نبوت اور حق ابوت کی قسم بتا تو اس میں کیا فیصلہ کرتا؟ حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا کہ ابا جان بکریاں تو کسان کو دے دیجئے تا کہ وہ ان کے دودھ، صوف اور نسل وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور کھیت بکری والے کے حوالے کر دیجئے تا کہ وہ اس کو بوئے اور کھیتی کرے۔ اس طرح جب کھیت کی حالت ایسی ہو جائے جیسا کہ بکریوں کے چرنے سے پہلے تھی تو اس وقت کھیت کسان کو اور بکریاں بکری والے کو دلا دیجئے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ نے اپنے فیصلہ کو منسوخ کر کے حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کو نافذ فرمایا۔

خدا تعالیٰ کا نظام قدرت

عجائب المخلوقات کے شروع میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰؑ بن عمران علیہ السلام کا گزر ایک چشمہ پر ہوا جو ایک پہاڑ کے قریب بہہ رہا تھا۔ آپ نے اس چشمہ پر وضو فرمایا اور نماز پڑھنے کے لئے پہاڑ پر چلے گئے۔ کچھ دیر کے بعد ایک سوار آیا اور چشمہ سے پانی

پی کر چلا گیا اور جاتے ہوئے ایک تھیلی دراھم بھول گیا۔ اس کے بعد ایک بکریاں چرانے والا آیا اور دراہم کی تھیلی اٹھا کر لے گیا۔ پھر ایک غریب بوڑھا شخص جس کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ تھا آیا اور لکڑیاں ایک طرف رکھ کر چشمہ کے نزدیک آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ سوار اپنی تھیلی کی تلاش میں چشمہ پر آیا مگر جب اس کو تھیلی وہاں نہ ملی تو اس نے بوڑھے سے تھیلی کا مطالبہ کیا۔ بوڑھے نے کہا کہ میں نے نہ تھیلی دیکھی اور نہ لی۔

چنانچہ بات بڑھ گئی اور نوبت مار پیٹ کی آ گئی اور سوار نے بوڑھے کو اس قدر مارا کہ وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ جو یہ ماجرا دیکھ رہے تھے حق تعالیٰ سے عرض پرداز ہوئے کہ اے میرے رب اس معاملہ میں کیا انصاف ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور ان کو اطلاع دی کہ اس بوڑھے نے اس سوار کے باپ کو مار ڈالا تھا اور اس سوار پر اُس چرواہے کے باپ کا قرضہ تھا۔ اور اس قرضہ کی تعداد اتنی ہی تھی جتنے اس تھیلی میں دراہم تھے۔ چنانچہ قرض خواہ کو قرض وصول ہو گیا اور قاتل سے قصاص لے لیا گیا اس طرح معاملہ برابر ہو گیا۔ میں حاکم عادل ہوں میرے یہاں ناانصافی نہیں ہے۔

چند بری باتیں

کتاب ''الحکم'' اور ''غایات'' میں لکھا ہے کہ اہل تجربہ کے قول کے مطابق یہ چیزیں باعث غم ہوا کرتی ہیں:۔

(۱) بکریوں کے درمیان چلنا (۲) بیٹھ کر عمامہ باندھنا (۳) کھڑے ہو کر پائجامہ پہننا (۴) دانتوں سے داڑھی کترنا (۵) دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھنا (۶) بائیں ہاتھ سے کھانا (۷) دامن سے منہ پونچھنا (۸) انڈوں کے چھلکوں پر چلنا (۹) داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا (۱۰) قبروں پر قہقہہ مار کر ہنسنا۔

تعبیر

خواب میں بکری کا دیکھنا مندرجہ ذیل چیزوں کی علامت ہے:۔

(۱) نیک اور فرمانبردار رعایا (۲) مالِ غنیمت (۳) بیویاں (۴) اولاد (۵) کھیتی اور پھلدار درخت۔ اون والی بکری کی تعبیر شریف' خوب صورت' باحیاء عورت سے دی جاتی ہے اور بالوں والی بکری سے نیک مگر فقیر و غریب عورتیں مراد ہوتی ہیں۔

بقول مقدسی جو شخص خواب میں معز (بکری) اور ضان (بھیڑ) کو ہانکے وہ عرب اور عجم کا سربراہ بنے گا اور اگر خواب میں ان کا دودھ بھی دوھ لے تو بہت سارا مال بھی حاصل ہوگا۔ اگر کسی مکان میں بکریاں کھڑی ہوئی دیکھے تو اس کی تعبیر ایسے لوگ ہیں جو کسی معاملہ کے لئے کسی جگہ جمع ہوں۔ اگر خواب میں سامنے سے آتی ہوئی بکریاں دیکھے تو اس سے دشمن مراد ہیں جو مغلوب ہو جائیں گے۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ بکری اس کے آگے آگے بھاگ رہی ہے اور ہاتھ نہیں آ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کو آمدنی بند ہونے کا اندیشہ ہو گا۔ یا وہ کسی عورت کا تعاقب کرے گا اور اس میں ناکام رہے گا۔

جاماسب نے کہا ہے کہ جو شخص خواب میں بکریوں کا ریوڑ دیکھے تو وہ ہمیشہ شاداں رہے گا۔ اور اگر ایک بکری دیکھے تو ایک سال تک خوش رہے گا۔ نعجہ (دنبی) کی تعبیر عورت ہے۔ لہٰذا جو شخص خواب میں نعجہ یعنی دنبی کو ذبح کرے تو وہ کسی مبارک عورت سے جماع کرے گا۔

اگر خواب میں کسی کی صورت بکری جیسی ہو جائے تو اس کو مال دستیاب ہوگا۔ جو شخص خواب میں بکری کے بال کاٹے تو اندیشہ ہے کہ وہ تین یوم تک گھر سے نکل جائے گا۔

اَلْغَوَّاصُ

(مچھلی مار) اہل مصر اس کو غطاس کہتے ہیں۔ بقول قزوینیؒ یہ پرندہ نہروں کے کنارے پایا جاتا ہے اور مچھلی کا شکار کرتا ہے اور اس کے شکار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ پانی کے اوپر اڑتا رہتا ہے اور جیسے ہی اس کو پانی میں کوئی مچھلی نظر آتی ہے۔ یہ اپنے منہ کی طرف سے پانی میں غوطہ لگا کر اس مچھلی کو پکڑ لاتا ہے۔ یہ جانور ہندوستان اور بصرہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے اس کا ایک واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اس جانور نے ایک مچھلی کا شکار کیا مگر اس مچھلی کو اس سے ایک کوے نے جھپٹ لیا۔ اس کے بعد اس نے ایک دوسری مچھلی کا شکار کیا لیکن اس کو بھی کوے نے اس سے جھپٹ لیا۔ مچھلی جھپٹ کر جب کوا اس کو کھانے میں مشغول ہوا تو مچھلی مار نے اس کوے کی ٹانگ پکڑ لی اور اس کو لے کر پانی میں غوطہ لگا دیا اور جب تک کوا مر نہیں گیا اس کو پانی سے باہر نہیں آنے دیا۔

غواص کا کھانا جائز یعنی حلال ہے۔ اگر مچھلی مار کا خون خشک کر کے انسان کے بالوں کے ساتھ پیس لیا جائے اور پھر اس کی مالش کی جائے تو طحال (تلی کا بڑھ جانا) کے لئے مفید ہے اور یہی تاثیر اور طریقہ استعمال اس کی ہڈی کی بھی ہے۔

الغوغاء

''الغوغاء'' اس سے مراد ٹڈی ہے جبکہ اس کے پر نکل آئیں اور اس کی رنگت سرخ ہو۔

اَلْغُوْلُ

(غول بیابانی۔ بھوت) غـــول: جنات اور شیاطین کی ایک جماعت ہے۔ ان کا شمار جنات کے جادوگروں میں ہوتا ہے۔ بقول جوہری غول اور سعالی ایک چیز ہیں۔ وہ چیز جو انسان کو ناگاہ پکڑ کر ہلاک کر دے وہ غول کہلاتی ہے۔ غول ''تغول'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی رنگ بدلنے کے ہیں جیسا کہ حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے ؎

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰی حال تَكُوْنُ بِهَا كَمَا تَلَوَّنُ فِیْ اَثْوَابِهَا اَلْغُوْل

وہ ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتی بلکہ اپنی حالت بدلتی رہتی ہے۔ جس طرح غول بیابانی اپنے کپڑوں میں رنگ بدلتا رہتا ہے۔

اسی طرح جب عورت تلون مزاجی کا مظاہرہ کرتی ہے تو عرب اس کی تعبیر ''تـغـولـت الـمـرأة'' (عورت نے رنگ بدل دیا) سے کرتے ہیں۔ نیز جب کوئی شخص ہلاکت میں مبتلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں ''غَالَتْهُ غول'' (اس کو غول نے پکڑ لیا)۔

علم کے ساتھ عمل ضروری ہے

کسی شخص نے ابوعبیدہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا: '' طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ '' (اس جہنمی درخت زقوم کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر) اس شخص کا یہ اعتراض تھا کہ جب کسی برائی یا بھلائی کی دھمکی یا خوش خبری دی جاتی ہے تو ایسی چیزوں سے دی جاتی ہے جو لوگوں کی جانی پہچانی ہو۔ مگر اس مثال میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ شیاطین کے سر غیر معروف ہیں۔ ابوعبیدہ نے اس شخص کو یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب سے کلام انہی کے محاورات کی رعایت سے کیا ہے۔ انہوں نے غول کو کبھی دیکھا نہیں تھا لیکن اس سے ڈرتے تھے جیسا کہ امرالقیس کے اس شعر سے ظاہر ہے ؎

اَتَقْتُلْنِیْ والمشر فی مضاحجی ومسنونة زرق کا نیاب اغوال

کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اس حال میں کہ تلوار میرے پاس ہے اور میرے پاس ایسے نیزے بھی ہیں جیسے کہ وہ شیطان کے دانت ہوں۔

الغرض اگر چہ انہوں نے دیکھا نہیں لیکن اس سے گھبراتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کو وعید کے طور پر ذکر کر دیا گیا۔ ابو عبیدہ کا نام علامہ معمر بن مثنیٰ بصری نحوی ہے۔ یہ مختلف علوم وفنون کا مالک تھا۔ بالخصوص عربیت اور اخبار وایام عرب کا ماہر تھا لیکن اس فنی مہارت اور جودت کے باوجود اکثر اشعار اس طرح غلط پڑھتا تھا کہ شعر، شعر نہیں رہ پاتا تھا۔ اور یہ قرآن بھی اسی طرح غلط پڑھتا تھا۔ اس کی طبیعت کا میلان خارجی عقائد کی جانب تھا۔ کوئی حاکم اس کی شہادت قبول نہیں کرتا تھا کیونکہ یہ اغلام بازی سے متہم تھا۔ چنانچہ اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک بار میں ابو عبیدہ کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مسجد کے اس ستون پر جہاں ابو عبیدہ بیٹھا کرتا تھا۔ یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

صَلی اَللاَلہُ علی لُوْطِ وَشِیْعَتِہٖ اَبَا عُبَیْدَۃَ قَلْ اٰمِیْنَا

اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے متبعین پر رحمت نازل فرمائے، اے ابو عبیدہ خدا کے واسطے تو آمین کہہ۔

اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبیدہؒ نے اس شعر کو دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اسے مٹا ڈالو۔ چنانچہ میں نے ان کی کمر پر سوار ہو کر اس کو مٹا دیا۔ لیکن صرف حرف ط باقی رہ گیا۔ ابو عبیدہ کہنے لگے کہ ط ہی تو سب سے برا حرف ہے اسی حرف سے "طـــامّۃ" یعنی قیامت شروع ہوتی ہے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ابو عبیدہؒ کی نشست گاہ میں ایک ورق پڑا ہوا ملا جس پر مذکورہ بالا شعر کے علاوہ یہ شعر بھی درج تھا۔

فَلَنْتَ عِنْدِی بِلاَ شَکٍّ بَقِیَّتُھُمْ سُنْذ اِحْتَلَمْتَ وَقَدْ جَاوَزْتَ تِسْعِیْناً

کیونکہ تُو بھی میرے نزدیک قوم لوط کا بقیہ ہے جب سے تُو بالغ ہوا ہے اور اب جبکہ تو ۹۰ سال سے متجاوز ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابو عبیدہؒ ایک مرتبہ موسیٰ بن عبد الرحمن ہلالی کے پاس بلاد فارس میں گئے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو عبد الرحمن نے اپنے تمام چھوکروں سے کہہ دیا کہ ذرا ابو عبیدہؒ سے بچ کر رہنا ان کی باتیں بڑی دقیق ہوتی ہیں۔ جب کھانا کھانے بیٹھے تو کسی لڑکے نے ان کے دامن پر شوربا گرا دیا۔ موسیٰ نے یہ دیکھ کر کہا کہ آپ کے دامن پر شوربا گر گیا ہے میں اس کے عوض میں آپ کو دس کپڑے دے دوں گا۔ ابو عبیدہؒ نے کہا کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کے شوربے سے کپڑے کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یعنی اس میں روغن نہیں ہے جو کپڑوں کو خراب کرے۔ موسیٰ ابو عبیدہؒ کا مطلب سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ ابو عبیدہؒ کی وفات ۲۰۹ھ میں ہوئی۔

ابو عبیدہؒ کے علاوہ ایک اور عالم ہیں جن کی کنیت بھی یہی ہے مگر اس میں فرق یہ ہے کہ ان کی کنیت بغیر "ھا" کے ہے یعنی "ابو عبید" ہے۔ ابو عبیدہؒ کے والد باجروان گاؤں کے باشندہ تھے۔ یہ وہی بستی ہے جس میں حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام نے اپنے قیام کے دوران ضیافت کا مطالبہ کیا تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے۔

بھوتوں سے نجات پانے کا طریقہ

طبرانی اور بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگوں کو بھوت دھوکہ دینا چاہیں تو اذان پڑھ دیا کرو اس لئے کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز مارتے ہوئے بھاگ جاتا ہے"۔

امام نووی نے "کتاب الاذکار" میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر اللہ کو دفع ضرر

کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

اسی طرح نسائی نے ایک روایت حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

اول شب میں گھر آیا کرو کیونکہ رات کے وقت زمین سمٹتی ہے۔ اگر غیلان تم پر ظاہر ہوا کریں تو جلدی سے اذان پڑھ دیا کرو۔ امام نوویؒ نے بھی یہ نقل کیا ہے۔

مسلم نے سہیل ابن ابی صالح سے نقل کیا ہے'' فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اور ایک غلام کو بنی حارثہ کے ایک محلّہ میں بھیجا۔ راستہ میں ایک دیوار کے اوپر سے کسی نے غلام کا نام لے کر اس کو پکارا۔ یہ سن کر غلام دیوار پر چڑھ گیا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ گھر پہنچ کر یہ واقعہ میں نے والد سے ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تم کو ہرگز وہاں نہ بھیجتا۔ لیکن جب بھی تم کو ایسی آواز سنائی دے تو تم اذان پڑھ دیا کرو۔ کیونکہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر لوٹ جاتا ہے۔ مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

'' اسلام میں نہ عدویٰ کی کوئی حقیقت ہے اور نہ بدفالی کی اور نہ غول کی کوئی حقیقت ہے''۔

اہلِ عرب کا یہ گمان اور عقیدہ تھا کہ غول جنگلوں میں ہوتے ہیں اور یہ کہ وہ شیاطین کی ایک جنس ہیں جو انسانوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور رنگ بدل کر اس کو راستہ بھلا دیتے ہیں اور مار ڈالتے ہیں۔ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضورؐ نے اس عقیدہ کی تردید فرما دی کہ بھوت کوئی چیز نہیں ہے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث میں غول کے وجود کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس عقیدہ کا بطلان ہے کہ وہ طرح طرح کے رنگ بدلتا ہے اور دھوکہ دیتا ہے لہٰذا ''لا غول'' کا مطلب یہ ہوا کہ غول میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ کسی کو راستہ بھلا دے۔ چنانچہ اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا'' لَا غُولَ ولٰکن السعالی '' علماء فرماتے ہیں کہ سعالی سحرۃ الجن ہیں یعنی جنات کا ایک ایسا گروہ جن کا شمار جادوگروں میں ہوتا ہے۔

ترمذی اور حاکم میں حضرت ابوایوبؓ انصاری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک ڈولی تھی جس میں کھجوریں رکھی رہتی تھیں۔ غول بلی کی صورت بنا کر آتے اور اس میں سے کھجوریں نکال کر لے جاتے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور جب پھر آئے تو اس سے کہنا'' بسم اللّٰہ اجیبی رسول اللّٰہ ''(یعنی اللہ کے نام کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو) حضرت ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ دوبارہ آئی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اس نے قسم کھائی کہ اب نہیں آؤں گی۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ پھر جب میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے قسم کھالی ہے کہ میں اب نہیں آؤں گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ بولنا اس کی عادت ہے۔ چنانچہ اگلے دن وہ پھر آئی اور میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اس نے پھر قسم کھائی اور میں نے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پھر وہی سوال کیا اور میں نے وہی جواب دیا۔ اس مرتبہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا اور جھوٹ اس کی عادت ہے۔ تیسری بار جب وہ پھر آئی تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ اس مرتبہ میں تجھ کو خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جائے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔

یہ سن کر اس نے جواب دیا کہ میں آپ کو ایک گر کی بات بتائے دیتی ہوں وہ یہ کہ تم اپنے گھر میں آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اس کے پڑھنے سے آپ کے گھر میں شیطان یا اور کوئی چیز نہیں آئے گی۔ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے پھر

وہی سوال کیا۔ میں نے جواب میں پورا واقعہ آپ کو سنایا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اس نے سچ بات بتائی ہے مگر فی نفسہٖ وہ بہت جھوٹ کی عادی ہے۔

اسی مضمون کی ایک حدیث امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے ''وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کے مال کا محافظ مقرر فرمایا اور میرے ساتھ بھی ایسا ہی قصہ پیش آیا جیسا اوپر مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں نے اس کو اس لئے چھوڑ دیا کیونکہ اس نے مجھے ایسے کلمات تلقین کئے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مجھ کو نفع عطا فرمائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کون سے کلمات ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ تم اپنے بستر پر لیٹنے سے پہلے پوری آیت الکرسی پڑھ لیا کرو یہ اللہ کی طرف سے تمہاری محافظ بن جائے گی اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے پاس نہیں پھٹکے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ بات صحیح کہی ہے اگر چہ وہ بہت جھوٹا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہؓ! کیا تم کو معلوم ہے کہ تم تین روز تک کسی سے مخاطب ہوتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

اَلْغَیْدَاقُ

''اَلْغَیْدَاق'' (غین کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد گوہ کا بچہ ہے۔

الغیطلة

''الغیطلة'' اس سے مراد جنگلی گائے ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ جنگلی گائے کے گروہ کو بھی ''الغیطلة'' کہا جاتا ہے۔

الغیلم

''الغیلم'' (بوزن ویلم) اس سے مراد خشکی کا کچھوا ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر ''باب السین'' میں گزر چکا ہے۔

الغیهب

''الغیهب'' اس سے مراد شتر مرغ ہے۔

بَابُ الفَاء

اَلْفَاخِتَةُ

(فاختہ) فاختہ ان پرندوں میں سے ہے جن کے گلے میں طوق ہوتا ہے۔ فاختہ کو صلصل بھی کہتے لیکن کہا جاتا ہے کہ فاختہ کی آواز سے سانپ بھاگ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ کسی شہر میں سانپوں کی کثرت ہوگئی تو لوگوں نے کسی حکیم سے اس کی

شکایت کی۔ اس حکیم نے ان کو مشورہ دیا کہ کہیں سے فاختہ لا کر یہاں چھوڑ دو۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور وہاں سے سانپ بھاگ گئے۔ یہ خاصیت صرف عراقی فاختہ میں ہے حجازی میں نہیں۔ فاختہ کی آواز میں فصاحت اور کشش ہوتی ہے اور یہ فطری طور پر انسانوں سے مانوس ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے گھروں میں بھی رہتی ہے۔ عرب لوگ فاختہ کو کذب سے منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ بقول ان کے یہ اپنی بولی میں "ھٰذااوان الرطب" (یہ کھجور پکنے کا وقت ہے) کے الفاظ کہتی ہے حالانکہ اس وقت کھجور کے خوشے تک نہیں نکلتے۔ چنانچہ ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

آکذب مِنْ فاختہ تقول وسط الکرب

فاختہ سے جھوٹا (کون ہوسکتا ہے) وہ کلیاں پھوٹنے کے وقت کہتی ہے:

والطلع لم یبدلھا ھذا اوان الرطب

جب کہ خوشے بھی برآمد نہیں ہوتے کہ یہ کھجور کے پکنے کا وقت ہے۔

میرا خیال ہے کہ فاختہ کو کاذب اس لئے کہا جاتا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" کے آخر میں لکھا ہے کہ جن عشاق کی محبت حد سے تجاوز کر جاتی ہے ان کی باتیں سننے میں لطف آتا ہے وہ اپنے کلام میں معذور سمجھے جاتے ہیں۔ چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک فاختہ کا نر اپنی مادہ کو اپنے پاس بلا رہا تھا لیکن وہ اس کے پاس آنے سے انکار کر رہی تھی۔ جب نر سے نہ رہا گیا تو کہنے لگا کہ تُو کسی وجہ سے مجھ سے برگشتہ ہے حالانکہ تیری محبت میں میرا یہ حال ہے کہ اگر تُو چاہے تو میں تیرے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو پلٹ دوں پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے فاختہ کے نر کی اس گفتگو کو سن لیا تو آپ نے اس کو بلا کر اس سے دریافت فرمایا کہ تیری ایسا کہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟

فاختہ کے نر نے جواب دیا کہ حضور میں عاشق ہوں اور عاشق اپنی باتوں میں معذور ہوتا ہے اور اس کی باتیں قابلِ گرفت نہیں ہوتیں۔ عشاق کی باتوں کا چرچا نہیں ہوتا بلکہ ان کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

اُرِیْدُ وِصَالَه وَیُرِیْدُ ھِجْرِی فَاَتْرُکَ مَا اُرِیْد لِمَا یُرِیْدُ

میں محبوب کے وصال کا طالب ہوں اور وہ مجھ سے جدائی چاہتا ہے پس میں اپنی خواہش کو اس کی خواہش کے مقابلہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

محبت کی حقیقت اور مراتب

جان لے کہ لوگوں نے محبت کی حقیقت کو واشگاف کرنے کے لئے اور اس کے مراتب کے بارے میں اپنے اپنے ذوق و اجتہاد کے مطابق بڑی تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے لیکن ہم (یعنی دمیری) یہاں مختصر قول فصیل بیان کرتے ہیں جو عشق و محبت کی حقیقت اور مراتب کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

عبدالرحمن ابن نصر کے بقول اہل طب نے عشق کو ایک مرض قرار دیا ہے جو نظر اور سماع یعنی کسی کی صورت دیکھنے یا اس کی آواز سننے سے پیدا ہوتا ہے اور اطباء نے اس کا علاج بھی لکھا ہے جیسا کہ دیگر امراض کا علاج ہوتا ہے۔

محبت کے چند مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے فائق اور بڑے ہوتے ہیں۔ چنانچہ محبت کا پہلا درجہ استحسان (کسی چیز کا اچھا لگانا) ہے اور یہ نظر و سماع سے پیدا ہوتا ہے۔ محبوب کی خوبیاں اچھائیاں بار بار ذکر کرنے سے یہ درجہ ترقی کرتا ہے تو اس کو مودۃ (دوستی) کہتے

ہیں۔اس درجہ میں محبوب کی ذات سے انسیت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ رغبت اور انسیت موکد ہو کر محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔محبت ایتلاف روحانی یعنی دلی محبت کا نام ہے۔جب محبت کا مرتبہ اور ترقی کرتا ہے تو اس کو خلت سے تعبیر کرتے ہیں۔انسانی خلت کا حاصل یہ ہے کہ محبّ کے قلب میں محبوب کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے اور ان میں جو درمیانی پردے ہیں وہ ساقط ہو جاتے ہیں۔پھر خلت بڑھتے بڑھتے ''ھویٰ'' کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔اس مرتبہ میں محبّ کے قلب میں محبوب کی محبت میں کسی قسم کا تغیر وتلون داخل نہیں ہوتا اور پھر رفتہ رفتہ ترقی کر کے یہ مرتبہ مرتبہ عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔عشق افراط محبت کا نام ہے اور اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ خود معشوق کے دل میں اپنے عاشق کا تخیل پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا ذکر اس کے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتا۔

پھر عاشق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شہوانی قویٰ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور کھانا پینا سونا سب رخصت ہو جاتے ہیں اور پھر عشق ترقی کر کے اپنی آخری حالت کو پہنچ جاتا ہے جس کو تیم کہتے ہیں۔اس مرحلہ میں آ کر عاشق کے قلب میں معشوق کی صورت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں رہتی اور وہ معشوق کے علاوہ کسی چیز سے راضی نہیں ہوتا۔''تیم'' کے آگے ایک اور مرتبہ بھی ہے جس کو ''ولہ'' کہتے ہیں۔اس درجہ میں عاشق حدود وترتیب سے باہر آ جاتا ہے۔اس کی صفات بدل جاتی ہیں اور احوال غیر منضبط ہو جاتے ہیں۔ہر وقت وساوس میں مبتلا رہتا ہے۔اس کو خود یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے'' اور کہاں جا رہا ہے؟ جب حالت اس مرحلہ کو پہنچ جاتی ہے تو اطباء اس کے علاج سے قاصر ہو جاتے ہیں اور ان کی عقل اس کے بارے میں کوئی کام نہیں کرتی۔کسی شاعر نے اس بارے میں بہت عمدہ کلام کیا ہے

يقول أُناس'' لَوْ نِعِتَ لنا الهوى وَوَاللّٰه ما أدرى لَهُم كَيْفَ أنْعَتُ

لوگ مجھ سے فرمائش کرتے ہیں کہ کاش میں ان کے سامنے عشق کی تعریف کر دوں حالانکہ بخدا مجھے نہیں معلوم کہ میں ان کے سامنے کس طرح عشق کی تعریف کروں۔

فَلَيْسَ لِشَىء مِنْهُ حَد'' أُحِدُّهُ وَلَيْس لِشَىْءِ مِنْهُ وَقْت'' مُوَقَّت''

عشق کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کی حد بندی ہو سکے اور اس کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ اس کے لئے وقت کا تعین ہو سکے۔

اِذَا اِشْتَدَّ مابى كان اخرُ حيلتى لَهُ وضعُ كَفِّى فَوْقَ خدِىْ وَاَصْمِتُ

جب میری حالت عشق میں شدت ہوتی ہے تو مجھ کو بجز اس کے کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی کہ اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ کر خاموش بیٹھ جاؤں۔

وَاَنْضَحُ وَجْهَ الْاَرضِ طور اَبِعَبْرَتِىْ وَاَقْرَعُهَا طورًا بِظَفْرِى وَاَنْكُتُ

اور کبھی سطح زمین کو اپنے اشکوں سے سیراب کروں کبھی اپنے ناخنوں کے ذریعے اس کو کریدوں۔

فقد زعم الواشون انى سلوتها فَمَالِىْ اراها مِنْ بَعِيْدٍ فَاَبْهتُ

چغل خور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے محبوبہ کو چھوڑ دیا مگر وہ لوگ مجھے یہ تو بتا دیں کہ جب اس کو دور سے دیکھتا ہوں تو میں مبہوت کیوں ہو جاتا ہوں۔

حکیم جالینوسؒ کا قول ہے کہ عشق نفس کا ایک فعل ہے جو دماغ اور قلب وجگر میں پوشیدہ رہتا ہے۔دماغ تین چیزوں کا مسکن ہے دماغ کا اگلا حصہ تخیل کا اور درمیانی حصہ فکر اور پچھلا حصہ ذکر کا مسکن ہے۔لہٰذا کوئی شخص اس وقت تک عاشق نہیں کہلا سکتا جب تک کہ معشوق کی جدائی میں اس کا تخیل اور فکر وذکر معطل نہ ہو جائے اور اپنے قلب وجگر کی مشغولیت کے باعث کھانے اور پینے سے غافل نہ ہو

جائے اور معشوق کے فراق میں دماغ کی مشغولیت کے سبب نیند نہ اڑ جائے گویا اس کے جملہ قوئ معشوق کی ہی دھن میں لگ جائیں اور اگر کسی میں یہ اوصاف نہیں ہیں تو وہ عاشق کہلانے کا مصداق نہیں ہے اور وہ حالت اعتدال پر سمجھا جائے گا۔

ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ محبت میں حد سے گزر جانے کا نام عشق ہے اور یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عشق سے متصف نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کی شانِ عالی سے یہ بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندہ سے محبت میں حد سے تجاوز کر جائے۔ اس کی توصیف صرف محبت سے ہوسکتی ہے جیسا کہ وہ خود اپنے کلام میں فرماتے ہیں'' یحبھم و یحبونہ ''(وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں) للہذا بندہ سے اللہ کی محبت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے بندہ کو کوئی خصوصی انعام دینے کا ارادہ رکھتے ہیں جیسا کہ اس کی رحمت کا مفہوم بندہ کو کسی خاص نعمت سے مخصوص کرنے کا ہوتا ہے۔

محبت کہاں سے آئی ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ محبت'' صفاء مودۃ''(خالص دوستی) کا نام ہے اس لئے کہ عرب خالص سپیدی کو'' حب'' کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ محبت'' حباب الماءُ(کثیر پانی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ محبت دل میں پاء جانے والا سب سے عظیم اور اہم چیز ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ'' احب البعیر ''(چمٹ جانا) سے ماخوذ ہے۔ جب اونٹ بیٹھ کر اٹھنے نہ پائے تو اس کو اہلِ عرب'' احب البعیر'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ محبّ کا قلب بھی ذکر حبیب سے خالی نہیں ہو پاتا۔ اور عشق ''عشقۃ'' سے مشتق ہے۔ عشقۃ ایک گھانس ہوتی ہے جو درختوں کی جڑوں کو لپٹ جاتی ہے۔ اسی طرح جب عشق عاشق کو لپٹ جاتا ہے تو موت کے علاوہ کوئی چیز ان کو جدا نہیں کرسکتی۔

بعض کہتے ہیں کہ عشقہ اس زرد گھاس کو کہتے ہیں جس کے پتے متغیر ہو جاتے ہیں اور چونکہ عاشق کا حال بھی متغیر ہو جاتا ہے اور اس کی شادابی ختم ہو جاتی ہے۔

کہتے ہیں کہ فاختہ بڑی طویل العمر ہوتی ہے اور بعض فاختہ ایسی دیکھی گئی ہیں جو پچیس اور چالیس سال تک زندہ رہیں۔

شرعی حکم

اس کا کھانا اور فروخت کرنا دونوں جائز ہیں۔

طبی خواص

مریض برص کو اگر فاختہ اور کالے کبوتر کے خون کی مالش کی جائے تو رنگ فوراً تبدیل ہو جائے گا۔ جس بچہ کو مرگی ہو اس کے گلے میں فاختہ کی بیٹ ڈالنے سے شفاء ہو جائے گی۔ چوٹ اور زخم کے جو نشانات آنکھوں میں ہو جاتے ہیں ان کے لئے آنکھوں میں فاختہ کا خون ٹپکانا بہت مفید ہے۔

تعبیر

بقول ابن المقری فاختہ، قمری اور دیسی جیسے جانوروں کا خواب میں مالک ہونا عظمت و رفعت اور حصولِ نعمت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں عموماً مالداروں کے پاس ہی ہوتی ہیں۔ کبھی ان جانوروں سے عابدین، قارئین اور تسبیح وتہلیل کرنے والی جماعت مراد ہوتی ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ''(ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتی ہے)۔

کبھی فاختہ سے مراد گانے بجانے والے اور کھیل کود کرنے والے مرد ہوتے ہیں۔ کبھی اس سے بیویاں اور باندیاں مراد ہوتی

ہیں۔

بقول مقدسی فاختہ کی تعبیر جھوٹا لڑکا ہے یا بے وفا' بے دین اور جھوٹی عورت ہے اور بقول ارطامیدورس فاختہ کی تعبیر باوقار اور خوبصورت عورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اَلْفَارُ

(چوہا) یہ جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد فارۃ ہے۔ اس کی کنیت ام خراب ہے ام راشد آتی ہیں۔ مکان فتر وارض فترۃ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چوہوں کی کثرت ہو۔ چوہوں کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً گھونس' چھچھوندر یربوع۔ ذات النطق، فارۃ الابل وغیرہ۔ مگر یہاں صرف ان چوہوں کا ذکر کرنا ہے جو گھروں میں رہتے ہیں۔ یہ بھی فویسقہ میں شامل ہیں جن کو قتل کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حل وحرم اور ہر جگہ حکم دیا ہے۔ فسق کے لغوی معنی اطاعت سے نکل جانے کے ہیں اور اسی وجہ سے عاصی کو فاسق کہتے ہیں۔ فواسق میں چوہے کے علاوہ اور بھی متعدد جانور داخل ہیں جیسے سانپ' بچھو وغیرہ۔ ان جانوروں کو ان کی خباثت کی وجہ سے فواسق کہا جاتا ہے۔

دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حل وحرم میں ان کی حرمت ختم ہوگئی اس وجہ سے ان کو فواسق کہا جاتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی رسی کاٹ دی تھی۔ امام طحاویؒ نے احکام القرآن میں یزید بن ابی نعیم کی سند سے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ چوہے کو فویسقہ کیوں کہا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ چوہے نے آپؐ کے گھر میں آگ لگانے کے لئے چراغ کی بتی اٹھا رکھی ہے۔ آپؐ نے اس کو اٹھا کر مار ڈالا اور محرم وحلال ہر شخص کے لئے اس کا مار ڈالنا مباح کر دیا۔

سنن ابی داؤدؒ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ چوہے نے آکر چراغ کی بتی اپنے منہ میں لے لی اور اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مصلی پر جس پر آپ تشریف فرما تھے ڈال دیا جس کی وجہ سے مصلی کا وہ حصہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کیا کرتے تھے بقدر ایک درہم جل گیا۔

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ چوہا آیا اور اس نے چراغ کی بتی منہ میں اٹھالی۔ ایک لونڈی چوہے کو جھڑکنے لگی مگر آپؐ نے اس کو منع کر دیا۔ چوہا وہ بتی لے کر اس مصلے پر جس پر آپؐ تشریف فرما تھے' لاکر ڈال دی جس سے مصلی بقدر ایک درہم جل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو چراغ گل کر دیا کرو۔ کیونکہ شیطان ان جیسوں کو ایسے کام کرنے کی رغبت دلاتا ہے تا کہ تم کو جلا دے۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مروی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے سوتے وقت آگ بجھا دیا کرو اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ فویسقہ یعنی چوہے گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلانا چاہتے ہیں۔

فار (چوہا) کی دو قسمیں ہیں (۱) جرذان (۲) فران

کہتے ہیں کہ چوہے سے زیادہ مفسد کوئی جانور نہیں۔ چوہے نہ کسی چھوٹے کو بخشتے ہیں اور نہ بڑے کو' جو چیز بھی ان کے سامنے آتی ہے اس کو تلف کر دیتے ہیں۔ اس کے فسادی ہونے کے لئے ''سد مارب'' کا قصہ ہی کافی ہے جو باب الخاء میں خلد کے عنوان سے بیان ہوا ہے۔ اور اس کی حیلہ سازی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ کسی ایسی تیل کی بوتل یا برتن کے پاس آتا ہے جس میں اس کے منہ کی رسائی نہیں ہو پاتی

تو یہ اس میں اپنی دم ڈال کر تیل میں تر کر لیتا ہے اور پھر اس کو چوس لیتا ہے اور اس طرح یہ تمام تیل ختم کر دیتا ہے۔

حضرت نوحؑ کی کشتی کا رقبہ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے دو سال میں اپنی کشتی کو تیار فرمایا اور اس کشتی کا طول تین سو ہاتھ کے بقدر اور عرض پچاس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی۔ یہ کشتی ساج کی لکڑی سے بنائی گئی تھی اور اس میں آپ نے تین منزلیں بنائی تھیں۔ نیچے کی منزل مین جنگلی جانور، درندے اور حشرات الارض کو رکھا گیا تھا اور درمیانی منزل میں سواری کے جانور اور چوپائے تھے اور اوپر والے حصے میں حضرت نوحؑ اپنے متبعین اور سامانِ ضرورت کے ساتھ تشریف فرما تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ نچلے حصے میں جانور، درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجے میں پرندے تھے۔

جب کشتی میں بہت زیادہ گوبر اور لید وغیرہ جمع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو حکم دیا کہ ہاتھی کی دم کو دباؤ۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا جس کے نتیجہ میں ایک سور اور ایک سوری برآمد ہوئے۔ چنانچہ ان دونوں نے نکلتے ہی کشتی میں موجود تمام غلاظت کو کھا کر صاف کر دیا۔ اسی طرح جب چوہا کشتی کے کنارہ پر آ کر اس کے لنگر کی رسیوں کو کاٹنے لگا تو حق تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ شیر کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوٹ ماریں۔ چنانچہ حضرت نوحؑ نے ایسا ہی کیا جس سے ایک بلا اور ایک بلی نکلی اور ان دونوں نے چوہے پر حملہ کر کے اس کو رسی کاٹنے سے باز رکھا۔

حضرت حسنؒ سے منقول ہے کہ سفینہ نوحؑ کی لمبائی ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی ۶۰۰ گز تھی۔ لیکن مشہور وہی مقدار ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمائی۔ حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اس کشتی کا دروازہ عرض میں تھا۔

کشتی سازی کی مدت

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام ۱۰۰ سال تک شجر کاری اور لکڑیاں کاٹنے میں مصروف رہے۔ پھر ۱۰۰ سال کشتی بنانے میں صرف ہوئے۔ بقول کعب احبار کشتی بنانے میں ۳۰ سال صرف ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ ۴۰ سال تک شجر کاری کی اور ۴۰ سال تک اس کو خشک کیا اور پھر کشتی بنائی۔

اہلِ تورات کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ساگو کی لکڑی سے کشتی تیار کریں۔ اور اس کو مضبوط بنائیں اور اس کے اندر و باہر تار کول کا لیپ کر دیجئے اور اس کا طول ۸۰ گز اور چوڑائی ۵۰ ذراع اور بلندی ۳۰ ذراع رکھیں سال تک اس کو خشک کیا اور پھر کشتی بنائی۔

بنی اسرائیل کی ایک مسخ شدہ قوم

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہو گئی کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ بس اس مقام پر صرف چوہے نظر آتے تھے اور ان چوہوں کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے اونٹنی کا دودھ رکھا جاتا تھا تو اس کو نہیں پیتے تھے مگر جب بکری کا دودھ ان کے سامنے رکھتے تھے تو اس کو پی لیتے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت اور دودھ حرم تھا اور بکری کا دودھ اور گوشت حلال تھا۔ اس لئے ان چوہوں کا اونٹنی کے دودھ سے اعراض کرنا اور بکری کے دودھ کو پی لینا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چوہے بنی اسرائیل کی مسخ شدہ قوم تھی۔

چوہے کی ایک قسم فار بیش کہلاتی ہے۔ بیش ایک قسم کا زہر ہے ارفار بیش چوہا نہیں بلکہ چوہے کا ہم شکل ایک جانور ہے یہ جنگلوں اور

باغات میں رہتا ہے اور ایک زہریلی بوٹی کو کھاتا ہے یہ بوٹی سم قاتل ہے جیسا کہ علامہ قزوینیؒ نے کہا ہے اور قزوینیؒ کے قول ہی کے مطابق چوہے کی تیسری قسم وہ ہے جو ذات النطاق کہلاتی ہے۔ یہ وہ چوہا ہے جس کے بدن پر سفید نقطے ہوتے ہیں اور بالائی حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ اس کا نام ذات النطاق عورت سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے۔ ذات النطاق اس عورت کو کہتے ہیں جو دو قمیض مختلف رنگ کی اس طرح پہنے ہوئے ہو کہ کمر میں پٹی باندھ کر اوپر والا حصہ نیچے والے حصہ پر اور نیچے والا حصہ زمین پر لٹکا دیا گیا ہو۔

چوہے کی ایک قسم فارہ المسک (مشکی چوہا) کہلاتی ہے اور بقول جاحظ اس مشکی چوہے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو تبت میں پایا جاتا ہے اور اس کو نافہ کی غرض سے لوگ شکار کرتے ہیں اور اس کو پکڑ کر ایک کپڑے کی پٹی سے اس کی ناف کو باندھ کر لٹکا دیا جاتا اس طرح اس کا خون ایک جگہ مجتمع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو اس کی ناف جو کپڑے میں بندھی ہوئی ہوتی ہے کاٹ لی جاتی ہے اور اس کو "جو" میں دبا دیا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ خون منجمد ہو کر نہایت خوشبودار مشک بن جاتا ہے۔ مشکی چوہے کی دوسری قسم وہ ہے جو گھروں میں رہتی ہے اور وہ ایک سیاہ رنگ کی گھوس ہوتی ہے۔ اس میں مشک نہیں ہوتا بلکہ اس میں مشک جیسی خوشبو ہوتی ہے۔ "حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا" کی تفسیر میں حاکمؒ اور بیہقیؒ نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے اور ہر یہودی اور نصرانی اور ہر ملت کا پیروکار اسلام قبول کر لے گا اور چوہا بلی سے اور بکری بھیڑیئے سے مامون ہو جائے اور چوہے تھیلے کاٹنے چھوڑ دیں اور تمام باہمی عداوتیں ختم ہو جائیں تو یہ وقت ہوگا کہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔

شرعی حکم

"یربوع" کے علاوہ جملہ تمام چوہے حرام ہیں اور ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

نسیان کے اسباب

ابن وہب نے لیث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری چوہے کا جھوٹا اور کھٹا سیب کھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں چیزوں سے نسیان پیدا ہوتا ہے اور شہد کثرت سے نوش فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ شہد سے ذہن میں ترقی ہوتی ہے۔ شیخ علیم الدین سخاوی نے نسیان پیدا کرنے والا چیزوں کو ان اشعار میں جمع فرما دیا ہے۔

تَوَقِ خصَالا خَوْفَ نِسْیَانِ مَا مَضی　　　قِرَاۃُ الْوَاحِ الْقُبُوْرِ تُدِیْمُھَا

گذشتہ باتوں کو بھول جانے کے خوف سے تو چند خصلتوں سے احتراز کر اول قبروں کے کتبوں کو بار بار اور لگاتار پڑھنا۔

وَاکْلِکَ للتُّفَّاحِ مَا کَانَ خَامِضاً　　　وَکَذُبَرَۃَ خِضْرَاءَ فِیْھَا سُمُوْمَھَا

اور ترش سیب کھانے سے احتراز کر اور ہرا دھنیا جبکہ اس میں تیز خوشبو ہو۔

کذالمُشی مابین القطار و مشیک القفا　　　ومنھا الھم وھو عظیمھا

اسی طرح قطار کے درمیان چلنا اور نشانات قدم پر چلنا اور اسباب نسیان میں سب سے بڑا سبب غم ہے۔

وَمِنْ ذَاکَ بَوْلُ الْمَرْءِ فی الماء رَاکدًا　　　کذالک نبذ القمل لست تقیمھا

ان اسباب نسیان میں ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا بھی ہے اسی طرح جوں پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا بھی باعث نسیان ہے۔

وَلا تنظُرِ الْمُصَلُوْبَ فِیْ حَالِ صَلْبِہٖ　　　وَاکْلُکَ سؤرَ الفَارِ وَھُوَ تَمِیْمُھَا

اور نہ ہی تو سولی پر لٹکے ہوئے شخص کو دیکھ اور چوہے کا جھوٹا کھانا نسیان کا سب سے قوی سبب ہے۔

مسئلہ:۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے:۔ ''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھی میں ایک چوہا گر کر مر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ چوہے اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دو اور بقیہ گھی استعمال کرلو''۔

یہ روایت حدیث کی متعدد کتب میں مختلف الفاظ سے مروی ہے اور سب روایات کی روشنی میں تمام علماء کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا یا کوئی مردار گر جائے تو اس مردار اور اس کے آس پاس کے گھی کو پھینک دیا جائے اور بقیہ کو استعمال کرلیا جائے۔

اگر سیال بہنے والی چیز مثلاً سرکہ، روغن زیتون، پگھلا ہوا گھی، دودھ اور شہد وغیرہ میں کوئی مردار اگر گر کر مر جائے تو بالاتفاق ان کا کھانا ناجائز ہے۔ البتہ اس ناپاک گھی یا تیل کو چراغ میں استعمال کرنے کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ جائز ہے۔ اگرچہ بعض لوگ ''وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ'' کی روشنی میں عدم جواز کے قائل ہیں۔ نیز جواز کا یہ فتویٰ مساجد کے علاوہ دیگر مقامات کے لئے ہے۔ مساجد میں اس ناپاک تیل یا گھی کو چراغ میں استعمال کرنا درست نہیں۔ اس تیل کو کشتی میں لگانا اور کپڑے وغیرہ دھونے کا صابن بنانا بھی جائز ہے۔ اس کی فروخت ناجائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہؒ اور لیث کی رائے یہ ہے کہ اس ناپاک تیل کو ناپاکی کا اظہار کرنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے۔

اہل ظاہر کا خیال یہ ہے کہ ناپاک گھی کا استعمال اور فروخت دونوں جائز ہیں۔ البتہ تیل اور دیگر چیزیں اس حرمت میں شامل نہیں کیونکہ حدیث میں صرف گھی کے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے نہ کہ دیگر اشیاء کے بارے میں۔

ضرب الامثال

اہل عرب کہتے ہیں کہ هو الص من فارة فلاں چوہے سے زیادہ چور ہے اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں: اَكْسَبُ مِنْ فَارَةٍ (فلاں چوہے سے زیادہ کمائی کرنے والا ہے) چوہا ہر کارآمد اور بے کار چیز چرا لیتا ہے اگرچہ اسے اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔

طبی خواص

عین الخواص میں مذکور ہے کہ چوہے کا سر کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر ایسے شخص کے سر پر لگا دیا جائے جو شدید دردسر میں مبتلا ہو تو اس کا درد زائل ہو جائے گا، نیز یہ عمل مرگی کے لئے بھی نافع ہے۔

چوہوں کو ختم کرنے اور بھگانے کا طریقہ

اگر آٹے میں کبوتر کی بیٹ ملا کر چوہے یا کسی اور جانور کر کھلا دی جائے تو وہ فوراً مر جائے گا۔ اگر پیاز کوٹ کر چوہے کے بل کے منہ پر رکھ دی جائے تو جو چوہا اس کو سونگھے گا وہ فوراً مر جائے گا۔ اگر بھیڑیئے یا کتے کے پاخانہ کی گھر میں دھونی دیدی جائے تو اس گھر سے تمام چوہے بھاگ جائیں گے۔ اگر چوہے کے بل کے منہ پر ''دفلی'' (ایک کڑوی گھاس) کا پتا گلقند میں ملا کر رکھ دیا جائے تو وہاں چوہے باقی نہ رہیں گے۔ اور اگر اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی کو باریک کوٹ کر پانی میں حل کر لی جائے اور وہ پانی چوہوں کے بلوں میں ڈال دیا جائے تو سب چوہے مر جائیں گے۔ اگر چوہے کو پکڑ کر اور اس کی دم کاٹ کر گھر کے بیچ میں دبا دی جائے تو جب تک وہ دم دبی رہے گی اس گھر میں چوہے نہیں آئیں گے۔ اگر زیرہ، بادام اور نظرون (بورۂ ارنی) کی دھونی چوہوں کے بلوں کے پاس دیدی جائے تو فوراً سب چوہے مر جائیں گے۔

اگر کالے خچر کے سم کی گھر میں دھونی دیدی جائے تو تمام چوہے وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ ''سم الفار'' ایک قسم کی مہلک مٹی ہے جس کو اہل عراق خراسان سے لاتے ہیں اور یہ چاندی کی دکانوں میں ملتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں سفید اور زرد، اگر اس مٹی کو آٹے میں ملا

کر گھر میں ڈال دیں تو جو چوہا اس کو کھالے گا وہ فوراً مر جائے گا اور اس مرے ہوئے چوہے کو جو بھی زندہ چوہا سونگھ لے گا وہ بھی مر جائے گا۔

تحریر مٹانے اور دھبے صاف کرنے کا طریقہ

وہ مٹی جو جلی ہوئی پیلے رنگ کی ہوتی ہے جس کو عورتیں حمام میں استعمال کرتی ہیں اس مٹی کو خوب باریک پیس کر کاغذ پر جہاں دھبہ ہو لگادی جائے اور ایک دن اور ایک رات کسی وزنی چیز سے دبا دیا جائے تو نشانات (دھبے) بالکل ختم ہو جائیں گے۔ یہ عمل عجیب تاثیر کا مالک ہے اور آزمودہ ہے۔

تعبیر

چوہے کی تعبیر فاسقہ عورت ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فواسق میں شمار کیا ہے۔ کبھی اس کی تعبیر نوحہ کرنے والی ملعون یہودی عورت سے دی جاتی ہے یا فاسق یہودی مرد سے اور کبھی چور نقب زن سے اس کی تعبیر مراد ہوتی ہے۔ کبھی چوہے سے رزق کی فراوانی مراد ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص خواب میں اپنے گھر میں چوہے دیکھے تو اس کا رزق بڑھ جائے گا۔ کیونکہ چوہے اسی گھر میں رہتے ہیں جس گھر میں رزق ہو۔ اور جو شخص خواب میں یہ دیکھے چوہے اس کے گھر سے نکل گئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے گھر سے خیر و برکت رخصت ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص خواب میں چوہے کا مالک بن جائے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی خادم کا مالک بنے گا۔ کیونکہ یہ چوہے وہی کھاتے ہیں جو چیز صاحب خانہ استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح خادم بھی وہی کھاتا ہے جو مخدوم کھاتا ہے۔ جو شخص خواب میں دیکھے کہ اس کے گھر میں چوہے کھیل رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سال اس کو خوشحالی نصیب ہوگی۔ کیونکہ کھیل کود انسان آسودگی میں ہی کرتا ہے۔ کالا اور سفید چوہا دن اور رات کی علامت ہے۔ لہٰذا جو شخص کالے اور سفید چوہے کو آتے جاتے دیکھے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی زندگی طویل ہے اور یہ بہت سے لیل ونہار دیکھے گا۔ اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ چوہا اس کے کپڑے کاٹ رہا ہے تو اس کی عمر کے گزر جانے کی دلیل ہے اور اگر چوہے کو گھر میں سوراخ کرتے ہوئے دیکھے تو اس سے نقب زن چور مراد ہے اس لئے اس سے حفاظت کی تدبیر اختیار کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم

اَلْفَاشِیَۃُ

(مویشی) جیسے اونٹ، گائے، بھینس اور بکریاں وغیرہ۔ ان کو فاشیہ اس لئے کہتے ہیں کہ فاشیہ کے معنی منتشر ہونے والی چیزیں ہیں اور یہ بھی جنگلوں اور میدانوں میں پھیلی رہتی ہیں۔

حدیث میں مواشی کا ذکر:

مسلم اور ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

''کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مویشیوں کو اور بچوں کو کھلا مت چھوڑو جب سورج غروب ہو جائے یہاں تک کہ عتمۃ عشاء ختم ہو جائے''۔

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ شیاطین غروب آفتاب کے وقت چھوڑے جاتے ہیں''۔

فحمۃ سے مراد تاریکی اور ظلمت ہے۔ اور بعض نے اس کی تفسیر رات کی تاریکی کے اولین حصہ کی آمد سے کی ہے ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جب رات ہو جائے تو اپنے جانوروں کو باندھ دو۔

اَلْفَاعُوْس

(سانپ) کلام عرب میں ایسے کلمہ جو فاعول کے وزن پر ہوں اور ان کے آخر میں س ہو صرف چند ہیں جیسے "فاعوس" (سانپ) "بابوس" (شیر خوار بچہ) "راموس" (قبر) "قاموس" (وسط سمندر) "قابوس" (خوبصورت) "عاطوس" (ایک جانور جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں) "فانوس" (چغل خور) "جاموس" (بھینس) "جاروس" (بہت کھانے والا) ("کابوس" (ایک بیماری کا نام ہے جس میں آدمی کو بحالت نیند ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز نے اس کو دبا رکھا ہے اور یہ مرگی کا مقدمہ ہے) "جاسوس" (شر کے راز کا مالک" "ناموس" (خیر کا راز واں)۔

"ناموس" کا صحیحین کی روایت میں ذکر منقول ہے کہ ورقہ بن نوفل سے فرمایا کہ یہ وہی ناموس (جبریل فرشتہ) ہے جو موسیٰؑ ابن عمران کے پاس آیا تھا۔ نوویؒ اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس جگہ ناموس سے حضرت جبریلؑ مراد ہیں۔ حضرت جبریل کو ناموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے کام کے لئے مخصوص فرمالیا ہے۔

اَلْفَحْلُ

(سانڈ) جن جانوروں کے کھر ہوتے ہیں مثلاً گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، ہرن اور جن جانوروں کے سم ہوتے ہیں جیسے گدھا، گھوڑا، خچر، ار جن جانوروں کے گدی ہوتی ہے جیسے ہاتھی اور اونٹ تو ان سب جانوروں کے نر کو عربی میں فحل کہتے ہیں۔ اس کی جمع افحل، فحولۃ، فحال اور فحالۃ" آتی ہے۔ بخاری میں مذکور ہے کہ سلف گھوڑیوں کے مقابلہ میں گھوڑوں کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے کیونکہ گھوڑا زیادہ جری اور تیز رفتار ہوتا ہے۔

حدیث میں فحل کر ذکر:

حافظ ابو نعیمؒ نے غیلان کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر پر نکلے۔ راستہ میں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب معجزہ دیکھا وہ یہ ہے ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا ایک باغیچہ ہے جو میری اور میرے اہل وعیال کی گزر اوقات کا ذریعہ ہے اس باغ میں میرے دو نر اونٹ ہیں جن کو میں رہٹ میں چلاتا تھا اب وہ دونوں (فحلان) نہ مجھے اپنے پاس آنے دیتے ہیں اور نہ ہم کو باغ میں گھسنے دیتے ہیں یہ سن کر آپؐ اٹھے اور باغ کے پاس پہنچے اور باغ والے سے کہا دروازہ کھولو وہ کہنے لگا کہ ان کا معاملہ بڑا سنگین ہے (یعنی دروازہ کھولنے میں خطرہ ہے) آپؐ نے فرمایا نہیں تم دروازہ کھولو۔ جوں ہی اس شخص نے دروازہ کھولنا شروع کیا دونوں (فحل) اونٹ دوڑتے اور ہڑبڑاتے ہوئے دروازہ کے قریب آ گئے جب دروازہ کھلا اور ان کی نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دونوں فوراً بیٹھ گئے اور آپ کو سجدہ کیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا سر پکڑ کر باغ والے کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ لو ان سے کام لو اور ان کو عمدہ چارہ دیا

کرو۔ یہ معجزہ دیکھ کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ! آپ کو چوپائے سجدہ کرتے ہیں، آپؐ ہم کو کیوں اجازت نہیں فرماتے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔آپؐ نے فرمایا کہ سجدہ کرنا سوائے ''اللہ تعالیٰ'' کے اور کسی کو جائز نہیں ہے۔اگر میں غیر اللہ کے سجدہ کی اجازت دیتا تو بیوی کو اس کا حکم دیتا کہ وہ شوہر کر سجدہ کرے''۔

مذکورہ بالا حدیث کو طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ دمیاطی نے ''کتاب الخیل'' میں عروہ البارقی سے نقل کیا ہے کہ میرے گھوڑیاں تھیں اور ان میں ایک فحل تھا جس کو میں نے بیس ہزار درہم میں خریدا تھا ایک دن میرے اس فحل (گھوڑے) کی ایک آنکھ ایک دیہاتی نے پھوڑ دی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس واقعہ کے بارے میں شکایت کی۔آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ اس دہقانی کو کہو کہ یا تو وہ بیس ہزار دراہم دے کر گھوڑا لے لے یا گھوڑے کی چوتھائی قیمت بطورِ تاوان ادا کرے۔ چنانچہ جب اس دہقانی کو بلا کر حضرت سعد نے مطالبہ کیا تو اس نے کہا میں فحل (نر گھوڑے) کو کیا کروں گا اور چوتھائی بطور تاوان ادا کر دی۔

مسئلہ حرمت وڑضاعت کا

امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے (یعنی لبن فحل باعث حرمت نہیں ہے) آپ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پینے والے بچے اور دودھ پلانے والی عورت، کے شوہر کے درمیان رضاعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حرمت کا تعلق صرف مرضعہ کے اقارب سے ہوتا ہے۔عبداللہ بن عمرؓ کا قول بھی یہی ہے اور اسی کو داؤد داصم عبدالرحمن ابن بنت الشافعی نے اختیار کیا ہے۔لیکن فقہاء سبعہ ائمہ اربعہ اور دیگر علماء امت کا مسلک یہ ہے کہ حرمت ورضاعت دودھ پینے والے بچے اور مرضعہ اور مرضعہ کے شوہر جس سے عورت کا دودھ بنا ہے کے درمیان ثابت ہوتی ہے۔پس مرضعہ عورت اس بچے کی ماں اور اس کا شوہر اس بچہ کا باپ بن جاتا ہے۔اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔افلح ابن ابی قیس کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمام رشتے جو نسب سے حرام ہو جاتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں''۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے دو شرطیں ہیں۔اول یہ کہ دودھ پینے کا تحقق دو سال مکمل ہونے سے قبل ہو۔کیونکہ قرآن نے مدتِ رضاعت دو سال بیان کی ہے۔ارشادِ ربانی ہے:۔

"والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین (البقرۃ)"

(پلاور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

''حرمت رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا مگر اس صورت میں کہ وہ رضاعت آنتوں کو کھولے اور ایک روایت میں ہے رضاعت صرف وہی معتبر ہے جو ہڈیوں اور گوشت کی نشونما کا سبب بنے''۔

اور ظاہر بات ہے کہ یہ کیفیت صرف بچپن میں ہوتی ہے۔حضرت امام ابوحنیفہؒ نے مدت رضاعت ۳۰ ماہ قرار دی ہے ''وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا'' (اور بچے کے مدتِ حمل اور مدتِ رضاعت ۳۰ ماہ ہیں)۔

حرمت رضاعت کے ثبوت کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ بچہ نے دودھ کم از کم پانچ بار متفرق اوقات میں پیا اور ہر بار سیراب ہو کر

پیا ہو۔حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن الزبیر سے یہی منقول ہے۔امام مالکؒ نے اسی کو اپنایا۔مگر اہل علم کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ تھوڑا پینا بھی اسی طرح حرمت ورضاعت کا سبب ہے۔جس طرح زیادہ پینا گویا مطلق پینا باعث حرمت ہے'ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے یہی منقول ہے۔سعید بن مسیب' ثوری' امام مالکؒ (ایک روایت کے مطابق) اوزاعیؒ عبداللہؒ بن مبارک اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔اس مسئلہ کی مزید تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔امام احمدؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں صرف دودھ سے اندیشہ رکھتا ہوں کیونکہ شیطان دودھ کے جھاگ اور تھنوں کے درمیان ہوتا ہے''۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دودھ والے ہلاک ہوں گے۔لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ مراد ہیں جو دودھ کو پسند کرتے ہیں اور دودھ کی تلاش میں جماعت سے نکل جاتے ہیں اور جمعہ کو ترک کر دیتے ہیں''۔

حربی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں جماعت سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دودھ کی تلاش میں چراگاہوں اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے ہیں اور شہروں اور جماعت کی نمازوں سے دور ہو جاتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس حدیث کا مصداق وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی تکمیل میں پھنس گئے۔

سانڈ کی جفتی کی اجرت کا حکم

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے'' ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن عسب الفحل '' (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عسب الفحل کی ممانعت فرمائی ہے) عسب فحل کی مشہور تفسیر سانڈوں کی لڑائی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عسب سے مراد سانڈ کا پانی (مادۂ منویہ) ہے۔

ضرب الامثال

عسکری کہتے ہیں کہ سب سے عمدہ کہاوت عرب کا یہ قول ہے'' ذٰلِکَ الْفَحْلُ لَایُقْدَعُ اَنْفُہ '' (یہ نر اپنی ناک نہیں رگڑے گا) ورقہ بن نوفل نے یہی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کی تھی۔جب آپؐ نے حضرت خدیجہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ مثال ابوسفیانؓ نے بیان کی تھی جب آپؐ نے ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہ کو نکاح کا پیغام دیا تھا۔اگر کسی شخص نے کسی کا فحل (بکرا) چھین لیا پھر اس سے اپنی بکری کو گابھن کرالیا تو بکری کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ غاصب کے لئے ہوگا اور بکرے والے کو کچھ نہیں ملے گا البتہ اگر بکرے کا نقصان ہوا تو اس کا تاوان غاصب کو ادا کرنا ہوگا اور اگر کسی آدمی نے کسی کی بکری چھین لی اور اپنے بکرے سے اس کو گابھن کرا دیا تو ہونے والا بچہ بکری والے کو ملے گا۔

کچھ دودھ کے متعلق

بقول یونس دودھ کی جملہ اقسام معتدل ہیں۔امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ میٹھا دودھ گرم ہوتا ہے اور بہترین دودھ جوان بھیڑوں کا ہوتا ہے۔یہ سینہ اور پھیپھڑے کو فائدہ دیتا ہے لیکن بخار والوں کو مضر ہے۔اس کے پینے سے عمدہ غذا بنتی ہے اور یہ معتدل مزاج والوں اور بچوں کو موافق آتا ہے۔اس کے استعمال کا بہترین وقت موسم ربیع ہے۔ترش دودھ یعنی دہی سرد تر ہے اور بہترین دہی وہ ہے جو بالائی دار ہو۔

اس کے پینے سے پیاس میں تسکین ہوتی ہے۔لیکن دانتوں اور مسوڑھوں کو نقصان دیتی ہے اس کو کھا کر اگر شہد کے پانی سے کلی کر لی جائے تو اس کی مضرت دور ہو جاتی ہے۔ دہی کے استعمال کا بہترین وقت موسم گرما ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے چالیس روز بعد جانور کا دودھ بلاضرر قابلِ استعمال ہوتا ہے۔

دوسری چیزوں کے اختلاط سے دودھ کی خاصیت بدل جاتی ہے۔ چنانچہ جب دودھ میں گیہوں اور چاول ڈال کر پکایا جائے تو گرم مزاج والوں کے لئے موافق ہے۔ نیز مکھن نکالا ہوا دودھ جس کو عربی میں ''ورع'' کہتے ہیں' گرم مزاج والوں کے لئے مفید ہے۔ وہ دودھ جس کی غلظت پھونک مار کر دور کر دی گئی ہو اس کو شکنجبین کے ہمراہ استعمال کرنے سے تر خارش کو فائدہ ہوتا ہے۔ گدھی کا دودھ سل اور دِق کے لئے مفید ہے۔ گابھن گدھی کا دودھ اگر اس کے پیشاب میں ملا کر استعمال کیا جائے تو استسقاء کے لئے مفید ہے۔ گدھی کے دودھ کے وہی بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ یہ طبیعت میں امساک خلط غلیظ' سدے اور گردے میں پتھری پیدا کرتی ہے۔

تعبیر

خواب میں دودھ دیکھنا فطرتِ اسلام کی علامت ہے اور اس سے مالِ حلال مراد ہے جو بغیر مشقت کے حاصل ہو۔ ترش دودھ یعنی دہی کا خواب میں دیکھنا مالِ حرام کی علامت ہے۔ بوجہ چکنائی کے نکل جانے اور ترشی آ جانے کی وجہ سے بکری کے دودھ کی تعبیر شریف مال ہے۔ گائے کا دودھ غنی کی علامت ہے۔ گھوڑی کے دودھ کی تعبیر ثناء حسن ہے۔ لومڑی کا دودھ شفاء پر دال ہے۔

خچری کے دودھ کی تعبیر تنگی سے دی جاتی ہے جبکہ چیتے (مادہ چیتا) کے دودھ کی تعبیر غالب آ جانے والا دشمن ہے۔ شیرنی کے دودھ کی تعبیر ایسے مال سے ہے جو بادشاہ سے حاصل ہو۔ حمار وحشی کے دودھ سے دین میں شک مراد ہوتا ہے۔ خنزیر کے دودھ سے فتورِ عقل اور مالی خسارہ مراد ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں خنزیر کا دودھ پی لے تو اس کو مال کثیر ملنے کی اُمید ہے مگر ساتھ ہی فتورِ عقل کا اندیشہ ہے۔ عورت کا دودھ پینے سے مال کی زیادتی مراد ہوتی ہے لیکن خواب میں اس کو پینے والے قابلِ تعریف نہیں کیونکہ یہ ایک ناپسندیدہ بیماری کی علامت ہے۔

علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نہ راضع کو اچھا سمجھتا ہوں اور نہ مرضع کو۔ اگر خواب میں کسی نے عورت کا دودھ پی لیا تو اس کو بیماری سے شفاء ہو جائے گی۔ اور جس نے دودھ کو گرا دیا تو گویا اس نے اپنا دین ضائع کر دیا۔ اگر کوئی شخص خواب میں زمین سے دودھ نکلتا ہوا دیکھے تو یہ ظہور فتنہ کی علامت ہے۔ چنانچہ جس قدر دودھ زمین سے نکلتے ہوئے دیکھا اتنی ہی خون ریزی ہوگی۔

کتے' بلی اور بھیڑوں کا دودھ خواب میں دیکھنا خوف یا بیماری کی علامت اور بقول بعض بھیڑیوں کے دودھ کی تعبیر بادشاہ سے ملنے والا مال ہے یا قوم کی سربراہی کی علامت ہے۔ اور حشرات الارض کا دودھ جو شخص پی لے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے مصالحت کرے گا۔ واللہ اعلم

اَلْفَرَاءُ

(حمار وحشی) اس کی جمع فراء' آتی ہے جیسے جَبَل'' کی جمع جِبَال'' آتی ہے۔

کہاوت اور حدیث میں اس کا تذکرہ

عرب میں ایک کہاوت مشہور ہے ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَا'' (ہر ایک قسم کا شکار حمار وحشی کے پیٹ میں موجود ہے (رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ابوسفیان بن حرث یا ابوسفیان بن حرب کے لئے استعمال فرمائی تھی۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے یہ مثال ابوسفیان بن حرب کے لئے اس کو اسلام کی جانب مائل کرنے کے لئے استعمال فرمائی تھی اور اس کا واقعہ یہ ہوا کہ ابوسفیان بن حرب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے اجازت چاہی مگر کچھ دیر تک آپؐ نے اس کو اپنے پاس نہیں بلایا اور پھر اجازت مرحمت فرمائی۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا کہ جتنی دیر میں آپ وادی کی کنکریوں کو اجازت دیتے اتنی دیر میں آپ نے مجھے اجازت دی۔ آپؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا ''یَا اَبَا سُفْیٰنَ اَنْتَ کَمَا قِیْلَ کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفِرَاءِ'' (کہ اے ابوسفیان تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءِ''۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم رکے رہے تو تمہاری وجہ سے دوسرے لوگ بھی رکے رہے۔ یہ جملہ آپؐ نے ابوسفیان کی تالیف قلب کے لئے فرمایا تھا۔ سہیلیؒ نے ہی فتح مکہ پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصح قول کے مطابق آپؐ نے یہ مثال ابوسفیان بن حرث کے لئے استعمال فرمائی تھی۔ ابوسفیان بن الحرث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ بعثت سے پہلے ابوسفیان بن حرث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت رکھتے تھے اور ایک گھڑی بھی آپ سے جدا نہیں ہوتے تھے مگر جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا اور تبلیغ اسلام کا کام شروع فرمایا تو ابوسفیان غیر سے بدتر ہو گیا اور آپؐ کی ہجو کرنے لگا لیکن پھر جب مسلمان ہو گئے تو عداوت پھر گزشتہ محبت میں تبدیل ہو گئی حتیٰ کہ آپؐ کا دیدار کئے بغیر چین وسکون نہ ملتا۔

اس کہاوت کا پس منظر

اس کہاوت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک بار ایک جماعت شکار کے لئے گئی ان میں سے ایک شخص نے ہرن اور دوسرے نے خرگوش کا شکار کیا اور ایک تیسرے شخص نے حمار وحشی کا شکار کیا۔ پس جنہوں نے ہرن اور خرگوش کا شکار کیا وہ اپنے شکار پر ناز کرتے ہوئے حمار وحشی کا شکار کرنے والے کو طعنہ دینے لگے کہ میاں نے کیا مارا ہے جنگلی گدھا۔ اس پر اس شخص نے کہا ''کُلُّ الصَّیْدِ فِیْ جَوْفِ الْفَرَاءُ'' یعنی جو شکار میں نے کیا ہے وہ باعتبار ذواتی لحم اس قدر بڑا ہے کہ تم دونوں کا شکار اس کے پیٹ میں سما جائے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ مثل جاری ہو گئی اور ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگی جو دوسری چیزوں کو شامل اور حاوی ہو:۔

اَلْفَرَاشُ

(پروانہ) یہ مچھر کے مشابہ ایک اُڑنے والا کیڑا ہے۔ اس کا واحد ''فراشۃ'' آتا ہے۔ یہ شمع کے اردگرد چکر لگاتا ہے چونکہ اس کی بینائی ضعیف ہے اس لئے یہ دن کی روشنی کا طلب گار رہتا ہے چنانچہ جب رات ہو جاتی ہے اور اس کو چراغ کی بتی جلتی ہوئی نظر آتی ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میں اندھیری کوٹھڑی میں ہوں اور چراغ اس اندھیری کوٹھڑی سے نکلنے کا سوراخ ہے۔ لہٰذا یہ برابر روشنی کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے اور اگر یہ اس جگہ سے جہاں چراغ جل رہا ہے باہر چلا جاتا ہے اور تاریکی دیکھتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ وہ باہر نکلنے کا سوراخ اس کو ہاتھ نہیں آیا اور بسبب قلت بینائی اس کی اس تک رسائی نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ بار بار شمع کی روشنی میں آتا جاتا ہے یہاں تک کہ جل کر ختم ہو جاتا ہے۔

انسان پروانہ سے زیادہ نادان ہے

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب! شاید تو یہ سمجھ رہا ہے کہ پروانہ کی ہلاکت اس کی قلت فہم اور جہالت کی

وجہ سے ہوتی ہے مگر تیرا یہ گمان غلط ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ انسان کا جہل پروانہ کے جہل سے بڑھ کر ہے بلکہ انسان جس صورت سے شہوات پر پڑتا ہے اور ان میں منہمک ہو جاتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو پروانہ کو پیش آتی ہے۔ کیونکہ پروانہ تو شمع کا طواف کرتے کرتے اس میں جل کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا ہے۔ کاش انسان کا جہل بھی ایسا ہی ہوتا جیسا کہ پروانہ کا۔ کیونکہ پروانہ تو ظاہری روشنی پر فریفتہ ہو کر فی الحال ختم ہو جاتا ہے لیکن انسان کو اپنے معاصی کا صلہ ابدالا باد تک یا ایک مدت تک بھگتنا پڑے گا اور دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے گا۔ سی وجہ سے حضورؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

مہلہل بن یموت نے پروانہ سے تشبیہ دیتے ہوئے کیا خوب اشعار کہتے ہیں ۔

جَلَّت مُحَاسِنَه عَنْ كُلِّ تَشْبِيهِ وَجَلَّ عَنْ وَاصِفٍ فِي الْحُسْنِ يُحْكِيهِ

اس کے یعنی محبوب کے محاسن ہر قسم کی تشبیہ سے اعلیٰ اور برتر ہیں اور ہر تعریف حسن کرنے والے کی تعریف سے بالاتر اس کا حسن ہے۔

اُنْظُرْ اِلٰى حُسْنِهٖ وَاسْتَغْنِ عَنْ صِفَتِي سُبْحَانَ خَالِقِهٖ سُبْحَانَ بَارِيْهٖ

اس کے حسن کی طرف نگاہ کر اور میرے تعریف سے بے نیاز ہو جا (یعنی اس کا حسن دیکھنے کے بعد تجھے خود اندازہ ہو جائے گا) اور تجھے اس کا حسن دیکھ کر کہنا پڑے گا کہ پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جو اس کی خالق ہے۔

اَلنَّرْجِسُ الْغَضُّ وَالْوَرْدُ الْجَنِى لَه وَالْأُقْحُوَانَ النَّضِيْرُ الغض فِىْ فِيْهِ

اس کی آنکھ نرگس اور اس کے رخسار گلاب ہیں۔

دَعَا بِالْخَاظِهٖ قَلْبِى اَلٰى عَطَبِىْ فَجَاءَ ہ مُسْرَعًا طَوْعًا يَلْبِيْهِ

اس نے آنکھ کے اشارے سے میرے دل کو میری ہلاکت کی طرف بلایا۔ چنانچہ میں خوشی خوشی لبیک کہتے ہوئے دوڑتا ہوا چلا آیا۔

مِثْلُ الْفَرَاشَةِ تَاْتِى اِذا ترى لَهَباً اِلٰى السِّرَاجِ فَتُلْقِىْ نَفْسَهَا فِيْهِ

جس طرح پروانہ چراغ کی لو کی طرف دوڑتا ہے اور گر جاتا ہے۔

عون الدین عجمی نے بھی اسی مضمون کے دو شعر کہے ہیں ۔

لَهِيْبُ الْخَدِّ حِيْنَ بَدَاالِطُرْ فِىْ هُوَ قَلْبِىْ عَلَيْهِ كَالْفَرَاشِ

محبوب کی رخساروں کی لپٹ یعنی سرخی جب میری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوئی تو میرا دل پروانہ کی طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔

فَاَحْرَقَهٗ فَصَارَ عَلَيْهِ خَالا وَهَا اَثرُ الدُّخان عَلَى الْحَوَاشِىْ

اس کی سرخی (جو مثل شعلہ نار تھی) نے میرے دل کو جلا دیا اور وہ جل کر اس کے رخسار کا قاتل بن گیا اور یہ دیکھ کر اس کے اوپر دھوئیں کا اثر (یعنی بالوں کا رواں)۔

حدیث وقرآن میں پروانہ کا ذکر:

اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے ''يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْث ''(جس دن کہ لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کے مثل ہو جائیں گے)۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل قیامت کو منتشر پروانوں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ قیامت کے روز اپنی کثرتِ انتشار ضعف

اور ذلت کے سبب داعی کی طرف ہر طرف سے اس طرح دوڑ کر آئیں گے جس طرح پروانے شمع کی طرف دوڑتے ہیں۔

امام مسلمؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تمہارے مقابلہ میں میری مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس نے آگ جلائی اور اس پر پروانے اور بھنگے آنے شروع ہوئے' وہ شخص ان کو اس آگ میں گرنے سے روک رہا ہے مگر وہ ہیں کہ گرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی تمہاری ازار پکڑ کر تم کو آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں' مگر تم ہو کہ میرے ہاتھوں سے چھوٹے جا رہے ہو''۔

سونے کے پروانے

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر ہے اور زمین سے جو چیزیں اوپر پہنچائی جاتی ہیں وہ وہاں پر لے لی جاتی ہیں' اس طرح اوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اس پر پہنچا دیئے جاتے ہیں اور یہاں سے فرشتے لے لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشَی'' (جب سدرہ (بیری کا درخت) کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ڈھانپنے والی چیز سونے کے پروانے تھے۔

تین جھوٹ جو جائز ہیں

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تم کو کذب میں اس طرح گرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جس طرح پروانے آگ میں گرتے ہیں (سن لو) ہر ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے سوائے اس جھوٹ کے جو لڑائی میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے بولا جائے اور وہ جھوٹ جو دو شخصوں میں صلح کی خاطر بولا جائے اور وہ جھوٹ جو شوہر اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے بولے''۔

پروانے کا شرعی حکم

ان کا کھانا حرام ہے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب جہالت' سفاہت' ضعف' ذلت' خفت اور خطاء کو بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں ''اخف من فراشۃ''۔ ''واضعف منہ'' ''واذل منہ''۔ ''واخطأ واجھل منہ'' کیونکہ پروانہ آپنے آپ کو آگ میں ڈال کر ہلاک کر لیتا ہے۔ جس طرح مکھی کے بارے میں خطاء اور جہالت کی مثال دیتے ہیں کیونکہ مکھی بھی اپنی جہالت کی وجہ سے گرم کھانے اور دیگر مہلک چیزوں میں گر کر ہلاک ہو جاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں پروانہ کا نظر آنا کمزور اور زبان دراز دشمن کی علامت ہے اور بقول ارطامیدورس اگر کسان پروانہ کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر بیکاری ہے:۔

الفراصفة

(شیر) فراصفہ اگر فاء کے ضمہ کے ساتھ ہوتو اس کے معنی شیر کے ہیں اور اگر فاء کے فتحہ کے ساتھ ہوتو یہ انسان کا نام ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کلام عرب میں فراصفہ ہر مقام پر فاء کے ضمہ کے ساتھ مستعمل ہے سوائے "فراصفہ ابو نائلہ" کے جو کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ (فراصفہ ابو نائلہ) نام فاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور یہ فراصفہ ابو نائلہ وہی شخص ہیں جن کا ایک قول حضرت امام مالکؒ نے موطاء کے باب "کتاب الصلوۃ" میں نقل کیا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ فراصفہ نے کہا کہ میں نے سورۂ یوسف حضرت عثمانؓ کی فجر کی نماز میں سن کر یاد کی۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کثرت سے نمازِ فجر میں اس کی تلاوت فرمایا کرتے تھے:۔

اَلْفَرْخُ

(پرندہ کا بچہ) ابتداء میں یہ لفظ پرندوں کے بچوں کے لئے وضع کیا گیا تھا مگر بعد میں دیگر حیوانات کے بچوں پر بھی اس کا اطلاق ہونے لگا۔ مونث کے لئے فرختہ بولتے ہیں۔

فرخ کا حدیث میں تذکرہ:

ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آلِ جعفر رضی اللہ عنہ کو تین دن تک (غم منانے کی) مہلت دی۔ اس کے بعد آپؐ ان کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج کے بعد میرے بھائی پر مت رونا۔ پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہمیں آپ کی خدمت میں اس حال میں لایا گیا کہ جیسے ہم "پرندہ کے بچے" ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ نائی کو بلاؤ اور آپؐ نے نائی سے ہمارا سر منڈوایا"۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں سے محبت

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں چلتے چلتے ہم میں سے کسی شخص نے کسی پرندہ کے بچہ کو پکڑ لیا۔ اس بچہ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک آیا اور اس پکڑنے والے کے ہاتھ پر آ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم کو اس پر تعجب نہیں ہوا کہ کس طرح یہ پرندہ اپنے بچوں کی محبت میں بچہ پکڑنے والے کے ہاتھ میں آ گرا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہاں تعجب تو ہو رہا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا بخدا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس پرندہ سے بھی زیادہ رحیم ہے۔

رحمت خداوندی کا حصہ

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سو رحمتیں ہیں اور ان میں سے ایک رحمت دنیا والوں میں تقسیم فرمائی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنی اولاد پر رحم کرتا ہے اور پرندے اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سو کے عدد کو پورا فرمائیں گے اور ان سو رحمتوں کے ذریعے اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابوایوب بجستانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی رحمت دنیا میں تقسیم فرمائی ہے اس میں سے مجھ کو اسلام کا حصہ ملا اور مجھ کو امید ہے کہ بقیہ رحمت جو آخرت میں تقسیم ہوگی اس میں سے مجھے اس سے بھی زیادہ حصہ ملے گا۔

اللہ تعالیٰ سے ہمہ وقت خیر ہی مانگنی چاہیے

مسلم، نسائی اور ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان مرد کی عیادت فرمائی جو بالکل ہلکا اور لاغر ہو گیا تھا اور بوجہ لاغری پرندہ کے بچہ کے مانند ہو گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تم اللہ سے کوئی دعا مانگتے ہو یا اس سے کوئی چیز طلب کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں یہ دعا مانگا کرتا ہوں کہ جو عذاب آخرت میں میرے مقدر ہو وہ مجھے دنیا ہی میں دیدے۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا کہ سبحان اللہ ہم تو اس کی طاقت واستطاعت نہیں رکھتے" تو یہ دعا کیوں نہیں کرتا کہ اے اللہ! مجھے دنیا میں اور آخرت میں بھی حسنہ عطا فرما۔ اور ہم کو جہنم کے عذاب سے نجات عطا فرما''۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان بیمار شخص نے ان کلمات کے ذریعے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفاء عطا فرمادی۔

اس حدیث سے چند باتیں مستفاد ہوتی ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

(۱) تعجیل عذاب کی دعا مانگنے کی ممانعت۔

(۲) مذکور دعا: ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' کی فضیلت

(۳) سبحان اللہ کہہ کر اظہارِ تعجب کا جواز۔

(۴) کوئی بشر دنیا میں عذابِ آخرت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دنیا کی زندگی بہت کمزور ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس میں مبتلا ہو جائے گا تو ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ اس کے برخلاف آخرت کی زندگی بقاء کے لئے ہے خواہ یہ بقاء جنت میں ہو یا دوزخ میں وہاں موت نہیں آئے گی۔ چنانچہ کافروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ'' (جب ان کی کھالیں گل کر خراب ہو جائیں گی تو ان کے بدلے دوسری کھالیں بنادی جائیں گی۔ تاکہ یہ لوگ (مسلسل) عذاب چکھتے رہیں''۔

اللہ ہم سب کی جہنم سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

حسنہ کی تفسیر

حسنہ کی تفسیر میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی رائے کے مطابق دنیا میں حسنہ کا مصداق علم اور عبادت اور آخرت میں جنت اور مغفرت۔ بعض کے نزدیک حسنہ کا مصداق عافیت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب مال اور حسن مآل ہے اور بقول بعض دنیا میں نیک عورت اور آخرت میں حورعین۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ اس کو عموم پر محمول کیا جائے تاکہ ہر قسم کی خیر اس میں شامل ہو۔ اگرچہ امام نووی کا قول یہ ہے کہ دنیا میں حسنہ کا مصداق عبادت اور عافیت ہے اور آخرت میں جنت اور مغفرت ہے اور بعض کا قول ہے کہ حسنہ کا مطلب دنیا و آخرت کی خوشحالی ہے۔

صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے

بصرہ کے قاضی اور مستند عالم امام بخاریؒ کے استاذ ابوعبداللہؒ عبداللہ بن انس بن مالک انصاری کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی

ایک روایت منقول ہے جو کہ تاریخ ابن نجار میں بھی مذکور ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اس کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک پرندہ کے گھونسلہ پر آتا تھا اور جب بھی وہ پرندہ بچے نکالتا تھا تو یہ شخص اس کے بچوں کو گھونسلہ سے نکال کر لے جاتا تھا۔ اس پرندہ نے اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے پرندہ کو خبر دی کہ اگر اس شخص نے پھر ایسا کیا تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔ جب اس پرندے نے پھر بچے نکالے تو وہ شخص حسب معمول اس کے بچوں کی پکڑنے کے لئے گھر سے نکلا۔ راستہ میں اس کو ایک سائل ملا اور اس سے کھانا طلب کیا۔ اس شخص نے اپنے کھانے میں سے ایک روٹی اس سائل کو دے دی اور چل دیا۔ اور گھونسلہ کے پاس پہنچ گیا اور سیڑھی لگا کر درخت پر چڑھا اور گھونسلہ سے دو بچے نکال لیے اور ان بچوں کے والدین دیکھتے رہ گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے ہمارے معبود تو جو وعدہ کرتا ہے اس کے خلاف نہیں فرماتا۔ آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ اگر اس شخص نے پھر ایسی حرکت کی تو اس کو ہلاک کر دیا جائے گا مگر وہ شخص آیا اور ہمارے دو بچوں کو نکال کر لے گیا۔ لیکن آپ نے اس کو ہلاک نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ صدقہ کرنے والوں کو بری موت کے ذریعہ ہلاک نہیں کرتا اور یہ شخص بھی صدقہ کر کے آیا تھا۔

حنہ کی اولاد کی تمنا کا سبب

ایک پرندہ کے بچہ کو دیکھنا ہی ''امراۃ عمران'' (والدہ مریم) کی تمنائے اولاد کا سبب بنا۔ جس کا واقعہ یوں ہوا کہ یہ بانجھ تھیں اور بڑھاپے تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز یہ ایک درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ انہوں نے ایک پرندہ کو دیکھا کہ وہ اپنے بچہ کو چگا دے رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر ان کے دل میں بھی اولاد کا شوق پیدا ہوا اور اولاد کی تمنا کا اظہار کیا اور جب حاملہ ہو گئی تو یہ نذر مانی جو قرآن کریم نے بیان کی ہے:۔

''اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ'' ط

اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کی تفسیر

قرآن نے حضرت مریم کی صفت بیان کرتے ہوئے ''اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا'' فرمایا ہے۔ علامہ زمخشری اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں احصان کلی مراد ہے۔ یعنی حضرت مریم نے اپنی شرمگاہ کی حلال و حرام دونوں ذرائع سے حفاظت فرمائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کا قول نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ'' ''وَلَمْ اَکُ بَغِیًّا'' (اور نہ مجھے کبھی کسی بشر نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدچلن ہوں)۔ علامہ سہیلیؒ کہتے ہیں کہ آیت میں ''فَرْجَهَا'' سے شرمگاہ نہیں بلکہ قمیص کے فرج مراد ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کپڑے ہمیشہ پاک و صاف رہے اور کبھی ان کو ناپاکی کا دھبہ نہیں لگ سکا' فرماتے ہیں کہ فرج قمیص کے (کھلے ہوئے حصے) چار ہیں دو آستینیں اور ایک کپڑے کا اوپر کا حصہ اور ایک نیچے کا حصہ' قمیص کے یہ چار اجزاء کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔

دوسروں پر رحم کیجئے خدا تم پر رحم کرے گا

تحفۃ مکیہ میں قاضی نصر عمادی نے ابراہم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے: فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے گائے کے سامنے ہی اس کے بچھڑے کو ذبح کر دیا۔ اس بے رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک ہاتھ خشک کر دیا۔ اس کے بعد ایک دن وہ شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک کسی پرندہ کا بچہ گھونسلہ سے زمین پر گر پڑا اور اپنے ماں باپ کو بے بسی سے دیکھنے لگا اور اس کے ماں باپ بھی بے بسی کے عالم میں اس کو دیکھتے رہے اس شخص نے ان جانوروں پر رحم کرتے ہوئے اس بچہ کو اٹھا کر گھونسلہ میں رکھ دیا۔ چنانچہ اس

کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ کو رحم آیا اور اس کا مفلوج خشک ہاتھ اللہ تعالیٰ نے ٹھیک کر دیا۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص نے کسی سے انڈے چھین لئے اور اپنی مرغی کے ذریعہ ان انڈوں سے بچے نکلوا لئے ان بچوں کا مالک وہی شخص ہوگا جو انڈوں کا مالک تھا۔ اس لئے کہ یہ بچے عین مغصوب ہیں جن کی واپسی ضروری ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ غاصب انڈوں کی قیمت ادا کرے گا بچوں کو نہیں لوٹائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ بچے انڈوں کا عین نہیں بلکہ ایک دوسری مخلوق ہیں۔ انڈے تو ضائع ہو گئے ان کا ضمان دیا جائے گا۔

تعبیر

پرندوں کے بھنے ہوئے بچے خواب میں دیکھنا رزق اور مال کی علامت ہے جو کافی جدوجہد کے بعد حاصل ہوگا۔ شکاری پرندہ مثلاً شاہین، چیل اور عقاب وغیرہ کے بچوں کا کھانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص بادشہ کی اولاد کی غیبت میں مبتلا ہوگا یا ان سے نکاح کرے گا۔ جس شخص نے خواب میں بھنا ہوا گوشت کا بچہ خریدا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی کو ملازم رکھے گا جو شخص خواب میں پرندہ کے بچہ کا کچا گوشت کھائے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ مبارک کی غیبت کرے گا یا شرفاء کی (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے)۔

اَلْفَرَسُ

(گھوڑا) یہ اسم جنس ہے گھوڑے اور گھوڑی دونوں کو فرس کہتے ہیں۔ اگرچہ ابن جنی اور فراء گھوڑی کے لئے فرستہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن جوہری نے اس کی تردید کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کے لئے ''فرستہ'' کا استعمال صحیح نہیں اس کو بھی فرس ہی کہا جائے گا۔ لفظ فرس ''افتراس'' سے بنایا گیا ہے کیونکہ افتراس کے معنی پھاڑنے کے آتے ہیں اور گھوڑا بھی اپنی تیز رفتاری کے ذریعہ زمین پھاڑتا ہے اس لئے اس کو فرس کہتے ہیں اور گھوڑا سوار کو ''فارس'' کہتے ہیں۔ جیسے دودھ والے کو 'لابن' اور کھجور والے کو 'تامر' کہتے ہیں اس کی جمع فوارس آتی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ گھوڑی کو بھی فرس کہا جائے گا فرستہ نہیں اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو ابوداؤد اور حاکم نے نقل کیا ہے ''اَنَّ النَّبِی صلی اللہ علیہ وسلم کان یسمی الانثی مِنَ الْخَیْلِ فَرَسًا'' (حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی کو بھی فرس کہا کرتے تھے) ابن السکیت کہتے ہیں کہ ہر موسم والے جانور خواہ وہ گدھا ہو، گھوڑا یا خچر ہو یا اس کے سوار کو فارس کہتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

وَاِنِّی اَمرو للخَلِیْل عِندی مُزِیَّۃ'' عَلٰی فارِسِ الْبِرُ ذُوْنِ اوفارس الْبَغْلِ

اور میں ایسا شخص ہوں کہ میرے نزدیک دوست کی قدر ہے خواہ گھوڑے پر سوار ہو یا خچر پر سوار ہو۔

اس کے برخلاف عمارہ بن عقیل کہتے ہیں کہ خچر والے کو فارس نہیں بغال اور گدھے والے کو حمار کہتے ہیں۔ گھوڑے کی کنیت ابوالشجاع، ابوطالب، ابومدرک، ابوانجی آتی ہے۔

سب سے پہلے گھوڑے کو کس نے تابع کیا

اہلِ عرب کہتے ہیں کہ گھوڑا ایک وحشی جانور تھا اس کو سب سے پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سواری کے لئے استعمال فرمایا۔ اپنے خصائل کی بناء پر گھوڑا تمام جانوروں کے مقابلہ میں انسان سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے اس لئے کہ اس میں کرم، شرافت

نفسی اور بلند ہمتی جیسے انسانی فضائل موجود ہیں۔ گھوڑے مختلف اوصاف کے ہوتے ہیں۔ مثلاً بعض وہ ہیں جو سواری کے دوران پیشاب اور لید نہیں کرتے اور بعض وہ ہوتے ہیں جن کو اپنے مالک کی پہچان ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو سواری نہیں کرنے دیتے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے۔

گھوڑے کی دو قسمیں ہیں (۱) عتیق (۲) ھجین جس کو برذون بھی کہتے ہیں۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ فرس کے مقابلہ میں برذون کی ہڈیاں بڑی ہوتی ہیں۔ فرس کی ہڈیاں اگرچہ چھوٹی ہوتی ہیں لیکن مضبوط ہوتی ہیں۔ برذون میں بوجھ اٹھانے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے لیکن فرس برذون سے زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے۔ عتیق اور برذون میں بھی وہی فرق ہے جو ہرن اور بکری کے درمیان فرق ہے۔ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی ماں اور باپ دونوں عربی النسل ہوں۔ کیونکہ یہ تمام عیوب ونقائص سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کو عتیق کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کو بھی اسی وجہ سے عتیق کہتے ہیں کیونکہ یہ عیب سے مامون ہے اور ملوک جبابرہ میں سے کوئی اس پر قابض نہیں ہو سکا۔

ابن عبدالبر نے تمہید میں لکھا ہے کہ عتیق اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو چست ہو اور صاحب عین نے لکھا ہے کہ عتیق وہ گھوڑا ہے جو رفتار میں سب سے آگے نکل جائے۔

صدیقؓ اکبر کو عتیق کیوں کہتے ہیں

حضرت صدیق اکبر چونکہ نہایت حسین تھے اور بدصورتی سے مامون تھے اس لئے آپ کو عتیق کہا گیا یا اس وجہ سے عتیق کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خطاب مرحمت فرمایا تھا '' **اَنْتَ عتیق الرحمان مِن النار** '' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نارِ جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ اور آپ کو برابر رضائے خداوندی حاصل رہی۔ یا اس وجہ سے آپ عتیق کہلائے کہ آپ کی والدہ کی نرینہ اولاد پیدا ہوتے ہی فوت ہو جایا کرتی تھی مگر جب صدیق اکبرؓ پیدا ہو کر زندہ رہے تو آپ کی والدہ نے آپ کا نام عتیق رکھ دیا کیونکہ آپ بچپن کی موت سے آزاد ہو گئے تھے۔

عربی گھورے کے فضائل

علامہ زمخشریؒ نے سورۂ انفال کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے '' **اِنَّ الشَّیْطٰنِ لاَ یقرب صاحب فرسٍ عتیقٍ وَلَادَاراً فِیْهاالفَرَس '' عتیق** '' (شیطان عربی گھوڑے کے مالک یا جس گھر میں عربی گھوڑا ہو اس کے پاس نہیں آتا) حافظ شرف الدینؒ دمیاطی نے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس گھر میں عربی گھوڑا ہو شیطان اس گھر میں کسی کو مخبوط نہیں کر سکتا۔

وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ کی تفسیر

ایک حدیث میں جس کو سلیمانؒ بن یسار اور کئی محدثینؒ نے روایت کیا ہے یہ ہے: '' **اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فِیْ هٰذِهِ الاٰیة وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لاَ تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ قَالَ هُمُ الْجِنُّ لاَ یَدخُلُوْنَ دَارً افِیْهَا فرس عتیق** ''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت (اور ان کے علاوہ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ آخرین سے جن مراد ہیں جو اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتے جس میں فرس عتیق ہو۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق بنو قریضہ ہیں اور سدی کے نزدیک اس سے مراد اہل، فارس ہیں اور بقول حسن اس آیت میں منافقین کا بیان ہے اور بعض کے نزدیک کفار جن مراد ہیں۔

گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں

مستدرک میں معاویہ بن حدیج جنہوں نے مصر میں محمد بن ابی بکر کی نعش کو گدھے کی لید میں رکھ کر جلوا دیا تھا ان کے حوالے سے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت مذکور ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں جس کو روزانہ دو مرتبہ یہ دعا مانگنے کی اجازت نہ دی جاتی ہو کہ ''اے اللہ! تو نے جس شخص کو میرا مالک بنا دیا ہے اس کی نگاہوں میں مجھ کو اس کا سب سے زیادہ محبوب مال بنا دے''۔

امام نسائیؒ نے کتاب الخیل میں اس واقعہ کو قدرے تفصیل کے ساتھ اس طرح نقل فرمایا کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں ہر قوم کے لئے ایک میدان تھا۔ جس میں وہ لوگ اپنی سواریوں کے جانوروں کو لٹایا کرتے تھے۔ معاویہؓ کا گزر ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا جو اپنے گھوڑے کو لٹا رہے تھے۔ معاویہؓ نے ان کو سلام کرنے کے بعد پوچھا کہ تمہارا گھوڑا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ گھوڑا مستجاب الدعوات ہے۔ معاویہؓ کہنے لگے کیا گھوڑے بھی دعا کرتے ہیں؟ اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ ہاں کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں گھوڑا اپنے رب سے یہ دعا نہ کرتا ہو: ''اے میرے رب! تُو نے مجھے بنی آدم کا غلام بنا دیا ہے اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں دے دیا ہے لہٰذا تُو اس کے نزدیک مجھ کو اس کے اہل و اولاد سے زیادہ محبوب بنا دے''۔

پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعض گھوڑے مستجاب ہوتے ہیں اور بعض غیر مستجاب لیکن میرا یہ گھوڑا مستجاب ہی ہے۔

ھجین اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس کا باپ عرب النسل اور ماں عجمی ہو اور جس گھوڑے کی ماں عربی اور باپ عجمی ہو اس کو ''مصرف'' کہتے ہیں ایسا ہی معاملہ انسانوں میں ہے۔

حضرت خزیمہؓ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے

ابوداؤد' نسائی اور حاکم میں مذکور ہے کہ سواد بن حرث اعرابی سے حضورؐ نے ایک گھوڑا خرید لیا۔ اس گھوڑے کا نام ''مرتجز'' تھا۔ وہ اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قیمت وصول کرنے کے لئے چل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری سے تشریف لیجا رہے تھے اور یہ اعرابی آہستہ چل رہا تھا۔ راستہ میں کچھ لوگوں نے (جن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید لیا ہے) اس گھوڑے کا سودا کرنا شروع کر دیا۔ اس اعرابی کو لالچ آ گیا اور اس نے آواز لگائی کہ حضورؐ اگر آپ خریدنا چاہیں تو سودا کر لیں ورنہ میں دوسرے کو فروخت کر دوں گا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑا تم مجھ کو فروخت کر چکے ہو۔ اس اعرابی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو ابھی آپ کو گھوڑا فروخت نہیں کیا۔ اگر آپ خریدنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو گواہ لائیے۔ حضرت خزیمہؓ فوراً بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کس وجہ سے گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے کہا کہ آپؐ کی تصدیق کی وجہ سے۔ اس واقعہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کی گواہی کے قائم مقام کر دی۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضورؐ نے ان سے پوچھا کہ کیسے گواہی دے رہے ہو؟ کیا تم معاملہ کے وقت ہمارے پاس موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ حضورؐ میں حاضر تو نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا پھر تم کیسی گواہی دے رہے ہو؟ حضرت خزیمہؓ نے کہا کہ حضورؐ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں' میں آسمانی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں' مستقبل کی خبروں کے بارے میں تصدیق کرتا ہوں کیا اس گھوڑے کی خریداری میں آپؐ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے خزیمہ آج تم دو گواہوں کے قائم مقام ہو۔ اور ایک روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ:

''جس کے حق میں یا جس کے خلاف خزیمہ گواہی دیدیں ان کی تنہا گواہی ہی اس کے لئے کافی ہے''۔

سہیلیؒ کہتے ہیں کہ مسند حرث میں اس واقعہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گھوڑا اس اعرابی کو واپس کر دیا تھا اور فرمایا کہ خدا تجھے اس میں برکت نہ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صبح ہوتے ہی اس کا گھوڑا مر گیا۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت خزیمہؓ کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کو امام احمدؒ نے متعدد ثقہ لوگوں سے روایت کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خزیمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے آکر حضورؐ سے یہ خواب بیان کیا تو حضورؐ لیٹ گئے اور حضرت خزیمہؓ نے آپؐ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔

راہ خدا میں جہاد کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

کتب غریب میں یہ روایت منقول ہے:

(''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت والجلال اس طاقتور شخص کو پسند کرتے ہیں جو گھوڑے پر سوار ہو کر آتا جاتا ہے'') یعنی جو ایک بار غزوہ میں گیا اور پھر جہاد کر کے واپس آ گیا۔ پھر دوسرے جہاد میں گیا۔ اس طرح بار بار راہِ خدا میں جانے والا شخص مبدی ومعید کہلائے گا۔ اسی طرح وہ گھوڑا جس پر سوار ہو کر اس کے مالک نے بار بار غزوات میں شرکت کی ہو مبدی اور معید کہلائے گا۔

گھوڑے کی پرورش بھی عبادت ہے

مسند امام احمدؒ میں روح بن زنباع کے حوالہ سے حضرت تمیم داریؓ کی یہ روایت منقول ہے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جو صاف کر لے اور پھر لا کر اپنے گھوڑے کو کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ہر جو کے بدلہ میں ایک نیکی لکھتے ہیں''۔

ابن ماجہؒ نے بھی اسی حدیث کے ہم معنی ایک روایت نقل کی ہے۔

گھوڑے کی عادات

گھوڑے کی طبیعت میں غرور اور تکبر ہے۔ یہ اپنی ذات میں مگن رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے مالک سے پیار ومحبت کرتا ہے۔ اس کے خلاف اس کے شریف اور مکرم ہونے پر دلیل یہ ہے کہ کسی دوسرے جانور کا باقی ماندہ چارہ یا خوراک نہیں کھاتا۔

کہتے ہیں کہ مروان کا ایک اشقر نامی گھوڑا تھا۔ یہ گھوڑا جس گھر میں رہتا تھا اس گھر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے رکھوالے بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے اس گھوڑے کی اجازت کی صورت یہ تھی کہ رکھوالے اس کے کمرے میں داخل ہونے سے قبل اس کی طرف اپنا پنجہ لہراتے اس کے جواب میں گھوڑا اہنہناتا تو وہ کمرے میں داخل ہو جاتے اور اگر کبھی اس کے ہنہنائے بغیر کوئی رکھوالا اس کے کمرے میں چلا جاتا یعنی بغیر اجازت تو وہ بڑی مشکل کا شکار ہوتا۔

گھوڑی کو گھوڑے کی نسبت بہت زیادہ شہوت ہوتی ہے۔ اسی لئے یہ اکثر گھوڑوں کے علاوہ دیگر نر جانوروں کے پیچھے بھی لگی رہتی ہے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ گھوڑی کو حیض آتا ہے لیکن بہت قلیل مقدار میں۔ گھوڑے کی شہوت چالیس (۴۰) تا نوے (۹۰) سال تک برقرار رہتی ہے۔ گھوڑا انسانوں کی طرح خواب دیکھتا ہے۔ اس کی ایک خاص عادت یہ ہے کہ یہ گدلا پانی پیتا ہے اور جب کہیں اس کو

صاف پانی ملتا ہے تو اس کو گدلا کر دیتا ہے۔

جوہری نے کہا کہ گھوڑے کے طحال (تلی) نہیں ہوتی۔ امام ابوالفرج بن الجوزی کا فرمان ہے کہ جو شخص جوتا پہنتے وقت دائیں پیر سے ابتداء کرے اور اتارتے وقت بائیں پیر سے پہلے جوتا نکالے وہ تلی کی بیماری سے محفوظ رہے گا۔

ذیل کا نقشہ ورم طحال کے لئے مجرب ہے۔ نقش ذیل کو پوستین کے کسی پارچہ میں لکھ کر جمعہ کے دن مریض کے بائیں جانب لٹکا دیں اور جمعہ کو پورا دن لٹکا رہنے دیں۔ نقش یہ ہے:۔

اداح ح ھم م ل ملما　　　محمد الی رای　　　۱۸۹۷۳

صالح صح وصح م لہ صالح دون مانع من الی ان تنصرہ ومرہ

اگر مندرجہ بالا حروف کو اسی شکل میں کسی چمڑے کے ٹکڑے پر لکھ کر تلی کے بیمار شخص کے بائیں بازو پر اس طرح باندھیں کہ چمڑے کا تحریری شدہ ٹکڑا ایک مٹھی کے برابر لٹکا رہے تو یہ عمل بھی انشاء اللہ باعث شفاء ہوگی۔

اسی طرح ایک دوسرا عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل نقشہ کو لکھ کر مریض کے بائیں بازو میں لٹکا دیں۔ نقش یہ ہے:۔

۲۵۹۴۸۱۹۲۳ ح ح ددصوع

مرض طحال کے لئے ایک اور عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل الفاظ کو کسی کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو تلی کے سامنے کر کے جلا دیں۔

الفاظ یہ ہیں" **ولم بضمير هم** "۔

طحال کے مریض کے لئے ایک مجرب عمل یہ ہے کہ سنیچر کے دن طلوع آفتاب سے قبل کسی کاغذ وغیرہ پر لکھ کر اس کو تلوار لٹکانے کی طرح دائیں جانب اونی دھاگی سے لٹکا لے۔

نقشہ یہ ہے

ح ح ہ دم ص ھااص

اح ااح ماتت الی الابد

دینوری کی کتاب "المجالسۃ" کی دسویں جلد میں اسمٰعیل بن یونس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ریاشی سے انہوں نے ابو عبیدہ اور ابو زید سے سنا کہ گھوڑے کے تلی، اونٹ کے پتا اور شترمرغ کے گودا نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ پانی کے پرندوں اور دریا کے سانپوں کے دماغ اور زبان نہیں ہوتی اور اسی طرح مچھلی کے پھیپھڑے نہیں ہوتے۔

حدیث میں گھوڑے کا تذکرہ:

سواء ابن ماجہؒ کے محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بھلائی کسی چیز میں ہے تو ان تین چیزوں "عورت" "گھر" "گھوڑا" میں ہے۔

ایک دوسری روایت (جو کہ مذکورہ بالا روایت کے بالکل مخالف ہے)۔ میں ہے کہ بدفالی چار چیزوں "عورت" "گھر" "گھوڑا اور خادم" میں ہے۔

تتمہ:۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابوالطفیلؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کے ایک بچہ پیدا ہوا تو اس نے اس بچہ کو حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا تو حضورؐ نے اس بچہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس کی برکت کے لئے دعا

کی۔ چنانچہ آپؐ کی دعا کی وجہ سے اس لڑکے کی پیشانی پر گھوڑے کی پیشانی کے مانند کچھ بال بہت ہی خوب صورت لگنے والے نکل آئے۔ چنانچہ ان بالوں کے ساتھ ہی وہ بچہ جوان ہوا اور جب خوارج کا زمانہ آیا تو اس جوان لڑکے نے خوارج کو پسند کیا اور ان کا ہم خیال بن گیا تو اس کی پیشانی کے وہ بال جھڑ گئے۔ اس کے والد نے اس لڑکے کو قید کر دیا تا کہ وہ خوارج سے نہ مل سکے۔

ابوطفیلؓ راوی فرماتے ہیں کہ ہم اس لڑکے سے ملے اور اس کو نصیحت کی اور یہ بھی کہا کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے تمہاری پیشانی پر جو خوشنما بال نکلے ہوئے تھے وہ بھی جاتے رہے اس لئے تم توبہ کرو اور اس غلط راستے سے باز رہو۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس نوجوان پر نصیحت کا اثر ہوا اور اس نے توبہ وغیرہ کی۔ چنانچہ وہ بال اس کی پیشانی پر پھر سے نکل آئے اور تا حیات باقی رہے۔

طبرانیؒ نے حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کر رہا تھا کہ اچانک ایک تیر میرے چہرے پر آ لگا جس کی وجہ سے میرا چہرہ میری ڈاڑھی اور میرا سینہ خون سے بھر گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا وہ خون صاف فرمانے لگے اور میرے لئے دعا فرمائی۔ خون صاف کرتے ہوئے حضورؐ کا دستِ مبارک میرے سینہ کے جس حصہ میں پڑا اس جگہ لمبے لمبے بالوں کے خوشنما گچھے بن گئے۔ جیسا کہ گھوڑے کی پیشانی پر سفید بال۔

واقعہ

ابن ظفرؒ نے اپنی کتاب ''اعلام النبوۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک یہودی عالم مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھا۔ چنانچہ ایک دن وہ اس مجلس میں پہنچا جس میں بنی عبد مناف اور بنی مخزوم کے لوگ تھے اور معلوم کیا کہ کیا آپ کے گھروں میں کوئی نیا بچہ پیدا ہوا ہے؟ اہلِ مجلس نے جواب دیا کہ ہمارے علم میں ایسی کوئی خبر نہیں یہودی عالم نے کہا کہ آپ لوگوں سے سخت غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ خوب یاد رکھو کہ آج کی رات اس آخری امت کے نبی پیدا ہوئے ہیں اور ان کی نشانی یعنی مہر نبوت ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہو گی جو کہ زرد رنگ کے تلوں اور ان کے گرد بالوں پر مشتمل ہو گی جیسا کہ گھوڑے کی کلغی اور یہ دو رات دودھ پینے سے باز رہیں گے۔ یہودی عالم کی ان باتوں سے تمام لوگ متعجب ہوئے اور مجلس برخاست ہونے کے بعد اپنے اپنے گھر پہنچے تو ان کی عورتوں نے ان کو یہ خبر دی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ پھر جب یہ لوگ دوبارہ اپنی مجلس میں جمع ہوئے تو آپس میں اس ولادت پر گفتگو کرنے لگے۔ ان کی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ وہ یہودی عالم بھی آ گیا تو اہلِ مجلس نے اس کو ولادت کے بارے میں بتایا۔ جس پر اس یہودی عالم نے کہا کہ مجھے اس گھر میں لے چلو تا کہ میں اس بچہ کو دیکھ سکوں۔ چنانچہ اہلِ مجلس اس یہودی کو لے کر آمنہ کے گھر پہنچے اور حضرت آمنہ سے اجازت لے کر بچہ کو یہودی عالم کے پاس لے گئے۔ یہودی عالم نے بچے کو دیکھا اور کپڑے نکلوا کر مہر نبوت دیکھی۔ جیسے ہی اس کی نظر مہر نبوت پر پڑی اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ کچھ دیر بعد جب یہودی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے بے ہوشی کی وجہ دریافت کی تو یہودی نے جواب دیا کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل گئی۔ لیکن تم اس بات سے خوش نہ ہونا' کیونکہ خدا کی قسم وہ ایک ایسی زبردست دبدبہ والی حکومت قائم کریں گے کہ اس کی شہرت مشرق سے مغرب تک جا پہنچے گی۔

امام کلبی نے آیت ''وَقَالَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ ''الخ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اکیاسی سال تک نصاریٰ دین اسلام پر قائم رہے اور نماز روزہ ادا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان بڑی لڑائی ہوئی۔ یہود میں ایک شخص بولس نام کا بڑا بہادر تھا اس نے حضرت عیسیٰؑ کے تمام صحابہ یعنی حواریین کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد اس شخص نے اپنی قوم (یہود) سے کہا اگر حق عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا تو ہم نے تو ان کا کفر کیا لہٰذا

ہمیں دوزخ میں جانا ہوگا اور اگر ایسا ہوا تو ہم زبردست خسارے میں رہیں گے۔ لیکن آپ مطمئن رہیں عنقریب میں ایک ایسی ترکیب کروں گا کہ اس کے ذریعہ وہ بھی ہماری طرح دوزخی ہو جائیں گے۔

بولس کے پاس گھوڑا عقاب نام کا تھا جس پر بیٹھ کر وہ قتال کرتا تھا۔ اس نے اپنے اس گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے سر میں دھول ڈال کر شرمندگی کا اظہار کیا۔ نصاریٰ نے جب اس کو اس حال میں دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولس نے جواب دیا کہ میں تمہارا دشمن ہوں لیکن اب نہیں کیونکہ مجھے آسمان سے یہ ندا سنائی دی کہ تمہاری توبہ تب تک قبول نہ ہوگی جب تک کہ تم نصاریٰ نہ بن جاؤ۔ لہٰذا میں اب نصاریٰ میں شامل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد اہلِ نصاریٰ نے اس کو اپنے گرجا گھر میں داخل کر لیا۔ اس طرح بولس نصاریٰ کے گرجا گھر میں ایک سال تک بند رہا' نہ اس نے کسی سے بات کی اور نہ کبھی گرجا سے باہر نکلا۔ اس پورے ایک سال کے عرصہ میں مسلسل انجیل کا مطالعہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب اس کو ایک سال کا عرصہ مکمل ہو گیا تو وہ اپنے گرجا کے کمرے سے باہر آیا اور نصاریٰ سے کہا کہ مجھے نداء کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ نصاریٰ نے اس کہانی کا یقین کر لیا اور اس کی تصدیق کر دی جس کی وجہ سے نصاریٰ میں سے ہر شخص بولس سے محبت کرنے لگا۔ اس کے بعد بولس بیت المقدس چلا گیا اور وہاں پر نسطورا نامی ایک شخص کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور اس کو یہ سکھایا کہ عیسیٰؑ مریم اور اللہ تین تھے۔

اس کے بعد یہ بیت المقدس سے روم چلا گیا اور وہاں پر اس نے لوگوں کو صفاتِ باری تعالیٰ اور انسانیت کی تعلیم دی اور یہ بھی کہا کہ عیسیٰؑ علیہ السلام نہ انسان تھے نہ جنات میں سے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے تھے اور اہلِ روم میں سے ایک یعقوب نامی شخص کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر دوسرے شخص کو جس کا نام ''ملکان'' تھا بلایا اور اس سے کہا کہ عیسیٰؑ علیہ السلام تو ہمیشہ معبود رہیں گے۔

اس کے بعد بولس نے اپنے ان تینوں مریدوں کو الگ الگ اپنے پاس بلایا اور ہر ایک سے کہا کہ تم میرے خاص مرید (خلیفہ) ہو اور رات میں نے عیسیٰؑ علیہ السلام کو خواب دیکھا کہ وہ مجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور کل میں اپنی طرف سے قربانی کروں گا اس لئے تم لوگوں کو یہ کہہ کر قربانی کی جگہ بلانا کہ وہ ہمارے عطیہ لے جائیں۔ چنانچہ بولس نے اس طرح اپنے تینوں خلیفاؤں سے الگ الگ تنہائی میں مندرجہ بالا گفتگو کی اور ہر ایک کو یقین دلا دیا کہ وہی اس کا قابلِ اعتماد اور صحیح جانشین ہے۔

اس کے بعد اگلے دن بولس نے قربان گاہ میں قربانی کی اور یہ ظاہر کیا کہ میں یہ قربانی عیسیٰؑ علیہ السلام کی رضامندی کے لئے کر رہا ہوں۔ چنانچہ ان تینوں (نسطور' یعقوب' ملکان) نے اپنے اپنے پیروکاروں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں بولس سے عطیہ قبول کئے۔ چنانچہ اسی دن سے نصاریٰ تین فرقوں نسطوریہ'' یعقوبیہ اور ملکیہ میں تقسیم ہو گئے اور پھر ان تینوں فرقوں میں اختلاف اس قدر بڑھا کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

'' وَقَلَتِ النَّصَارٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰالِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ ''الخ

اہلِ معانی نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی قول کو افواہ یا السن (منہ اور زبان) کی صفت بیان نہیں کرتے یہاں تک کہ وہ جھوٹ نہ ہو۔

ایک عبرت ناک واقعہ

امام ابن بلیانؒ وغزالیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفۃ المسلمین بنے تو تمام علماء کرام ان کو مبارک باد دینے کے لئے ان کے پاس گئے۔ لیکن حضرت سفیان ثوریؒ نہیں گئے حالانکہ ہارون الرشید اور سفیان ثوری ایک دوسرے کے ساتھی اور دوست

تھے۔ چنانچہ حضرت سفیانؒ کے نہ آنے سے ہارون رشید کو بڑی تکلیف ہوئی اور اس نے حضرت سفیانؒ کے نام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:۔

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے''۔

''عبداللہ ہارون امیر المومنین کی طرف سے اپنے بھائی سفیان ثوری کی طرف۔

بعد سلام مسنون! آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان ایسی بھائی چارگی اور محبت ودیعت کی ہے کہ جس میں کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ایسی ہی محبت اور بھائی چارگی کی ہے کہ اب نہ میں اس کو توڑ سکتا ہوں اور نہ اس سے جدا ہو سکتا ہوں۔ یہ خلافت کا جو طوق اللہ تعالیٰ نے میرے پر ڈال دیا ہے اگر یہ میرے گلے میں نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کی محبت کی بناء پر آپ کے پاس خود آتا یہاں تک کہ اگر چلنے میں معذور ہوتا تو گھسٹ کر آتا۔ چنانچہ اب جبکہ میں خلیفہ ہوا تو میرے تمام دوست احباب مجھے مبارک باد دینے کے لئے آئے۔ میں نے ان کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور قیمتی سے قیمتی چیزوں کا عطیہ دے کر اپنے دل اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ لیکن آپ تشریف نہیں لائے حالانکہ مجھے آپ کا شدید انتظار تھا۔ یہ خط آپ کو بڑے ذوق شوق اور محبت کی بناء پر لکھ رہا ہوں۔

اے ابوعبداللہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ مومن کی زیارت اور مواخات کی کیا فضیلت ہے اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ جیسے ہی میرا یہ خط آپ کو ملے تو جتنی بھی جلدی ممکن ہو تشریف لائیے''۔

ہارون الرشید نے یہ خط عباد طالقانی نامی ایک شخص کو دیا اور کہا کہ یہ خط سفیان ثوریؒ کو پہنچاؤ اور خاص طور سے یہ ہدایت کی کہ خط سفیان کے ہاتھ میں ہی دینا اور وہ جو جواب دیں اس کو غور سے سننا اور ان کے تمام احوال اچھی طرح معلوم کرنا۔ عباد کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر کوفہ کے لئے روانہ ہوا اور وہاں جا کر حضرت سفیانؒ کو مسجد میں پایا۔ حضرت سفیانؒ نے مجھ کو دور ہی سے دیکھا تو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔

(میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس شخص سے جو رات میں آتا ہے الا یہ کہ وہ کوئی خیر میرے پاس لے کر آئے''۔

عباد فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کے دروازے پر اپنے گھوڑے سے اترا تو سفیانؒ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ یہ کسی نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ میں پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوا اور وہاں پر موجود لوگوں کو سلام کیا۔ مگر کسی نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ مجھے بیٹھنے کے لئے کہا حتیٰ کہ کسی نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی زحمت بھی نہ کی۔ اس ماحول میں مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی اور بدحواسی میں میں نے وہ خط حضرت سفیانؒ کی طرف پھینک دیا۔ حضرت سفیانؒ کی نظر جیسے ہی خط پر پڑی تو وہ ڈر گئے اور خط سے دور ہٹ گئے گویا وہ کوئی سانپ ہے۔ پھر کچھ دیر بعد سفیان نے اپنی آستین کے کپڑے سے اس خط کو اٹھایا اور اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کو پڑھے۔ کیونکہ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کسی ایسی چیز کے چھونے سے جس کو کس ظالم نے چھو رکھا ہو۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے اس خط کو کھولا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ بھی کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے اس کو پڑھا۔ خط کا مضمون سن کر سفیان کسی متعجب شخص کی طرح مسکرائے اور کہا کہ اس خط کو پلٹ کر اس کی پشت پر جواب لکھ دو۔ اہلِ مجلس میں سے کسی نے حضرت سفیان سے عرض کیا کہ حضرت وہ خلیفہ ہیں۔ لہٰذا اگر کسی کورے صاف کاغذ پر جواب لکھواتے تو اچھا تھا۔ حضرت سففیان نے فرمایا

کہ نہیں اسی خط کی پشت پر جواب لکھو۔ اس لئے کہ اگر اس نے یہ کاغذ حلال کی کمائی کا استعمال کیا ہے تو اس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اگر یہ کاغذ حرام کمائی کا استعمال کیا ہے تو عنقریب اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ رہنی چاہیے جسے کسی ظالم نے چھوا ہو۔ کیونکہ یہ چیز دین میں خرابی کا باعث ہوگی۔

پھر اس کے بعد سفیان ثوری نے کہا لکھو:

''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت رحم والا اور بڑا مہربان ہے''۔

سفیان کی جانب سے اس شخص کی طرف جس سے ایمان کا مٹھاس اور قرآۃ قرآن کی دولت کو کھینچ لیا گیا۔

بعد سلام مسنون!

یہ خط تم کو اس لیے لکھ رہا ہوں تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ میں نے تم سے اپنا دینی رشتہ یعنی بھائی چارگی اور محبت کو منقطع کر لیا ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ تم نے اپنے خط میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم نے اپنے دوست واحباب کو شاہی خزانہ سے مالا مال کر دیا ہے۔ لہٰذا اب میں اس بات کا گواہ ہوں کہ تم نے مسلمانوں کے بیت المال کا غلط استعمال کیا ہے اور مسلمانوں کی بغیر اجازت کے اپنے نصاب پر خرچ کیا اور اس پر طرہ یہ کہ تم نے مجھ سے بھی اس آرزو کا اظہار کیا کہ میں تمہارے پاس آؤں لیکن یاد رکھو میں اس کے لئے کبھی راضی نہ ہوں گا۔ میں اور میرے اہلِ مجلس جس نے بھی تمہارے خط کو سنا وہ سب تمہارے خلاف گواہی دینے کے لئے انشاء اللہ کل قیامت کے دن خداوند قدوس کی عدالت میں حاضر ہوں گے کہ تم نے مسلمانوں کے مال کو غیر مستحق لوگوں پر خرچ کیا۔

اے ہارون! ذرا معلوم کرو کہ تمہارے اس فعل پر اہلِ علم' قرآن کی خدمت کرنے والے' یتیم' بیوہ عورتیں' مجاہدین عاملین سب راضی تھے یا نہیں؟ کیونکہ میرے نزدیک مستحق اور غیر مستحق دونوں کی اجازت لینی ضروری تھی اس لئے اے ہارون! اب تم ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے اپنی کمر مضبوط کرلو۔ کیونکہ عنقریب تم کو اللہ جل شانہ کے سامنے جو عادل وحکیم ہیں حاضر ہونا ہے۔ لہٰذا اپنے نفس کو اللہ سے ڈراؤ۔ جس نے قرآن کی تلاوت' علم کی مجلسوں کو چھوڑ کر ظالم اور ظالموں کا امام بننا قبول کر لیا۔

اے ہارون! اب تم سریر پر بیٹھنے لگے اور حریر تمہارا لباس ہو گیا اور ایسے لوگوں کا لشکر جمع کر لیا جو رعایا پر ظلم کرتے ہیں۔ مگر تم انصاف نہیں کرتے۔ تمہارے یہ لوگ شراب پیتے ہیں۔ مگر تم حد دوسروں پر لگاتے ہو۔ تمہارے یہی لشکر (افسران) چوری کرتے ہیں مگر تم ہاتھ کاٹتے ہوئے بے قصور لوگوں کے' تمہارے یہ کارندے قتل عام کرتے ہیں مگر تم خاموش تماشائی بنے ہو۔ اے ہارون! کل میدانِ حشر کیسا ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکارنے والا پکارے گا کہ ''ظالموں کو اور ان کے ساتھیوں کو حاضر کرو''۔ تو تم اس وقت آگے بڑھو گے اس حال میں کہ تمہارے دونوں ہاتھ تمہاری گردن سے بندھے ہوں گے اور تمہارے اردگرد تمہارے ظالم مددگار ہوں گے اور انجام کار تم ان ظالموں کے امام بن کر دوزخ کی طرف جاؤ گے۔ اس دن تم اپنے حسنات تلاش کرو گے تو وہ دوسروں کی میزان میں ہوں گے اور تمہارے میزان میں برائیاں ہی برائیاں نظر آئیں گی اور پھر تم کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ہر طرف اندھیر ہی اندھیرا ہوگا۔ لہٰذا اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرو اور یہ بھی یاد رکھو کہ یہ امر (بادشاہت) تمہارے پاس ہمیشہ نہیں رہے گا۔ یہ یقیناً دوسروں کے پاس چلا جائے گا۔ چنانچہ یہ امر ایسا ہے کہ بعض اس سے دنیا وآخرت سنوار لیتے ہیں اسور بعض دنیا وآخرت دونوں برباد کر لیتے ہیں۔

اور اب خط کے آخیر میں یہ بات غور سے سنو کہ آئندہ کبھی مجھ کو خط مت لکھنا اور اگر تم نے خط لکھا بھی تو یاد رکھنا اب کبھی مجھ سے کسی

جواب کی اُمید مت کرنا۔ والسلام

خط مکمل کرا کے حضرت سفیان نے اس کو قاصد کی طرف پھنکوادیا۔ نہ اس پر اپنی مہر لگائی اور نہ اس کو چھوا۔ قاصد (عباد) کہتے ہیں کہ خط کے مضمون کو سن کر میری حالت غیر ہوگئی اور دنیا سے ایک دم التفات جاتا رہا۔ چنانچہ میں خط لے کر کوفہ کے بازار میں آیا اور آواز لگائی کہ ہے کوئی خریدار جو اس شخص کو خرید سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جارہا ہے۔ چنانچہ لوگ میرے پاس درہم اور دینار لے کر آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے مال کی ضرورت نہیں مجھے تو صرف ایک جبہ اور قطوانی عبا چاہیے۔ چنانچہ لوگوں نے یہ چیزیں مجھے مہیا کردیں۔ چنانچہ میں نے اپنا وہ قیمتی لباس اتار دیا جسے میں دربار میں ہارون کے پاس جاتے وقت پہنتا تھا اور پھر میں نے گھوڑے کو بھی ہنکا دیا۔ اس کے بعد میں ننگے سر پیدل چلتا ہوا ہارون رشید کے محل کے دروازہ پر پہنچا۔ محل کے دروازہ پر لوگوں نے میری حالت کو دیکھ کر میرا مذاق اڑایا اور پھر اندر جا کر ہارون سے میری حاضری کی اجازت لی۔

چنانچہ میں اندر گیا۔ ہارون رشید نے جیسے ہی مجھ کو دیکھا کھڑا ہوگیا اور اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔ وائے بربادی' وائے خرابی' قاصد آباد ہوگیا اور بھیجنے والا محروم رہ گیا اب اسے دنیا کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہارون نے بڑی تیزی سے مجھ سے جواب طلب کیا۔ چنانچہ جس طرح سفیان ثوریؒ نے وہ خط مری طرف پھنکوایا تھا اسی طرح میں نے وہ خط ہارون رشید کی طرف اچھال دیا۔ ہارون رشید نے فوراً جھک کر ادب سے اس خط کو اٹھالیا اور کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتے پڑھتے ہارون الرشید کے رخسار آنسوؤں سے تر ہوگئے حتیٰ کہ ہچکی بندھ گئی۔

ہارون الرشید کی یہ حالت دیکھ کر اہلِ دربار میں سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین سفیان کی یہ جرأت کہ وہ آپ کو ایسا لکھیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم ابھی سفیان کو جکڑ کر قید کر لائیں تاکہ اس کو ایک عبرت انگیز سزا مل سکے۔ ہارون نے جواب دیا کہ اے مغرور! دنیا کے غلام! سفیان کو کچھ مت کہو ان کو ان کی حالت پر رہنے دو۔ بخدا دنیا نے ہم کو دھوکہ دیا اور بد بخت بنادیا۔ تمہارے لئے میرا یہ مشورہ ہے کہ تم سفیان کی مجلس میں جا کر بیٹھو کیونکہ اس وقت سفیان ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی امتی ہیں۔

قاصد عباد کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہارون الرشید کی یہ حالت تھی کہ سفیانؒ کے اس خط کو ہر وقت اپنے پاس رکھتے اور ہر نماز کے بعد اس کو پڑھتے اور خوب روتے یہاں تک کہ ہارون کا انتقال ہوگیا۔

سفیان و منصور کا واقعہ

ابن سمعانی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت سفیانؒ ثوری نے اس بات کی تصدیق کرنے سے انکار کردیا کہ ''منصور حق پر ہے'' تو منصور نے حضرت سفیان کو طلب کیا لیکن سفیان ثوری منصور کے پاس نہیں آئے بلکہ مکہ چلے گئے۔ کچھ دن کے بعد جب منصور حج کرنے چلا تو سولی دینے والے عملہ (جلادوں) کو ہدیت کی کہ سولی تیار کرو اور سفیان کو تلاش کرکے ان کو پھانسی دے دو۔ چنانچہ جب اس بات کی اطلاع حضرت سفیان کو پہنچی تو آپ (سفیان ثوری) سوئے ہوئے تھے اس حال میں کہ آپ کا سر فضیل بن عیاض کی گود میں اور دونوں پیر سفیان بن عیینہ کی گود میں تھے۔ منصور کے اس حکم کو سن کر عیاض اور عیینہ دونوں ڈرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضرت (سفیان ثوری) اب دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا اور موقع نہ دیجئے یعنی اب تو کوئی ایسی صورت کریں کہ اس قید اور روپوشی سے خلاصی مل جائے۔ چنانچہ ان دونوں کی یہ بات سن کر حضرت سفیان کعبۃ اللہ کی طرف چل پڑے۔ اور وہاں پہنچ کر غلاف کعبہ پکڑ کر کہنے لگے کہ اے دنیا کے مالک ورب! منصور کو یہاں نہ داخل ہونے دینا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور اسی وقت منصور کی سواری کا پاؤں پھسلا اور وہ

سواری سمیت نیچے گر کر مر گیا۔ یہ واقعہ منصور کو حجون میں پیش آیا۔

گھوڑے کا شرعی حکم

امام شافعیؒ کے نزدیک گھوڑے کی وہ تمام اقسام حلال ہیں جن میں گھوڑے کا نام پایا جاتا ہے جیسے "عراب" مقاریف اور براذین وغیرہ' براذین' برذون کی جمع ہے' ترکی گھوڑے کو کہتے ہیں۔ یہ قول امام ابو یوسفؒ محمدؒ احمدؒ و اسحاق وغیرہ کے ہیں۔ اپنی دلیل میں یہ حضرات بخاریؒ و مسلمؒ کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں پالتو گدھے کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑے کے گوشت کے بارے میں رخصت دی"۔

امام ابو حنیفہؒ اور اوزاعیؒ اور امام مالکؒ نے گھوڑے کے گوشت کو مکروہ کہا ہے۔ لیکن امام مالکؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔ ان حضرات نے بطور دلیل اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کو ابوداؤد' نسائی و ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ:۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے' خچر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے سواری و زینت کے لئے پیدا فرمایا ہے"۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کے نام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافی گھوڑے تھے جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

"السکب' مرتجز' لزاز' ظرب' اللخیف' ورد' ابلق' ذو العقال' مرتجل' ذو اللمة' سرحان' یعسوب' بعر' ادھم' ملاوح' طرف' مسحا' مراوح' مقدام' مندوب اور ضریر"۔

گھوڑے کی خواب تعبیر

اگر کوئی حاملہ عورت خواب میں گھوڑا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ عورت ایسے بچے کو جنے گی جو گھوڑ سواری میں طاق ہوگا۔ کبھی گھوڑے سے مراد تجارت وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں کوئی گھوڑا مر گیا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا کوئی لڑکا مر جائے گا یا تجارت میں نقصان ہوگا یا اس کا شریک تجارت (پارٹنر) چلا جائے گا۔ اگر کسی نے خواب میں چتکبرا گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ وہ مشہور امیر بنے گا۔

اگر کسی نے خواب میں زرد رنگ کا گھوڑا دیکھا یا دیکھا یہ وہ کسی بیمار گھوڑے پر سوار ہے تو اس کی تعبیر بیماری ہے اور زیادہ سرخ گھوڑا دیکھنے کی تعبیر غم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فتنہ کی علامت ہے۔ علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں سرخ گھوڑا پسند نہیں کرتا اس لئے کہ وہ خون کے مشابہ ہوتا ہے۔ سفید اور سیاہ رنگ کے گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر صاحب قلم سے دی گئی ہے۔ سفید اور سرخ رنگ کے گھوڑے کی تعبیر قوت یا لہولعب دی جاتی ہے اور کبھی کبھی لڑائی یا مار پیٹ کی تعبیر بھی دی جاتی ہے۔ اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کو دوڑایا یہاں تک کہ وہ گھوڑا پسینہ آلود ہو گیا تو اس کی تعبیر خواہش نفسانی سے کی گئی ہے اور کبھی اس کی تعبیر مال کی بربادی بھی ہوتی ہے۔ گھوڑے کے پسینہ کی بھی یہی تعبیر ہے۔ اور خواب میں گھوڑے کو ایڑی مارنے کی تعبیر خواہشات کے مرتکب ہونے سے کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "لاتر کضوا وارجعوا الیٰ ما اترفتم فیه (بھاگو نہیں جاؤ اپنے انہیں گھروں اور عیش کے سامانوں میں جن کے اندر تم سکون کر رہے تھے (الانبیاء)"

اگر کوئی خواب میں گھوڑے سے اس نیت سے اترے کہ اب اس پر سوار نہیں ہوگا تو اگر خواب دیکھنے والا کوئی گورنر ہے تو وہ اپنے اس

عہدہ (گورنری) سے معزول کر دیا جائے گا۔

اگر کسی نے گھوڑے کی دم لمبی، زیادہ بالوں والی اور موٹی دیکھی تو اس کی تعبیر اولاد یا مال کی زیادتی سے کی جاتی ہے۔ اگر بادشاہ نے ایسی دم خواب میں دیکھی تو یہ اس کے لشکر (فوج) کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کی دم کٹی ہوئی دیکھی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کے کوئی بھی اولاد نہ ہوگی اور اگر اولاد ہوگی تو وہ زندہ نہ رہے گی۔ اور اگر یہ خواب کوئی بادشہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوگی کہ اس کا لشکر (فوج) اس سے بغاوت کر دے گا۔

اگر کوئی شخص خواب میں کسی بہترین گھوڑے پر سوار ہو تو اس کی تعبیر عزت و جاہ سے دی جائے گی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "گھوڑے کی پیشانی میں خیر ہے"۔

اور کبھی خواب میں گھوڑے پر سوار ہونے کی تعبیر سے سفر مراد ہوتا ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کا بچہ دیکھا تو اس کی تعبیر ایک خوب صورت بچہ کی آمد (پیدائش) سے کی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں کوئی توانا گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر طویل عمر والے سے دی جاتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں ترکی گھوڑے پر سواری کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ دنیا میں ایک درمیانی زندگی بسر کرے گا نہ بالکل مفلسی کی اور نہ مالداروں جیسی، اور اگر کسی نے گھوڑی کی سواری کی تو اس کی تعبیر شادی (نکاح) ہے۔ ابن مقری نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں سفید و سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سواری کی تو اس کی تعبیر اور عزت غیبی مدد سے دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ رنگ فرشتوں کے گھوڑوں کا ہے۔ اگر کسی نے خواب دیکھا کہ وہ سرخ و سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص شراب پئے گا کیونکہ یہ شراب کے ناموں میں سے ہے اور اگر خواب میں کوئی کسی کے گھوڑے پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر مرتبہ اور عزت ملنے سے دی جاتی ہے اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کو کھینچ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی شریف آدمی کی خدمت کرے گا۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں گھوڑے پر سوار ہوا جہاں اس کا مصرف نہیں جیسے چھت، دیوار یا قید خانہ تو اس میں کوئی بھلائی اور خیر نہیں۔

اور اگر کسی نے خصی گھوڑا دیکھا تو اس کی تعبیر خادم ہے اور تمام چوپائے جن پر سواری کی جاتی ہے ان کو خواب میں بغیر لگام کے دیکھنے کی تعبیر زانیہ عورت ہے۔ کیونکہ زانیہ عورت بھی جس کسی کے ساتھ چاہتی ہے بغیر کسی روک ٹوک کے تعلقات قائم کر لیتی ہے۔ اسی طرح تیز رفتار گھوڑے کی تعبیر بھی زانیہ عورت ہے اور اگر کسی نے خواب میں گھوڑے کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر لوگوں میں اس کی نیک نامی سے دی جاتی ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کا گھوڑا اس کے ہاتھ سے جاتا رہا تو اس کی تعبیر غلام کے فرار یا موت سے کی جاتی ہے اور اگر وہ شخص تاجر ہے تو اس کا شریک تجارت (پارٹنر) اس سے الگ ہو جائے گا یا اس کی موت ہو جائے گی۔

ایک شخص علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں خواب میں ایک ایسے گھوڑے پر سوار ہوا جس کی ٹانگیں لوہے کی تھیں۔ ابن سیرین نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے عنقریب تم فوت ہو جاؤ گے۔ واللہ اعلم بالصواب

فرس البحر

(دریائی گھوڑا) یہ دریا نیل میں پایا جاتا ہے۔ اس کی پیشانی گھوڑے جیسی، ٹانگیں گائے جیسی اور چھوٹی دم خنزیر کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کا چہرہ چپٹا ہوتا ہے لیکن اس کی کھال بہت موٹی اور مضبوط ہوتی ہے۔ یہ کبھی کبھی پانی سے نکل کر خشکی پر آ کر بھی چرتا ہے۔ اکثر خشکی

میں یہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان یا دیگر حیوانات اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ خشکی پر یہ زیادہ تیز نہیں دوڑ سکتا اس لئے خشکی پر اس کو آسانی سے ہلاک کر دیا جاتا ہے جبکہ پانی میں یہ بہت تیز تیرتا ہے اور اس کو پانی میں پکڑنا یا ہلاک کرنا دشوار ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

تعبیر

دریائی گھوڑے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر کذب اور کسی کام کے پورے نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

دریا کی خواب میں تعبیر

دریا کی تعبیر بادشاہت' قید وغیرہ سے کی جاتی ہے کیونکہ جو اس میں پھنس گیا وہ نکل نہیں سکتا۔ اور بعض اوقات اس کی تعبیر علم وفضل و کرم سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ بحر علم' بحر فضل اور بحر کرم اکثر بولا جاتا ہے۔

اس سے کبھی کبھی دنیا بھی مراد ہوتی ہے۔

اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا ہے یا کنارے پر لیٹا ہوا ہے تو اس کی تعبیر بادشاہت ہے اور کبھی خطرہ کی علامت بھی ہے۔ کیونکہ پانی مامون نہیں ہے اور اکثر انسان اس میں ڈوب کر مر جاتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دریا سے پانی پیا تو اس کی تعبیر بادشاہ کے مال سے کی جاتی ہے کہ وہ مال خواب میں دیکھنے والے کو حاصل ہوگا۔

اور اگر کسی نے خواب میں دریا کا تمام پانی پی لیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کسی بادشاہ کا تمام خزانہ مل جائے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دور سے دریا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کوئی کام بگڑ جائے گا اور اگر کسی نے خواب میں اپنے کسی دوست کے ساتھ پانی پیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اس سے جدا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قول "وَاِذْفَرَقْنَابِكُمُ الْبَحْرَ" کی روشنی میں۔

اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ دریا میں چل رہا ہے خشکی پر چلنے کی طرح' تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا خوف جاتا رہے گا اور وہ مامون ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى" اور اگر کسی نے دیکھا کہ وہ دریا میں موتی نکالنے کے لئے غوطہ لگا رہا ہے تو وہ علم میں گہرائی و بڑائی حاصل کرے گا اور اگر کسی نے خواب میں دریا کو تیرتے ہوئے عبور کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ مصیبت اور فکر سے نجات پا جائے گا۔ اور اگر کسی نے سردی کے زمانہ میں خود کو دریا میں تیرتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص حاکم کی طرف سے کسی مصیبت میں پھنس جائے گا یا قید کر لیا جائے گا یا اس کو کوئی مرض لاحق ہو جائے گا یا اس کے بدن کے کسی حصہ میں کوئی درد ہوگا۔ اور اگر کسی نے یہ دیکھا کہ دریا کا پانی شہر کے گلی کوچوں میں داخل ہو گیا یا کھیتوں اور فصلوں پر چڑھ آیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس علاقہ کا بادشاہ لوگوں پر ظلم کرے گا اور کبھی اس سے شدید قحط سالی مراد ہوتی ہے۔

اَلْفَرَشُ

الفرش: اونٹ کے چھوٹے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ فرش کا اطلاق اونٹ' گائے' بکری وغیرہ کے ان بچوں پر ہوتا ہے جو ذبح کرنے کے لائق نہ ہوں۔

کلام اللہ میں فرش کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ کے قول ''وَحَمُوْ لَةً وَّفَرْشًا ''میں اللہ تعالیٰ نے ''حمولۃ'' کو کیوں مقدم کیا اور اس سے کیا فائدہ ہے؟ اس بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ حمولۃ انسان کے لئے زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ اس کو کھایا جاتا ہے اور بطور سواری استعمال کیا جاتا ہے۔ فراء نے کہا ہے کہ میں نے ''الفرش'' کی جمع نہیں سنی اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یہ مصدر ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام زمین پر پھیلا دیا ہے۔

اَفْرُفْرُ

فرفر: بروزن ہدہد۔ پانی کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ جسامت میں یہ کبوتر کے برابر ہوتا ہے۔

فَرَع''

فرع: چوپاؤں کے پہلے بچوں کو کہتے ہیں۔

حدیث میں فرع کا تذکرہ:۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام میں فرع وغیرہ کا کوئی جواز نہیں''۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ فرع وغیرہ کا اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ امر بالکل ہی جائز نہیں ہے بلکہ آپؐ کے کہنے کا منشاء یہ ہے کہ کفارِ مکہ جس اعتقاد اور ارادہ سے فرع وغیرہ ذبح کرتے ہیں اور پھر اس کو کھاتے بھی نہیں اور اس امید و اعتقاد سے ذبح کرتے ہیں کہ اس سے اس کو مال کی برکت حاصل ہوگی اور اس کی نسل زیادہ ہوگی تو یہ صورت یا یہ اعتقاد اور گوشت کا نہ کھانا یہ اسلام کے منافی ہے۔

''عتیرہ'' یہ ہے کہ کفارِ مکہ رجب کے مہینہ کے پہلے دن اس کو ذبح کرتے اس لئے اس کو رجبیہ بھی کہتے ہیں۔

فرع و عتیرہ کا شرعی حکم

ان کے مکروہ ہونے کی دو صورتیں ہیں لیکن صحیح وہ ہے کہ ان کی کراہت کے سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ (جس کی امام شافعیؒ نے صراحت کی ہے اور جو احادیث سے بھی ثابت ہے) وہ دونوں مکروہ نہیں ہیں بلکہ ان کا کھانا جائز ہے۔ ابوداؤدؒ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں کی طرح اونٹوں کے ذبح کرنے میں مقابلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ ان دیہاتیوں کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کئی کئی اونٹ ذبح کرتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ اس نے زیادہ اونٹ ذبح کر ڈالے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے اونٹ کا گوشت مکروہ قرار دے دیا۔ کیونکہ یہ شبہ تھا کہ یہ اونٹ غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانوروں میں شامل ہو جائے گا۔

اَلفُرعُل

فــرعــل: بروزن قنفد بجو کے بچے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع فراعل آتی ہے۔ امام بیہقیؒ عبداللہؓ بن زید سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے بیان فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ولد الضبع (بجو کا بچہ) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ تو فرعل ہے اور اس میں بکری کا بچہ بھی شامل ہے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا ہے کہ اہلِ عرب کے نزدیک فرعل' بجو کا بچہ ہے۔

الفرقد

''الفرقد'' اس سے مراد گائے کا بچہ ہے۔ وحشی بیل کی کنیت بھی ''ابو فرقد'' آتی ہے۔

الفرنب

''الفرنب'' (فاء کے کسرہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد چوہا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چوہے کا بچہ ہے جس کا تعلق ''یربوع'' کی م سے ہے۔

الفرھود

''الفرھود'' (بروزن جلمود) اس سے مراد درندے کا بچہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرے کا بچہ ہے۔

الفروج

''الفروج'' اس سے مراد نوجوان مرغی ہے۔

الفریر و الفرار

''الفریر و الفرار'' اس سے مراد بکری اور گائے کا چھوٹا بچہ ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ''الفریر'' واحد ہے اور ''الفرار'' جمع ہے۔

فسافس

''فسافس'' ابن سینا نے کہا ہے کہ اس سے مراد چیچڑی کی مثل ایک جانور ہے۔ قزوینی نے کہا ہے کہ پسو کے مشابہ ایک حیوان ہے۔

الفصیل

فصیل: اونٹنی کا بچہ جب اپنی ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے تو اس وقت اس کو فصیل کہتے ہیں۔ فصیل بروزن فعیل بمعنی مفعل یعنی مفعول جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔
اس کی جمع فصلان و فصال آتی ہے۔
حدیث میں فصیل کا تذکرہ:

حضرت امام احمدؒ بن حنبل اور امام مسلمؒ نے حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت نقل کی ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار اہلِ قباء کی طرف گئے۔ چنانچہ اہلِ قباء میں سے اس وقت کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوابین کی نماز ''اذا رمضت الفصال'' کے وقت پڑھنی چاہیے۔ یعنی جب مٹی گرم ہو جائے۔

تعبیر

فصیل کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر شریف لڑکے سے کی جاتی ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ تمام حیوانات کے بچوں کو خواب میں چھونے کی تعبیر کسی غم سے دی جاتی ہے۔ یعنی اگر کسی نے خواب میں فصیل کو چھوا تو اس کی تعبیر غم ہے۔

اَلْفَلْحَسُ

(چوپایا) فَلْحَسُ: بروزن جعفر، فلحس 'چوپایا جانور کو یا سن رسیدہ کتا کو کہتے ہیں۔ فلحس بنی شیبان کے سرداروں میں سے کسی سردار کا نام بھی تھا۔ اس کی ایک عجیب عادت تھی وہ یہ کہ جب کبھی غنیمت کا مال تقسیم ہوتا تو یہ اپنا حصہ حاصل کرنے کے بعد اپنی بیوی کا حصہ مانگتا اور جب اس کو بیوی کا حصہ مل جاتا تو پھر اپنی اونٹنی کا حصہ طلب کرتا، تو لوگ اس کو خاموش کرنے کے لئے کہتے کہ ''میں سوال کرتا ہوں فلحس سے'' تا کہ وہ اور یعنی مزید نہ مانگے۔

الفلو

''الفلو'' (فاء کے ضمہ، فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد بچھیرا ہے جو دودھ چھڑانے کے قابل ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ جوہری نے کہا ہے ''الفلو'' واؤ مشدد کے ساتھ ہے جس کا معنی بچھیرا ہے کیونکہ یہ اپنی ماں سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے یعنی اس کا دودھ چھڑا دیا جاتا ہے۔ اہل عرب ''الفلو'' کے مونث کے لئے ''فلوة'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ''عدوٌ'' کا مؤنث ''عدوة'' ہے۔ اس کی جمع ''افلاء'' ہے جیسے ''عدوٌ'' کی جمع ''اعداء''۔

الفناة

''الفتاة'' اس سے مراد گائے ہے۔ اس کی جمع ''فنوات'' آتی ہے۔

اَلْفَهْد

(تیندوا) فهد: فہد، فہود کا واحد ہے۔ اہلِ عرب بولتے ہیں ''فهد الرجل اشبه الفهد'' یعنی وہ تیندوا کے مانند ہے۔ سستی اور نیند میں۔

تیندوے کا حدیث میں تذکرہ:

ام ذرع کی مشہور حدیث جو کہ بخاری اور ترمذی شریف میں ہے اس میں تیندوے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے کہ یعنی عورت اپنے شوہر کی عادت بتا رہی ہے کہ وہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو ''تیندوے جیسا بن جاتا ہے''۔

ارسطو کا خیال ہے کہ تیندوا بھیڑئے اور چیتے کے باہم اختلاط سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس کا مزاج چیتا کے مزاج جیسا ہے اور اس کی عادات وخصلت کتے جیسی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب تیندوی (مادہ) حاملہ ہونے کی وجہ سے بھاری ہو جاتی ہے تو اس وقت تمام تیندوے اس کے شکار (کھانے وغیرہ) کا انتظام کرتے ہیں اور ولادت کے وقت تک اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ جب ولادت کا وقت قریب آجاتا ہے تو تیندوی اپنے پہلے سے تیار کردہ اس جگہ پر چلی جاتی ہے جہاں ولادت ہوتی ہے۔

تیندوا سونے کا بڑا شوقین ہوتا ہے اور دن کے اکثر حصے میں سوتا رہتا ہے۔ اہلِ عرب تیندوے سے مثال دیتے ہیں کہ ''فلاں شخص تو تیندوے کی طرح سوتا ہے'' یعنی زیادہ سوتا ہے۔

تیندوے کے مزاج میں انتہائی غصہ اور غضب ہوتا ہے۔ جب کسی شکار کی طرف جست (حملہ) لگاتا ہے تو سانس تک روک لیتا ہے جس سے اس کے غصہ اور غضب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر کبھی شکار اس سے نکل جاتا ہے تو زبردست غیض وغضب میں ہوتا ہے اور کبھی اس غیض وغضب کے باعث اپنے مالک (رکھوالے) تک کو مار ڈالتا ہے۔

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ تیندوے کو سریلی واچھی آواز سے شکار کیا جاتا ہے۔ اس میں تعلیم قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے اسی لئے یہ بہت جلد سدھ جاتا ہے۔ انسانوں سے بہت جلد مانوس ہو جاتا ہے۔ خاص طور سے اس شخص سے بڑا مانوس ہوتا ہے جو اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرئے۔ چھوٹا تیندوا (بچہ) جوان تیندوے کے مقابلہ میں جلدی سدھ جاتا ہے۔

سب سے پہلے جس نے تیندوے کے ذریعہ شکار کیا وہ ''کلب بن وائل'' ہین اور تیندوے کو سب سے پہلے جس شخص نے گھوڑے پر سیر کرائی وہ یزید بن معاویہؓ بن سفیان ہیں۔ اور سب سے زیادہ تیندوے کے ساتھ جو شخص کھیلے وہ ابو مسلم خراسانی ہیں۔

فائدہ:۔ ابوالحسنؒ عمادالدین ایک الھر اسی (جو کہ فقہاء شوافع میں سے ہیں) سے کسی نے سوال کیا کہ کیا یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہیں؟ اور کیا ان کو طعن وتشنیع کرنا صحیح ہے؟ تو فقیہ شافعی نے جواب دیا کہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ وہ صحابہؓ میں سے نہیں ہیں کیونکہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور لعن کے بارے میں سلف میں سے امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ اور امام احمد ابن حنبلؒ سے دو دو قول ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ صراحتاً غلطی کا اظہار کر دینا اور دوسرا یہ کہ اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے' مگر شوافع کے یہاں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ کہ غلطی ظاہر کر دی جائے' اشارہ سے کام نہ لیا جائے اور غلطی کا اظہار کیوں نہ کیا جائے جبکہ یزید بن معاویہؓ چیتوں کا شکار کرتا تھا اور نرد (چوسر) کھیلتا تھا اور مستقل شراب پیتا تھا۔ شراب کے سلسلہ میں اس نے اشعار بھی موزوں کئے ہیں۔

جب حضرت امام غزالیؒ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید بن معاویہؓ کو لعن کرنا صراحتاً جائز ہے یا ان کے فاسق ہونے کی وجہ سے رخصت دی گئی ہے اور کیا یزید کا ارادہ حضرت حسینؓ کو شہید کرنے کا تھا یا صرف ان کو دور کرنا مقصود تھا؟ تو حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ یزید بن معاویہؓ پر کبھی بھی طعن وتشنیع وملامت کرنا جائز نہیں اور جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ ملعون ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''مسلمان کی یہ خاصیت ہونا چاہیے کہ وہ کسی پر لعنت نہ کرے''۔ اس لئے یہ بات کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو لعنت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ ''ایک مسلمان کی عزت وآبرو کعبۃ اللہ کی عزت وآبرو سے برتر ہے اور چونکہ یزید کا اسلام لانا اور اس کا مسلمان ہونا مسلم ہے لہٰذا ان پر بدگمانی کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی مسلمان کا مسلمان سے بدگمانی کرنا حرام ہے اور حضرت حسینؓ کو قتل کرنا یا یزید کا حکم دینا یا نہ دینا یہ سب مشتبہ امر ہیں۔ لہٰذا ایک مسلمان پر کسی مسلمان سے بدگمانی رکھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:۔

''اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو''۔ یعنی ہر چیز میں گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ میں بدل جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اب کوئی لاکھ کوشش کرے، جستجو کرے مگر وہ یہ نہیں جان سکے گا کہ یزید کا حضرت حسینؓ کے بارے میں کیا خیال تھا؟ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان، مسلمان سے اچھا گمان رکھے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو قتل کیا اور یہ بات ثابت بھی ہوگئی تب بھی اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا یا اسلام سے خارج نہیں ہوگا کیونکہ قتل ایک معصیت ہے اور معصیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے توبہ رکھی ہے۔ اور پھر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت حسینؓ کا قاتل توبہ کر کے مرا یا نہیں؟ اس لحاظ سے بھی ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ہم یزید پر لعن کریں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ''ارحم الراحمین'' ہیں ان کو کلی طور پر عذاب وثواب کا اختیار ہے۔

دیگر یہ کہ شریعت میں اگر کسی پر لعنت کرنا جائز ہے اور کوئی شخص اس پر لعنت نہ کرے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ شیطان (ابلیس) پر لعنت کرنا جائز ہے۔ اب اگر کوئی شخص زندگی بھر شیطان پر لعنت نہ کرے تو قیامت کے دن اس سے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تم نے ابلیس پر لعنت کیوں نہ کی۔ لیکن اگر کوئی کسی مسلمان پر لعنت کرتا ہے تو قیامت کے دن یقیناً اس سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں فلاں کو کیوں لعنت کی اور یہ کہ تم کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ وہ ملعون ہے اور ملعون وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت سے دور ہو اور یہ بات اسی وقت وثوق سے کہی جاسکتی ہے جبکہ ہمیں معلوم ہو کہ فلاں شخص کافر ہے اور وہ کافر ہی مرا ہے۔

اب جس شخص کے بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں تو ہم اس کو کس طرح ملامت کر سکتے ہیں اب رہی یہ بات کہ کیا ہم ایسے شخص پر رحم کریں تو ہمارے نزدیک یہ جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے نیز ہمارے نزدیک تو وہ'' **اللهم اغفر للمئومنين و المومنات** ''میں داخل ہوجائے گا۔

شرعی حکم

تیندوے کو کھانا حرام ہے اس لئے کہ وہ درندوں میں سے ہے جو چیر پھاڑ کر شکار کو کھاتے ہیں۔ لہٰذا یہ شیر کے حکم میں آئے گا۔ لیکن شکار کے لئے اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بدن میں طاقت آتی ہے۔ اس کا خون بدن میں زبردست قوت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی جگہ چوہے ہوں اور ان کو بھگانا ہو تو اس جگہ تیندوے کا پنجہ رکھنے سے تمام چوہے بھاگ جائیں گے۔ صاحبِ عین الخواص نے لکھا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ اگر کوئی عورت تیندوے کا پیشاب پی لے تو پھر اس کو حمل نہیں ٹھہرے گا اور کبھی کبھی اس کے پینے سے عورت مکمل طور سے بانجھ ہوجاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں تیندوے کو دیکھنے کی تعبیر ایسے دشمن سے کی جاتی ہے جو نہ اپنی دشمنی ظاہر کر سکے اور نہ دوستی۔ اگر کسی نے خواب میں تیندوے سے نزاع (جھگڑا) کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کسی شخص سے جھگڑا ہوجائے گا۔

الفويسقة

(چوہا)

حدیث نبویؐ میں چوہے کا تذکرہ:

بخاری‘ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم لوگ رات کو اپنے برتنوں کو ڈھک دیا کرو اور مشکیزوں کو الٹ دیا کرو اور اپنے گھر کے دروازے بند رکھو اور بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا کرو تا کہ یہ سب چیزیں جنات کے سفر سے محفوظ رہیں اور سوتے وقت چراغ گل کر دیا کرو اس لئے کہ بسا اوقات چوہا چراغ سے جلتی بتی اٹھا کر تمام گھر میں چکر لگائے گا اور گھر اور گھر والوں کو جلا دے گا۔

الفیل

(ہاتھی) فِیل: ہاتھی‘ مشہور و معروف حیوان ہے۔ فیل کی ”جمع اَفْیَال“ ”فُیُول“ ”اور فِیَلَة“ آتی ہیں۔ ابن سکیت نے کہا ہے کہ فیل کی جمع اَفْیِلَة“ نہیں آتی یہ غلط ہے۔ امام نحو سیبویہ نے کہا ہے کہ فیل کی جمع افیلة جائز ہے کیونکہ فیل کی اصل ”فُیل“ تھی لیکن یاء اپنے سے قبل والے کو کسرہ کی طرف کھینچتی ہے۔ لہٰذا اس کو کسرہ دے کر فیل کر دیا۔ جیسے اَبْیَض“ وبِیض“ ہیں اور فیل کے مہاوت کو فیال کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالحجاج‘ ابوالحرمان‘ ابوغفل ابوکلثوم اور ابومزاحم آتی ہیں۔ ہتھنی یعنی مادہ کو فَیْلَة“ کہا جاتا ہے۔ مونث یعنی‘ ہتھنی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) فیل (۲) زندبیل۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ دو قسم کچھ نہیں ہیں بلکہ ہاتھی کو فیل اور ہتھنی کو زندبیل کہتے ہیں۔

ہاتھی وطی کرنے کے معاملہ میں انتہائی شرمیلہ واقع ہوا ہے۔ یہ اپنے رہنے سہنے کی جگہ کے علاوہ اور کسی جگہ وطی نہیں کرتا چاہے اسے کتنی ہی شہوت کیوں نہ ہو۔ ہاتھی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ شہوت کی وجہ سے بدخلق ہو جاتا ہے اور اونٹ کی طرح کھانا پینا تک چھوڑ دیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی شہوت کے غلبہ کی وجہ سے اس کے بدن پر ورم آ جاتا ہے اور اس وقت اس کی بدخلقی بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے وقت میں اس کا مہاوت اس کو چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ ہاتھی پانچ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت کا زمانہ موسم ربیع ہے۔ ہتھنی دو سال میں حاملہ ہوتی ہے اور جب یہ حاملہ ہوتی ہے تو ہاتھی اس کے قریب نہیں جاتا اور نہ اس کو چھوتا ہے۔

عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ہتھنی سات سال میں حاملہ ہوتی ہے اور یہ کہ ہاتھی صرف اپنی ہتھنی سے ہی وطی کرتا ہے کسی دوسری ہتھنی سے وطی نہیں کرتا۔ ہتھنی ولادت کے وقت کسی دریا یا ندی میں چلی جاتی ہے۔ چونکہ یہ بیٹھ کر بچہ جننے پر قادر نہیں ہے اس لئے پانی میں کھڑے کھڑے بچہ جنتی ہے اور باہر ہاتھی اس دوران مسلسل پہرہ دیتا رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاتھی اونٹ کی طرح بہت ہی بغض وکینہ رکھنے والا جانور ہے اور کبھی کبھی کینہ کی وجہ سے اونٹ کی مانند اپنے مہاوت کو بھی ہلاک کر دیتا ہے۔

ہاتھی کی زبان کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ الٹی ہوتی ہے اور یہ کہ اگر اس کی زبان سیدھی ہوتی تو یہ انسان کی طرح بات کرتا لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ہاتھی کے دو دانت بہت بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ان کا وزن پانچ پانچ من تک دیکھا گیا ہے۔ ہاتھی کی سونڈ ایک ایسی لچکدار ہڈیوں کا مجموعہ ہے۔ جس کو اپنی منشاء کے مطابق استعمال کر سکتا ہے اور یہ سونڈ ہی اس کی ناک بھی ہے اور یہی اس کے ہاتھ بھی ہیں۔ اس کی سونڈ بہت ہی طاقت ور ہوتی ہے اسی کے ذریعہ یہ اپنے تمام کام (کھانا پینا) لیتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ یہ آواز نکالتا۔ لیکن اس کی آواز اس کے جثہ کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ بچوں کے چیخنے کے برابر ہوتی ہے۔ ہاتھی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی سمجھ اور

فہم سے نوازا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اس کو بہت جلد سدھا کر کام پر آمادہ کر لیتا ہے اس کا غصہ بہت شدید ہوتا ہے۔ اگر کبھی دو ہاتھی آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو جب تک ان میں سے ایک مر نہ جائے ان کی لڑائی ختم نہیں ہوتی۔

ہاتھی دیکھنے میں بہت عجیب لگتا ہے۔ خاص طور سے اس کی آنکھیں' کان' سونڈ اور اس کے باہری دانت اس کی چال بھی عجیب ہے۔ ایسا زبردست جثہ والا جانور مگر اس کی چال بالکل دھیمی' یہاں تک کہ آدمی کے قریب سے گزر جاتا ہے مگر کوئی آواز اس کے چلنے سے سنائی نہ دے گی۔ اس کے پیر بہت ہی گدے دار ہوتے ہیں۔ اس کی عمر بھی کافی ہوتی ہے۔

ارسطو نے لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہو چکا ہے۔ بقول ارسطو اس نے ایک ہاتھی دیکھا تھا جس پر ایک خاص قسم کا نشان بنا ہوا تھا جو کہ تحقیق کرنے پر چار سو سال پرانا ثابت ہوا۔

ہاتھی اور بلی کے درمیان پیدائشی دشمنی ہے۔ چنانچہ جب کبھی ہاتھی بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے جس طرح کچھ درندے سفید مرغ کو دیکھ کر بھاگ پڑتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بچھو اگر کسی چھپکلی کو دیکھ لیتا ہے تو فوراً مر جاتا ہے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ ہتھنی کی شرمگاہ اس کی ٹانگ (بغل) کے نیچے ہوتی ہے جب وطی کا وقت ہوتا ہے تو یہ اپنی ٹانگ کو کشادہ کر لیتی ہے یہاں تک کہ ہاتھی اس پر قابو پالیتا ہے۔ ''کیا ہی پاک ذات ہے جو کسی امر سے عاجز نہیں''۔

ایک عبرت انگیز واقعہ

حلیہ میں ابوعبداللہ نے لکھا ہے کہ میں ایک بحری سفر کے لئے کشتی پر سوار تھا کہ اچانک زبردست ہوا چلی اور ہماری کشتی ڈانواڈول ہونے لگی اور اس کے ٹوٹ جانے کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ کشتی پر سوار تمام لوگ مایوس ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعاء و نذریں ماننے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم فلاں فلاں کام کریں گے۔ چنانچہ لوگوں نے ابوعبداللہ سے بھی اصرار کیا کہ آپ بھی کوئی نذر مانیں۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کا اصرار کافی بڑھا تو اچانک میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھے اس مصیبت سے نجات دیدے تو میں ہاتھی کا گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کچھ دیر بعد کشتی ٹوٹ گئی اور تمام لوگ دریا میں بہہ گئے۔ مگر مجھے اور میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی اور لہروں نے ہمیں ایک ساحل پر لا پھینکا۔ ہم لوگ اس ساحل پر کئی دن تک رہے مگر ہمارے لئے کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ اچانک ایک دن کہیں سے ایک ہاتھی کا بچہ ساحل پر آ گیا۔ لوگوں نے اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اور سب نے مل کر اس کو کھایا۔ لیکن میں نے نذر کی وجہ سے اس میں سے کچھ گوشت بھی نہ کھایا حالانکہ مجھے شدید بھوک تھی۔ میرے ساتھی چونکہ کئی دن سے بھوکے تھے لہٰذا انہوں نے شکم سیر ہو کر کھایا جس کی وجہ سے ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور سب گہری نیند سو گئے۔ میں چونکہ بھوکا تھا اس لئے مجھ کو نیند نہ آ سکی اور میں نقاہت سے ایسے ہی لیٹا رہا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایک ہتھنی نظر آئی جو اپنے بچے کے نشاناتِ قدم دیکھتی ہوئی ہم تک پہنچی تھی۔ چنانچہ اس نے وہاں پہنچتے ہی ہر آدمی کا منہ سونگھا اور سونگھنے کے بعد ہی سب کو اپنے پیروں سے روند کر ہلاک کرتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سب کو ہلاک کرنے کے بعد میرے قریب آئی اور میرا منہ سونگھا جب اس کو میرے منہ سے اپنے بچے کی گوشت کی خوشبو نہ آئی تو اس نے مجھ کو اشارہ کیا کہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں۔ چنانچہ میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو گیا۔

ہتھنی مجھے لے کر اس قدر تیزی سے دوڑی کہ میں نے کبھی ہاتھیوں کو اتنی تیز بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ اس دن اور پھر تمام رات مجھے اپنی پیٹھ پر بٹھائے ہوئے دوڑتی رہی حتیٰ کہ صبح ہو گئی اور پھر اس نے مجھے ایک ایسی جگہ پر پیٹھ سے اترنے کا اشارہ کیا جہاں پر کچھ لوگ کھیتی باڑی میں مشغول تھے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی اور ان میں سے ایک شخص آگے آیا اور مجھ سے پوچھا کیا

بات ہے؟ میں نے ان کو تمام تفصیل بتا دی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ وہ ساحل یہاں سے آٹھ دن کی مسافت پر ہے اور اس ہتھنی نے یہ مسافت آدھے دن اور ایک رات میں قطع کر لی۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ان لوگوں کے پاس کافی دن تک رہا۔ یہاں تک کہ وہ ہتھنی پھر دوبارہ حاملہ ہوگئی۔

ایک دوسرا واقعہ

صاحب نشوان نے ذکر کیا ہے کہ ایک خارجی شخص ہندوستان کے کسی بادشاہ کے علاقہ میں گیا۔ بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا اس نے فوراً اپنا ایک لشکر اس کی طرف بھیجا۔ اس خارجی نے جب لشکر کو دیکھا تو فوراً امن طلب کیا۔ چنانچہ اس کو امان دے دی گئی۔ اس کے بعد وہ شخص بادشاہ سے ملاقات کے لئے بادشاہ کے شہر کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ شہر کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے اس کے استقبال کے لیے ہر قسم کے آلاتِ حرب وغیرہ سے مزین ایک لشکر بھیجا۔ یہ لشکر اس کے استقبال کے لئے شہر کی آخری حد پر آ کر رک گیا۔ چنانچہ آس پاس کے بہت سے لوگ اس استقبال کو دیکھنے کے لئے وہاں جمع ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد وہ شخص شہر کے بالکل نزدیک آ گیا۔ اس نے ایک ریشمی کرتہ پہن رکھا تھا اور لباس و چہرہ وغیرہ سے وہ ایک دلیر اور بہادر شخص معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ہی یہ شخص لشکر کے قریب پہنچا لشکر والے اس سے ملاقات کرنے لگے اور پھر اس کو لے کر محل کی طرف روانہ ہوئے۔

لشکر میں کچھ ہاتھیوں کو بھی بطورِ زینت شامل کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس لشکر میں بادشاہ کا وہ خاص ہاتھی بھی تھا جس پر بادشاہ ہی سواری کرتا تھا۔ اتفاق سے چلتے چلتے یہ خارجی اس بادشاہ کے اس خاص ہاتھی کے نزدیک آ گیا۔ ہاتھی پر سوار مہاوت نے خارجی کو متنبہ کیا کہ اس ہاتھی سے دور رہو اور اپنی جان کی حفاظت کرو کیونکہ یہ بڑا غصیلا ہاتھی ہے۔ لیکن خارجی نے مہاوت کی اس بار پر کوئی توجہ نہیں دی اور مسلسل ہاتھی کے ساتھ چلتا رہا۔ مہاوت نے کئی بار خارجی کو متنبہ کیا۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی بلکہ مہاوت سے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کے ہاتھی سے کہو کہ وہ راستہ سے ہٹ کر چلے۔ خارجی کا یہ جواب ہاتھی نے بھی سن لیا اور سنتے ہی خارجی کی طرف دوڑا۔ ہاتھی کے مہاوت نے ہاتھی کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر ہاتھی خارجی کے پیچھے بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو اپنی سونڈ سے پکڑ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ پھر اس کو نیچے زمین پر لایا۔ خارجی سمجھ گیا کہ ہاتھی اس کو اپنے پیروں سے کچلنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جب ہاتھی نے اس کو زمین پر رکھا تو خارجی اس کے پیروں کی زد سے بچنے کے لئے ہاتھی کی سونڈ سے لپٹا رہا۔ جب ہاتھی نے خارجی کی چالاکی محسوس کر لی تو وہ اور غضب ناک ہو گیا اور اس نے پھر اس کو اپنی سونڈھ سے اوپر اٹھا لیا۔ ہاتھی کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح اس خارجی کی سونڈ پر گرفت نہ رہے تو وہ اس کو دور اچھال دے یا اپنے پیروں میں ڈال کر اس کو کچل دے۔ مگر خارجی بھی نہایت دلیر' بہادر اور دانا شخص تھا۔ اس نے ہاتھی کی سونڈ پر اپنی گرفت مضبوط رکھی اور مسلسل اپنی طاقت اس کی سونڈ کو دبانے میں صرف کرتا رہا۔

دوسری بار اوپر اٹھانے کے بعد ہاتھی نے اس کو اوپر فضاء میں ہی کئی جھٹکے دیئے تا کہ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جائے اور وہ دور جا کر گرے۔ مگر جب ہاتھی اپنی اس کوشش میں ناکام ہو گیا تو اس نے پھر اس کو نیچے زمین پر اپنے پیروں کے درمیان رکھنے کی کوشش کی مگر خارجی بدستور سونڈ سے لپٹا رہا اور برابر اپنا دباؤ سونڈ پر بڑھاتا رہا۔ اب ہاتھی اور بھی مشتعل ہو گیا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ خارجی کی گرفت سونڈ پر برابر بڑھ رہی تھی اور اس سے ہاتھی کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی۔ چنانچہ ہاتھی نے ایک بار پھر خارجی کو اوپر اٹھایا اور کافی جھٹکے دیئے مگر جب ناکامی ہوئی تو پھر اپنی سونڈ نیچے کی اور کوشش کی کہ اپنے پیروں سے خارجی کو کچل دے مگر خارجی نے اس کی سونڈ نہیں چھوڑی بلکہ اس بار اس نے اپنی پوری قوت سے ہاتھی کی سونڈ کو دبایا جس سے اس کی سانس بالکل رک گئی اور ہاتھی دم گھٹنے کی وجہ سے

مرکر گر گیا۔

خارجی نے جب دیکھا کہ ہاتھی مر چکا ہے تو اس نے اس کی سونڈ چھوڑ دی اور اس سے علیحدہ ہو گیا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو بڑی حیرت سے دیکھا اور خارجی کی بڑی تحسین کی۔ مگر جب بادشاہ کو علم ہوا کہ اس کا خاص ہاتھی خارجی کے ہاتھوں مر گیا ہے تو اس کو شدید غصہ آیا اور بادشاہ نے خارجی کے قتل کا حکم دیدیا۔

بادشاہ کے وزیر نے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر آپ اس کو قتل نہ کرائیں اور اس کو معاف کر دیں تو یہ آپ کے لئے زیادہ مناسب اور باعث شہرت ہوگا۔ کیونکہ اس کے زندہ رہنے کی صورت میں جب بھی کہیں اس کا تذکرہ ہوگا تو یہ کہا جائے گا کہ یہ اس بادشاہ کا خادم ہے جس نے اپنی عقلمندی اور قوت وحیلہ سے ایک ہاتھی کو ہلاک کر دیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کو وزیر کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور اس نے خارجی کو معاف کر دیا۔

ایک مجرب عمل

اگر کسی شخص کو کسی حاکم، بادشاہ یا کسی سے بھی شر کا خطرہ ہو یا یہ سمجھے کہ اگر میں اس کے پاس جاؤں گا تو میری جان خطرے میں پڑ جائے گی تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ڈر اور شر سے بچنے کے لئے یہ عمل کرے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے شخص کے پاس جانے سے پہلے یہ کلمات پڑھے۔ کھیٰعص. حم. عسق۔ پھر ان تینوں کلمات کے دس حرفوں کو اس طرح شمار کرے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کرے۔ جب اس ترکیب سے شمار کرلے تو دونوں ہاتھ کی مٹھیاں بند کرلے اور دل میں سورۂ فیل پڑھے۔ جب ''ترمیھم'' پر پہنچے تو اس لفظ ''ترمیھم'' کو دس مرتبہ پڑھے اور ہر مرتبہ ایک انگلی کھولتا جائے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ مامون رہے گا۔

ایک دوسرا مجرب عمل

ایک اور عمل کسی کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ہے:۔ یہ بھی مجھ کو بعض بزرگوں نے بتایا ہے اور یہ عمل مجرب ہے۔ عمل یہ ہے کہ روزانہ سورۂ فیل سو دفعہ پڑھیں اور لگا تار دس دن تک پڑھیں۔ درمیان میں کسی بھی دن کا ناغہ نہ کریں اور اگر کسی دن انتہائی مجبوری کی وجہ سے نہ پڑھ سکیں تو از سر نو اس کو شروع کریں۔ روزانہ اس کو پڑھتے ہوئے اس شخص کا خیال دل میں رکھیں۔ جب نو دن پورے ہو جائیں تو دسویں دن سورۂ فیل سو بار پڑھنے کے بعد کسی جاری (بہتے ہوئے) پانی کے کنارے بیٹھ کر مندرجہ ذیل کلمات پڑھیں۔

" اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْحَاضِرُ الْمُحِيْطُ بِمَكْنُوْنَاتِ الضَّمَا ئِرِ اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الظَّالِمَ وَ قَلَّ النَّاصِرُ وَ اَنْتَ الْمُطَّلِعُ الْعَالِمُ اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلاَ نًا ظَلَمَنِيْ وَاٰذَانِيْ وَلاَ يَشْهَدَ بِذَالِكَ غَيْرُكَ. اَللّٰهُمَ اِنَّكَ مَالِكُه فَاَهْلِكْهُ. اَللّٰهُمَّ سَرْبَلْهُ سِرْبَالَ الْهَوَامِ قَمِّصْهُ قَمِيْصَ الرَّدٰى اَللّٰهُمَّ اقْصِفْهُ".

ان کلمات کو دس مرتبہ پڑھے اور پھر یہ پڑھے:۔

" فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ. فَاِنَّ اللّٰهَ يهلكه و يكفيه شره".

شرعی حکم

مشہور اور راجح قول کے مطابق ہاتھی کا گوشت حرام ہے۔ کتاب الوسیط میں لکھا ہے کہ چونکہ ہاتھی ذوناب والا لڑنے اور قتل کرنے والے جانوروں میں سے ہے اس لئے اس کا گوشت حرام ہے۔ لیکن اس کے خلاف ایک شاذ قول بھی ہے جس کو رافعیؒ نے ابوعبداللہ بوشنجی

(جو شافعی مذہب کے امام ہیں) اسے نقل کیا ہے کہ ہاتھی کا گوشت حلال ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھی کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ لیکن امام شعبیؒ نے اس کے کھانے کی اجازت دی ہے۔ ہاتھی کو فروخت کرنا جائز ہے کیونکہ اس پر سواری کی جاتی ہے اور اس سے اور بھی کام لئے جاتے ہیں۔

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ہمارے (شوافع کے) نزدیک ہاتھی کی ہڈیوں سے گودا نکالنے اور صاف کرنے کے بعد بھی وہ ہڈی پاک نہیں ہوتی چاہے وہ ہڈی کسی ذبح شدہ ہاتھی کی ہو یا مرے ہوئے ہاتھی کی۔ یہ ہمارے (شوافع) مذہب کا راجح اور صحیح قول ہے جو کہ مشہور بھی ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میتہ کی ہڈی پاک ہے اور یہ ہی قول امام ابوحنیفہؒ کے موافقین کا بھی ہے۔ ان حضرات کے نزدیک مطلقاً ناپاک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہاتھی کی ہڈی کو جب صاف و پالش کرلیا جائے تو تب وہ پاک ہوجائے گی۔

حضرت طاؤس، عطاء ابن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کا ثمن حلال ہے۔ ''شامل'' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ ہاتھی کا چمڑا چونکہ زیادہ دبیز اور موٹا ہوتا ہے اس لئے یہ دباغت قبول نہیں کرتی۔

ہاتھی کی مسابقت کے بارے میں دو صورتیں ہیں لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ ہاتھی سے مسابقت کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل میں اہلِ علم نے اس حدیث کو رکھا ہے جس کو حضرت امام شافعیؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ، نسائی، ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح بھی کی ہے۔ حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''**لا سبق الافی ذو خف او حافر او نصل**'' یعنی گھوڑا، اونٹ اور تیر کے علاوہ کسی چیز اور کسی کھیل میں مسابقت جائز نہیں''۔

اس حدیث میں لفظ ''سبق'' آیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جس کو مسابقت کے لئے رکھتے ہیں اور یہ لفظ سبق بفتح الباء (باء پر فتحہ) ہے۔ اس کی جمع ''اسباق'' آتی ہے اور ایک دوسرا لفظ ''سبق'' جو باء کے سکون کے ساتھ ہے وہ مصدر ہے جیسے کہا جاتا ہے ''سَبَقْتُ الرَّجُلَ سَبَقَہ'' اس لئے روایت میں جو ''سبق'' بفتحہ الباء ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عطیہ کا مستحق نہیں ہوا مگر ان تینوں چیزوں کے علاوہ۔ چنانچہ صرف ان تین چیزوں میں جائز ہونے کی وجہ علماء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ یہ مسابقت ایک طرح سے دشمنانِ اسلام کے خلاف بطور تیاری کے ہے اور اس پر عطیہ وغیرہ کا مقرر کرنا بھی لوگوں کو دشمنانِ اسلام کے خلاف ترغیب دینا ہے۔

امام شافعیؒ نے اس میں ہاتھی کو شمار نہیں کیا ہے۔ لیکن ابواسحاق نے مسابقت علی الفیل کو بھی جائز قرار دیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح اونٹ سے دشمنوں کی مخالفت کی جاتی ہے اسی طرح ہاتھی بھی ہے اور یہ کہ ہاتھی کو اونٹ کے زمرے میں رکھنے سے حدیث کے بھی منافی نہیں ہوتا۔ کیونکہ حدیث میں لفظ ''ذوخف'' آیا ہے اور ہاتھی ''ذوخف'' میں شامل ہے۔ اگرچہ یہ نادر صورت ہی میں ہے اور اصولیین کے یہاں راجح قول یہی ہے کہ وہ کبھی کبھی پیش آنے والی چیز کو بھی عموم میں شامل کر لیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک چونکہ ہاتھی میں گھوڑے جیسا کر وفر نہیں ہے اس لئے اس کی مسابقت سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہاتھی تو اونٹ کے مثل ہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ میں جائز فرمایا ہے یہ ہاتھی میں بھی جائز ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ عرب بڑے بڑے معرکوں اور جنگوں میں اونٹ کو ہی استعمال کرتے تھے نہ کہ ہاتھی کو۔

ایک اشکال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہاتھی اس وقت عرب میں نہیں پایا جاتا تھا لہٰذا وہ اس کو استعمال نہیں کر سکے جبکہ ہندوستان اور دیگر جگہوں پر ہمیشہ جنگوں وغیرہ میں ہاتھی کو استعمال کیا گیا ہے اور یہ اس مقصد کے لئے نہایت موزوں ہے، تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس بارے میں اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔

ایک واقعہ

منقول ہے کہ امام مالکؒ کی مجلس میں ہر وقت ایک جماعت علم حاصل کرنے والوں کی رہتی تھی ایک دن حضرت امامؒ کی مجلس جاری تھی کہ اچانک ایک ہاتھی سامنے سے گزرا۔ مجلس میں سے کسی شخص نے پکار کر کہا کہ "ہاتھی جا رہا ہے" چنانچہ تمام شاگرد مجلس سے اٹھ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے۔ مگر یحییٰ اندلسی نہیں گئے۔ امام صاحبؒ نے جب یحییٰ کو بیٹھے دیکھا تو پوچھا کہ تمام لوگ اس عجیب حیوان کو دیکھنے چلے گئے تم کیوں نہیں گئے حالانکہ یہ جانور تمہارے علاقے میں نہیں ہوتا۔ تو یحییٰ بن یحییٰ نے کہا کہ حضرت میں اتنی دور سے اپنے تمام رشتہ دار احباب وغیرہ کر چھوڑ کر اس جانور کو دیکھنے نہیں آیا بلکہ میرا مقصد آپ کی مجلس، آپ کا علم اور آپ سے مستفیض ہونا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک علوم نبویؐ، علوم شریعت اور آپ کی ذات ہیں نہ کہ ایک حقیر جنگلی جانور۔ امام مالکؒ یحییٰ کے اس جواب پر بڑے مسرور ہوئے اور یحییٰ کو "عاقل اہل اندلس" کا خطاب دیا۔

چنانچہ جب ایک عظیم مشقت و محنت کے بعد علوم نبویؐ اور علوم شرعی میں یحییٰ نے کمال حاصل کر لیا تو وہ اپنے ملک واپس ہو گئے۔ وہاں پر ان کے علم و کمالات کی پہلے ہی شہرت پھیل چکی تھی۔ چنانچہ آپ تمام اہلِ اندلس کے مرجع بن گئے اور وہاں پر آپ کے علم و شہرت کے ساتھ ساتھ مالکی مذہب بھی مشہور ہو گیا اور موطا امام مالکؒ کی وہ تمام روایتیں جو یحییٰ نے کیں وہ سب سے زیادہ مشہور معروف ہو گئیں۔ یحییٰ بن یحییٰ اس زمانے میں تمام عوام و خواص میں معزز و مکرم تھے۔

یحییٰ بن یحییٰ اندلسی مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کی وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ کی تدفین قرطبہ سے باہر مقبرہ ابن عباسؓ میں ہوئی۔ آپ کی مرقد آج بھی مرجع خلائق ہے۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص ہاتھی کے کان کا میل دھو کر کھالے تو وہ مسلسل سات دن تک سوتا رہے گا اور اگر اس کے تیل یا چربی کو مسلسل تین دن تک برص کا مریض بطور مالش استعمال کرے تو انشاء اللہ اس کی بیماری دور ہو جائے گی۔ اگر اس کی ہڈی کا کوئی چھوٹا سا حصہ کسی مرگی والے بچہ کے گلے میں بطور تعویذ ڈال دیا جائے تو بچہ مرگی سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور اگر ہاتھی کا دانت کسی درخت پر لٹکا دیا جائے تو اس درخت پر اس سال پھل نہیں آئیں گے۔ اگر کوئی شخص بقدر دو درہم ہاتھی دانت کا ٹکڑا شہد میں گھس کو چاٹ لے تو اس کی قوت حافظ بڑھ جائے گی اور اسی طرح اس کو کوئی عورت چاٹ لے اور پھر وطی کرے تو انشاء اللہ حاملہ ہو جائے گی۔

اگر کوئی بخار کا مریض ہاتھی کی کھال کا ایک ٹکڑا بطور تعویذ باندھ لے تو انشاء اللہ اس کا بخار زائل ہو جائے گا اگر ہاتھی کی لید (گوبر) کو جلانے کے بعد باریک پیس لیں اور پھر اس کو شہد میں ملا کر کسی ایسے شخص کی پلکوں پر لگایا جائے جس کی پلکیں جھڑ گئی ہوں تو انشاء اللہ اس کی پلکیں دوبارہ نکل آئیں گی۔ اگر کوئی عورت انجانے میں ہاتھی کا پیشاب لے لے تو پھر وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ اگر ہاتھی کی لید کسی عورت کے گلے یا بازو پر باندھ دی جائے تو جب تک کہ یہ لید اس کے بدن پر رہے گا وہ حاملہ نہیں ہوگی۔ ہاتھی کی کھال کا دھواں بواسیر کی بیماری کے لئے بہت مفید ہے۔

تعبیر

خواب میں ہاتھی کو دیکھنا اس کی تعبیر عجمی بادشاہ ہے جس سے لوگ ڈرتے ہوں مگر وہ کم عقل ہے۔ وہ خواہ مخواہ کے کام میں ملوث ہو جاتا ہے اور جنگلی چالوں سے واقف ہے۔ اور جو شخص خواب میں ہاتھی پر سوار ہوا یا اس کا مالک بنا یا اس پر خود کو سواری کرتے ہوئے دیکھا تو

اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو بادشاہ کی قربت حاصل ہوگی اور وہ اچھا مرتبہ حاصل کرے گا اور اس کی عزت وسربلندی زمانہ دراز تک قائم رہے گی۔

بعض نے کہا ہے کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسا عجمی شخص ہے جو بہت طاقتور اور قوی ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہوا اور ہاتھی اس کی فرماں برداری کر رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کسی طاقتور عجمی بخیل آدمی پر غلبہ پالے گا اور اگر کسی نے دن میں خواب دیکھا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے گا۔ اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ پرانے زمانے میں اگر کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دیتا تھا تو اس جگہ (جن جگہوں پر ہاتھی اس وقت ہوتا تھا) کے لوگ اس شخص کو ہاتھی پر بٹھا کر اس کا جلوس نکالتے تھے تا کہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے۔

اور اگر کوئی بادشاہ جنگ کے زمانہ میں یہ خواب دیکھے کہ وہ ہاتھی پر سوار ہو رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ جنگ میں ہلاک ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے" اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ الخ "اور اگر کوئی شخص خواب میں کسی ہو دج والے ہاتھی پر سوار ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی موٹے عجمی شخص کی لڑکی سے شادی کرے گا اور اگر یہ خواب دیکھنے والا تاجر ہے تو اس کی تجارت میں ترقی ہوگی اور اس کا کاروبار پھیل جائے گا۔ اگر کسی شخص نے خواب میں دیکھا کہ ہاتھی اس پر حملہ کر رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص پر بادشاہ کی جانب سے کوئی مصیبت نازل ہوگی اور اگر وہ شخص بیمار ہے تو اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ اگر کسی نے خواب میں کسی ہتھنی کی رکھوالی کی تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی عجمی بادشاہ سے اس کی دوستی ہوگی۔ اور اگر کسی نے خود کو خواب میں ہتھنی کا دودھ دوہتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عجمی بادشاہ سے مکر و دغا کر کے مال حاصل کرے گا۔

یہود کہتے ہیں کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر عزت وتوقیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ جو اس پر سوار ہوا تو اس کو عوام میں عزت ملے۔ اور اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ ہاتھی نے اس کو سونڈ سے مارا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کو کوئی بھلائی (خیر) حاصل ہوگی۔ بعض نے کہا ہے کہ ہاتھی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سخت مصیبت میں گرفتار ہونا ہے مگر وہ اس مصیبت سے نجات پالے گا۔

نصاریٰ کا کہنا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں ہاتھی کو دیکھا مگر وہ اس پر سوار نہیں ہوا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کے بدن (جسم) کو کوئی نقصان پہنچے گا یا پھر اس کا مال (دولت) جاتا رہے گا۔ اگر کسی نے شہر میں مرا ہوا ہاتھی دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بادشاہ کا کوئی مقرب شخص فوت ہو جائے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ کسی ہاتھی کو ہلاک کر دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی عجمی پر غلبہ حاصل کرلے گا۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہاتھی نے اس کو اپنی پشت سے پھینک دیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کی موت واقع ہو جائے گی۔

اور اگر کسی ایسے علاقہ میں جس میں ہاتھی نہیں پایا جاتا کسی نے ہاتھی کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر فتنہ وفساد ہے اور یہ تعبیر ہاتھی کی بدصورتی اور برا رنگ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور اگر کوئی عورت ہاتھی کو کسی بھی صورت (رنگ وصفت) میں دیکھے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اور کبھی کبھی ہاتھی کی تعبیر گائے کی طرح قحط سالی سے بھی کی جاتی ہے اور اگر کسی شہر میں طاعون پھیلا ہوا ہے اور وہاں پر کوئی شخص خواب میں دیکھے ہاتھی شہر سے جا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شہر سے طاعون کی وباء جلد ختم ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

غیبت کا وزن

امام بخاری علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ابو عاصمؒ نے فرمایا کہ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ غیبت کرنا حرام ہے تو میں نے پھر کبھی غیبت نہیں کی۔ اور یہ کہ غیبت ہاتھی سے زیادہ وزنی اور بھاری ہے۔ یعنی قیامت کے دن غیبت کا وزن ہاتھی سے بھی زائد (نامۂ اعمال یا

میزانِ عدل میں) ہوگا۔

الفنیه

فنیه: ایک پرندہ کو کہتے ہیں جو کہ عقاب کے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ وہ پرندہ ہے جو موسم کے اعتبار سے اپنے علاقے تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ فنیہ کو اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسا ادراک عطا کیا ہے کہ سردی کا موسم شروع ہونے سے قبل ہی یہ پرندہ نقل وطن کر کے یمن کی طرف چلا جاتا ہے۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ کلام عرب میں "فینات" کے معنی ساعات (لحظہ) کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے" **تقیته الفینة بعد الفیتة ای الحین بعد الحین** "یعنی میں نے تم سے دوبارہ ملاقات کی۔ اور کبھی الف اور لام کو حذف کر کے) بولتے ہیں جیسے "لقیتہ فنیۃ بعد فنیہ" چونکہ یہ پرندے نقل وطن کرتے رہتے ہیں موسم کے اعتبار سے اس لئے ان کا نام زمانہ کے نام پر "فینہ" رکھا گیا ہے۔

ابو فراس

(شیر) فراس: شیر کی کنیت ہے اور اس کا استعمال کلامِ عرب میں اس طرح ہے۔ کہا جاتا ہے:۔

" فرس الاسدنریسة " یفر سهافر ساو افتر سها"

(یعنی اس کی گردن پر حملہ کیا۔ اور فرس کے اصل معنی یہ ہیں کہ گردن کاٹ کر مار لینا)

لیکن پھر یہ لفظ عام ہو گیا اور ہر قاتل کو فرس کہا جانے لگا۔ عرب کے ایک مشہور شاعر اور سردار کی کنیت بھی ابوفراس تھی۔

بابُ القاف

القادحة

(ایک کیڑا) قارحه: ایک قسم کے کیڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی تائید جوہری کے اس قول سے ہوتی ہے کہ اہلِ عرب کہتے ہیں:۔

"**قدح الدود فی الاسنان و الشجر قدحا**" یعنی درختوں اور دانتوں میں کیڑا لگ جانا۔

اَلْقَارَۃُ

اس سے مراد چوپایہ ہے۔

اَلْقَارِیَۃُ

قاریه: بروزن "ساریہ" ایک قسم کے پرندے کو کہتے ہیں جس کے دونوں پیر چھوٹے اور چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کی پیٹھ سبز رنگ کی ہوتی ہے۔ اہلِ عرب اس سے بڑی محبت رکھتے ہیں اور اس سے نیک فال لیتے ہیں اور سخی آدمی کو اس سے تشبیہ دیتے یں۔ اس کی جمع

''قواری'' آتی ہے۔ یعقوب اور جوہری نے کہا ہے کہ عرب میں عام لوگ قاریہ تشدید کے ساتھ بولتے ہیں۔ تبطلیموسی نے کہا ہے کہ اہلِ عرب جس طرح اس پرندہ سے نیک فال لیتے ہیں اسی طرح اس سے بدفال بھی لیتے ہیں۔ نیک فال لینے کی صورت یہ ہے کہ وہ اس کو دیکھ کر بادل (بارش) کی خوشخبری مراد لیتے ہیں اور بدفال اس طرح مراد لیتے ہیں کہ اگر کوئی عرب گھر سے (سفر وغیرہ کے لئے) نکلا اور اس کی نظر اس پرندہ پر پڑی تو وہ اس کو ایسے وقت دیکھنے سے ڈر جاتے ہیں اور واپس گھر آ جاتے ہیں۔

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قاریہ ایک سبز رنگ کا پرندہ ہے جس کو اہلِ عرب بہت پسند کرتے ہیں اور سخی آدمی کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسی سے بارش کے لئے نذر مانتے ہیں۔

قاریہ کا حدیث میں تذکرہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ'' **الناس قواری اللّٰہ فی الارض 'ای شھودہ** ''

(انسان زمین پر ایک دوسرے کے گواہ ہیں' اس لئے کہ انسان ایک دوسرے کی اتباع کرتے ہیں)

چنانچہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کا گواہ بن جاتا ہے تو اس پر یہ گواہی دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ اور'' قواری'' '' قار'' کا واحد ہے اور القواری جمع شاذ ہے اور میں (دمیری) اس کی صحت کے لئے کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (الحدیث)

شرعی حکم

قاریہ کا گوشت کھانا جائز ہے اس لئے کہ اہلِ عرب اس کو کھاتے تھے۔ صمیری وغیرہ نے لکھا ہے کہ کتاب الحج میں ہے کہ اگر کسی نے حالت احرام میں کبوتر کا شکار کر لیا تو اس پر فدیہ کے طور پر ایک بکری دینا واجب ہے اور اگر جانور کبوتر سے چھوٹا ہو مثل قواری کے تو فدیہ قیمت سے ہی دیا جائے گا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قواری پرندہ حلال ہے اور اس بات کی بھی وضاحت ہوگئی کہ قواری پرندہ سے مراد کبوتر نہیں ابن السکیت نے اصلاح المنطق میں لکھا ہے کہ القواری سے مراد سبز رنگ کے پرندے ہیں۔

القاق

قاق: پانی کے پرندے کی ایک قسم ہے جس کی گردن بہت لمبی ہوتی ہے۔ اس کا کھانا حلال ہے۔

القاقم

قاقم: ایک چھوٹا مگر سنجاب [1] کے مشابہ جانور ہے۔ لیکن مزاج کے اعتبار سے یہ سنجاب سے ٹھنڈے مزاج کا ہوتا ہے یہ جانور بالکل سفید ہوتے ہیں۔ اس کی کھال فنک [2] کی کھال جیسی ہوتی ہے اور سنجاب کی کھال سے زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہے۔

---

[1] سنجاب: چوہے سے تھوڑا بڑا ایک جانور ہے جس کی دم گھنے بالوں والی اور اٹھی ہوئی ہوتی ہے اس کی کھال سے پوستین تیار کی جاتی ہے۔

[2] فنک: لومڑی کے مشابہ ایک جانور ہے جو کہ لومڑی سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی کھال سے بہت ہی عمدہ قسم کی پوستین بنتی ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ طیبات میں سے ہے۔

القاوند

قاوند: ایک قسم کا پرندہ ہے جو اپنا گھونسلہ دریا کے کنارے بناتا ہے اور اسی جگہ یعنی دریا کے کنارے ریتلی زمین میں انڈے دینے کے بعد ان کو سیتے ہیں۔ سات دن بعد اس کے بچے نکل آتے ہیں۔ بچے نکلنے کے بعد یہ اسی جگہ ان کو سات دن تک چوگا (کھانا ا وغیرہ) دیتے ہیں۔ مسافر لوگ اپنے دریائی سفر کی ابتداء اس کے انڈے دینے کے وقت کرتے ہیں اس لئے کہ ان لوگوں کا گمان ہے کہ یہ وقت بہت ہی اچھا ہوتا ہے اور سفر کے لئے یہ زمانہ مبارک ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ سردی کے موسم میں اس کے انڈے دینے کے زمانہ میں دریا کی موجوں کو روکے رکھتے ہیں تا کہ اس پرندے کے بچے انڈوں سے نکل آئیں اور لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ خصوصی معاملہ ان کے بچوں کے حسن اخلاق اور اپنے والدین کی خدمت کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں کیونکہ یہ بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنے والدین کے لئے دانہ وغیرہ لاتے ہیں اور والدین کے لاغر ہونے پر ان کے منہ تک غلہ (دانہ) وغیرہ پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی موت آجائے۔

مشہور و معروف ایک قسم کا تیل جس کو "شحم قاوند" کہتے ہیں وہ اسی پرندہ کی چربی سے بنتا ہے۔ یہ تیل اپاہج اور گنٹھیا کے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کا استعمال بطور مالش یا لیپ کے کیا جاتا ہے۔ ایک لیپ سے پرانا جمع ہوا بلغم و کھانسی بھی دور ہو جاتی ہے۔ مفردات میں ہے کہ مشہور قاوند تیل جو یمن، حبشہ اور ہندوستان میں پایا جاتا ہے اور گھی کے مشابہ ہوتا ہے وہ اسی جانور کی چربی سے بنتا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اخروٹ کی مانند ایک قسم کے پھل کو نچوڑ کر نکالا جاتا ہے اور یہ ٹھنڈ سے پیدا ہونے والی ہر قسم کی بیماریوں میں اور پٹھوؤں کے درد کے لئے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔

القبج

قبج: (قاف کے فتحہ کے ساتھ) چکور کو کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو "حجل" بھی کہتے ہیں۔ قبج: قبجتہ کی جمع ہے اور قبجتہ اسم جنس ہے چنانچہ مذکر مؤنث دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ کراع نے مجرد میں لکھا ہے کہ قبج اصل میں فارسی لفظ ہے اس کو عربی میں استعمال کے لئے معرب کیا گیا ہے اور اس لفظ کے عربی نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عربی میں قاف جیم اور کاف جیم ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ جیسا کہ "جوالق" "جلق" الکبلجة۔ چنانچہ یہ سب الفاظ عربی زبان کے نہیں ہیں اور نہ لغت عربی میں ایسے الفاظ ملتے ہیں۔

قبج کی مادہ پندرہ انڈے دیتی ہے نر چکور بہت زیادہ جفتی کرنے کی طاقت رکھتا ہے جیسے مرغ اور چڑا بکثرت جفتی کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس کا نر جفتی کرنے کا اس قدر حریص ہوتا ہے کہ جب اس کی مادہ انڈے دے دیتی ہے تو یہ ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے تا کہ اس کی مادہ انڈوں پر نہ بیٹھے کہ یہ جفتی سے محروم ہو جائے۔ چنانچہ جب مادہ کا انڈے دینے کا وقت قریب آتا ہے تو وہ نر سے دور اور خفیہ رہنے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ اس کو انڈوں کو سینے اور بچے پیدا کرنے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔ چنانچہ کبھی کبھی جب یہ انڈے دینے کے زمانے میں نر سے بھاگتی ہے تو نر اس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور کسی صورت میں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انجام کار نر اور مادہ میں خوف ناک لڑائی

چھڑ جاتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کو خوب مارتے ہیں۔ چنانچہ جو مغلوب ہو جاتا ہے وہ غالب کی اطاعت کرتا ہے۔ لڑائی کے دوران یہ خوب چیختے ہیں اور اس کا نر اپنی آواز تبدیل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کی عمر پندرہ سال تک ہوتی ہے۔

ایک عجیب واقعہ جس کو قزوینیؒ نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی شکاری چکور کو پکڑنے کا قصد کرتا ہے اور اس کا پیچھا کرتا ہے تو یہ بھاگ کر اپنا سر برف میں چھپا لیتی ہے اور اپنا سر چھپا کر یہ سمجھتی ہے کہ اب میں شکاری کی آنکھوں سے بھی روپوش ہو گئی ہوں۔ چنانچہ شکاری اس کی اس بے وقوفی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور بغیر کسی جدوجہد کے اس کو پکڑ لیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ چکور کا نر بہت ہی غیرت مند ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مادہ چکور صرف اپنے نر کی بو سونگھ کر حاملہ ہو جاتی ہے۔ چکور کے پکڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ جو کے آٹا کو شراب میں گوندھ کر اس کے چگنے کی جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے ہی چکور اس آٹے کو کھاتی ہے بے ہوش ہو جاتی ہے اور پھر شکاری اس کو پکڑ لیتا ہے۔

شرعی حکم

چکور کا کھانا جائز وحلال ہے۔ کیونکہ یہ پاک جانداروں میں سے ہے۔

طبی خواص

عبدالملک بن زہر نے لکھا ہے کہ اگر نر چکور کا پتا آنکھ میں لگایا جائے تو نزول الماء کی بیماری ختم ہو جائے گی اور اگر اس کا پتا عرق بادیان میں ملا کر آنکھوں میں بطور سرمہ استعمال کریں تو رتوندی کو دور کر دے گا۔ اگر چکور کی چربی ناک میں بطور سعوط استعمال کی جائے تو سکتہ اور لقوہ کی بیماری کو دور کر دے گا۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ اگر چکور کا پتا روغن زنبق میں حل کر کے بخار کے وقت بخار والے کی ناک میں ٹپکایا جائے تو اس کا بخار زائل ہو جائے گا۔

القبرة

قبرة : چنڈول کو کہتے ہیں۔ قبرۃ بضم القاف وتشدید الباء۔ عام طور پر یہ لفظ ''قنبرة'' یعنی نون غنہ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اس کا رنگ خاکی اور چونچ لمبی ہوتی ہے اور اس کے سر پر بال ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی سرشت میں یہ خاص بات ہے کہ یہ چیخ و پکار سے نہیں ڈرتا اور بعض اوقات اگر اس کی طرف پتھر وغیرہ پھینکے جائیں تو یہ نہیں اڑتا بلکہ اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور جب پتھر اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا ہے تو سر کو جھکا لیتا ہے تاکہ سر محفوظ رہے اور کسی صورت کوئی پتھر اپنے سر پر نہیں لگنے دیتا جس سے چڑ کر شکاری اس پر پتھروں کی بھر مار کر دیتا ہے تو کوئی نہ کوئی پتھر اس کے لگ ہی جاتا ہے جس سے یا تو وہ مر جاتا ہے یا پھر زندہ پکڑا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لوگ اس کو ''قاسی القلب'' (سنگدل) کہتے ہیں۔ انسانوں سے مانوس ہونے کی وجہ سے یہ اپنا گھونسلہ شاہراؤں پر بناتا ہے۔

''طرفہ'' جو زمانہ جاہلیت کا مشہور عرب شاعر اور سبعہ معلقہ کے دوسرے قصیدہ کا مصنف ہے اس کی نسبت مشہور ہے کہ وہ قنبرہ کے شکار کا بہت شائق تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب ''طرفہ'' سات سال کا تھا تو اپنے چچا کے ہمراہ سفر کو نکلا۔ راستہ میں انہوں نے ایک ایسی جگہ پڑاؤ کیا جہاں پر پانی تھا' طرفہ نے اس جگہ پر کچھ چنڈول دیکھے۔ چنانچہ چنڈول اترنے کی جگہ پر اس نے جال ڈال دیا صبح سے شام ہو گئی اور کوئی چنڈول وہاں نہ اترا تو طرفہ مایوس ہو گیا اور جال اٹھا کر اپنے چچا کے پاس لوٹ آیا۔ جب چچا بھتیجا دونوں اس جگہ

سے کوچ کرنے لگے تو طرفہ نے دیکھا کہ جس جگہ اس نے جال بچھایا تھا اور دانہ ڈالا تھا اب اس جگہ پر چنڈول اتر رہے ہیں اور دانہ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ اس حالت کو دیکھ کر فوراً طرفہ نے یہ اشعار کہے۔

یالک من قبرۃ بمعمر خلالک الجو فبیضی واصفری

قنبرہ تجھے کیا ہوا کہ کھلے میدان میں کھانے پینے کی افراط کے باوجود تو نہیں آتی تیرے لئے میدان خالی ہے تجھے چاہیے کہ انڈے دے اور چہچہائے۔

قد رفع الفخ فما ذا تحذری ونقری ما شئت ان تنقری

جال تو اٹھالیا گیا اب تجھ کو کس چیز کا ڈر ہے اگر تجھ کو بھوک ہے تو دانہ چگ لے۔

قد ذهب الصیاد عنک فابشری لا بد من اخذک یوماً فاحذری

صیاد تیرے علاقے سے چلا گیا لہٰذا تو خوش ہو جا مگر ذرا احتیاط سے کام لے کیونکہ ایک نہ ایک دن تو ضرور پکڑی جائے گی۔

ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ جب حضرت امام حسینؓ مکۃ المکرمہ سے عراق کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہؓ بن زبیر سے مخاطب ہو کر فرمایا" خلالک الجو فبیضی و اصغری "(تیرے لئے میدان خالی ہے تجھے چاہئے کہ انڈے سے اور چہچہائے)

کہتے ہیں کہ عمرو بن المنذر کی حالت یہ تھی کہ وہ نہ کبھی مسکراتا تھا اور نہ کبھی اس کے چہرہ پر نرمی کے آثار پیدا ہوتے تھے۔ چونکہ اس کے مزاج میں سختی اور شدتِ حکومت تھی اس لئے اہلِ عرب میں اس کو"مضرط الحجار" (یعنی اس کی مقعد سے بجائے ریح کے پتھر خارج ہوتے تھے) کہتے ہیں۔ اس نے ترپن سال حکومت کی۔ اہلِ عرب کے دلوں میں اس کا بڑا دبدبہ اور ہیبت تھی۔ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ عمرو بن المنذر ابن ماء السماء تھا اور ہند اس کی ماں کا نام تھا۔ اس کے والد المنذر کو بسبب حسین وجمیل ہونے کے ابن ماء السماء کہتے تھے۔ مگر ان کا اصل نام المنذر بن الاسود تھا اور یہ "محرق" (آتش زن) کے لقب سے مشہور تھا۔ کیونکہ اس نے شہر ملہم کو جو کہ یمامہ کے قریب تھا جلا دیا تھا۔ لیکن عتبی اور مبرد کا کہنا ہے کہ اس کو محرق اس وجہ سے کہتے تھے کیونکہ اس نے بنوتمیم کے سو آدمی جلا دیئے تھے اور اس نے ترپن سال حکومت کی تھی۔

عرب کے مشہور شاعر طرفہ کا عمرو بن عبد کا عمرو بن المنذر کے ساتھ عجیب واقعہ گزرا ہے اور وہ یہ کہ ایک بار طرفہ عمرو بن المنذر کے سامنے کسی مجلس میں اکڑ کر چلا۔ عمرو بن المنذر نے طرفہ کو ایسی تیز اور خونخوار نظر سے دیکھا جیسا کہ اس کو کھانے کا ارادہ ہو (چونکہ مزاج میں سختی اور شدت حکومت تھی اس لئے طرفہ کی چال اس کو ناگوار گزری) اس وقت مجلس میں متلمس بھی موجود تھے۔ چنانچہ جب طرفہ اور متلمس بادشاہ (عمرو بن المنذر) کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو متلمس نے طرفہ سے کہا کہ بھتیجے! آج بادشاہ نے تم کو جس نظر سے دیکھا ہے اس سے مجھ کو تمہاری جان کا خطرہ ہو گیا ہے۔ طرفہ نے کہا کہ چچا جان ایسا نہیں ہو سکتا۔ بدگمانی میں مت پڑیئے۔ بادشاہ مجھ پر بہت مہربان ہے

اس واقعہ کے کچھ دن بعد بادشاہ نے ایک خط طرفہ کو اور ایک خط متلمس کو لکھ کر دیا۔ یہ دونوں خط بحرین اور عمان کے عامل کے نام تھے۔ چنانچہ خط دے کر بادشاہ نے ان دونوں سے کہا کہ یہ خط مکعبر (عامل بحرین وعمان) کے پاس لے جاؤ (وہ تم کو میری طرف سے انعام دے گا) چنانچہ دونوں اپنے اپنے خط لے کر بحرین کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب وہ دونوں حیرہ کے قریب پہنچے تو ان کو ایک بوڑھا آدمی نظر آیا جو بیٹھا ہوا قضاء حاجت کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ایک ہڈی سے گوشت بھی نوچ کر کھا رہا تھا اور اسی دوران اپنے بدن سے

جوئیں بھی پکڑ کر مار رہا تھا۔

یہ دیکھ کر ملتمس سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا اے بڈھے میں نے تم سے زیادہ احمق، بدتمیز اور بد بخت نہیں دیکھا۔ بڈھے نے انجان بنتے ہوئے کہا کہ میری کون سی بات آپ کو بری معلوم ہوئی؟ ملتمس نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کیا بری بات ہوگی کہ تو ہڈیاں بھی نوچ کر کھا رہا ہے، قضائے حاجت بھی کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ جوئیں بھی اپنے بدن سے پکڑ کر مار رہا ہے۔ بڈھے نے جواب دیا کہ اس میں کیا برائی یا بے وقوفی ہے میں بری چیز کو اپنے پیٹ سے نکال رہا ہوں اور اس کی جگہ اچھی چیز داخل کر رہا ہوں اور ساتھ ساتھ دشمن کو ہلاک بھی کر رہا ہوں۔ مجھ سے زیادہ احمق اور بد بخت وہ شخص ہے جو خود اپنے ہاتھ میں اپنی موت لئے جا رہا ہو۔

بڈھے کے اس جواب پر ملتمس کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ ایسے چونکا جیسے کوئی سوتا ہوا چونک کر اٹھتا ہے اسی دوران اچانک ایک لڑکا نہر حیرہ میں اپنی بکریوں کو پانی پلانے لایا۔ ملتمس کو اچانک بڈھے کے جواب اور بادشاہ کی طرف سے دیئے گئے خط پر شبہ ہوا۔ چنانچہ وہ اس لڑکے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ لڑکے کیا تم پڑھنا جانتے ہو؟ لڑکے نے کہا ہاں! تو ملتمس نے فوراً اس کو اپنا وہ خط دیا جو بادشاہ نے اس کو دیا تھا اور لڑکے سے کہا کہ اس کو پڑھ کر سناؤ۔ لڑکے نے پڑھنا شروع کیا:۔

"**اللھم باسمک** "از طرف عمرو بن المنذر، بنام مکعبر۔ جیسے ہی میرا یہ خط تم کو ملتمس کے ہاتھ سے موصول ہو تم اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو زندہ در گور کر دو"۔

ملتمس نے خط کا مضمون سننے کے بعد لڑکے سے خط واپس لے لیا اور اس کو پھاڑ کر دریا برد کر دیا۔ پھر اس نے طرفہ سے کہا کہ تیرے خط میں بھی یہی حکم ہوگا۔ طرفہ نے جواب دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ میرے لئے بھی ایسا ہی حکم دے۔ چنانچہ ملتمس اسی وقت گھر روانہ ہو گیا مگر طرفہ واپس نہ ہوا اور نہ خط کھول کر دیکھا اور وہاں سے وہ مکعبر کے پاس گیا اور اس کو خط دیا۔ چنانچہ جیسے ہی مکعبر نے خط پڑھا اس نے طرفہ کو گرفتار کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر زندہ دفن کرا دیا۔

اس واقعہ کی وجہ سے ملتمس کا خط اہلِ عرب میں ضرب المثل بن گیا اور ایسے شخص کے لئے استعمال ہونے لگا جو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارے۔

عمرو بن المنذر نے بنی تمیم کے جو سو آدمی جلائے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ اس کا ایک بھائی اسعد بن المنذر تھا اور اسعد نے بنی تمیم کی کسی عورت کا دودھ پیا تھا۔ ایک دن وہ شکار سے واپس آ رہا تھا تو شراب کے نشہ میں چور تھا چنانچہ جب اس کا گزر سوید بن ربیعہ تمیمی کے اونٹوں کے پاس سے ہوا تو اس نے ان اونٹوں میں سے ایک بن بیاہی اونٹنی پکڑ کر ذبح کر ڈالی۔ چنانچہ جب سوید بن ربیعہ نے دیکھا تو اس نے ایک تیر مار کر اسعد بن المنذر کو ہلاک کر دیا۔

چنانچہ جب عمرو بن المنذر کو اپنے بھائی کے ہلاک کئے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے قصاص میں بنی تمیم کے سو آدمی جلاؤں گا۔ چنانچہ اس نے ان کے ننانوے آدمی پکڑوا کر آگ میں جھونک دیئے اور پھر اس نے اپنی قسم کے سو آدمی پورے کرنے کے لئے ایک بڑھیا کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا۔ جب اس کے آدمی اس بڑھیا کو پکڑنے پہنچے تو اس بڑھیا نے چلا چلا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ کیا کوئی جوان ایسا نہیں جو بڑھیا کی طرف سے اپنی جان کا فدیہ دے دے۔ پھر خود ہی کہنے لگی کی افسوس کوئی ایسا جوان بچا ہی نہیں۔ سب جل کر بھسم ہو گئے۔ اتفاقاً ایک شخص اسی وقت (قبیلہ وافد البراجم کا جو کہ بنی تمیم کی ایک شاخ تھی اس طرف سے گزرا۔ اس کو وہاں گوشت پکنے کی خوشبو محسوس ہوئی اس نے خیال کیا کہ شاید بادشاہ نے کھانا پکوایا ہے۔ چنانچہ وہ مطبخ میں چلا گیا اور گوشت کو تلاش کرنے

لگا۔ بادشاہ کے خدام نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وافد البراجم ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ عمرو بن المنذر کی زبان سے نکلا'' ''(یعنی وافد البراجم بد بخت ہے) چنانچہ اسی وقت سے یہ جملہ ضرب المثل بن گیا۔

پھر بادشاہ نے اس شخص کو پکڑ کر آگ میں جھونک دیا اور اس طرح وہ بڑھیا بچ گئی اور بادشاہ کی قسم پوری ہوگئی۔ ابن درید نے اپنے اس شعر میں اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ثم ابن هند باشرت نيرانه يوم اوارات تميما بالصلى

اس کے بعد ابن ہند کی آگ نے اوارات (نام موضع) کے دن بنی تمیم کے آگ میں داخل ہونے کی خبر سنائی۔

امام حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے داؤد بن ابی الہند کی سند سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک چنڈول پکڑا۔ چنڈول نے اس سے پوچھا کہ تم میرا کیا کرو گے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ تم کو ذبح کر کے پکا کر کھاؤں گا۔ چنڈول نے کہا کہ خدا کی قسم مجھ کو کھا کر نہ تو تم کو کچھ طاقت حاصل ہوگی اور نہ ہی تمہارا پیٹ بھرے گا۔ اس لئے اگر تم مجھ کو چھوڑ دو تو میں تم کو تین ایسی قیمتی باتیں بتاؤں گا جو تم کو میرے کھانے سے زیادہ نفع بخش ہوں گی۔ اور پہلی بات تو میں تم کو اس وقت بتاؤں گا جب میں تیری گرفت سے نکل کر تیرے ہاتھ پر بیٹھ جاؤں گا اور دوسری بات (گر اس وقت بتاؤں گا جب میں اڑ کر درخت پر جا بیٹھوں گا اور تیسرا گر (بات) اس وقت بتاؤں گا جب میں پہاڑ پر پہنچ جاؤں گا۔

چنانچہ چنڈول کی بات سن کر اس شکاری نے اس کو اپنے ہاتھ پر بٹھا لیا۔ چنڈول بولا کہ پہلی بات (نصیحت) یہ ہے کہ جو چیز تیرے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر کبھی افسوس نہ کرنا۔ یہ بات کہہ کر وہ شکاری کے ہاتھ سے اڑ گیا اور درخت پر جا کر بیٹھ گیا اور وہاں سے بولا کہ دوسری نصیحت یہ ہے کہ اگر کوئی ناممکن چیز کو ممکن بتانے لگے تو اس کا یقین نہ کرنا۔

اس کے بعد چنڈول اڑا اور پہاڑ پر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ کم بخت تُو نے بہت بڑا دھوکہ کھایا کیونکہ اگر تُو مجھ کو نہ چھوڑتا اور مجھ کو ذبح کرتا تو میرے پوٹہ (معدہ) سے تجھ کو ایک دانہ مروارید بیس مثقال وزن کا دستیاب ہوتا۔ چنڈول کی یہ بات سن کر شکاری کف افسوس ملنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اچھا جو کچھ ہوا سو ہوا۔ مگر وہ تیسری نصیحت تو کرتا جا۔

چنڈول نے جواب دیا کہ میری پہلی دو نصیحتیں تو تم نے فوراً ہی بھلا دیں اب تیسری نصیحت سن کر کیا کرو گے؟ شکاری نے کہا کہ کیسے بھول گیا؟ چنڈول بولا کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرنا مگر تُو مجھے آزاد کر کے پچھتائے بغیر نہ رہا۔ دوسرے میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر کوئی ناممکن کو ممکن بتائے تو اس کا یقین نہ کرنا۔ مگر تُو نے اس نصیحت پر بھی عمل نہ کیا۔ کیونکہ میں تیرے ہاتھوں میں رہا ہوں اور تیرے ہاتھ پر بھی کچھ دیر بیٹھ کر ایک نصیحت کی تھی کیا تُو نے اندازہ لگایا کہ مجھ میں کتنا وزن ہے؟ اور اگر بقول میرے ۲۰ مثقال وزن کا مروارید میرے پوٹہ میں ہوتا تو کیا میرے جیسا حقیر پرندہ اتنے وزن کا دانہ اپنے پوٹہ میں رکھ سکتا ہے؟ لہٰذا تم نے اس کو کیسے سچ سمجھ لیا کہ میرے پوٹہ میں بیس مثقال مروارید کا دانہ ہے۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ کسی نے حضرت ذوالنون مصریؒ سے پوچھا کہ آپ کی توبہ کیا سبب ہوا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں مصر سے کسی دوسرے شہر کو جا رہا تھا کہ رستہ میں ایک جنگل پڑا۔ میں وہاں کچھ دیر کے لئے آرام کی غرض سے ٹھہرا اور سو گیا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک اندھا چنڈول اپنے گھونسلہ سے گرا اور اس کے گرتے ہی زمین شق ہوئی اور زمین سے دو پیالیاں ایک سونے اور ایک چاندی کی نکلیں۔ ایک پیالی میں سمسم (تل) تھے اور دوسری مین پانی تھا۔ چنانچہ اندھے چنڈول نے پہلے

ایک پیالی سے تل کھائے اور پھر دوسری پیالی سے پانی پیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ چنانچہ میں نے اسی وقت سچی توبہ کی اور مسلسل اس پر قائم رہا اور میرے سمجھ میں آ گیا کہ جو ذات پاک چنڈول کو نہیں بھولی وہ بھلا مجھ کو کیسے بھول سکتی ہے۔

قنبر (جم القاف واسکان النون وفتح الیاء) لفظ کو اہلِ عرب بطور نام بھی استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ امام نحو سیبویہ کے دادا کا نام عمرو بن عثمان بن قنبر تھا۔ سیبویہ ان کا لقب تھا اور یہ فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی رائحۃ التفاح (سیب کی خوشبو) کے ہیں۔

قنبر (قاف اور با کے ضمہ کے ساتھ) ابراہیم بن علی بن قنبر بغدادی کے دادا کا نام تھا۔

قنبر (قاف اور با کے فتحہ کے ساتھ) ابوالشعثاء قنبر کا نام ہے۔ ابن حبان نے ان کو ''ثقاۃ'' میں شمار کیا ہے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مولی کا نام بھی قنبر تھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی ہے اور یہ حضرت علی کے پہرے دار تھے شیخ ابن حبان نے المہذب میں کتاب القضاء میں لکھا ہے کہ امام کے لئے یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا پہرہ دار مقرر رے کیونکہ یرفاء حضرت عمر بن خطاب کے پہرہ دار تھے۔ حضرت حسنؓ حضرت عثمان کے پہرے دار تھے اور قنبر حضرت علیؓ کے پہرے دار تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ابویوسف یعقوب بن السکیت ایک دن خلیفہ متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور یہ خلیفہ متوکل کے لڑکوں کے استاد بھی تھے۔ کچھ دیر کے بعد خلیفہ متوکل کے پاس اس کے دونوں لڑکے معتز اور مویدآ کر باادب بیٹھ گئے۔ خلیفہ نے ایک نظر اپنے لڑکوں پر ڈالی اور ابن السکیت سے پوچھا کہ میرے دونوں لڑکوں میں سے کون سا لڑکا آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ ابن السکیت چونکہ متوکل کو نہیں پہچانتے تھے اس لئے انہوں نے اس سوال کا جواب یہ دیا کہ خدا کی قسم ''قنبر'' خادم حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ اور آپ کے ان دونوں لڑکوں سے زیادہ اچھے تھے۔ یہ جواب سن کر متوکل نہایت برہم ہوا اور اپنے ترکی غلام کو حکم دیا کہ اس کی گدی سے زبان کھینچ لو۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور ۲ رجب ۲۴۴ھ بروز دوشنبہ کی رات میں ابن السکیت کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ابن السکیت کے لڑکے کے پاس دس ہزار دراہم اس اطلاع کے ساتھ روانہ کر دیئے کہ یہ تمہارے باپ کا خون بہا ہے۔ ابن خلکان نے ابن السکیت کے حالات قلمبند کرتے ہوئے ایسا ہی لکھا ہے۔

ابن السکیت کے اس واقعہ سے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ابن السکیت متوکل کے لڑکوں کو پڑھا رہے تھے تو ان کی زبان سے یہ اشعار اچانک نکلے تھے۔

یصاب الفتی من عثرة بلسانه　　ولیس یصاب المرء من عثرة الرجل

جوان پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ اس کی زبان کی لغزش کا نتیجہ ہے لیکن قدم کی لغزش سے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی۔

فعثرة بالقول تذهب راسه　　وعثرة بالرجل تبرا علی مهل

زبان کی غلطی سے اس کا سر جاتا رہتا ہے لیکن قدم کی غلطی سے جو چوٹ آتی ہے وہ کچھ عرصہ بعد اچھی ہو جاتی ہے۔

ابن السکیت کے کچھ قابلِ تحسین اشعار یہ ہیں:

اذا اشتملت علی الیاس القلوب　　وضاق لمابه الصدر الرحیب

جبکہ مایوسی انسانی قلوب کا مشغلہ بن جاتی ہے تو اس کی وجہ سے سینے باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتے ہیں۔

واوطنت المکارہ و استقرت وارست فی اماکنھا الخطوب

اور دلوں میں امور ناپسندیدہ و برے خیالات گھر کر لیتے ہیں۔

ولم نر لانکشاف الضر وجھًا ولا اغنی بحیلۃ الاریب

اور ہم کو رفع مضرت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور خردمند کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

اتاک علی قنوط منک عفو بمن بہ اللطیف المستجیب

تو (اے مخاطب) تیرے مایوس ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لطیف اور مستجاب الدعوات سے معافی آتی ہے۔

وکل الحادثات اذا تناھت فموصول بھا فرج قریب

اور جملہ حادثات جب انتہا کو پہنچ جاتے ہیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش پہنچ جاتی ہے۔

شرعی حکم

چنڈوال کا گوشت کھانا بالا جماع جائز ہے۔ اگر کوئی محرم اس کا شکار کرے تو اس پر ضمان واجب ہو گا۔

طبی خواص

چنڈول کا گوشت دستوں کو روکتا ہے اور قوتِ جماع کو بڑھاتا ہے۔ اس کے انڈوں کو بھی یہ تاثیر ہے۔ اگر اس کی بیٹ کو انسان کے لعاب میں ملا کر مسوں پر لگائی جائے تو مسے ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کراہت کرتی ہو تو اس شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے ذکر (آلہ تناسل) کو چنڈول کی چربی کی مالش سے دراز کرے اور پھر اپنی بیوی سے جماع کرے تو وہ عورت اس سے محبت کرنے لگے گی۔

القبعة

قبعۃ: یہ ایک سیاہ وسفید رنگ کا چڑیا کے مشابہ پرندہ ہے۔ ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ پرندہ جنگلی چوہوں کے بلوں کے قریب بیٹھا رہتا ہے اور جب کوئی اس کو ڈراتا ہے یا اس کی طرف پتھر پھینکتا ہے تو یہ چوہوں کے بلوں (بھٹوں) میں چھپ جاتا ہے۔

القبیط

قبیط: بروزن حمیر۔ ایک مشہور و معروف پرندہ ہے۔

القتع

(سرخ رنگ کا کیڑا) قتع: ایک قسم کے سرخ رنگ کے کیڑے کو کہتے ہیں جو لکڑی کاٹتا ہے اور بعض نے اس کو دیمک کہا ہے۔ اس کا واحد ''قتعۃ'' ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ کیڑا ہے جو لکڑی میں سوراخ کر کے اس میں داخل ہو جاتا ہے۔

ابن قترة

(سانپ)ابن قترة: یہ ایک قسم کا زہریلا سانپ ہے جس کے کاٹنے سے انسان فوری مرجاتا ہے اور بعض نے کہا ہے یہ افعی سانپ کا نر ہے اور یہ ایک بالشت کے برابر لمبا ہوتا ہے۔

ابوقترہ ابلیس کی کنیت بھی ہے۔ابن سیدہ نے ایسا ہی کہا ہے۔

اَلقِدَّان

(پسو)قدان: ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کا برغوث (پسو) ہے مگر کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ پسو نہیں بلکہ ایک قسم کا کیڑا ہے جو پسو کے مشابہ ہوتا ہے اور یہ کاٹتا بھی ہے۔چنانچہ ایک بچہ اس کی اذیت (کاٹنے) سے پریشان ہو کر کہہ رہا ہے ۔

یا ابتا ارقنی القدان فالنوم لا تطعمه العینان

القراد

(چیچڑی)القراد: چیچڑی کو کہتے ہیں۔اس کی جمع قردان آتی ہے۔اہلِ عرب کہتے ہیں" قرد بعیرک "یعنی اپنے اونٹ سے چیچڑی کو ہٹاؤ۔

احرام کی حالت میں چیچڑی کو مارنا مستحب ہے۔عبدری نے لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک اونٹوں سے چیچڑی کو دور کرنا جائز ہے اور اسی کے قائل حضرت ابن عمرؓ اور اکثر فقہاء کرام ہیں۔لیکن امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ احرام کی حالت میں چیچڑی کو نہ مارے۔

ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ جن حضرات نے حالت احرام میں چیچڑی کو مارنا جائز قرار دیا ہے ان میں ابن عباسؓ، جابرؓ، عطاءؒ و امام شافعیؒ ہیں۔حضرت سعیدؓ بن المسیب سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حالت احرام میں چیچڑی کو مارنے سے ایک یا دو کھجور صدقہ کرنا کافی ہو گا۔ابن منذرؒ نے کہا ہے کہ میرے خیال میں حالت احرام میں چیچڑی کو مارنے میں کچھ کراہت نہیں۔

ضرب الامثال

جس شخص کی قوتِ سماعت بہت زیادہ ہوتی ہے اس کو اہلِ عرب چیچڑی سے تشبیہ دیتے ہیں " اسمع من قراد "یعنی چیچڑی سے زیادہ سننے والا۔

کہتے ہیں کہ چیچڑی کی قوتِ سماعت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ ایک دن کی دوری مسافت سے اونٹوں کے پیروں سے نکلنے والی آواز کو سن لیتی ہیں اور خوشی سے ناچنے لگتی ہے۔

ابوزیاد اعرابی نے کہا ہے کہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ کسی اصطبل میں اونٹ تھے اور پھر ان کو وہاں سے ہٹالیا گیا اور اصطبل خانہ بند کر دیا گیا۔مگر جب کبھی پندرہ بیس سال بعد اس جگہ (اصطبل خانہ) کو پھر کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چیچڑیاں جو اس وقت (اصطبل خانہ بند کرنے کے وقت) موجود تھیں اب بھی موجود اور زندہ ہیں۔اسی لئے اہلِ عرب اس کی عمر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں" اعمر من قراد "یعنی چیچڑی سے زیادہ عمر پانے ولا۔

کہتے ہیں کہ عربوں کا یہ گمان ہے کہ چیچڑی سات سو سال تک زندہ رہتی ہے بغیر کچھ کھائے پئے۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ یہ بات لغو ہے۔

تعبیر

خواب میں چیچڑی کی تعبیر دشمن اور رذیل حاسد سے دی جاتی ہے۔

القرد

قرد: بندر کو کہتے ہیں اور ہر انسان اس سے واقف ہے۔ اس کی کنیت ابو خالد' ابو حبیب' ابو خلف' ابو ربتہ اور ابو قشۃ آتی ہیں۔ ''القرد'' قاف کے کسرہ اور 'را' کے سکون کے ساتھ ہے۔ اس کی جمع ''قرود'' آتی ہے۔ قاف پر کسرہ اور را پر فتحہ۔ مؤنث کے لئے قردۃ استعمال ہوتا ہے۔ قاف پر کسرہ اور سکون را کے ساتھ۔ اور مونث کی جمع قرد قاف کے کسرہ اور را پر فتحہ کے ساتھ آتی ہے۔

بندر ایک بدصورت جانور ہے مگر اس کے باوجود اس میں ملاحت وذکاوت پائی جاتی ہے اور اس قدر زود فہم ہوتا ہے کہ بہت سے کام بہت جلد سیکھ لیتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ملک النوبہ نے خلیفہ متوکل کے پاس دو بندر بطور ہدیہ بھیجے تھے جن میں سے ایک درزی کا اور دوسرا رنگ سازی کا کام جانتا تھا۔ خاص طور سے یمن کے لوگوں نے بندروں کو اپنے کام کاج کے لئے سدھا لیا ہے اور وہ ان کو مختلف قسم کے کام سکھا کر باقاعدہ وہ کام ان سے کراتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے قصاب وبقال جب کبھی کسی ضرورت سے اپنی دوکان چھوڑ کر جاتے ہیں تو بندر کو پاسبانی کے لئے بٹھا جاتے ہیں۔ اور بعض لوگ بندروں کو چوری کرنا سکھا دیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے بندر مستقل چوری کرنے کی فکر میں رہتے ہیں اور اکثر اِدھر اُدھر سے چیزیں چرا کر اپنے مالک کے پاس لے جاتے ہیں۔

بندریا ایک بار میں کئی کئی بچے دیتی ہے اور بعض دفعہ ان کی تعداد دس اور بارہ بچوں تک دیکھی گئی ہے۔ بندر دیگر جانوروں کی نسبت انسان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ انسانوں کی طرح ہنستا ہے۔ خوش ہوتا ہے بیٹھنا' باتیں کرنا' ہاتھوں سے چیزیں لینا دینا' ہاتھوں پیروں کی انگلیوں کا جدا جدا ہونا' یہ سب چیزیں انسانوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ یہ انسانوں کی طرح بہت جلد تعلیم قبول کر لیتا ہے اور انسان سے بہت مانوس ہو جاتا ہے۔ بوقتِ ضرورت پچھلے دو پاؤں پر کھڑا ہونا' آنکھوں میں اوپر اور نیچے پلکوں کا ہونا' پانی میں گر کر ڈوب جانا' نر و مادہ کا جوڑا ہونا' مادہ پر غیرت آنا' اور عورتوں کی طرح اپنے بچوں کو گود میں لئے پھرنا۔ مذکورہ جملہ خصائل انسانی خاصہ میں داخل ہیں اور سوائے بندر کے دیگر حیوانات میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔

جب بندر کی خواہش نفسانی بہت بڑھ جاتی ہے اور اس کو پورا کرنے کی فطرح سبیل نہیں ہوتی تو یہ اپنے منہ سے اس خواہش کو پورا کرتا ہے (جس طرح بہت سے انسان غیر فطری طریقہ سے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کرتے ہیں) بندروں میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جب یہ سوتے ہیں تو ایک دوسرے سے مل کر قطار میں سوتے ہیں۔ جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو قطار کے بائیں۔ طرف کا پہلا بندر جاگ جاتا ہے اور ایک آواز نکالتا ہے جس سے اس کے پہلو کا دوسرا بندر جاگ اٹھتا ہے اور پھر وہ بھی ایسی ہی آواز نکالتا ہے اور اس طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام بندر جاگ جاتے ہیں اور پوری رات میں وہ کئی کئی بار ایسا کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک سیلانی جانور ہے' رات کہیں کرتا ہے اور صبح کہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ بندر میں تعلیم قبول کرنے کی بڑی صلاحیت ہوتی ہے۔ چنانچہ یزید بن معاویہؓ کے لئے ایک بندر کو گدھے

کی سواری کرنا سکھایا گیا تھا وہ اس گدھے پر سوار ہو کر یزید بن معاویہؓ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں احمد بن طاہر بن حرملہ ابن اخی حرملہ بن یحیٰی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رملہ میں ایک بندر دیکھا تھا جو زرگری کا کام کرتا تھا اور جب اس کو دھونکنے کی ضرورت پڑتی تو وہ اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو اشارہ کرتا۔ چنانچہ اس کا اشارہ پا کر وہ آدمی بھٹی میں پھونک مارتا۔

اسی کتاب میں محمد بن یوسف بن المنکدر کے حالات میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بندر کو دیکھتے تو سجدہ میں گر پڑتے۔

ضمام بن اسماعیل کے حالات میں ابو قبیلؒ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ جمعہ کے دن تقریر کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے اور دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ ''اے لوگو! تمام مال ہمارا مال ہے اور جو مال کہ غنیمت میں حاصل ہوا وہ بھی ہمارا ہی ہے اس لئے جس کو ہم چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں۔ چنانچہ آپ کی تقریر ختم ہوگئی اور آپ کے ان الفاظ کا حاضرین میں سے کسی نے جواب نہ دیا سب خاموش رہے۔

پھر دوسرا جمعہ آیا اور امیر معاویہؓ نے تقریر کی اور دورانِ تقریر وہی الفاظ دہرائے۔ مگر اس مرتبہ بھی کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس کے بعد تیسرا جمعہ آیا۔ امیر معاویہؓ نے تقریر شروع کی اور دورانِ تقریر پھر ان ہی الفاظ کو دہرایا۔ اس مرتبہ ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ''معاویہ خبردار جو ایسا کہا کیونکہ وہ مال ہمارا ہے اور غنیمت بھی ہماری ہے۔ اس لئے اگر کوئی ہمارے اور اس مال کے درمیان آڑے آئے گا تو ہم اپنی تلواروں کے ذریعے (یعنی آپ سے لڑ کر) اللہ تعالیٰ کو اس معاملے میں حکم بنا دیں گے''۔

یہ جواب سن کر امیر معاویہؓ منبر سے اتر گئے اور اندر چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اس کے بعد اس آدمی کو بلوایا۔ یہ معاملہ دیکھ کر حاضرین آپس میں کہنے لگے کہ آج اس عرب کی خیر معلوم نہیں ہوتی۔ کچھ دیر بعد تمام دروازے کھول دیئے گئے اور تمام حاضرین کو اندر بلوا لیا گیا۔ چنانچہ جب لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ شخص خلیفہ کے پہلو میں تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔

امیر معاویہؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ لوگو اس شخص نے مجھ کو زندہ کر دیا۔ خدا اس کو زندہ رکھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعد ایسے آئمہ آئیں گے کہ اگر وہ کوئی (ناجائز) بات زبان سے نکالیں گے تو کوئی ان کا جواب دینے والا نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے لوگ (ائمہ) اس طرح جہنم میں داخل ہوں گے جس طرح کہ بندر آگے پیچھے کسی جگہ میں داخل ہوتے ہیں''۔

جب میں نے پہلے جمعہ کو وہ الفاظ کہے تھے تو کسی نے مجھ کو نہیں ٹوکا تھا تو اس سے مجھ کو اندازہ ہوا کہ کہیں میں بھی ان ہی ائمہ میں شمار نہ ہوں۔ چنانچہ دوسرے جمعہ کو میں نے پھر وہی الفاظ دوہرائے تو بھی کسی نے مجھ کو کوئی جواب نہ دیا۔ لہٰذا میں نے دل میں کہا کہ میں بھی ان ہی آئمہ کے زمرہ میں ہوں۔ پھر جب تیسرا جمعہ آیا تو میں نے پھر ان الفاظ کا اعادہ کیا تو یہ شخص اٹھا اور اس نے میری تردید کی۔ اس کی اس تردید نے مجھ کو (گویا) مردہ سے زندہ کر دیا اور مجھ کو یقین آیا کہ (اللہ کا شکر ہے) ان ائمۃ السوء میں سے نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس شخص کو انعام و اکرام دے کر رخصت کر دیا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ابن سبع نے ''شفاء الصدور'' میں، طبرانی نے اپنی کتاب معجم الکبیر و اوسط میں اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے اسی طرح نقل کیا ہے اور اس کے جملہ رجال ثقات ہیں۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ جو شخص دس روز تک صبح صبح لگاتار بندر کے درشن کرلے تو اس کو سرور حاصل ہوگا اور رنج و غم اس کے پاس بھی نہ آئیں گے اور اس کے رزق میں وسعت ہوگی۔ عورتیں اس سے محبت کرنے لگیں گی اور وہ ان کو اچھا لگنے لگے گا۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کا عقیدہ قابل بطلان ہے۔

فائدہ:۔ امام احمدؒ نے ابی صالح سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کشتی میں شراب رکھ کر فروخت کرنے کے لئے نکلا تو اس کے ساتھ اس کا ایک پالتو بندر بھی تھا۔ چنانچہ یہ شخص جب بھی کسی کو شراب فروخت کرتا اس میں چپکے سے پانی ملا دیتا۔ چنانچہ جب اس نے تمام شراب فروخت کرلی تو بندر نے اس کے روپوں کی تھیلی اٹھالی اور کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا۔ وہ آدمی حیرت اور پریشانی سے بندر کو دیکھنے لگا تو بندر نے تھیلی کا منہ کھولا اور ایک دینار کشتی میں پھینک دیا۔ پھر اس نے دوسرا دینار نکالا اور اس کو دریا میں پھینک دیا۔ چنانچہ اس نے تمام تھیلی اسی طرح خالی کردی۔ یعنی ایک دینار کشتی میں اور ایک دینار دریا میں پھینکتا رہا اور اس طرح اس نے آدھے دینار دریا میں اور آدھے کشتی میں پھینک دیئے۔ گویا اس نے پانی کے دام پانی میں اور شراب کے دام شراب فروش کو برابر تقسیم کردیئے۔

مذکورہ روایت کے ہم معنی ایک روایت امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دودھ میں پانی نہ ملاؤ کیونکہ تم سے پہلے ایک آدمی دودھ میں پانی ملا کر فروخت کیا کرتا تھا پس ایک دن اس نے ایک بندر خریدا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر دریائی سفر پر روانہ ہوا۔ چنانچہ جب کشتی دریا کے درمیان میں پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے بندر کے دل میں اس کے مال یعنی دیناروں کی تھیلی کا خیال پیدا کردیا۔ چنانچہ بندر نے اپنے مالک کی دیناروں کی تھیلی اٹھائی اور کشتی کے بادبان پر چڑھ گیا اور وہوں سے اس نے تھیلی کھول کر ایک دینار کشتی میں اور ایک دینار دریان میں پھینکنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ وہ تھیلی خالی ہوگئی۔ اس طرح اس نے پانی کی قیمت پانی میں اور دودھ کی قیمت کشتی میں برابر ڈال دی''۔

''حاکمؒ'' نے مستدرک میں اصم سے انہوں نے ربیع سے اور انہوں نے شافعیؒ سے انہوں نے یحیٰی بن سلیم سے اور انہوں نے ابن جریجؒ سے اور انہوں نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت حاضر ہوا آپ اس وقت کلام پاک کی تلاوت کرر ہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے''۔ (یہ واقعہ آپ کے نابینا ہونے سے قبل کا ہے) میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس آیت نے مجھ کو رلا رکھا ہے۔'' وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ '' (اس بستی کے بارے میں جو ساحل بحر پر واقع تھی الخ) پھر آپ نے مجھ سے معلوم کیا کہ کیا تم '' کو جانتے ہو؟ میں نے پوچھا کہ ایلہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایلہ یہودیوں کا ایک شہر تھا۔ اس شہر والوں پر اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کردیا تھا اور ہفتہ کے دن بہت ہی موٹی اور بڑی بڑی مچھلیاں کثرت سے دریا میں آتی تھیں مگر جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو یہود کو ان کے پکڑنے میں بڑی محنت اور جاں فشانی اٹھانی پڑتی۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے (لالچ میں آکر) ہفتہ کے دن ایک مچھلی پکڑلی اور اس کو دریا کے کنارے ایک کھونٹی سے باندھ کر دریا میں چھوڑ دیا اور جب ہفتہ کا دن گزر گیا (یعنی اگلے دن) تو اس کو پانی سے نکال کر لے آیا اور اس کو پکا کر اس نے اور اس کے گھر والوں نے بڑے مزے سے کھایا۔ یہ دیکھ کر (یعنی اس کے حیلہ کو دیکھ کر) اس کے باقی کنبے کے لوگ بھی ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر جب اس کے پڑوسیوں کو مچھلی کے بھننے کی خوشبو گئی تو انہوں نے ان کی دیکھا دیکھی یہی کام کرنا شروع کردیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ

ہفتہ کے دن بھی یہود مچھلی پکڑنے لگے اور اس طرح ان میں تین فرقے ہو گئے۔ایک وہ جو ہفتہ کے دن مچھلی پکڑتے تھے اور دوسرے وہ جو اس سے منع کرتے تھے (یعنی حکم خداوندی کے پابند تھے) تیسرے وہ جو یہ کہتے تھے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے ان کو تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔

منع کرنے والا فرقہ کہتا تھا کہ ہم تم کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈراتے ہیں اور ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو خسف (زمین میں دھنسنا) یا قذف (سنگ باری) یا اور کسی عذاب سے ہلاک کر ڈالے۔خدا کی قسم! ہم اب اس شہر میں جس میں تم ہو نہیں رہیں گے۔چنانچہ یہ کہہ کر وہ فرقہ شہر پناہ سے باہر چلا گیا اور پھر اگلے دن وہ صبح کو واپس آئے اور شہر پناہ کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر ان کو کوئی جواب نہ ملا۔پھر ان میں سے ایک شخص شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گیا اور شہر میں جھانکا تو کہنے لگا کہ یہاں تو بجائے انسانوں کے دم دار بندر نظر آرہے ہیں اور چیں چیں کر رہے ہیں۔

پھر اس شخص نے دیوار پر سے اندر اتر کر شہر کا دروازہ کھولا اور سب لوگ اندر داخل ہو گئے۔بندروں نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا مگر انسانوں کو اپنے رشتہ داروں کی شناخت نہ ہو سکی۔بندر اپنے اپنے رشتہ داروں کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے اور ان سے لپٹ جاتے۔لوگ ان سے پوچھتے کہ تم فلاں ہو یا فلانی ہو (یعنی وہ لوگ ان بندروں سے تعارف کراتے اور معلوم کرتے کہ تم میرے فلاں رشتہ دار ہو) بندر اثبات یا نفی میں گردن ہلاتے (تو وہ سر کے اشارے سے جواب دیتے اور رونے لگتے۔

یہ قصہ سنا کر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی "فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" (پھر بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو گناہ سے روکتے تھے اور جن لوگوں نے ظلم یعنی نافرمانی کی تھی ان کو ان کی نافرمانی کے سبب سخت عذاب میں پکڑ لیا) اور پھر فرمایا کہ نہ معلوم اس تیسرے فرقہ کا کیا حال ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے قربان جاؤں چونکہ وہ فرقہ بھی ان کی اس حرکت (نافرمانی) کو ناپسند کرتا تھا اور اسی وجہ سے وہ دوسرے فرقہ سے کہتا تھا کہ جن کو اللہ تعالیٰ (عنقریب) ہلاک کرنے والا ہے ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔چنانچہ میرے نزدیک یہ تیسرا فرقہ بھی فرقہ ناجیہ میں شامل ہوا (عکرمہؓ کہتے ہیں) حضرت ابن عباسؓ کو میری یہ تاویل پسند آئی اور آپ نے (بطور انعام یا خوشی میں) دو موٹی اچھی قسم کی چادریں منگا کر مجھے اوڑھا دیں۔

"ایلہ" مدین اور طور کے درمیان دریا کے کنارے ایک شہر تھا۔لیکن زہری نے کہا ہے کہ یہ واقعہ شہر "طبریہ" کا ہے۔

طبرانی نے اپنی کتاب معجم الاوسط میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخیر زمانہ میں ایک عورت آئے گی تو وہ اپنے شوہر کو بندر کی صورت میں (مسخ) پائے گی اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس کا شوہر قدرت کا قائل نہیں ہوگا۔

فائدہ

ممسوخ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا ان کی نسل چلی یا منقطع ہو گئی تھی۔چنانچہ زجاج اور قاضی ابوبکر ابن عربی مالکی وغیرہ اس بات کے قائل ہیں کہ ان ممسوخ بندروں کی نسل چلی مگر جمہور حضرات کا فیصلہ یہ ہے کہ ان کی نسل کا چلنا ناممکن تھا۔کیونکہ جو لوگ ممسوخ ہوئے تھے ان کا کھانا پینا بالکل بند ہو گیا تھا۔یعنی وہ کچھ بھی کھاتے پیتے نہ تھے۔چنانچہ وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے اور یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

زجاج اور قاضی ابوبکر وغیرہ اپنے قول کی دلیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قول پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی اسرائیل کی قوم میں سے کافی لوگوں کو ہم نے گم کر دیا اور یہ معلوم نہیں کہ وہ کس حال میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ اور رہا چوہا کا معاملہ تو کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتے جبکہ دیگر جانوروں کا دودھ پی لیتے ہیں۔

اسی طرح ایک روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے جس میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا تو آپؐ نے اس کو نہیں کھایا اور ساتھ ساتھ فرمایا کہ مجھے شبہ ہے کہ گوہ ممسوخ میں سے ہے۔ان دونوں حدیثوں یعنی فار اور ضب کو ان حضرات نے بطور دلیل پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ ممسوخ دنیا میں باقی رہے اور ان کی نسل بھی چلی۔

شرعی حکم

ہمارے نزدیک بندر کا گوشت حرام ہے اور اسی کے قائل حضرت عکرمہ' عطاء' مجاہد' حسن اور ابن حبیب مالکی وغیرہ ہیں۔لیکن امام مالکؒ اور ان کے جمہور اصحاب نے بندر کے گوشت کو حلال کہا ہے اور اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔اس لئے کہ اس کو تعلیم دی جاسکتی ہے اور وہ بہت سے کاموں کو آسانی سے انجام دیتا ہے۔

ابن عبدالبر نے اپنی ''تمہید'' کے اوائل میں لکھا ہے کہ بندر کو گوشت اور اس کی بیع حرام ہے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں اور ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے بندر کے گوشت کی اجازت دی ہو اور نہ ہم نے اہلِ عرب وغیر عربؒ میں سے کسی کو بندر کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔اور امام شعبی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اس لئے کہ وہ درندوں میں سے ہے۔

طبی خواص

جاحظ نے کہا ہے کہ بندر کا گوشت کتے کے گوشت سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے۔ابن سوید کا کہنا ہے کہ اگر انسان کے بدن پر بندر کا دانت لٹکا دیا جائے تو اس کو گہری نیند نہیں آسکتی اور نہ اس کو ڈر لگے گا۔بندر کا گوشت جذام کے مریض کے لئے فائدہ مند ہے۔اگر بندر کی کھال کو کسی درخت پر لٹکا دیا جائے تو اس درخت کو جاڑے اور پالے (برف) وغیرہ سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

اگر بندر کی کھال کی چھلنی بنا کر اس میں غلہ کا بیج چھان لیں اور اس کو بوئیں تو وہ کھیت ٹڈی دل کی آفت سے محفوظ رہیں گے۔اگر کسی شخص کو بندر کا گرم گرم خون پلا دیا جائے تو وہ فوراً ہی گونگا ہو جائے گا۔

بندر جب بھی کوئی زہر آلود کھانا دیکھ لیتا ہے تو چلانے لگتا ہے۔

اگر کسی سوتے ہوئے آدمی کے سر کے نیچے بندر کا بال رکھ دیا جائے تو اس کو بہت ہی ڈراؤنے خواب نظر آئیں گے۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب کہتے ہیں ''احکی من قرد'' یعنی بندر سے زیادہ نقل اتارنے والا کیونکہ بندر نقل کرنے میں بہت ماہر ہوتا ہے اور خاص طور سے انسان جو کام کرتا ہے بندر بھی اس کو دیکھ کر اس کی نقل کرتا ہے۔

تعبیر

بندر کو خواب میں دیکھنا ایسے شخص کو دیکھنا ہے جس میں ہر قسم کے عیوب موجود ہوں۔اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بندروں سے لڑ رہا ہے اور بندر اس پر غالب آگئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی بیماری میں گرفتار ہوگا مگر پھر صحت یاب ہو جائے گا۔بندر کی تعبیر

کبھی کبھی بیمارے سے بھی کی جاتی ہے۔اگر کسی نے خواب میں بندر کا گوشت کھایا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وسہ کسی بیماری میں گرفتار ہوگا اور کوئی بھی علاج کارگر نہ ہوگا۔نصاریٰ نے کہا ہے جو خواب میں بندر کا گوشت کھائے گا وہ اپنی زندگی میں نئی نئی چیزیں پہنے گا۔اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ بندر اس کو دانتوں سے کاٹ رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کا کسی سے جھگڑا ہوگا۔

اگر کوئی شخص خواب میں بندر کو اپنے بستر پر دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی یہودی عورت سے زنا کرے گا۔اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے اور اس کے ساتھ دستر خوان پر بندر بھی موجود ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ کسی گناہ کبیرہ کی وجہ سے (اس کو حاصل) کوئی نعمت جاتی رہے گی۔

جاماسب نے کہا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں بندر کا شکار کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سحر اور جادو سے فائدہ حاصل کرے گا۔

القردوح

قردوح:ایک قسم کی چیچڑی کو کہتے ہیں جو کہ عام چیچڑی سے جسامت میں بڑی ہوتی ہے۔ابن سیدہ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلْقِرْشُ

قِرْشُ: قاف کے کسرہ اور را کے سکون کے ساتھ۔یہ بحری جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے جو کشتیوں کو دریا میں چلنے سے روکتا ہے اور ان کو ٹکریں مار مار کر توڑ دیتا ہے۔

زمخشریؒ نے کہا کہ میں مکۃ المکرمہ میں باب بنی شیبہ کے پاس لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور باتیں ہو رہی تھیں۔ایک تاجر نے میرے سامنے قرش (مچھلی) کی صفت بیان کی کہ اس کا چہرہ گول اور اس کی لمبائی چوڑائی اتنی ہوتی ہے کہ جتنا باب بنی شیبہ اور خانہ کعبہ کے درمیان فاصلہ ہے اور جب یہ بڑی بڑی کشتیوں پر حملہ کرتی ہے تو اس کو سوائے مشعلوں (آگ) کے اور کسی چیز سے نہیں بھگایا جا سکتا۔ جب مشعلوں کی تیز روشنی بجلی کی طرح اس کے چہرہ پر پڑتی ہے تو یہ بھاگ جاتی ہے۔کیونکہ یہ آگ کے سوا اور کسی چیز نہیں ڈرتی۔ابن سیدہ کا قول ہے کہ قریش ایک بحری جانور ہے جو کسی جانور کو بغیر کھائے نہیں چھوڑتا۔اسی وجہ سے تمام جانور اس سے ڈرتے ہیں۔عرب کے سب سے بڑی اور معزز قوم کا نام قریش اسی نسبت سے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ کسی کے تابع نہیں ہوتے اور کسی کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ مطرزی نے کہا ہے کہ قریش دریا میں تمام جانوروں کا سردار اور سب سے بڑا ہے۔اسی طرح عرب کا قبیلہ قریش بھی تمام قبیلوں کا سردار اور عالی مرتبہ ہے۔

ابوالخطاب بن دحیہ نے قبیلہ قریش کے بارے میں کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قبیلہ کا نام قریش کب اور کس نے رکھا اس میں بہت اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں بیس اقوال ہیں۔کسی شاعر کا قول ہے۔

وقریش هی التی تسکن　　　البحر بها سمیت قریش قریشا

اور قریش وہ جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے اسی سے قریش کا نام قریش ہوگیا۔

تاکل الغث و السمین ولا　　　تترک فیه لذی جنا حین ریشا

وہ کسی دبلے یا موٹے جانور کو کھائے بغیر نہیں چھوڑتا اور نہ کسی پردار جانور کے پر چھوڑتا ہے۔

هكذا فى البلاد حى قريش　　ياكلون البلاد اكلا كميشا

قبیلہ قریش کا بھی شہروں میں یہی حال ہے کہ وہ شہروں کو جلد جلد کھاتا چلا جاتا ہے۔

ولهم آخر الزمان نبى　　يكثر القتل فيهم والخموشا

آخر زمانہ میں اس قبیلہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جوان میں قتل کی کثرت فرمادیں گے۔ یعنی ان سے جہاد کریں گے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ حسب ونسب وشرف سے متعلق مشکوٰۃ میں ترمذی کی ایک حدیث ہے جوانہوں نے بروایت حضرت عباسؓ نقل کی ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں محمدؐ ہوں عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا' اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو مجھ کو اچھے گروہ (یعنی انسان) میں پیدا کیا اور پھر انسانوں میں دو فرقے عرب اور عجم رکھے تو مجھ کو اچھے فرقہ (یعنی عرب) میں رکھا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا کیا۔ پھر قریش کے کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان (یعنی بنی ہاشم) میں رکھا۔ لہٰذا میں ذاتی طور پر بھی اور خاندانی حیثیت میں بھی سب سے اچھا ہوں''۔

''ایک دوسری حدیث میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں سفاح سے پیدا نہیں ہوا۔ سفاح جاہلیت کا کوئی اثر مجھ کو نہیں پہنچا''۔

اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم وابن عسا کر نے روایت کیا ہے۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار ذیل میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

محمدٌ خير جميع الخلق　　جاء من الحق لنا بالحق

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔ حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے دین حق لے کر آئے ہیں

دعوة ابراهيم الخليل　　بشارة المسيح فى التنزيل

آپ قرآن پاک میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کے مصداق اور حضرت مسیحؑ کی بشارت تھے۔

أطيب الاصول والفروع　　الطاهر المحتد والينبوع

آپ اپنے حسب کے اصول وفروع میں پاک وصاف تھے۔

آباؤه قد طهرت انسابا　　وشرفت بين الورى احسابا

آپ کے آباؤ اجداد باعتبار نسب کے طاہر (یعنی پاک) تھے اور جملہ مخلوق میں شریف الحسب تھے۔

نكاحهم مثل نكاح الاسلام　　كذا رواه انجباء الاعلام

آپ کے آباء واجداد کا نکاح' نکاحِ اسلام کے مطابق تھا۔ اسلم کے شرفاء محدثین نے ایسے ہی روایت کی ہے۔

ومن ابى اوشک فى هذا كفر　　وذنبه بماجناه ما اغتفر

اور جو شخص اس بارے میں انکار یا شک کرے وہ کافر ہے اور اس کا یہ گناہ قابلِ معافی نہیں ہے۔

نقل ذا الحافظ قطب الدين　　عن صاحب البيان والتبيين

اس فتویٰ کو حافظ قطب الدین نے صاحب البیان والتبیین سے نقل کیا ہے۔

شرعی حکم

ہمارے شیخ حضرت جمال الدین استوی نے قرش کے حلال ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور اسی طرح شیخ محبّ الدین طبری شارح تنبیہ نے مگر مچھ پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرش حلال ہے اور ابن الاثیر کی نہایہ میں بھی قرش کے حلال ہونے کی تصریح ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول کہ "قرش تو سب جانوروں کو کھالیتا ہے لیکن اسے کوئی نہیں کھاتا" کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ تمام جانوروں کو کھالیتا ہے لیکن کوئی جانور اس کو نہیں کھاسکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور کا بیان حلت اور امام شافعی کی تصریح اور آیت قرآن سبھی قرش کے حلال ہونے پر دال ہیں اس لئے کہ یہ مچھلی کی ایک قسم ہے اور وہ حیوان ہے جو صرف پانی میں رہتا ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب میں بیان کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ ہر دریائی حیوان حلال ہے اور علمائے کرام نے جو استثناء کیا ہے وہ صرف ان جانوروں کے لئے ہے جو پانی کے علاوہ خشکی میں بھی زندگی بسر کرتے ہیں۔

تعبیر

قرش کو خواب میں دیکھنے پر اس کی تعبیر علو ہمت اور شرافت نسب سے کی جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود عالی ہے اور دریا میں اس سے برتر کوئی نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

القرقس

قرقس: مچھر کو کہتے ہیں۔ شوافع حضرات نے بیان کیا ہے کہ محرم وغیرہ کے لئے تکلیف دہ (موذی) جانوروں کا مارنا مستحب ہے جیسا کہ سانپ، بچھو، سور، پاگل کتا، کوا، چیل، بھڑ، شیر، چیتا، ریچھ، گدھ، عقاب، پسو، کھٹمل، بندر، لنگور اور ان جیسے موذی حیوانات۔

القرشام و القرشوم و القراشم

"**القرشام و القرشوم و القراشم**" اس سے مراد موٹی چیچڑی ہے۔

القرعبلانة

"**القرعبلانة**" اس سے مراد ایک لمبا کیڑا ہے۔ اس کی تصغیر "قریعبة" آتی ہے۔ جوہری نے اسی طرح کہا ہے۔

القرعوش

"**القرعوش**" اس سے مراد غلیظ (گندی) چیچڑی ہے۔

القرقف

"**القرقف**" (برزن ھدھد) اس سے مراد ایک چھوٹا پرندہ ہے۔

القرلی

(ایک پرندہ) قرلی: حوالیقی نے کہا ہے کہ لفظ "قرلی" معرب ہے اور یہ فارسی کا لفظ تھا جس کو عربی میں استعمال کرنے لگے۔ میدانی نے کہا ہے کہ قرلی ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اور جس کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے اور یہ کسی بھی چیز کو بہت تیزی سے اچک لیتا ہے۔ یہ پانی کے اوپر اڑتا رہتا ہے اور جیسے ہی اس کو پانی میں کوئی مچھلی وغیرہ نظر آتی ہے تو یہ غوطہ لگا کر پانی سے اس کو اٹھا لیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کی نظر چیل اور گدھ سے بھی تیز ہوتی ہے اور یہ پانی کے اندر کی بہت ہی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں ان کے بچوں کی (چال) تک کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہ پانی میں کسی شکار پر حملہ کرتا ہے تو چوکتا نہیں یعنی اس کا حملہ نا کام نہیں ہوتا۔

القرمل

"القرمل" اس سے مراد بختی اونٹ کا بچہ ہے۔

القرمید

"القرمید" اس سے مراد "الارویة" (پہاڑی بکری) ہے۔

القرمود

"القرمود" (قاف کے فتحہ کے ساتھ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پہاڑی بکرا ہے۔

القرنبی

"القرنبی" اس سے مراد لمبی ٹانگوں والا ایک کیڑا ہے جو گبریلا کے مشابہ ہوتا ہے یا جسامت میں اس سے (یعنی گبریلا سے) بڑا ہوتا ہے۔

القرھب

"القرھب" (بروزن ثعلب) جوہری نے کہا ہے کہ اس سے مراد بوڑھا بیل ہے۔

القزر

"القزر" (قاف اور زاء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد درندوں کی ایک قسم (یعنی ایک قسم کا درندہ) ہے۔

القرم

''القرم'' اس سے مراد اونٹ کی قسم کا سانڈ (یعنی نر اونٹ) ہے۔اس کی جمع ''قروم'' ہے۔'القرم' مردوں میں سے بڑے سردار کو کہا جاتا ہے جو تجربہ کار بھی ہو۔

اَلقُرة

(مینڈک) قرۃ: قاف کے ضمہ کے ساتھ جوہری نے کہا ہے کہ قرۃ کے معنی مینڈک کے ہیں۔

القسورہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

'' كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ '' مُّسْتَنْفِرَةٌ''. فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ''. ''

(یعنی یہ جنگلی گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''قسورہ'' سے شیر ہی کو سمجھایا ہے۔ بزار نے اسناد صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ القسورہ سے مراد شیر (الاسد) ہی ہے۔

حدیث میں قسورہ کا تذکرہ:

''ابن طبرزد نے اپنی سند سے جو حکم بن عبداللہ بن خطاب تک پہنچتی ہے' عبداللہ بن خطاب نے زہری سے انہوں نے ابی واقد سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب مقام جابیہ میں فروکش ہوئے تو بنی تغلب کا ایک شخص ان کے پاس آیا' ایک شیر کو لے کر جو کہ ایک پنجرے میں بند تھا۔اس شخص کا نام روح بن حبیب تھا۔اس نے شیر کے پنجرے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کے دانت یا ناخن تو نہیں توڑ ڈالے' تو روح بن حبیب نے کہا کہ نہیں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ الحمد للہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی شکار اسی وقت شکار ہوتا ہے جبکہ اس کی تسبیح میں کمی آجاتی ہے''۔(اس کے بعد حضرت عمرؓ نے قسورہ (شیر) کو مخاطب کر کے فرمایا اے قسورہ (شیر) تو اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جا۔اس کے بعد روح بن حبیب نے اس کو چھوڑ دیا''۔

القشعبان

(گدھ) قشعبان: بروزن عقربان ثعلبان ایک کیڑا ہے العباب میں مذکور ہے کہ اس سے مراد گبریلا کی مثل۔

القصیری

(سانپ) قصیری: یہ مقصور بھی ہے اور مصغر بھی۔ایک بڑے سانپ کی قسم کو قصیری کہتے ہیں:۔

القط

القط : بلی کو کہتے ہیں۔مونث کے لئے ''قطۃ'' اور جمع ''قطاط'' وقططہ استعمال ہوتا ہے۔ابن درید کا کہنا ہے کہ میں اس کو صحیح عربیت میں شمار نہیں کرتا مگر علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ ابن درید کا قول غلط ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کا منظر دکھایا گیا۔ پس میں نے اس عورت کو جہنم میں دیکھا۔ جس نے کہ دنیا میں ایک بلی پال رکھی تھی اور نہ وہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کی رسی کھولتی تھی تا کہ وہ اپنی خوراک تلاش کرے۔

القطاء

القطاء : ایک مشہور معروف پرندہ ہے۔اس کا واحد ''قطاط'' اور جمع قطوات و''قطیات'' آتی ہیں۔رافعی نے کہا ہے کہ ''القطاء'' کبوتر کی ایک قسم کو ہی کہتے ہیں۔

شرعی حکم

اس کا کھانا بالا جماع حلال ہے۔

رافعی اور دیگر بعض حضرات نے کتاب الحج میں ذکر کیا ہے کہ ''قطاء کبوتر کی ہی ایک قسم ہے۔'' لہٰذا اگر کوئی شخص حالت احرام میں قطاء کو ہلاک کر دے۔ تو اس پر ایک بکری (صدقہ کرنا) واجب ہوگی۔ اگر چہ اس کا مثل ہی دستیاب کیوں نہ ہو۔ محبّ الدین طبری نے کہا کہ یہی بات جوہری نے بھی قطاء کے بارے میں لکھی ہے۔ حالانکہ مشہور اس کے خلاف ہے۔

طبی خواص

قطاء کی ہڈیوں کو جلا کر روغن زیتون کے ساتھ جوش دیں اور پھر اس کو کسی گنجے کے سر پر لیپ کریں تو انشاء اللہ بال نکل آئیں گے۔ اسی طرح اگر اس کو کسی داء الثعلب کے مریض کے سر پر لگائیں تو انشاء اللہ اس کے بھی بال نکل آئیں گے۔ ابن زاہر نے کہا ہے کہ میں نے اس نسخہ کو آزمایا اور مفید پایا۔

قطاء کا گوشت دیر ہضم ہوتا ہے اور بدہضمی کرتا ہے۔ اگر قطاء کے سر کو سکھا کر اور کسی نئے اونی کپڑے کے ٹکڑے یا تھیلی میں رکھ کر کسی عورت کی ران پر سوتے ہوئے باندھ دیا جائے تو وہ عورت سوتے ہوئے ہی ہر اس راز کو بتا دے گی جو اس نے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ اگر قطاء کے پیٹ (شکم) کو دو حصوں میں چیر دیں اور پھر ان دونوں حصوں کو پکا کر اس کی چربی کو لا کر کسی شیشی میں جمع کر لیں۔ اب اگر اس چربی کی مالش انسان کے جسم پر کسی نے بھی کر دی جائے تو وہ شخص مالش کرنے والے سے بے حد محبت کرنے لگے گی۔

قطاء کا حدیث میں تذکرہ:

''ابن حبان وغیرہ نے حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے کوئی مسجد بنائی چاہے وہ قطاء کے انڈے دینے کے گڑھے کے برابر کیوں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے''۔

تعبیر

خواب میں قطاء کی تعبیر صحیح اور صاف بات کرنے پر دال ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی تعبیر محبت الفت ہے۔ بعض معبرین نے لکھا ہے کہ خواب میں قطاء کا دیکھنا ایسی عورت پر دلالت کرتا ہے۔ جو بے حد خوبصورت ہو اور اس کو اپنی خوب صورتی کا احساس بھی ہو۔ لیکن ایسی عورت خوبصورت تو ہے مگر اس کے اندر (دل میں) محبت نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فائدہ:۔ اہلِ عرب قطاء کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی چال شرمیلی عورت کی چال کے مشابہ ہے۔ یعنی جس طرح کوئی شرمیلی عورت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر نزاکت سے چلتی ہے اسی طرح قطاء بھی چلتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی شرمیلی عورت یا نئی نویلی دلہن کی طرح چلتی ہے۔

اَلْقَطَّاء

(بڑی مچھلی) القطاء: ایک ''طا'' پر تشدید ہے۔ بعض اہل علم نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ اس مچھلی کی پسلی کی ہڈی سے عمارتیں اور پل وغیرہ تعمیر کئے جاتے ہیں اگر اس مچھلی کی چربی برص کے داغوں پر لگائی جائے تو داغ ختم ہو جائیں گے۔

القطامی

(شکرا) **قطامی**: قاف پر ضمہ اور فتحہ دونوں صحیح ہیں۔ تیز نظر والے اس شکرا کو کہتے ہیں جو شکار پر نگاہیں جمائے ہوئے ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ان پرندوں میں سب سے خوبصورت پرندہ ہے جن کے ذریعے شکار کیا جاتا ہے۔

القطرب

قطرب: ایک پرندہ ہے جو تمام رات گھومتا رہتا ہے سوتا نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ رات کو بالکل نہیں سوتا اور مسلسل چکر لگاتا رہتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ قطرب ایک بیماری کا نام ہے جو کہ جنون سے ملتی جلتی ہوتی ہے۔

''قطرب'' محمد بن مستیز نحومی صاحب مثلث کا لقب بھی ہے۔ یہ علم حاصل کرنے کے معاملہ میں انتہائی شوقین بلکہ علم کے حریص تھے۔ چنانچہ اپنے استاد سیبویہ کے درس میں بالکل سویرے بہت پہلے سے آجایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن ان کے استاد سیبویہ نے ان کو صبح بہت سویرے حاضر دیکھ کر کہا کہ تم سوائے قطرب لیل کے اور کچھ نہیں ہو۔ تب ہی سے ان کا لقب قطرب پڑ گیا۔ ان کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ قطرب اور قطروب میں جو مذکر ہے وہ سعالی کی قسم میں سے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ ''القطارب'' چھوٹے کتوں کو کہتے ہیں اور اس کا واحد ''قطرب'' آتا ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قطرب ایک چھوٹے سے کیڑے کا نام ہے جو مسلسل گھومتا رہتا ہے اور کوشش کے باوجود آرام نہیں کر پاتا۔

امام محمد بن ظفر نے کہا ہے کہ القطرب ایک قسم کا حیوان ہے جو مصر میں لوگوں کو نظر آتا ہے۔ اہلِ مصر اس جانور سے بہت ڈرتے ہیں اور کوئی تفصیل سے اس کے بارے میں گفتگو بھی نہیں کرتا۔ یہ جانور جب کسی شخص کو دیکھ لیتا ہے تو زمین کے اوپر آتا ہے تاکہ اس کو کاٹ لے۔ اگر یہ دیکھتا ہے کہ اس کا حریف جانور طاقتور ہے تو یہ حملہ کرنے سے گریز کرتا ہے لیکن اکثر ایسا دیکھنے میں آیا ہے کہ یہ اپنے حریف کو

بغیر کاٹے نہیں چھوڑتا۔ چنانچہ اس کے کاٹنے سے آدمی مر جاتا ہے۔

اہلِ مصر جب کسی شخص پر اس کو حملہ آور دیکھتے ہیں تو اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم منکوح ہو (یعنی کیا تم کو اس نے کاٹ لیا ہے) یا مروع (یعنی کاٹا نہیں صرف گھبراہٹ ہے) چنانچہ اگر وہ شخص کہتا ہے کہ ہاں میں منکوح ہوں تو وہ لوگ اس کی زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں اور کچھ علاج بھی نہیں کرتے۔ لیکن اگر وہ شخص جواب میں کہتا ہے کہ میں مروع ہوں تو اس کا علاج کراتے ہیں۔ چنانچہ علاج سے اس کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

حدیث میں قطرب کا تذکرہ:

حدیث شریف ہے: ''لا یلقین احد کم جیفة لیل قطرب نہار''۔ علامہ دمیری نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود کا کلام ہے جس کو آدم بن ابی ایاس عسقلانی نے کتاب الثواب میں موقوفاً روایت کیا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ موضوع روایت ہے۔

القشعبان

(ایک کیڑا) قشعبان: بروزن مہرجان ایک کیڑے کو کہتے ہیں جو گبریلا کے مشابہ ہوتا ہے۔

القعود

(اونٹ) قعود: اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو چرواہے نے سواری اور سامان اٹھانے کے لئے خاص کر لیا ہو۔ یعنی چرواہے کی ہر حاجت میں کام آنے والا اونٹ۔ اس کی جمع اقعدۃ، قعد، قعدان، قعائد آتی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ القعود بمعنی القلوص یعنی وہ اونٹنی جس پر پہلی مرتبہ سواری کی جائے اور قعود کہا جاتا ہے۔ اس اونٹ کے بچہ کو جو ابھی جوان نہ ہوا ہو کیونکہ جوان ہونے کے بعد اونٹ کو جمل کہا جاتا ہے اور القعود فصیل کو بھی کہا جاتا ہے۔ اور فصیل اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ماں سے علیحدہ ہو گیا ہو یعنی اس نے ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا ہو۔

القعید

(ٹڈی) قعید: اس ٹڈی کے بچے کو کہتے ہیں جس کے پر ابھی پورے طور پر نہ نکلے ہوں۔

اَلْقُعْقُعُ

(ایک قسم کا کوا) قعقع: بروزن فلفل ایک قسم کے کوے کو کہتے ہیں جو سفید اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ یہ کوے کی ایک قسم ہے مگر اس کی جسامت عام کوے سے کچھ کم ہوتی ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس کا رنگ سیاہ اور سفید ہوتا ہے۔

اَلْقِلُو

(گدھا) قلو: قاف پر کسرہ ہے۔ اس گدھے کو کہتے ہیں جو بہت آہستہ چلتا ہو۔

القلوص

(شترمرغ کا بچہ) قلوص: شترمرغ کے مادہ بچہ کو کہتے ہیں جو کہ اونٹنی کے بچہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی جمع قلص اور قلائص آتی ہے۔ جیسے "قدوم" کی جمع قدم وقدائم آتی ہیں۔

قلوص کا حدیث میں تذکرہ:

"ابن مبارک نے زھد اور الرقاق میں معاویہ کے غلام قاسم سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اپنی سرکش اونٹنی پر سوار ہو کر اور (دور ہی سے سلام کیا آنحضور کو' پھر جب وہ قریب آنے لگا کہ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ سکے تو اس کی اونٹنی اس کو لے کر بھاگ گئی۔ صحابہؓ کرام اس بات پر ہنس دیئے۔ چنانچہ وہ شخص پھر آیا اور جیسے ہی آنحضورؐ کے قریب آنے کی کوشش کی اس کی اونٹنی پھر اس کو لے کر بھاگ گئی۔ تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا۔ پھر اس کی اونٹنی نے اس کو کھوپڑی سے پکڑ کر مار ڈالا جبکہ وہ اس کو کھینچنے (ہنکانے) کی کوشش کر رہا تھا۔ تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اعرابی کو اس کی اونٹنی نے ہلاک کر دیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" لیکن تمہارے منہ (بھی) اس کے خون سے آلودہ ہیں"۔

القلیب

(بھیڑیا) قلیب: بھیڑیئے کو کہتے ہیں۔ قلیب بروزن "سکین" جیسے قلوب بروزن خنوص

القمری

(ایک پرندہ) قمری: ایک مشہور پرندہ ہے جس کی آواز بہت ہی سریلی ہوتی ہے۔ اس کی کنیت ابوزکری اور ابوطلحہ ہیں۔ مونث کے لئے قمریۃ آتا ہے۔ اس کے نر (مذکر) کو ساق حر کہتے ہیں اور یہ غیر منصرف ہے۔ قمری کی جمع "قماری" آتی ہے۔

فائدہ:۔ ایک مرتبہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ' امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور امام مالکؒ سے کہنے لگا کہ میں قمریوں کی تجارت کرتا ہوں' یعنی قمری بیچتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ایک دن ایک صاحب کو قمری فروخت کی۔ مگر ان صاحب نے یہ کہہ کر قمری کو واپس کر دیا کہ یہ آواز نہیں کرتی یعنی بولتی نہیں۔ پس میں نے قسم کھائی کہ اگر میری قمری برابر آواز نہ کرے تو میری بیوی پر طلاق ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ نے اس شخص سے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق ہو گئی اور تمہارے لئے اب کوئی چارہ نہیں۔

امام شافعیؒ جو اس پوری گفتگو کو سن رہے تھے' انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تمہاری قمری اکثر وقت آواز کرتی رہتی ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اکثر وقت چہچہاتی رہتی ہے۔ تو حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تمہاری بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ اس وقت امام شافعیؒ کی عمر چودہ سال تھی۔ امام مالکؒ کو جب امام شافعیؒ کے اس جواب کا علم ہوا تو آپ نے امام شافعیؒ کو بلا کر پوچھا کہ "لڑکے" تم نے کیسے ایسا فتویٰ دیا اور تم کو یہ بات کہاں سے حاصل ہوئی؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بے شک آپ نے ہی مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ زہری نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن سے اور عبدالرحمٰن نے ام سلمہ سے کہ فاطمہ بنت قیس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو ابوجہم اور معاویہ نے پیغامات (شادی کے پیغام) ارسال کئے ہیں' تو آپؐ نے فرمایا کہ معاویہ' فقیر محتاج شخص ہے اور اس کے

پاس کچھ بھی (مال) نہیں ہے اور رہے ابوجہم تو وہ اپنی گردن سے کبھی لاٹھی نہیں رکھتے (نہیں اتارتے) چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جس میں آپؐ نے ابوجہم کے لئے استعمال کیا یہ مجازاً استعمال فرمایا ہے حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ابوجہم' کھاتے ہیں' سوتے اور آرام کرنے کے علاوہ دیگر ضروریاتِ زندگی بھی پوری کرتے ہیں مگر چونکہ اہلِ عرب دو فعل میں سے اغلب فعل کو مانند مداومت قرار دیتے ہیں اس لئے میں نے بھی ایسا ہی کیا اور اسی حدیث سے استدلال کیا۔ کیونکہ اس شخص کی قمری اکثر وقت (چپ رہنے کے مقابلہ میں زیادہ) آواز کرتی ہے اس لئے میں نے اس کے دو فعل میں سے اغلب فعل کو دائمی قرار دیا۔ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کے اس استدلال کو سن کر بڑے متعجب ہوئے اور امام شافعیؒ سے فرمایا کہ اب تم کو فتویٰ دینے کی اجازات ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ نے چودہ سال کی عمر سے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔

ابن خلکان اور ابن الاثیر نے اپنی اپنی مرتب کردہ تاریخوں میں لکھا ہے کہ جب ہندوستان کے بعض بادشاہ ہندوستان چھوڑنے لگے تو جاتے وقت انہوں نے سلطان محمود بن سبکتگین کو بہت سے ہدایا دیئے جن میں قمری بھی تھی اور اس قمری کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر کسی شخص کے سامنے کوئی زہر آلود کھانا ہوتا اور قمری بھی وہاں موجود ہوتی یا کوئی بھی زہر آلود کھانا قمری کے سامنے لایا جاتا تو قمری کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے جس سے وہ شخص آگاہ ہو جاتا کہ یہ کھانا نقصان دہ ہے (مطلب یہ کہ وہ قمری زہر آلود کھانا کی نشاندہی کر دیتی تھی (اور جو آنسو اس کی آنکھ سے گرتے وہ جم کر ٹھوس شکل اختیار کر لیتے چنانچہ ان سوکھے ہوئے آنسوؤں کو اگر کھرچ کر اٹھا لیا جاتا اور پھر پیس کر ان کا سفوف زخموں پر چھڑکا جاتا تو زخم ٹھیک ہو جاتے تھے۔

قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ جب قمری کا نر مر جاتا ہے تو پھر مادہ کا کسی دوسرے نر سے جوڑ نہیں ملتا اور مادہ مرنے والے نر کے غم میں رو رو کر اپنی جان دے دیتی ہے۔

ابن سمعانی نے اپنی کتاب ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ ''القمرة'' ایک شہر کا نام ہے جو اپنی سفیدی کے لحاظ سے (گچھ) کے مشابہ ہے اور میرے خیال سے یہ شہر (القمرة) مصر میں ہے۔ حجاج بن سلیمان بن افلح القمری مصری اسی شہر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت مالکؒ بن انسؓ اور لیث بن سعدؒ وغیرہ سے اور آپ سے محمد بن سلمہ المرادی وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔ ۱۹۸ھ میں آپ کا اچانک انتقال ہو گیا تھا۔

کہتے ہیں کہ قمری کی آواز سے کیڑے مکوڑے بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ نے جب اپنی بیوی عاتکہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو طلاق دے دی تو آپ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

اعاتک لا انساک ماذر شارق　　وما ناح قمری الحمام المطوق

اے عاتکہ جب تک کہ آفتاب طلوع ہوتا رہے گا اور طوق دار قمری کبوتر نوحہ کرتا رہے گا میں تجھ کو نہیں بھولوں گا۔

ولم ارمثلی طلق الیوم مثلها　　ولا مثلها من غیر جرم بطلق

میں نے اپنے جیسا شخص کبھی نہیں دیکھا کہ جس نے عاتکہ جیسی بیوی کو (جس نے کوئی غلطی نہ کی ہو) طلاق دیدی۔

اعاتک قلبی کل یوم ولیلة　　الیک بما تخفی النفوس معلق

اے عاتکہ میرا دل دن رات اس محبت کی وجہ سے جو دل میں پوشیدہ ہے تیری طرف مائل رہتا ہے۔

لها خلق جزيل ورأى و منصب وخلق سوى فى الحيات و منطق
اس کے (یعنی عاتکہ میں) اچھے اخلاق، درستی رائے اور بلند پائیگی بکثرت موجود ہیں اور یہ تمام اوصاف اس کی گفتگو میں ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اپنے صاحبزادے کی اس کیفیت کا اندازہ ہوا تو آپ کو ان پر بہت ترس آیا اور آپ نے ان کو رجعت کرنے کا حکم دیدیا۔

شرعی حکم

کبوتر کی طرح قمری کے گوشت کو کھانا بالاجماع حلال ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک کبوتر کی ہی قسم میں سے ہے۔

تعبیر

قمری کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دین دار اور نیک بیوی ملنے کی طرف اشارہ ہے۔ اہلِ یہود کا کہنا ہے کہ جو شخص خواب میں قمری، بلبل یا ان سے مشابہ کوئی جانور دیکھے تو اس کی تعبیر کسی بھلائی (خیر) سے کی جاتی ہے۔ اور اگر کسی ایسے شخص نے قمری کو خواب میں دیکھا جو سفر کا ارادہ کئے ہوئے ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سفر پر (یقیناً) جائے گا۔ اور اگر کسی مغموم شخص نے قمری کو خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا غم دور فرما دیں گے یا اگر اس کی کوئی حاجت (ضرورت) ہوگی تو وہ عنقریب پوری ہو جائے گا۔ اور اگر قمری کو موسم بہار میں دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس شخص کی کوئی بہت پرانی خواہش کی تکمیل ہو جائے گی۔ حاملہ عورت اگر قمری کو خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر لڑکے سے کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

القَمَعُة

(اونٹ کی مکھی) قمعته: (حرکت کے ساتھ) اس مکھی کو کہتے ہیں جو سخت گرمی کے موسم میں اونٹوں اور ہرنوں کے چپک جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے " الحمار يقمع " گدھا متحیر ہو گیا یعنی اپنے سر کو ہلا رہا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ ایک کتا کی مکھی ہے۔ کفایہ میں ہے کہ "القمع زباب ازرق عظيم" یعنی بڑی نیلگوں مکھی۔

القمعو ط و القمعو طه

(کیڑا) قمعو ط قمعو طه: ایک قسم کے کیڑے کو کہتے ہیں۔
ابن سیدہ نے ایسا ہی بیان کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

القمل

(جوں) قمل: مشہور و معروف کیڑا ہے۔ اس کا واحد "قملة" اور " قمال " ہیں۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ " قمل" " قملة " کی جمع ہے اور کبھی کبھی "قمّل" لام کے کسرہ کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی کنیت ام عقبہ اور ام طلحہ ہیں اور مذکر جوں کے لئے "ابو عقبہ" استعمال کرتے ہیں اور بہت جوؤں کے لئے " بنات عقبہ" بولتے ہیں اور بہت سی جوؤں کو "بنات الدروز" بھی کہتے ہیں۔

''الدروز'' کے اصل معنی خیاط (درزی) کے ہیں اور چونکہ درزی کے سلے ہوئے دو کپڑوں کے درمیان کی سلائی بھی جوؤں کی مانند نظر آتی ہے اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی ہے۔ انسانی بدن میں جوں کپڑوں' بالوں وغیرہ پر میل اور گندگی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ بعض انسان قمل الطباع (یعنی جوئھڑ یا جس کے بدن پر مسلسل جوئیں پیدا ہوتی ہیں) ہوتا ہے خواہ وہ صاف رہے' عطر لگائے اور روزانہ کپڑے بدلے مگر جوئیں اس کے بدن میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو ایک بار حج میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور جوؤں سے ان دونوں حضرات کو بڑی تکلیف پہنچی جس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حضرات کو ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی خلافت کے دوران بنی مغیرہ کے کسی شخص (جو کہ آپ کے ماموں کے خاندان سے تھا) کو ریشمی کرتا پہنے ہوئے دیکھا تو ان کو مارنے کے لئے درہ اٹھایا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ کیا عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ریشم نہیں پہنا تھا اور کیا حضورؐ نے ان کو اجازت نہ دی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تیری ماں مرے کیا تُو عبدالرحمٰنؓ عوف جیسا ہے۔

جاحظ نے کہا ہے کہ جوں کے اندر یہ چیز طبعی ہے کہ جس جگہ وہ پیدا ہوتی ہے یا رہتی ہے اسی چیز کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ سیاہ بالوں کی جوں سیاہ رنگ کی اور سفید بالوں کی جوں سفید رنگ کی ہوگی۔ اسی طرح اگر سرخ بالوں میں ہوگی تو اس کا رنگ بھی سرخ ہوگا۔

کہتے ہیں کہ جوں کی مادہ نر سے بڑی ہوتی ہے اور جوں انڈے دیتی ہے۔ جوں مرغیوں' کبوتروں وغیرہ میں بہت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح بندروں کے بھی جوں پیدا ہوتی ہے۔ قملۃ النسر (یعنی گدھ کی جوئیں) پہاڑی مقامات میں ہوتی ہیں ان کو فارسی میں ''درہ'' کہتے ہیں۔ یہ جوں بہت ہی زہریلی ہوتی ہے اور جب کسی کے کاٹ لیتی ہیں تو اس کو ہلاک کر دیتی ہیں۔

حدیث میں جوں کا تذکرہ:

حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی یہ حدیث نقل کی ہے:۔

''حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبت کس کو اٹھانی پڑی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کو سب سے زیادہ مصیبت اٹھانی پڑی۔ حضرت سعیدؓ نے عرض کیا کہ انبیاء کے بعد کن کو؟ آپؐ نے فرمایا کہ علماء کو' پھر حضرت سعید نے عرض کیا کہ علماء کے بعد کن کو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ صالحین کو اور ان میں سے کسی کو جوؤں کی اذیت (مصیبت) میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض جوؤں کی وجہ سے ہلاک بھی ہو گئے اور بعض کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ ان میں سے بعض کے پاس سوائے ایک عباء (جو ان کے بدن پر ہوتی تھی) اور کوئی کپڑا نہ تھا مگر پھر بھی ان میں ہر ایک مصیبتوں اور اذیتوں پر ایسے خوش ہوتے (راضی ہوتے) جیسا کہ تم لوگ عطیات ملنے پر خوش ہو سکتے ہو''۔

فائدہ:۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جوں (قمل) جو آل فرعون پر مسلط کی گئی تھی وہ کس قسم کی جوں تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ وہ جوں جو آلِ فرعون پر مسلط کی گئی تھی وہ ''سلسلی یا سُر سُری'' تھی جو اکثر گندم وغیرہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ مجاہد' قتادہ' سدی اور کلبی وغیرہ کے مطابق وہ ایک چھوٹی قسم کی ٹڈی تھی جس کو ''دبار'' کہتے ہیں۔ اس کے پر نہیں ہوتے۔ عکرمہ نے کہا ہے کہ وہ بنات الجراد یعنی ٹڈیوں کے بچے تھے۔ ابوعبیدہ کے مطابق وہ حمنان (ایک قسم کی چیچڑی) تھیں۔ اور ابوزید نے کہا ہے کہ وہ ایک پسو کی قسم سے تھی۔ حسن اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے۔ عطاء الخراسانی نے کہا ہے کہ یہ وہ

جوئیں تھی جو انسانوں کے بالوں یا کپڑوں میں پیدا ہو جاتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بار مصر کے قصبہ عین شمس میں گئے۔ اس قصبہ میں ایک جھیل تھی جس کو "اعفر جھیل" کہتے تھے۔ اس جھیل کے کنارے ایک ٹیلہ تھا۔ اس ٹیلہ پر پہنچ کر آپ نے اپنا عصا مارا جس سے وہ ٹیلہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور اُن ریزوں نے جوؤں کی شکل اختیار کر لی پھر وہ پورے مصر میں پھیل گئیں اور وہاں کے کھیتوں اور باغوں میں جو کچھ بھی تھا سب کو کھا کر صاف کر دیا۔ اس کے بعد وہ جوئیں آبادی میں گھس گئیں اور لوگوں کے کپڑوں اور بدنوں پر چمٹ گئیں اور ان کو کاٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ جب وہاں کا کوئی بھی شخص کھانا کھانے بیٹھتا جوئیں اس میں بھر جاتیں۔

کہتے ہیں کہ قبطی لوگ جوؤں کی اذیت سے زیادہ اور کسی اذیت میں مبتلا نہیں ہوئے۔ کیونکہ جوئیں ان کے کھانے کی چیزوں، مشروبات، رہنے کی جگہ، کپڑوں، بالوں، آنکھوں اور پلکوں پر اس طرح جم گئی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا جیسے ان کے چیچک نکل آئی ہو۔ چنانچہ ان لوگوں کا سونا یا آرام کرنا حرام ہو گیا تھا۔ لہٰذا تمام لوگ چیختے، چلاتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ ہماری توبہ ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ یہ بلا ہم پر سے ٹل جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے جوؤں کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سے اٹھالیا۔

قرآن پاک میں جوں کا تذکرہ:

کہتے ہیں کہ قبطیوں پر جوؤں کا عذاب ایک ہفتہ تک مسلط رہا اور یہ عذاب ان پانچ نشانیون میں سے تھا جو قرآن پاک کی اس آیت میں مذکور ہے: **فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَ ادَوَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ** (پھر بھیجا ہم نے ان پر طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون نشانیاں جدا جدا۔

یعنی مذکورہ پانچ بلائیں (عذاب) ان پر یکے بعد دیگرے نازل ہوتی رہیں اور ہر عذاب ان پر ایک ہفتہ تک مسلط رہا اور ہر دو عذاب کے درمیان ایک مہینہ کا وقفہ رہا۔

حضرت ابن عباسؓ، سعید بن جبیرؒ، قتادہ اور محمد بن اسحاق وغیرہ نے آیت "**فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَان**" الخ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو فرعون اور اس کے متبعین نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور اپنے کفر اور بنی اسرائیل کی اذیت رسانی پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پے در پے عذابات نازل فرمانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ پہلے ان کو قحط اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کیا گیا۔ اس پر بھی جب وہ متنبہ نہ ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا فرمائی اور بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ:

"اے میرے رب تیرے بندہ فرعون نے ملک میں سرکشی، بغاوت اور غرور پر کمر باندھ رکھی ہے اور اس کی قوم نے جو تجھ سے عہد کیا تھا اس کو انہوں نے پامال کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ ان کو عذاب میں گرفتار کر دیجئے تا کہ یہ میری قوم بنی اسرائیل اور آلِ فرعون کے لیۓ نصیحت اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت ہو"۔

چنانچہ ان پر اللہ تعالیٰ نے بارش کا طوفان نازل فرمایا۔ قبطیوں اور بنی اسرائیل کے مکانات ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے مگر طوفان کا پانی صرف قبطیوں کے مکانات میں داخل ہوا اور بنی اسرائیل کے مکانات پانی سے محفوظ رہے۔ چنانچہ جو قبطی کھڑا تھا اس کے گلے تک پانی آ گیا اور جو بیٹھا یا لیٹا ہوا تھا وہ ڈوب کر مر گیا۔ قبطیوں کی تمام مزروعہ اراضی پانی میں غرقاب ہو گئی اور وہ اس میں بوائی جتائی کا

کام بھی نہ کر سکے۔

قبطی جب اس عذاب میں گرفتار ہوئے اور خلاصی کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور گڑگڑانے لگے کہ اگر یہ عذاب آپ کی دعا کی وجہ سے ہم پر سے ٹل گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے اور نبی اسرائیل کو آپ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ عذاب اٹھالیا۔ پھر ان کے کھیتوں اور باغات وغیرہ میں غلہ' پھلوں اور چارہ وغیرہ کی اس قدر افراط ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔

چنانچہ قبطی اس فراوانی کو دیکھ کر اپنے عہد سے پھر گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ پانی طوفان نہیں تھا بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر انعام تھا۔ اس لئے نہ ایمان لانے کا سوال ہے اور نہ بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیجنے کا۔ چنانچہ یہ لوگ ایک ماہ تک آرام سے رہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر ٹڈیوں کا عذاب نازل کر دیا۔ چنانچہ ٹڈیوں نے ان کے کھیتوں اور باغات کی تمام پیداوار کھالی۔ یہاں تک کہ درختوں کو بھی بے برگ کر دیا اور اس کے بعد وہ ٹڈیاں ان کے گھروں میں گھس گئیں اور ان کے گھروں کی چھتوں' کیواڑوں اور کھونٹیوں تک کا صفایا کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے اوڑھنے' بچھونے اور پہننے کے کپڑے تک ان ٹڈیوں نے چاٹ لئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبطی شدید اذیت میں گرفتار ہو گئے اور بھوکوں مرنے لگے۔ چنانچہ مایوس ہو کر وہ پھر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشامدیں کرنے لگے۔ حضرت موسیٰ کو پھر ان بدبختوں پر ترس آ گیا اور آپ نے دعا کر کے ٹڈیوں کی بلا ان پر سے دفع کرادی۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے میدان میں کھڑے ہو کر اپنے عصا سے اشارہ فرمایا تو آپ کے اشارہ سے تمام ٹڈیاں جس طرف سے آئی تھیں اسی طرح اکٹھی ہو کر واپس چلی گئیں۔ چنانچہ قبطی پھر آرام سے رہنے لگے مگر حسب سابق اپنے وعدہ سے مکر گئے۔ اسی طرح ایک ماہ ہو گیا۔ جب ایک ماہ پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل فرما دیا۔ پس مینڈک ان کے گھروں' بستروں' کپڑوں' کھانے پینے کی اشیاء وغیرہ میں گھس گئے۔ غرضیکہ کوئی بھی جگہ مینڈکوں سے خالی نہ رہی۔ حتیٰ کہ اگر وہ بات کرتے تو مینڈک کود کر ان کے منہ میں بھی گھسنے کی کوشش کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی ہانڈیوں میں سالن و دیگر چیز پکاتے ہوئے آ کر گر جاتے' ان کے گندھے ہوئے آٹے میں گھس جاتے۔ اگر کوئی شخص سوتا تو مینڈک اس قدر تعداد میں اس کے بدن اور پلنگ وغیرہ پر جمع ہو جاتے کہ اس کو کروٹ لینی بھی مشکل ہو جاتی اور وہ خوف زدہ ہو کر چیخنے چلانے لگے۔ چنانچہ جب تمام قبطی عاجز آ گئے اور کوئی راہ نہ پائی تو ان کو پھر حضرت موسیٰ کی یاد آئی اور وہ روتے چلاتے اور گریہ زاری کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماقبل کی طرح التجاء و وعدہ کیا۔ حضرت موسیٰ نے دعا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مینڈکوں کے عذاب سے نجات دے دی لیکن اس کے بعد بھی وہ کفر پر قائم رہے۔

چنانچہ ایک ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر خون کا عذاب مسلط کر دیا اور ان پر خون برسایا گیا۔ دریائے نیل میں پانی کے بجائے خون بہنے لگا۔ ان کے شہروں کے تمام کنوئیں اور چشمے خون سے بھر گئے۔ غرضیکہ جہاں کہیں بھی پانی موجود تھا یا ہو سکتا تھا وہ تمام جگہیں خون سے بھر گئیں۔ تمام قبطی شدید پریشان ہو گئے کیونکہ یہ عذاب صرف قبطیوں کے لئے تھا اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس سے محفوظ رکھا۔ چنانچہ جب قبطی پیاس سے تڑپنے لگے تو فرعون کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ہم کیا کریں۔ ہم سخت اذیت میں ہیں ہمارے لئے پانی کا انتظام کریں۔ فرعون جو کہ خود اسی عذاب میں مبتلا تھا کہنے لگا کہ تم پر جادو کیا گیا ہے اور یہ جادو بے شک موسیٰ (علیہ السلام) نے کیا ہے۔

پھر اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو طلب کیا (بنی اسرائیل اس وقت فرعون کی قید میں تھے) اور ایک قبطی عورت کو بلایا اور ایک

برتن میں بنی اسرائیل کی عورت سے پانی بھروایا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل کی اس عورت نے برتن میں پانی بھرا تو وہ خون میں تبدیل نہ ہوا بلکہ پانی ہی رہا۔ فرعون نے قبطی عورت سے کہا کہ وہ اس برتن سے پانی پی لے مگر اسی بنی اسرائیل کی عورت کے ہاتھ سے۔ چنانچہ جیسے ہی قبطی عورت نے برتن کو ہاتھ لگایا اور پینے کے ارادہ سے برتن کو اپنی طرف جھکایا تو فوراً اس کی طرف کا پانی خون بن گیا جبکہ بنی اسرائیل کی عورت کے طرف کا پانی خون نہ بنا۔

غرض کہ قبطیوں نے بہت کوشش کی کہ کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے یا تعاون سے ان کی پیاس بجھ جائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ جیسے ہی وہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو پانی لانے اور پلانے کا حکم دیتے تو وہ پانی خون بن جاتا جبکہ بنی اسرائیل کے لئے وہ پانی ہی رہتا۔ چنانچہ ایک قبطی عورت جو کہ پیاس سے بہت بیتاب تھی اس نے بنی اسرائیل کی ایک عورت کو حکم دیا کہ وہ اپنے منہ میں پانی بھرے اور پھر وہ پانی اس کے منہ میں منتقل کردے۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی اس عورت نے برتن سے پانی کا گھونٹ بھرا اور پھر اس پانی کو بطور کلی قبطی عورت کے منہ میں منتقل کیا لیکن جیسے ہی وہ پانی قبطی عورت کے منہ میں گیا خون بن گیا۔

ادھر فرعون بھی پیاس کی شدت سے پریشان ہوگیا۔ چنانچہ جب وہ ہر طرف سے پریشان ہوگیا تو درختوں کی ہری ٹہنیوں اور ڈنٹھلوں کو چبانے لگا تاکہ ان میں موجود تری سے کچھ تسکین ہو مگر ان ٹہنیوں وغیرہ سے سوائے نمک اور کھار کے وہ کچھ بھی حاصل نہ کرسکا۔ چنانچہ ایک ہفتہ ایسے ہی گزر گیا۔ حالت دگرگوں ہوگئی تو پھر موسیٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے لئے دعا فرمایئے تاکہ ہم کو اس عذاب سے نجات ملے۔ ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور تمام بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دعا قبول کرتے ہوئے ان پر سے خون کا عذاب ہٹا دیا۔ مگر اس کے بعد بھی قبطی اپنے وعدوں سے ہٹ گئے اور ایمان نہ لائے۔ چنانچہ جب تمام حاجتیں پوری ہوگئیں تو بحر قلزم میں غرقابی کا آخری عذاب آیا۔

(جب ہٹا لیا ہم نے ان پر سے وہ عذاب) اس آیت کی تفسیر میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہی پانچ قسم کے عذاب ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ مگر ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''رجز'' سے مراد طاعون ہے اور قبطیوں پر مذکورہ پانچ عذاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے طاعون مسلط کردیا تھا۔ چنانچہ اس بیماری سے صرف ایک دن میں ستر ہزار قبطی ہلاک ہوگئے تھے۔

''رجز'' سے جو خاص عذاب یعنی طاعون مراد ہونے پر حضرت ابن جبیر نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں طاعون کو ''رجز'' کہا گیا ہے۔ حدیث یہ ہے:۔

''عامر بن سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو حضرت اسامہؓ بن زید سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے طاعون کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہے تو حضرت اسامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے تو حضرت اسامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ''طاعون'' ایک عذاب ہے جو کہ بنی اسرائیل یا تم سے پہلے کسی دوسری امت میں بھیجا گیا تھا۔ لہٰذا اگر تم سنو کہ کسی شہر میں طاعون پھیل رہا ہے تو اس شہر میں مت جاؤ اور اگر تم اس شہر میں موجود ہو تو وہاں سے بھاگو نہیں''۔

سعید بن جبیر اور محمد بن منکدر وغیرہ کا قول ہے کہ فرعون نے چار سو برس حکومت کی اور چھ سو بیس برس کی عمر پائی۔ اس مدت میں اگر اس کو ایک دن بھی بھوک کی یا ایک رات بخار کی یا ایک گھنٹہ بھر کسی بھی درد کی اذیت پہنچتی تو وہ ہرگز ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔

فائدہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوں کو کھجور کی گٹھلی سے مارنے کو منع فرمایا۔ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی بہت سی ضروریات میں

کام آتی ہے۔عرب کے لوگ بوقت ضرورت گٹھلی کو کھالیا کرتے تھے۔ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کہتے ہیں کہ کھجور کی گٹھلی کی پیدائش اس مٹی سے ہوئی تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بناتے وقت بچ گئی تھی۔دوسرے یہ کہ گٹھلی عرب کے جانوروں کا چارہ (غذا) بھی ہے۔

شرعی حکم

جوؤں کو کھانا بالاتفاق منع ہے۔مگر محرم کے بدن پر جوئیں پڑ جائیں تو ان کو بدن پر سے دور کر دینا مکروہ نہیں ہے اور اگر محرم جوں کو مار ڈالے تو اس پر کوئی شے واجب نہیں ہوتی۔لیکن محرم کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سر یا ڈاڑھی سے جوئیں نکالے اور اگر ایسا کر لیا اور سر یا ڈاڑھی سے نکلی ہوئی جوؤں کو مار ڈالا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اگرچہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔اور اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صدقہ صدقہ مستحبہ ہے لیکن بعض نے واجب بھی کہا ہے لیکن یہ صدقہ جوں کا فدیہ نہیں ہے کہ اس کے کھانے (حلال ہونے) پر دلالت کرے۔ بلکہ یہ صدقہ اس آسائش (سکون و آرام) کے لئے ہے جو اس کو حالت احرام میں سر یا ڈاڑھی سے جوئیں نکالنے پر حاصل ہوا ہے۔

ترمذیؒ نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع حاجت (بیت الخلاء) کے وقت جوں کو دیکھے تو اس کو مارے نہیں بلکہ دفن کر دے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع حاجت کے وقت کوئی جوں ہلاک کر دیتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں شب باشی کرتا ہے اور اس شخص کو چالیس دن تک ذکر اللہ سے غافل کر دیتا ہے اور ایسا شخص ہمیشہ غموں میں گھر رہتا ہے۔فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ جوں کو زندہ پھینکنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن ادب یہ ہے کہ اس کو مار ڈالے۔

طبی خواص

اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک جوں پکڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لے اور حاملہ عورت اس پر اپنا دودھ (دوھ کر) نکال کر ایک قطرہ ٹپکا دے۔اگر جوں اس دودھ کے قطرے میں سے رینگ کر نکل آئے تو حمل لڑکی کا ہے اور اگر دودھ سے نہ نکل سکے تو لڑکا ہے۔اگر کسی کو پیشاب کا بند لگ جائے تو بدن کی ایک جوں لے کر احلیل میں رکھنے سے پیشاب جاری ہو جائے۔

اگر عورت اپنے سر کے بالوں کو آب سلق (چقندر کا پانی) سے دھونے لگے تو اس کے سر میں کبھی جوں نہیں پڑ سکتی۔اسی طرح روغن قرطم سر میں لگانے سے جوں پیدا نہیں ہوتی۔اور اگر بدن کو سرکہ اور سمندر کے پانی سے دھودیں تو بدن پر موجود تمام جوئیں مر جائیں گی۔ اگر تلی کے تیل میں پارہ ملا کر سر اور بدن پر ملا جائے تو سر اور کپڑوں میں جوئیں نہیں پڑیں گی۔

جاحظ نے کہا ہے کہ مجذومین (جزام کے مریض) کے کپڑوں اور بدن پر جوئیں پیدا نہیں ہوتیں۔ابن جوزی نے فرمایا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ جذام والے کو جوؤں سے سخت اذیت ہوتی ہے۔کیونکہ اگر جوئیں اس کے بدن پر کاٹتیں تو اس کے خارش ہوتی اور وہ سخت اذیت میں مبتلا ہو جایا کرتا۔چنانچہ جذام کے مریض کو اللہ تعالیٰ نے جوؤں سے مامون فرمادیا۔

اگر زندہ جوں کھانے میں گر جائے تو اس کھانے کو کھانے سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔چنانچہ ابن عدی نے اپنی کامل میں ابوعبداللہ الحکم بن عبداللہ الایلی کے حالات میں باسناد صحیح لکھا ہے:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چھ خصائل ایسے ہیں کہ جن سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ چوہے کا جھوٹا کھانا' زندہ جوں کو بغیر مارے پھینک دینا' بند (ٹھہرے ہوئے) پانی میں پیشاب کرنا' قطار کا توڑ دینا' گوند چبانا اور ترش (کھٹا) سیب کھانا''۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ قبروں کی تختیاں (کتبہ) پڑھنا' دو عورتوں کے درمیان چلنا' مصلوب یعنی جس کو سولی یا پھانسی دی جائے

اس کو دیکھا' ہرا دھنیا کھانا اور گرم روٹی کھانا' ان سب چیزوں سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ عام لوگوں کا خیال ہے کہ کالے رنگ کے جوتے پہننے سے بھی نسیان لاحق ہوتا ہے۔ حلوہ کھانے' شہد پینے' اور ٹھنڈی روٹی کھانے سے ذہن تیز ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ شیخ ابو حامدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مصلی اپنے کپڑوں پر جوں یا پسو دیکھے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔ لیکن اگر اس کو کا پنے ہاتھ سے جھاڑ دے یا اس کو نماز سے فارغ ہونے تک روکے رکھے تو اس میں کوئی حج نہیں۔

قمولی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مصلی جوں کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد سے باہر پھینک دے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ:۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جوں کو کہیں پالے (اپنے کپڑوں یا کسی اور جگہ) تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو اپنے کپڑوں میں رکھے اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو مسجد سے باہر پھینک دے''۔

تعبیر

جوؤں کو خواب میں دیکھنے کی چند سورتیں ہیں۔ چنانچہ اگر کسی نے کسی نئی قمیض میں جوں دیکھی تو اس کی تعبیر مال ہے اور اگر یہی خواب کسی بادشاہ نے دیکھا تو اس کی تعبیر لشکر اور مددگاروں سے دی جاتی ہے۔ اور اگر یہی خواب کسی والی (حاکم) نے دیکھا تو اس کی تعبیر دولت میں زیادتی ہے۔ اور اگر کسی نے جوں کو کسی پرانے کپڑے (جو وہ پہنتا ہو) پر دیکھا تو اس کی تعبیر قرض سے لی جاتی ہے جس کے بڑھنے کا اندیشہ ہے۔

اگر کسی نے خواب میں جوں کو زمین پر رینگتے ہوئے دیکھا تو اس کی تعبیر کمزور دشمن سے لی جاتی ہے اور اگر خواب میں جوں کے کاٹنے سے خارش ہونے لگے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ قرض خواہ اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مونث جوں کی تعبیر عورت سے کی جاتی ہے۔ ایک شخص علامہ ابن سیرینؒ کے پاس آیا اور اپنا خواب بیان کیا کہ خواب میں ایک شخص آیا اور آ کر میری آستین سے جوں پکڑ لی اور پھر اس کو زمین پر گرا دیا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے اس شخص کو تعبیر دی کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو گے اور طلاق کا سبب وہ شخص ہوگا۔ چنانچہ کچھ دن بعد ایسا ہوا۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ جوں اس کے سینے پر اڑ رہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے اس کا نوکر یا غلام یا اس کا لڑکا بھاگ جائے گا۔ بہت سی جوؤں کو اکٹھا خواب میں دیکھنے کی تعبیر بیماری سے لی جاتی ہے۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ جوں کھا رہا ہے' تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص کسی مالدار آدمی کی غیبت کرے گا۔

القمقام

قمقام: چھوٹی چھوٹی جوؤں کو کہتے ہیں۔ یہ جوؤں کی ہی ایک قسم ہوتی ہے جو بالوں کی جڑوں میں سختی سے چپکی رہتی ہیں۔ اس کا واحد قمقامۃ ہے۔ اس قسم کی جوں کو عامۃ الطبوع بھی کہتے ہیں۔

قُنْدُرْ

(جند بادستر) **قندر:** قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا حیوان ہے جو خشکی و پانی دونوں جگہ میں رہتا ہے لیکن زیادہ تر یہ پانی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ بڑی بڑی نہروں میں پایا جاتا ہے اور ان کے کناروں پر اپنا گھر بناتا ہے۔ اس کے گھر میں دو دروازے ہوتے ہیں۔ مچھلیوں

کو کھاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ قندر ایک آبی جانور ہے۔ جس کا رنگ سرخ اور دم چوڑی ہوتی ہے اور اس کی کھال سے پوستین بنائی جاتی ہے۔

القندسُ

(پانی کا کتا) قندس: ابن وحیہ نے کہا ہے کہ قندس پانی کے کتے کو کہتے ہیں۔ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ باب الکاف میں کلب الماء میں آئے گی۔

القنعاب

قنعاب: سنجاب کے مانند ایک جانور ہے جو پہاڑی بکرے کی قسم میں سے ہے۔

القنفذ

(سیہی، خار پشت) قنفذ: فاء پر ضمہ اور فتحہ دونوں مستعمل ہیں۔ یہ ایک خشکی کا جانور ہے اس کی کنیت ابوسفیان، ابوالشوک ہیں۔ مادہ کی کنیت ام دلدہ ہے اور اس کی جمع "قنافذ" آتی ہے۔ اس کو "عساعس" بھی کہتے ہیں (عساعس رات میں شکار ڈھونڈھنے والے بھیڑیئے کو کہتے ہیں) بسبب اس کے رات کو کثرت سے نکلنے سے۔ اس کو انقد بھی کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ جب یہ جانور (سیہی) بھوکا ہوتا ہے تو سر اوندھا کر کے انگور کی بیلوں پر چڑھا جاتا ہے اور انگور کے خوشے کاٹ کاٹ کر نیچے گرا دیتا ہے۔ پھر نیچے اتر کر ضرورت کے مطابق اس میں سے کاٹ لیتا ہے اور باقی خوشوں پر لوٹ کر ان کو اپنے ٹانگوں میں پھنسا لیتا ہے اور پھر ان کو لے جا کر اپنے بچوں کے سامنے ڈال دیتا ہے۔ یہ جانور صرف رات کو ہی نکلتا ہے۔

سیہی سانپوں کو بہت شوق سے کھاتی ہے اور اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اگر سانپ بھی اس کو ڈس لیتا ہے تو یہ شعتر برگ (پودینہ) کھا کر شفایاب ہو جاتی ہے۔ قنفذ کی دو اقسام ہیں۔ ایک تو وہ ہے جس کو قنفذ کہتے ہیں۔ یہ مصر میں پائی جاتی ہے اور چوہے کے برابر ہوتی ہے۔ اس کی دوسری قسم دلدل کہلاتی ہے اور یہ شام و عراق میں پائی جاتی ہے اور یہ کلب قلطی کے برابر ہوتی ہے۔ ان دونوں قسموں مین وہی نسبت ہے جو چوہے اور گھونس میں ہوتی ہے۔ سیہی کے منہ میں پانچ دانت ہوتے ہیں۔ خشکی کا خار پشت (نر سیہی) کھڑا ہو کر جفتی کرتا ہے۔ اس طریقہ پر کہ نر کی پشت مادہ کے شکم سے چسپاں ہو جاتی ہے۔

حضرت قتادہؓ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا روشن ہو جانا

طبرانی نے اپنی معجم الکبیر میں اور حافظ ابن المنیر الحلبی و دیگر محدثین نے حضرت قتادہ بن النعمانؓ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات بہت ہی اندھیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ جب عشاء کس وت قریب آیا تو میں نے سوچا کہ اگر آج عشاء کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھنے کا موقع مل جائے تو میں اس کو بہت غنیمت سمجھوں۔ چنانچہ میں چل دیا اور جب مسجد شریف میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیکھ کر فرمایا۔ "قتادہ!" میں نے جواب دیا "لبیک یا رسول اللہ!" پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ سمجھ کر آج کی رات نمازیوں کی تعداد کم ہو گی تو کیوں نہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کروں۔ یہ سن

کر حضورؐ نے فرمایا کہ نماز سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

چنانچہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے کھجور کی ایک شاخ جو کہ آپ کے دستِ مبارک میں تھی مجھ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ یہ (شاخ) تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے دس چراغوں کا کام دے گی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری عدم موجودگی میں ایک شیطان تمہارے گھر میں گھس آیا ہے لہٰذا یہ شاخ لیجاؤ یہ راستہ بھر تم کو روشنی دے گی۔ جب تم گھر پہنچو گے تو وہ شیطان تم کو گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ملے پس اس کو اس شاخ سے مارنا۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد شریف سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہوا تو وہ شاخ تمام راستے مشعل کی طرح روشن رہی۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ تمام گھر والے سو رہے ہیں۔ چنانچہ میں گھر کے گوشہ کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہاں ایک خارپشت (سیہی) بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اس کھجور کی شاخ سے مارا۔ وہ مار کھا کر گھر سے بھاگ گیا۔

بیہقی نے دلائل النبوۃ کے آخر میں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سے جن کا نام "سماک بن خرشہ" تھا، روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جب میں رات کے وقت سونے کے لئے بستر پر لیٹا تو مجھے چکی کے چلنے اور شہد کی مکھیوں کی طرح بھنبھنانے کی آواز سنائی دی اور ایسی روشنی معلوم ہوئی جیسا کہ بجلی چمکتی ہے۔ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ کو صحن میں کسی چیز کی سیاہ پرچھائی معلوم ہوئی جو تبدریج بلند ہوتی اور پھیلتی جارہی تھی۔ مین اٹھا اور اس کے قریب جا کر اس پر ہاتھ پھیرا تو مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا میں کسی خارپشت کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ پھر میرے سینہ پر ایک آگ کی سی لپٹ آ کر لگی۔ یہ واقعہ سن کر آں نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے دجانہ! یہ تمہاری گھریلو آسیب ہے۔ پھر آپؐ نے کاغذ اور قلم طلب فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لکھو۔

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ھذا کتاب من محمد رسول رب العالمین الی من یطرق الدار من العمار و الزوار الا طار قایطرق بخیر اما بعد!فان لنا ولکم فی الحق سعة فان کنت عاشقاد و لعًاو فاجرًا مقتحمًافھذا کتاب اللّٰہ ینطق علینا و علیکم بالحق اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَرُسُلُنَا یَکْتُبُوْنَ مَاتَمْکُرُوْنَ اتر کو اصاحب کتابی ھذاو انطلقو الی عبدة الاصنام والی من یزعم ان مع اللّٰہ الھا اٰخر آلا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ" اِلَّا وَجْھَہٗ لَہُ الْحُکْمَ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ حٰمٓ لا ینصرون حٰم عٓسٓقٓ تفرق اعداء اللّٰہ وبلغت حجة اللّٰہ ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظِم فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُو السَّمِیْعُ الْعَلِیْم"

حضرت ابودجانہؓ فرماتے ہیں کہ حضور نے مذکورہ کلمات حضرت علیؓ سے کاغذ پر لکھوا کر مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے اس کاغذ کو لپیٹ لیا اور پھر اس کو گھر لے کر آیا اور سوتے وقت اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گیا۔ کچھ دیر بعد سوتے ہوئے مجھے کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دی جس سے میری آنکھ کھل گئی او میں اٹھ بیٹھا۔ میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اے ابادجانہ تُو نے ہم کو پھونک دیا۔ تجھ کو اپنے صاحبؐ کی قسم اس خط کو اپنے پاس سے ہٹا لے، ہم تیرے گھر یا تیرے پڑوس یا جہاں کہیں بھی یہ خط ہوگا کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔

حضرت ابودجانہ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد جنوں کی چیخ وپکار سے تمام رات میں نہ سوسکا اور مجھے رات کاٹنی دوبھر ہوگئی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نماز پڑھنے مسجد نبوی پہنچا اور بعد فراغت نماز میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کا ماجرا بیان کیا۔ آپؐ نے تمام واقعہ سن کر فرمایا اے ابودجانہؓ اب تم اس خط کو وہاں سے ہٹا دو ورنہ اس ذات کی قسم جس نے مجھ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے (جن وغیرہ) قیامت تک اس عذاب میں مبتلا رہیں گے"۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ کے نزدیک قنفذ کا گوشت کھانا جائز ہے اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اہل عرب اس کو بہت رغبت سے کھاتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو حلال کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سیہی کا گوشت کھانا جائز نہیں۔

طبی خواص

اگر خارپشت کا پتا بدن کے اس حصہ پر مل دیا جائے جہاں کے بال اکھاڑے گئے ہوں تو پھر اس حصہ پر بال نہ پیدا ہوں گے۔ اگر اس کا پتا آنکھوں میں بطور سرمہ کے استعمال کیا جائے تو آنکھوں کی سفیدی کو ٹھیک کردے گا اور اگر اس کے پتا کو بہق (برص) پر قدرے گندھک کے ساتھ ملا کر لگائیں تو بہق زائل ہوجائے گا۔ اور اگر اس کا پتا تھوڑا سا پی لیا جائے تو جذام' سل اور زہیر (پیچش) (کو فائدہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے پتا کو روغن گلاب میں حل کر کے کسی بہرہ شخص کے کان میں ٹپکایا جائے تو انشاء اللہ اس کا بہرہ پن جاتا رہے گا۔ بشرطیکہ اس علاج کو کئی دن تک کیا جائے۔ سیہی کا گوشت کھانے سے مندرجہ ذیل بیماریوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ جذام' سل اور تشنج۔ اگر اس کی چربی' خون اور اس کے پنجہ کی مالش اس شخص کے کی جائے جو عورت سے صحبت کرنے کے قابل نہ ہو تو مالش کرنے سے اس کی یہ کمزوری جاتی رہے گا۔ اگر اس کی تلی شہد کی شراب میں ملا کر اس شخص کو پلائی جائے جو تلی کے درد میں مبتلا ہو تو انشاء اللہ اس کو فائدہ ہوگا۔ اگر اس کو معدہ سکھا کر سیاہ چنے کے پانی کے ساتھ پیس لیں اور پھر اس شخص کو پلائیں جس کو عسر البول کی شکایت ہو تو اس کو انشاء اللہ فوری آرام ہوگا۔

اگر سیہی کو مار کر اس کا سر کسی ایسی تلوار سے کاٹا جائے جو کسی انسان پر نہ چلائی گئی ہو اور ہر اس سر کو کسی مجنوں یا مصروع یا کسی حواس باختہ کے جسم پر لٹکایا جائے تو انشاء اللہ اس کی یہ بیماریاں جاتی رہیں گی۔

اگر زندہ سیہی کے داہنے پاؤں کا ایک پارچہ (ٹکڑا) اس شخص پر جو گرم وسرد بخار یعنی تپ لرزہ میں مبتلا ہو اس کی بے خبری میں کسی کتان کے کپڑے میں لپیٹ کر اس کے بدن پر لٹا دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔ اگر سیہی کی داہنی آنکھ میں اوٹا کرتانبے کے برتن مین رکھ لی جائے اور پھر جو بھی شخص اس کو بطور سرمہ استعمال کرے تو رات کے وقت بھی کوئی شے اس کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور ہر چیز اس کو اس طرح دکھائی دے گی جیسے دن میں نظر آتی ہے چنانچہ اس کا استعمال عار اور چالاک لوگ جیسے چور وغیرہ' کرتے ہیں۔

اگر اس کی بائیں آنکھ تیل میں ابال لی جائے اور پھر اس تیل کو کسی شیشی میں بھر کر رکھ لیا جائے اور پھر اس تیل میں ایک سلائی ڈبو کر کسی ایسے شخص کو سونگھا دیا جائے جس کو سلانا (نیند لانا) مقصود ہو تو وہ شخص فوراً سو جائے گا۔ اگر اس کے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کی دھونی کسی بخار والے شخص کو دی جائے تو اس کا بخار ختم ہوجائے گا۔

اگر اس کی تلی پکا کر کھالے تو انشاء اللہ اس کو آرام آجائے گا۔ اگر اس کا پتا پرانے گھی میں ملا کر عورت اس کی مالش کرے تو اس کا حمل ضائع ہوجائے گا۔ اس کا خون اگر کتے کے کاٹنے کی جگہ پر لگایا جائے تو کافی سکون ملتا ہے۔ اس کا نمک پڑا ہوا گوشت (جس گوشت میں نمک ملایا گیا ہو) داء الفیل (فیل پا کی بیماری) اور جذام کو نافع ہے۔ اور جو شخص نیند میں بستر پر پیشاب کرلیتا ہو اس کے لئے بھی بہت

فائدہ مند ہے۔

اگر اس کو شراب میں ملا کر ایسے شخص کو پلایا جائے جو بیماری سے عاجز آ چکا ہو تو اس کی بیماری ختم ہو جائے گی۔ اگر اس کا دل چوتھیا بخار والے کے بدن پر لٹکا دیا جائے تو اس کا بخار جاتا رہے گا۔ اگر مجذوم کے بدن پر اس کی چربی کی مالش کی جائے تو کافی فائدہ ہوگا۔

تعبیر

سیہی کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر مندرجہ ذیل امور کی طرف دلالت کرتی ہے:۔

مکر، دھوکہ بازی، تجسس، کسی کو حقیر سمجھنا، تنگ دلی، جلدی غصہ آنا۔

اور بعض اوقات اس کی تعبیر ایسے کینہ وفساد پر دلالت کرتی ہے، جس میں نوبت جنگ وجدال تک پہنچ جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

القنفذ البحری

قنفذبحری: دریائی سیہی۔ قزوینیؒ نے لکھا ہے کہ دریائی سیہی کا اگلا حصہ خارپشت بری جیسا اور پچھلا حصہ مچھلی جیسا ہوتا ہے۔ اس کا گوشت نہایت عمدہ ہوتا ہے اور عسر البول کے علاج میں بے حد مفید ہے۔ اس کے بال بہت نرم ہوتے ہیں۔

القنفشة

قنفشة: ایک کیڑے کو کہتے ہیں اس کو دیہاتی لوگ خوب پہچانتے ہیں۔ ابن سیدہؒ نے ایسا ہی لکھا ہے۔

اَلقَهُبی

هبی: قاف پر فتحہ ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ نر (مذکر) چکور کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ قہبی مکڑی کو کہتے ہیں۔

القهيبة

قهيبة ایک پرندہ ہے جو مکہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ سفید اور سبز رنگ کا ہوتا ہے۔ ابن سیدہؒ نے کہا ہے کہ یہ چکور کی قسم میں سے ہے۔

القوافر

قِ افر: مینڈک کو کہتے ہیں۔ اس کا بیان ضاد معجمہ کے باب میں ضفادع کے عنوان سے گزر چکا ہے۔

القواع

قواع قاف پر ضمہ ہے۔ مذکر (نر) خرگوش کو کہتے ہیں۔

القوبع

قوبع قاف پر ضمہ اور باء پر فتحہ ہے۔ایک سیاہ رنگ کا پرندہ ہے جس کی دم سفید ہوتی ہے۔ یہ اپنی دم کو مسلسل ہلاتا رہتا ہے۔

القوثع

قوثع: ثا پر فتحہ ہے۔نر شتر مرغ کو کہتے ہیں۔اس کا بیان باب الظاء میں گزر گیا۔

القوق

قوق: قاف پر ضمہ ہے۔ایک آبی پرندے کو کہتے ہین جس کی گردن لمبی ہوتی ہے۔عباب میں ایسا ہی لکھا ہے۔

قوقیس

ایک پرندہ قوقیس :قزوینیؒ کا بیان ہے کہ یہ پرندہ ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب اس کو شہوت ہوتی ہے اور اس کی جفتی کا وقت آتا ہے تو یہ اپنے گھونسلہ میں بہت سی لکڑیاں اوسوکھا ہوا گھانس پھونس جمع کر لیتا ہے۔ پھر نر اپنی چونچ مادہ کی چونس سے رگڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اس رگڑ سے ایک آگ پیدا ہو کر گھانس پھونس میں لگ جاتی ہے۔ چنانچہ اس آگ میں دونوں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ پھر جب بارش کا پانی ان کی راکھ پر پڑتا ہے تو اس پانی سے اس راکھ میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ ان کیڑوں کے بال و پر نکل آتے ہیں اور پھر وہ اپنے ماں باپ کی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں۔آخر کار جب یہ بچے بڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی جفتی کا وقت آتا ہے تو یہ بھی جل کر راکھ بن جاتے ہیں جس سے پھر نئے بچے پیدا ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔

قوقی

(مچھلی) قوقی: پہلے قاف پر ضمہ اور دوسرے قاف پر کسرہ ہے۔ یہ ایک عیب وغریب قسم کی بحری مچھلی ہے اس کے سر پر ایک نہایت طاقتور کانٹا ہوتا ہے۔جس سے وہ اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتی ہے۔ملاحوں کا بیان ہے کہ جب اس مچھلی کو بھوک لگتی ہے تو یہ کسی نہ کسی جانور پر جا گرتی ہے۔جس سے وہ جانور اس کو نگل جاتا ہے چنانچہ جب یہ اس کے پیٹ میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی آنتوں اور معدہ میں اپنا کانٹا مارنا شروع کر دیتی ہے جس سے اس جانور کو شدید تکلیف ہوتی ہے اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے۔ جب اس کو محسوس ہو جاتا ہے کہ وہ مر چکا ہے تو یہ اس کا پیٹ چیر کا باہر نکل آتی ہے اور وہ مردہ جانور اس کی اور دیگر پانی کے جانوروں کی خوراک بن جاتا ہے۔

جب کوئی شکاری اس کا شکار کرنا چاہتا ہے تو یہ اپنا کانٹا مار کر کشتی کو ڈبو دیتی ہے جس سے شکاری بھی ڈوب جاتے ہیں اور اس کی غذا بن جاتے ہیں۔ ملاح لوگ اس مچھلی کو اچھی طرح پہنچانتے ہیں اور اپنی کشتی پر اس مچھلی کی کھال چڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ خود اس کی کھال میں اس کا کانٹا اثر نہیں کرتا ہے۔قزوینی نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔

قیدالاوابد

(شریف النسل گھوڑا)قیــد الاوابــد :اس کوقیدالاوابداس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اپنی تیز رفتاری کی بناء پر شکاری جانوروں کو اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا یعنی کوئی بھی جانور اس سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔

''اوابد''و''حوش'' جنگلی جانوروں کو کہتے ہیں۔ چنانچہ امرالقیس شاعر کا قول ہے

''بمجرد قید الاوابدھیکل''

ایک کم اور مضبوط گھوڑے کے ذریعے جو وحشی جانوروں کی قید یعنی بیڑی ہے۔ یعنی ان کو آگے نہیں بڑھنے دیتا۔

قیق

''قیــق'' (پہلے قاف پر کسرہ ہے) اس سے مراد ایک پرندہ ہے جو جسامت میں فاختہ کے برابر ہوتا ہے۔ اہل شام اس پرندے کو ''ابازریق'' کہتے ہیں۔ یہ پرندہ لوگوں سے مانوس ہوتا ہے اور جلد ہی تعلیم وتربیت کو قبول کر لیتا ہے۔ تحقیق ''باب الزاء'' میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

ام قشعم

''ام قشعم'' (قاف کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد شتر مرغ، مکڑی، بجو، شیرنی وغیرہ ہیں۔

ابو قیر

''ابو قیر ''ابن اثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک معروف پرندہ ہے۔

ام قیس

''ام قیس ''اس سے مراد بنی اسرائیل کی گائے ہے۔ تحقیق ''باب الباء'' میں اور ''باب العین'' میں بھی اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

بابُ الکاف

الکبش

کبش: مینڈھے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اکبش اور کباش آتی ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کو دو سینگ، دار خصی مینڈھے جو رنگ میں سفید مائل بہ سیاہی تھے ذبح فرمائے اور جب ان کو قبلہ رخ لٹایا تو آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

" اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآاَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی قولہ وَاَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ". "

پھر فرمایا" اللّٰھم منک و الیک من محمد و امتک بسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر " یہ کہہ کر ان کے گلے پر چھری پھیر دی۔
حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بشرط مسلم صحیح ہے۔

ابن سعد نے اپنی طبقات میں روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام کو ہدیہ میں ایک ڈھال ملی جس پر ایک مینڈھے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اس تصویر پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو محو فرما دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس ڈھال پر عقاب کی تصویر بنی ہوئی تھی جو آپ کو بری معلوم ہوئی۔ جب آپؐ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو محو فرما دیا ہے۔

سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان لوگوں سے جو ماسوائے (دین) کے لئے فقیہ بنتے ہیں۔ علم حاصل کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے، عمل آخرۃ کے ذریعے دنیا طلب کرتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے مینڈھے کی اُون کے کپڑے پہنتے ہیں لیکن ان کے دل ایلوہ سے زیادہ تلخ ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ وہ مجھ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور مجھ سے مذاق کر رہے ہیں لیکن میں ان پر ایسی بلا مسلط کر دوں گا کہ جس کے دفعیہ میں حکیم بھی عاجز و حیران ہو جائے گا"۔

بیہقی نے شعب میں حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو اپنے سامنے سے آتے ہوئے دیکھا کہ وہ مینڈھے کی کھال پہنے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو اس کا دل اللہ تعالیٰ نے منور فرما دیا ہے۔ ایک دن وہ تھا جب میں نے دیکھا تھا کہ اس کے والدین اس کو عمدہ سے عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور پلاتے تھے اور یہ ایسا قیمتی لباس پہنے ہوئے تھا جس کو دو سو درہم میں خریدا گیا تھا مگر اب اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت نے اس اس حال میں پہنچا دیا۔ اور یہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔

صحیحین میں حضرت خباب ابن الارت سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ لہٰذا ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے وہ بھی ہیں جو مر گئے اور اپنے اجر میں سے (دنیا میں) کچھ نہ کھایا اور ان میں حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی ہیں۔ آپ غزوہ احد میں شہید ہوئے تو ان کو کفنانے کے لیے ایک پارچہ صوف (اون) کے علاوہ ہم کو کچھ دستیاب نہ ہو سکا۔ چنانچہ جب آپ کو غسل دے کر وہ اونی پارچہ (کپڑا) ان پر ڈالا گیا تو وہ اس قدر تنگ (چھوٹا) تھا کہ اگر ہم آپ کے پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھکتے تو پاؤں کھل جاتے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کپڑے سے ان کا سر ڈھک دو اور پیروں پر گھاس ڈال دو اور ہم میں وہ بھی ہیں کہ جن کا پھل پختہ (پک گیا) ہو گا اور اب وہ اس کو توڑنے والے ہیں (اس پھل سے وہ فتوحاتِ اسلامی مراد ہیں جو عہد خلافت میں حاصل ہوئیں)۔

قرآن پاک میں مینڈھے کا تذکرہ:

قرآن پاک میں مینڈھے سے متعلق یہ آیت کریمہ موجود ہے "وَفَدَیْنَاہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ " یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں ذبح ہونے کے لئے جنت سے ایک مینڈھا بھیج دیا۔

اس کو عظیم اس وجہ سے فرمایا گیا کیونکہ "بقول حضرت ابن عباسؓ" یہ مینڈھا چالیس سال تک جنت میں چرتا پھرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ

وہی مینڈھا تھا جس کو ہابیل نے نذر میں چڑھایا تھا اور اس کی نذر اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دستِ مبارک سے تمام کو پہنچ جاتی تو یہ بھی ایک سنت قائم ہو جاتی اور مسلمانوں کو اپنے فرزندان کی قربانی کرنی پڑتی۔

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ذبح کا حکم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے تھا یا حضرت اسحاق علیہ السلام کے لئے۔ چنانچہ قرائن و دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم قربانی حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے لئے ہی تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علماء نے مندرجہ ذیل دلائل دیئے ہیں۔

پہلی دلیل:۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت ذبح کے قصہ سے فراغت کے بعد اور اس کے متصل دی ہے۔ چنانچہ فرمایا'' فَبَشَّرْ نَاهَابِاِ سحٰقَ وَمِن وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ''یعنی بشارت دی ہم نے حضرت سارہ کو اسحٰق کی اور اسحٰق کے بیٹے یعقوب کی۔ اب اگر حضرت اسحٰقؑ علیہ السلام کو ذبیح مانا جائے تو اس آیت پر (نعوذ باللہ) یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحٰقؑ کی پشت سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پیدا ہونے کا وعدہ فرمایا تو پھر ان کو ذبح کرنے کا حکم دینے کے کیا معنی؟

دوسری دلیل:۔ محمدؒ بن کعب قرظی کا بیان ہے کہ ایک بار امیر المومنین حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ایک ایسے یہودی عالم سے جو کہ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام میں پختہ ثابت ہوئے تھے دریافت فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس نے جواب دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پھر اس کے بعد اس نو مسلم یہودی عالم نے کہا کہ اے امیر المومنین یہودی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا مگر یہودی محض مسلمانوں سے حسد رکھنے کی وجہ سے اس قصہ کو حضرت اسحٰقؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں کیونکہ وہ آپؑ کو اپنا باپ سمجھتے ہیں۔

تیسری دلیل:۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض میں جو مینڈھا اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا اس کے سینگ عرصہ دراز تک خانہ کعبہ میں لگے رہے اور ان پر بنی اسماعیل یعنی قریش کا قبضہ تھا۔ لیکن جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف کے درمیان جنگ ہوئی اور حجاج کی آتش بازی سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی تو دیگر سامان کے ساتھ یہ سینگ بھی جل کر خاکستر ہو گئے۔ حضرت ابن عباسؓ اور امام شعبیؒ ان سینگوں کے چشم دید گواہ تھے۔

چوتھی دلیل:۔ عرب کے مشہور ادیب اصمعی کا بیان ہے کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے دریافت کیا کہ آیا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا حضرت اسحٰق علیہ السلام؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں جاتی رہی' حضرت اسحٰقؑ مکہ میں کب رہے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شروع سے آخیر تک مکہ میں رہے اور آپؑ نے ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی۔

پانچویں دلیل:۔ محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دیکھنے کا قصد فرماتے تو براق پر سوار ہو کر مکۃ المکرمہ پہنچ جاتے اور وہاں شام تک رہ کر رات کو اپنے گھر یعنی ''جزون'' واپس آ جاتے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے اور پدر بزرگوار کو ان سے اللہ کی عبادت اور اس کی حدود کی تعظیم کے سلسلے میں جو امیدیں وابستہ تھیں ان کو پورا کرنے کی صلاحیت حضرت اسماعیلؑ کے اندر پیدا ہو گئی تو حکم خداوندی یہ ہوا کہ اے ابراہیمؑ! اسماعیل کو میری راہ میں قربان کر دو۔ یہ حکم آپ کو بذریعہ خواب دیا گیا۔ آپ نے ذی

الحجہ کی آٹھویں شب میں یہ دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب صبح ہوئی تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ خواب منجانب اللہ ہے یا شیطانی وسوسہ ہے۔ اسی وجہ سے اس دن یعنی ۸/ ذی الحجہ کو یوم ترویہ یعنی یوم شک کہتے ہیں۔ پھر جب رات ہوئی تو وہی خواب آپ نے دوبارہ دیکھا۔ صبح جب آپ سو کر اٹھے تو آپ کو یقین ہو گیا کہ قربانی کا حکم اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ ۹/ ذی الحجہ کو عرفہ کہنے کا یہ سبب ہے۔ اس یقین کے بعد آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور ۱۰/ ذی الحجہ کو یوم النحر جس کو قربانی کا دن کہتے ہیں۔ آپ نے حکم خداوندی کی تعمیل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے فرزند ارجمند کے عوض میں ذبح کرنے کے لئے ایک مینڈھا بھیج دیا۔

فائدہ:۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے تو موت کو ایک سفید مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کیا جائے گا اور پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اب تم کو موت نہیں آئے گی اور تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے اور پھر یہ دوزخیوں سے بھی کہا جائے گا کہ اب تم کو سدا کے لئے دوزخ میں رہنا ہے۔

موت کے مینڈھے کو ذبح کرنے والے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام ہوں گے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ذبح کیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اسم گرامی میں حیاتِ ابدی کی طرف اشارہ ہے۔

مولف ''کتاب الفردوس'' نے لکھا ہے کہ موت کے مینڈھے کو ذبح کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔ واللہ اعلم

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابونعیم کی کتاب ''الحلیہ'' میں وہب ابن منبہ کی سوانح میں دیکھا ہے کہ ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ کا ایک مکان ہے جس کو ''البیضاء'' کہتے ہیں۔ اس مکان میں مومنین کی ارواح مرنے کے بعد جمع ہوتی ہیں۔ جب کوئی مومن مر کر یہاں سے وہاں پہنچتا ہے تو یہ روحیں اس سے ملنے آتی ہیں اور اس سے دنیا کے حالات معلوم کرتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص پردیس میں ہو اور اس کے وطن کا کوئی شخص اس کے پاس پہنچتا ہے تو وہ اس سے اپنے گھر کے حالات معلوم کرتا ہے۔

ایک عجیب عمل

بونی نے اپنی کتاب ''اللمعة النورانیه'' میں ایک عجیب راز کی بات لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کو قتل یا عذاب وغیرہ سے اپنی جان کا اندیشہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ ایک فربہ مینڈھا جو قربانی کے جانور کی طرح جملہ عیوب سے پاک وصاف ہو حاصل کرے اور پھر اس کو کسی سنسان جگہ پر قبلہ رخ کر کے جلدی سے ذبح کر دے اور بوقت یہ دعا پڑھے:

'' **اَللّٰهُمَّ هٰذَالَکَ وَمِنْکَ اللّٰهُمَّ هٰذَا فِدَائِیْ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّی** '' لیکن ذبح سے قبل یہ اہتمام ضرور کرے کہ ایک گڑھا کھود کر تیار رکھے تا کہ اس مینڈھے کا تمام خون اس گڑھے میں جمع ہو جائے اور پھر اس گڑھے کو مٹی سے اچھی طرح دبا دیا جائے تا کہ اس کا خون کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آئے۔ اس کے بعد اس کے گوشت کے ساٹھ حصے کرے سری اور پائے، کلیجی اور کھال وغیرہ بھی تقسیم کر دے۔ لیکن اس کے گوشت میں سے کچھ بھی نہ تو خود کھائے اور نہ اپنے اہل وعیال و دیگر رشتہ داروں کو کھلائے۔ بونی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے (انشاء اللہ) اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے سر سے وہ بلا ٹل جائے گی۔ یہ عمل متفق علیہ اور مجرب ہے۔

فائدہ:۔ اگر کوئی ڈر کا معاملہ (مذکورہ بالا سے کم درجہ کا ہو) ہو تو اس صورت میں ساٹھ مسکینوں کو پیٹ بھر کر عمدہ قسم کا کھانا کھلائے اور یہ دعا پڑھے:۔

" اللهم ان استکفی الامر الذی اخافه بهم هو لا ء و اسالک بانفسهم واروا حهم و عزائمهم ان تخلصنی بما اخاف و احذر"

انشاء اللہ اس عمل سے اس کی کلفت دور ہو جائے گی۔ یہ عمل بھی مجرب اور متفق علیہ ہے۔

مینڈھوں کو مرغوں کی طرح آپس میں لڑانا حرام ہے۔ چنانچہ ابو داؤد' ترمذی نے مجاہد سے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہائم کے درمیان لڑائی سے منع فرمایا ہے۔

کتاب ''الکامل'' میں غالب بن عبداللہ جزری کی سوانح میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی جو حدیث مذکور ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''ان اللّٰہ تعالیٰ لعن من یحرش بین البھائم '' اس حدیث شریف کی بناء پر حلیمی نے تحریش (آپس میں لڑنے کو) حرام وممنوع قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ کے اس بارہ میں دو قول ہیں یعنی تحریم اور کراہت۔

طبی خواص

اگر مینڈھے کا خصیہ تل کر اس شخص کو کھلایا جائے جو رات کو بستر پر پیشاب کر دیتا ہو تو اس کا ایسا کرنا بند ہو جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے کھانے پر مداومت کرے۔ اگر کوئی عورت عسر ولادت میں مبتلا ہو تو مینڈھے اور گائے کی چربی آب گندنا میں ملا کر عورت کی اندام نہانی میں رکھی جائے تو انشاء اللہ بچہ آسانی سے پیدا ہو جائے گا۔ مینڈھے کا گردہ معہ نسوں کے نکال کر دھوپ میں سکھا کر روغن زرنیق میں ملا کر اس جگہ پر ملا جائے جہاں پر بال نہ اُگتے ہوں تو اس جگہ بال نکل آئیں گے۔ اگر مینڈھے کا پتا عورت کی چھاتیوں (پستانوں) میں مَلا جائے تو دودھ نکلنا بند ہو جائے گا۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے باسناد صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرق النساء کے علاج کے لئے عربی سیاہ مینڈھے کی دم کی تعریف کی ہے لیکن یہ مینڈھا نہ بہت بڑا ہو اور نہ بہت چھوٹا ہو بلکہ درمیانی ہو۔ اور فرماتے تھے کہ کہ اس کی دم کے تین حصے کئے جائیں اور ایک حصہ کو روزانہ اُبال کر تین دن تک پیا جائے۔ اس حدیث کو حاکم و ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرق النساء کی شفا (دوا) اس میں ہے کہ مینڈھے کی دُم لے کر اس کے تین حصے کئے جائیں اور پھر یہ تینوں حصے ایک ایک دن (تین دن تک) روزانہ نہار منہ دئے جائیں۔

عبد اللطیف بغدادی کا کہنا ہے کہ یہ علاج ان دھقانیوں کو زیادہ فائدہ دیتا ہے جن کو یہ مرض (عرق النساء) خشکی سے لاحق ہوا ہو۔

تعبیر

مینڈھے کو مختلف حالات میں خواب میں دیکھنے کی تعبیر حسب ذیل ہے:۔

مرد شریف القدر کیونکہ ابن آدم کے بعد مینڈھا اشرف الدواب ہے۔ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں اس کا فدیہ دیا گیا تھا۔

اگر کوئی شخص اپنے پاس (خواب میں) مینڈھے کا خصیہ دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو کسی شریف مرد کا مال حاصل ہوگا یا کسی شریف شخص کی لڑکی سے اس کا نکاح ہوگا۔ اگر کوئی شخص بلاضرورت (خواہ مخواہ یعنی اس کو کھانے کی ضرورت نہ ہو) خواب، میں مینڈھا ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بڑے آدمی کو قتل کرے گا۔ اور اگر کھانے کی غرض سے ذبح کیا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی بڑے شخص کے ہاتھوں (یعنی ظلم) سے نجات پائے گا اور اگر بیمار شخص خواب میں مینڈھے کو کھانے کی غرض سے ذبح کرے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ

تمام تفکرات والجھنوں سے نجات پا جائے گا اور اگر خواب کوئی قیدی دیکھے تو اس کو قید سے رہائی مل جائے گی اور اگر یہی خواب کوئی مقروض دیکھے تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا اور اگر وہ بیمار ہے تو اچھا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

الکرکند

کرکند: گینڈا کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن محمد الامیر کے ہاتھ کی بنی ہوئی گینڈا کی ایک تصویر دیکھی ہے۔ گینڈا جزائر چین و ہند میں پایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی لمبائی سو ہاتھ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے تین سینگ ہوتے ہیں۔ ایک سینگ اس کی پیشانی پر اور بقیہ ایک ایک اس کے دونوں کانوں پر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے سینگ بڑے مضبوط اور طاقت ور ہوتے ہیں اور یہ اپنے سینگوں سے ہاتھی کو مار کر اس کو سینگوں پر اٹھا لیتا ہے اور آرام سے مردہ ہاتھی کو سینگوں پر لٹکائے پھرتا ہے۔

گینڈے کا بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہتا ہے۔ جب ایک سال پورا ہو جاتا ہے تو بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے اپنا سر باہر نکال لیتا ہے اور آس پاس کے درخت چر لیتا ہے۔ جاحظ نے کہا ہے کہ یہ قول لغو ہے۔ پھر جب چار سال پورے ہو جاتے ہیں تو یہ ماں کے پیٹ سے نکل کر بجلی کی تیزی سے ماں سے دور بھاگ جاتا ہے تاکہ اس کی ماں اس کو چاٹ نہ سکے۔ کیونکہ ماں (مادہ) کی زبان پر ایک بڑا موٹا کانٹا ہوتا ہے۔ اگر وہ بچہ کو چاٹ لیتی ہے تو لمحہ بھر میں بچہ کا گوشت ہڈیوں سے جدا ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ شاہانِ چین جب کسی کو تیزی سے سزا دینا چاہتے ہیں تو اس شخص کو گینڈی (مونث گینڈا) کے سامنے ڈلوا دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ چند لمحوں میں اس کے تمام جسم کو چاٹ کر ہڈیوں کے ڈھانچہ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ کرکند کو جاحظ نے ''کرکدن'' لکھا ہے۔ اس کو حمار ہندی اور حریش بھی کہتے ہیں۔ یہ ہاتھی کا دشمن ہوتا ہے۔ اس کی جائے پیدائش بلادِ ہند اور نوبہ ہیں۔ اس کے سر میں ایک بڑا سینگ ہوتا ہے جس کے وزن کی وجہ سے یہ اپنا سر بہت زیادہ اوپر نہیں اٹھا سکتا اور ہمیشہ اس کا سر جھکا ہوا رہتا ہے۔ یہ سینگ اس کے سر یا پیشانی پر بہت ہی مضبوطی سے قائم ہوتا ہے اور اس کی نوک (سرا) بہت ہی تیز ہوتی ہے۔ اسی سینگ سے وہ ہاتھی کا مقابلہ کرتا ہے اور ہاتھی کے دونوں دانت اس کے سامنے کچھ کام نہیں کرتے۔

اگر گینڈے کے سینگ کو لمبا پھیلا دیا جائے تو اس میں مختلف قسم کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں۔ کہیں مور کی تصویر، کہیں ہرن کی، کہیں مختلف قسم کے پرند اور درخت اور کہیں آدمیوں کی شکلیں نظر آتی ہیں۔ کہیں صرف رنگ سیاہ و سفید نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان عجیب و غریب نقوش کی بناء پر اس کے سینگوں کی تختیاں بنا کر ان کو شاہی تختوں اور کرسیوں پر لگایا جاتا ہے اور سوداگر لوگ اس کے سینگ سے بنی ان تختیوں کو بہت گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔

اہلِ ہند کا کہنا ہے کہ جس جنگل میں گینڈا ہوتا ہے اس میں دور دور تک کوئی دوسرا جنگلی جانور نہیں رہتا۔ تمام جانور اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ دیگر جنگلی جانور کم سے کم ہر سمت سے سو فرسنگ کا فاصلہ اس کے مقام رہائش سے اپنی رہائش گاہ کے درمیان برقرار رکھتے ہیں۔ گینڈا انسان کا بھی شدید دشمن ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کبھی یہ کسی انسان کو دیکھ لیتا ہے تو اس کی تلاش میں لگ جاتا ہے اور جب تک اس کو ہلاک نہ کر دے اس کو سکون نہیں ملتا۔ گینڈا ہی ایک ایسا جانور ہے جس کے سینگ دونوں جانب سے مشتق یعنی چرے ہوئے ہوتے ہیں۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ کے فتویٰ کے مطابق اس کا کھانا حلال ہے۔مگر امام ابوحنیفہؒ و دیگر حضرات نے اس کو حرام کہا ہے۔

طبی خواص

گینڈا کے سینگ کے سرے پر موڑ کے مخالف جانب ایک شاخ ہوتی ہے۔اس کے خواص بڑے عجیب وغریب ہیں۔اس کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس میں جھانک کر دیکھا جائے تو اس میں ایک گھوڑے سوار کی صورت نظر آتی ہے۔یہ چیز بہت قیمتی ہوتی ہے اور بادشاہ لوگ ہی اس کو رکھ سکتے ہیں۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کا عقدی (حاجت یا تکلیف) حل ہو جاتا ہے۔مثلاً اگر کوئی درد قولنج کا مریض اس کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو فوراً درد ختم ہو جائے گا۔اور اگر درد زہ میں مبتلا عورت اس کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو فوراً ولادت ہو جائے گی۔اور اگر اس کو تھوڑا سا گھس کر مرگی والے مریض کو پلا دیا جائے تو وہ فوراً ہوش میں آجائے گا۔

اور جو شخص اس کو اپنے پاس رکھے وہ نظر بد سے محفوظ رہے گا اور اگر گھوڑے پر سوار ہو تو گھوڑا اس کو لے کر نہ گرے۔اگر اس کو گرم پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی فوری ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر گینڈا کی داہنی آنکھ کسی انسان کے بدن پر لٹکا دی جائے تو اس کی تمام کلفتیں دور ہو جائیں گی اور وہ جن وسانپوں سے محفوظ رہے گا۔اس کی بائیں آنکھ تپ لرزہ میں نافع ہے۔اس کی کھال سے ڈھالیں بنائی جاتی ہیں۔چنانچہ اس کی کھال سے بنی ڈھال پر تلوار اثر نہیں کرتی۔

خاتمہ

ابوعمر بن عبداللہ کتاب الامم میں لکھتے ہیں کہ اہل چین کا سب سے بڑھیا وقیمتی زیور گینڈے کے سینگ سے تیار ہوتا ہے۔کیونکہ اس میں طرح طرح کے نقوش ہوتے ہیں۔ان سینگوں کی پٹیاں بھی بنائی جاتی ہیں۔اس کے سینگ سے بنی ایک پٹی کی قیمت چار ہزار مثقال سونے تک پہنچ جاتی ہے۔اہل چین کے نزدیک یہ سونا سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔چنانچہ وہ سونے کے مقابلے میں اس کے سینگ سے بنے زیورات کو قیمتی سمجھتے ہیں اور سونے سے یہ اپنے گھوڑوں کے لگام اور کتوں کی زنجیریں بنواتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ چینی لوگ سفید رنگ مائل بہ زردی ہوتے ہیں ان کی ناک چپٹی ہوتی ہے۔یہ لوگ زنا کو مباح کہتے ہیں۔اور اس فعل سے ان کو بالکل انکار نہیں۔

جب آفتاب برج حمل میں پہنچتا ہے تو ان کے یہاں ایک تیوہار (عید) ہوتا ہے ان کی یہ عید سات دن تک چلتی ہے اور ان سات دنوں میں یہ خوب کھاتے ہیں۔ان کی ولایت بہت وسیع ہے۔اس میں تین سو شہر ہیں اور عجائبات کی کثرت ہے۔

اس ملک یعنی چین کی آبادی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ عامور بن یافث بن نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے یہاں نزول فرمایا اور انہوں نے اور ان کی اولاد نے بہت سے شہر آباد کئے اور ان میں طرح طرح کے عجائبات رکھے۔عامور نے چین میں تین سو سال تک حکومت کی۔اس کے بعد اس کا لڑکا صاین بن عامور اس کی سلطنت کا مالک ہوا اور اس نے دوسو (۲۰۰) تک حکومت کی۔چنانچہ اسی کے نام پر اس ملک کا نام "صین" پڑ گیا اور بعد میں صین سے چین ہو گیا۔

صاین نے اپنے باپ عامور کی شکل کا ایک سونے کا بت بنوا کر ایک سونے کے تخت پر رکھوالیا تھا اور اس کی رعایا نے اس کی پرستش شروع کر دی۔چنانچہ صاین کے بعد جتنے بھی بادشاہ ہوئے۔انہوں نے بھی یہی طریقہ جاری رکھا۔کہتے ہیں کہ صابی مذہب کے موجد

یہی لوگ تھے۔

کہتے ہیں کہ چین کے عقب میں ناتگوں یعنی برہنہ لوگوں کی ایک قوم آباد ہے۔ان میں سے بعض تو اپنے بالوں سے اپنی ستر پوشی کرتے ہیں۔لیکن بعض ایسے ہیں جن کے بال ہی نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ برہنہ ہی رہتے ہیں۔ان کے چہرے سرخ ہوتے ہیں اوران کے بال سرخ وسفید ہوتے ہیں۔ان میں بعض فرقے ایسے ہیں جو سورج نکلتے ہی بھاگ کر غاروں میں داخل ہوجاتے ہیں اورغروب آفتاب تک ان میں رہتے ہیں۔ان کی خوراک ایک بوٹی ازقسم کماۃ (سانپ کی چھتری) اور بحری مچھلیاں ہیں۔

ان تمام تفصیلات کے بعد ابوعمر نے اپنی کتاب میں یاجوج ماجوج کا ذکر کیا ہے۔کہتے ہیں کہ مئورخین کا اس پر اجماع ہے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔آخیر میں ابوعمر نے اپنی کتاب کو اس حدیث پرختم کیا ہے:

''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کی دعوت یاجوج ماجوج تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا کہ شب معراج میرا گزر جب ان پر ہوا تو میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تھی مگر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا''۔

تعبیر

گینڈے کی خواب میں دیکھنے کی تعبیر عظیم وجابر بادشاہ سے دی جاتی ہے۔واللہ اعلم

الکرکی

(بڑی بطخ) الکرکی: قاز یا بڑی بطخ۔اس کی جمع ''کراکی'' آتی ہے۔اس کی کنیت: بزدریان' ابوعینا' ابوالعیز اور' ابونعیم اور ابوالھشیم آتی ہیں۔ یہ ایک بڑا آبی پرندہ ہے۔اس کا رنگ خاکی ہوتا ہے اوراس کی ٹانگیں پنڈلیوں سمیت لمبی ہوتی ہیں اس کی مادہ جفتی کے وقت بیٹھتی نہیں اور نر و مادہ اس کام سے بہت جلد فارغ ہوجاتے ہیں۔

یہ پرندہ رؤسا کے لئے بہت زیادہ فائدہ مند ہے کیونکہ یہ طبعاً بہت چوکنا اور پاسبان واقع ہوا ہے۔چنانچہ یہ پاسبانی (پہرہ داری) کا فرض باری باری انجام دیتا ہے۔جس کی باری ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ گنگناتا رہتا ہے تاکہ دوسروں کو معلوم رہے کہ وہ اپنا فرض (پہرہ داری) انجام دے رہا ہے۔جب ایک کی باری (پہرہ دینے کا وقت) ختم ہوجاتی ہے تو دوسرا نیند سے بیدار ہوجاتا ہے اور بالکل اسی طرح پہرہ دینے لگ جاتا ہے۔

یہ ان پرندوں میں سے ہے جو موسم کے اعتبار سے اپنی رہائش تبدیل کرتے رہتے ہیں۔چنانچہ یہ گرمیاں کسی مقام پر اور سردیاں کسی دوسرے مقام پر گزارتے ہیں اور بعض دفعہ یہ نقل مکانی کرنے کے لئے ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں۔ان میں سے کچھ ایسی قسمیں بھی ہیں جو پورے سال ایک جگہ ہی رہتی ہیں۔

قاز (بڑی بطخ) کی خلقت میں تناصر (ایک دوسرے کی مدد کرنا) بہت پایا جاتا ہے۔یہ علیحدہ علیحدہ پرواز نہیں کرتیں۔بلکہ ایک قطار باندھ کر (جس کو ڈار کہتے ہیں) ایک ساتھ اڑتی ہیں۔اس ڈار میں ایک قاز بطور رئیس سب سے آگے رہتی ہے۔باقی سب اس کے پیچھے پیچھے رہتی ہیں۔کچھ عرصہ تک یہی ترتیب قائم رہتی ہے مگر وقتاً فوقتاً بدلتی رہتی ہے اور مقدم کی ڈیوٹی بھی پاسبانی کی طرح باری باری انجام دی جاتی ہے حتیٰ کہ جو شروع میں سب سے آگے ہوتی ہے وہ تبدریج سب سے پیچھے ہوجاتی ہے

کہتے ہیں کہ قاز کی سرشت میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب اس کے ماں باپ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو ان کی اولاد ان کی معین و

مددگار ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوالفتح کشاجم نے اس میں پائی جانے والی اس عادت کی اس طرح مدح کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے لڑکے کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے

اتخذ فی خلة الکراکی اتخذ فیک خلة الوطواط

تُو میرے لئے قاز کی عادت اختیار کر اور میں تیرے لئے وطواط یعنی چمگادڑ [1] کی عادت اختیار کروں گا۔

انا ان لم تبرنی فی عناء فبری ترجو جواز الصراط

اگر تُو میرے ساتھ بھلائی نہیں کرے گا تو مجھ کو رنج ہوگا اور اگر بھلائی کرے گا تو (قیامت کے دن) تو پل صراط سے گزرنے کی اُمید کر سکتا ہے۔

قاز بسا اوقات زمین پر ایک ٹانگ سے کھڑی رہتی ہے اور اگر اپنی دوسری ٹانگ زمین پر رکھتی بھی ہے تو بہت آہستہ سے رکھتی ہے مبادا وہ زمین میں نہ دھنس جائے۔

بادشاہ اور امراء مصر قاز کے شکار میں بہت غلو اور مال زیادہ خرچ کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین حضرات نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ ''حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں اور اس علم کے آپؐ کے پاس کیا ذرائع تھے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر! میرے پاس دو فرشتے آئے ان میں سے ایک تو زمین پر اتر آیا مگر دوسرا زمین وآسماں کے درمیان معلق رہا۔ پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا یہی وہ شخص ہیں؟ اس کے رفیق نے جواب دیا کہ ہاں یہی ہیں۔ پھر اس نے جو معلق تھا اپنے ساتھی سے کہا کہ ان کا (ان کی امت کے) ایک مرد سے وزن کرو۔ چنانچہ مجھ کو تولا گیا تو میں بھاری اترا۔ پھر مجھ کو دس مردوں سے تولا گیا تو پھر بھی میرا ہی وزن زیادہ رہا۔ پھر سو مردوں سے اور آخر میں ایک ہزار مردوں سے تولا گیا مگر ہر بار میرا پلڑا ہی بھاری رہا۔ چنانچہ جب وہ مجھ کو تول چکے تو ایک نے دوسرے سے کہا ان کا شکم چاک کرو۔ چنانچہ میرا شکم چاک کیا گیا اور دل نکال کر اس میں سے شیطانی غذا اور جما ہوا خون خارج کر دیا گیا۔ پھر اس نے دوسرے سے کہا کہ ان کے شکم کو خوب مانجھو اور ان کے دل کو پانی بھر بھر کے دھو ڈالو۔ چنانچہ سب کچھ اس نے حسبِ ہدایت کر کے دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر ٹانکے لگا دیئے اور (جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو) میرے شانوں کے درمیان مہر نبوت قائم کر دی۔ اس کے بعد وہ فرشتے میرے پاس سے چلے گئے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ سے پہلے مہر نبوت آپؐ کے جسم مبارک پر نہیں تھی۔ اس مہر نبوت کے بارے میں کہ یہ کس طرح کی تھی علماء کرام کے بیس اقوال ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ پچھنے جیسا نشان تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کے ارد گرد تل تھے اور ان پر سیاہ بال تھے۔ کسی نے کہا ہے کہ وہ سیب کی شکل وصورت کی تھی اور اس پر کلمہ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ'' رَّسُوْلُ اللّٰهِ''** لکھا ہوا تھا۔

شرعی حکم

(بڑی بطخ) کا کھانا سب کے نزدیک جائز ہے۔

---

[1] وطواط یعنی چمگادڑ پرواز کے وقت اپنے بچوں کو اپنے جسم سے چمٹائے رہتی ہے۔

طبی خواص

قاز کا گوشت سرد وخشک ہوتا ہے اور اس میں چکنائی نہیں ہوتی۔ اُس قاز کا گوشت بہترین تصور کیا جاتا ہے جو باز کے ذریعے شکار کی گئی ہو۔ اس کا گوشت محنتی لوگوں کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔ مگر دیر ہضم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا ضرر گرم مصالحوں سے دور ہوسکتا ہے۔ اس کے کھانے سے گاڑھا خون پیدا ہوتا ہے۔ گرم مزاج والوں اور بالخصوص نوجوانوں کو بہت موافق آتا ہے۔ اس کے کھانے کا بہترین وقت موسم سرما ہے۔ اس کا گوشت کھا کر شہد کے حلوہ سے منہ میٹھا کرنا پسندیدہ ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس کا گوشت ہضم ہوکر پیٹ سے باسانی خارج ہوجاتا ہے۔ اس کو لگا تار (روزانہ) کھانا درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کے کھانے میں ایک دن یا دو دن کا وقفہ ہو۔ کھانے سے قبل اس کی ٹانگوں میں پتھر باندھ کر لٹکا دیا جائے تا کہ اس کا گوشت نرم پڑ جائے اس کے بعد اس کو خوب پکایا جائے۔

قاز کا پتا قراع (گنجاپن) کے لئے بہت نافع ہے۔ اگر اس کا پتا اور دماغ زنبق میں ملا کر اس شخص کے دماغ میں ڈالا جائے جس کو نسیان (جس کی یادداشت چلی گئی ہو) تو اس کو تمام بھولی ہوئی باتیں یاد آ جائیں گی۔ اگر کسی کی یہ خواہش ہو کہ اس کے بدن پر بالکل بال نہ اُگیں تو اس کو چاہیے کہ تھوڑا سا ذرارتح (ایک قسم کا مرغ) کا گوشت اور اسی کے ہم وزن قاز کی ہڈی کا گودا لے کر آپس میں اچھی طرح ملا کر اس جگہ لگائے جہاں بال نکلنا مطلوب نہ ہو اس عمل سے بال نہیں نکلیں گے۔

تعبیر

قاز کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر ایسے شخص سے کی جاتی ہے جو مسکین اور غریب ہو۔ اور اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت سے قازوں کا مالک بن گیا ہے یا اس کو کسی نے بہت سی قازیں ہبہ کر دی ہیں تو اس کی تعبیر مال کا حصول ہے اور اگر کوئی شخص خواب میں قاز کو پکڑے تو وہ ایسی قوم کا صہر (داماد) بنے گا جو بدخلق ہوں گے۔

الکروان

کروان: بفتح الکاف والراء المھملہ ۔ اس کا مونث ''کروانہ'' اور جمع ''کروان'' کاف کے کسرہ کے ساتھ آتی ہے۔ یہ بط کی طرح ایک پرندہ ہے جو رات بھر نہیں سوتا۔ اس کا رنگ بھورا ہوتا ہے۔ اور اس کی چونچ لمبی ہوتی ہے۔ کروان کے معنی نیند کے ہیں۔ چنانچہ اس کا نام اس کی ضد ہے۔ کیونکہ یہ اپنے نام کے برعکس رات بھر نہیں سوتا۔

طرفہ شاعر کے ان اشعار میں کروان کا تذکرہ آیا ہے اور یہی اس کے قتل کا سبب تھا جس کا مختصر حال لفظ قنبر (چنڈول) کے تحت گزر چکا۔

طرفہ شاعر کے اشعار یہ ہیں:۔

لنا یوم الکروان یوم   تطیر البابسات ولا نطیر

ہمارے لئے ایک دن اور ایک دن کروان کے لئے بھی ہے مگر کروان اور ہم میں یہ فرق ہے کہ وہ خشک میدانوں میں اڑ جاتے ہیں مگر ہم نہیں اڑ سکتے۔

فاما یومھن فیوم سوء   تطاردھن بالعرب الصقور

مگر کروانوں کا دن برا دن ہے کیونکہ صقور (شکاری پرندے) ان کو لڑ کر بھگا دیتے ہیں۔

واما یومنا فنظل رکبا و توفا ما نحل والا نسیر

لیکن ہمارادن ہمارے لئے ایسا منحوس ہے کہ ہم اونٹوں پر سوار برابر کھڑے رہتے ہیں نہ ہم اتر ہی سکتے ہیں اور نہ جا ہی سکتے ہیں۔

چونکہ ان اشعار میں در پردہ عمرو بن الہند کی طرف اشارہ تھا اس نے طرفہ اور ملتمس کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک خط ملتمس کو اور ایک طرفہ کو دیا اور حکم دیا کہ وہ ان خطوں کو اس کے عامل مکعبر کے پاس لے جائیں۔

ان خطوں میں اس نے ان دونوں کو زندہ درگور کرنے کی ہدایت مکعبر کو دی تھی۔ مگر ملتمس تو خط کا مضمون جان کر بچ گیا مگر طرفہ مارا گیا اور اس طرح ملتمس کا خط عرب میں ضرب المثل بن گیا۔

چنانچہ سنن ابی داؤد میں (کتاب الزکاۃ کے آخیر میں) اس خط کا ذکر آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو شخص (جن کے نام عیینہ بن حصن الفزاری اور اقرع بن حابس تمیمی تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کوئی حاجت طلب کی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حاجت پوری کرنے کا حکم فرمایا اور اس بارے میں خطوط لکھوا کر ان دونوں کے حوالے کر دیئے۔ اقرع نے تو اپنا خط لے کر اپنے عمامہ میں لپیٹ لیا اور اپنی قوم کی طرف چل دیا۔ لیکن عیینہ اپنا خط لے کر آپؐ کی خدمت میں پھر پہنچا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! آپ دیکھتے ہیں کہ میں آپ کا خط لے کر اپنی قوم کے پاس جا رہا ہوں۔ مگر مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ چنانچہ اس کی مثال تو وہی ہوئی جو ملتمس کے خط کی تھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اس قدر ہو کہ جو اس کو دوسروں سے مانگنے سے مستغنی کر دے لیکن وہ پھر بھی دوسروں سے سوال کرے تو ایسا شخص اپنے حق میں دوزخ کی آگ کی کثرت کرتا ہے۔ اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! وہ کیا چیز ہے جو اس کو سوال سے مستغنی کر دے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ اس قدر کھانا جو اس کے صبح یا شام کے کھانے کے لئے کافی ہو۔

ضرب الامثال

اہلِ عرب بولتے ہیں" اجبن من کروان "یعنی کروان سے زیادہ ڈرپوک۔ یہ مثال اس وجہ سے ہے کہ جب شکاری کروان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے۔" اطرق کروان النعام فی القری "تو کروان زمین پر اُتر آتی ہے اور شکاری اس کو کپڑا ڈال کر پکڑ لیتا ہے۔

طبی خواص

قزوینی نے لکھا ہے کہ کروان کا گوشت اور چربی کھانے سے قوتِ باہ میں عجیب تحریک پیدا ہوتی ہے۔

الکلب

سگ: کتا کو کہتے ہیں۔ مؤنث کے لئے" کلبة "استعمال کرتے ہیں اور اس کی جمع اکلب وکلاب آتی ہیں۔ ابن سیدہ نے ایسا ہی لکھا ہے اور کلاب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ایک شخص کا نام ہے۔ پورا شجرۂ نسب یوں ہے:۔

"محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ ابن ایاس بن مصر بن نزار بن معد بن عدنان"۔

کتا نہایت محنتی اور وفادار ہوتا ہے۔ اس کا شمار نہ سباع (درندوں) میں اور نہ بہائم (مواشی) میں ہے بلکہ یہ ان دونوں کے بین بین ایک خلق مرکب واقع ہوا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی طبیعت درندوں جیسی ہوتی تو یہ انسانوں سے مانوس نہ ہوتا اور اگر اس کی طبیعت میں بہیمیت

ہوتی تو یہ گوشت نہ کھاتا۔لیکن حدیث شریف میں اس پر بہیمہ کا ہی اطلاق ہوا ہے۔

کتے کی دو قسمیں ہیں:۔(۱) صلی (۲) سلوقی۔سلوقی‘سلوق کی طرح منسوب ہے جو یمن میں ایک شہر کا نام ہے۔لیکن باعتبار طبیعت دونوں قسمیں برابر ہیں۔ کہتے ہیں کہ کتے کو احتلام اور کتیا کو حیض ہوتا ہے۔کتیا ساٹھ دن میں اور بعض اوقات ساٹھ سے بھی کم دنوں میں بیاھتی ہے۔اس کے بچے پیدائش کے وقت اندھے ہوتے ہیں اور پیدا ہونے کے بارہ دن بعد ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

نر مادہ سے قبل حد بلوغ کو پہنچ جاتا ہے۔ مادہ کو ایک سال پورا کرنے کے بعد شہوت ہوتی ہے اور بعض اوقات اس سے بھی کم مدت میں اس کو شہوت ہونے لگتی ہے۔ جب کتیا مختلف رنگ کے کتوں سے ہم جفت ہوتی ہے تو اس کے بچوں میں سب کتوں کا رنگ آ جاتا ہے۔کتوں کے اندر نشانات قدم کے پیچھے چلنے اور بو سونگھنے کا جو ملکہ ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں ہے۔لیکن اس کے اندر کچھ خرابیاں بھی ہیں وہ یہ کہ اس کو ناپاکی کھانا تازہ گوشت سے زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ یہ اکثر گندی چیزیں ہی کھاتا ہے حتی کہ بعض دفعہ اپنی کی ہوئی قے کو بھی دوبارہ کھالیتا ہے۔ کتے اور بجو میں بڑی عداوت ہے۔اگر چاندنی رات میں کتا کسی بلند مقام یا مکان پر ہو اور اس کی پرچھائیں پر بجو کا قدم پڑ جائے تو کتا بے اختیار نیچے گر پڑتا ہے جس سے بجو اس کو پکڑ کر کھالیتا ہے۔اگر کتے کو بجو کی چربی کی دھونی دے دی جائے تو کتا پاگل ہو جاتا ہے۔اگر انسان بجو کی زبان اپنے پاس رکھ لے تو اس پر نہ کتے بھونکیں گے اور نہ حملہ کریں گے۔

کتے کی طبیعت میں یہ بات بھی عجیب ہے کہ یہ بڑے اور وجیہہ لوگوں کا اکرام کرتا ہے اور وان پر بھونکتا نہیں اور بعض اوقات ان کو کر دیکھ کر راستے سے بھی ہٹ جاتا ہے۔مگر کالے اور غریب لوگوں خاص طور سے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے انسانوں پر خوب بھونکتا ہے۔ کتے کی فطرت میں یہ عجیب بات ہے کہ دم ہلانا‘ اپنے مالک کو راضی رکھنا۔اس سے محبت والفت ظاہر کرنا بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ حتی کہ اگر اس کو بار بار دھتکار کر پھر بلایا جائے تب بھی یہ فوراً دم ہلاتا ہوا چلا آتا ہے۔ کتے کے دانت انتہائی تیز ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کتا غصے کی حالت میں پتھر پر اپنے دانت مار دے تو پتھر میں بھی گھس جائیں۔مگر جب یہ اپنے مالک یا کسی دیگر شخص سے مانوس ہو جاتا ہے تو اس سے خوب کھیلتا ہے اور کھیل کھیل میں کبھی کبھی وہ اپنے مالک کی ٹانگ یا ہاتھ کو منہ سے پکڑ لیتا ہے مگر اس قدر نرمی سے پکڑتا ہے کہ آدمی کو محسوس بھی نہیں ہوتا۔

کتے میں تادیب تعلیم وتلقین قبول کرنے کا جوہر موجود ہے یہ تعلیم کو بہت جلد قبول کر لیتا ہے حتی کہ اگر اُس کے سر پر چراغدان رکھا ہوا ہو اور ایسی حالت میں اس کے سامنے کھانے کی کوئی چیز ڈال دی جائے تو وہ مطلق التفات نہیں کرے گا۔ ہاں اگر اس کے سر سے چراغدان ہٹا لیا جائے تو وہ ضرور اس کھانے کی طرف متوجہ ہوگا۔

کچھ خاص دنوں میں کتے کو امراض سوداوی لاحق ہوتے ہیں۔اس کے اندر ایک قسم کا جنون جس کو ہڑک کہتے ہیں‘ عارض ہوتا ہے۔ اس مرض کی علامات یہ ہیں۔ دونوں آنکھوں کا سرخ ہو جانا اور ان میں تاریکی چھا جانا‘ کانوں میں استرخاء پیدا ہو جانا‘ زبان کا لٹک جانا‘ رال کا بکثرت بہنا‘ ناک کا بہنا‘ سر کا نیچے لٹک جانا اور ایک جانب کو ٹیڑھا ہو جانا‘ دُم کا سیدھا ہو کر دونوں ٹانگوں کے درمیان آجانا‘ چلنے میں لڑکھڑانا۔

ہڑک (جنون) کی حالت میں کتا بھوکا ہوتا ہے مگر کچھ کھاتا نہیں۔ پیاسا ہوتا ہے مگر پانی نہیں پیتا اور بعض اوقات پانی سے بہت ڈرتا ہے حتی کہ کبھی کبھی پانی کے خوف سے مر بھی جاتا ہے۔جنون کی حالت میں جب کوئی بھی جاندار شے اُس کے سامنے آتی ہے۔ یہ اس کو کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے ایسی حالت میں صحت مند کتے بھی اس سے بھاگنے لگتے ہیں اور کوئی کتا اس کے قریب نہیں جاتا اور اگر کبھی

بھولے سے کوئی کتا اس کے سامنے آ بھی جاتا ہے تو مارے ڈر کے اپنی دُم دبا لیتا ہے اور اس کے سامنے بالکل ساکت ہو جاتا ہے۔

اگر پاگل کتا کسی انسان کے کاٹ لیتا ہے تو وہ شخص امراض، ردیہ میں گھر جاتا ہے اور ساتھ ساتھ کتے کی طرح پاگل بھی ہو جاتا ہے۔ اور کتے کی طرح انسان کو بھی بہت پیاس لگتی ہے مگر پانی نہیں پیتا اور پانی سے کتے کی طرح ہی ڈرتا ہے اور جب یہ مرض کسی شخص پر پوری طرح مستحکم ہو جاتا ہے تو اس وقت اگر مریض پیشاب کرتا ہے تو اس کے پیشاب میں کوئی چیز چھوٹے چھوٹے پلوں کی صورت میں خارج ہوتی ہے۔

صاحب ''الموجز فی الطب'' (نام کتاب) کا قول ہے کہ ہڑک جذام کی طرح ایک قسم کی بیماری ہے جو کتوں، بھیڑیوں، گیدڑوں، نیولوں اور لومڑیوں کو عارض ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری گدھوں اور اونٹوں میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ باؤلے کتے کا کاٹا سوائے انسان کے ہر متنفس کو مار ڈالتا ہے کیونکہ انسان تو بسا اوقات علاج کرنے سے بچ بھی جاتا ہے مگر دیگر جانور نہیں بچتے۔

قزوینی نے عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ حلب کے علاقہ میں کسی بستی میں ایک کنواں ہے جس کو ''بیرُ الکلب'' کہتے ہیں۔ اس کے پانی کا یہ خاصہ ہے کہ اگر سگ گزیدہ اس کو پی لیتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے۔ یہ کنواں مشہور ہے۔ قزوینیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس بستی کے رہنے والے بعض اشخاص نے اطلاع دی ہے کہ اگر چالیس دن گزر جانے سے پہلے ہی پہلے کوئی مریض اس کا پانی پی لیتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے اور اگر چالیس دن گزر جائیں اور اس کے بعد اس کنوئیں کا پانی پئے تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس بستی کے لوگوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہڑک کے تین مریض ہماری بستی میں آئے۔ ان میں دو مریض تو ایسے تھے کہ انہوں نے چالیس دن کی مہلت پوری نہیں کی تھی اور ایک ایسا تھا کہ وہ چالیس دن کی مدت پوری کر چکا تھا۔ چنانچہ ان تینوں مریضوں کو ایک ساتھ اس کنوئیں کا پانی پلایا گیا۔ ان میں دو تو اچھے ہو گئے مگر جو مریض چالیس دن کی مدت پوری کر چکا تھا اس کو کچھ افاقہ نہ ہوا اور وہ مر گیا۔

سلوقی کتے کی عادت ہے کہ جب وہ کسی ہرن کو پاس سے یا دور سے دیکھ لیتا ہے تو اس کو یہ شناخت ہو جاتی ہے کہ ڈار (قطار) میں اگلا کون سا ہے اور پچھلا کون سا ہے اور یہ کہ ان میں کتنے نر اور کتنے مادہ ہیں۔ یہ بات کتوں کو ان کی چال سے معلوم ہو جاتی ہے۔ کتے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ مردہ اور بے ہوش انسان کی بھی شناخت کر لیتا ہے۔ چنانچہ اہلِ روم اپنے مردہ کو اس وقت تک دفن نہیں کرتے جب تک کہ وہ کسی کتے سے اس کی تصدیق نہیں کرا لیتے۔ مردہ کو سونگھ کر کتے کے پیش نظر کچھ ایسی علامات آ جاتی ہیں کہ جس سے اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ انسان مردہ یا اس کو کوئی بیماری (از قسم سکتہ یا بے ہوشی) لاحق ہو گئی ہے۔

کہتے ہیں تشخیص کا یہ ملکہ سلوقی کتے کی اس قسم میں پایا جاتا ہے جس کو قلطی کہتے ہیں۔ یہ کتا ڈیل ڈول میں اور ہاتھ پاؤں میں بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس کو صینی (چینی) کہتے ہیں۔ سلوقی کتا دوسرے کتوں کے مقابلہ میں بہت جلد تعلیم قبول کر لیتا ہے جبکہ تیندوے کا مقابلہ اس کے برعکس ہے۔ کالا کتا دوسرے کتوں سے زیادہ بے صبرا (عجلت پسند) ہوتا ہے۔

کتے کا حدیث میں تذکرہ:

محمد بن خلف مرزبان کی کتاب ''فضل الکلاب علی کثیر ممن لبس الثیاب'' میں بہ سلسلہ جد و پدر عمرو بن شعیب سے یہ روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مقتول شخص نظر پڑا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیسے مارا گیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس شخص نے بنی زہرہ کی بکریوں پر حملہ کر کے ان کی ایک بکری پکڑ لی تھی۔ چنانچہ بنی زہرہ کے مقرر کردہ پہرے دار کتے نے اس پر حملہ کیا اور اس کو ہلاک کر دیا۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی جان سے تو گیا ہی ساتھ ساتھ اپنی دیت بھی کھو بیٹھا۔ علاوہ ازیں اس

نے اپنے رب کی بھی نافرمانی کی اور اپنے بھائی کی خیانت بھی کی۔لہٰذا اس سے اچھا تو کتا ہی رہا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ امانت دار کتا رفیق خائن سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ حرث بن صعصعہ کے کچھ دوست تھے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے تھے اور دن رات اپنی محبت والفت اس پر ظاہر کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ حرث بھی ان پر بہت مہربان تھا اور ان کو بہت چاہتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حرث نے شکار کا ارادہ کیا اور اپنے ان دوستوں کے ہمراہ شکار کو چلا گیا مگر اس کا ایک دوست اس کے ساتھ نہ گیا اور اس کے گھر پر ہی رہ گیا۔ گھر پر رہنے والے اس دوست نے جب دیکھا کہ حرث اور دیگر احباب شکار کو جا چکے اور اب میدان خالی ہے تو وہ حرث کی بیوی کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب نوشی کی۔ پھر دونوں ہم آغوش ہو کر لیٹ رہے۔ حرث کے کتے نے جب دیکھا کہ اس کے مالک کی بیوی غیر کے ساتھ ہم آغوش ہے تو اس نے ان پر حملہ کر دیا اور دونوں کو جان سے مار ڈالا۔ چنانچہ جب حرث گھر واپس آیا اور دونوں کو ایک جگہ مرا ہوا دیکھا تو اس پر حقیقتِ حال منکشف ہوگئی اور اس کی زبان پر یہ اشعار جاری ہوگئے۔

وما زال یرعی ذمتی ویحوطنی ویحفظ عرسی والخلیل یخون

''کتے کی تو یہ شان ہے کہ وہ میری ذمہ داری کی رعایت کرتا اور مجھے احتیاط دلاتا رہے لیکن دوست کی یہ حالت ہے کہ وہ میرے ساتھ خیانت کا معاملہ کرے۔''

فیا عجبا للخل یھتک حرمتی ویا عجبا للکلب کیف یصون

''پس ایسے دوست پر تعجب ہے جو میری بے حرمتی کرے اور ایسے کتے پر تعجب ہے کہ کیسے اس نے میری آبرو کی حفاظت کی''

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص سفر کو نکلا۔ راستہ میں اس نے کسی جگہ ایک قبہ دیکھا جو بہت ہی خوبصورت تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی تعمیر بڑے سلیقہ سے کی گئی ہے۔ اس قبہ پر یہ عبارت کندہ تھی ''جو شخص اس قبہ کی تعمیر کی وجہ دریافت کرنا چاہے وہ جا کر اس گاؤں میں دریافت کرے''۔

چنانچہ وہ شخص اس گاؤں میں گیا اور لوگوں سے اس قبہ کی تعمیر کی وجہ دریافت کی مگر کوئی نہ بتا سکا۔ آخر کار معلومات کرتے کرتے اس کو ایک ایسے شخص کا علم ہوا۔ جس کی عمر دو سو برس تھی۔ یہ صاحب ان کے پاس گئے اور ان سے قبہ کے متعلق دریافت کیا تو اس ضعیف العمر شخص نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا تھا کہ اس گاؤں میں ایک ملک (زمیندار) رہتا تھا اور اس کے یہاں ایک کتا تھا جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا اور کسی بھی وقت اس سے جدا نہیں ہوتا تھا۔

ایک دن وہ ملک (زمیندار) کہیں سیر کرنے گیا اور اپنے کتے کو گھر پر ہی باندھ گیا تا کہ وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے اور چلتے وقت اپنے باورچی کو بلا کر ہدایت کی کہ میرے لئے دودھ کا کھانا تیار کر کے رکھے۔ اس کھانے کا ملک کو بڑا شوق تھا۔ ملک کے گھر میں ایک اپاہج اور گونگی لونڈی بھی تھی۔ چنانچہ جب ملک چلا گیا تو وہ لونڈی اس بندھے ہوئے کتے کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر بعد ملک کے باورچی نے اس کا پسندیدہ کھانا تیار کیا اور اس کو ایک بڑے پیالہ میں رکھ کر اس گونگی لڑکی اور کتے کے قریب لا کر کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا تا کہ جب ملک واپس آئے تو اس کو آسانی سے کھانا مل جائے۔ چنانچہ باورچی جب پیالہ رکھ کر چلا گیا تو اس جگہ ایک کالا ناگ آیا اور اس اونچی جگہ پر چڑھ کر اس پیالہ میں سے دودھ پینے کے بعد چلتا بنا۔

کچھ دیر کے بعد جب ملک واپس آیا اور اس نے اپنا پسندیدہ کھانا پیالہ میں تیار رکھا ہوا دیکھا تو پیالہ اٹھا لیا اور جیسے ہی اس کو کھانے کا

ارادہ کیا گونگی لڑکی نے بڑے زور سے تالی بجائے اور ساتھ ساتھ ملک کو ہاتھ سے اشارہ سے بھی کہا کہ وہ اس کھانا کو نہ کھائے مگر ملک گونگی کی بات نہ سمجھ سکا اور ایک نظر گونگی کو دیکھ کر پھر پیالہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں کھانے کے لئے ہاتھ ڈالا کہ اتنے میں کتا بہت زور سے بھونکا اور مسلسل بھونکتا رہا اور جوش میں اپنی زنجیر بھی توڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ ملک کو ان دونوں کی ان حرکتوں پر تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟

چنانچہ وہ اٹھا اور پیالہ کو رکھ کر کتے کے پاس گیا اور اس کو کھول دیا۔ کتے نے زنجیر سے آزادی پاتے ہی اس پیالہ کی طرف جست لگائی اور جھپٹا مار کر اس پیالہ کو گرادیا۔ ملک یہ سمجھا کہ یہ کتا اس کھانے کی وجہ سے بے تاب تھا اور یہ کہ اس نے اس کا پسندیدہ کھانا گرادیا اس وجہ سے اس کو غصہ آ گیا اور اس نے طبر اٹھا کر کتے کو مارا۔ کتے نے جب دیکھا کہ ابھی بھی پیالہ میں کچھ دودھ باقی ہے تو اس نے فوراً اپنا منہ اس پیالہ میں ڈال دیا اور بچا ہوا دودھ پی گیا۔ چنانچہ دودھ کا کتے کے حلق سے اترنا تھا کہ وہ زمین پر تڑپنے لگا اور کچھ دیر بعد مر گیا۔ اب ملک کو اور بھی تعجب ہوا اور اس نے گونگی لڑکی سے پوچھا کہ آخر اس دودھ میں کیا بات تھی کہ کتا اس کو پیتے ہی مر گیا۔ گونگی نے اشاروں سے ملک کو سمجھایا کہ اس دودھ میں سے ایک کالا ناگ کچھ دودھ پی چکا ہے جس کے زہر کی وجہ سے کتا مر گیا اور وہ خود اور کتا اسی وجہ سے تم کو اس کے پینے سے روک رہے تھے۔ چنانچہ جب ملک کی سمجھ میں ساری بات آ گئی تو اس نے باورچی کو بلایا اور اس کو سرزنش کی کہ اس نے کھانا کھلا ہوا کیوں رکھا۔ اس کے بعد ملک نے اس کتے کو دفنا کر اس کے اوپر یہ قبہ تعمیر کرادیا اور اس پر وہ کتبہ لگادیا۔

ابوعثمان مدینی نے ''کتاب النشان'' میں لکھا ہے کہ بغداد میں ایک شخص کو کتوں کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی ضرورت سے ایک گاؤں کے لئے روانہ ہوا تو اس کے کتوں میں سے کوئی کتا جس کو وہ بہت چاہتا تھا اس کے ساتھ ہولیا۔ مالک نے جب دیکھا کہ کتا اس کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے تو اس نے اس کو سرزنش کی اور روکا مگر کتا کسی طرح بھی واپس نہ ہوا۔ چنانہ جب وہ شخص گاؤں میں داخل ہوا تو وہ کتا بھی اس کے ساتھ تھا۔ اس گاؤں کے لوگ اس شخص سے عداوت رکھتے تھے۔

چنانچہ گاؤں کے لوگون نے جب اس شخص کو تنہا اور نہتا دیکھا تو اس کو پکڑ لیا اور گھر میں لے گئے۔ چنانچہ اس کا کتا بھی ان کے پیچھے ان کے ساتھ گھر میں داخل ہو گیا۔ گاؤں کے لوگوں نے اس شخص کو ہلاک کردیا اور اس کو ایک سوکھے ہوئے کنوئیں میں ڈال کر اس پر ایک تختہ رکھ کر اس کو مٹی سے چھپادیا اور کتے کو مار مار کر گھر سے باہر کردیا۔ کتا مار کھا کر گھر سے نکلا اور اپنے مالک کے گھر پہنچ کر خوب زور زور سے بھونکنے لگا مگر کسی نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ادھر کتے کی مالک کی والدہ نے اپنے بیٹے کو بہت تلاش کرایا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چلا۔ تھک ہار کر اس کی ماں خاموش ہوگئی اور سمجھ گئی کہ اس کے بیٹے کو کسی نے ہلاک کردیا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کی تمام ماتمی رسوم ادا کر کے تمام کتوں کو گھر سے نکال دیا۔ چنانچہ سبھی کتے ادھر ادھر چلے گئے مگر وہ کتا کسی بھی طرح اپنے مالک کے گھر سے نکلنے پر تیار نہ ہوا۔ تنگ آ کر اُس کے مالک کی ماں نے اس کو لوگوں کی مدد سے گھر سے باہر کرادیا اور گھر کا دروازہ بند کرلیا۔ کتا گھر سے باہر دروازہ پر پڑ گیا اور برابر وہیں پڑا رہا۔

اتفاقاً ایک دن اس کے مالک کے قاتلوں میں سے ایک شخص کا اس گھر کے سامنے سے گزر ہوا۔ کتے نے فوراً اس شخص کو پہچان کر اس کا دامن پکڑ لیا اور اس پر خوب بھونکنا شروع کردیا۔ چنانچہ آس پاس کے بہت سے لوگ اکٹھا ہو گئے اور انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ کتا اس شخص کا دامن چھوڑ دے۔ مگر کتے نے دامن ہرگز نہ چھوڑا۔ اسی شوروغل کی آواز اندر گھر میں گئی تو مقتول کی والدہ گھر سے باہر آ گئی اور جب اس نے دیکھا کہ اس کے بیٹے کے کتے نے ایک شخص کا دامن پکڑ رکھا ہے تو وہ اور قریب آ گئی تب اسے علم ہوا کہ یہ تو ان لوگوں میں

سے ایک ہے جو میرے بیٹے کے دشمن تھے اور اس کی تلاش میں رہتے تھے ضرور اسی نے میرے لڑکے کو قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ بھی اس شخص کو لپٹ گئی۔

ادھر کوتوال شہر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ بھی جائے وقوعہ پر آ گیا اور اس نے جب یہ ماجرا دیکھا تو کہنے لگا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے اور کتے کے جسم پر جو زخم ہیں وہ ضرور کسی پراسرار واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ لوگ دونوں (کتا اور اس شخص) کو خلیفہ راضی باللہ کے پاس لے گئے۔

مقتول کی ماں نے ملزم پر استغاثہ دائر کیا۔ خلیفہ راضی باللہ نے ملزم کو زدوکوب کرایا مگر اس نے کسی طرح بھی جرم کا اقرار نہ کیا۔ آخر کار خلیفہ نے اس کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ چنانچہ وہ کتا بھی قید خانہ کے دروازہ پر جا پڑا۔ پھر کچھ عرصہ بعد خلیفہ کو اس ملزم کا خیال آیا۔ چنانچہ اس نے اس کی رہائی کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب اس کو رہا کیا گیا اور وہ جیل سے باہر آیا تو کتے نے اس کو پھر پکڑ لیا۔ لوگوں نے اس کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر جب تک کتا بالکل بے بس نہ ہو گیا اس نے ملزم کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ اس واقعہ کی پھر خلیفہ راضی باللہ کو خبر دی گئی۔ خلیفہ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ملزم اور کتے کو چھوڑ دیا جائے اور تم ان دونوں کے پیچھے پیچھے جاؤ اور جو بھی بات ہو اس کی فوری مجھے اطلاع دو۔

چنانچہ خلیفہ کی ہدایت پر عمل کیا گیا۔ جب ملزم اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس کے پیچھے غلام اور کتا بھی گھر میں داخل ہو گیا تو غلام نے گھر کی تلاشی لی۔ مگر اسے وہاں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو اس راز سے پردہ ہٹا سکتی ہے۔ مگر کتے کی یہ کیفیت تھی کہ وہ برابر بھونک رہا تھا اور کنوئیں کی جگہ کو اپنے پیروں سے کریدتا جاتا تھا۔ غلام نے جب کتے کی اس حرکت پر غور کیا تو اس کو حیرت ہوئی۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کو اس حال کی اطلاع دی۔ خلیفہ کے کارندے اس کو پھر پکڑ کر خلیفہ کے پاس لے گئے۔ وہاں پر اس نے کافی مار کھانے کے بعد جرم کا اقرار کیا اور اپنے ساتھیوں کے نام بھی بتائے۔ چنانچہ خلیفہ نے اس کو قتل کرا دیا اور بقیہ ملزمان کو پکڑنے کے لئے کارندے روانہ کئے مگر بقیہ ملزمان کو چونکہ واقعہ کا علم ہو چکا تھا اس لئے وہ ہاتھ نہ آ سکے اور کسی غیر معلوم جگہ پر فرار ہو گئے۔

عجائب المخلوقات میں لکھا ہے کہ اصفہان میں ایک شخص نے کسی کو قتل کر کے کسی کنوئیں میں ڈال دیا۔ مگر مقتول کا کتا بوقت واردات اس کے ساتھ تھا۔ وہ کتا روزانہ اس کنوئیں پر آتا اور اپنے پنجوں سے اس کی مٹی ہٹاتا اور اشاروں سے بتاتا کہ اس کا مقتول مالک یہاں ہے ار جب کبھی قاتل اس کے سامنے آتا تو اس کو بھونکنے لگتا۔ لوگوں نے جب بار بار اس بات کو دیکھا تو انہوں نے اس جگہ کو کھدوایا۔ چنانچہ وہاں سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی اور پھر قاتل کو سزائے موت دے دی گئی۔

ایک نکتہ

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب ''بہجۃ المجالس وانس المجالس'' میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق سے دریافت کیا گیا کہ خواب کی تعبیر کتنے عرصہ تک موخر ہو سکتی ہے۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ پچاس سال تک' کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک چت کبرا کتا آپؐ کا خون پی رہا ہے۔ اس کی تعبیر آپؐ نے یہ لی تھی کہ ایک شخص آپؐ کے نواسہ حضرت امام حسینؓ کو شہید کرے گا۔ چنانچہ پچاس سال بعد شمر بن جوشن کے ذریعہ اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

شمر بن جوشن کے جسم پر برص کے داغ تھے۔ لہٰذا خواب میں نظر آنے والا چت کبرا کتا یہی شقی تھا۔ علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب (حیاۃ الحیوان) میں ایسی باتیں (کارآمد) درج کی ہیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ انہی قیمتی باتوں میں سے کچھ اور

باتیں درج ذیل ہیں:۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آپ جنت میں داخل ہوئے تو آپؐ نے وہاں انگور کا ایک خوشہ لٹکا ہوا دیکھا جو آپؐ کو بہت پسند آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کے لئے ہے جواب ملا کر ابوجہل کے لئے۔ یہ جواب آپ کو بہت شاق گزرا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ جنت سے ابوجہل کا کیا واسطہ بخدا وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جنت تو صرف مومنین کے لئے ہے۔ جب ابوجہل کے فرزند حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد خدمت اقدسؐ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس وقت آپ کو یہ خواب یاد آیا اور آپ کو محقق ہوا کہ وہ خوشہ ابی جہل کے فرزند ارجمند حضرت عکرمہؓ تھے۔

ایک شامی غلام کا خواب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص ملازم تھا اور یہ شخص شام کا رہنے والا تھا۔ ایک دن اُس شخص نے عرض کیا کہ امیر المومنین رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ چاند سورج میں لڑائی ہو رہی ہے اور ستاروں کی ایک جماعت سورج کے ساتھ اور ایک چاند کے ساتھ ہے۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تُو کس طرف تھا؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ چاند کی طرف۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سُن کر کہا کہ تُو نے اللہ تعالیٰ کی اس نشانی کا ساتھ دیا جو محو ہونے والی ہے۔ جا میں تجھ کو نوکر نہیں رکھ سکتا"۔ یہ کہہ کر آپ نے اس کو برخاست کر دیا۔ چنانچہ یہ شخص جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے مقتول ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا خواب

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاند آ کر آپؐ کے حجرۂ مبارک میں گرے۔ آپ نے اپنا یہ خواب اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! اگر تیرا خواب سچا ہے تو دنیا کی تین بزرگ ترین ہستیاں تیرے کمرے میں مدفون ہوں گی۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ حضرت عائشہ کے حجرہ مبارک میں مدفون ہوئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ! یہ تیرے خواب کا پہلا چاند ہے جو تین میں سے بہترین ہستی ہے (باقی دو چاند خود حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ تھے)۔

فائدہ

امالی ابی بکرالقطیعی میں حضرت ابودرداؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ ہمارے سامنے سے ایک کتا گزرا۔ ابھی اس کے قدم آگے بڑھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ ایکدم مر گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کتے پر کس نے بددعا کی۔ چنانچہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ! میں نے کی تھی۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کے کیا الفاظ تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ کہا تھا "**اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا اِلٰہ اِلا اَنت المنان بدیع السموات والارض یا ذالجلال و الاکرام اکفنی ھذا الکلب بماشئت**"

یہ الفاظ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ذریعہ دعا مانگی۔ جو شخص اس نام سے دعا مانگتا ہے وہ قبول ہوتی ہے اور اس کو منہ مانگی مراد ملتی ہے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث سنن اربعہ، مسند امام احمدؒ، حاکم اور ابن حبان کی کتب احادیث میں موجود ہے مگر آخر

کی دو کتابوں میں کتے کا واقعہ مذکور نہیں ہے۔

طبرانی نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے افادہ کیا ہے کہ نمازِ مذکورہ بالا نمازِ عصر تھی اور یہ دن جمعہ کا تھا اور بددعا کرنے والے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے ایسے دن' ایسی گھڑی اور ایسے الفاظ سے دعا مانگی کہ اگر ان سے آسمان وزمین والوں کے لئے دعا کرتے تو وہ بھی قبول ہوتی اے سعد خوش رہو۔

برے ہم نشیں سے بچو

امام احمدؒ نے ''کتاب الزہد'' میں حضرت جعفرؒ بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مالکؒ بن دینار کے پاس ایک کتا دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے ابا یحیٰی آپ نے اس کتے کو کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ یہ کتا برے ہم نشین سے بہتر ہے۔

خوف خدا

مناقب امام احمدؒ میں مذکور ہے کہ امام صاحبؒ کو معلوم ہوا کہ ماوراء النہر میں ایک شخص کے پاس تین احادیث ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں وہ احادیث سننے کے لئے ماوراء النہر پہنچا تو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھے شخص ہیں اور وہ ایک کتے کو کھانا کھلانے میں مصروف ہیں۔ میں نے قریب جا کر ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر کتے کو کھلانے میں مصروف ہو گئے۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ان صاحب کی یہ بات اچھی نہ لگی کہ وہ بجائے اس کے کہ میری طرف متوجہ ہوتے انہوں نے کتے کی طرف منہ پھیر لیا۔

چنانچہ کچھ دیر بعد جب وہ کتے کو کھلا پلا چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ نے اپنے دل پر ناگواری محسوس کی ہوگی کہ میں آپ کو چھوڑ کر کتے کی طرف کیوں متوجہ ہو گیا۔ میں (امام صاحب) نے جواب دیا کہ جی ہاں ہوا تو ایسا ہی ہے ان صاحب نے یہ سن کر فرمایا کہ ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے ابوزناد نے' ان سے اعرج اور ان سے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کے پاس کوئی امید لے کر آیا اور وہ شخص اس کی امید منقطع کر دے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی امید منقطع کر دیں گے اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر ان صاحب نے فرمایا کہ ہمارے علاقہ میں کتا نہیں ہوتا مگر یہ کتا کہیں سے میرے پاس بھوکا آ گیا۔ لہٰذا میں نے اس ڈر سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مجھ کو مایوس نہ فرما دے میں نے اس کو کھانا کھلا دیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر کہا کہ بس میرے لئے یہی حدیث کافی ہے۔ چنانچہ میں ان کے پاس سے واپس آ گیا۔

حقیقی سخاوت

''رسالہ قشیری'' میں حضرت عبداللہ بن جعفر کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن وہ اپنی کسی جاگیر کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ نے کسی نخلستان میں قیام فرمایا۔ اس نخلستان میں ایک حبشی غلام کام کر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ حبشی کا کھانا آیا تو اس کھانے میں تین روٹیاں تھیں۔ چنانچہ حبشی نے اپنے کھانے میں سے ایک روٹی نکالی اور اپنے سامنے کھڑے ہوئے کتے کو ڈال دی۔ جب وہ کتا اس روٹی کو کھا چکا تو حبشی نے دوسری روٹی نکالی اور اس کو کتے کے سامنے ڈال دیا۔ چنانچہ کتے نے اس کو بھی کھا لیا۔ اس کے بعد حبشی نے اپنی تیسری اور آخری روٹی بھی نکال کر کتے کے سامنے ڈال دی۔ کتا اس کو بھی چٹ کر گیا۔ آپ بیٹھے ہوئے بڑے غور سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس حبشی غلام کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ لڑکے تجھ کو دن بھر میں کتنا کھانا ملتا ہے؟ غلام نے جواب دیا کہ

بس وہ تین روٹیاں جو ابھی میں نے کتے کو کھلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تُو نے وہ تینوں کتے کو کیوں کھلا دیں اور خود کیوں بھوکا رہا؟

غلام نے جواب دیا کہ ہمارے اس دیس میں کتے نہیں ہوتے یہ کتا کسی غیر دیس سے بھوکا آیا معلوم ہوتا تھا۔ لہٰذا میں نے اس کو بھوکا لوٹا دینا مناسب نہ سمجھا۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ آج تُو کیا کھائے گا؟ اس نے جواب دیا کہ اب کھاؤں گا کہاں سے آپ تو بھوکا ہی رہوں گا۔

حضرت عبداللہؓ نے اپنے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھا سخی ایسے ہوتے ہیں۔ سخاوت کی بدولت یہ خود بھوک کی تکلیف اٹھائے گا۔ مگر اس نے کتے کو بھوک کی تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ سچ پوچھئے تو یہ لڑکا مجھ سے زیادہ سخی ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور جس نخلستان میں وہ کام کر رہا تھا اس کو بھی خرید کر س غلام کو ہبہ کر دیا۔ (رسالہ قشیری باب الجود والسخا)

ایک عقاب کے ذریعہ ظہورِ اسلام کی تصدیق

''کتاب البشر بخیر البشر'' میں مالک بن نقیع کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک بار میرا ایک اونٹ باہر نکل گیا۔ چنانچہ میں اپنی سانڈنی پر سوار ہو کر اس کی تلاش میں نکلا۔ چنانچہ وہ کافی دور جنگل میں ایک جگہ مجھ کو مل گیا۔ میں اس کو لے کر گھر کی طرف چل دیا اور رات بھر چلتا رہا۔ صبح جب ہوئی تو میں نے اپنے دونوں اونٹوں کو بٹھا کر ان کو ایک رسی سے باندھ دیا اور پھر میں ایک ریت کے ٹیلہ کی چوٹی پر لیٹ گیا۔ میری آنکھوں میں ابھی نیند آنے ہی والی تھی کہ میں نے کسی غیبی پکارنے والے کی آواز سنی۔ اس نے میرا نام لے کر پکارا اور کہا کہ جہاں تیرا اونٹ بیٹھا ہوا ہے اگر تُو اس جگہ کو کھودے تو تجھ کو وہاں سے ایک ایسی چیز ملے گی جس سے تو خوش ہو جائے گا۔

چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور اونٹ کو اس جگہ سے ہٹا کر میں نے وہ زمین کھودنی شروع کر دی۔ کچھ کھدائی کرنے کے بعد زمین میں سے ایک بت نکلا جو عورت کی شکل کا تھا اور زرد پتھر کا بنا ہوا تھا اور اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ میں اس کو نکال کر کپڑے سے صاف کیا اور سیدھا کھڑا کر دیا اور اس کو سجدہ کیا۔ اس کے بعد میں نے اٹھ کر اپنے ایک اونٹ کو ذبح کیا اور اس کا خون اس بت پر چھڑک دیا اور پھر میں نے کافی غور کے بعد اس بُت کا نام ''غلاب'' رکھ دیا۔ پھر میں نے اس کو اپنی سانڈنی پر رکھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ میری قوم کے لوگوں کو جب اس بت کے متعلق پتہ چلا تو وہ تمام جمع ہو گئے اور اصرار کرنے لگے کہ بت کو کسی ایسی جگہ نصب کر دیں جہاں پر سبھی لوگ اس کو پوجا کر سکیں۔ لیکن میں نے ان کی اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اس بت کو صرف اپنے لئے خاص کر لیا اور اپنے گھر میں ایک جگہ رکھ دیا۔ پھر روزانہ میں اس کے لئے ایک بکری کا قربانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ میرے پاس جتنی بکریاں تھیں وہ سب کی سب میں نے اس پر بھینٹ چڑھا دیں۔

جب میرے پاس بھینٹ کے لئے کچھ نہ بچا تو مجھ تشویش ہوئی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری نذر میں ناغہ ہو اس لئے میں پریشانی کے عالم مین اس بُت کے سامنے گیا اور اس سے اپنی ناداری کا شکوہ کیا۔ میرا شکوہ سُن کر بت کے اندر سے آواز آئی۔ ''**مال لا تاس علی مال سر الی طوی الارقم فخذ الکلب الاسود الوالغ فی الدم ثمہ صدیہ تغنم** ''۔ (اے مالک اے مالک مال نہ ہونے پر افسوس مت کر بلکہ طوی الارقم پر جا اور وہاں سے وہ کالا کتا جو خون چاٹ رہا ہوگا پکڑ اکر اور اس سے شکار کر تجھ کو مال ملے گا)۔

مالک کہتے ہیں کہ بُت کی اس ہدایت کو سن کر میں فوری طور سے طوی الارقم پہنچا۔ دیکھا تو وہاں ایک ڈراؤنی شکل کا کالا کتا کھڑا ہے۔ اس کو دیکھ کر مجھے ڈر معلوم ہونے لگا کہ اسی اثناء میں اس کتے نے ایک جنگلی بیل پر حملہ کر دیا اور اس کو مار کر اس کا خون پینے لگا۔ میں

بہت سہما ہوا تھا مگر بُت کی ہدایت یاد آتے ہی ہمت کر کے کتے کی طرف بڑھا۔ مگر چونکہ وہ اپنے مارے ہوئے شکار میں مصروف تھا اس لئے اس نے مجھ پر کوئی توجہ نہ کی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس کے گلے میں رسی ڈال دی اور پھر اس کو اپنی طرف کھینچا اور وہ گوشت کے ٹکڑے کرا کے ناقہ پر لاد دیئے۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ کتا اسی میں بندھا ہوا میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

دورانِ راستہ کتے کو ایک ہرنی نظر آئی تو وہ اس کی طرف لپکا اور میرے ہاتھ سے رسی چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے تو مجھے کتے کو چھوڑنے میں تردد ہوا مگر جب وہ نہ مانا اور مشتعل ہونے لگا تو میں نے ہاتھ سے رسی چھوڑ دی۔ کتا تیر کی طرح ہرن کی طرف دوڑا اور اس کو جا دبایا۔ میں دوڑ کر اس کے پاس پہنچا اور ہرنی کو اس کے منہ سے چھڑا لیا اور انتہائی خوشی کی حالت میں گھر پہنچا۔ چنانچہ ہرنی تو میں نے غلاب پر چڑھا دی اور بیل کا گوشت برادری والوں میں تقسیم کر دیا۔

رات بھر میں عافیت سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو کتے کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ چنانچہ جو جانور اس کے سامنے آتا وہ اس کو پکڑ لیتا۔ اس کی زد سے نہ ہرن نہ پاڑھا نہ گورخر غرض کہ کوئی جانور نہ بچا۔ اس سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی اور میں کتے کی خوب آؤ بھگت کرنے لگا اور اس کا نام بھی میں نے ''سحام'' یعنی کالو رکھ دیا۔ ایک زمانہ میرا اسی طرح عیش و آرام میں گزر گیا۔ ایک دن میں کتے کے ہمراہ جنگل میں شکار کر رہا تھا کہ میرے قریب سے ایک شتر مرغ گذرا میں نے کتے کو شتر مرغ پر چھوڑ دیا لیکن شتر مرغ بھاگ گیا میں نے شتر مرغ کو پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ قریب تھا کہ کتا اس شتر مرغ پر حملہ کر لے۔ ایک عقاب دفعتاً اس پر آ کر گرا اور پھر لوٹ کر میری طرف آیا۔ میں نے اس کو مارنے اور بھگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ بھاگا۔ چنانچہ میں نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ اتنے میں سحام بھی اس عقاب کی ٹانگوں کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ عقاب اُڑ کر میرے سامنے والے ایک درخت پر بیٹھ گیا اور پھر وہاں سے کتے کو اس کے نام سے پکارا۔ کتے نے عقاب کے پکارنے پر لبیک کہا۔ پھر عقاب نے پکار کر کہا کہ بُت ہلاک ہوئے اور اسلام کا ظہور ہوا۔ لہٰذا مسلمان ہو جا اور سلامتی کے ساتھ نجات حاصل کر ورنہ کہیں بھی ٹھہرنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ یہ کہہ کر عقاب اُڑ گیا ار میں نے کتے کی طرف دیکھا تو اس کو بھی نہ پایا اور وہ بھی کہیں غائب ہو گیا۔ چنانچہ یہ اس کتے سے میری آخرت ملاقات [1] تھی۔

حاکم نے مستدرک میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپؓ فرماتی ہیں کہ دومتہ الجندل کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند روز بعد آپؐ کی تلاش میں میرے پاس آئی۔ اس کے آنے کی غرض یہ تھی کہ سحر کے متعلق اس کے دل میں کچھ غلجان پیدا ہو گیا تھا۔ اس کو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے رفع کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو چکی تو وہ اس قدر روئی کہ مجھ کو اس پر ترس آ گیا وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میں نے اس سے اس کا قصہ پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ میرا شوہر مجھ کو چھوڑ کر کہیں لاپتہ ہو گیا تھا۔ میں ایک بڑھیا کے پاس گئی اور اس سے اپنا حال بیان کیا۔ بڑھیا نے کہا کہ گر تم میرے کہنے پر چلو گی تو تمہارا شوہر تمہارے پاس آ جائے گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ضرور تمہارا کہنا مانوں گی۔

چنانچہ جب رات آئی تو وہ بڑھیا دو کالے کتے لے کر میرے پاس آئی اور اس کے کہنے سے میں اُن میں سے ایک پر سوار ہو گئی اور

---

[1] علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں پر اس قصہ کو ختم کر دیا ہے مگر ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہاتف جس نے جنگل میں مالک کو پکارا اور جس نے کہ بُت کے پیٹ میں سے کلام کیا وہ شیطان تھا۔ یہ کالا کتا یا تو شیطان کو چیلا یا خود وہی شیطان تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے بعد سے ایسے تمام شیطانی کرتبوں پر منجانب اللہ تعالیٰ روک لگا دی گئی۔ (از مترجم عفی عنہ)

ایک خالی رہا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ان کتوں نے مجھ کو شہر بابل میں لا کھڑا کیا۔ میں نے دیکھا کہ دو شخص سر کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تُو یہاں کس غرض سے آئی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جادو سیکھنے آئی ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم یہاں پر آزمائش کے لئے رکھے گئے ہیں تو جادو سیکھ کر کافر ہو جائے گی۔ جا گھر لوٹ جا اور کافر مت بن۔ میں نے جواب دیا کہ سیکھے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گی۔ میرا یہ جواب سن کر انہوں نے کہا کہ تُو اگر نہیں مانتی تو اس تندور میں جا کر پیشاب کر آ۔ چنانچہ میں گئی اور اس کو دیکھتے ہی میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں ڈر سے کانپنے لگی۔ چنانچہ میں بغیر پیشاب کئے ہی ان کے پاس لوٹ آئی۔ تو ان دو آدمیوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو نے تندور میں پیشاب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں یہ سن کر انہوں نے مجھ سے پھر وہ ہی کہا کہ کفر اختیار مت کر اور اپنے گھر چلی جا' میں نے گھر جانے سے انکار کیا تو انہوں نے پھر وہی پیشاب کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں گئی اور بغیر پیشاب کئے واپس آ گئی۔ اور اُن سے جھوٹ بول دیا اور پھر انہوں نے مجھے گھر جانے کی ہدایت کی۔ چنانچہ تیسری بار جب میں تندور کے پاس گئی تو میں نے ہمت کر کے اس میں پیشاب کر ہی دیا۔ جوں ہی میں پیشاب سے فارغ ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شہسوار آہنی زرد پوش میرے اندر سے نکلا اور آسمان پر چڑھتا چلا گیا۔ اس کے بعد میں ان کے پاس گئی اور واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے سن کر کہا ''سچ ہے کہ وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ سے رخصت ہو گیا' اب تُو یہاں سے چلی جا''۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت سے پوچھا کیا انہوں نے تجھ کو جادو سکھایا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! انہوں نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ تُو چاہے گی وہ ہو جایا کرے گا۔ یہ گیہوں کے دانے لے اور ان کو گھر جا کر بو دے۔ چنانچہ وہ دانے میں نے لے لئے اور گھر پہنچ کر ان کو بو دیا۔ پھر میں نے ان دانوں سے کہا کہ اُگ جاؤ تو وہ اُگ گئے۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ پک جاؤ تو وہ پک گئے غرض کہ جو کچھ میں نے اُن سے کہا انہوں نے وہی صورت اختیار کر لی۔ حتیٰ کہ میرے حکم سے انہوں نے پکی پکائی روٹی کی شکل اختیار کر لی۔ پھر یہ نوبت پہنچی کہ جو چیز میں چاہتی وہ ہو جاتی۔ یا ام المومنین واللہ! مجھ کو اپنی یہ حالت دیکھ کر بہت ندامت ہوئی۔ میں نے یہ باتیں کبھی نہ کی تھیں اور نہ آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس بارے میں استصواب کیا مگر وہ اس بارہ میں کوئی فتویٰ نہ دے سکے۔ انہوں نے صرف یہی فرمایا کہ اگر تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہوتا تو تیری کچھ مدد کرتے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ہشام بن عروہ جو اپنے والد کے واسطے سے حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت متقی و پرہیزگار واقع ہوئے تھے اور وہ کسی بھی دینی معاملے میں بہ تکلف کسی قسم کی رائے زنی کی جرأت نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے اس عورت کے بارہ میں کوئی فتویٰ دینے میں معذوری کا اظہار کر دیا۔ لیکن اگر وہ عورت اس زمانے میں ہوتی اور ہمارے پاس آتی تو نتیجہ دگرگوں ہوتا۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سحر اور ایمان دل کے اندر ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے وہ شخص جس کے دل میں ایمان ہو گا ساحر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس عورت مسکینہ کی حالت سے ہم کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس بے چاری کو شیطانی خواہشات اور نفس امارہ نے ورطۂ ہلاکت میں ڈال دیا اور اس کی اس مصیبت کا کوئی تدارک نہ ہو سکا۔ چنانچہ یہی نتیجہ تمام معاصی کا ہے کہ اُن کی وجہ سے ذلت اٹھانی پڑتی ہے اور قید بھگتنی پڑتی ہے اور عذاب کی سختی بڑھتی ہے۔

کسی شاعر نے اس بارے میں کیا خوب کہا ہے ؎

اذا ما دعتک النفس یوما لحاجة و کان علیها للخلاف طریق

اگر تیرانفس کسی دن تجھ سے کوئی حاجت طلب کرے اور تجھ کو اس کی مخالفت کرنے کا کوئی ذریعہ بھی حاصل ہو'

فخالف هواها ماستطعت فانما هواها عدو والخلاف صدیق

تو جہاں تک ہو سکے اس کی مخالفت کر' اس لئے کہ نفس کی خواہش تیری دشمن اور اس کی مخالفت تیری دوست ہے۔

حقیقتِ سحر

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سحر (جادو) کی حقیقت بھی ہے اور اس میں تاثیر بھی ہے۔ بعض لوگ اس عقیدہ کے خلاف ہیں مگر صحیح قول اول ہی ہے کیونکہ قرآن پاک کے ظاہری معنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صحت پر دال ہیں۔ بقول ماوردی علماء کا اس بارے میں اختلاف واضطراب ہے کہ جادو کس حد تک موثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی تاثیر صرف اتنی ہے کہ یہ میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کردے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جادو کا اثر انتہائی بڑھا کر بیان کیا ہے کہ جتنا اس کے نزدیک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر اس کی تاثیر اس سے زیادہ ہوتی تو قرآن پاک میں ضرور مذکور ہوتی۔ کیونکہ اگر کسی شخص کے وصف کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہوتا ہے تو اس کے اعلیٰ احوال کی مثل بیان کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی زود رفتاری کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنا ہو تو کہا جائے گا کہ وہ تو گھوڑے سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے۔

لیکن اشعریین کے نزدیک سحر میں میاں بیوی کے تفریق سے زیادہ اثر موجود ہے اور ''مازری کے نزدیک یہی قول صحیح بھی ہے۔ کیونکہ سحر میں اثر پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس کا جو اثر ہوتا ہے وہ ایک قسم کی عادت ہے جو اللہ تعالیٰ کی جاری کی ہوئی ہے۔ آیت قرآنی میں جو میاں بیوی کے تفرقہ کا ذکر آیا ہے وہ عدم زیادتی تاثیر پر نص نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب اشعریین کے نزدیک ساحر کے ہاتھ پر خرق عادت جائز ہے تو پھر نبی اور ساحر میں فرق کیا ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خرق عادت نبی' ولی اور ساحر سے صادر ہوتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ جو خرق عادت نبی سے صادر ہوتا ہے وہ اپنی نوعیت میں یکتا اور منجانب اللہ ہوتا ہے اور غیر نبی اس کے اتیان سے عاجز اور قاصر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو معجزہ کہتے ہیں اس سے اس کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے۔ ولی اور ساحر کے ہاتھوں سے جو خرق عادت کا ظہور ہوتا ہے وہ بالکل معجزہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک ولی سے جو کرامت ظاہر ہوتی ہے وہ دوسرے ولی سے بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جادو کا جو کرشمہ ایک ساحر دکھا سکتا ہے اس کو کوئی دوسرا ساحر بھی دکھا سکتا ہے مگر ولی اور سحر میں فرق یہ ہے کہ اس پر اجماع مسلمین ہے کہ سحر کا ظہور سوائے فاسق کے اور کسی سے نہیں ہوتا اور کرامت صرف ولی سے صادر ہوتی ہے فاسق سے نہیں ہوتی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ جادو (سحر) کرنے میں بہت کچھ دھندے اور کھڑاگ کرنے پڑتے ہیں مگر کرامت کے صدور میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہ بغیر استدعا کے اتفاقیہ طور پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہ میں ایک فروعی مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ جادو سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ 'امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ساحر کو کافر کہا جا سکتا ہے۔ ان سب حضرات کا استدلال ان دو آیتوں پر ہے (۱)'' **وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ** ''(سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا) (۲)'' **اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُر** '' (ہم آزمائش کے لئے ہیں پس کافر مت بن) پہلی آیت میں اس امر کی تردید ہے کہ بنی اسرائیل جو جادو کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم کو جادو حضرت سلیمان علیہ السلام نے سکھایا ہے۔ دوسری آیت میں ہاروت ماروت کا مقولہ ہے کہ جو لوگ ان سے جادو سیکھنے آتے تھے وہ ان کو پہلے سمجھاتے تھے کہ جادو سیکھ کر کافر مت

ہو۔ چنانچہ ساحرہ عورت کے قصہ سے (جو ابھی گزرا) اس کی بخوبی تائید ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک ساحر کی تکفیر اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ اس سے کوئی قول و فعل ایسا سرزد ہو جو کفر کا مقتضی ہو۔ اگر ساحر توبہ کرے تو امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ لیکن امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کے یہ قول ہیں کہ سحر زندقہ ہے اور زندیق کی توبہ قبول نہیں ہو۔ اس بارے میں امام احمدؒ کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں وہ امام شافعیؒ کے قول سے اور دوسری روایت میں ابو حنیفہؒ اور امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے قول سے متفق ہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساحرہ عورت قتل نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو قید کر دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ذمی ساحر اسی وقت قتل کیا جا سکتا ہے جبکہ مسلمانوں کو اس سے ضرر پہنچے۔ لیکن امام اعظمؒ کے مذہب میں مطلقاً یعنی بغیر کسی شرط کے قتل کیا جا سکتا ہے۔

اصحابِ کہف اور اُن کا کتا

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ''وَكَلْبُهُمْ بَاسِط'' ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ لَوِاطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارً اوَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ''(اور ان کا کتا (اس غار کی) دہلیز پر اگلے پاؤں پھیلائے ہوئے (بیٹھا) ہے اگر تو (اے محمدؐ) ان کو جھانک کر دیکھے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان کا رعب تیرے دل میں سما جائے) علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اصحاب کہف کا کتا کوئی اور چیز تھا یا کتا ہی تھا۔ چنانچہ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ سگ اصحاب کہف دراصل کتا ہی تھا اور وہ غیر کلاب جنس سے کوئی چیز نہ تھی۔ مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ کتا نہیں تھا' بلکہ وہ کوئی دوسری چیز تھی۔

ان جریج نے کہا ہے کہ وہ ایک شیر تھا کیونکہ کلب کا اطلاق شیر پر بھی ہوتا ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں یہ بددعا فرمائی تھی:

''اللهم سلط عليه كلبامن كلابك'' (اے اللہ! کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے)

چنانچہ آپؐ کی اس بددعا کے نتیجہ میں اس کو ایک شیر نے آ کر پھاڑ ڈالا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ نے کہا ہے کہ وہ ایک سیاہ رنگ کا کتا تھا۔ مقاتل کا کہنا ہے کہ وہ ایک زرد رنگ کا کتا تھا اور قرطبی کے مطابق وہ ایک زرد مائل بہ سرخی کتا تھا۔ لیکن کلبی نے کہا ہے کہ وہ خلنجی (خدنگی) رنگ کا کتا تھا اور بعض مفسرین کے مطابق وہ آسمانی رنگ کا اور بعض کے مطابق سفید رنگ کا کتا تھا اور کچھ نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رنگ کا کتا تھا اور بعض نے سرخ رنگ کا کتا کہا ہے۔

مفسرین کے درمیان اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ چنانچہ کچھ نے تو اس کو کتا کہا ہے اور کچھ حضرات نے اس کتا کا نام بھی لکھا ہے۔ چنانچہ حضرت علی بن طالبؓ نے فرمایا کہ اس کا نام ''ریان'' تھا۔ اوزاعی کے مطابق اس کا نام مشیر تھا اور سعید حمال نے کہا ہے کہ اس کا نام ''حران'' تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام کے مطابق ''بسیط'' اور حضرت کعب احبار کے مطابق اس کا نام ''صہبا'' اور وہب کے نزدیک ''نقیا'' تھا۔

ایک فرقہ کا یہ بھی گمان ہے کہ یہ اصحابِ کہف کا باورچی تھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اصحاب کہف ہی کا ایک فرد تھا جس کو غار کے دروازے پر بطور طلیعہ بٹھا دیا گیا تھا لہٰذا اس کو مجازاً کتا کہہ دیا گیا کیونکہ حراست کتا کا ہی خاصہ ہے۔ مثلاً اس ستارہ کو جو برج جوزاء کا تابع ہے کلب کہتے ہیں۔ ابو عمرو مطرزی نے اپنی کتاب ''الیواقیت'' میں اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت جعفرؒ بن محمد صادق نے بجائے

''کلبھم'' کے ''کالبھم'' پڑھا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصحاب کہف میں سے ہی کسی کا نام تھا اور اس کو بطور طلیعہ کے دروازہ پر بٹھایا گیا تھا۔مگر علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس قول کی تضعیف اللہ تعالیٰ کے قول سے ہوتی ہے کیونکہ اگلے پاؤں پھیلا کر بیٹھنا کتے ہی کا خاصہ ہے انسان کا نہیں۔

خالد بن معدان کا قول ہے کہ سگ اصحابِ کہف' خر حضرت عزیر علیہ السلام اور ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی بھی جانور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُلْ رَّبِّىٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ ''(لوگ کہتے ہیں کہ اصحابِ کہف سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتا تھا آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے شمار سے واقف ہے' نہیں جانتے ان کو مگر تھوڑے لوگ)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ''اعلیت'' (بصیغۂ تفضیل) اور تھوڑے سے لوگوں کے لئے عالمیت کا ثبوت موجود ہے۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ۴۶۹ھ میں ابوالفضل بن جوہری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص اہلِ خیر سے محبت رکھتا ہے وہ ان سے برکت حاصل کرتا ہے۔چنانچہ سگ اصحاب کہف نے اہلِ فضل سے محبت رکھی اور ان کی صحبت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی محبت میں اس کا بھی ذکر فرمایا۔

آیت مذکورہ بالا میں جو لفظ ''وصید'' آیا ہے اس کے متعلق بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''وصید'' سے مراد ''فناع الکھف'' یعنی صحن خانہ ہے۔سعید ابن جبیر نے کہا ہے کہ وصید سے مراد مٹی ہے۔مگر سدی کے مطابق وصید سے مراد دروازہ ہے اور حضرت مجاہد نے بھی اس سے دروازہ ہی مراد لیا ہے۔عطیؒ نے کہا ہے کہ وصید سے مراد غار کے اوپر اور نیچے کی عمارت ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں جو لفظ ''وَلَمُلِئْتَ'' آیا ہے اس کے معنی رعب کے ہیں اور اس سے مراد اس غار کی وہ وحشت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھ دی تھی تاکہ کوئی شخص ان تک نہ پہنچ سکے اور نہ ان کو دیکھ سکے۔

ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اصحابِ کہف کو میں دیکھنا چاہتا ہوں تو حکم ہوا کہ آپ ان کو بالکل نہیں دیکھ سکتے۔البتہ اپنے صحابہ کبار میں سے چار شخص ان کے پاس روانہ کر دیں تاکہ وہ آپ کا پیغام اُن تک پہنچا دیں اور وہ یعنی اصحاب کہف آپ پر ایمان لے آئیں۔آپؐ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اپنے لوگوں کو ان کے پاس کس طرح بھیجوں؟ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ آپ اپنی چادر بچھا دیں اور اس کے چاروں کونوں پر اپنے چاروں صحابہ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ 'حضرت عمرؓ 'حضرت فاروق' حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی حیدرِ کرار رضی اللہ عنہم اجمعین کو بٹھا دیں اور اس ہوا کو جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کی گئی تھی طلب فرمائیں اور اس کو اپنی اطاعت کا حکم فرمائیں۔چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا تو وہ ہوا ان چاروں حضرات کو اس غار کے دروازہ تک اڑا کر لے گئی۔

جب صحابہؓ نے غار کے منہ سے پتھر ہٹایا تو کتے نے بھونکنا شروع کر دیا۔لیکن جب اُس نے صحابہؓ کی صورت دیکھی تو خاموش ہو گیا اور اپنے سر سے غار میں داخل ہونے کے لئے اشارہ کیا۔چنانچہ چاروں حضرات غار میں داخل ہوئے اور کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔چنانچہ اصحاب کہف کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہو کر انہوں نے انہیں الفاظ میں سلام کا جواب دیا۔پھر صحابہؓ نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے معاشر فتیان (اے گروہ نوجوانان) نبی محمد ابن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صاحبان کو سلام کہا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ جب تک زمین وآسمان قائم ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ لوگوں پر بھی آپؐ کا سلام پہنچانے اور آپ کا دین قبول

کرنے پر سلام پہنچتا رہے یہ کہہ کر اصحابِ کہف پھر سو گئے اور ظہور امام مہدی علیہ السلام تک سوتے رہیں گے۔
کہتے ہیں کہ جب امام آخر الزمان مبعوث ہوں گے تو آپ اصحابِ کہف کو سلام کریں گے۔ اصحابِ کہف زندہ ہو کر سلام کا جواب دیں گے اور پھر سو جائیں گے اور پھر اس کے بعد وہ قیامت کے دن بیدار ہوں گے۔
جب اصحابِ کہف یہ کہہ کر کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام کہہ دیں' پھر سو گئے تو چاروں صحابہ حضرات کو ہوا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپؐ نے صحابہؓ سے اصحاب کہف کا حال دریافت فرمایا۔ چنانچہ صحابہؓ نے وہ گفتگو جو اصحاب کہف سے ہوئی تھی آپ کو سنادی۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی گفتگو سن کر یہ دعا مانگی:۔

اللھم لا تفرق بیسنی وبین اصحابی و انصاری و اغفرلمن احبنی واحب اھل بیتی و خاصتی.

''اے اللہ! میرے اور میرے اصحاب وانصار کے دمیان جدائی مت ڈالنا اور ان کی جو مجھ سے میرے اہل بیت اور مخصوصین سے محبت رکھتے ہیں مغفرت کرنا۔

ا۔ مفسرین کا اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ اصحابِ کہف کا غار میں پناہ لینے کا کیا سبب تھا؟ چنانچہ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔
محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ اہلِ انجیل یعنی نصاریٰ کے عقائد فاسد ہو چکے تھے اور ان کے معاصی حد سے تجاوز کر گئے تھے اور اس درجہ سرکش ہو گئے تھے کہ وہ بُت پرست اور شیاطین کے نام پر قربانی کرنے لگے تھے۔ لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جو دین مسیحی پر قائم تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا۔ یہ بادشاہ بُت پرست اور شیاطین کو نذر چڑھاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ بادشاہ اصحابِ کہف کے شہر ''افسوس'' میں پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی اہلِ ایمان نے وہاں سے راہ فرار اختیار کی۔ کیونکہ وہاں پہنچ کر بادشاہ نے تمام اہلِ شہر کو جمع کیا اور ان کو جو اس کے ہاتھ آئے کہا کہ یا تو وہ بُت پرستی اختیار کریں یا قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ جو خام تھے انہوں نے زندگی کو ایمان پر ترجیح دی اور بُت پرست بن گئے۔ لیکن جو لوگ اپنے ایمان پر پختہ تھے اور جن کی نظر میں یہ دُنیا ہیچ تھی' انہوں نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو قتل کرا دیا اور ان کے سروں کو شہر پناہ کے دروازوں پر لٹکا دیا۔
مومنین میں ایک گروہ اصحاب کہف کا بھی تھا اس گروہ کو جب دیگر مومنین کے قتل کا واقعہ معلوم ہوا تو یہ بہت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے نماز تسبیح اور دعاء کو سختی سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی تعداد آٹھ تھی اور یہ سب اپنی قوم کے اشراف لوگ تھے۔ دقیانوس بادشاہ کو جب اس گروہ کے بارے میں معلوم ہوا تو اُس نے ان کو طلب کر لیا اور ان کو بھی دو باتوں کا اختیار دیا کہ بُت پرستی قبول کر لیں یا پھر قتل کے لئے تیار ہو جائیں۔ اس گروہ میں ایک شخص جس کا نام ''مکسلمینا'' تھا اور جو عمر میں سب سے بڑا تھا اس نے بادشاہ کو جواب دیا کہ ہمارا معبود تو وہ ہے جو زمین و آسمان کا مالک اور ہر شے سے بزرگ و برتر ہے۔ ہم سوائے اس کے اور کسی کو معبود نہیں بنا سکتے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ مجھے تمہاری طرف پر رحم آتا ہے ورنہ تم سب کو ابھی قتل کرا دیتا۔ لہٰذا میں تم کو مہلت دیتا ہوں کہ تم اپنے معاملہ میں غور کرو اور عقل سے کام لو۔ چنانچہ بادشاہ نے ان کو جانے کی اجازت دے دی اور یہ لوگ اپنے اپنے گھر واپس آ گئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے گھر سے زادِ راہ لی اور ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور پھر وہ سب ایک غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان میں سے کسی کا کتا بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتا گیا اور ان کے ساتھ اس غار میں پہنچ گیا۔
کتے کے متعلق بھی چند اقوال ہیں:۔
کعب کہتے ہیں کہ وہ کتا اصحابِ کہف میں سے کسی کا نہیں تھا بلکہ وہ ان کو راستہ میں ملا تھا۔ جب یہ کتا ان کو راستہ میں ملا تو ان پر

بھونکنے لگا۔ انہوں نے اس کو بھگایا مگر جب بھی وہ بھگاتے تو وہ چلا جاتا ہے اور جیسے ہی وہ چلنے لگتے پھر لوٹ آتا اور اُن کے پیچھے چلنے لگتا۔ جب اصحاب کہف نے کافی کوشش کی کہ کس طرح یہ کتا بھاگ جائے اور وہ سختی پر آمادہ ہوئے تو کتا گویا ہوا اور اپنے پچھلے پیروں پر کھڑے ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی اور پھر اصحابِ کہف سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم لوگ مجھ سے مت ڈرو مجھ کو اللہ تعالیٰ کے چاہنے والوں سے محبت ہے۔ لہٰذا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو تم لوگ آرام کرنا میں تمہاری نگہبانی کرتا رہوں گا۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اصحابِ کہف سات تھے اور رات کے وقت فرار ہوئے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک چرواہا ملا۔ اس کے ساتھ ایک کتا بھی تھا۔ وہ چرواہا بھی انہی کے دین پر ان کے ساتھ ہولیا۔ چنانچہ یہ سب لوگ غار میں پہنچ کر عبادتِ الٰہی میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے اپنی خورد و نوش کا انتظام ایک نوجوان کے سپرد کر دیا جس کا نام ملیخا تھا۔ یہ نوجوان ان سب میں خوب صورت اور چست تھا۔ یہ مساکین کا لباس پہن کر بازار جاتا اور کھانا وغیرہ خرید کر لاتا اور یہی اپنے لوگوں کے لئے جاسوسی کا کام بھی کرتا تھا۔ چنانچہ ایک عرصہ تک یہ تمام لوگ اسی طرح رہتے رہے۔ ایک دن ملیخا نے آ کر یہ خبر سنائی کہ بادشاہ ابھی بھی ہم لوگوں کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ خبر سن کر وہ ڈرے اور رنجیدہ ہو گئے۔ اسی حالت میں وہ ایک دن غروب آفتاب کے وقت ایک دوسرے کو سمجھا رہے تھے کہ یکا یک اللہ تعالیٰ نے اُن پر نیند طاری کر دی اور وہ سب کے سب سو گئے۔ ان کا کتا جو اس وقت غار کے منہ پر پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا وہ بھی اُن کے ساتھ سو گیا۔

کچھ دن کے بعد دقیانوس بادشاہ کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ پہاڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ایک دیوار تعمیر کر کے پہاڑ کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ بھوکے پیاسے مر جائیں۔ کیونکہ ان کے گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہ سو رہے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ ان کا اکرام کرے اور اپنی مخلوق کے لئے ان کو اپنی قدرتِ کاملہ کی ایک نشانی قرار دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دقیانوس کے ذریعہ سے ان کو دنیا کی نظروں سے اوجھل کرا دیا اور ان کی ارواح کو بصورت نوم (نیند) قبض کر لیا اور ملائکہ کو ان کے دائیں بائیں کروٹیں دلانے پر مامور فرما دیا۔

دقیانوس کے گھرانے میں اس وقت دو مرد مومن تھے۔ چنانچہ ان دونوں مومن حضرات نے اصحابِ کہف کے نام و نسب و دیگر حالات ایک سیسہ کی تختی پر کندہ کرا کر محفوظ کر دیئے اور پھر اس تختی کو ایک تانبے کے صندوق میں رکھ کر اس صندوق کو ایک مکان میں حفاظت سے رکھ دیا۔

۳۔ عبید بن عمیر نے کہا ہے کہ یہ سب لوگ (یعنی اصحاب کہف) نوجوان تھے اور گلوں میں طوق اور ہاتھوں میں کنگن پہنے ہوئے تھے اور اُن کی زلفیں (بال) دراز تھے۔ ان کے پاس ایک شکاری کتا تھا۔ ان کے یہاں ایک عید ہوتی تھی۔ ایک دن وہ عید منانے کے لئے نکلے اور ساتھ میں اپنی پوجا کا ایک بُت بھی لیتے چلے۔ دفعتاً اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کو نورِ ایمان سے منور فرما دیا۔ ان لوگوں میں بادشاہ کا ایک وزیر بھی تھا ہر ایک نے اپنے ایمان کو ایک دوسرے سے پوشیدہ رکھا۔ ان میں سے ایک جوان کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس کو دیکھ کر دوسرا بھی اس کے پاس درخت کے نیچے پہنچ گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے سب کے سب اس درخت کے نیچے جمع ہو گئے مگر کسی نے اپنے دل کی بات دوسرے پر ظاہر نہ کی۔ آخر کار ان میں سے ایک بولا کہ ہم لوگ اس جگہ کس لئے جمع ہوئے ہیں مگر کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور ہر ایک اپنا راز چھپائے رہا۔ لیکن پھر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور ان میں سے ایک بول پڑا اور جو کچھ اُس کے دل میں تھا وہ ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد دھیرے دھیرے سبھی نے اپنے مومن ہونے کا اظہار کر دیا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ہم سب ایک ہی رشتہ (اسلام) میں

مسلک ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔

پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے طے کر لیا کہ سبھی جا کر کسی غار میں چھپ جائیں وہاں (انشاء اللہ) اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی رحمت کی بارش فرما دیں گے اور ہمارے کام میں آسانی پیدا فرما دے گا۔ چنانچہ وہ ایک غار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے اور ان کا کتا بھی ان کے ساتھ رہا۔ اس غار میں وہ نو اوپر تین سو سال تک سوتے رہے۔

ادھر جب شہر والوں اور ان کے عزیز و اقارب نے نہ پایا تو انہوں نے ان کے نام معہ ولدیت و سکونت اور تاریخ گم گشتگی اور بادشاہِ وقت کا نام ایک تختی پر لکھوا کر اس کو شاہی خزانہ میں جمع کرا دیا۔

۴۔ سدی نے کہا ہے کہ جب اصحاب کہف غار کی طرف چلے تو راستہ میں ان کو ایک چرواہا ملا۔ چرواہے نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ چرواہے کا کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب انہوں نے کتے کو دیکھا تو چرواہے سے کہا کہ اس کتے کو تم بھگا دو۔ کیونکہ یہ بھونک بھونک کر ہم کو سونے نہیں دے گا۔ چنانچہ چرواہے نے اس کو بھگانے کی بہت کوشش کی مگر کتا نہ بھاگا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس کتے کو گویا کر دیا اور وہ کہنے لگا کہ مجھ کو نہ بھگاؤ اور نہ مارو میں تم سے چالیس سال قبل اللہ تعالیٰ پر ایمان لا چکا ہوں۔ کتے کا یہ کلام سن کر اُن کو بہت تعجب ہوا اور اُن کے ایمان میں مزید ترقی ہو گئی۔

محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ اصحاب کہف میالقہ یعنی قلعی گر تھے۔

اللہ تعالیٰ کے قول ''اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا''

(اے محمدؐ کیا آپ کا خیال ہے کہ اصحابِ کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں عجیب تھے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ واقعات عجیب نہیں ہیں بلکہ جو عجائبات اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اُن میں رہنے والوں کی پیدائش میں رکھے ہیں وہ ان سے بھی عجیب تر ہیں۔

علامہ دمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ کہف کا واقعہ تو ہم بیان کر چکے اور اب رہا اصحابِ رقیم کا واقعہ تو اس میں بھی مفسرین کا مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ وہب فرماتے ہیں کہ مجھ کو نعمانؓ بن بشیر انصاری سے یہ حدیث پہنچی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رقیم کا ذکر کرتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا کہ تین شخص اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر باہر نکلے۔ راستہ میں بارش آ گئی وہ بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ بارش کی تیزی سے پہاڑ سے ایک بہت بڑا پتھر لڑھک کر اس غار کے مُنہ پر آ گرا جس سے اُن کے نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر ان تینوں میں سے ایک شخص بولا کہ ہم کو چاہیے کہ ہم نے اپنی اپنی زندگی میں جو اعمالِ حسنہ کئے ہیں ان کو یاد کر کے ایک دوسرے کو سنا دیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے ہمارے حال پر رحم فرمائیں چنانچہ ان میں سے ایک شخص بولا کہ میں نے ایک کام اچھا یہ کیا تھا کہ ایک بار میرے یہاں مزدور کام پر لگے ہوئے تھے ان کی صبح سے شام تک کی مزدوری مقرر تھی۔ ایک دن ان میں سے ایک مزدور آدھا دن گزرنے کے بعد آیا۔ لہٰذا میں نے اس کی مزدوری آدھی کر دی۔ چنانچہ وہ آدھی مزدوری پر ہی کام کرنے لگا مگر اس نے نصف دن میں ہی اتنا کام کیا کہ اس کے ساتھیوں کے پورے دن کے کام سے بھی زیادہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی محنت سے خوش ہو کر اس کو بھی پورے دن کی مزدوری دے دی۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے اعتراض کیا۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ بندۂ خدا میں نے تیری مزدوری میں تو کچھ کمی نہیں کی۔ میرا مال ہے جس کو چاہوں دوں اور جس کو چاہوں نہ دوں اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے؟ میری اس بات پر وہ بہت غصہ ہوا اور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ چنانچہ میں نے اس کی مزدوری کے دام گھر کے کسی گوشہ میں رکھ

دیئے۔ کچھ دیر بعد میرے پاس سے ایک بچہ والی گائے گزری۔ میں نے اس گائے کے مالک سے بات چیت کر کے اس کے بچہ کو اُس مزدوری کے داموں خرید لیا۔ چنانچہ اس بچہ کو میں نے پالا وہ بچہ بڑھ کر گائے ہوگئی اور پھر وہ گابھن ہوکر بیاہی اور اس طرح اس کی نسل بڑھتی رہی۔

کچھ سال بعد ایک بوڑھا میرے پاس آیا میں اس کو پہچانتا نہیں تھا اور کہنے لگا کہ آپ کے ذمہ میرے کچھ دام ہیں اور پھر اُس نے تفصیل بتا کر مجھ کو یاد دلایا۔ جب میں نے اس کو پہچان لیا تو میں نے کہا کہ میں تو خود تمہاری تلاش میں تھا۔ یہ کہہ کر میں نے اس کے سامنے وہ گائے اور جس قدر اس سے بچے پیدا ہوئے تھے سب لا کھڑے کئے اور اس سے کہا کہ یہ تیری مزدوری ہے۔ یہ سن کر وہ شخص کہنے لگا کہ کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں؟ میں نے قسم کھا کر کہا کہ مذاق نہیں کر رہا ہوں بلکہ سچ مچ یہ تیرا ہی حق ہے میرا اس میں کچھ حصہ نہیں۔ پھر میں نے اس سے گائے کی خریداری کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور اپنا مال لے کر رخصت ہوا۔

اپنی یہ سرگزشت اپنے ساتھیوں کو سنانے کے بعد اُس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! اگر تُو سمجھتا ہے کہ میں نے وہ کام تیری رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کو ہمارے اوپر سے اٹھا لے۔ چنانچہ اس کے یہ کہتے ہی وہ پتھر چٹخا اور ایک تہائی ہٹ گیا اور غار میں اتنی روشنی ہوگئی کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

اس کے بعد ان میں سے ایک دوسرا شخص بولا کہ میں نے بھی ایک نیک کام کیا تھا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہمارے شہر میں گرانی ہوئی تمام لوگ اس گرانی سے پریشان حال ہو گئے مگر میرے یہاں اللہ کا فضل تھا۔ چنانچہ میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھ سے خیرات طلب کرنے لگی۔ میں نے اس کو جواب دیا کہ خیرات جب ملے گی جب تم میرے ساتھ ہم بستری کرو گی۔ لیکن اس عورت نے انکار کیا اور واپس چلی گئی۔ اگلے دن وہ پھر آئی اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ اللہ کو ہی علم ہے کہ میں جس حال میں ہوں۔ میں نے پھر وہی شرط لگائی۔ چنانچہ وہ اس مرتبہ بھی نہ مانی اور واپس چلی گئی۔ مگر وہ گھر پہنچی تو اُس نے اپنے شوہر سے تذکرہ کیا۔ شوہر نے کہا کہ مجبوری ہے تُو ایسا کر لے کیونکہ اس سے تیرے بچے بھوک سے نجات پا جائیں گے۔

چنانچہ تیسری مرتبہ وہ پھر آئی اور اللہ کا واسطہ دینے لگی۔ مگر میری جانب سے اس کو پھر وہی جواب ملا۔ اس پر اس بار وہ راضی ہوگئی اور ستر کھول کر پڑ گئی۔ جب میں نے اس سے برے کام کا ارادہ کر لیا تو وہ کانپنے لگی میں نے اس سے سبب پوچھا تو وہ بولی کہ میں اللہ رب العالمین کے خوف سے کانپ رہی ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ اس سختی اور تنگی میں بھی تجھ کو اس کا ڈر ہے اور افسوس کہ اُس نے مجھے ہر طرح سے اپنی رحمت سے نوازا۔ مگر میں پھر بھی اس سے بے خوف ہوں۔ یہ کہہ کر میں نے فوری طور سے اس کو چھوڑ دیا اور دل ہی دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ پھر میں نے اس عورت کو کافی کچھ دے کر رخصت کر دیا۔ یہ قصہ سنا کر اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! اس دن میرا وہ فعل اگر تیرے نزدیک تیرے خوف کی وجہ سے تھا تو آج تُو ہمیں اس پتھر کے خوف سے نجات دلا دے۔ چنانچہ وہ پتھر فوراً ایک حصہ اور کھسک گیا اور غار میں پہلے سے زیادہ روشنی وہوا داخل ہوگئی۔

اس کے بعد تیسرے شخص نے اپنی سرگزشت اس طرح بیان کی کہ میرے والدین بوڑھے اور ضعیف تھے اور میں نے بکریاں پال رکھی تھیں۔ میرا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ پہلے میں اپنے والدین کو کھلاتا پلاتا اور اُن کی تمام ضروریات پوری کر کے پھر بکریاں چرانے جنگل چلا جاتا۔ چنانچہ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ بارش کی وجہ سے مجھ کو جنگل میں رُکنا پڑ گیا اور پھر میں رات کو گھر پہنچا۔ گھر پہنچتے ہی میں نے سب سے پہلے بکریوں کا دودھ دوہا۔ اور بکریوں کو کھلا ہی چھوڑ کر اس دودھ کو لے کر والدین کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ ان کو دودھ پلا

سکوں۔ مگر جب میں اُن کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ دونوں سو رہے ہیں۔

یہ دیکھ کر مجھ کو تشویش ہوئی اور میں دشواری میں پڑ گیا کیونکہ والدین کو نیند سے جگانا مجھ کو شاق معلوم ہوا۔ چنانچہ میں دودھ لے کر ان کے قریب بیٹھ گیا تا کہ اگر اُن کی خود سے نیند کھلے تو میں ان کو دودھ پیش کر سکوں۔ ادھر میری تمام بکریاں بغیر بندھی ہوئی تھیں اور یہ امر خطرہ سے خالی نہ تھا۔ چنانچہ اس کشمکش میں صبح ہو گئی اور میں ہاتھ میں دودھ کا برتن لئے اپنے والدین کے پاس بیٹھا رہا اور جب وہ جاگ گئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا۔

یہ قصہ بیان کر کے اس تیسرے شخص نے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی (حضرت نعمانؓ بن بشیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بیان کرتے وقت مجھ کو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن رہا ہوں) چنانچہ جیسے ہی اُس نے دُعا ختم کی پہاڑ بولا ''طاق طاق'' اور غار بالکل کھل گیا اور تینوں حضرات غار سے باہر آ گئے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''رقیم'' عمان اور ایلہ کے درمیان فلسطین کے قریب ایک وادی ہے اور یہ وہی وادی ہے جس میں اصحاب کہف کی خواب گاہ ہے۔ کعب الاحبار نے کہا ہے کہ رقیم اصحاب کہف کے شہر کا نام تھا۔ حضرت سعیدؓ بن جبیر فرماتے ہیں کہ رقیم بمعنی مرقوم اس تختی کا نام تھا جس پر کہ اصحاب کہف کے نام وغیرہ کندہ تھے محفوظ کر دیئے گئے تھے۔

اصحاب کہف کا انجام یہ ہوا کہ جب وہ سو کر اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ ان میں سے کسی نے کہا کہ ایک دن یا اس سے کم۔ دوسرے نے کہا کہ یہ علم تو خدا ہی کو ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے اس لئے اب تم ایک کام کرو کہ ایک آدمی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو تا کہ وہ کسی دوکان سے حلال اور اچھا کھانا خرید لائے مگر جو کوئی بھی جائے وہ یہ کام بہت ہوشیاری اور تدبر سے کرے تا کہ کسی بھی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ چلے۔ کیونکہ اگر ظالم دقیانوس کو ہمارا پتہ چل گیا تو وہ یا تو ہم کو سنگسار کرا دے گا یا پھر ہم کو دین حق سے پھیر دے گا اور اگر ایسا ہوا تو ہم کو خاطر خواہ فلاح حاصل نہیں ہو گی۔

چنانچہ ان میں سے ایک شخص جس کا نام تملیخا تھا روپیہ لے کر شہر پہنچا تو اس کو ہر چیز عجیب اور بدلی بدلی سی نظر آئی (اور یہ اس وجہ سے کہ ان کو نیند میں کئی صدیاں بیت گئی تھیں) شہر کے لوگوں نے جب اس کے پاس اتنا پرانا دقیانوسی سکہ دیکھا تو وہ بہت متعجب ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ سکہ کس بادشاہ کے نام کا ہے؟ کوئی کہنے لگا کہ ضرور اس شخص کو کوئی پرانا دفینہ (یا خزانہ) مل گیا ہے۔ چنانچہ شہر میں ہر طرف اس بات کا چرچا ہو گیا اور شدہ شدہ یہ معاملہ بادشاہ وقت تک پہنچ گیا۔ چنانچہ بادشاہ نے وہ پرانی تختی جس پر کہ اصحاب کہف کے نام وغیرہ درج تھے خزانہ سے نکلوائی۔ چنانچہ اس تختی سے تحقیق ہو گئی کہ یہ شخص اسی جماعت کا ایک فرد ہے جن کے نام اس تختی پر درج تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس غار اور ان لوگوں کو دیکھنے کے لئے تملیخا کے پیچھے روانہ ہو گئے مگر وہ (تملیخا) ان سے پہلے اپنے ساتھیوں کے پاس غار میں پہنچ گیا اور تمام حال ان سے بیان کیا۔ چنانچہ اہل شہر کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر نیند طاری کر دی اور وہ سب کے سب سو گئے۔

اس وقت اس شہر میں ''بعث بعد الموت'' کے متعلق بہت جھگڑا پھیلا ہوا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہے۔ کوئی محض روحانی بعث کا قائل اور جسمانی کا منکر تھا۔ کوئی روحانی اور جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہ اس وقت حق پرست تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی نظیر مل جائے کہ جس سے بعث کے متعلق یہ استبعاد عقل کم ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اصحاب کہف کی نظیر مہیا کر دی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منکرین آخرت بھی اس واقعہ سے قائل آخرت ہو گئے اور اچھی طرح سمجھ گئے کہ اصحاب کہف کا اتنے عرصہ تک سو کر جاگ اٹھنا

دوسری بار جینے سے کم نہیں۔ اہل شہر نے ان کے عجیب وغریب حالت کو سن کر اور دیکھ کر چاہا کہ اس غار کے پاس کوئی مکان تعمیر کر دیں تا کہ زائرین کو سہولت ہو مگر اس بارہ میں ان میں اختلاف ہو گیا کہ یہ تعمیر کس نوعیت کی ہونی چاہیے۔ چنانچہ جو لوگ صاحب اقتدار تھے ان کی یہ رائے ہوئی کہ ایک مسجد تعمیر کر دی جائے۔

اصحاب کہف کے متعلق یہ امر تو قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ موحد اور متقی لوگ تھے مگر یقینی طور پر یہ معلوم نہیں کہ وہ کس نبی کی شریعت کے متبع تھے۔ مگر جن لوگوں نے معتقد ہو کر وہاں مکان یا مسجد بنائی وہ نصاریٰ تھے۔

اصحاب کہف کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ان قلیل التعداد لوگوں میں ہوں جنہوں نے سیاق قرآن سے معلوم کر لیا ہے کہ اصحابِ کہف کی تعداد سات تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دو اقوال کو ''رَجْمًا بِالْغَيْبِ'' فرمایا ہے۔ تیسرے قول کے متعلق یہ نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ اسلوبِ بیان بھی بدلا ہوا ہے۔ پچھلے دو جملوں میں ''واوَ عطف'' نہیں ہے۔ لیکن تیسرے جملہ یعنی ''وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ'' عطف کے ساتھ لانے سے اس امر کو گویا موکد کرنا مقصود ہے کہ اس قول کا قائل پوری بصیرت اور وثوق کے ساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔

کہف جبل مخلوس و بقول دیگر بناجیوس میں ایک غار ہے اور اس کا نام ''حرم'' و بقول دیگر ''خدم'' ہے۔

اصحاب کہف کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) مکسلیمنا (۲) تملیخا یا املیخا (۳) مرطونس (۴) یوناسن (۵) سارنبوس (۶) لطینوس (۷) کند سلططنوس۔ یہ ساتواں شخص راعی یعنی چرواہا تھا اور اس کے کتے کا نام ''قطمیر'' تھا۔

ذہبی کی تاریخ اسلام میں (۳۹۹ھ) لکھا ہے کہ ممشاد دنیوری ایک مرتبہ اپنے گھر سے نکلے تو آپ پر کتا بھونکنے لگا۔ آپ نے فوراً کہا۔ کتا فوراً مر گیا۔

سب سے پہلے جس شخص نے حراست کی غرض سے کتا پالا وہ حضرت نوح علیہ السلام تھے اور اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا تو آپ نے کشتی بنانی شروع کر دی۔ اور آپ جتنا کام کرتے رات کو آپ کی قوم کے لوگ چوری سے آ کر اس کو بگاڑ دیتے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتا پالنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ جب رات کو آپ کی قوم کے لوگ آپ کا تیار کردہ کام پھر بگاڑنے کے لئے آتے تو کتا ان پر بھونکتا اور اس طرح آپؑ جاگ جاتے اور ڈنڈا لے کر ان کے پیچھے دوڑ جاتے تو وہ بھاگ جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو) کی تفسیر میں علماء دین کا قول ہے کہ گھر میں کسی جان دار کی تصویر ہونے کی صورت میں فرشتے اس وجہ سے اس میں ظاہر نہیں ہوتے کہ تصویر کا رکھنا معصیۃ فاحشہ ہے۔ کیونکہ تصویر میں خلق اللہ سے مشابہت ہے اور اس وجہ سے بھی کہ بعض تصویریں ان چیزوں کی ہوتی ہیں کہ جن کی ماسوائے اللہ تعالیٰ پرستش کی جاتی ہے۔

کتے والے گھر سے فرشتوں کے رکنے کا سبب یہ ہے کہ کتا کثرت سے نجاست کھاتا ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض کتے شیطان ہوتے ہیں اور ملائکہ شیاطین کی ضد ہیں۔ لہٰذا اضداد کا جمع ہونا محال ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کتے میں بدبو ہوتی ہے اور ملائکہ چونکہ پاک وصاف ہستیاں ہیں وہ بدبو کو ناپسند کرتے ہیں اور اس سے بچنے کی ان کو منجانب اللہ ہدایت ہے۔

لہٰذا گھر میں کتے کا رکھنے والا فرشتوں کے دخول'ان کی رحمت'استغفار اور برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب کسی گھر میں فرشتے داخل ہوتے ہیں تو اگر اس گھر میں شیاطین وغیرہ ہوتے ہیں تو وہ بھاگ جاتے ہیں لیکن کتا پالنے والے اس رحمت سے بھی تہی دست رہتے ہے۔

وہ فرشتے جو تصویر اور کتے کی وجہ سے گھروں میں داخل نہیں ہوتے وہ'وہ فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت لئے ہوئے دنیا میں گھومتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ فرشتے جو''حفظہ'' کہلاتے ہیں یا وہ جو روح قبض کرنے پر مامور ہیں وہ ہر گھر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ کتے یا تصویر کے ہونے سے ان پر کچھ فرق نہیں پڑھتا۔ حفظہ یعنی کراما کاتبین کسی حال میں بھی انسان سے جدا نہیں ہوتے کیونکہ وہ انسانوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔

امام غزالی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے دروازہ پر'' کلب عقور'' یعنی کٹکھا کتا موجود ہو اور اس سے لوگوں کو اذیت پہنچتی ہو تو مالک مکان پر اس کتے کو وہاں سے ہٹانا شرعاً واجب ہوگا لیکن اگر ایسا ہو کہ اس سے کاٹنے کی اذیت تو نہیں پہنچتی بلکہ وہ لوگوں کی آمدورفت کے راستہ کو نجس کر دیتا ہے اور اس نجاست سے ان کے لئے احتراز بھی ممکن ہے تو اس صورت میں اس کا دفع کرنا واجب نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہ پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور اس سے لوگوں کی آمدورفت میں تنگی واقع ہو تو اس سے اس کو روکا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے قول ''تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ'' (تم سکھاؤ ان کو وہ چیز جو تم کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی) کی تفسیر میں کہ یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عالم کو وہ فضیلت حاصل ہے جو جاہل کو نہیں۔ اسی طرح اگر کتے کو تعلیم دے دی جائے تو اس کو غیر معلم کتے پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ انسان جو علم کا حامل ہو اور بالخصوص جبکہ وہ عامل بھی ہو اس انسان سے افضل ہوگا جو جاہل ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر شے کی قیمت ہوتی ہے اور انسان کی قیمت یہ ہے کہ وہ نیکوکاری کرے۔

اللہ تعالیٰ کے قول: '' وَاتْلُ عَلَيْهِم نَبَاَ الَّذِیْ آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَ فَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّه اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ''(اور آپ ان لوگوں کو اس شخص کا حال بیان کر دیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں مگر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا شمار گمراہ لوگوں میں ہو گیا اگر ہم چاہتے تو اُسے بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ خود ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے لگا۔ اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس کو مارو تب بھی ہانپتا ہے اور آوارہ چھوڑ دو تب بھی ہانپتا ہے) کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ 'حضرت مجاہدؒ و دیگر مفسرینؒ کا قول ہے کہ اہل کنعان جو کہ جبارین کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان میں ایک شخص بلعم بن باعوراء کے نام سے معروف تھا۔ بعض کے مطابق بلعم بن بامر کے نام سے معروف تھا۔ یہ شخص اصل میں اسرائیلی تھا اور شہر بلقاء کا رہنے والا تھا۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبارین سے جنگ کرنے کے ارادہ سے کنعان کی سرزمین میں داخل ہوئے تو بلعم کی قوم جو کہ کافر تھی اُس کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت طاقتور ہیں اور ان کے پاس لشکر بھی ہے۔ وہ کنعان سے اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہم کو قتل اور جلاوطن کر کے بنی اسرائیل کو ہمارے ملک میں اتار دیں۔

آپ چونکہ مستجاب الدعوات ہیں آپ کو اسم اعظم آتا ہے لہٰذا آپ نکل کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ حضرت موسیٰؑ یہاں سے چلے جائیں۔

بلعم نے اپنی قوم کی بات سُن کر اُن کو جواب دیا کہ کم بختو! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اُن کے ساتھ ملائکہ اور

مومنین کالشکر ہے۔ میں کیسے اُن پر بددعا کرسکتا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتا ہوں لیکن اگر میں نے تمہارے مشورہ پر عمل کیا تو میری دنیا وآخرت دونوں برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے میں تمہاری اس سلسلہ میں کچھ مدد نہیں کرسکتا۔

بلعم کا جواب سُن کر اس کی قوم نے اس کی بڑی منت سماجت کی اور اس پر بڑا اصرار کیا۔ چنانچہ جب بلعم مجبور ہو گیا تو اُس نے کہا کہ اچھا پہلے میں اپنے پروردگار سے مشورہ کرلوں۔ بلعم کی شان یہ تھی کہ جب وہ کسی چیز کے لئے دُعا کا قصد کرتا تو خواب میں اُس کو اس چیز کا ہونا یا نہ ہونا دکھلا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کو خواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا۔

بلعم کی قوم نے جب دیکھا کہ بلعم نے انکار کر دیا ہے تو پھر انہوں نے یہ چالاکی کی کہ اس (بلعم) کو نذرانے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ بلعم نے نذرانے قبول کر لئے اور اپنی قوم سے وعدہ کر لیا کہ اچھا میں اپنے رب سے پھر مشورہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے بددعا کرنے کی اجازت پھر طلب کی مگر اس کو اس بار کوئی جواب نہ ملا۔ اس پر اس کی قوم کہنے لگی کہ اگر آپ کا رب بدعا کرنے کو برا سمجھتا تو صاف طور سے آپ کو منع کر دیتا۔ جیسا کہ پہلی بار منع کیا تھا مگر اس مرتبہ تو اس نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔

غرض کہ وہ لوگ اس کے سامنے بہت گڑگڑائے اور انتہائے خوشامد درامد کر کے اس کو اپنی طرف موہ ہی لیا۔ چنانچہ بلعم اپنی گدھی پر سوار ہو کر پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اس پہاڑ سے بنی اسرائیل کا لشکر دکھائی دیتا تھا۔ ابھی وہ کچھ دور ہیں چلا تھا کہ اس کی گدھی نے ٹھوکر کھائی اور وہ گر پڑی۔ چنانچہ بلعم اس پر سے اترا اور اس کو مارنے لگا۔ مار کھا کر گدھی پھر کھڑی ہو گئی اور وہ اس پر سوار ہو گیا۔ ابھی کچھ دور ہی چلا تھا کہ وہ گر پڑی۔ چنانچہ بلعم نے اس کو پھر مارا۔ مار کھا کر گدھی پھر چل دی اور بلعم پھر اس پر سوار ہو گیا۔

غرضیکہ وہ کئی بار اس طرح گرتی اور مار کھاتی رہی۔ چنانچہ آخری بار جب وہ گری اور بلعم نے اس کو مارنا چاہا تو اللہ کے حکم سے وہ بول پڑی اور کہنے لگی کہ اے بلعم بڑے شرم کی بات ہے کیا تم کو نظر نہیں آتا کہ فرشتے تیرے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور جب میں چلتی ہوں تو یہ میرا منہ دوسری طرف پھیر دیتے ہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور مومنین پر بددعا کرنے جا رہا ہے۔ گدھی کی تنبیہ کا جب بلعم پر کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا راستہ صاف کر دیا اور وہ پہاڑ پر پہنچ گیا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر بلعم نے اسم اعظم کے ذریعے سے بددعا کرنی شروع کی۔ چنانچہ اس کی دعا مقبول ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے لشکر کے میدان تیہ میں جا پھنسے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ سے کیا گناہ سرزد ہو گیا تو نے مجھ کو اس میدان میں لا ڈالا۔ جواب ملا کہ بلعم بن باعورا کی بددعا سے ایسا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار جب تُو نے بلعم کو بدُعا میرے اوپر قبول فرمائی تو اس پر میری بدُعا بھی قبول فرمالے۔ چنانچہ آپ نے دُعا مانگی کہ یاالٰہی بلعم سے اپنا اسم اعظم واپس لے لے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول ہوئی اور بلعم سے وہ چیز سلب ہو گئی اور سفید کبوتر کی شکل میں اس کے سینے سے نکل کر اڑ گئی۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول ''مقاتل'' کا ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ وسدی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان الٹ دی۔ کیونکہ اس کی قوم نے اس سے کہا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں بجائے حضرت موسیٰؑ کے حق میں بدُعا کرنے کے ہمارے حق میں بدُعا کر رہے ہیں۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ منجانب اللہ ہے۔

بلعم اسم اعظم بھول گیا اور اس کی زبان لٹک کر اس کے سینہ پر آ پڑی۔ چنانچہ اپنی یہ حالت دیکھ کر وہ اپنی قوم سے کہنے لگا کہ میری دین اور دُنیا تو جاتی ہی رہیں۔ مگر اب میں بھی اُن کے خلاف مکر وفریب سے کام لوں گا۔ چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو خوب سجا بنا کر بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجو اور پہلے ان کو کچھ مال ومتاع دے دو اور ان سے کہہ دو کہ وہ لشکر کے ساتھ ساتھ ہی رہیں اور اسرائیل لشکر کا

جو بھی شخص ان سے ہم بستری کا خواہش مند ہو اس سے انکار نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک شخص نے بھی زنا کر لیا تو دوسرے بھی اس کو دیکھ کر اس گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔

چنانچہ جب عورتیں بنی اسرائیل کے لشکر میں پہنچیں تو ان میں سے ایک عورت جس کا نام ''کستی بنت صور'' تھا بنی اسرائیل کے ایک امیر کبیر شخص کے پاس سے گزری۔ اس شخص کا نام ''زمیری بن شلوم'' تھا اور یہ شمعون بن یعقوب کی اولاد میں سے تھا۔ اس شخص نے اس عورت کو جیسے ہی دیکھا کھڑا ہو گیا اور اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے گیا اور کہنے لگا کہ آپ تو یہ ضرور فرمائیں گے کہ یہ عورت میرے لئے حرام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک یہ تیرے لئے حرام ہے اس کے ساتھ قربت ہرگز نہ کرنا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں اس معاملہ میں آپ کا کہنا ہرگز نہ مانوں گا اور یہ کہہ کر اس عورت کو لے کر ایک قبہ میں چلا گیا اور وہاں اس سے ہم بستر ہوا۔ چنانچہ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر فوراً طاعون کی وباء مسلط کر دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک کارندے جو کہ ''صاحب امر'' (احکام کا نفاذ کرنے والے) کے عہدہ پر تھے اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے ان کا نام مخاض بن عیزار بن ہارون تھا۔ یہ انتہائی طاقتور تھے۔ چنانچہ جیسے ہی یہ واپس آئے اور ان کو طاعون کی وباء اور اُس کے سبب کا علم ہوا تو یہ فوراً اس قبہ میں گئے جس میں زمری بن شلوم اور وہ عورت معصیت میں مبتلا تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو بحالت برہنگی ہی اپنے نیزہ میں لے لیا اور اس کو اپنی بغل میں دبا کر باہر آئے اور ان کو آسمان کی طرف بلند کر کے اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے کہ یا اللہ! ہم میں سے جو کوئی شخص ایسا گناہ کرے گا ہم اُس کو ایسی ہی سزا دیں گے۔ چنانچہ ان کی اس دُعا کے بعد فوراً اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے طاعون کو اٹھا لیا۔

کہتے ہیں کہ ارتکابِ زنا کے وقت سے مخاض کی دُعا کرنے تک کی مدت میں بنی اسرائیل کے ستر ہزار آدمی طاعون سے ہلاک ہو گئے تھے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن عاص اور سعیدؓ بن میسب و زیدؓ بن اسلم کے قول کے مطابق یہ آیت ''وَاتل'' عَلَیْهِمْ نبأ اَلَّذِیْ الخ ''امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ مگر مفسرین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ یہ آیت بنی اسرائیل کے ایک شخص کے بارے میں بطور تمثیل نازل ہوئی تھی۔ اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تین دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ دیا گیا تھا مگر یہ سب دعائیں رائیگاں گئیں تھیں۔ جس کی وجوہات حسب ذیل ہیں:۔

اس شخص کی ایک بیوی اور ایک لڑکا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ آپ اپنی ایک دعا میرے حق میں کر دیں۔ شوہر نے کہا کہ بول کیا چاہتی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ آپ میرے لئے یہ دُعا کر دیں کہ میں تمام بنی اسرائیل کی عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل ہو جاؤں۔ چنانچہ اس کے شوہر نے دُعا کی اور وہ انتہائی حسین و جمیل بن گئی۔ مگر اس کے بعد اُس نے اپنے شوہر سے بے رغبتی شروع کر دی اور اس سے بے وفائی کرنے لگی۔ شوہر کو اس بات پر سخت صدمہ و غصہ آیا اور اس نے دوسری دُعا مانگ کر اس کو ایک کتیا میں تبدیل کرا دیا اور وہ کتیا بن کر تمام شہر میں بھونکتی پھرنے لگی۔ اس کے لڑکے نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ماں کتیا ہو گئی ہے۔ اور تمام شہر میں بھونکتی پھرتی ہے تو وہ باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ابا جان یہ تو میرے لئے بڑی ہی ندامت اور باعث شرمندگی ہے۔ لوگ مجھ کو عار دلاتے ہیں کہ مجھے کتیا کا بیٹا کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ اُس کے لئے دعا فرمائیں کہ وہ اپنی ابتدائی صورتِ انسانی میں آ جائے۔ چنانچہ باپ نے بیٹے کے اصرار پر دُعا کی اور وہ عورت اپنی ابتدائی صورت آ گئی۔ چنانچہ اس طرح اس شخص کی تینوں دعائیں رائیگاں گئیں۔

حسن اور ابن کیسان کا قول ہے کہ مذکورہ بالا آیت منافقین اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو حضور علیہ السلام کو بہ حیثیت پیغمبر ہونے کے اس طرح پہچانتے تھے جس طرح کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔

قتادہؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو بطور مثال بیان فرمایا ہے اس شخص کے لئے جس کو دعوت دی جائے اور وہ اس کو قبول کرنے سے انکار کرے۔

اس آیت میں اس شخص کو جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی (وہ شخص خواہ کوئی بھی ہو) کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ عربی زبان میں "لہث" (یلہث) کے معنی پیاس یا تکان کی وجہ سے زبان کا نکالنا ہے۔ اس کی تفسیر میں قرطبی کا قول یہ ہے کہ ہر جاندار چیز ہانپتی ہے اور اس ہانپنے کا سبب انتہائی تشنگی یا تکان ہوتا ہے۔ لیکن کتا اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ہر حالت میں ہانپتا ہے خواہ وہ پیاسا تھکا ہوا ہو یا نہ ہوا اس کا ہانپنا برقرار رہتا ہے۔ کیونکہ ہانپنا اس کی فطرت میں داخل ہے اس لئے وہ آزاد نہ کرنے اور پانی پینے کے بعد بھی ہانپتا ہی رہتا ہے۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ بلعم بن باعورا سے متعلق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ انعام فرمایا تھا کہ اس کو اپنے اسم اعظم کا عطیہ عطا فرمایا تھا اس کے علاوہ اس کو مستجاب الدعوات بنایا اور علم و حکمت عطا فرمائی۔ چنانچہ اس کا فرض تھا کہ وہ ان نعمتوں پر مالک حقیقی کا شکر گزار بندہ بنتا لیکن اس نے اللہ کے دشمنوں سے محبت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سے تمام نعمتیں چھین لی گئی اور وہ زبان نیچے لٹکا کر کتے کی طرح ہانپنے لگا۔

باؤلے کتے کے کاٹے کا مجرب علاج

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے باؤلا کتا کاٹ لے تو نقش ذیل کو کسی نئے برتن پر لکھ کر اور زیتون کے تیل یا کسی بھی تیل میں بھگو کر مریض کو پلا دیں انشاء اللہ اس کو شفاء ہوگی۔ یہ عمل مجرب ہے۔

نقش یہ ہے: اب ج واع ہ ذ ب ب اللہ

طبی خواص

اگر سیاہ کتے کی زبان کاٹ کر کوئی شخص اپنے ہاتھ میں رکھ لے تو اس پر کوئی بھی کتا نہ بھونکے گا۔ اگر کتے کے کان کی چیچڑی کوئی شخص اپنے ہاتھ میں رکھ لے تو تمام کتے معہ اُس کتے کے جس کی یہ چیچڑی ہے اس کے مطیع ہو جائیں گے۔ اگر کتے کا دانت کسی بچے کے گلے میں ڈال دیا جائے تو اُس کے دانت آسانی سے نکل آئیں گے۔ اگر کتے کا اگلا دانت اس شخص کے گلہ میں لٹکا دیا جائے جس کو کتے نے کاٹ لیا ہو تو انشاء اللہ اس کے درد میں سکون آ جائے گا۔ اگر کتے کا آگے کا ہی دانت کسی یرقان کے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی اور اگر اس دانت کو کوئی شخص اپنے پاس رکھے تو اس پر کتے نہ بھونکیں گے۔

اگر کتے کا عضو تناسل کاٹ کر ران پر باندھ لیا جائے تو باہ میں زبردست ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص شدید درد قولنج میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی سوتے ہوئے کتے کو اٹھا کر اس کے سونے کی جگہ پر پیشاب کر دے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا اور وہ کتا مر جائے گا۔

اگر کتے کا ناب (وہ دانت جس سے کتا چیر پھاڑ کرتا ہے) ایک شخص کے لٹکا دیا جائے جو نیند میں باتیں کرنے کا عادہ ہو تو انشاء اللہ اس کی یہ عادت ختم ہوئے گی۔ اگر کتیا کا دودھ کسی کے بالوں پر مل دیا جائے تو اُس کے تمام بال جھڑ جائیں گے۔ اور اگر اس کا دودھ پانی

میں ملا کر پی لیا جائے تو پرانی سے پرانی کھانسی فوراً ختم ہو جائے گی۔

اگر کتے کا پیشاب مسوں پر مل دیا جائے تو وہ سوکھ کر گر جائیں گے۔ اگر کتے کی چیچڑی شراب میں تر کر کے اس شراب کو پی لے تو فوراً نشہ میں چور ہو جائے گا۔ اگر سیاہ کتے کے بال کسی مرگی کے مریض کے بدن پر باندھ دیا جائے تو اس کی مرگی میں سکون ہوگا۔ مہلک زہروں میں کتیا کے دودھ کا پلانا فائدہ مند ہے۔

اگر کوئی شخص کتیا کا دودھ آنکھوں میں بطور سرمہ لگا لے تو اس کو تمام رات نیند نہیں آئے گی۔ اگر کتے کا فضلہ پیس کر دھینے کے پانی میں گوندھ لیا جائے اور پھر اس کو بطور لیپ اورام مادہ پر لگایا جائے تو وہ تحلیل ہو جائیں گے۔

تعبیر

کتے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر غلام سے کی جاتی ہے اور کبھی اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو ارتکاب معاصی میں دلیر ہو۔ اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ کتے نے اس کو کاٹ لیا ہے یا اس کے کھرونچے لگا دیئے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس کو دشمنوں سے اذیت پہنچے گی۔ اگر کسی نے شکاری کتے کو خواب میں دیکھا تو یہ حصولِ رزق کی دلیل ہے۔ کتیا کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر معاندین کی قوم کی کمینی عورت سے کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کتیا کا پلہ (بچہ) خواب میں دیکھا تو اس کی تعبیر اس کمینے بچہ سے کی جاتی ہے جو زمین پر پڑا ہوا ملے۔ واللہ اعلم۔

کلب الماء

(پانی کا کتا) باب قاف میں قندس کے نام سے گزر چکا ہے۔ ''عجائب المخلوقات'' میں لکھا ہے کہ پانی کا کتا مشہور جانور ہے۔ اس کے ہاتھ پیروں کی بہ نسبت لمبے ہوتے ہیں۔ اپنے بدن کو کیچڑ میں لتھڑ لیتا ہے۔ مگر مچھ اسے مٹی سمجھ کر غافل ہو جاتا ہے اور یہ مگر مچھ کے پیٹ میں گھس کر پہلے اس کی آنتوں کو کاٹ کر کھا لیتا ہے۔ پھر اس کا پیٹ پھاڑ کر نکل جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتے کی چربی کی خاصیت یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے پاس رکھے تو مگر مچھ کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے جند بادستر (ایک آبی جانور) جس کا خصیہ دوا کے لئے مشہور ہے یہی ہے۔ اس کی تفصیل باب الجیم میں گزر چکی ہے۔

شرعی حکم

لیث بن سعد سے پانی کے کتے کو کھانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کھا سکتے ہیں اور عام مچھلیوں کے حکم کے دوران گزر چکا ہے کہ چار کو چھوڑ کر سب حلال ہیں اور یہ ان چار میں سے نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ خشکی میں اس جیسا جانور (کتا) حلال نہیں ہے۔

طبی خواص

اس کا خون زیرہ سیاہ کے عرق میں ملا کر پینا بخار کے لئے مفید ہے۔ پیشاب کے قطرات آنے اور پیشاب میں سوزش کے لئے نافع ہے۔ اس کا مغز سرمہ کے طور پر استعمال کریں تو رتوندھی میں فائدہ دیتا ہے۔ ایک نقطہ کے برابر اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ ابن سینا نے کہا ہے کہ اس کا خصیہ سانپ کے کاٹے ہوئے کو آرام پہنچاتا ہے اور اس کی کھال کے موزے نقرس (بیماری) کا مریض اگر پہنے تو شفایاب ہو۔

الکشوم

(ہاتھی) اس کا بیان اور حکم باب الفاء میں آ چکا ہے۔

اَلکلکَسَۃ

(نیولا) کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ نیولا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ کوئی اور جانور ہے نیولا نہیں ہے۔

طبی خواص

اس کی لید سوکھنے کے بعد اگر سرکہ میں ملا کر چیونٹیوں کے بلوں میں لگا دی جائے تو فوراً چیونٹیاں وہاں سے بھاگ جائیں۔ دیمقراطیس کی کتاب میں لکھا ہے کہ کللکسۃ اپنے منہ سے انڈا دیتا ہے۔

الکمیت

کمیت: نہایت سرخ رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں۔ کمیت صرف اسی گھوڑے کو کہتے ہیں جس کی گردن، پیشانی اور دم کے بال سیاہ ہوں اور اگر یہ بال بھی سرخ ہوں تو اس کو "اشقر" کہتے ہیں۔ اور کمیت اور اشقر کے بیچ کا رنگ ہو تو "الورد" کہلاتا ہے۔ دراصل کمیت شراب کا نام ہے۔

الکندارۃ

کندارہ: ایک مشہور مچھلی ہے جس کی پشت پر بڑا سا کانٹا ہوتا ہے اور سمندر میں پائی جاتی ہے۔

اَلکُنَعَبَۃ

(اونٹنی) کنعبہ: بڑی اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا تذکرہ آگے باب نون میں آ رہا ہے۔ ناقۃ کے نام سے ملاحظ فرمائیں۔

الکنعد و الکعند

(ایک قسم کی مچھلی) الکنعد و الکعند: ایک قسم کی مچھلی ہے۔

الکندش

لال کوا: جو بہت بولتا ہے۔ ابوالمغطش حنفی نے کہا ہے کہ عورت کو زیادہ بولنے کی وجہ سے الکندش سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

الکھف

(بوڑھی بھینس) کھف: اُس بھینس کو کہتے ہیں جو بوڑھی ہوگئی ہو۔ باب جیم مین جاموس کے نام سے اس کا ذکر آچکا ہے۔

الکودن

(گدھا) کودن: گدھا۔ اس پر بوجھ لادتے ہیں۔ بے وقوف کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے اور ابن سیدہ نے کہا ہے کہ گدھے کو کون (بغیر دال) کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ کودن خچر کو کہتے ہیں۔

اس کا ذکر حدیث میں یوں ہے:۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وقوف کو کچھ حصہ نہیں دیا''۔ اور دوسری روایت مین ہے کہ اس کو عقلمند کے حصہ سے کم دیا۔

الکوسج

کوسج: ایک سمندری مچھلی ہے جس کی سونڈ آرے کی مانند ہوتی ہے جس سے وہ شکار کرتی ہے کبھی انسان کو پا جائے تو وہ دو ٹکڑے کر کے چبا جاتی ہے۔ اس کو ''قرش'' اور ''لُخم'' بھی کہا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اگر رات میں اس کو شکار کرلیں تو اس کے پیٹ سے خوشبودار چربی نکلتی ہے لیکن اگر دن میں اس کا شکار کریں تو یہ چربی نہیں نکلتی۔

قزوینیؒ نے کہا ہے کہ یہ ایک قسم کی مچھلی ہے جو سمندر میں خشکی کے شیر سے زیادہ خطرناک ہے۔ اپنے دانتوں سے پانی میں جانوروں کو اس طرح کاٹ ڈالتی ہے جیسے تیز تلوار کسی چیز کو کاٹ ڈالتی ہے۔ قزوینیؒ کا بیان ہے کہ میں نے یہ مچھلی دیکھی ہے جو ایک ہاتھ یا دو ہاتھ لمبی ہوتی ہے۔ اس کے دانت انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اس سے سمندری جانور دور بھاگتے ہیں۔ بصرہ کے دریائے دجلہ میں ایک خاص وقت میں اس کی پیداوار کثرت سے ہوتی ہے۔

شرعی حکم

امام احمدؒ بن حنبل کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے اور ان کے شاگرد ابو حامد نے کہا ہے کہ مگرمچھ اور کوسج دونوں حرام ہیں۔ کیونکہ یہ آدمی کو کھاتے ہیں اواس لئے کہ یہ ''ذوناب'' کچلیوں والے ہیں۔ حالانکہ امام احمدؒ کے مذہب کا تقاضا یہ تھا کہ یہ ان کے نزدیک حلال ہو۔

الکھول

ازہری نے لکھا ہے کہ کھول مکڑی کو کہتے ہیں تفصیل ''عنکبوت'' کے نام سے باب العین میں گزر چکی ہے۔

بابُ اللام

لای

لای: جنگلی بیل۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ لای گائے کو کہتے ہیں۔

اللبَاد

لباد: ایک پرندہ ہے جو زمین پر ہی رہتا ہے۔ بغیر اڑائے نہیں اڑتا۔

اللّبُؤَۃُ

(شیرنی) لباۃ اور لبوۃ: شیرنی کو کہتے ہیں۔ اس کو ''عرس'' بھی کہا جاتا ہے۔

تعبیر

خواب میں اس کی تعبیر شہزادی سے ہے۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ وہ شیرنی سے جماع (وطی) کر رہا ہے تو سخت مصیبت سے نجات پائے۔ بلند مرتبہ ہو اور دشمنوں پر غالب ہو۔ اگر اسے کوئی بادشاہ دیکھے تو جنگ میں کامیاب ہو اور بہت سے ملکوں کا فاتح ہو۔

اللجاء

(کچھوا) اللجاء: ایک قسم کا کچھوا ہے۔ خشکی، تری دونوں میں رہتا ہے۔ شکار کرنے کی اس کی ترکیب بھی بڑی عجیب ہے۔ جب تک کسی پرندے وغیرہ کا شکار نہیں کر لیتا تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد مٹی میں اپنا جسم لوٹ پوٹ کر لیتا ہے۔ پھر گھاٹ پر پرندہ کی گھات میں بیٹھ جاتا ہے۔ پرندہ اس کا اصلی رنگ دیکھ نہیں پاتا بلکہ مٹی سمجھ کر پانی پینے کے لئے اس پر بیٹھ جاتا ہے اور یہ کچھوا اس کو منہ میں دبا کر پانی میں ڈوب جاتا ہے یہاں تک کہ پرندہ مر جاتا ہے۔

شرعی حکم

علامہ بغوی نے اور علامہ نووی رحمتہ اللہ علیہ نے ''شرح مہذب'' میں اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

طبی خواص

ارسطو نے کہا ہے کہ کچھوے کا تازہ کلیجہ کھانا امراض جگر میں مفید ہے اور اس کا گوشت سکباج [1] کی طرح بنایا جائے اور استسقاء کا مریض اس کا شوربہ پی لے تو اس کو فائدہ ہو۔ اس کی پیاس بجھ جائے اور یہ دل کو تقویت دیتا ہے۔ گیس خارج کرتی ہے۔

---

1. سکباج ایک قسم کا کھانا ہے جو گوشت کو سرکہ میں مصالحہ وغیرہ کے ساتھ پکا کر بنایا جاتا ہے۔

تعبیر

اس کی تعبیر پاک دامن عورت ہے اور آئندہ سال میں دولت ملنے کی اطلاع ہے۔ کبھی اس کی تعبیر دشمنوں سے حفاظت سے کی جاتی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کی پیٹھ کی ہڈی کی زرہ بنا کر لڑائی میں پہنا کرتے ہیں۔

اَللَّحَكَةُ

لحکة: چکنے بدن کا چھپکلی کی طرح ایک جانور ہے جو ریت میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے آبی پرندہ پانی پر دوڑتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مچھلی کی شکل کا جانور ہے جو ریت میں رہتا ہے۔ انسان کو دیکھ کر ریت میں گھس جاتا ہے۔

ابن السکیت نے کہا ہے کہ یہ چھپکلی کے مشابہ ایک جانور ہے جو نیلگوں اور چمکدار ہوتا ہے۔ جس کی دم چھپکلی کی طرح بڑی نہیں ہوتی اور جس کے پیر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہی بہتر قول ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حشرات الارض میں سے چھپکلی کی قبیل کا ہے۔

اَللُّخُمُ

لخم: ایک قسم کی مچھلی ہے جس کو کوسج اور قرش بھی کہتے ہیں۔

شرعی حکم

(ظاہری حکم اس کی حلت ہی کا ہے۔ یہ وہی سمندری مچھلی ہے جسے قرش کہا جاتا ہے جس کا حکم پہلے گزر چکا ہے۔

اللعوس

لعوس: بھیڑیئے کا نام ہے۔ کیونکہ بہت جلد کھاتا ہے۔ لعس کے معنی عربی ''جلدی جلدی کھانا'' کے ہیں۔

اللعوة

لعوة: کتیا کو کہتے ہیں۔ تفصیل باب الکاف میں کلب کے ضمن میں آ چکی ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں اَجوَعُ مِنْ لَعْوَةٍ (فلاں کتیا سے بھی زیادہ بھوکا ہے۔

اللِّقحَةُ

لقحہ: دودھاری اونٹنی اور اس گابھن اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جو بچہ دینے کے قریب ہو۔ حدیث میں ہے:۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت آئے گی اور آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دھو رہا ہوگا۔ دودھ کا برتن اُس کے مُنہ تک پہنچنے سے پہلے ہی قیامت قائم ہو جائے گی۔'' (رواہ مسلم)

اللقوة

لقوۃ: مادہ باز کو کہتے ہیں۔لقوہ ایک بیماری کا نام بھی ہے جس میں چہرہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔نیز تیز رفتار اونٹنی کو بھی لقوہ کہہ دیتے ہیں۔

اللقاط

لقاط: ایک مشہور پرندہ ہے جوز مین سے دانا چگتا ہے اس لئے اس کا نام لقاط پڑ گیا۔

شرعی حکم

عبادی نے کہا ہے کہ لقاط حلال ہے مگر شرح مہذب میں ہے کہ اس میں سے ذی مخلب (پنجوں والا) مستثنیٰ ہے۔مگر مولف کہتے ہین کہ لقاط تو اسی کو کہتے ہیں جو صرف دانہ چگتا ہو الہٰذا استثناء درست نہیں ہے۔

اللقلق

سارس لمبی گردن کا ایک آبی پرندہ ہے جو عجم کے علاقوں میں ہوتا ہے اس کی غذا سانپ ہیں۔اور اس کی ہوشیاری مشہور ہے۔ قزوینی نے لکھا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اس پرندہ کی عقلمندی کی دلیل یہ ہے کہ یہ اپنے دو گھونسلے بناتا ہے۔سال کا کچھ حصہ ایک میں اور کچھ دوسرے میں بسر کرتا ہے۔جب وبائی امراض پھیلنے کے اثرات فضا کی تبدیلی سے محسوس کر لیتا ہے اپنا گھونسلہ چھوڑ کر اس علاقہ سے دور چلا جاتا ہے اور اکثر ایسے موقعہ پر اپنے انڈے بھی چھوڑ جاتا ہے۔نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ کیڑے مکوڑوں (سانپ بچھو وغیرہ) کو بھگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سارس کو گھر میں پال لیا جائے۔کیونکہ سانپ وغیرہ اس کے خوف سے وہاں نہیں رہ سکتے جہاں سارس ہو۔ اگر نکل آئیں تو یہ ان کو مار کر کھا لیتا ہے۔

شرعی حکم

اس کی حلت اور حرمت میں دو قول ہیں (۱) حلال ہے۔یہ شیخ ابو محمدؒ کا قول ہے امام غزالیؒ نے اس کو راجح بتلایا ہے۔(۲) حرام ہے۔علامہ بغویؒ نے اس قول کو درست کہا ہے اور عباری نے اسی قول کو لیا ہے اور یوں استدلال کیا ہے کہ یہ سارس سانپ کھاتا ہے اور اڑنے میں اپنے پروں کو پھیلا کر رکھتا ہے۔

طبی خواص

اگر سارس کا بچہ ذبح کر کے مجذوم کے بدن پر اس کا خون لگائیں تو بہت فائدہ ہو اور ایک دانق کے بقدر اس کا مغز اور خرگوش کا پتہ ہم وزن لے کر آگ پر پگھلا لیں تو اگر کسی کا نام لے کر اس کو کھایا جائے تو کھانے والے کی محبت اُس شخص کے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ جس کا نام لیا جائے گا۔اور ہرمس نے کہا ہے کہ اپنے پاس سارس کی ہڈی رکھنے سے غم دور ہو جاتا ہے خواہ پریشان عاشق کا ہی غم کیوں نہ ہو۔اور اس کی داہنی آنکھ کا ڈھیلا اپنے پاس رکھے اور جب تک وہ ڈھیلا اُس سے جدا نہ کر دیا جائے بیدار نہ ہوگا۔اس کی آنکھ اپنے پاس رکھنے والا پانی میں نہیں ڈوبے گا۔اگر چہ وہ اچھی طرح تیر بھی نہ سکتا ہو۔

سارس کے خواب کی تعبیر

سارس کوخواب میں دیکھنا' شرکت پسند قوم کی علامت ہے۔اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ بہت سارے سارس کسی جگہ جمع ہیں' ت اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس جگہ پر چور' ڈاکو اکٹھے ہیں۔ اورلڑنے والے دشمن وہاں موجود ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ سارس کا دیکھنا کسی کام میں تردد کی علامت ہے۔ اگر کوئی سارسوں کو ادھرادھر بکھرا ہوا دیکھے تو یہ اس کے لئے بھلائی کی پہچان ہے۔ اگر وہ مسافر ہے یا سفر کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سارس گرمیوں میں آتے ہیں۔ اوران کا خواب میں دیکھنا مسافر کے اپنے وطن بسلامت اور مقیم کے خیریت سے سفر کرنے کی نشانی ہے۔

اللوب والنوب

(شہد کی مکھیاں) لوب اورنوب شہد کی مکھیوں کے ٹولہ کو کہتے ہیں۔ حضرت ریان بن قسورؓ کی حدیث میں اس کا ذکر ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہ آپ وادی شوحط میں مقیم تھے ملاقات کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے پاس ہماری لوب (شہید کی مکھیاں) تھیں ہم نے اُن کو پال رکھا تھا وہ ایک چھتہ میں رہتی تھیں ہمیں اس میں سے شہد اور موم دستیاب ہوتا تھا فلاں شخص نے آ کران کو مار ڈالا اور جو زندہ بچی تھیں سب کا ایک ساتھ کفن دفن کر دیا۔ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ آگ جلا کر دھواں دکھایا تو مکھیاں تو بھاگ گئیں اور چھتہ میں اپنے انڈے بچے چھوڑ گئیں۔ اس نے چھتہ کاٹا اور رفو چکر ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی ملکیت چرائی اوران کو نقصان پہنچایا وہ انتہائی لعنت کا مستحق ہے۔ کیا تم نے اس کا پیچھا نہیں کیا اوراس کا حال معلوم نہیں کیا؟ حضرت ریانؓ فرماتے ہیں کہ مین نے کہا: اے اللہ کے رسول وہ ایسے لوگوں کی پناہ میں داخل ہو گیا جو ہمارے پڑوسی ہیں یعنی قبیلہ ہذیل۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''اچھا صبر کرو! تم جنت میں ایک ایسی نہر پر پہنچو گے جس کی کشادگی کا فاصلہ عقیقہ اور سحیقہ کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے جس میں گردوغبار سے صاف سفاف شہد جاری ہوگا جو نہ کسی ''لوب'' کا قے ہوگا اور نہ کسی ''نوب'' کے منہ سے پیدا شدہ ہوگا''۔

اللیاء

اللیاء: ایک قسم کی سمندری مچھلی ہے جس کی کھال سے ذرہ بنتی ہے جس کے پہننے والے پر ہتھیار کا اثر نہیں ہوتا۔ نہ تلوار اس کو کاٹ سکتی ہے۔

اَللَّیْثُ

اس سے مراد شیر ہے اس کی جمع لیوث آتی ہے اس کا تفصیلی ذکر ''الاسد'' کے تحت باب الالف میں گذر چکا ہے۔

اللیل

لیـــل: ٹیٹری کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ لیل ایک پرندہ کا نام ہے مگر ابن فارس نے یہ کہا ہے کہ میں اس پرندہ کو

نہیں پہچانتا کہ کون سا پرندہ ہے۔

بابُ المیم

اَلْمَارِیَّةُ

ماریة: بھٹ تیتر کا نام ہے جو ریگستانی علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ ماریہ نیل گائے کو کہتے ہیں۔

ماریة: ظالم بن وہب کی صاحبزادی کا نام ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے خانہ کعبہ کے لئے اپنی کان کی بالیاں ہدیہ کی تھیں۔ جن کے اوپر کبوتر کے انڈے کے برابر دو موتی جڑے ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے عربوں کے یہاں محاورہ بن گیا "**خذہ ولو بقرطی ماریة**" یعنی یہ چیز لے لو اگرچہ اس کی قیمت ماریہ کی دونوں بالیوں کے برابر ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ماریہ قبطیہ ہیں جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

الماشیة

مویشی: اونٹ، گائے، بیل، بھینس اور بکری وغیرہ چوپایوں کو کہتے ہیں۔ چلنے کی وجہ سے ماشیۃ کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ماشیہ کہنا اُن کی کثرتِ نسل کی وجہ سے ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (جنگل میں) مویشیوں کے پاس پہنچے تو اگر وہاں اُن کا مالک موجود ہو تو اس سے دودھ لینے کی اجازت مانگے۔ اگر وہ اجازت دیدے تو دودھ کر پی لے۔ لیکن اگر وہاں مالک موجود نہ ہو تو تین مرتبہ آواز دے۔ اگر کوئی جواب نہ دے تو وہ دودھ کر پی لے مگر اپنے ساتھ نہ لے جائے"۔ (رواہ الترمذی)

یاد رہے کہ اس قسم کے احکام اس زمانہ اور اس جگہ کے لئے خاص ہیں جہاں عرفِ عام میں اتنی سی چیز کا استعمال معمولی سمجھا جاتا ہو اور مالک اس کے لئے کسی کو منع نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر عام طور پر مالک اس طرح کی چیز استعمال کرنے کی اجازت نہ دے تو کسی طرح جائز نہیں ہے۔ فان اذن لہ (اگر مالک اس کو اجازت دے دے) کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ نیز ایک اور حدیث شریف اس سلسلے میں ہے جس سے اس کی بالکل وضاحت ہو جاتی ہے۔

وہ حدیث شریف یہ ہے:-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کسی کے مویشی سے دودھ ہرگز نہ دوھے۔ ہاں اگر وہ اجازت دیدے تو حرج نہیں کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کھانے پینے کے کمرے میں پہنچ کر اس کی الماری توڑ کر کوئی اس کا کھانا اٹھا لے جائے۔ اسی طرح مویشیوں کے تھن لوگوں کی غذا کا خزانہ ہیں (لہٰذا کسی طرح بلا اجازت دودھ نکالنا حرام ہے)"۔

مسئلہ

اگر مویشی کسی کی کھیتی تباہ کر دے اور اس کا مالک اس کے ساتھ نہ ہو۔ پس اگر مویشی نے یہ کام دن کے وقت کیا ہے تو پھر اس کے مالک پر ضمان (یعنی تاوان) نہیں ہوگا اور اگر موشی نے رات کے وقت کسی کی کھیتی کو برباد کیا ہے تو مویشی کے مالک پر ضمان (تاوان)

واجب ہوگا۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔حضرت حرام بن سعید ابن محیصۃ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اونٹنی کسی قوم کے کھیت میں داخل ہوگئی۔پس اس نے کھیت کو برباد کردیا۔پس نبی اکرم ﷺ نے اس کے متعلق فیصلہ یہ صادر فرمایا کہ بے شک دن کے وقت مال والوں پر اپنے مال کی حفاظت کرنا ضروری ہے اور رات کے وقت مویشی والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے مویشی کی حفاظت کریں۔(راہ ابوداؤد)

مالک الحزین

جوہری نے کہا ہے کہ مالک الحزین ایک آبی پرندہ ہے اور ابن بری نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہ ''بگلا'' ہے۔اس کے پیر اور گردن لمبی ہوتی ہے۔جاحظ نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ دینا کا عجوبہ ہے۔کیونکہ یہ پانی کی نہروں، چشموں، تالابوں پر پڑا رہتا ہے۔جب اس کا پانی سوکھ جاتا ہے تو یہ غمزدہ ہو جاتا ہے اور مسلسل رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے۔کبھی کبھی پانی پینا بھی چھوڑ دیتا ہے۔اور پیاس سے دم توڑ دیتا ہے۔مگر اس ڈر سے پانی نہیں پیتا کہ اس کے پینے سے پانی اور کم ہو جائے گا۔کہا جاتا ہے کہ اس قسم کا معاملہ کچھ جگنو کا بھی ہے جو چراغ کی طرح رات میں چمکتا ہے اور دن کو اڑتا ہے۔اس کے پنکھ ہرے رنگ کے ہوتے ہیں۔بدن چکنا ہوتا ہے۔یہ مٹی کھاتا ہے مگر مٹی کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تاکہ کہیں اس کے کھانے سے زمین کی ساری مٹی ختم نہ ہو جائے۔چنانچہ بھوک سے مر جاتا ہے۔اس کے بہت سے فوائد ہیں۔یہ پرندہ پانی پر مسلسل جم کر بیٹھنے سے مالک کہلاتا ہے اور پانی کے سوکھ جانے پر غمزدہ ہونے سے ''حزین'' کہا جاتا ہے۔

توحیدی نے اپنی کتاب ''الامتناع و الموانسة'' میں لکھا ہے کہ مالک حزین پانی کے سانپوں کو شکار کر کے کھاتا ہے یہی اس کی غذا ہیں۔اچھی طرح پانی میں تیر نہیں سکتا۔جب اسے شکار نہیں ملتا اور بھوکا ہوتا ہے تو سمندر کے کنارے پر اڑتا رہتا ہے۔جب چھوٹی چھوٹی مچھلیاں اُس کے پاس جمع ہو جاتی ہیں تو جلدی سے اُن کو اچک کر جتنی کو پکڑ سکتا ہے پکڑ لیتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی نقصانات

اس کا گوشت ٹھنڈا اور دیر ہضم ہوتا ہے۔اس کے شوربے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

المتردیة

(گر کر مرنے والا جانور) متردیہ:اس جانور کو بھی کہتے ہیں جو کسی کنویں میں گر جائے اور اُسے بھی جو کسی سبب سے کسی اونچی جگہ سے نیچے گر کر مر جائے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

المجثمة

مجثمه:(جیم کے فتحہ اور ثاء مشدد کے ساتھ) خواہ باندھ کر یونہی چھوڑ دیا جائے اور وہ بھوک سے ہلاک ہو جائے یا اس کو کسی ہتھیار کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا جائے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے **الجلالة** (گندگی کھانے والے جانور) **لمجثمة** (گر کر مرنے والا جانور) **الخطفة** (باندھ کر چھوڑ دیا جانے والا جب کہ اس کی موت واقع ہو جائے) کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

اَلْمُرْبَحُ

ابن سیدہ نے کہا ہے کہ مربح ایک آبی پرندہ ہے جو نہایت بدشکل ہوتا ہے۔

اَلْمَرْءُ

مرء: آدمی۔ **المرء الصالح**: نیک آدمی۔ بھیڑیئے کو بھی مرء کہہ دیتے ہیں۔ تفصیل باب الالف میں انسان کے تحت آچکی ہے۔

اَلْمَرْزَمْ

مرزم: ایک آبی پرندہ ہے جس کی گردن اور پیر لمبے ہوتے ہیں۔ چونچ ٹیڑھی ہوتی ہے۔ اس کے پرون کے کنارہ کا کچھ حصہ سیاہ ہوتا ہے۔ اکثر مچھلی کھاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

اَلْمَرْعَة

المرعة: ایک خوش رنگ پرندہ ہے۔ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ بٹیر کے برابر ہوتا ہے اور ابن السکیت نے لکھا ہے کہ تیتر کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حلال ہے۔

طبی خواص

ابن زاہر نے لکھا ہے کہ اگر اس کا پیٹ چاک کر کے جسم میں چھبے ہوئے تیر اور کانٹوں کی جگہ پر رکھ دیا جائے تو تیر اور کانٹے بغیر تکلیف کے نکل جائیں گے۔

مسھر

مُسھــر :ایک پرندہ ہے۔ ہرمس نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ رات بھر نہیں سوتا۔ دن کو اپنی روزی تلاش کرتا ہے رات کو سریلی آواز میں بار بار بولتا ہے۔ جو بھی سنتا ہے مست ہو جاتا ہے اور اس کی لذت سے اُسے نیند اچھی نہیں لگتی۔

طبی خواص

اگر اس کا مغز سایہ میں خشک کر کے باریک پیس کر ایک درہم کے ہم وزن روغن بادام میں ملالیں اور اسے کسی کو سنگھا دیا جائے تو اسے بالکل نیند نہیں آئے گی اور تکلیف سے بے قرار ہو جائے گا اور دیکھنے والا اسے شراب کے نشہ میں دھت سمجھے گا۔ جو اس پرندے کا سر اپنے ہاتھ میں رکھے یا تعویذ بنا کر پہن لے تو خوف و دہشت اس سے دُور ہو اور بے ہوشی کی حد تک اُسے مستی آ جائے۔

المطیة

مطیة: اونٹنی۔ سواری کو بھی مطیہ کہہ دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ دنیا مومن کے لئے عمدہ مطیہ (سواری) ہے۔ اسی پر چڑھ کر جنت میں جائے گا اور اسی کے ذریعہ جہنم سے نجات پائے گا۔ یعنی دنیا میں ہی عمل کر کے جنت میں جائے گا اور دنیا ہی میں عمل کر کے (صدقہ خیرات وغیرہ کر کے) جہنم سے نجات پائے گا''۔ (رواہ الطبرانی)

المعراج

معــراج : مرجاۓ بجو کو کہا جاتا ہے۔ ایک بڑا جانور ہے جو خرگوش کے ہم شکل ہے عجیب وغریب ہے۔ پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے سر پر صرف ایک کالا سینگ ہوتا ہے۔ کوئی بھی درندہ اور چوپایہ جو اسے دیکھ لیتا ہے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

المعز

(بکری) ایک جانور ہے جس کا بدن بالوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ دُم چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ بھیڑ سے مختلف ہے۔ حدیث شریف ہے:۔

''بکری کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو یہ نفیس مال ہے اور اس کے بیٹھنے کی جگہ کو کانٹے اور گندگی سے صاف کر دیا کرو''۔

یہ بکری نادانی و کم عقلی میں ضرب المثل ہے۔ یہ بھیڑ سے زیادہ دودھ دیتی ہے اور اس کی کھال بھی بھیڑ سے موٹی ہوتی ہے اس کے پچھلے حصہ پر جتنا گوشت کم ہوتا ہے اتنی ہی اس کی چربی بڑھ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مشہور ہے کہ بکری کی البتہ (چکتی) اس کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چونکہ بکری کی کھال موٹی بنائی ہے اس لئے اس کے بال کم کر دیئے ہیں اور بھیڑ کی کھال باریک بنائی تو اس کے بال گھنے کر دیئے۔ یہ قدرت کی کاریگری کا تماشہ ہے۔

طبی خواص

اس کا گوشت کھانا نسیان کا سبب ہے۔ بلغم پیدا کرتا ہے۔ پت میں حرکت پیدا کرتا ہے لیکن اگر کسی کو پھنسیاں نکل رہی ہوں اس کے لئے بے حد مفید ہے۔ سفید بکری کے سینگ سکھا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اگر سونے والے کے سر کے نیچے رکھ دیا جائے تو جب تک یہ سینگ اس کے سرہانے رہے گا وہ نہیں جاگے گا۔ اگر بکرے کا پتہ گائے کے پتہ کے ساتھ ملا کر ایک بتی میں لگا دیا جائے اور اسے کان کے سوراخ میں رکھ دیا جائے تو اس سے بہرہ پن کا علاج ہو جاتا ہے اور کان اگر بہتا ہو تو بہنا بند ہو جائے گا۔

پلکوں کے اندرونی حصہ کے بال اکھاڑنے کے بعد اگر بکری کا پتہ سرمہ کے طور پر آنکھ میں لگائیں دوبارہ اندر بال نہیں جمنے دیتا۔ آنکھ کا جالا دور کرتا ہے اور نگاہ کی کمزوری دور کرتا ہے۔ نیز آنکھ کے اندر بڑھ جانے والے گوشت کو بھی گلا دیتا ہے۔

فیل پا (بیماری) میں اس کے پتہ کی مالش نفع بخش ہے۔ بکری کے ہڈیوں کا گودا کھانے والے کو رنج اور نسیان پیدا ہو جاتا ہے اور پتہ میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔ اور بکری کی مینگنی کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ کنٹھ مالا کو گھلا دیتی ہے۔ اور اگر عورت اس مینگنی کو اونی کپڑے میں رکھ کر استعمال کرے تو اس کی شرمگاہ سے نکلنے والا خون بند ہو جائے اور لیکوریا کا مرض ختم ہو جائے۔

ابن مقرض

(میم کے ضمہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد ایک سیاہ رنگ کا جانور ہے جس کی پشت لمبی ہوتی ہے۔ (نیولا کے مشابہ ایک جانور) نیز اس کے چار پاؤں ہوتے ہیں یہ جانور چوہے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کبوتروں کو مار دیتا ہے اور کپڑوں کو کتر دیتا ہے اس لئے اس کو ابن مقرض کہا جاتا ہے۔

شرعی حکم

رافعی نے ''ابن عرس'' کے شرعی حکم کے تحت اس کی (یعنی ابن عرس کی) حلت کی دو صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت نیولے کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ یہ ''دلق'' (ایک جانور) ہے۔ ''المھمات الصحیح'' نامی کتاب میں بھی مذکور ہے کہ ''ابن مقرض'' حلال ہے اور ''ابن عرس'' (نیولا) حرام ہے۔ تحقیق ''باب الدال'' میں ''الدلق'' کے تحت بھی ہم نے ''نیولے'' کا تذکرہ کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

المقوقس

مقوقس: (فاختہ) کبوتر کے مثل ایک پرندہ ہے جس کے رنگ میں سفیدی میں سیاہی کی آمیزش ہوتی ہے اور مصر کے بادشاہ جریج بن میناء قبطی کا لقب بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہرقل بادشاہ نے جب مقوقس جو نصرانی تھا' کا میلان اسلام کی طرف دیکھا تو اس سے قطع تعلق کر لیا۔ یہ وہی مقوقس ہیں جن کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط بھیجا تھا اور اسلام کی دعوت دی تھی۔ وہ اسلام تو نہیں لایا مگر حضورؐ کا احترام اور آپؐ کے قاصد کا اعزاز کیا۔ خط کو عزت کی نگاہ سے پڑھا۔ پھر حضورؐ کو اس نے ایک گھوڑا جس کا نام ''کزاز'' تھا' ایک خچر جس کا نام ''دلدل'' تھا' ایک گدھا اور ایک خصی غلام جس کا نام ''مابور'' تھا ہدیہ میں بھیجا تھا۔ ماریہؓ قطبیہ کو بھی اسی نے بھیجا تھا۔

اس غلام اور باندی کا ایک عجیب قصہ بھی پیش آیا۔ چونکہ حضرت ماریہؓ اور یہ غلام دونوں قریبی رشتہ دار تھے' چچا زاد بھائی بہن تھے۔ مصر سے دونوں حضورؐ کے پاس آ گئے تھے لہٰذا باہم مناسبت زیادہ تھی۔ چونکہ ماریہ قبطیہؓ حضورؐ کی باندی تھیں' ایک دن حضورؐ نے دونوں کو

بیٹھ کر گفتگو کرتے دیکھ لیا۔ دل میں کھٹک پیدا ہوئی۔ آپؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی چہرے کے رنگ بدلنے کا سبب معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی بات کہہ دی۔ اسی دوران حضرت ماریہؓ حمل سے تھیں لہٰذا لوگوں کا شک اور بڑھ گیا۔

حضرت عمرؓ اس غلام کو قتل کرنے کے لئے چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو غلام کو ماریہؓ کے پاس بیٹھا ہوا پایا۔ قتل کرنے کے لئے تلوار کھینچ لی۔ غلام کو معلوم ہو گیا کہ وجہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کپڑے بدن سے ہٹا دیئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کا عضو ہی کٹا ہوا ہے تو شرمندہ واپس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ! کچھ معلوم ہے ابھی ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ماریہؓ اور اُس کے رشتہ دار غلام کو اس بات سے بری کر دیا ہے جو تیرے دل میں کھٹک رہی تھی اور مجھے بشارت دی ہے کہ ماریہؓ کے بطن میں جو لڑکا ہے میرا ہے اور مجھ سے مشابہ ہے۔ اور مجھے یہ بھی حکم ملا ہے کہ اس لڑکے کا نام میں ابراہیم رکھوں۔ اگر مجھے وہ کنیت بدلنی ناگوار نہ ہوتی جس سے مجھے لوگ پہچانتے ہیں تو میں اپنی کنیت ابوابراہیم رکھ لیتا جیسا کہ جبرائیل نے مجھے ابوابراہیم کہہ کر پکارا تھا۔ اس غلام نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اکثر رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے اُن کے جنازہ میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور خود نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر جنت البقیع میں دفن کیا۔ (رواہ الطبرانی)

مقوقس کی وفات اس وقت ہوئی جب حضرت عمرو بن عاصؓ مصر کے گورنر تھے۔ مقوقس کو (کنیسة ابی یخنس) میں دفن کیا گیا۔ مقوقس کی وفات نصرانیت پر ہی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حاطب بن بلتعہ کو بطور قاصد مقوقس کی طرف بھیجا تھا۔ حاطب کہتے ہیں کہ جب مجھے نبی اکرم ﷺ نے مقوقس کی طرف بھیجا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اس کے پاس گیا اور مقوقس کے ہاں ایک رات قیام کیا۔ پھر اس کے بعد مقوقس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے مجھے پیغام بھیجا کہ میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پس مقوقس نے کہا کہ کیا تمہارا صاحب نبی ہے۔ حاطب کہتے ہیں میں نے کہا کیوں نہیں ہاں ضرور وہ نبی ہیں۔ مقوقس نے کہا وہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے کہا ہاں وہ ''رسول اللہ'' یعنی اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا اگر وہ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو انہوں نے اپنی قوم کے ان مخالفین کے لئے بددعا کیوں نہیں کی جنہوں نے ان کو اپنے وطن سے بے وطن کر دیا؟ حاطب کہتے ہیں ''میں نے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں۔ مقوقس نے کہا ہاں۔ حاطب کہتے ہیں میں نے کہا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے جب انہوں نے ان کو اذیت دی اور صلیب پر چڑھانے کا برا ارادہ کیا، کیوں بددعا نہیں کی کہ اللہ ان کو ہلاک کر دے'' مقوقس نے کہا ''بہت خوب! تم خود بھی دانا ہو اور جس کے پاس سے آئے ہو وہ بھی دانا ہیں۔''

اَلمُکَاء

مکاء: سنگخوار یہ پرندہ حجاز میں پایا جاتا ہے۔ سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی آواز سیٹی کی طرح ہوتی ہے۔ یہ اکثر باغوں میں بولتا رہتا ہے۔ باغات سے اس کو بہت انسیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ باغات سے باہر میدانوں میں بولنے لگے تو یہ آنے والی زبردست قحط سالی کی علامت ہے جس میں چوپائے مویشی ختم ہو جاتے ہیں۔

قزوینی نے کہا ہے کہ یہ جنگلی پرندہ ہے۔ انڈا دینے لئے یہ عجیب انداز کا گڑھا کھودتا ہے۔ اس کی اور سانپ کی دشمنی ہے کیونکہ

سانپ اس کے انڈوں بچوں کو کھالیتا ہے۔

ایک عجیب قصہ

ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ ایک سانپ نے سنگخوار کے انڈے کھالئے تھے، سنگخوار اس سانپ کے سر پر منڈلاتا رہا اور اس سے قریب ہوتا رہا جیسے ہی سانپ نے منہ کھولا تو ایک کانٹے دار پودا جو سنگخوار نے منہ میں لے رکھا تھا سانپ کے منہ میں ڈال دیا اور وہ سانپ کے حلق میں کانٹا پھنس گیا اور سانپ مر گیا۔

اَلْمُکَلَّفَةُ

(ایک پرندہ) جاحظ نے لکھا ہے کہ چونکہ باز پرندہ کی عادت اچھی نہیں ہے تین انڈے دیتا ہے جب نکلتے ہیں تو دو کی پرورش کرتا ہے اور ایک کو پھینک دیتا ہے۔ اس پڑے ہوئے باز کے چوزہ کو چونکہ یہ پرندہ اٹھا کر اس کی ایسی پرورش کرتا ہے۔ گویا وہ اس کام کے لئے مامور ہے اسی وجہ سے اس کا نام المکلفة (دشوار خلاف عادت کام پر مامور) ہے۔ اس کا دوسرا نام "کاسر العظام" (ہڈی توڑنے والا) بھی ہے۔ اور باز کی اس حرکت کے اسباب میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ باز صرف دو انڈے سیتا ہے۔ مگر دوسری جماعت نے کہا ہے کہ انڈے تو تینوں سیتا ہے مگر تین بچوں کے رزق تلاش کرنے کو بھاری سمجھ کر ایک کو پھینک دیتا ہے۔ ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ باز اس طرح نہیں کرتا۔ لیکن جب وہ شکار کرنے میں کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ جس طرح ولادت کے بعد نفاس والی عورت کمزور ہو جاتی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ بد خلق قسم کا پرندہ ہے اور بچہ کی پرورش بغیر صبر اور تکلیف اٹھائے ممکن نہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نہایت لالچی پرندہ ہے اس لئے ایسا کرتا ہے۔

اَلْمَلَکَةُ

مَلَکَۃُ: ایک قسم کا سانپ ہے جو بالشت یا اس سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے۔ اس کے سر پر سفید میناکاری کا سا نشان ہوتا ہے۔ اس کے زمین پر رینگنے سے وہ گھاس وغیرہ جل جاتی ہے جس پر اس کا گزر ہوتا ہے۔ اس کے اوپر سے اڑ کر جانے والا پرندہ اس پر گر پڑتا ہے۔ اگر کوئی درندہ وغیرہ اس سانپ کو کھالے تو فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے رینگنے کی سرسراہٹ سُن کر تمام جانور بھاگ جاتے ہیں۔ یہ سانپ انسانوں کو کم ہی دکھائی دیتا ہے۔

ملکتہ کا ایک انوکھا اثر

اس سانپ کو مارنے والے کی قوتِ شامہ (سونگھنے کی طاقت) فوراً ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر کوئی علاج کارگر نہیں ہوتا۔

المنارة

منارة: ایک سمندری مچھلی ہے جو مینارہ کی شکل کی ہوتی ہے۔ سمندر سے مینارہ کی طرح نکل کر کشتی پر گر پڑتی ہے جس سے کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے اور کشتی والے ڈوب جاتے ہیں۔ جب ملاح اس کی آہٹ پا لیتے ہیں تو نرسنگھا اور سلفچی وغیرہ بجانے لگتے ہیں تاکہ آواز سُن کر وہ بھاگ جائے۔ سمندر میں یہ کشتی والوں کے لئے ایک بڑی آفت ہے۔

المنخنقة

منخنقة: وہ حلال جانور ہے جس کے گلے کو رسی کا پھندا لگا کر گھونٹ دیا گیا ہو جس سے اس کی موت واقع ہوگئی ہو۔ ایام جاہلیت میں عرب جانور کا خون بدن میں روکنے کی غرض سے ایسا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اس خون کو کھاتے تھے اور اس کا نام اُن کے یہاں ''الفصید'' تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ گوشت جما ہوا خون ہے جب یہ کھانا درست ہے تو خون کھانا بھی جائز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے منخنقة کو حرام قرار دیا کہ اس میں وہ خون رُک جاتا ہے۔ جس کو بہانے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے۔

مسئلہ

رافع نے کہا ہے کہ جنین (ذبیحہ کے پیٹ کا بچہ) منخنقتہ سے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ سانس کے رُک جانے سے مرا ہے نہ کہ گلا گھونٹے سے اگر کسی جانور کو ذبح کر کے اس کی گردن کی رگیں کاٹ دی جائیں پھر اس کا گلا گھونٹ کر خون کو روک دیا جائے تو وہ حلال ہے کیونکہ ذکاۃ شرعی (ذبح) متحقق ہو گیا اور خون رُکنے کا کوئی اثر وہاں موجود نہیں ہے جیسے شکاری جانوروں سے شکار کیا ہوا جانور یا غیر دھاری دار چیز کا شکار جس کو ذبح نہ کیا جا سکا ہو یا تیر کا شکار یہ سب حلال ہیں اگرچہ ان میں خون رُک گیا ہو۔ مگر حرمت کا احتمال قوی ہے۔ کیونکہ ذبح کرنے کی حکمت ہی خون بہانا ہے اور خون بہتا نہیں پایا گیا۔ لہٰذا وہ منخنقتہ کی طرح ہو گیا۔ یہ وہ جواب ہے جو شیخ سنویؒ نے دیا ہے اور ذبح کے بعد گلا گھونٹ کر مارے گئے جانور اور شکاری درندہ کے شکار میں فرق حکم میں اس لئے ہے کہ شکار میں ذبح اصلی پر قدرت نہیں ہے۔ لہٰذا ذبح اضطراری کافی ہے اور یہاں منخنقتہ میں ذبح اصلی پر قدرت ہے۔ وہاں یہ حکمت ساقط کرنے کے لئے ایک عذر ہے جو یہاں نہیں ہے۔

المنشار

(آرہ کے مشابہ ایک سمندری مچھلی) منشار ''بحر اسود'' میں پہاڑ جیسی ایک مچھلی ہوتی ہے جس کے سر سے لے کر دُم تک پیٹھ پر آبنوس کی طرح کالے کالے بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں جو آرہ کے دندانہ کی طرح ہوتے ہیں اس کا ایک ایک دندانہ دو دو ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ سر کے دائیں بائیں دو بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ ہر کانٹا دس ہاتھ کا ہوتا ہے۔ اپنے ان دونوں کانٹوں سے سمندر کا پانی چیرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ جس سے خوفناک آواز سنائی دیتی ہے۔ اپنے منہ اور ناک سے پانی کی پچکاری نکالتی ہے جو آسمان کی طرف فوارہ کی شکل میں نظر آتا ہے۔ پھر اس کے قطرے کشتی وغیرہ پر بارش کی بوندوں کی طرح گرتے ہیں۔

یہ مچھلی جب کشتی کے نیچے پہنچ جاتی ہے تو کشتی کو توڑ ڈالتی ہے۔ جب کشتی والے اسے دیکھتے ہیں تو اللہ کی طرف متوجہ ہو کر گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اُن سے یہ بلا دُور کر دے ''عجائب المخلوقات'' میں اسی طرح لکھا ہے۔

الموقوذة

(وہ جانور جو مارنے کی چوٹ سے مرا ہو) موقوذة: چوٹ سے مرا ہوا جانور اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی کے حکم میں اس تیر کا شکار بھی ہے جس میں دھار وغیرہ نہ ہو۔ حضرت عمرؓ سے بندوق سے شکار کئے ہوئے پرندے کے متعلق معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ وقیذ ہے

یعنی موقوذہ کے حکم میں ہے۔

الموق

پردار چیونٹی اس کا ذکر انشاء اللہ النمل کے تحت باب النون میں آئے گا۔

المول

اس سے مراد چھوٹی مکڑی ہے۔

المھا

مھا : مھاۃ کی جمع ہے۔ نیل گائے کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ نیل گائے کی ایک قسم ہے۔ جب اس کی مادہ گابھن ہوتی ہے تو نر سے بہت دور بھاگتی ہے۔ یہ فطرتاً کثیر الشہوت جانور ہے۔ شہوت کے غلبہ میں ایک نر دوسرے نر پر چڑھ جاتا ہے۔ یہ پالتو بکری کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ اس کی سینگیں بہت سخت ہوتی ہیں۔ عورت کے حسن و جمال اور اس کے موٹاپے کو اس جانور سے تشبیہ دیتے ہیں۔

طبی خواص

درد گردہ میں اس کا گودا نہایت مفید ہے۔ اگر اس کے سینگ کا ایک ٹکڑا کوئی اپنے پاس رکھے تو درندے اس سے دور رہیں گے۔ کسی گھر میں اس کے سینگ یا کھال کی دُھونی دے دی جائے تو وہاں سے سانپ بھاگ جائیں گے۔ کیڑے لگے ہوئے دانت میں اس کے سینگ کا کوئلہ لگانے سے درد سے فوری آرام ملتا ہے۔ اس کے بالوں کی دُھونی اگر گھر میں دے دی جائے تو چوہے اور گبریلے بھاگ جائیں گے۔ اس کے سینگ جلا کر میعادی بخار والے کو کھانے میں ملا کر کھلا دیں تو انشاء اللہ بخار ٹھیک ہو جائے گا۔ کسی مروب میں ملا کر پینا قوتِ باہ میں اضافہ کرتا ہے اور اعصاب میں مضبوطی لاتا ہے۔

نکسیر والے کی ناک میں ڈال دینے سے خون بند ہو جاتا ہے۔ اس کے دونوں سینگوں کی راکھ سرکہ میں ملا کر برص (سفید داغ) پر دھوپ میں مالش کریں تو انشاء اللہ برص دور ہو جائے گا۔ اگر کوئی ایک مثقال کے برابر سونگھ لے تو جس سے بھی مقابلہ کرے غالب ہو۔

تعبیر

مہات کا خواب میں دیکھنا۔ عابد زاہد سردار شخص مراد ہے۔ گر کوئی شخص مہاۃ کی آنکھ دیکھے تو سرداری ملے یا موٹی خوب صورت کم عمر عورت حاصل ہو۔ جس مہاۃ کا سر دیکھے تو اس کے سر کی طرح سرداری مالِ غنیمت اور حکومت پائے اور جو یہ دیکھے کہ وہ مہات کی طرح ہے تو وہ جماعت سے کٹ جائے گا اور بدعت میں مبتلا ہو جائے۔

المھر

''**المھر**'' اس سے مراد گھوڑے کا بچہ ہے۔ اس کی جمع ''**امھار، مھارۃ**'' آتی ہے اور مؤنث کے لئے ''**مھرۃ**'' کا لفظ مستعمل ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ''بہتر مال کثیر النسل گھوڑے اور کھجوروں سے لدے ہوئے درختوں کے جھنڈ ہیں۔''

ابو عبداللہ محمد بن حسان بسری صاحب کرامت اولیاء میں سے ہیں۔ ان کے احوال عجیب وغریب ہیں۔ ایک بار ابو عبداللہ محمد بن حسان بسری سفر میں جا رہے تھے۔ پس جب آپ ایک جنگل میں پہنچے تو آپ کا گھوڑا جس پر آپ سوار تھے مر گیا۔ پس آپ نے فرمایا ''اے اللہ ہمیں یہ گھوڑا عاریتاً عطا فرمایئے'' پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکا (مردہ گھوڑا) زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پس جب آپؒ بسر کے مقام پر پہنچے اور آپ نے گھوڑے کی زین کھولی۔ پس اسی وقت گھوڑا مردہ ہو کر گر پڑا۔ ابن سمعانی نے ''الانساب'' میں لکھا ہے کہ ابو عبداللہ کا تعلق بصرہ کے ایک قصبہ ''جام'' کے رہنے والے تھے۔ ابن اثیر نے کہا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے بلکہ ابو عبداللہ کا تعلق ''بسر'' سے ہے جو ایک مشہور گاؤں ہے۔ تحقیق حافظ ابو القاسم بن عطاء دمشقی نے بھی ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے کہ ابو عبداللہ ''بسر'' نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔

مُلاعِب ظلِہ

''ملاعب ظله'' اس سے مراد ایک بد کنے والا پانی کا پرندہ ہے جسے ''القربی'' بھی کہتے ہیں۔ اس کا تذکرہ باب القاف میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس پرندے کا نام ''خاطف ظله'' بھی ہے۔

جوہری نے کہا ہے کہ ابن سلمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایک پرندہ ہے جسے ''الرفراف'' کہا جاتا ہے۔ جب وہ پانی میں سایہ دیکھ لیتا ہے تو اس (سائے) کی طرف لپکتا ہے تاکہ اس کو (یعنی سایہ کو) اچک لے۔

ابُو مُزَینَه

اَبُـوْ مُزَیْنَة :انسان کی طرح ایک سمندری مچھلی ہے جو اسکندریہ وغیرہ کے بعض علاقوں میں ملتی ہے اس کی شکل وصورت انسان کے مانند ہوتی ہے۔ کھال لیس دار اور چکنی ہوتی ہے۔ یہ مچھلیاں انسانوں کی طرح ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ رونے اور چیخ و پکار کی آواز بھی نکالتی ہیں۔ جب یہ سمندر کے ساحلوں پر نکل کر انسانوں کی طرح چلنے لگتی ہیں۔ شکاری لوگ انہیں پکڑ لیتے ہیں تو یہ رونے لگتی ہیں۔ شکاری ان پر رحم کا کر اُن کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اِبنَۃُ الْمَطَر

(کینچوا) مرصع میں ہے کہ یہ سرخ رنگ کا ایک کیڑا ہے جو بارش کے بعد نکلتا ہے۔ جب نمی سوکھ جاتی ہے تو یہ بھی مر جاتا ہے۔

ابو الملیح

(شکرہ) اس کا حکم ''صقر'' کے تحت باب الصاد میں گزر چکا ہے۔

ابن الماء

ابن الماء: پانی میں رہنے والے پرندہ کو بھی کہتے ہیں اور ان پرندوں کو بھی جو پانی سے مانوس ہوتے ہیں۔ پانی کے ارد گرد زیادہ رہا

کرتے ہیں۔ابن الماء کا اطلاق کسی خاص نوع پر نہیں ہوتا ہے' برخلاف ابن عرس اور ابن آوی کے کہ اس سے مخصوص نوع مراد ہے۔
ابن عرس نیولا اور ابن آوی گیدڑ کو کہا جاتا ہے۔

بابُ النون

ناب

نـــاب :صرف بوڑھی اونٹنی کو کہیں گے۔اونٹ پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔اس کا نام ''ناب'' اس کے دانت کے بڑے ہونے کی وجہ سے ہے۔

الناس

الـنـاس :انسان کی جمع ہے۔ جوہری نے لکھا ہے کہ الناس' کبھی کبھی جنات اور انسان دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے۔اکثر مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے قول '' لَـخلْقُ السمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ '''' میں '''' الناس '' سے مسیح دجال کو مراد لیا ہے اور ان مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت کے علاوہ قرآن پاک میں کہیں پر مسیح دجال کا ذکر نہیں ہے۔
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول '' یَـوْمَ یَـاْتِـیْ بَـعْضُ اٰیَاتِ رَبِّکَ لاَ یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَالَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْـلُ '' میں ''ایات'' سے مراد مسیح دجال ہے' لیکن مشہور قول یہ ہے کہ اس جگہ آیات سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے' جس کے بعد ایمان کسی ایسے شخص کے لئے نافع نہ ہوگا جو اس سے پہلے تک ایمان نہ لایا ہو

اَلنَّاضِحُ

(پانی ڈھونے والا اونٹ یا اونٹنی) ناضح :اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے ہیں جس پر پانی لایا جائے جمع نواضح ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:۔
''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے غزوۂ تبوک کے دن (جبکہ لوگوں کے پاس موجود توشہ ختم ہو گیا تھا) اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ علیہ وسلم اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم اپنے ''پانی لانے والے اونٹوں'' کو ذبح کر کے کھالیں اور اس کی چربی اپنے بدن پر بطور تیل مل لیں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دیدی''۔
حضرت عمرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ اگر ایسا ہو گیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری تدبیر کریں کہ لوگوں سے ان کے بچے ہوئے توشہ کو منگوا کر برکت کی دعا کریں۔امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ان کے لئے کافی کر دے گا۔حضورؐ نے فرمایا ہاں ایسا ہی کرو۔چنانچہ حضور صلی للہ علیہ وسلم نے چمڑے کا ایک دستر خوان منگوایا اور اس کو بچھوا دیا۔پھر لوگوں سے ان کے پاس بچا ہوا توشہ لانے کو کہا۔کوئی ایک مٹھی توشہ لے کر آنے لگا کوئی ایک مٹھی کھجور لانے لگا۔کوئی روٹی کا ٹکڑا۔یہاں تک کہ دستر خوان پر کچھ معمولی چیزیں اکٹھی ہو گئیں۔رسول صلی للہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی۔پھر لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اپنے اپنے برتن اور تھیلے یہاں سے بھر

لو۔ پھر سب بھرنے لگے حتیٰ کہ لشکر میں موجود ہر برتن (بورا' تھیلا' بھر لیا گیا۔ پھر لوگوں نے اس میں سے کھایا پھر بھی تھوڑا سا بچ گیا۔ حضورؐ نے کہا ''اَشهد ان لاَ اِلٰه اِلا اللّٰه و انی مُحَمَّد رسول اللّٰه. لا یلقی اللّٰه بها عَبُد'' غیرَ شاکٍ فیحجب عن الجنة'' کہ جو اس کلمہ کو یقین سے پڑھے گا اور اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ اسے جنت سے نہیں روکے گا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ

اور حافظ ابونعیمؒ نے غیلانؓ بن سلمہ ثقفی کے طریق سے نقل کیا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا یا رسول اللہ! میرا ایک باغ تھا جس پر ہمارا اور ہمارے بچوں کا گزر بسر ہوتا ہے اس میں ہماری دو اونٹنیاں رہتی تھیں۔ اب وہ اونٹنیاں نہ ہمیں باغ میں جانے دیتی ہیں اور نہ اس باغ کے پھل توڑنے دیتی ہیں اور مجھے ان کے پاس جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی اُٹھ کر اس باغ کے پاس پہنچے۔ چونکہ باغ بھی وہاں چار دیواری میں گھرا ہوتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے دروازہ کھولنے کو کہا۔ مالک باغ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! اس وقت اونٹنیوں سے خطرہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دروازہ کھولو' دروازہ میں حرکت ہوتے ہی دونوں آگے بڑھیں۔ دونوں عجیب قسم کی خوفناک آواز نکال رہی تھیں جب دروازہ کھلا اور دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دونوں بیٹھ گئیں اور حضور کا (احتراماً) سجدہ کیا۔ حضورؐ نے دونوں کا سر پکڑ کر ان کے مالک کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ ان دونوں سے کام لو اور ان کو اچھی طرح چارہ دیا کرو۔ لوگوں نے کہا آپ کو جانور بھی سجدہ کرتے ہیں ہمیں بھی اجازت ہو کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سجدہ صرف اسی ذات کے لئے زیبا ہے جو ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے۔ جس پر موت طاری نہیں ہوگی۔ اگر میں کسی کو کسی (غیر اللہ) کا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کیا کرے۔

ایک اور معجزہ

اسی قسم کا ایک قصہ اور نقل کیا جاتا ہے کہ یعلیٰ بن مرۃ نے روایت کیا ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ جا رہے تھے کہ ہم نے ایک اونٹ دیکھا جس پر پانی لایا جا رہا تھا۔ جب اونٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بلبلانے لگا اور اپنی گردن اور نکیل زمین پر رکھ دی۔ حضورؐ وہیں ٹھہر گئے۔ پوچھا کہ اس کا مالک کہاں ہے؟ جب وہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک سے کہا کہ یہ اونٹ ہم سے فروخت کر دو۔ مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم آپ کو ہدیہ کرتے ہیں۔ البتہ یہ ایسے خاندان کا ہے جن کے پاس اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس نے مجھ سے کام زیادہ لئے جانے اور چارہ کم ملنے کی شکایت کی ہے۔ تم اس سے کام اس کی طاقت کے حساب سے لو اور چارہ اچھی طرح دیا کرو۔

دوسری جگہ اس قصہ میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ یہ اونٹ آیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے حضورؐ کو سجدہ کیا۔

الناقة

(اونٹنی) اونٹنی کی مختلف کنیتیں ہیں: ام بور، ام حائل' ام حوار' ام السقب' ام مسعود کے الفاظ مستعمل ہیں نیز اس کو بنت الفحل اور بنت الفلاۃ اور بنت النجائب وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسلمؒ 'ابوداؤدؒ اور نسائی اور احمد نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے اور ایک انصاری خاتون ناقہ پر سوار تھیں کہ انہوں نے اس ناقہ پر لعنت بھیجی۔ حضور صلی اللہ علیہ ولم نے سُن لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ناقہ پر جو کچھ ہے اُتار لو اور اس کو چھوڑ دو کیونکہ وہ ملعون ہو گئی۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ مٹیالے رنگ کی وہ اونٹنی اب بھی میری نگاہوں میں گھوم جاتی ہے کہ لوگوں کے درمیان چلتی پھرتی ہے مگر کوئی اُسے نہیں چھیڑتا۔

ابن حیان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹنی کو چھوڑ دینے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ آپ کو اس کے متعلق بددُعا کی مقبولیت معلوم ہوگئی تھی۔ لہذا ہمیں بھی اگر کسی محنت کرنے والے کی لعنت کی مقبولیت معلوم ہو جائے تو ہم بھی اسے اس جانور کو چھوڑ دینے کا حکم دیں گے۔ لیکن چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے لہٰذا دُعا کی مقبولیت کا علم ممکن نہیں رہا۔ لہٰذا کسی کے لعنت کرنے سے اسے جانور کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اور دیگر لوگوں کو (دھمکی کے طور پر) یہ حکم دیا تھا لہٰذا مراد اس سے یہی ہوگی کہ اس پر سواری مت کرو۔ لیکن اس کے علاوہ کسی اور جگہ اس جانور کا استعمال مثلاً اس کا بیچنا یا کھانا اور دوسرے استعمال جو اس سے پہلے جائز تھے سب اب بھی بدستور جائز رہیں گے۔ کیونکہ نہی صرف اس پر سواری کرنے سے ہے یا صرف اس سفر میں سوار ہونے سے ممانعت تھی ورنہ دوسرے سفر میں ممانعت نہیں تھی۔ لعنت کرنے کو شریعت میں پسند نہیں کیا گیا۔ ترمذی روایت میں ہے:۔

''کہ مومن لعن طعن نہیں کرتا اپنے مُنہ سے فحش اور بکواس نہیں نکالتا''۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان پر چڑھتی ہے مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر زمین پر اُترتی ہے تو زمین کے دروازے اُس کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ پھر دائیں بائیں ادھر اُدھر گھومتی رہتی ہے۔ جب اس کو کوئی جگہ نہیں ملتی تو جس پر لعنت کی گئی ہے اس کی طرف جاتی ہے پس اگر وہ اس لعنت کا مستحق ہوتا ہے تو اس پر نازل ہو جاتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے کی طرف پہنچ کر اس سے متعلق ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قول ''نَاقَةَ اللّٰه'' یہاں اضافت تشریفی ہے یعنی اس کے شرف ومرتبہ کو بڑھانے کے لئے اللہ نے اپنی طرف نسبت کر دی ورنہ دیگر مخلوقات بھی اللہ ہی کی ہیں۔ اس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی مراد ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ آپ کی نبوت کی تصدیق کے لئے پہاڑ سے پیدا کیا تھا۔

فائدہ

روایت اس طرح ہے کہ قوم ثمود کے سردار جندع بن عمرو نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا اے صالح! اس چٹان سے (جو حجر کے ایک کنارے پر تھی جس کا نام ''کاثبۃ'' تھا) ایک ایسی اونٹنی نکال دے جس کی کوکھ بڑی ہو اور جس کے بال زیادہ ہوں یعنی حاملہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنے رب سے دُعا کی۔ چٹان میں ایسی حرکت پیدا ہوئی جس طرح جانور میں بچہ دینے کے وقت حرکت ہوتی ہے۔ پھر چٹان ہلنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے پھٹ گئی اور قوم کے مطالبہ کے موافق ایک بڑی کوکھ والی بالوں والی حاملہ اونٹنی اس سے ظاہر ہوئی۔ اس کے پہلو میں کوئی ہڈی پسلی ظاہر نہیں تھی۔ قوم ثمود کے لوگ محو تماشہ تھے۔ اُونٹنی نے اسی وقت ایک بچہ جنا جو اس اونٹنی کے برابر تھا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع بن عمرو اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے ایمان قبول کرلیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کے لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ایک دن پانی پینے کی اس کی باری ہوگی دوسرے دن تمہاری اور تمہارے جانوروں کی۔ وہ تمہاری باری کے دن پانی نہیں پئے گی اور تم اس کی باری کے دن پانی نہیں پیو گے۔ کچھ دنوں تک وہ اونٹنی اور اس کا بچہ ثمود کی سرزمین پر رہے اور اُونٹنی گھاس چرتی رہی اور پانی پیتی رہی۔ البتہ وہ پانی پینے کے لئے ہر دوسرے دن آیا کرتی تھی۔ جب اس کی باری کا دن ہوتا تھا تو ''حجر'' کے ایک کنوئیں میں اپنا منہ رکھ دیتی تھی جس کا نام ''بئر ناقہ'' پڑ گیا تھا اور جب تک سارا پانی نہیں پی لیتی تھی سر نہیں اٹھاتی تھی۔ جب کنوئیں میں ایک قطرہ بھی پانی نہ بچتا تھا تب اپنا سر اٹھاتی تھی۔ لوگ اس سے جتنا دودھ چاہتے دوھ لیتے تھے' پیتے بھی تھے اور اپنا تمام برتنوں میں بھر کر ذخیرہ بھی کر لیتے تھے۔ پھر دوسرے راستے سے لوٹ جاتی تھی۔

یہ اونٹنی گرمی کے موسم میں وادی کے اُوپر کے حصہ میں رہتی تھی۔ دوسرے مویشی اس کے ڈر سے وادی کے نشیبی حصے میں بھاگ جاتے جہاں گرمی زیادہ ہوتی تھی اور زمین پر گھاس وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور سردیوں کے موسم میں یہ اونٹنی وادی کے نشیبی حصہ میں آ جاتی تھی۔ مویشی اس کے خوف سے اُوپر کے حصہ میں جا کر پناہ لیتے جہاں سردی سے ٹھٹھرتے رہتے۔قوم ثمود کے لوگ یہ امتحان اور اپنے جانوروں کے لئے یہ پابندی برداشت نہ کر سکے۔ لہٰذا انہوں نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور یہی چیز اُن کے لئے اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا باعث بنی لیکن بلی کی گردن میں گھنٹی باندھے کون؟

ایسے بہادر کی تلاش جاری ہوئی اور اولین بد بخت ''قدار ابن سالف'' اس کام کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ حرامی تھا۔ اس کی ماں کا نام ''قدیرہ'' ہے جو ''مسالف'' کی بیوی تھی۔ مگر بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اپنے باپ کا نہیں تھا اس کے چہرے کی رنگت میں سرخی اور نیلے پن کی ملاوٹ تھی۔ ٹھگنا قد' چھوٹے چھوٹے ہاتھ پیر تھے۔ اپنی قوم میں باعزت اور طاقت ور تھا۔ کشتی میں کوئی اس کو مغلوب نہیں کر پاتا تھا۔ ایک بڑھیا جس کے یہاں اونٹ' بیل اور بکریوں کی کثرت تھی اور جس کی کئی حسین لڑکیاں تھیں۔ اس نے قدار سے کہا کہ اگر تم اس اونٹنی کو مار ڈالو تو میری جس لڑکی کو تم پسند کرو تم سے شادی کر دوں گی۔ قدار فوراً تیار ہو گیا اور اونٹنی کے آنے کے راستہ میں ایک درخت کی جڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب اونٹنی کا وہاں سے گزر ہوا تو تلوار سے حملہ آور ہوا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ قرآن نے اس کو ''فتعاطی فعقر'' سے تعبیر کیا ہے کہ اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھا کر اس نے تلوار ماری اور اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ اُونٹنی بھاگی اور اُس نے ایک آواز نکالی تا کہ اس کا بچہ اس حملہ سے ہوشیار ہو جائے۔ بچہ بھاگ کر ''صبنو'' نامی ایک مضبوط پہاڑ کے پاس جا کر چھپ گیا۔

جب حضرت صالح علیہ السلام کو خبر ملی کہ اونٹنی کو مار ڈالا گیا تو وہ قوم کے پاس پہنچے۔ قوم کے لوگ آپ سے مل کر معذرت کرنے لگے کہ اے اللہ کے نبی اُونٹنی کو فلاں نے قتل کیا ہے ہماری کوئی قصور نہیں ہے تو حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جاؤ اور اسکے بچے کو تلاش کرو۔ اگر تم کو وہ بچہ مل گیا تو ہوسکتا ہے کہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔ لوگ اس کی تلاش میں چاروں طرف نکل گئے۔ ایک پہاڑ پر ان کو وہ بچہ دکھائی دیا۔ انہوں نے چاہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر اس کو پکڑ لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو حکم دیا اور وہ آسمان کی طرف بلند ہوتا چلا گیا اور کوئی اس کی گرد بھی نہ پا سکا۔

اُونٹنی کے قتل سے عذاب الٰہی اور قوم ثمود کا مسخ

علامہ دمیری نے فرمایا ہے کہ قدار قاف کے ضمہ کے ساتھ ہے المہذب کے باب الھدیٰ میں مذکور ہے کہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے کا نام عیزار بن سالف ہے یہ ان کا وہم ہے نیز اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اونٹنی کی کونچیں بدھ کے دن کاٹی گئی تھیں اور قوم ثمود جمعرات کے دن صبح کو اس حال میں بیدار ہوئے کہ ان سب کے چہرے پیلے رنگ کے ہو گئے جیسے ان پر خلوق (ایک قسم کی خشبو جس کا

رنگ زرد ہوتا ہے) لیپ دی گئی ہو۔ ہر شخص مرد عورت، بچہ بوڑھا سب اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ان کو عذابِ الٰہی کا یقین ہو گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ عذاب کا ظہور چہروں کے رنگ بدلنے سے ہوگا۔ چہرے پہلے زرد اور پھر سرخ اور پھر سیاہ ہو جائیں گے اور تیسرے دن سب کا خاتمہ ہو جائے گا''۔ یہ لوگ تو اپنی مصیبت میں گرفتار تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام ان کو چھوڑ کر مومنین کی جماعت کے ساتھ حضر موت کی طرف ہجرت کر گئے ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب حضرت صالح علیہ السلام اور اس جگہ آپ کا انتقال ہو گیا اس وجہ سے اس بستی کا نام حضر موت پڑ گیا (یعنی کہ موت حاضر ہو گئی) بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی۔

جب انہوں نے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا اور رنگ کا تغیر ایک دوسرے کو معلوم ہوا تو شام کو سب رونے چلانے لگے۔ موت کے انتظار کا ایک دن گزر گیا۔ دوسرے دن جمعہ کو ان کے چہرے اس طرح سُرخ ہو گئے گویا ان پر خون لگا ہوا ہو۔ شام کو سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ موت کے انتظار کے دو دن گزر گئے۔ سینچر کو ان کے چہرے ایسے سیاہ ہو گئے جیسے ان پر تارکول کا لیپ کر دیا گیا ہو۔ شام کو صرف یہی آوازیں فضا میں گونجیں:۔ ''موت کا وقت بالکل آ چکا ہے''۔ اور ''عذابِ الٰہی پہنچ چکا ہے''۔

اتوار کے روز آفتاب کے اُجالے کا پھیلنا تھا کہ آسمان سے ایک ''چیخ'' کی آواز آئی جس میں روئے زمین کی ہر خوفناک آواز اور ہر کڑک اور گرج کی آوازیں شامل تھیں۔ اس چیخ سے ان کے دل سینوں میں ریزہ ریزہ ہو گئے اور یہ سب کے سب گھٹنوں کے بل اپنی ہی سرزمین میں خود دفن ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد چار ہزار کے قریب بتلائی جاتی ہے۔

شرعی حکم

اونٹنی کا شرعی حکم اور اس کے طبی فوائد وہی ہیں جو ''جمل'' اونٹ کے بیان میں گزرے۔

تعبیر

ناقہ خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت سے ہوتی ہے۔ اگر کسی نے بختی اونٹنی دیکھی ہے تو اسے غیر عربی عورت حاصل ہوگی اور اگر غیر بختی اونٹنی دیکھی ہے تو عربی عورت مراد ہوگی۔ اگر اونٹنی سے دودھ نکالتے دیکھا تو نیک عورت سے شادی ہوگی اور اگر شادی شدہ نے کسی اونٹنی سے دودھ نکالتے ہوئے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا تو نرینہ اولاد پیدا ہوگی۔ کبھی کبھی لڑکی پیدا ہونے کی بھی اُمید ہوتی ہے۔ اگر کسی نے اونٹنی کے ساتھ اس کا بچہ بھی دیکھا تو یہ کسی نشانی قدرت کے ظاہر ہونے اور لوگوں کے عام فتنہ میں مبتلا ہونے کی علامت ہے۔

ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ بوجھ لدی ہوئی اونٹنی دیکھنا خشکی کے سفر کی دلیل ہے اور بھگائی ہوئی اونٹنی دیکھنا سفر میں لوٹ لئے جانے کی خبر ہے۔ جس نے بہت ساری اونٹنیوں کا دودھ دوہا وہ کہیں کا حاکم ہوگا اور زکوٰۃ وصول کرے گا۔

ابن سیرینؒ کے پاس ایک شخص نے آ کر خواب بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو بختی اونٹنیوں سے دودھ دوہتے ہوئے دیکھا۔ پھر دیکھا کہ دودھ کے بجائے ان کی چھاتیوں سے خون نکلنے لگا ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے تعبیر بیان کی کہ وہ شخص عجمیوں پر حاکم ہوگا اور ان سے زکوٰۃ وصول کرے گا (جسے تم نے دودھ دیکھا ہے) اور ان لوگوں کا مال زبردستی چھین لے گا (یہ خون ہے جو تم کو نظر آیا ہے) لہٰذا بعد میں ایسا ہی ہوا۔

جس نے یہ دیکھا کہ اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی ہیں وہ اپنے کئے ہوئے پر پچھتائے گا اور اس کے کرتوت کی بنا پر اس کو کوئی مصیبت پیش آئے گی۔

اونٹنی پر سواری کسی عورت سے نکاح کی اطلاع ہے۔ اگر یہ دیکھا کہ اونٹنی خچر یا اونٹ بن گئی ہے تو اس کی بیوی حاملہ نہ ہوگی۔
اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی اونٹنی مرگئی ہے تو اس کی بیوی کا انتقال ہو جائے گا یا اس کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔ کبھی کبھی اونٹنی کا دیکھنا' جھگڑالو عورت ملنے کی بھی پیش گوئی ہوتی ہے۔ اگر اونٹنی کو کسی آبادی میں داخل ہوتے دیکھا تو اس جگہ کوئی فتنہ پیدا ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

النّاموس

ناموس : مچھر کو کہتے ہیں۔ باب الباء میں تفصیل آ چکی ہے۔ لیکن ابو حامد اندلسی کا کہنا ہے کہ ناموس چیونٹی کی طرح کا ایک کیڑا ہے جو کاٹ لیتا ہے۔ جوہری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ناموس رازدار کو بھی کہا جاتا ہے۔ اہلِ کتاب حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی ناموس کہتے ہیں کیونکہ وہ رازدارانہ طور پر نبیؐ سے گفتگو کرتے رہے۔ حدیث میں ورقہ بن نوفل کا قول مذکور ہے لَیَاتِیَهِ النَّامُوْسُ الَّتِیْ یَاْتِیْ مُوْسیٰ (کہ یہ ناموس یعنی جبرائیل فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا تھا۔ اس کا کچھ ذکر باب الفاء میں ''فاعوس'' کے تحت آ چکا ہے۔

النّاهض

(عقاب کا چوزہ) اس کا ذکر عقاب کے ضمن میں گزرا ہے۔

النباج

(زور زور سے بولنے والا ہدہد) ہدہد کی تفصیل باب الہاء میں آ رہی ہے۔

النِبر

نِبر : یہ چیچڑی کے مشابہ ایک کیڑا ہے جو جانور کے بدن پر رینگتا ہے تو رینگنے کی جگہ پر سوجن ہو جاتی ہے۔ مکڑی کو بھی کہتے ہیں اور نبر ایک درندہ بھی ہے۔

النجیب

(شریف) انسانوں اور اونٹوں گھوڑوں میں سے شریف اور عمدہ نسل والوں کو نجیب کہتے ہیں۔ اس کی جمع کے لئے نجباء، انجاب، نجائب کے الفاظ مستعمل ہیں مستدرک حاکم میں ہے کہ :۔

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پیدل چل کر پچیس حج کئے اور اُونٹنیاں آپ کے آگے آگے چلتی تھیں''۔

دوسری حدیث شریف ہے جو حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ :۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات شریف اور مددگار دوست عطا کئے گئے اور مجھے چودہ دوست ملے جن کی

فہرست درج ذیل ہے:۔

(۱)حمزہؓ(۲)جعفرؓ(۳)علیؓ(۴)حسنؓ(۵)حسینؓ(۶)ابوبکرؓ(۷)عمرؓ(۸)عثمانؓ(۹)عبداللہؓ بن مسعود(۱۰)ابوذرؓ(۱۱)مقدادؓ(۱۲)عمارؓ(۱۳)سلمانؓ(۱۴)بلالؓ۔ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شریف تاجر سے محبت کرتا ہے۔حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ سورۃ انعام نجائب القرآن ہے یعنی قرآن کریم کی افضل ترین سورۃ ہے۔

(رواہ امام احمد والبزاز والطبرانی وابن عدی)

النحام

النحام: بطخ کے مشابہ ایک پرندہ ہے۔یہ الگ الگ بھی اڑتے ہیں اور ایک ساتھ بھی۔جب کہیں یہ رات بسر کرنا چاہتے ہیں تو سب اکٹھے ہوجاتے ہیں۔نر سوتے ہیں اور مادہ جاگتی ہے اور نر کے لئے شب باشی کی جگہ بناتی ہے اور مادہ گوا گر ایک نر سے نفرت ہو جائے تو دوسرے کے پاس چلی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ مادہ صرف نر کے چوگا دینے سے انڈا دیتی ہے اسے جفتی کی ضرورت نہیں پڑتی۔انڈا دے کر مادہ دور چلی جاتی ہے اور نر وہیں رہتا ہے۔پھر نر انڈوں پر بیٹ کر دیتا ہے اور یہی بیٹ انڈوں کو سینے کا کام کرتی ہے۔جب مدت پوری ہوجاتی ہے تو انڈوں سے چوزے بے حس وحرکت نکل آتے ہیں۔پھر مادہ آکر ان چوزوں کی چونچ میں پھونک مارتی ہے اور یہی پھونک اُن کے اندر روح کا کام کرنے لگتی ہے۔پھر نر،مادہ دونوں مل کر پرورش کرتے ہیں لیکن نر سخت طبیعت اور بے قابو ہوتا ہے۔جب وہ ان چوزون کو اپنی غذا حاصل کرنے کے قابل سمجھ لیتا ہے تو اُنہیں مار بھگاتا ہے۔مادہ ان بچوں کے ساتھ چلی جاتی ہے اور دوبارہ انڈا دینے کے وقت نر کے پاس آجاتی ہے۔

حکم شرعی

یہ حلال پرندوں میں سے ہے لہٰذا اس کے کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ابن النجار نے تاریخ بغداد کے حاشیہ پر ایک حدیث نقل کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نحام کھایا ہے۔

الفاظ یہ ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نحام ہدیہ میں بھیجا گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کھایا اور آپؐ نے اس کو پسند فرمایا''۔آگے حدیث میں ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ''اے اللہ!اس وقت میرے پاس اپنی مخلوق میں سے سب سے محبوب شخص کو پہنچادے''۔

حضرت انسؓ دروازے پر پہرے دار مقرر تھے۔اچانک حضرت علیؓ پہنچے اور اجازت طلب کی۔حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حضورؐ اس وقت ایک کام میں مصروف ہیں۔چنانچہ حضرت علیؓ ،حضرت انسؓ ،کے سینہ پر دھکا مار کر اندر داخل ہو گئے اور فرمایا کہ یہ ہمارے اور حضورؐ کے درمیان آڑ بن گئے تھے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے اللہ!جس شخص سے یہ دوستی اور محبت رکھیں تو بھی اس شخص سے محبت فرما۔مگر دوسری روایت میں ہے کہ وہ بھنا ہوا پرندہ چکور تھا۔ایک روایت میں ہے کہ وہ سرخاب تھا۔

النحل

نحل :شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔باب الذال میں ''الذباب'' کے ذیل میں کچھ اس کا ذکر آچکا ہے۔یہ خدا کی طرف سے انسانوں کے لئے ایک عطیہ ہے جس میں گونا گوں فوائد ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مکھی کو شہد بنانے اور اس کی تمام ضروریات کا طریقہ سمجھا دیا ہے اور اس نے ساری باتیں اپنے حافظہ خانہ میں محفوظ کر لی ہیں۔اس کو پتہ ہے کہ مجھے بارش کی جگہوں پر رہنا ہے بے آب وگیاہ میدان میں نہیں۔لعاب سے عمدہ قسم کا مشروب (شہد) تیار کرتی ہے۔

قزوینیؒ کا بیان ہے کہ عید کے دن کو رحمت کا دن کہنے کی ایک وجہ یہ تھی ہے کہ اسی دن میں اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا علم سکھایا۔لہٰذا اللہ کے کلام کے مطابق شہد کی مکھی میں بڑی عبرت ہے اور یہ ایسا جانور ہے جو نہایت ہوشیار، زیرک اور بہادر ہے۔انجام سے باخبر اور سال کے موسموں سے اچھی طرح واقف ہے۔بارش کے اوقات کا علم رکھتا ہے۔اپنے کھانے پینے کے لئے انتظام کرنا اسے خود معلوم ہے۔اپنے بڑے کی بات مانتا ہے اور اپنے امیر اور قائد کی فرمانبرداری کرتا ہے۔نرالا کاریگر اور انوکھی طبیعت کا مالک ہے۔

ارسطو کا کہنا ہے کہ شہد کی مکھی کی نو قسمیں ہیں جن میں سے چھ قسمیں ایسی ہیں جن میں ایک دوسرے کا باہم رابطہ ہوتا ہے اور ایک جگہ اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں اارسطو ہی کا یہ بھی کہنا ہے کہ شہد کی مکھی کی غذا عمدہ پھل اور میٹھی رطوبت ہے جو پھولوں اور پتیوں سے ملتی ہے۔یہ ان سب کو اکٹھا کر کے شہد تیار کرتی ہے اور اپنا چھتہ بھی بناتی ہے مگر اس کے لئے اس کو چکنی رطوبت الگ سے جمع کرنی پڑتی ہے جس کو موم کہتے ہیں۔پہلے یہ موم کی رطوبت اپنی سونڈ سے چوس کر نکالتی ہے اور اسے اپنی ٹانگوں کے موٹے حصے (ران) پر جمع کرتی ہے۔پھر اسے ران سے کسی طرح اپنی پیٹھ پر لادتی ہے۔اسی طرح وہ اپنے کام میں مصروف رہتی ہے۔

قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پھولوں سے غذا حاصل کرتی ہے جو اس کے پیٹ میں جا کر شہد سے تبدیل ہو جاتی ہے۔پھر اپنے منہ سے اس کو نکالتی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کے پاس شہد کا خزانہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ .....شِفَآء''لِلنَّاسِ تک. ثُمَّکُلِ مِنْ کُلِ الثَّمَرَاتِ میں من کل ثمرات سے مراد بعض پھل ہیں۔شہد کے رنگ کا اختلاف 'غذا اور شہد کی مکھی' دونوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی غذا کے فرق سے ذائقہ بھی بدل جاتا ہے۔حضرت زینب رضی اللہ کے قول ''جَرَسَتْ نَحْلَةُ الْعُرْ فُطُه'' کا مفہوم یہی ہے کہ مکھی نے مغافیر [1] کی شاخ میں چھتہ لگایا ہوگا۔لہٰذا اس کے پھول وغیرہ کے رس سے ذائقہ اسی قسم کا ہے۔اور اس میں اسی درخت کی بو آ رہی ہے۔

شہد کی مکھی اپنی روزی حاصل کرنے کا انتظام اس طرح کرتی ہے کہ جب کہیں صاف ستھری جگہ اسے مل جاتی ہے تو سب سے پہلے وہاں چھتہ کا وہ حصہ بناتی ہے جس میں شہد جمع کرنا ہے۔پھر ''رانی'' مکھی کے لئے رہنے کا گھر تعمیر ہوتا ہے اور اس کے بعد نر مکھیوں کے لئے جگہ بنائی جاتی ہے۔جو روزی کمانے میں حصہ نہیں لیتے۔یہ مادہ مکھیوں سے چھوٹے ہوتے ہیں۔مادہ مکھیاں چھتہ کے خانوں میں شہد جمع کرتی ہیں۔سب کی سب ایک ساتھ اُڑ کر فضاء میں بکھر جاتی ہیں۔اس کے بعد شہد لے کر چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔نر مکھی پہلے چھتہ بناتی ہین پھر اس میں تخم ریزی کرتی ہیں۔تخم ریزی کے بعد اس طرح بیٹھی رہتی ہیں کہ جس طرح پرندے انڈے سیتے ہیں اور اس عمل سے اس بیج سے ایک سفید کیڑا سا نکل آتا ہے۔اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے۔خود سے کھانے لگتا ہے اور چند دن میں اُڑنے کے قابل ہو جاتا ہے۔یہ مکھیاں مختلف قسم کے پھولوں سے نہیں بلکہ صرف ایک ہی قسم کے پھولوں کا رس نکالتی ہیں۔

ان کی ایک عادت فطری یہ ہے کہ جب کسی مکھی کے اندر کوئی خرابی دیکھتی ہیں تو گویا اسے بالکل اپنے چھتہ سے باہر بھگا دیتی ہین یا پھراس کو جان سے مارڈالتی ہیں۔اکثر تو چھتہ سے باہر ہی اس کا خاتمہ کردیتی ہیں۔اس کام کے لئے اُن کے یہاں دربان بھی مقرر ہوتے ہیں۔اور رانی مکھی اکیلے کہیں نہیں جاتی بلکہ اس کے ساتھ سب لشکر کی طرح ایک ساتھ چلتی ہیں اگر وہ اُڑ نہ سکے تو دیگر مکھیاں اسے اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اُڑا کر لے جاتی ہیں۔اس ''رانی مکھی'' میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس ڈنگ نہیں ہوتا جس سے کسی کو گزند پہنچا سکے۔

سب سے عمدہ رانی مکھی وہ ہوتی ہے جس کا رنگ سُرخی مائل بہ زردی ہو اور سب سے بے کار وہ ہوتی ہے جس کی سُرخی میں سیاہی ملی ہو۔

شہد کی مکھیاں سب اکٹھی جمع ہوکر تقسیم کار کر لیتی ہیں کچھ تو شہد بنانے میں منہمک ہوتی ہیں اور کچھ کا کام موم بنانا اور اس سے چھتہ تعمیر کرنا دوسروں کے ذمہ ہوتا ہے اور کچھ مکھیاں صرف پانی لانے پر مامور ہوتی ہیں اور اس کا گھر نہایت عجیب وغریب چیز ہے۔شکل مسدس پر اس کی تعمیر ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ایسا لگتا ہے کہ اس نے انجینئر نگ سے اس شکل میں اپنا گھر بنایا ہو۔پھر اس گھر کے ہر خانے ایسے برابر مسدس دائرے ہیں جس میں باہم کوئی فرق نہیں ہے۔اسی وجہ سے ایک دوسرے سے بالکل ایسے ملے ہوئے ہیں گویا کہ سب دائرے مل کر ایک ہی شکل ہوں۔اور سوائے مسدس کے تین سے دس تک کا کوئی بھی دائرہ ایسا نہیں بن سکتا کہ ایک دوسرے کے درمیان کشادگی نہ ہو۔کیونکہ مسدس کے ہم شکل چھوٹے چھوٹے دائروں کو ملا کر اس نے ایک ہی ڈھانچہ بنا دیا ہے۔

مزید تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس تعمیر میں اس نے کوئی پیمانہ آلہ یا کوئی پرکار استعمال نہیں کیا ہے۔بلکہ یہ سب قدرت کی اس تربیت کا کرشمہ ہے۔جس میں خبیر وبصیر پروردگار نے اس کو صنعت کاری کا یہ طریقہ سکھایا ہے اور جس میں رب رحمان نے اسے اس فن میں اشارات دیئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

'' وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِ شُوْنَ.الایہ''۔(تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنا چھتہ پہاڑوں' درختوں اور انسانوں کے مکانات میں بنائے)

ذرا غور کریں کہ کس طرح شہد کی مکھی اپنے رب کے حکم کی فرماں بردار ہے اور کس طرح عمدگی سے حکم الٰہی کو بجالاتی ہے۔کس طرح ان تینوں جگہوں میں اپنا چھتہ بناتی ہے۔آپ ان جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ اس کو چھتہ بناتے نہیں دیکھ سکتے۔

ذرا غور کریں! کس طرح حکم خداوندی کے مطابق سب سے زیادہ پہاڑوں میں' پھر درختوں میں اور پھر مکانات اور آبادی میں اپنا چھتہ لگاتی ہیں۔قرآن میں پہاڑوں میں بنانے کا حکم پہلے ہے۔لہٰذا سب سے زیادہ وہاں چھتہ لگاتی ہے اور پھر بالترتیب درختوں اور مکانوں میں کم لگاتی ہے کیونکہ حکم ربانی کی ترتیب یہی ہے۔نیز امتثال امر کا یہ حال ہے کہ سب سے پہلے اس نے چھتہ لگایا جیسا کہ ''حکم'' تھا۔جب چھتہ بن کر تیار ہوا تو اپنے گھر سے نکل کر تلاش معاش میں ہمہ تن مصروف ہوگئی۔کھاپی کر درختوں کے پھولوں اور پھلوں سے رس نکال کر اپنے گھر میں ذخیرہ کرنا شروع کردیا۔اور دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ کس طرح اس نے شہد اور موم بنایا جس میں روشنی اور شفاء کی صلاحیت موجود ہے۔(موم میں روشنی اور شہد میں شفاء ہے) پھر اگر کوئی صاحبِ بصیرت اس کے احوال میں غور کرے اور دل ودماغ کو نفسانی خواہشات سے یکسو کر کے تدبر کرے تو یقیناً اسے تعجب ہوگا کہ کس طرح سے وہ پھول اور شگوفوں سے رَس چوستی ہے۔گندگی سے اور بدبودار چیزوں سے کس طرح بچتی ہے اور کس طرح سے اپنے بڑے کی (جوان سب کا امیر ہوتا ہے) اطاعت کرتی ہے۔پھر امیر کو بھی

خداوند قدوس نے اُن کے درمیان عدل وانصاف کرنے پر قدرت دی۔ یہاں تک کہ چھتہ میں گندگی لانے والی مکھیوں کو دروازہ ہی پر قتل کر دیتا ہے۔ دشمنوں سے دشمنی، دوستوں سے دوستی بھی ان کی فطرت میں داخل ہے۔

سب کچھ چھوڑ و صرف اس کا چھتہ دیکھو، موم کی طرح بنی ہوئی حویلی ہے اور کس طرح اُس نے تمام شکلوں میں سے شکل مسدس کو منتخب کیا ہے۔ گول، چوکور اور مخمس شکل کو نہیں لیا بلکہ شکل مسدس میں ایسی بات موجود تھی جہاں تک کسی انجینئر کا ذہن بھی نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ یہ ہے کہ سب سے کشادہ اور وسیع گول شکل بنے یا جو اس کے قریب قریب ہو۔ شکل مربع میں بے کار کونے بچ جاتے ہیں کیونکہ مکھی کی شکل گول اور لمبی ہے۔ شکل مربع کو اس نے اس وجہ سے چھوڑ دیا تا کہ جگہ بیکار نہ پڑی رہے اور گول بنانے کی صورت میں خانوں سے باہر بہت سی جگہ بیکار ہو جاتی۔ کیونکہ گول شکلیں اگر ایک ساتھ ملائی جائیں تو باہم مل کر ایک نہ ہوسکیں گی بلکہ درمیان میں کچھ جگہ خالی ضرور بچ جائے گی۔ یہ خاصیت صرف شکل مسدس میں موجود ہے کہ اگر کئی ایک کو ایک میں ملا دیں تو درمیان میں بالکل کوئی جگہ نہیں بچے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کس طرح سے اس ذرا سے جانور کے ساتھ لطف ومہربانی کا معاملہ فرمایا ہے اور کس طرح اس کی زندگی کی ضرورت مہیا کر دی ہیں تا کہ خوشگوار طریقہ پر اپنی زندگی گزار سکے۔

اپنے چھتہ میں ایک دوسرے سے لڑنا یہاں تک کہ جان سے مار ڈالنا اور ایک دوسرے کے خوف سے اس سے دور رہنا بھی اُن کی فطرت میں داخل ہے۔ چنانچہ اپنے چھتہ کے پاس اگر دوسرے چھتہ کی مکھی آ جائے تو اس کو ڈنگ مارتی ہیں کبھی کبھی تو وہ مکھی مر بھی جاتی ہے جس کو ڈنگ لگا ہے۔ اس کے مزاج میں صفائی ستھرائی بھی بہت ہے۔ چنانچہ چھتہ کے اندر اگر کوئی مکھی مر جائے تو اندر کی مکھیاں اُسے باہر نکال دیتی ہیں۔ نیز چھتہ میں سے اپنا پاخانہ بھی برابر صاف کرتی رہتی ہیں تا کہ اس سے بدبو نہ پھیلے۔ مکھیاں ربیع اور خریف دونوں موسموں میں اپنا عمل جاری رکھتی ہیں۔ لیکن موسم ربیع کا تیار کیا ہوا شہد اچھا ہوتا ہے۔ چھوٹی مکھیاں بڑی مکھیوں سے زیادہ محنت سے کام کرتی ہیں۔ صاف اور عمدہ ہی پانی پیتی ہیں چاہے جہاں سے ملے اور بقدر ضرورت ہی شہد کھاتی ہیں اور جب چھتہ میں شہد کم ہونے لگتی ہے تو اس کے ختم ہونے پر اپنی جان کے خطرے سے اس میں پانی ملا دیتی ہیں۔ کیونکہ چھتہ میں جب شہد ختم ہو جاتا ہے تو مکھیاں خود ہی اپنا چھتہ اجاڑ دیتی ہیں۔ اگر وہاں کوئی نر یا رانی مکھی اس وقت بھی بیٹھی رہے تو کبھی کبھی انہیں بھی مار ڈالتی ہیں۔

یونان کے ایک حکیم نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ تم لوگ چھتہ میں رہنے والی شہد کی مکھیوں کی طرح بن جاؤ۔ شاگردوں نے پوچھا کہ وہ چھتہ میں کس طرح رہتی ہیں؟ حکیم نے جواب دیا کہ وہ اپنے چھتہ میں نکمی مکھی کو رہنے نہیں دیتیں بلکہ اُسے اپنے چھتہ سے نکال دیتی ہیں اور اپنے گھر سے باہر کر دیتی ہیں کیونکہ وہ بے مقصد اُن کی جگہ تنگ کر دیتی ہے اور شہد کھا کر ختم کر ڈالتی ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ کون مستعدی سے کام کرتی ہے اور کون سستی کرتی ہے۔ یہ مکھیاں سانپ کی طرح اپنی کینچلی اتارتی ہیں۔ ان کو سریلی اور اچھی آواز سے لذت ملتی ہے۔

ان مکھیوں کو ایک بیماری (جس میں گھن جیسے باریک کیڑے ان کے جسم کو کھاتے رہتے ہیں) بہت تنگ کر دیتی ہے۔ اگر اس میں مکھیاں مبتلا ہو جائیں تو اس کا علاج یہ ہے کہ مکھی کے چھتہ میں ایک مٹھی نمک چھڑک دیں اور ہر ماہ ایک بار چھتہ کھول کر اس میں گائے کے گوبر کی دھونی دیدیں۔ ان کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ یہ چھتہ سے اُڑ کر غذا حاصل کرنے جاتی ہیں جب لوٹتی ہیں تو ہر مکھی اپنے ہی خانہ میں جاتی ہے اس میں بالکل غلطی نہیں کرتی۔

مصر کے لوگ تو کشتیوں میں مکھیوں سے بھرے چھتے لے کر سفر کرتے ہیں۔ جب درختوں اور پھولوں سے ہرے بھرے میں پہنچتے

ہیں تو وہاں ٹھہر کر مکھیوں کے چھتے کے دروازے کھول دیتے ہیں دن بھر مکھیاں رس چوس چوس کر اکٹھا کرتی ہیں شام کو لوٹ کر کشتی میں اپنی اپنی جگہ بیٹھ جاتی ہیں۔

مستدرک حاکم میں ابوسبرہ ہذلی سے ایک روایت منقول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی ہے جس کو میں نے سمجھا ہے اور جس کو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر بھی محفوظ کر لیا ہے وہ یہ ہے:۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' یہ وہ حدیث ہے جس کو حضرت عبداللہؓ بن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والے اور بدکلامی کرنے والے نیز بدترین پڑوسی اور قطع رحمی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مومن کی مثال شہد کی مکھی کی سی ہے کہ وہ اپنے چھتہ سے نکلتی ہے' حلال کھاتی ہے' بیٹ کرتی ہے مگر نہ تو کسی کو کوئی نقصان پہنچاتی ہے نہ کہیں توڑ پھوڑ کرتی ہے۔ اسی طرح مومن بھی اپنے کام سے کام رکھتا ہے کسی کو ایذا نہیں پہنچاتا'' رزقِ حلال کھاتا ہے''۔

ابن اثیرؒ نے لکھا ہے کہ مومن کو شہد کی مکھی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ دونوں میں مشابہت بہت سی چیزوں میں ہے۔ مثلاً فہم و فراست' کسی کو ضرر نہ پہنچانا' وعدہ پورا کرنا' دوسروں کو فائدہ پہنچانا' قناعت کرنا' دن میں تلاش معاش' گندگی سے دور رہنا' حلال کمائی کھانا' اور اپنی کمائی کھانا' امیر کی اطاعت کرنا۔ نیز کچھ پریشانیاں شہد مکھی کا کام کاج بند ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔ مثلاً تاریکی' بادل' آندھی' دھواں' بارش اور آگ۔ اسی طرح کچھ اسباب سے مومن کا بھی کام رک جاتا ہے (یعنی اعمال صالحہ جو آخرت کے لئے ذخریہ کرتا ہے) اور وہ غافل ہو جاتا ہے۔ مثلاً غفلت کی تاریکی' شک کے بادل' فتنوں کی آندھیاں' حرام مال کا دھواں' مالداری کا پانی' نشہ اور خواہشاتِ نفسانی کی آگ۔

مسند داری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جیسے پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے کہ تمام پرندے اسے معمولی' کمزور و ناتواں سمجھتے ہیں لیکن اگر انہیں شہد کی مکھی کے پیٹ کا شہد اور اس کی برکت اور فوائد کا علم ہو جائے تو وہ اسے معمولی نہ سمجھیں۔ لوگوں کے ساتھ اپنے حلم اور زبان سے میل جول رکھو لیکن اپنے اعمال اور دلوں کو ان سے الگ رکھو آدمی کو اسی کا پھل ملے گا جو اُس نے دنیا میں کر لیا ہے اور قیامت کے دن ہر شخص ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے اسے محبت ہو گی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دنیا کی مذمت میں یہ روایت مشہور ہے کہ آپؓ نے فرمایا دنیا میں چھ قسم کی چیزیں ہیں۔ مطعوم' مشروب' ملبوس' مرکوب' منکوح' مشموم۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے جو ایک مکھی کا تھوک ہے۔ سب سے عمدہ پینے کی چیز پانی ہے جس میں اچھے برے سب برابر کے حصے دار ہیں۔ سب سے اچھا لباس ریشم ہے جو ایک معمولی کیڑے کا بنایا ہوا ہے۔ سب سے افضل سواری گھوڑا ہے جس پر بیٹھ کر انسانوں کا قتل ہوتا ہے۔ سب سے شان دار خوشبو مشک ہے جو ایک جانور کا خون ہے۔ سب سے بڑھیا منکوح عورت ہے جو پیشاب کرنے کی جگہ ہے اور ایسی ہی گندی جگہ سے نکلی ہے۔ (یعنی اس کی پیدائش بھی پیشاب والی جگہ سے ہوتی ہے)

نکتہ:۔ اللہ تعالیٰ کا شہد کی مکھی میں زہر اور شہد دونوں جمع کر دینا اس کی کمال قدرت کی نشانی ہے۔ اسی طرح مومن کے اعمال خوف و رجاء امید و بیم سے مرکب ہوتے ہیں۔

طبی خواص

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر مہینے میں تین دن صبح نہار منہ شہد چاٹ

لیا کرے تو کوئی اہم بیماری اسے لاحق نہیں ہوگی۔ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مرض لاحق ہوتا تھا آپ شہد میں سے علاج کرتے تھے یہاں تک کہ پھوڑے پھنسی پر بھی شہد کا ہی مرہم لگاتے تھے اور کسی جانور کے ڈسنے کی جگہ بھی شہد مل لیتے تھے اور شہد کے فوائد کی آیتیں تلاوت کرتے تھے۔

ابو وجرہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ شہد کو بطور سرمہ استعمال کرتے تھے اور ہر مرض میں اس سے علاج کرتے تھے۔ حضرت عوف بن مالکؓ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار وہ بیمار ہو گئے۔ فرمایا کہ پانی لاؤ اور ''فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وانزلنا من السمآء مآء صبارکاً** (اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا)'' پھر کہا شہد لاؤ اور اس کے متعلق آیت **وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ** سے **شفاء اللناس** تک پڑھی۔ پھر زیتون کا تیل منگوایا اور پڑھا: ''**شجرة مبارکة زیتونة**'' کہ یہ مبارک درخت ہے پھر تینوں کو ملا کر نوش فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔

ایک صحابی کو دست آرہے تھے حضورؐ نے ان کو شہد پینے کے لے کہا۔ شہد پیا تو دست میں اضافہ ہو گیا حضورؐ نے بار بار ان کو شہد پلوایا۔ یہاں تک کہ صحت یاب ہو گئے۔

فائدہ:۔ اس حدیث پر (جس میں اسہال (دست) کا علاج شہد کو بتلایا گیا ہے (اور'' **علیکم بھٰذا العود الھندی فان فیہ سبعة اشفیة منھا ذات الجنب اور الحمیٰ من فیح جھنم فاطفوٗ ھابالماء** ''اور:

ان فی الحبة السوداء الشفاء من کل داء الا السلام یعنی الموت[1] ان احادیث پر طب کے اصول کو لے کر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ ان احادیث سے تو ماہرین اطباء کے اقوال کے خلاف بات معلوم ہو رہی ہے۔

اعتراض یہ کیسے ممکن ہے؟ اور اس پر بھی اطباء کا اتفاق ہے کہ بخار زدہ کے لئے ٹھنڈے پانی کا استعمال خطرناک بلکہ اس کو موت کے منہ میں لے جانے والا ہے۔ کیونکہ ٹھنڈا پانی مسامات کو بند کر دیتا ہے جس کے نیچے میں تحلیل شدہ بخار باہر نکلنے سے رُک جاتا ہے اور حرارت جسم کے اندر لوٹ جاتی ہے اور یہ ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے۔ نیز اطباء ذات الجنب کے مریض کے لئے کلونجی کا استعمال منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے جو مریض کے لئے مہلک ہے۔ اس ملحد نے نہایت جہالت کی بات کی ہے اور یہ نادانی اور کم علمی کا نتیجہ ہے۔ ہم یہاں ان احادیث کی وضاحت کرتے ہیں اور اطباء کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں تاکہ اس کی جہالت کا پردہ آنکھوں سے ہٹ جائے اور اسے صحیح بات معلوم ہو جائے۔

پہلی حدیث' شہد سے اسہال کا علاج

اس سے پہلے ایک ضروری بات لکھنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ اطباء نے ہر جگہ طب کی وہ تفصیل نہیں کی ہے جس سے ہر شخص صحیح بات سمجھ سکے۔ علم طب میں بہت سی تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ مثلاً یہی کہ مریض کے لئے کبھی ایک ہی چیز دوا اور کبھی بعینہ وہی چیز مرض کا سبب بن جاتی ہے اور ایسا کسی خارجی عارض کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مثلاً عارضی غصہ جس سے اس کے مزاج میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا علاج کارگر نہیں ہوتا یا فضاء میں حرارت یا برودت کے باعث دوا کا مناسب اثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر کسی حال میں طبیب کسی مریض

---

[1] تم اس عود ہندی یعنی قسط (ایک قسم کی دوا ہے) کو لازم پکڑ لو اس میں سات قسم کے مرض کی دوا ہے۔ جس میں سے ایک ذات الجنب بھی ہے۔ بخار جہنم کے سانس لینے سے ہوتا ہے لہٰذا اسے پانی سے بجھاؤ کیونکہ وہ آگ کا اثر ہے۔ موت کے علاوہ کلونجی مین ہر مرض کا علاج موجود ہے۔

میں کسی دوا سے شفاء کا احساس کر لے تو اسی ایک دوا سے ہر حال میں ہر مریض کا علاج ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے اور اطباء کا اتفاق ہے کہ ایک ہی مرض کا علاج عمر' موسم' وقت' عادت' غذا (جو پہلے کھائی ہے) مناسب تدبیر اور طبیعت کی قوت دفاع وغیرہ سے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔

نیز یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ دست آنے کے بہت سے اسباب ہین جن میں ایک سبب بدہضمی اور کھانے کی بے احتیاطی ہے' اس قسم کے دست میں اطباء کی رائے یہ ہے کہ ایسے مریض کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے بلکہ اگر کسی پھل کی ضرورت بھی پڑے تو دے دیا جائے اس کا علاج یہی ہے۔ اگر مریض کمزور نہ ہوا اور اس قسم کے دست کو روک دینا ضرر رساں ہے اور اس سے دوسری بیماری پیدا ہوسکتی ہے۔ جب اتنی بات مسلم ہے پھر وہ مریض جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسہال میں شہد کا استعمال فرمایا تھا ہمیں مان لینا چاہیے کہ بدہضمی اور کھانے کی بداحتیاطی سے دست کا شکار تھا لہٰذا اس کا علاج دست آنے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا یا اس میں اضافہ کر دینا ہی تھا۔ اسی لئے حضورؐ نے اس مریض کے لئے شہد کا علاج تجویز فرمایا۔

پھر شہد پلانے سے دست زیادہ آنے لگے۔ شکایت کرنے پر آپؐ نے فرمایا اور شہد پلاؤ یہاں تک کہ پیٹ کے اندر کا فاسد مادہ ختم ہو گیا اور دست خود بخود بند ہو گیا۔ ہمارے بیان سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ شہد سے علاج اطباء کے یہاں رائج ہے۔

بخار کا علاج ٹھنڈے پانی سے

اسی طرح ہم یہاں بھی کہیں گے کہ عمر' موسم' مریض اور آب وہوا کے اختلاف سے علاج کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔ اولاً تو ہم یہ جواب دیں گے کہ میاں نادان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ٹھنڈا پانی کہاں ہے آپ نے صرف پانی فرمایا ہے۔ اس کو پانی سے بجھادو۔ ٹھنڈا اگرم تو آپؐ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ ثانیاً ہم یہ کہیں گے کہ اطباء نے بھی یہ کہا ہے کہ صفراوی بخار کے مریض کا علاج مریض کو ٹھنڈا پانی پلانے' بلکہ برف کا پانی پلانے اور اسی سے اس کے ہاتھ پاؤں دھونے سے کیا جائے۔ تو کیا بعید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کی اس قسم کا علاج پانی سے بتلایا ہو۔

عود ہندی سے ذات الجنب کا علاج

اسی طرح ذات الجنب میں عود ہندی سے شفاء کا انکار بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اطباء نے لکھا ہے کہ ذات الجنب اگر بلغم کے سبب ہو تو اس کا علاج قسط (عود ہندی) ہے۔ نیز جالینوس اودیگر ماہر اطباء نے لکھا ہے کہ عود ہندی سے سینے کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

عود ہندی سات مرض کی دوا

تمام ماہرین اطباء نے اپنی کتابوں میں یہی بات لکھی ہے کہ عود ہندی حیض اور پیشاب جاری کرتی ہے۔ زہر کا اثر کم کرنے میں مفید ہے۔ شہوت میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ پیٹ کے کیڑوں اور کدو دانے کا صفائی کرتی ہے اگر شہد کے ساتھ ملا کر پلایا جائے۔ سیاہ چھائیوں پر مل دینے سے چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ معدے اور جگر کی برودت میں نافع ہے۔ موسمی اور باری باری آنے والے بخار میں نفع بخش ہے اس کے علاوہ اور امراض کی بھی دوا ہے۔

عود (قسط) کی دو قسمیں ہیں (۱) بحری (۲) ہندی۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی اور بھی قسمیں ہیں۔ بعض نے یہ وضاحت کی ہے کہ بحری' ہندی سے علیحدہ ہوتی ہے۔

بحری سفید ہوتی ہے اور ہندی سے اس میں حرارت کم ہوتی ہے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دونوں تیسرے درجے کی خشک اور گرم

ہیں مگر ہندی میں حرارت زیادہ ہے۔ مگر ابن سینا کا کہنا ہے کہ قسط میں حرارت تیسرے درجہ کی ہے مگر خشکی دوسرے درجہ کی ہے۔

کلونجی ہر مرض کی دوا

حبۃ السوداء کلونجی جس کو شونیز بھی کہا جاتا ہے۔ اطباء نے اس کے بہت سے فوائد اور عجیب وغریب خاصیتیں لکھی ہیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔[1] چنانچہ حکیم جالینوس سے منقول ہے کہ کلونجی سوجن کو تحلیل کر دیتی ہے اور کھانے اور پیٹ کے اوپر اس کا لیپ کرنے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

اگر پکا کر ایک کپڑے میں باندھ کر اسے سونگھا جائے تو زکام میں مفید ہے اور اُس بیماری (چیچک) میں بھی نافع ہے جس میں بدن پر نشان پڑ جاتے ہیں اور باہر نکلے ہوئے اور کھال کے اندر پھیلے ہوئے مسہ وغیرہ کو ختم کر دیتی ہے۔ رُکے ہوئے حیض کو جاری کرتی ہے اگر وہ چربی کی وجہ سے رُک گیا ہو اور پیشانی پر ملنے سے سر کا درد رفع ہو جاتا ہے۔ کھجلی وغیرہ کو ٹھیک کرتی ہے۔ پیشاب جاری کرتی ہے۔ دودھ بڑھاتی ہے۔ سرکہ میں ملا کر اگر بلغمی ورم پر پٹی باندھ دی جائے تو ورم دور ہو جاتا ہے۔ اگر باریک پیس کر آنکھوں میں لگائیں تو آنکھ سے نکلنے والے پانی کو بند کر دیتی ہے۔ مواد بہنے میں بھی نفع دیتی ہے دانت کے درد میں اس کی کلی کرنا مفید ہے۔ زہریلی مکڑی کے کاٹنے کا علاج ہے۔ اس کی دھونی دینے سے سانپ، بچھو بھاگ جاتے ہیں۔ بلغمی اور سوداوی بخار کو ٹھیک کرتی ہے۔

زکام کے مریض کے گلے میں اس کا لٹکانا بھی فائدہ دیتا ہے۔ موسمی بخار میں بھی نافع ہے اور دوسری گرم دواؤں سے اس کا اثر ختم نہیں ہوتا۔ کبھی یہ بغیر کسی چیز میں ملائے اور کبھی ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔

ان احادیث سے یہ جو تفصیلات معلوم ہوئیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اور دنیا کے کتنے علوم حاصل تھے۔ نیز علم طب کا درست ہونا اور یہ کہ کسی نہ کی درجہ میں علاج معالجہ کرنا بھی درست ہے۔ اور یہ بالکل واضح بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں طرح طرح کے رموز واسرار رکھ دیئے ہیں اور اللہ جل جلالہ نے ہر مرض کی دوا پیدا کر رکھی ہے البتہ یہ انسان کی عقل وفہم اور اس کے ادراک ووجدان کی کوتاہی ہے کہ وہ کسی مرض کی دوا معلوم نہ کر سکے۔

شہد کی مکھی کا شرعی حکم

مجاہد کہتے ہیں کہ شہد کی مکھی کو مارنا مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق شہد کی مکھی کا کھانا حرام ہے بعض متقدمین نے اس مکھی کو ٹڈی کی طرح حلال بھی لکھا ہے اور اس مکھی کے مارنے کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔ اس کے حرام ہونے کی بناء یہ ہے کہ جب اس کو مار کر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا تو پھر بلا وجہ کسی جاندار کے ہلاک کرنے سے کیا فائدہ؟ لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو مار ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اس کے ڈنگ بھی ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ انسان اور دیگر جانوروں پر حملہ کر کے انہیں بہت تکلیف پہنچاتی ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مارنے کی ممانعت کر دی ہے لہٰذا ہم نے کہا کہ مارنا مکروہ ہے۔

شہد کی مکھی کا بیچنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ مکھی کوئی مال نہیں ہے۔ جس طرح بھڑوں کا بیچنا حرام ہے۔ لیکن امام شافعیؒ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ مکھیوں کو دو شرطوں کے ساتھ بیچ سکتے ہیں۔ اول یہ کہ کتنی مکھیاں ہیں خریدار اُن کو دیکھ لے۔ دوسرے یہ کہ چھتہ میں بیچنا درست ہے۔ اگرچہ کچھ مکھیاں چھتہ سے باہر آ جا رہی ہوں کیونکہ ان کو غذا مہیا کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں وہ خود اپنی کمائی

---

[1] اگرچہ ہماری اس بات پر ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ہے۔ مگر جاہلوں کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

کھاتی ہیں لہٰذا چھتہ سے باہر آنا جانا ضروری ہے۔ لیکن اگر تمام مکھیاں فضا میں اڑ رہی ہوں تو ان کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔

شہد کے طبی فوائد

شہد گرم خشک ہے۔ عمدہ شہد وہ ہے جو چھتہ کی موم سے الگ نہ کیا گیا ہو۔ مسہل ہے پیشاب جاری کرتی ہے۔ قے میں اضافہ کرتا ہے۔ پیاس لگاتا ہے۔ صفرا بن کر گرم خون پیدا کرتا ہے۔ پانی میں ملا کر پلانے اور اس کا جھاگ نکال دینے سے اس کی حرارت ختم ہو جاتی ہے اور مٹھاس کم ہو جاتی ہے۔ فائدہ بھی کم ہو جاتا ہے لیکن غذائیت بڑھ جاتی ہے۔ پیشاب جاری کرنے میں زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔ سب سے عمدہ شہد موسم خریف کا ہوتا ہے جس کی مٹھاس عمدہ ہوتی ہے اور زیادہ شہد موسم ربیع میں ملتا ہے جس کے رنگ میں سرخی ہوتی ہے۔ شہد کے نقصان کو کھٹا میٹھا سیب ختم کر دیتا ہے۔ جو چیزیں جلدی سے خراب ہو جاتی ہیں۔ مثلاً گوشت وغیرہ اگر اُن کو شہد میں رکھ دیا جائے تو کافی مدت تک خراب نہیں ہوتیں۔ اگر خالص شہد (جس میں پانی آگ دھواں وغیرہ کا اثر نہ پہنچا ہو) میں ذرا سا مشک ملا کر آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگائیں تو آنکھوں سے بہنے والا پانی بند ہو جاتا ہے اور اسے سر میں لگانے سے جوئیں اور اُس کے انڈے مر جاتے ہیں۔ شہد چاٹنا کتے کے کاٹے میں مفید ہے پکی ہوئی شہد زہر کے لئے نافع ہے اور موم کی خاصیت یہ ہے کہ جو اسے اپنے پاس رکھے اور بعض نے کہا ہے کہ کھالے تو اسے بے چینی لاحق ہوگی مگر وہ احتلام سے محفوظ رہے گا۔

تعبیر

خواب میں شہد کی مکھی دیکھنا، دیکھنے والے کے لئے خطرہ کے ساتھ مال جمع کرنے اور مالداری کی علامت ہے۔ اگر کسی نے مکھیوں کا چھتہ دیکھا اور اس سے شہد نکالا تو حلال مال حاصل کرے گا۔ پھر اگر پورا شہد نکال لیا بالکل نہیں چھوڑا تو وہ کسی قوم پر ظلم کرے گا اور اگر مکھیوں کے لئے کچھ چھوڑ دیا ہے تو اگر وہ حاکم یا اپنے حق وصول کرنے کا دعویدار ہے تو اپنے معاملہ میں انصاف کرے گا۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ شہد کی مکھیاں اس کے سر پر بیٹھ گئی ہیں تو وہ حکومت اور سرداری حاصل کرے گا۔ اگر بادشاہ دیکھے تو وہ کسی ملک پر قابض ہوگا۔ یہی تعبیر مکھیوں کے ہاتھ پر بیٹھنے کی بھی ہے۔ کسانوں کے لئے شہد کی مکھیاں اچھی علامت ہیں۔ لیکن فوجی اور غیر کسانوں کے لئے جنگ کی دلیل ہے۔ کیونکہ مکھیوں کی آواز اور ان کا ڈنگ مارنا اس قسم کی چیز ہے۔

شہد کی مکھیوں کا دیکھنا لشکر کے آمد کی بھی دلیل ہے کیونکہ یہ اپنے امیر کی اس طرح اطاعت کرتی ہیں جس طرح لشکر اپنے امیر کی اطاعت کرتا ہے۔ اگر کسی نے خواب میں شہد کی مکھی کو مار ڈالا تو وہ اس کا دشمن ہے جس کو مار ڈالے گا۔ کسان کے لئے شہد کی مکھیاں مارنا اچھا نہیں کیونکہ یہ اس کی روزی اور معاش کی علامت ہے۔ شہد کی مکھی دیکھنے کی تعبیر علماء اور مصنفین بھی ہیں۔

شہد خواب میں دیکھنا حلال مال ہے جو بلا محنت و مشقت حاصل ہوگا یا کسی مرض سے شفاء حاصل ہوگی۔ جس نے خواب میں دیکھا کہ وہ لوگوں کو شہد کھلا رہا ہے تو وہ لوگوں کو عمدہ باتیں سنائے گا یا اچھی راگ میں لوگوں کو قرآن شریف سنائے گا۔ جس نے یہ دیکھا کہ وہ شہد چاٹ رہا ہے تو وہ کسی عورت سے شادی کرے گا۔ ا شہد کھانا محبوب سے ملاقات اور اس سے بوس و کنار ہونے کی خبر ہے اور موم ملا ہوا شہد دیکھنا میراث کا مال یا کسی تجارت میں نفع کی دلیل ہے۔ اگر کسی نے اپنے سامنے شہد رکھا ہوا دیکھا تو اس کے پاس بہت علم ہوگا لوگ اس سے سننے کے لئے آئیں گے۔ اگر صرف شہد دیکھا ہے تو مالِ غنیمت ہے اگر شہد برتن میں دیکھا ہے تو عالم دین یا رزق حلال مراد ہے۔

النحوص

نحوص: نون کے فتحہ کے اور حاء کے ضمہ کے ساتھ بانجھ گدھی کو کہتے ہیں۔اس کی جمع کے لئے نحص اور نحاص کے لفظ مستعمل ہیں۔تفصیل باب الالف میں گزر چکی ہے۔

النسر

نسر: گدھ کو کہتے ہیں۔اس کی جمع قلت النسر اور جمع کثرت النسور آتی ہے۔اس کی مختلف کنیتیں ہیں (۱) ابعالابرو (۲) ابوالاصبع (۳) ابومالک (۴) ابومنہال (۵) ابو یحیی ۔مؤنث کو ام قشعم کہتے ہیں۔

گدھ کی وجہ تسمیہ

گدھ کو نسر کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نسر کے معنی نوچ کر کھانا اور یہ گوشت نوچ کر نگل لیتا ہے یہ ایک مشہور پرندہ ہے۔

انسانوں کو گدھ کا پیغام

حضرت حسنؓ بن علی فرماتے ہیں کہ گدھ اپنی آواز میں لوگوں سے کہا ہے کہ:"ابن اُدم عش مَاشِئْتَ فَاِنَّ الْمَوْتَ مُلاَقِیْکَ "اے انسان تو جس طرح بھی چاہیے زندگی گزار لے تجھ کو ایک دن یقیناً موت آجائے گا"۔

مصنف کہتا ہے کہ گدھ کی بات اس کی طویل عمر کی بنا پر ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ عمر کا پرندہ گدھ ہے یہ ہزار سال زندہ رہتا ہے۔گدھ اپنی چونچ سے شکار کرتا ہے پنجوں سے شکار نہیں کرتا۔البتہ اس کے پنجوں کے ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔

باز اور گدھ مُرغ کی طرح جفتی کرتے ہیں۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گدھ کی مادہ نر کی طرف صرف دیکھنے کی وجہ سے انڈے دیتی ہے۔گدھ انڈے نہیں سیتا ہے بلکہ مادہ دھوپ پہنچنے کے قابل اونچی جگہ پر انڈے دے کر الگ ہو جاتی ہے اور سورج کی دھوپ ہی اس کے انڈے کو سینے کا کام کرتی ہے۔گدھ کی نظر بہت تیز ہے۔کہتے ہیں کہ چار سو فرسخ سے مردار دیکھ لیتا ہے۔اسی طرح اس کی قوتِ شامہ بھی نہایت تیز ہے لیکن اگر وہ خوشبو سونگھ لے تو فوراً مر جائے گا۔تمام پرندوں میں تیز اڑنے والا ہے اور اُس کے بازو بھی سب سے مضبوط ہوتے ہیں۔یہاں تک کہ یہ ایک ہی دن میں مشرق سے مغرب تک کا سفر کر لیتا ہے۔اگر کسی مردار کے پاس آکر وہاں عقاب کو دیکھ لے تو جب تک عقاب اس میں سے کھاتا رہے گا گدھ نہیں کھا سکتا بلکہ تمام شکاری پرندے عقاب سے ڈرتے ہیں۔گدھ نہایت حریص لالچی اور پیٹو ہوتا ہے۔جب کسی مردار پر اُترتا ہے تو اس میں سے اتنا کھا لیتا ہے کہ اُڑنا چاہیے تو فوراً نہیں اڑ سکتا۔پہلے کئی بار اچھل کود کرتا رہے گا اور آہستہ آہستہ فضاء کی طرف بڑھتا ہے۔پھر ہوا کے دوش پر پہنچ کر اڑنے لگتا ہے۔کبھی کبھی اس حال میں ایک معمولی بچہ بھی اس کا شکار کر لیتا ہے۔

اور اس کی مادہ کو اپنے انڈے اور بچوں کے سلسلے میں چمگادڑ سے خطرہ ہوتا ہے۔اس لئے وہ اپنے گھونسلہ میں چنار کے درخت کا پتہ بچھا دیتی ہے تاکہ چمگادڑ وہاں نہ آسکے۔

مادہ گدھ اپنے جوڑے کے جدا ہو جانے پر تمام پرندوں سے زیادہ مسکین ہو جاتا ہے حتی کہ اگر ایک دوسرے سے الگ ہو کر کہیں چلا جائے تو دوسرا حزن وملال سے جان کھو دیتا ہے۔

گدھ کے مادہ کے جب انڈا دینے کا وقت آتا ہے تو ہندوستان میں آ کر اخروٹ کی طرح کی ایک پتھری حاصل کرتا ہے اگر اسے ہلایا جائے تو اس کے اندر ایک دوسرے پتھر کی حرکت کی آواز سنائی دیتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز ہو۔ جب گدھ وہ پتھری مادہ کے اوپر یا اس کے نیچے رکھ دیتا ہے تو اس کو انڈا دینے میں سہولیت ہو جاتی ہے۔ اسی اسی طرح کی بات عقاب کے بارے میں بھی گزری ہے۔

گدھ پرندوں کا راجہ ہے جیسا کہ یافعی نے اپنی کتاب ''لمحات الانوار'' میں حضرت علیؓ بن طالب سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ فرمایا ہے جبرائیل میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر چیز کا ایک سردار اور بادشاہ ہوتا ہے۔ انسانوں کے سردار آدمؑ ہیں اور بنی آدم کے سردار آپؐ ہیں۔ رُوم کے سردار صہیبؓ ہیں اور ایران کے سردار سلمانؓ فارسی ہیں۔ اور حبش کے سردار بلالؓ ہیں۔ درختوں میں سردار بیر کا درخت ہے اور پرندوں کا سردار گدھ ہے۔ مہینوں میں رمضان، دنوں میں جمعہ کا دن سردار ہے۔ زبانوں میں عربی زبان اور عربی زبان میں قرآن کریم اور قرآن کریم میں سورۂ بقرہ۔

بخت نصر کا تذکرہ

اور ''حلیہ'' میں وہبؓ بن منبہ کے حالات میں ذیل کا یہ قصہ منقول ہے کہ بخت نصر کا مسخ پہلے شیر کی شکل میں ہوا لہٰذا شیر درندوں کا راجہ بن گیا۔ پھر دوبارہ اس کا مسخ گدھ کی شکل میں ہوا لہٰذہ وہ پرندوں کا راجہ بن گیا۔ پھر اس کا مسخ بیل کی صورت میں ہوا تو بیل مویشیوں کا بادشاہ کہلایا۔ اسی طرح بخت نصر کا مسلسل سات برس تک ہوتا رہا مگر تمام جسموں میں اس کا دل انسان ہی کا دل رہا۔ اسی وجہ سے وہ تمام صورتوں میں انسانی عقل کے مطابق کام کرتا رہا اور اس کا ملک اس وقت تک باقی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو انسانی قالب میں تبدیل کر دیا اور اس کی روح بھی لوٹا دی۔ تب بخت نصر نے لوگوں کو توحید الٰہی کی دعوت دی اور وہ کہا کرتا تھا کہ اللہ کے علاوہ ہر معبود باطل ہے۔

بخت نصر کس دین کا پیروکار تھا

وہب بن منبہؒ سے دریافت کیا گیا کہ بخت نصر مسلمان ہو کر مرا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اہلِ کتاب سے اس بارے میں مختلف باتیں سنی ہیں۔ بعض لوگ تو یہ کہتے تھے کہ موت سے پہلے ایمان لے آیا تھا اور دوسرے لوگوں کا کہنا تھا کہ اُس نے نبیوں کو قتل کیا۔ بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کو کھنڈر بنا دیا اور وہاں موجود مقدس کتابوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب نازل ہوا اور پھر اس کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔

بخت نصر کا قتل اسی کے دربان کے ہاتھوں

اس سے متعلق ایک دوسرا قصہ یوں منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو دوبارہ اصل صورت میں لوٹا دیا اور اس کو اس کی بادشاہت بھی مل گئی۔ تو اس وقت حضرت دانیالؑ اور اُن کے ساتھی نصر کے نزدیک سب سے زیادہ معزز تھے۔ یہود کو اس پر حسد ہوا اور انہوں نے بخت نصر کو حضرت دانیال علیہ السلام کے خلاف ورغلایا اور خوب برائی کی اور کہا کہ دانیال جب پانی پی لیتے ہیں تو ان کو پیشاب پر قابو، کنٹرول نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ بات اُن کے یہاں بہت عار کی تھی۔ لہٰذا بخت نصر نے اس بات کی حقیقت کا اندازہ کرنے کے لئے ایک تدبیر سوچی اس نے سب لوگوں کی دعوت کی اور دربان سے یہ کہہ دیا کہ دیکھتے رہو کھانے کے بعد جو سب سے پہلے پیشاب کرنے کے لئے باہر نکلے اس کو کلہاڑے سے قتل کر دینا۔ اگر وہ یہ کہے کہ میں بخت نصر ہوں تب بھی نہ چھوڑنا۔ اس سے کہنا کہ بخت نصر نے تو مجھے تیرے قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

اتفاق کی بات کہ بخت نصر خود ہی پیشاب پر کنٹرول نہ کر سکا اور سب سے پہلے وہی پیشاب کرنے کے لئے نکلا۔ دربان نے دیکھتے

ہی اندھیرے میں یہ سمجھ کر کہ دانیال ہیں فوراً حملہ کر دیا۔ اُس نے کہا ارے ٹھہرو! ٹھہرو! میں بخت نصر ہوں۔ دربان نے کہا کہ تم جھوٹے ہو بخت نصر نے تو مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا ہے۔ پھر کلہاڑے سے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔

آسمان کی جانب نمرود کا سفر اور اس کی تدبیر

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ظالم نمرود نے جب حضرت ابراہیمؑ سے اُن کے رب کے متعلق کٹ حجتی کی اور گفتگو میں ہار گیا تو اُس نے کہا کہ اگر ابراہیمؑ کی بات درست ہے تو میں ضرور آسمان تک چڑھ کر جاؤں گا اور اس خدا کا پتہ لگاؤں گا۔ پھر نمرود نے گدھ کے چار چوزے منگوائے اور ان کی تربیت کی۔ یہاں تک کہ وہ گدھ جوان ہو گئے۔ پھر ایک تابوت بنوایا جس میں اوپر نیچے دونوں طرف دروازے لگا دیئے۔ اس میں نمرود اپنے ایک مصاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تابوت کے کناروں پر ڈنڈے لگا کر اس میں گوشت کے لوتھڑے لٹکا دیئے اور تابوت سے ان گدھوں کے پیروں میں اتنی لمبی رسی باندھ دی کہ وہ گوشت تک نہ پہنچ سکیں۔ اور ڈنڈے اس طرح لگائے کہ بوقتِ ضرورت اُن کو نیچے اوپر کیا جا سکے۔ پھر گدھوں نے گوشت دیکھ کر اُس کی لالچ میں اڑنا شروع کیا۔ اڑتے گئے اور اوپر چڑھتے گئے یہاں تک کہ پورا دن ختم ہو گیا اور وہ فضاء کی طرف بڑھتے رہے۔ نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اوپر کا دروازہ کھولو اور دیکھو کہ ہم آسمان کے قریب آ گئے۔ اس نے دروازہ کھول کر دیکھا اور بتایا کہ آسمان کا فاصلہ پہلے ہی کی طرح ہے۔ نمرود نے کہا نیچے کا دروازہ کھول کر زمین کا جائزہ لو کیا صورتِ حال ہے۔ اس نے دیکھ کر بتایا کہ زمین سمندر کے پانی کی طرح اور پہاڑ دھوئیں کی طرح دکھائی دے رہے ہیں۔ پھر یہ گدھ دوسرے روز بھی سارا دن اڑتے رہے اور بلندی کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ ایک تیز ہوا اُن کے اڑنے سے مانع بن گئی۔ پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اب دونوں دروازے کھول کر زمین آسمان کا جائزہ لو۔ اس نے کھول کر دیکھا تو آسمان کو اسی حالت پر پایا اور نیچے کا دروازہ کھولا تو اس کو زمین بالکل تاریک سیاہی میں ڈوبی ہوئی نظر آئی۔ پھر ایک آواز سنائی دی۔ اَيُّهَا الطَّاغِيَةُ اِلٰى اَيْنَ تُرِيْدُ (اے سرکش متکبر کہاں کا ارادہ ہے؟)

حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ اس تابوت میں ایک لڑکا بھی تیر کمان لئے بیٹھا تھا۔ اُس نے وہاں آسمان کی طرف ایک تیر چلایا تو اُس کا تیر سمندر کی ایک مچھلی کے خون سے (جو اوپر اڑ کر پہنچ گئی تھی) یا فضاء میں اڑنے والے ایک پرندہ کے خون سے) آلودہ ہو کر اسی کے پاس واپس پہنچ گیا۔ اس نے کہا آسمان کے خدا کا تو میں نے کام تمام کر دیا۔ پھر نمرود نے اپنے ساتھی سے کہا کہ گوشت لٹکے ہوئے انڈوں کو نیچے جھکا دو۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا تو گدھ تابوت کو لے کر نیچے کی طرف اترنے لگے۔ پہاڑوں نے گدھوں اور تابوت اڑنے کی آواز سنی تو ان پر خوف طاری ہو گیا اور ان پہاڑوں نے سمجھا کہ ضرور آسمان سے کوئی آفت آ گئی ارو قیامت نازل ہو گئی لہٰذا وہ خوف سے لرزنے لگے اور قریب تھا کہ اپنی جگہ سے لڑھک جاتے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں ہے:۔

''وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ'' (قریب تھا کہ ان کی سازش سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں)

یہ معنی اس قرأت کے مطابق ہوں گے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے وان کا 'دَ' دال کے ساتھ منقول ہے۔ ورنہ مشہور قرأت وان کان بالنون ہے۔ جس کی صورت میں مفہوم دوسرا ہوگا کہ ان کی تدبیروں سے پہاڑ اپنی جگہ سے نہیں ٹل سکتے۔

جوہری نے کہا ہے کہ ''نسر'' قبیلہ ذی الکلاع کے بت کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حمیر میں رہتا تھا۔ یغوث قبیلہ مذحج اور ''یعوق'' ہمدان کے بتوں کے نام ہیں جو اُن کے بزرگوں کی صورت پر بنائے گئے تھے۔ قرآن میں اسی کے متعلق ''وَلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَنَسْرًا'' آیا

ہے۔
دارقطنی نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے شب معراج میں آسمانِ دنیا پر لے جایا گیا تو میں ''جنت عدن'' میں داخل ہوا۔ میرے ہاتھ میں ایک سیب گرا۔ جب میں نے اس کو اپنی ہتھیلی پر رکھا تو وہ ایک بڑی آنکھوں والی خوب صورت حور سے بدل گیا۔ اس حور کی آنکھوں کی پتلیاں گدھ کے اگلے بازوؤں کی طرح تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تُو کس کے لئے ہے؟ کہنے لگی کہ آپ کے بعد آنے والے خلیفہ کے لئے۔

شرعی حکم

گدھ کی گندگی اور اس کے مردار کھانے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

حکایت:۔ لقمان بن عاد اصغر کو ان کی قوم (قوم عاد جن کا تذکرہ قرآن میں آیا ہے) نے حرم مکہ میں بھیجا تا کہ دعا کر کے اُن کے لئے اللہ سے مدد طلب کریں۔ جب یہ لوگ مکہ پہنچے تو معاویہ بن بکر کے یہاں مہمان ہوئے۔ ان کا مکان حرم کے باہر مکہ کی آبادی کے کنارے پر تھا۔ انہوں نے ان کو خوش آمدید کہا۔ کیونکہ قوم عاد سے معاویہؓ کا ماموں کا رشتہ تھا۔ (اور سسرالی رشتہ بھی) یہ لوگ معاویہ بن بکر کے یہاں مہینہ بھر مقیم رہے۔ ان کے وطن کا فاصلہ بھی ایک مہینہ کے برابر تھا۔ جب معاویہ بن بکر نے دیکھا کہ یہ لوگ اب بھی جانے کے لئے تیار نہیں ہیں اور ان کی قوم نے ان لوگوں کو حرم میں اس لئے بھیجا تھا کہ ان پر آنے والی اس مصیبت کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں جس سے وہ تنگ آ چکے تھے تو ان کو بہت ناگواری ہوئی اور سوچا کہ میرے ماموں وغیرہ (سسرال والے) تباہ ہو جائیں گے اور یہ لوگ یہیں پڑے رہیں گے۔ یہ میرے مہمان بھی ہیں اب ان کے ساتھ کس طرح پیش آؤں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی دو خاص کنیزوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے یہ تدبیر بتائی کہ ایسا شعر لکھ کر ہمیں دیجئے جس کے کہنے والے کا پتہ نہ ہو اور ان اشعار میں ان کو ان کا وہ کام یاد دلا یئے جس کے لئے وہ یہاں آئے تھے۔ ممکن ہے یہ بات ان کے لئے یہاں سے جانے کا سبب بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے ایسے اشعار لکھ کر ان کنیزوں کو دیئے۔ انہوں نے وہ اشعار قوم عاد کے ان مہمانوں کے سامنے پڑھے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرنے لگے کہ ہم کو ہماری قوم نے اس مصیبت سے نجات طلب کرنے کے لئے یہاں بھیجا تھا جس میں وہ مبتلا ہیں۔ ہم نے بہت دیر کر دی ہے لہٰذا اب ہمیں چاہئے کہ اس وقت حرم میں جا کر دعا کریں اور اپنی قوم کے لئے بارش طلب کریں۔ اس موقعہ پر مرثد بن سعد (جو حضرت ہود علیہ السلام پر خفیہ طور پر ایمان لا چکے تھے (نے کہا کہ بخدا اتم کو تمہاری دُعا سے بارش نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کہ تم اپنے نبی (ہودؑ) پر ایمان لے آؤ اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر ایسا کر لو گے تو تم کو سیراب کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور ایک شعر پڑھا جس سے یہ بات چھپی نہ رہ سکی۔

جب قوم عاد نے یہ دیکھا تو انہوں نے معاویہ بن بکر سے کہا کہ مرثد بن سعد کو ہمارے ساتھ جانے سے روک لیجئے یہ ہمارے ساتھ مکہ نہ جا سکے کیونکہ یہ ہودؑ پر ایمان لے آیا اور اس نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے۔ پھر یہ لوگ مکہ جانے کے لئے نکلے۔ جب یہ لوگ کچھ دور چلے گئے تو مرثد بن سعد معاویہ بن بکر کے گھر سے نکلے اور ان لوگوں کے دعا مانگنے سے پہلے اُن کے پاس پہنچ گئے۔ جب اُن کے پاس حرم میں پہنچے تو مرثد اور ان کی قوم کے لوگ دعا کرنے میں مصروف ہوئے۔ مرثد بن سعد نے یہ دُعا کی کہ:۔

''اے اللہ! میری دعا قبول کیجئے اور قوم عاد کا وفد جو کچھ مانگے مجھے اس میں شریک نہ کیجئے''۔

قوم عاد کے سردار قیل بن عتر کی دُعا اور قوم عاد کی ہلاکت

اور اس وفد کا سربراہ قیل بن عتر تھا۔ لہٰذا قوم عاد کے وفد نے اپنی دعاؤں میں کہا کہ اے اللہ! قیل بن عتر کی دعا قبول کیجئے اور ان کی دعا سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا کیجئے۔ پھر قیل بن عتر نے دعا کی:۔

یا الٰھنا ان کان ھوذا صادقا فاسقنا فانا قد ھلکنا (اے ہمارے معبود! اگر ھودؑ اپنی باتوں میں سچے ہیں تو ہمیں سیراب کو دیجئے کیونکہ ہم قحط سالی سے ہلاک ہی ہو گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین رنگ کے (سفید' سرخ' سیاہ) بادل بھیجے۔ پھر بادلوں کے پیچھے سے آواز آئی۔ (اے قیل ان بادلوں میں سے اپنے اور اپنی قوم کے لئے منتخب کر لے۔ قیل نے کہا میں نے سیاہ بادل کو منتخب کیا جس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ آواز آئی تم نے خاک اور راکھ منتخب کر لیا اور اب قوم عاد کا کوئی بچہ زندہ نہ بچے گا۔ اور وہ بادل جسے قیل نے منتخب کیا تھا قوم عاد کی آبادی کی طرف بڑھا اور وہ عذاب جو اس بادل میں تھا ایک وادی کی طرف سے اُن کے سامنے آیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بادل ہمارے لئے بارش برسائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بارش نہیں بلکہ یہ وہ عذاب ہے جس کے لئے تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ہوا ہے جس میں تمہارے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔

سب سے پہلے جس نے اس کے اندر موجود مہلک ہوا کو دیکھا ''مہد'' نامی قوم عاد کی ایک عورت تھی جب اس کو واضح طور پر وہ عذاب نظر آ گیا اُس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی۔ جب اسے افاقہ ہوا لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا ہوا۔ کہنے لگی کہ مجھے اس میں آگ کے شعلوں کی طرح ایک ہوا نظر آئی ہے جس کے آگے کچھ آدمی ہیں جو اُسے کھینچ رہے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اس ہوا کو مسلسل آٹھ دن اور سات رات تک مسلط کر دیا قوم عاد کا بچہ بچہ ہلاک ہو گیا۔ اور ہود علیہ السلام اور مومنین ایک پناہ گاہ میں قوم عاد سے الگ ہو کر چلے گئے جہاں ان پر یہ ہوا جا کر نرم ہو جاتی تھیں اور طبیعت میں فرحت وانبساط پیدا کر دیتی تھیں اور قوم عاد پر یہ ہوا بہت تیز چلتی تھی اور ان کو زمین و آسمان کے درمیان لے جا کر پہاڑوں پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کے بھیجے بکھر جاتے اور بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کر کے سب ختم ہو گئے۔

جب قوم عاد کا ستیاناس ہو گیا تو لقمان بن عاد کو اختیار دیا گیا کہ چاہو تو خاکستری رنگ کی ہرنوں سے زیادہ دودھ دینے والی سات گایوں کی عمر کے برابر تم کو عمر دے دی جائے یا سات گدھوں کی عمر اس طرح کہ جب ایک گدھ مر جائے تو دوسرا اس کا جانشین ہوگا۔ اور لقمان نے پہلے سے زیادہ عمر کے لئے دُعا کی تھی انہوں نے گدھوں کو اختیار کر لیا۔ لہٰذا انڈے سے نکلنے والے گدھ کی پرورش کرتے تو ایک گدھ اسی برس تک زندہ رہتا۔ پھر دوسرا بھی اسی برس۔ اس طرح سات گدھ جیتے رہے اور آخری ساتویں گدھ کا نام ''لبد'' تھا۔

جب وہ نہایت بوڑھا ہو گیا اور انڈے کے قابل نہ رہا تو لقمان اس گدھ سے کہا کرتے تھے کہ اے اُٹھ! وہ اُٹھ جاتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو لقمان کا بھی انتقال ہو گیا۔

ایک روایت اس طرح کی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ قوم عاد پر ریت کے تودے برسا دے۔ چنانچہ وہ لوگ سات دن تک ریت کے نیچے دبے رہے۔ پھر ہوا کو حکم ہوا اور اس نے ان پر سے ریت کو اڑا دیا۔ اور ایک سیاہ پرندہ ان کے پاس بھیجا گیا جو اُن کو اٹھا اُٹھا کر سمندر میں ڈالتا جاتا تھا یہاں تک کہ صفائی ہو گئی۔

گدھ کے طبی فوائد

اگر گدھ کا دل بھیڑیئے کی کھال میں رکھ کر کسی شخص کی گردن میں لٹکایا جائے تو لوگ اس سے محبت کرنے لگیں اور اس کا خوف بھی لوگوں پر غالب رہے گا۔ بادشاہ کے یہاں جائے تو مقصد پورا ہو، اس کو کوئی درندہ گزند نہ پہنچا سکے۔ اگر کسی عورت کو ولادت میں دشواری ہو اور اسکے نیچے گدھ کا کوئی پر رکھ دیا جائے تو ولادت میں سہولت ہو جاتی ہے اور جلدی سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اس کی سب سے بڑی ہڈی لے کر بادشاہوں اور آقاؤں کا خدمت گار اپنی گردن میں پہن لے تو بادشاہوں کے غضب وغصہ سے مامون رہتا ہے اور ان کے نزدیک محبوب بن جاتا ہے۔

اگر گدھ کے بائیں ران کی ہڈی پرانے دست کا مریض پہن لے تو مرض سے نجات پائے اور اگر اس کے پیروں کے پٹھے نقرس کا مریض تعویذ بنا کر پہن لے تو اسے شفاء حاصل ہو۔ داہنے حصہ کے لئے داہنے پیر کا پٹھا اور بائیں حصہ کے لئے بائیں پیر کا پٹھا استعمال کیا جائے اور اگر کسی گھر میں اس کا پر جلا دیا جائے تو اس کے دھوئیں سے تمام کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے اور اگر اس کا کلیجہ جلا کر پی لیا جائے تو قوتِ باہ کے لئے از حد مفید ہے۔ اور اس کے انڈوں کو لے کر آپس میں ٹکرا کر پھوڑ دیں۔ پھر اتنا ملا دیں کہ یکجا ہو جائیں اور اس کو تین دن تک عضو تناسل پر ملیں تو حیرت انگیز قوت حاصل ہو گی۔ اس کا پتہ اگر ٹھنڈے پانی میں ملا کر آنکھوں میں سات مرتبہ لگایا جائے اور آنکھوں کے اردگرد مل دیا جائے تو آنکھوں سے گرنے والے پانی کو بند کر دیتا ہے۔

اور اگر اس کے اوپر کی چونچ ایک کپڑے میں لپیٹ کر انسان کی گردن پر لٹکا دی جائے تو سانپ، بچھو اس کے قریب نہیں آئیں گے۔

تعبیر

خواب میں گدھ سے مراد بادشاہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے گدھ کو اپنے سے لڑتے دیکھا تو کوئی بادشاہ اس سے ناراض ہو کر اس پر کسی ظالم کو مسلط کر دے گا۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ نے پرندوں پر گدھ کو مسلط کر دیا تھا اور پرندے گدھ سے ڈرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی فرمانبردار گدھ کا مالک بن جائے تو بہت بڑا مال اس کے ہاتھ آئے گا اور اگر گدھ کا مالک تو بنا لیکن وہ گدھ اڑ گیا اور گدھ کو اس کا خوف بھی نہ تھا تو اس کا معاملہ خراب ہو جائے گا اور وہ ظالم و جابر بادشاہ بن جائے گا جس طرح نمرود کے سلسلہ میں ابھی گزرا ہے۔

اگر کسی نے خواب میں گدھ کا بچہ پایا تو اس کے یہاں بچہ پیدا ہو گا جو باوقار اور بڑا آدمی بنے گا۔ لیکن اگر یہی چیز دن میں دیکھے تو وہ بیمار ہو گا۔ لہٰذا اگر خواب میں اس بچہ کو نوچ دیا ہے تو اس کا مرض دیرپا ہو گا۔ اور کسی ذبح کئے ہوئے گدھ کو دیکھنا کسی بادشاہ کے مرنے کی اطلاع ہے۔ اگر کسی حاملہ عورت نے گدھ کو دیکھا تو اس نے دودھ پلانے والی عورتوں اور دائیوں کو دیکھا۔

یہودیوں کا کہنا ہے کہ گدھ کا دیکھنا انبیاء اور صالحین کی بھی علامت ہے کیونکہ تورات میں صالحین کو گدھ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو اپنے وطن کو پہچانتا ہے اور اپنے بچوں کے پاس منڈلاتا رہتا ہے اور ان کو دانہ کھلاتا ہے۔

ابراہیم کرمانی کا کہنا ہے کہ گدھ کی تعبیر بہت بڑے، بادشاہ سے بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ گدھ کی شکل کا بنایا ہے جو پرندوں کا رزق مہیا کرنے پر مقرر ہے۔ اور جاماسب کا کہنا ہے کہ جس نے گدھ کو دیکھا یا اُس کی آواز سنی تو وہ کسی انسان سے جھگڑا کرے گا۔

ابن مقری نے کہا ہے کہ اگر کوئی خواب میں گدھ کا مالک بن گیا یا اس پر غلبہ حاصل کر لیا وہ اپنے دشمنوں پر قابو پائے گا اور غالب ہو گا اور مدت دراز تک جائے گا۔ پھر اگر دیکھنے والا محنت و مشقت کرنے والا ہے تو لوگوں سے یکسو ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرے گا اور تنہا زندگی

گزارے گا۔ کسی کے پاس نہیں جائے گا اور اگر دیکھنے والا بادشاہ ہے تو اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور کبھی اُن سے مصالحت کر کے ان کے سر اور اُن کی سازشوں محفوظ ہو جائے گا اور اُن کے پاس موجود مال اور ہتھیار سے نفع حاصل کرے گا اور اگر دیکھنے والا عام آدمی ہے تو اپنے شایانِ شان اُسے مرتبہ حاصل ہوگا یا اُسے مال ملے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب ہوگا۔ کبھی کبھی گدھ کی تعبیر ضلالت و گمراہی اور بدعت بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ ''وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا'' میں نسر (گدھ) ایک بُت کا نام ہے اور آ گے'' اضلو اکثیرا'' (کالفظ وضاحت کے ساتھ اس بات کو بتلا رہا ہے۔ مادہ گدھ دیکھنا زنا کار عورت اور ولد الزنا پر دلالت کرتا ہے بسا اوقات اس کی تعبیر موت سے بھی کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم

اَلنَّسَّافِ

(بڑی چونچ کا ایک پرندہ) نون کے فتحہ اور سین مشدد کے ساتھ۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک ایسا پرندہ ہے جس کی چونچ بڑی ہوتی ہے۔

اَلنَّسْنَاسَ

محکم میں لکھا ہے کہ نسناس انسانوں کی شکل کی ایک مخلوق ہے جو انہیں کی نسل سے ہے اور صحاح میں ہے کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو ایک پیر سے کود کود کر چلتی ہے۔ مسعودی نے ''مروج الذھب'' میں لکھا ہے کہ یہ انسان کی طرح کا ایک جانور ہے۔ جس کے صرف ایک آنکھ ہوتی ہے۔ یہ پانی میں رہتا ہے۔ پانی سے نکل کر بات بھی کرتا ہے۔ انسان پر قابو پالے تو اُس کو مار ڈالتا ہے۔

اور قزوینی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مستقل ایک قوم ہے جن میں ہر ایک کو انسان کا آدھا جسم ملا ہے۔ آدھا سر ایک آنکھ ایک کان ایک ہاتھ ایک پیر جیسے کسی انسان کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا گیا ہو۔ ایک پیر پر بہت تیز پھدکتا ہے اور بہت تیز دوڑتا ہے۔ دریائے چین کے جزیروں پر پایا جاتا ہے۔ دینوری کی کتاب ''المجالسۃ'' میں ابن اسحق سے نقل ہے کہ ''نسناس'' یمن میں ایک مخلوق ہے جس کے ایک آنکھ ایک ہاتھ اور ایک پیر ہوتا ہے جس سے وہ چھلانگ لگاتے ہیں۔ اہلِ یمن ان کا شکار کرتے ہیں

میدانی نے لکھا ہے کہ مجھے ابو الدقیس نے بتایا کہ لوگ نسناس کو کھاتے ہیں اور یہ ایسی مخلوق ہے جس کے صرف ایک ہاتھ ایک پیر آدھا سر اور آدھا بدن ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ارم بن سام کی نسل سے ہیں مگر ان میں عقل نہیں ہوتی۔ بحر ہند کے ساحل کے نزدیک مکانوں میں رہتے ہیں۔ اہلِ عرب ان کا شکار کر کے کھاتے ہیں۔ یہ مخلوق عربی میں کلام کرتی ہے اور نسل بھی پیدا کرتی ہے اور عرب کی طرح اپنے نام بھی رکھتی ہے۔ اشعار بھی کہتی ہے۔ تاریخ صنعاء میں مذکور ہے کہ ایک تاجر ان (نسناسوں) کے بلاد میں پہنچا تو انہیں ایک پیر پر کود کر چلتے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ وہ درختوں پر چڑھ رہے ہیں اور کتوں کے پکڑنے کے ڈر سے اُن سے دور بھاگ رہے ہیں۔

اور ''حلیہ'' میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ ''قال ذھب الناس وبقی النسناس قیل ما النسناس ؟قال الذین یتشبھون بالناس ولیسوا بالناس'' (فرمایا کہ انسان تو ختم ہو گئے صرف نسناس رہ گئے۔ پوچھا گیا کہ نسناس کیا بلا ہے؟ فرمایا کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو انسانوں جیسی ہے مگر انسان نہیں ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ نسناس یاجوج ماجوج کو کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ نسناس انسانوں کے مشابہ ایک مخلوق ہے جو کچھ چیزوں میں تو انسان کے مثل ہے اور کچھ میں انسان سے مختلف ہے انسان نہیں ہے۔ اس کے متعلق وہ حدیث بھی ہے جس میں آیا ہے کہ قوم عاد کے ایک قبیلہ نے اپنی نبی کی بات نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر کے نسناس بنادیا۔ ہر ایک کے سر ایک ایک ہاتھ ایک ایک پیر اور آدھے جسم رہ گئے جو پرندوں کی طرح دانہ چگتے ہیں اور چوپایوں کی طرح چرتے ہیں۔

شرعی حکم

قاضی ابوالطیب اور شیخ ابو حامد نے کہا ہے کہ نسناس چونکہ خلقتاً انسانوں کے مشابہ ہے لہٰذا اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ لیکن وہ جانور ''بن مانس'' جس کو عام لوگ نسناس کہتے ہیں ایک قسم کا بندر ہے جو پانی میں نہیں رہتا۔ چونکہ یہ خلقت عادات ہوشیاری اور عقلمندی میں بالکل بندر جیسا ہے لہٰذا اس کی حرمت یقینی ہے اور اسی قسم کا جو سمندری جانور ہے اس کے حکم میں دو قول ہیں۔

(۱) دیگر مچھلیوں کی طرح یہ بھی حلال ہے۔

(۲) حرام ہے۔

قاضی ابوالطیب اور شیخ ابو حامد کا یہی قول ہے اور ان دونوں صاحبان کے نزدیک یہ مچھلی کے علاوہ پانی کے جانوروں سے مستثنیٰ ہے۔ لہٰذا تطبیق اختلاف اس طرح ہوگی کہ اگر ہم مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانوروں کو حرام کہیں تو نسناس حرام ہے اور اگر پانی کے تمام جانوروں کو مچھلی کی طرح حلال سمجھیں تو پھر نسناس میں دونوں صورتیں ہی ممکن ہیں:۔

(۱) مینڈک کیکڑا مگرمچھ کی طرح حرام ہے۔

(۲) کلب الماء اور انسان الماء کی طرح نسناس حلال ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے مذہب سے قریب یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ اور اگر نسناس ایک حدیث کے مطابق کہ یہ ایک جنگلی جانور ہے جس کو شکار کر کے کھایا جاتا ہے انسان کی شکل کا ہوتا ہے مگر انسان کا آدھا ہوتا ہے تو پھر (شکار کر کے کھایا جاتا ہے) کے لفظ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ جانور کھانا حلال ہے۔

تعبیر

نسناس کو خواب میں دیکھنے سے مراد وہ کم عقل آدمی ہے جو خودکشی کرے گا اور ایسا کام کرے گا جس سے لوگوں کی نگاہوں میں گر جائے گا۔

النسسنوس

(بڑے سر کا ایک پرندہ) یہ نسنوس پہاڑوں پر بسیرا کرتا ہے۔

النَّعَابَ

(کوا) ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے کہ نعاب سارس کو کہتے ہیں مگر مشہور یہی ہے کہ ''نعاب'' کوے کو کہتے ہیں۔

النعاب کوے کا حکم

صحیح قول کے مطابق اس کا کھانا حرام ہے۔ دینوری نے اپنی کتاب ''المجالسۃ'' کے دسویں حصہ کے شروع میں اخوص بن حکیم سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جب دُعا کرتے تھے کہتے تھے اے کوے کواس کے گھونسلے میں رزق دینے والے!

اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب کوا اپنے انڈے کو سینے کے بعد توڑتا ہے تو اس سے سفید بچے نکلتے ہیں۔ کوا ان کو سفید دیکھ کر ان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور دور ہو جاتا ہے۔ یہ بچے اپنا منہ کھول کر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے مکھی بھیجتا ہے جو اُن کے پیٹ میں چلی جاتی ہے اور یہ ان بچوں کی غذا بن جاتی ہے اور برابر اسی طرح اُن کو غذا ملتی رہتی ہے۔ جب وہ بچے اس غذا کے سہارے کچھ دنوں کے بعد کالے ہو جاتے ہیں پھر کوا ان کے پاس آکر ان کو غذا پہنچاتا ہے مکھیوں کا سلسلہ قدرت کی طرف سے ختم ہو جاتا ہے۔

قدرتِ الٰہی اور رحمت الٰہی اسی طرح اپنی مخلوق کے لئے ہر جگہ محو خدمت ہے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء اللہ کی محبت اور رحمت کی دُعا مانگا کرتے تھے۔ مثلاً ترمذی کی روایت۔

''عن ابی الدرداء رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه علیه وسلم قال کان من دُعاء داؤد علیه السلام اللّٰهم انی اسْلک حبک و حب من یحبک و العمل الذی یبغلنی الی حُبکَ اللّٰهم اجْعَلُ حبک احب الی من نفسی و من اهلی و من الماء البارد.

''حضرت ابودردا؄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام اس طرح دُعا کیا کرتے تھے۔

اور کتاب ''حلیۃ الاولیاء'' میں فضیل بن عیاض؄ سے مروی ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے دُعا کی:۔

''اے اللہ! میرے بیٹے سلیمان کے لئے اسی طرح کا معاملہ کیجئے جس طرح آپ میرے ساتھ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی اے داوٗد! اپنے بیٹے سلیمان سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے اسی طرح بن جائیں جس طرح تم میرے لئے ہو۔ پھر میں بھی اُن کے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو تمہارے ساتھ کرتا ہوں''۔

اسی طرح کی دُعا ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے:۔

عن معاذ بن جبل؄ قال احتبسس عنارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذات غداة عن صلٰوة الصبح حتی کدنا فتراء ی عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلوة فصلی و تجوَّزَ فی صلاتہٖ فلما سلم دُعا بصوته فقال لنا علی مکانکم کما انتم ثم انفتل الینا فقال اما نی ساحد ثکم ماجسسنی عنکم الغداة انی قمت من اللیل فتو ضأت و صلیت ما قدرلی فنعست فی صلاتی حتی استثقلت فاذا نابِرَّبی تعالیٰ فی احسن صورة فقال یا محمد اِفقلت لبیک ربی قال فیم یختصم الملاء الا علٰی قلت رب لا ادری قال تعالٰی فی الکفارات والدرجات وفی روایة قلت فی الکفارات والدرجات قال فما هن قلت مشی الاقدام الی الجماعات والجلوس فی المساجد بعد الصلوٰت و اسباغ الوضوء علی المکروهات قال ثم فیم قلت فی اطعام الطعام ولین الکلام و الصلوٰة باللیل والناس نیام قال سل قلت اللهم انی اسئلک فعل الخیرات و ترک المنکرات و حُبَّ

المساكين وان تغفرلي وترحمني واذاردت بعبادك فتنة فاقبضني اليك غير مفتون اسئالك حُبَّك وحب من يحبك وحب كل عمل بريبلغني الى حبك فقال رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم انها حق فادرسوا تعلموها (رواه الترمذی)

''حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک صبح فجر کی نماز پڑھانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اپنے حجرے سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہم سورج طلوع ہوتا دیکھ لیتے۔ پھر آپؐ جلدی سے نکلے اقامت کہی گئی۔ پھر آپؐ نے نہایت مختصر نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد بلند آواز میں ہم لوگوں سے کہا جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں وہ بات بتانا چاہتا ہوں جس نے صبح مجھے آنے سے روک لیا تھا۔ قصہ یہ پیش آیا کہ میں رات کو بیدار ہوا وضو کر کے جتنا مقدر میں تھا نماز پڑھی پھر مجھے نیند آنے لگی یہاں تک کہ میں سو گیا' اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ رب العزت نہایت حسین صورت میں میرے سامنے ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے محمدؐ! میں نے عرض کیا پروردگار حاضر ہوں کہا کہ ملاء الاعلیٰ کس چیز کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا پروردگار! مجھے خبر نہیں۔ کہا کہ کفارات اور درجات کے سلسلے میں' اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ کفارات اور درجات کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کفارات اور درجات کیا ہیں؟ میں نے کہا جماعت میں شرکت کے لئے پیروں سے چل کر جانا' نمازوں کے بعد مسجد میں بیٹھنا' ناگواریوں کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا' باری تعالیٰ نے کہا کہ اس کے بعد کس چیز کے (ثواب) کے سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں تو میں نے کہا کھانا کھلانے' میٹھی بات کہنے' رات کو جب ساری مخلوق محو خواب ہو نماز پڑھنے کے (ثواب) کے سلسلے میں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ میں نے کہا اے اللہ! میں آپ سے بھلائیاں کرنے اور گناہوں کو چھوڑنے کی توفیق مانگتا ہوں۔ اور یہ کہ میں مسکینوں سے محبت کروں اور یہ کہ تو میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور اگر اپنے بندوں کو کسی آزمائش میں مبتلا کرنا ہو تو مجھے اس میں مبتلا کرنے سے پہلے اپنے پاس بلا لے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت' تیرے چاہنے والوں کی محبت اور تیری محبت سے قریب کرنے والے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ خواب بالکل سچ ہے لہٰذا تم اسے پڑھو اور یاد کرلو''۔

النَّعام

(شترمرغ) نعام: شترمرغ ایک مشہور پرندہ ہے۔ نر اور مادہ دونوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا ہے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اہلِ ایران اسے شترمرغ کہتے ہیں جس کے معنی ''اونٹ اور پرندہ'' ہے۔ اس کی کنیت ام البیض' ام ثلاثین ہے۔ پورے ٹولے کو'' بنات الھیق'' اور ''بنات الظلیم'' بھی کہتے ہیں۔ اس کے پیر کو بھی اونٹ کی طرح اہل عرب ''خف یعنی ٹاپ کہتے ہیں۔ اسی طرح ''قلوص'' جیسے اونٹنی کو کہتے ہیں اسی طرح مادہ شترمرغ کو بھی قلوص کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ پرندہ کافی حد تک اونٹ کے مشابہ ہے۔

بعض اہل عرب کا خیال ہے کہ شترمرغ اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے سینگ مانگنے کے لئے گیا تو فرشتوں نے اس کے کان بھی کاٹ لئے۔ اسی وجہ سے اس کو ظلیم بمعنی ''مظلوم'' کہنے لگے۔ مگر یہ رائے فاسد ہے بالکل درست نہیں ہے۔ البتہ شترمرغ کے پیدائشی طور پر کان ہی نہیں ہیں بلکہ وہ بہرا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی قوتِ شامہ اتنی تیز ہے کہ اکثر دور ہی سے شکاری کا پتہ لگا لیتا ہے اور جہاں بھی سن کر کسی چیز کا پتہ لگانے کی ضرورت ہو وہاں یہ اپنی ناک سے کام لیتا ہے۔

ابن خالو یہ اپنی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ دنیا میں شتر مرغ کے علاوہ کوئی ایسا جانور موجود نہیں ہے جو نہ کبھی سنتا ہو نہ کبھی پانی پیتا ہو۔ گوہ بھی اگر چہ پانی نہیں پیتا مگر اس میں سننے کی صلاحیت موجود ہے۔اس کی ہڈیوں میں گودا بالکل نہیں ہوتا۔اگر اس کا ایک پیر زخمی ہو جائے تو دوسرے پیر کے نفع سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔اس کا جوڑا بھی ہوتا ہے لیکن وہ چلنے اور اپنی جگہ سے اٹھنے میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ بسا اوقات پڑے پڑے بھوک سے اُسے موت بھی آجاتی ہے۔

شتر مرغ اگر چہ انڈے دیتا ہے اور اُس کے باز و اور پر بھی ہوتے ہیں لیکن ماہرین نفسیات نے بتلایا ہے کہ اس کی فطرت جانوروں کی سی ہے' پرندوں کی سی نہیں ہے۔جس طرح انہوں نے چمگادڑ کو پرندوں میں شمار کیا ہے حالانکہ وہ گابھن ہو کر بچے بھی دیتی ہے۔اڑنے کے باوجود اس کے پر نہیں ہیں۔اس کے کان بھی باہر کی طرف کو نکلے ہوئے ہوتے ہیں اس کے پر بھی نہیں ہوتے لیکن (۱) چونکہ یہ اڑتی ہے لہٰذا اس کو پرندوں میں شمار کرلیا ہے۔اسی طرح: (۲) '' وَاِذْتَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ '' اور جب تم گارے سے پرندے کی شکل بنادیتے تھے اور اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ سچ مچ پرندہ بن کر اُڑ جاتا تھا۔اس پرندے سے مراد چمگادڑ ہی ہے۔جیسا کہ تفسیر کی کتابوں مین جلالین وغیرہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو پرندہ بنایا تھا وہ چمگادڑ تھا۔کیونکہ پرندوں میں سب سے کامل ومکمل ہے۔ہاتھ' پیر کے ساتھ پستان بھی اس کے ہوتے ہیں جو کسی پرندہ میں نہیں ہے۔یہاں بھی اس کو پرندہ کہا ہے۔(انتہیٰ)

(۳) اور جس طرح مرغی اڑتی نہیں ہے مگر پرندوں میں داخل ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شتر مرغ' مرغ اور اونٹ دونوں کی مخلوط نسل ہے۔مگر اس بات کی صحت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اور اس کا ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ جب یہ انڈے دیتا ہے تو وہ اتنے باریک اور لمبے سے ہوتے ہیں کہ اگر اس انڈے پر آپ کوئی دھاگہ پھیلادیں تو دونوں ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور آپ کو ایک' دوسرے سے الگ نظر نہیں آسکتا کیونکہ انڈا دھاگے کی طرح لمبا اور باریک ہوتا ہے۔پھر چونکہ اس کا بدن ایک ساتھ کئی انڈوں کو نہیں ڈھک سکتا لہٰذا یہ ہر انڈے کو باری باری سیتا ہے۔نر و مادہ دونوں باری باری یہ کام انجام دیتے ہیں مگر یہ اپنے انڈے کو چھوڑ کر جب کسی طرف کھانے کی تلاش میں نکلتا ہے تو اپنے انڈے کو بھول جاتا ہے اور اگر کسی دوسرے شتر مرغ کا انڈا مل جائے تو اسی کو سینے لگتا ہے۔سوچتا ہے کہ کہیں اس کو چھوڑ کر چلا جائے تو کوئی اس کا شکار نہ کرلے اور وہ اس انڈے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ایک روایت میں شتر مرغ کا تذکرہ یوں آیا ہے:۔

'' کعب احبار سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پاس گیہوں کے کچھ دانے لے کر آئے اور فرمایا یہ آپ کی اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کی غذا ہے۔زمین جوتئے اور اس میں یہ دانے بو دیجئے (اس سے آپ کو مزید غلہ حاصل ہو جائے گا) چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ تک گیہوں کا دانہ شتر مرغ کے انڈے کے برابر رہا۔پھر لوگوں کے کفر اور خدا کا انکار کرنے کی نحوست سے گھٹ کر مرغی کے انڈے کے برابر ہو گیا اور اس کے بعد کبوتر کے انڈے کے برابر' پھر بندقہ درخت کے پھل کے برابر ہو گیا اور عزیز مصر کے زمانے میں چنے کے بقدر تھا۔

شتر مرغ کی حماقت اور بے وقوفی ضرب المثل ہے مشہور بھی۔مثلاً '' احمق من نعامة '' شتر مرغ سے بھی زیادہ بے وقوف ہے۔ اس کی حماقت کی ایک جھلک اس کے انڈوں کے سینے کے سلسلہ میں گزری ہے۔دوسری یہ کہ جب یہ شکاری کو دیکھ لیتا ہے تو صرف اپنا سر ریت کے تودے میں گھسا دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ میں بالکل شکاری کی زد سے چھپ گیا۔شکاری اس طرح بڑی آسانی سے اس کا شکار کرلیتا ہے۔

یہ اپنے انڈوں کے تین حصے کر کے کچھ کو سیاتا ہے کچھ کی زردی کو خود کھالیتا ہے اور کچھ کو پھوڑ کر ہوا میں چھوڑ دیتا ہے۔ جس میں سڑنے کے بعد کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں جو اس کے بچوں کی غذا بنتے ہیں۔ پانی کو چھوڑ دینے میں نہایت قوتِ برداشت رکھتا ہے۔ اس طرح آندھی میں ہوا کے مخالف سمت میں بڑا تیز دوڑتا ہے۔ جتنی تیز آندھی چلتی ہے اس کی رفتار میں تیزی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ شترمرغ سخت چیزیں مثلاً ہڈی، کنکر، پتھر اور لوہا وغیرہ نگل لیتا ہے جو اس کے معدہ میں جا کر گل کر پانی ہو جاتا ہے یہاں تک کہ لوہا بھی پگھل جاتا ہے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ شترمرغ کے پیٹ میں پتھر، لوہا وغیرہ اس کی پیٹ کی شدت حرارت سے پگھل جاتا ہے یہ اُس کی بھول ہے اور غلط فہمی ہے۔ کیونکہ اگر محض حرارت سے پتھر پگھل جاتا ہو تو پھر ہانڈی میں پتھر رکھ کر پکانے سے گل جانا چاہیے۔ حالانکہ مہینوں بھی اُسے پکایا جائے تو وہ پتھر ہانڈی میں نہیں گل سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرارت کے ساتھ کوئی دوسری طبعی چیز بھی اس میں موجود ہے جو پتھر وغیرہ کو اس کے معدے میں گلا دیتی ہے۔ جس طرح کتے اور بھیڑیئے کے معدے میں ہڈی گل جاتی ہے لیکن کھجور کی گٹھلی نہیں گلتی اور جیسے کہ اونٹ کانٹے دار درخت کے پتے اور کانٹے ہی کھاتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کانٹے ہوں جیسے کہ ببول وغیرہ۔ اور کانٹے کھا کر لید کرتا ہے جس میں کانٹے کو کوئی اثر نہیں ہوتا اور اگر یہی اونٹ جَو کھالے تو جَو اس کی لید میں صحیح سالم نکل آتا ہے کیونکہ اس کا معدہ اُسے ہضم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

شترمرغ اگر کسی چھوٹے بچے کے کان میں کوئی موتی یا بالی لٹکی ہوئی دیکھ لے تو فوراً اسے اُچک کر نگل لیتا ہے۔ اسی طرح وہ انگارے بھی نگل لیتا ہے۔ اس کا پیٹ انگارے کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ انگارا اس کے پیٹ کو کبھی نہیں جلا سکتا۔

شترمرغ میں دو عجیب باتیں ہیں:۔

(۱) ایک تو یہ کہ جو چیز کھائی نہیں جاتی اُسے یہ اپنی غذا بناتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ان چیزوں کو وہ مزے سے کھاتا ہے اور ہضم بھی کر لیتا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے نہ عقل سے بعید ہے کیونکہ "سندل[1]" آگ میں رہتا ہے اور وہیں پر انڈے بچے دیتا ہے۔ اگر اس کو باہر نکال دیں تو مر جاتا ہے۔ جیسا یہ اس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

شترمرغ کا شرعی حکم

شترمرغ کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔ کیونکہ یہ طیبات "حلال چیزوں" میں سے ہے اور حلت کی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی محرم یا کوئی یا کوئی غیر محرم حرم میں اُسے مار ڈالے تو اس کے عوض اُسے ایک اونٹ دینا پڑتا ہے۔ یہ فتویٰ مختلف صحابہ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام شافعیؒ نے یہ حدیث روایت کی ہے لیکن انہوں نے پھر آگے تحریر فرمایا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے یہاں درست نہیں ہے۔ علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے اکثر کی رائے بھی یہی ہے مگر حکم وہی ہے جو حدیث سے نہیں بلکہ ہم نے قیاس سے ثابت کیا ہے کہ یہ اونٹ کے مثل ہے لہٰذا اس کا بدلہ اونٹ ہی ہوگا۔

البتہ فقہاء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی محرم شترمرغ کے انڈے ضائع کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت عمرؓ،

---

[1] ایک قسم کا کیڑا ہے جو آگ میں رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ، شعبی، نخعی، زہری، شافعی، ابوثور اور دیگر اصحاب رائے نے کہا کہ مذکورہ بالا مسئلہ میں انڈے کی قیمت واجب ہو گی اور حضرت ابوعبیدہؓ ،حضرت ابوموسیٰؓ اشعری نے فرمایا کہ اس صورت میں محرم کے ذمہ ایک دن کا روزہ یا ایک فقیر کو کھانا کھلانا ہے۔امام مالکؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں اونٹ کی قیمت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔جس طرح آزاد عورت کے پیٹ کے بچہ کو مار ڈالنے سے ایک غلام یا باندی کا دینا واجب ہوتا ہے جس کی قیمت اصل دیت کے دسویں حصہ کے برابر ہو۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ انڈا شکار ایک ایک جزو زائد خارج ہے جس کی جانوروں میں کوئی نظیر نہیں ملتی لہٰذا ہم نے (ان تمام چیزوں کی طرح جن کو محرم نے تلف کر دیا ہو اور ان کی مثل نہ مل سکے تو وہاں ان کی قیمت واجب ہوتی ہے) انڈے کی قیمت واجب کر دی اور ابوالہزم کی وہ حدیث جو ابن ماجہ اور دار قطنی نے روایت کی ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر مرغ کے ان انڈوں میں جس کو کسی محرم نے نقصان پہنچایا ہو قیمت واجب کی ہے''۔

ابوالہزم کو تمام محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں نے مبالغتاً یہ بھی کہا ہے کہ اس کو (ابوہزم کو) چند ٹکے دے دو' ستر حدیثیں تم سے فوراً بیان کر دے گا۔لیکن ابوداؤدؒ نے اپنی مراسیل میں ایک روایت نقل کی ہے:۔

حضرت عائشہ رضی عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شتر مرغ کے انڈوں کے متعلق حکم بتایا تو آپؐ نے فرمایا کہ ہر انڈے کے بدلے ایک دن کا روزہ ہے۔

پھر آگے چل کر امام ابوداؤدؒ نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ لوگ اس حدیث کو مسند نقل کرتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

اور ''مہذب'' میں اس جزاء کے لئے یوں استدلال کیا ہے کہ یہ انڈا ایک شکار سے نکلا ہے جس سے اس قسم کا جانور پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضمان دینا ضروری ہے جیسے کہ پرندے کے چوزے کا ضمان ہوتا ہے لیکن اگر انڈا توڑ دیا ہے تو اس انڈے کا استعمال محرم کے لئے کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اور غیر محرم کے لئے اس انڈے کے استعمال میں دو قول ہیں مگر صحیح قول یہی ہے کہ غیر محرم کے لئے حلال ہے اور وہ اس کا استعمال کر سکتا ہے۔کیونکہ یہ انڈا نہ تو جاندار ہے جس میں روح ہوتی ہے اور نہ ہی اس کو ذبح کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر اگر یہ غیر محرم (حلال) کے کسی پرندے کے پڑے ہوئے انڈوں کو توڑ ڈالے تو اگر وہ انڈے شتر مرغ کے علاوہ کسی اور پرندے کے ہیں تو اس سے ضمان نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ وہ بے قیمت ہوتے ہیں [1] اور اگر شتر مرغ کے انڈے تھے تو ضمان دینا پڑے گا کیونکہ اس کا خول بکتا ہے اور کام میں آتا ہے۔

ایک مسئلہ

امام شافعیؒ سے سوال کیا گیا کہ اگر کسی کا شتر مرغ دوسرے شخص کا موتی نگل جائے تو کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اسے کچھ نہیں بتاتا کیا کرے؟ ہاں اگر موتی کا مالک عقلمند ہو تو وہ خود اپنی سمجھ سے شتر مرغ پکڑ کر ذبح کرے اور اپنا موتی نکال لے تو اُسے شتر مرغ کے زندہ اور مذبوح ہونے کی حالت کے درمیان کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

---

[1] اگر انڈے کی قیمت ہو مثلاً مرغی وغیرہ کا انڈا تو ضمان دینا پڑے گا جیسا کہ اس زمانہ میں ہے۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عائشہؓ نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ اس آخری حج کے موقع پر حضرت عمرؓ نے امہات المومنینؓ کے ساتھ حج کیا تھا۔ ہم لوگ ایک وادی میں سے گزرے۔ ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اُس نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

جزى الله خبرا من امام و باركت يد الله فى ذاك الاديم الممزق

اللہ تعالیٰ امیر المومنین (حضرت عمرؓ) کو بہترین بدلہ دے اور اس کھال کو بھی جو خنجر سے پار ہوگئی۔

فمن يسع او بركب جناحى نعامة ليدرک ما قدمت بالامس يسبق

جو شخص دوڑے یا شتر مرغ کے بازوؤں پر سوار ہو کر چلے تاکہ ان کاموں کو حاصل کرلے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوئے تو وہ یقیناً پیچھے رہ جائے گا۔

فضيت امراً اثم غادرت بعدها بوائق فى اكمامها لم تفتق

آپ نے اپنے عہد خلافت میں بڑے بڑے مسائل کا فیصلہ کیا۔ پھر اپنے غلاموں میں ایسے مصائب چھوڑ گئے جواب تک حل نہ ہو سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ وہ اونٹ سوار کون تھا؟ ہم اس کے متعلق یہ کہا کرتے تھے کہ وہ کوئی جن تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے اس حج سے واپس تشریف لائے تو آپ کو زخمی کر دیا گیا اور آپ رحلت فرما گئے۔

انا لله و انا اليه راجعون

طبی خواص

اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ اس کی ہڈیوں کا گودا کھانے والا ''سل'' کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا پاخانہ جلا کر راکھ کر لیا جائے اور تیل میں ملا کر سر اور چہرے کی پھنسیوں پر لگایا جائے تو فوراً وہ پھنسیاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اگر شتر مرغ کے انڈے کا مادہ الگ کر کے اس کا خول سرکہ میں ڈال دیا جائے تو وہ سرکہ میں تیرتا رہے گا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہلتا رہے گا۔

اگر وہ لوہا جس کو شتر مرگ نے کھالیا ہو اس کے پیٹ سے کسی طرح نکال کر کوئی شخص اس کی چھری یا تلوار بنالے تو کبھی اسے کوئی کام سپرد نہ کیا جائے گا اور کوئی اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔

تعبیر

خواب میں شتر مرغ دیکھنا ''دیہاتن عورت'' کی اطلاع ہے بعض لوگوں نے کہا ہے شتر مرغ سے مراد نعمت ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہے تو وہ ڈاک گھوڑے پر سوار ہوگا۔ یعنی ڈاکیہ بنے گا۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کسی عورت نے دیکھا کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہے تو اس کا نکاح کسی نامرد سے ہوگا۔ شتر مرغ بہرے شخص کی بھی علامت بن سکتا ہے کیونکہ یہ خود بہرا ہوتا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شتر مرغ کسی کی موت کی خبر بھی بن سکتا ہے۔ اس طرح خود دیکھنے والے کی موت اور دوسرے کی موت کی اطلاع بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی ایک شتر مرغ ایک نعمت پر، دو دو پر، تین تین پر بھی دلالت کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

النَّعْثل

(نر بجو) حضرت عثمانؓ کو آپ کے دشمن نعثل کہا کرتے تھے۔

النعجة

(مادہ بھیڑ) نعجة: بھیڑ کی کنیت ام الاموال‘ ام فردة ہے۔ اس کی جمع نعاج اور نعجات آتی ہے۔ نعجۃ‘ ہرنی اور نیل گائے کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ ایک روایت اس سلسلہ میں ابن لہیعہ سے احمد بن صالح نے نقل کی ہے جس میں ہے:

”ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک بھیڑ گزری آپ نے فرمایا یہ وہ جانور ہے جس میں اور جس کے بچوں میں برکت ہے“۔

مگر یہ انتہائی درجہ کی منکر روایت ہے۔ بسا اوقات نعجۃ کا لفظ عورت کی کنیت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”ان هذا اخى له تسع وتسعون نعجة“ (یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں (سورۃ ص آیت ۲۳)

مبرد سے ایک سوال اور حضرت داؤدؑ کا ایک دلچسپ قصہ

مبرد سے ان کے تلامذہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ” اِنَّ هٰذا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ “ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ “ کے متعلق پوچھا کہ وہ تو فرشتے ہیں۔ جن کے بیویاں نہیں ہوتیں پھر اس قسم کا مسئلہ کس طرح پیش آیا۔ دراصل یہ قصہ یوں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ننانوے بیویاں تھیں۔ ایک دن اتفاقاً کسی عورت پر آپ کی نظر پڑ گئی اور آپ کو وہ عورت پسند آ گئی۔ مگر اس عورت کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ شادی شدہ ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کے شوہر سے اس عورت کو طلاق دینے کو کہا چونکہ ان کے مذہب میں یہ جائز تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس لئے طلاق دیدے کہ دوسرا اس سے نکاح کر لے اور اس طرح کا ایثار اس زمانہ کے لوگ کر دیا کرتے تھے۔ خصوصاً اگر وہ کوئی بڑا آدمی ہو اور لوگوں کے دلوں مین اس کی اہمیت اور عظمت بیٹھی ہوئی ہو۔ اس شخص کے پاس اگر چہ یہی ایک بیوی تھی پھر بھی اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے نکاح کر لیا۔ مگر چونکہ اس شخص کو یہ بات طبعاً ناگوار گزری تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بات کو وہ ٹھکرا نہ سکا۔ اس لئے ایسا قصہ پیش آ گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس بات پر حضرت داؤد کو تنبیہ کرنا تھا اس لئے دو فرشتوں کو بھیج کر ان کے یہاں اسی جیسا مقدمہ پیش کرا کے فیصلہ معلوم کیا تا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو احساس ہو جائے اور تنبہ ہو جائے کہ مجھ سے چوک ہوئی ہے اور میں نے فلاں شخص کے ساتھ نامناسب سلوک کیا ہے۔

چنانچہ ان دو فرشتوں نے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دیوار پھلانگ کر پہنچ گئے تھے۔ کیونکہ عبادت کے وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے یہاں کسی کو باریابی کا موقع نہیں تھا اور دروازے بند کر دیئے جاتے تھے۔ جب ان فرشتوں کو دیوار پھلانگ کر آتے دیکھا تو چونک پڑے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں ہم تو دو فریق ہیں جو اپنا معاملہ لے کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں تا کہ آپ ہمارے معاملہ میں درست فیصلہ کریں۔ اور ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ پھر ایک نے دوسرے کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہمارے بھائی ہیں ان کے پاس ننانوے بھیڑیں تھیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ تھی تو اس نے وہ ایک بھیڑ بھی اپنی بھیڑوں میں ملائی تو انہوں نے کہا کہ اس نے تم سے تمہاری بھیڑ کو اپنی بھیڑوں میں ملا کر تم پر ظلم کیا ہے اور اکثر ساجھی دار ایک دوسرے پر ظلم کیا ہی کرتے ہیں۔ لیکن

جولوگ نیک ہوتے ہیں وہ ظلم نہیں کرتے۔اس مقدمہ کوسُن کراور فیصلہ دے کرحضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی خاطران کے یہاں یہ مقدمہ بھیجا ہے۔

چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور فوراً خدا کے سامنے سرنگوں ہوئے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس چوک کو معاف بھی کردیا اور تعریف فرمائی۔تو سوال کے جواب میں مبرد نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ نعجۃ سے مراد اگر بیوی لیتے ہو تب بھی یہ مسئلہ بطور فرض اور تقدیر کے ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہو کہ فلاں کے پاس ننانوے بیویاں ہوں اور میری ایک ہی بیوی ہو اور وہ اُسے بھی مجھ سے لے لے تو کیا فیصلہ ہوگا؟اور ہم تو ہمیشہ تم کو مثالوں میں سمجھاتے رہتے ہیں کہ مثلاً ''ضرب زید عمراً'' کہ زید نے عمرو کو مارا تو کیا زید ہر وقت عمرو کی پٹائی ہی کرتا رہتا ہے بلکہ یہ بطور فرض ہے کہ اگر ایسا مان لیا جائے اور مسند دارمی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کے متعلق ایک حدیث آئی ہے:۔

''حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ سے روایت ہے وہ ایک عرب شخص سے نقل کرتے ہیں کہ حنین کے روز میں بھیڑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔میرے پیر میں موٹی چپل تھی میں نے اس سے حضورؐ کا پیر کچل دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوڑے سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا مجھے ہلکی سی چوٹ ماری اور فرمایا بسم اللہ''تو نے مجھ کو تکلیف پہنچائی۔میں پوری رات اسی کو سوچتا رہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی ہے اور میری رات کس طرح گزری خدا ہی بہتر جانتا ہے۔جب صبح ہوئی تو (ہم نے دیکھا کہ) ایک شخص آواز دے رہا تھا فلاں کہاں ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ میں سوچنے لگا کہ یقیناً یہ وہی قصہ ہے جو کل میرے ساتھ پیش آیا ہے' کہتے ہیں کہ میں آگے بڑھا لیکن میں خوف زدہ تھا۔حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ کل تم نے اپنی چپل سے میرا پیر کچل دیا تھا جس سے مجھے تکلیف پہنچی تھی اس وقت میں نے تم کو کوڑے سے مار دیا تھا۔لہٰذا یہ اسی بھیڑیں ہیں اُس کوڑے کے عوض انہیں لے جاؤ''۔

بھیڑ کے فوائد

ایک مجرب عمل یہ ہے کہ اگر بھیڑ کی سینگ لے کر اس پر تین مرتبہ ''**يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا**''۔پڑھ کر دم کر دیا جائے اور اسے کسی سونے والی عورت کے سر کے نیچے اس طرح رکھ دیا جائے کہ اسے خبر نہ ہو تو اس سے جو بات بھی پوچھی جائے وہ بتادے گی اگر اسے معلوم ہوگا تو چھپا نہیں سکتی۔

طبی خواص

اس کا پتہ جلا کر تیل میں ملا کر بھوؤں پر لگانے سے بھوؤں کے بال زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کی سیاہی بھی بڑھ جاتی ہے۔

تعبیر

خواب میں موٹی بھیڑ دیکھنا شریف مالدار عورت کی نشانی ہے۔کیونکہ عورتوں کو عربی میں نعجۃ (بھیڑ) کہہ دیا جاتا ہے۔اگر کسی نے دیکھا کہ وہ کسی بھیڑ کو کھا رہا ہے تو اسے کوئی عورت حاصل ہوگی۔بھیڑ کا بال (اُون) اور اس کا دودھ مال سے کنایہ ہے۔اگر کسی نے دیکھا کہ بھیڑ اس کے گھر میں گھس گئی ہے تو اس سال اس کو خوب نفع حاصل ہوگا۔گابھن بھیڑ سرسبزی ہے اور مال ہے جس کی پہلے توقع تھی۔اگر کسی نے دیکھا کہ اس کی بھیڑ دُنبہ بن گئی ہے تو اس کی بیوی کبھی حاملہ نہیں ہوگی۔اور اسی پر مادہ جانور کی تعبیر قیاس کرلیں۔بہت ساری بھیڑیں نیک وصالح عورتوں کی علامت ہیں۔مگر کبھی کبھی اس سے رنج وغم کی بھی تعبیر لی جاتی ہے۔اسی طرح بیویوں سے ہاتھ دھونے اور عہدہ سے معزول ہونے کی بھی تعبیر بن سکتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اَلنُّعْبُوْلُ

غالباً کوے سے مشابہ کوئی پرندہ ہے جس کی آواز کو ناپسند کیا جاتا ہے۔

النُّعَرَةَ

(ایک نیلی مکھی) نعـرۃ: ایک مکھی ہے جو عام مکھیوں سے جسامت میں بڑی ہوتی ہے جس کی آنکھیں بالکل نیلی ہوتی ہیں۔ دم کے پاس ڈنگ بھی ہوتا ہے جس سے وہ خاص کر چوپایوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ کبھی کبھی وہ گدھے کی ناک سے گھس کر دماغ کی طرف چڑھ جاتی ہے وہاں سے اس کو نکالنے کی کوئی صورت نہیں ہے یہاں تک کہ وہ تکلیف سے مرجاتا ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

النَّعَمُ

(مویشی) اہل لغت کے یہاں ''نَـــعَـــمْ'' کا اطلاق اونٹوں اور بکریوں پر ہوتا ہے خواہ نر ہوں یا مادہ۔ اور فقہاء کی اصطلاح میں ''نَعَمْ'' اونٹوں، گائیوں، بھینسوں، بھیڑ بکریوں سب کو کہا جاتا ہے۔ قشیریؒ نے آیت ''اَوَلَـمْ یَـرَ وْا اَنَّا خلَقْنَا لَهُمْ ممَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ'' کی تفسیر میں ''اَنْعَامًا'' سے اُونٹ، بیل، بھینس، بکری، گھوڑا، گدھا، خچر، سب کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان جانوروں کے مالک ہو۔

بخاری و مسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے جس میں نعم کا تذکرہ آیا ہے:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اے علی! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک شخص کو بھی راہ حق کی راہنمائی کرادے تو تمہارے حق میں یہ ''سرخ اونٹ'' سے بھی بڑھ کر ہے''۔

اس حدیث سے علم (دین) سیکھنے سکھانے کا اور علماء کرام کا درجہ معلوم ہوجاتا ہے نیز ان کی فضیلت معلوم ہوجاتی ہے کہ ایک شخص کو بھی جو دین کی معلومات نہ رکھتا ہو دین حق کی رہنمائی کردینا سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور اونٹوں والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ سرخ اونٹ کی کیا قدر و قیمت ہے؟ پھر ان لوگوں کا کیا کہنا جن کے ہاتھ پر روزانہ لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرتے ہوں۔

مویشیوں کے بہت سے فائدے ہیں یہ نہایت آسانی سے قابو میں آجاتے ہیں۔ دوسرے جانوروں کی طرح بدمزاجی اور درندوں کی طرح ان میں وحشیانہ پن نہیں ہوتا۔

اور چونکہ لوگوں کو ان مویشیوں کی سخت ضرورت پڑتی ہے اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے جسم میں کوئی خطرناک قسم کا ہتھیار نہیں بنایا جیسے کہ درندوں کے دانت اور پنچے اور سانپ اور بچھوؤں کے زہریلے دانت اور ڈنگ ہوتے ہیں اور ان کی فطرت میں مستقل مزاجی اور تھکن اور بھوک پیاس برداشت کرنے کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں کے لئے مسخر کردیا اور ان کا تابع و فرمانبردار بنادیا ہے۔ ان کی سینگوں کو معمولی ہتھیار کے طور پر اس لئے بنایا تاکہ وہ اپنے دشمنوں سے اس کے ذریعے اپنی حفاظت کرسکیں۔

چونکہ ان کی خوراک گھاس ہے لہٰذا حکمت الٰہی کا تقاضا یہی تھا کہ ان کے منہ کو کشادہ اور ان کے دانتوں کو تیز اور ڈاڑھوں کو مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ اسے گھاس دانہ اچھی طرح پیس کر باریک کریں۔

جاہلیت کی چند احمقانہ حرکتیں

اللہ تعالیٰ نے ان مویشیوں کو انسانوں کے نفع کے لئے بطور نعمت پیدا فرمایا اور اس نعمت کو شمار بھی کرایا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (سورۃ یٰسین: آیت ۷۲-۷۳) ''ہم نے ان (انسانوں) کے لئے ان مویشیوں کو مسخر کر دیا ہے کہ ان میں سے کسی پر یہ سوار ہوتے ہیں اور کسی کا یہ گوشت کھاتے ہیں اور ان کے اندر انسانوں کے لئے طرح طرح کے فائدے اور مشروبات ہیں پھر کیا یہ شکر گزار نہیں ہوتے۔

مگر زمانہ جاہلیت کے لوگ ان جانوروں سے نفع اُٹھانے کے راستے بند کر دیتے تھے اور اللہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیتے تھے اور اپنی نا ہنجاری کی وجہ سے ان مویشیوں میں انسانوں کے لئے موجود منفعت اور فائدوں کو بیکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ وہ ''بحیرۃ'' سائبۃ'' وصیلہ اور حام کا نام تجویز کر کے یہ عمل انجام دیتے تھے جس کی قرآن نے یوں تردید کی ہے:۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ الآیہ

''یعنی اللہ تعالیٰ نے (جانوروں میں) بحیرۃ' سائبۂ وصیلہ یا حام کچھ نہیں بنایا ہے مگر یہ منکرین خدا' اللہ کے خلاف جھوٹ گھڑا کرتے ہیں اور ان میں اکثر ناسمجھ ہیں''۔

اب ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

ا۔ بَحِیرَۃ''

اونٹنی جب پانچ بچے جن دیتی تو اس کے کان کو پھاڑ دیتے تھے اور اس پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کو ناجائز سمجھنے لگتے تھے۔ اب نہ اس کا بال کاٹتے اور نہ اُسے کہیں چرنے سے اور پانی پینے سے روکتے خواہ کہیں سے بھی کھائے پئے۔ پھر اگر اس کا پانچواں بچہ نر ہوتا تو اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالتے اور مرد عورت سب مل کر کھاتے اور اگر پانچواں بچہ مادہ ہوتو اس اونٹنی کا کان پھاڑ کر اس کو چھوڑ دیتے تھے اور کوئی عورت اُس کے دودھ یا اس کی کسی بھی چیز کو استعمال نہیں کر سکتی تھی بلکہ اس کے منافع صرف مردوں کے لئے خاص ہوتے تھے۔ لیکن جب وہ اونٹنی مرجاتی تو مرد عورت سب کے لئے حلال ہو جاتی تھی۔

بعض لوگوں نے اس کی دوسری تفسیر بھی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اونٹنی جب مسلسل بارہ مادہ بچے جنتی تو اُسے جاہلیت کے لوگ چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر کوئی سوار ہوتا نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور سوائے مہمان کے کوئی اُس کا دودھ بھی نہیں پی سکتا تھا۔ پھر اگر اس کے بعد پھر وہ مادہ جنتی تو اس اونٹنی کے بچہ کا کان پھاڑ دیتے اور اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ اونٹوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ کوئی اس پر سوار ہوتا نہ اس کے بال کاٹتا اور نہ مہمان کے سوا کوئی اس کا دودھ استعمال میں لاتا۔ جس طرح اس کی ماں کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا تھا تو اس تفسیر کی بنیاد پر یہ بحیرۃ سائبہ کی مادہ اولاد ہوئی۔

۲۔ سائبۃ

وہ اونٹنی جس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ دورِ جاہلیت کا کوئی شخص اگر بیمار ہو جاتا یا اس کا کوئی رشتہ دار کہیں غائب ہو جاتا تو وہ نذر مانتا تھا کہ اگر خدا نے مجھے یا میرے مریض کو شفاء دے دی یا میرا گمشدہ رشتہ دار واپس لوٹا دیا تو میری یہ اونٹنی خدا

کے لئے آزاد ہے۔ لہٰذا اس کو چرنے یا پانی پینے سے کوئی نہیں روکتا تھا اور نہ ہی اس پر کوئی سواری کرتا تھا۔

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہین کہ سائبہ وہ اونٹنی ہے جس کو اہلِ جاہلیت اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے پھر کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا اور بحیرہ وہ اونٹنی جس کا دودھ بتوں کے نام پر روک لیا جاتا تھا۔ لہٰذا کوئی انسان ان کا دودھ نہیں نکالتا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سائبہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے بارہ مادہ بچے جنے ہوں اور پھر اس کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔

محمد ابن اسحاق نے ایک حدیث نقل کی ہے جس سے خدا کی نعمتوں (مویشیوں) میں تصرف کرنے والے پہلے شخص کا انجام معلوم ہوتا ہے جس نے ان جانوروں کو بحیرہ' سائبہ وصیلہ اور حام کے نامناسب نام لے کر ان کے منافع سے انسانوں کو محروم کرنے کی ناپاک سازش کی ہے۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُکثم بن جَون خزاعیؓ سے فرمایا۔ اکثم! میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹتے ہوئے دیکھا ہے میں نے اس سے زیادہ تمہارے مشابہ اور تم سے زیادہ اس کے مشابہ کوئی انسان نہیں دیکھا اور میں نے اُسے جہنم میں اس حال میں دیکھا ہے کہ اس کی آنتوں کی بدبُو سے دوسرے جہنمی پریشان ہیں۔ حضرت اُکثم نے پوچھا اے اللہ کے رسول! کیا میرا اس کے مشابہ ہونا میرے لئے نقصان دہ تو ثابت نہیں ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں تم مومن ہو وہ کافر ہے''۔

عمرو بن لحی ہی وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین میں تحریف کی۔ بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کی ایجاد کی۔

۳۔ وصیلۃ

وصیلہ بکریوں میں سے ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ بکری جب تین بچے دیدیتی تھی یا دوسرے اقوال کے مطابق پانچ یا سات بچے دے دیتی تھی۔ اب اگر اس کا آخری بچہ نر ہوتا تو اسے بُت خانوں میں ذبح کر کے مرد' عورت سبھی مل کر کھاتے اور اگر وہ بچہ مادہ ہوتا تو سے باقی چھوڑ دیتے اور گر بکری نر و مادہ دونوں ایک ساتھ جنتی تو نر کو مادہ کے لئے چھوڑ دیتے اور اس کو ذبح نہیں کرتے تھے اور اس مادہ بچہ کا دودھ آئندہ عورتوں کے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ پھر اگر کوئی بچہ مر جاتا تو مرد' عورت دونوں مل کر اُسے کھایا کرتے تھے۔

۴۔ حام

اونٹ' جب اُس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہو جاتے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جب وہ اونٹ دس سال تک جفتی کر چکا ہوتا اور بعض نے کہا ہے کہ جب اس کا بچہ' بچہ دے دیتا اور بعض نے کہا ہے کہ جب اس کے بچے کا بچہ سواری کے قابل ہو جاتا تو اس اونٹ پر کوئی بوجھ وغیرہ نہیں لادا جاتا تھا اور نہ اسے کسی جگہ سے گھاس' پانی سے روکا جاتا تھا۔ جب وہ اونٹ مر جاتا تو اُسے مرد و عورت سب کھایا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان جانوروں کے منافع کو نہ تو مرد' عورت میں سے کسی کے لئے مخصوص کیا تھا نہ ان کو کسی کے لئے حرام کیا تھا مگر جاہلیت کے دلدادہ ان احمقوں نے ان کو حرام کرنے کی کوشش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جاہلیت کے ان کاموں سے منع کیا مگر وہ نہ مانے اور اپنی چال چلتے رہے۔

النُّغَرُ

جوہری نے لکھا ہے کہ'' نُغر '' چڑیوں کی طرح کا ایک پرندہ ہے۔ جس کی چونچ لال ہوتی ہے۔ مدینہ والے اسے بلبل بھی کہتے ہیں (ہندوستان و پاکستان میں بھی اسے بلبل کہا جاتا ہے) بخاری و مسلم میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں بلبل کا اس طرح ذکر آیا ہے:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے دل لگی کرنا

''حضرت انسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بہتر اخلاق والے تھے میرا ایک ماں شریک بھائی تھا جس نے دودھ پینا چھوڑ دیا تھا اُس کا نام عمیر تھا' تو جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے تو یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔ **یا ابا عمیر مافعل النغیر** ''اے ابوعمیر تمہاری بلبل کا کیا ہوا؟''

دراصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ انہوں نے ایک بلبل پال رکھی تھی۔ قضائے الٰہی سے ایک دن وہ مرگئی جس سے عمیر کو بہت رنج ہوا۔ جس طرح بچوں کو عموماً ہوتا ہے تو اسی کے متعلق حضورؐ ان سے یہ جملہ بطور مزاح فرمایا کرتے تھے۔

شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً۔

(۱) جس شخص کے کوئی اولاد نہ ہو اسے بھی کنیت سے پکارنا صحیح ہے۔ خواہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) اور اس طرح کسی کی کنیت رکھنا جھوٹ بولنے کے تحت نہیں آتا۔

(۳) کلام میں بلا تکلف اگر مقفیٰ مسجع جملے آجائیں تو درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۴) بچوں سے انسیت اور پیار و محبت کوئی نامناسب بات نہیں ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ اور آپ کا تواضع اور بچوں سے آپ کی حد درجہ شفقت و محبت۔

(۶) اپنے رشتہ داروں کی زیارت کرنا۔ کیونکہ حضرت انسؓ و ابوعمیر کی والدہ آپؐ کے محارم [1] میں سے تھیں۔

اس حدیث سے بعض مالکیہ نے حرم مدینہ سے شکار کرنے کا جواز نکالا ہے۔ حالانکہ حدیث میں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ بلبل حرم مدینہ سے شکار کی ہوئی تھی بلکہ وہ مدینہ سے باہر ''حل'' کا شکار تھی اور اس کو حرم مدینہ میں لے آیا گیا تھا اور حلال کے لئے یہ چیز جائز ہے کہ حل سے شکار کر کے اس کو حرم میں لے جا کر رکھے مگر حرم سے شکار کرے یہ قطعاً جائز نہیں ہے۔

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث منقول ہیں جن سے حرم مدینہ میں بھی شکار کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں محض احتمال کی بنیاد پر دوسری صریح احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا اور نہ اُن حدیثوں سے اس حدیث کا معارضہ درست ہے۔

(۷) بچہ پرندہ سے کھیل سکتا ہے۔

علامہ ابوالعباس قرطبی نے لکھا ہے کہ پرندہ سے بچہ کا کھیلنا جائز ہے۔ بشرطیکہ صرف اس کو پنجرہ میں بند کر کے کھیلے۔ اس کو تکلیف پہنچانا اور اس سے کھیلنا جائز نہیں۔

---

[1] آپ کی رضاعی خالہ اور بقول بعض نسبی خالہ تھیں

امام مسلم نے دجال کی حدیث روایت کی ہے جس میں ''نغف'' کا بھی تذکرہ ہے:۔

''کہ اللہ تعالیٰ (قیامت کے قریب) یاجوج ماجوج کو ظاہر کر دے گا۔ پھر (کچھ دنوں کے بعد) ان کی گردنوں میں لگنے والا ''نغف'' کیڑا بھیجے گا۔ پھر وہ سب کے سب ایسے مرجائیں گے جیسے کہ ایک جان (یعنی بیک وقت ختم ہو جائیں گے)۔''

دوسرا امام بیہقیؒ نے اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کے بیان میں جہاں ''کف'' ہتھیلی کا تذکرہ کیا ہے وہاں حدیث میں بھی نغف کا ذکر آیا ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُن کو توشہ دان کی طرح جھاڑا تو اُن کے بدن سے (باریک باریک) کیڑے جیسی چیزیں نکلیں۔ خدائے عزوجل نے اُس میں سے دو مٹھی اُٹھایا اور داہنی مٹھی کے اندر موجود چیز کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت میں جانے والے ہیں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں اور بائیں مٹھی کے متعلق فرمایا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے''۔

النَّفَارُ

(ایک قسم کا پرندہ) ''نَقَّارُ'': ان چڑیوں کو کہتے ہیں جو دور ہی سے انسان کو دیکھ کر اڑ جاتی ہیں۔

النَّقَازُ

ایک چھوٹی سی چڑیا جس کو ''پدی'' بھی کہتے ہیں۔ چڑیوں کے چوزوں کو بھی کہتے ہیں۔

النَّقَاقَة

(ٹرٹر کرنے والا مینڈک) ''نـقیـق: مینڈک کی ٹرٹر کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اکثر ٹرٹر بولتا ہے۔ خصوصاً بارش کے دنوں میں کہتے ہیں کہ اس کی پیاس کبھی نہیں بجھتی اور اگر یہ پانی سے الگ ہو جائے تو زندہ نہیں رہے گا۔

النَقَدُ

''الـنقد'' اس سے مراد چھوٹی بکری ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''نقدة'' کا لفظ مستعمل ہے۔ اس کی جمع ''نقاد'' آتی ہے۔ جوہری نے کہا ہے کہ ''الـنـقـد'' بکریوں کی ایک قسم ہے جس کے پاؤں چھوٹے ہوتے ہیں نیز اس بکری کا چہرہ قبیح ہوتا ہے۔ یہ بکری بحرین میں پائی جاتی ہے۔ اس کے واحد کے لئے ''نقدة'' کا لفظ مستعمل ہے۔

امثال

اہل عرب کہتے ہیں ''أذل من النقد'' (چھوٹی بکریوں سے بھی زیادہ ذلیل) اصمعی نے کہا ہے کہ سب سے بہترین اون ''النقد'' (چھوٹی بکری) کی اون ہوتی ہے۔

النَّکل

''النکل''اس سے مراد سدھایا ہوا طاقتور گھوڑا ہے۔حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مضبوط سدھائے ہوئے گھوڑے پر بہادر، ماہر شخص کو پسند کرتا ہے۔ایک دوسری روایت مین ہے کہ مضبوط گھوڑا جو حملہ کرتا ہو پھر مڑتا ہو اور پھر حملہ کرتا ہو، اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس قسم کا حملہ کرنے والا، پھر مڑ کر حملہ کرنے والا بہادر شخص اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔'' علامہ دمیریؒ نے فرمایا ہے کہ تحقیق ''باب الفاء'' میں ''الفرس'' کے تحت اس کا تفصیلی تذکرہ گزر چکا ہے۔

النَّمِرُ

نسمر :نون کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ ایک قسم کا درندہ (چیتا) ہے جو شیر کے مشابہ ہوتا ہے۔لیکن شیر سے چھوٹا ہوتا ہے۔اس کے جسم پر سفید اور سیاہ نقطے ہوتے ہیں یا اسی طرح دو رنگا ہوتا ہے مثلاً سیاہ' سرخ وغیرہ۔

چیتا شیر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔غصہ آنے کے بعد اپنے اوپر اسے قابو (کنٹرول) نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی وہ اس حال میں خودکشی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

اس کی کنیتیں بہت ہیں۔مثلاً'' ابو الابرد' ابو الاسود' ابو الجعدۃ' ابو الجھل' ابو خطاف' ابو الصعب' ابو رقاش' ابو سھل' ابو عمرو' ابو المرسال ''اور مادہ کی کنیت ام الابرد' ام رقاش ہے۔ چیتے کی فطرت درندوں کی سی ہے۔اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں:۔

(۱) جسم بڑا دم چھوٹی ہو۔(۲) دم بڑی ہو جسم چھوٹا ہو۔

دونوں طرح کے چیتے نہایت طاقت ور' بہادر اور نڈر ہوتے ہیں۔ان کی چھلانگ بہت تیز ہوتی ہے یہ جانوروں کا بدترین دشمن ہے کسی جانور سے نہیں ڈرتا۔نہایت متکبر ہوتا ہے۔ جب پیٹ بھر کر کھالیتا ہے تین دن تک سوتا رہتا ہے۔درندوں کی طرح اس کے بدن سے بدبو نہیں آتی۔ بیمار ہو جانے پر چوہا کھا کر شفایاب ہو جاتا ہے۔گویا چوہا اس کی سب سے عمدہ دوا ہے۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ چیتا شراب کا دلدادہ ہوتا ہے۔اگر جنگل میں رکھ دیا جائے تو اس کو پی کر مست ہو جاتا ہے۔بہت سے لوگ اسی طرح اس کا شکار کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ چیتے کی مادہ جب بچہ دیتی ہے تو اس کے گلے میں سانپ لپٹ جاتا ہے اور وہ اسے ڈستا رہتا ہے مگر وہ اُس کو نہیں مارتی۔

درندوں میں اس کو شیر کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے اس کا سینہ کمزور ہوتا ہے۔نہایت لالچی' ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے۔اس کی فطرت میں شیر کی دشمنی داخل ہے۔کبھی شیر اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور کبھی یہ شیر سے جیت جاتا ہے۔گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔اُچک لینے میں بڑا بہادر ہے۔اس کی چھلانگ بہت زیادہ ہے۔کبھی کبھی یہ اونچائی میں چالیس ہاتھ چھلانگ لگا لیتا ہے اور جب کودنے پر قادر نہیں ہوتا تو کچھ نہیں کھاتا۔ دوسرے کا شکار کیا ہوا شکار نہیں کھاتا۔مردار سے بہت دور رہتا ہے۔طبرانی نے اپنی معجم الاوسط میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں چیتے کا ذکر آیا ہے:۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے دُعا کی اے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سے اپنے نزدیک معزز شخص کی خبر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری مرضیات کی طرف ایسی تیزی سے بڑھتا ہے جیسے گدھ اپنی خواہشات کی طرف بڑھتا ہے اور جو میرے نیک بندوں سے ایسی ہی محبت کرتا ہو جیسے کوئی بچہ کھلونوں سے کرتا ہے اور جو میری حرمتوں کی آبروریزی کرنے پر ایسے ہی غصہ میں بھر جاتا ہو جیسے چیتا غصہ میں بھر جاتا ہے۔ کیونکہ چیتا جب غصہ ہوتا ہے تو چاہے شکاری کم ہوں یا زیادہ بالکل پرواہ نہیں کرتا اور حملہ کر دیتا ہے''۔

شرعی حکم

چونکہ یہ ایک ضرر رساں درندہ ہے لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے۔

چیتے کی کھال کا حکم

ابوداؤد کی روایت ہے: **لا تصحبُ الملائکۃُ رفقۃ فیھا جلد النمر** ''(فرشتے اس جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس کے پاس چیتے کی کھال ہو) شیخ ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ چیتے کی کھال دباغت سے پہلے نجس (ناپاک) ہے۔ چاہے چیتے کو ذبح کر دیا گیا ہو یا ذبح نہ کیا گیا ہو۔ لہٰذا اس کھال کا استعمال نجس العین کی طرح ممنوع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال اس جگہ بالکل جائز نہیں ہے جہاں نجاست سے بچنا ضروری ہو۔ مثلاً نماز وغیرہ میں۔ لیکن چیتے کی کھال کا استعمال مطلقاً جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں دو قول ہیں (۱) جائز ہے (۲) ناجائز ہے۔ البتہ دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے لیکن اس کا بال اب بھی ناپاک ہے کیونکہ اس کی اصل ناپاک ہے۔

نیز حدیث شریف میں جب عام طور سے استعمال کرنے کی چیز ''کھال'' کے استعمال سے بالکل ممانعت کر دی گئی تو عادتاً غیر مستعمل چیز کا استعمال یقیناً ممنوع ہو جائے گا۔ ایک روایت ہے (چیتوں پر سواری نہ کیا کرو) ایک روایت ہے **لا ترکبو النمور** (چیتوں پر سواری نہ کیا کرو) ایک روایت ہے'' **نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن جلو د السباع ان تفترش** '' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال بچھانے سے روک دیا ہے اور چیتا بلاشبہ درندہ ہے۔ یہ حدیث نہایت قوی، معتبر ہیں اور ان میں تاویل فاسد درست نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ان احادیث کے خلاف کوئی حدیث کہیں سے لے کر آتا تو وہ اس کی متاع گمشدہ ہے اور اس سے وہ تسلی حاصل کرلے کوئی اسے اس سے منع نہیں کرتا مگر صحیح بات وہی ہے جو ہم نے نقل کر دی ہے۔

امثال

ایک محاورہ ہے جو عرب میں کثرت سے مستعمل ہے:۔

(آستین سمیٹ لے کمر کس لے اور چیتے کی کھال پہن لے)

کسی کام میں خوب محنت اور لگن پیدا کرنے کے لئے کسی کو کہتے ہیں۔ اردو میں بھی کمر کسنا اسی مفہوم کے لئے بولا جاتا ہے۔

طبی خواص

اگر کہیں چیتے کا سر دفن کر دیا جائے تو وہاں بہت سے چوہے اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس کا پتہ بصارتِ نگاہ میں تیزی پیدا کرتا ہے۔ اگر بطور سرمہ لگایا جائے۔ نیز اس سے آنکھ سے پانی نکلنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کا پتہ زہر قاتل ہے۔ اگر کسی کو ایک دانق کے ہم وزن کسی چیز میں ملا کر پلا دیا جائے تو پینے والا زندہ نہیں بچ سکتا۔ ہاں اگر خدا ہی بچالے تو کون کسی کو مار سکتا ہے اور ارسطو نے ''طبائع الحیوان'' میں

لکھا ہے کہ اگر چیتے کا سڑا ہوا بھیجا (مغز) کوئی سونگھ لے تو فوراً مر جائے گا۔
کہتے ہیں کہ چیتا انسان کی کھوپڑی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ اگر چیتے کے بالوں کی کسی گھر میں دھونی دے دی جائے تو بچھو وہاں سے بھاگ جاتے ہیں اور چیتے کی چربی پگھلا کر پرانے گہرے زخموں پر لگانے سے زخم ٹھیک اور صاف ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص چیتے کا گوشت پانچ درہم کے برابر کھالے تو زہر کا کام کر سکتا ہے۔ خصوصاً اس کا پتہ۔ صحیح بات یہی ہے۔ اگر اس کا عضو تناسل پکا کر شوربہ وہ شخص پی لے جس کو پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں یا جس کے مثانے میں کوئی تکلیف ہے تو فائدہ حاصل ہو اور اگر بواسیر کا مریض چیتے کی کھال پر بیٹھ جائے تو اس کا مرض زائل ہو جائے گا اور اگر کوئی شخص چیتے کی کھال کا کوئی ٹکڑا اپنے پاس رکھے تو لوگوں میں بارعب ہو جائے گا۔ اس کا ہاتھ اور اس کے پنجے اگر کسی جگہ دفن کر دیئے جائیں تو وہاں چوہے نہیں رہ سکتے۔ اگر کسی انسان کو چیتے نے زخمی کر دیا ہو تو چوہے اس کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اگر موقع پالیں اس پر پیشاب کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کبھی ایسی نوبت آجائے تو اس شخص کی نگرانی اور حفاظت بہت ضروری ہے۔

''عین الخواص'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جسم پر گوہ کی چربی لگا لے تو چیتا اُس کے قریب نہیں آسکتا۔

تعبیر

خواب میں چیتا دیکھنے سے ظالم بادشاہ یا وہ دشمن مراد ہوتا ہے جو شان وشوکت والا ہو اور جس کی دشمنی واضح ہو۔ اگر کسی نے یہ دیکھا کہ چیتے کو مار ڈالا ہے تو اس قسم کے آدمی کو قتل کرے گا۔ اگر کسی نے چیتے کا گوشت کھاتے ہوئے اپنے آپ کو دیکھا مال و دولت عزت و مرتبہ پائے گا۔ جو چیتے پر سوار ہو اس کو بڑی سلطنت حاصل ہوگی اور جس نے یہ دیکھا کہ چیتا اس پر غالب آگیا ہے تو اس کو کسی ظالم بادشاہ یا کسی دشمن کی طرف سے گزند پہنچے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اُس نے چیتا کی مادہ سے جماع کیا ہے تو کسی ظالم قوم کی عورت سے نکاح کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیتا اُس کے گھر میں آگیا ہے تو اُس کے گھر پر کوئی فاسق آدمی حملہ کر دے گا۔

اور اگر کسی نے دیکھا کہ اس نے چیتا یا تیندوا کا شکار کر لیا ہے تو اِن جانوروں کے غصہ کے برابر اس کو منفعت حاصل ہوگی اور ''ارطامیدورس'' نے لکھا ہے کہ چیتا دیکھنا' مرد اور عورت دونوں کی علامت بن سکتا ہے کیونکہ اس کا رنگ مختلف ہوتا ہے۔ نہایت چالاک فریبی ہوتا ہے۔ کبھی اس کا دیکھنا بیماری یا آشوبِ چشم کی دلیل بھی ہوتی ہے۔ اس کا دودھ دشمنی ہے اس کے پینے والے کو ضرر پہنچے گا۔

النِّمس

(نیولے کی صفت کا ایک جانور) نمس: ایک چوڑے بدن کا چھوٹا جانور ہے جو دیکھنے میں سوکھے ہوئے گوشت کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سرزمین مصر میں پایا جاتا ہے۔ باغبانوں کو جب سانپ سے خطرہ محسوس ہوتا ہے تو اس جانور کو اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ سانپوں کو مار کر کھا جاتا ہے۔ یہ قول جوہری کا ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ''نمس'' ایک جانور ہوتا ہے جس کی دُم لمبی اور ہاتھ پیر چھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ چوہے اور سانپ کا شکار کرتا ہے اور انہیں کھالیتا ہے۔
مفضل بن سلمہ کا کہنا ہے کہ نمس ''اُود بلاؤ'' کو کہتے ہیں۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ نمس مصر میں پایا جانے والا ایک قسم کا کیڑا ہے جو سکڑتا اور پھیلتا رہتا ہے۔ جب سانپ اس پر لپیٹ جاتا ہے تو سانس لے کر اپنے بدن کو پھلا لیتا ہے یہاں تک کہ سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ نمس 'نیولے کو کہا جاتا ہے اور نمس نیولے کو کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نمس کے معنی چھپانا' نمس الصائد اس وقت بولتے ہیں جب شکاری شکار کرنے کے لئے گھات میں چھپ جائے۔ اسی طرح یہ جانور بھی سانپ کے لئے گھات لگا کر بیٹھا رہتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ کو مردہ ظاہر کر کے ہاتھ پیر بے حس و حرکت کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ سانپ آ کر اُسے کھانے کے لئے چاٹنے لگتا ہے پھر یہ اس کا شکار کر لیتا ہے۔

شرعی حکم

طبعًا اس میں گندگی ہے لہٰذا اس کا کھانا حرام ہے اور رافعی نے ''کتاب الحج'' میں تحریر کیا ہے کہ نمس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ لہٰذا مختلف متضاد اقوال کو جمع کرنا اس قول کی بنیاد پر آسان ہو جاتا ہے۔

طبی خواص

وہ گنبد یا وہ عمارت جس کو کبوتروں نے اپنا مسکن بنا لیا ہو۔ اگر وہاں اس کی دھونی دی جائے تو کبوتر وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ انڈے کی سفیدی میں نمس کا پتہ ملا کر آنکھ پر لیپ کرنے سے آنکھ کی حرارت ختم ہو جاتی ہے۔ آنسو نکلنا بند ہو جاتا ہے اور ایک قیراط کے برابر اس کا خون عورت کے دودھ میں ملا کر مجنون کی ناک میں ٹپکایا جائے اور اُس کی دھونی اسے دیدی جائے تو اُسے افاقہ آ جاتا ہے۔ پیشاب کے قطرے آنے اور دردِ مثانہ کے لئے اس کا عضو تناسل پکا کر اس کا شوربا پینا مفید ہے۔ موسمی بخار زدہ کے گلے میں اگر اس کی داہنی آنکھ لٹکا دی جائے تو بخار ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر بائیں آنکھ اس کے گلے میں لٹکا دیں تو بخار واپس آ جاتا ہے۔ اگر اس کا مغز عرق مولی میں خوب ملا لیا جائے اور اس میں روغن گلاب ملا کر کسی انسان کو لگا دیا جائے تو وہ فوراً بیمار ہو جائے اور اس کے بدن میں کھجلی ہونے لگے اور اس کا علاج یہ ہے کہ پارہ کے تیل میں اسی کا پاخانہ خشک کر کے اس انسان کے بدن پر مل دیا جائے۔ اگر اس کا پاخانہ پانی میں گر جائے اور کوئی انسان اُسے پی لے۔ ہر وقت اُس کے دل میں خوف و دہشت موجود ہوگی اور دیکھنے میں ایسا لگے گا جیسا کہ شیطان اُس کی تلاش کر رہے ہوں۔

تعبیر

خواب میں نمس (نیولہ) دیکھنا زنا پر دلالت ہے کیونکہ یہ چپکے سے مرغیاں پکڑ کر لے جاتا ہے اور ان کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اگر کوئی نیولوں کا پورا گروہ دیکھے تو اس کی تعبیر عورتیں ہیں۔

اگر کوئی شخص نیولے سے آپنے آپ کو جھگڑتے دیکھے یا اسے اپنے گھر میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ کسی زانی شخص سے جھگڑا کر رہا ہے۔

النَّملَ

(چیونٹی) ایک مشہور جانور ہے۔ اس کی کنیت ابومشغول ہے مادہ کی کنیت ام توبہ ام مازن ہے۔ چیونٹی کی بہت سی خصوصیات ہیں نہ تو ان میں باہم جوڑے ہوتے ہیں نہ ہی ان میں جماع کا طریقہ ہے بلکہ ان کے بدن سے ایک معمولی سی چیز نکلتی ہے اور بڑھتے بڑھتے وہ انڈے کی شکل میں بدل جاتی ہے۔ اس سے اُن کی نسل بڑھتی ہے۔ ہر انڈے کو بیضہ اور بیض کہتے ہیں لیکن چیونٹی کے انڈے کو بیظ' ظاء کے ساتھ بولتے ہیں۔ چیونٹی رزق کی تلاش میں بڑی بڑی تدبیریں کرتی رہتی ہے۔ جب کوئی چیز اسے مل جاتی ہے تو دوسری چیونٹیوں کو فوراً بلا

لیتی ہے تا کہ سب مل کر وہ خوراک کھائیں اور اُٹھا کر لے جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کام کرنے والی چیونٹی تمام چیونٹیوں کی سردار ہوتی ہے۔ اس کی فطرت اور عادت یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں سردی کے لئے یہ اپنی غذا اکٹھا کر لیتی ہے۔

اور رزق اکٹھا کرنے میں اس کی عجیب عجیب تدبیریں ہیں۔ مثلاً اگر ایسی چیز کا ذخیرہ جمع کیا ہے جس کے اُگنے کا اُسے خطرہ ہوتا ہے اسے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اور ''کسفرہ'' (دھنیا) کے چار ٹکڑے کر دیتی ہے جس کے بارے میں اسے علم ہے کہ اس کے دونوں حصے اُگ جاتے ہیں اور جب دانہ میں بدبو اور سڑاند پیدا ہونے کا خطرہ محسوس کرتی ہے تو اسے زمین کی سطح پر لا کر بکھیر دیتی ہے اور اسے سکھا کر پھر اپنے بل میں واپس لے جا کر رکھ لیتی ہے۔ اکثر یہ عمل چاند کی روشنی میں کرتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی زندگی کی بقاء اور اس کا وجود اس کے کھانے کی وجہ سے نہیں کیونکہ اس کے جسم میں ایسا پیٹ نہیں ہے جس میں کھانا جائے بلکہ اس کے بدن میں دو حصے ہیں اور دراصل دونوں الگ الگ ہیں اور اس کو دانہ کاٹتے وقت جو اس سے بو نکلتی ہے صرف اسی کو سونگھ کر طاقت ملتی ہے اور یہی اس کے لئے کافی ہو جاتی ہے اور عقعق اور چوہے کے بیان میں حضرت سفیان بن عیینہؒ سے جو مروی ہے گزر چکا ہے کہ انسان' عقعق' چیونٹی' چوہا کے علاوہ کوئی جانور اپنی خوراک اکٹھا نہیں کرتا۔ بعض لوگوں سے اس قسم کی بات منقول ہے کہ بلبل بھی ذخیرہ کرتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عقعق اپنے لئے خوراک ذخیرہ کرنے کے لئے خفیہ جگہ بناتا ہے لیکن وہ اپنی جگہ بھول جایا کرتا ہے۔

چیونٹی کی ناک بہت تیز ہوتی ہے اس کی موت کے اسباب میں سے اس کے پروں کا نکل آنا اور اس سلسلہ میں مثل بھی مشہور ہے کہ ''چیونٹی کے پر نکل آئے ہیں''۔ جب کسی کے زوال کا وقت قریب سمجھا جاتا ہے اس وقت یہ مثل بولتے ہیں۔ جب چیونٹیاں اس حال پر پہنچ جاتی ہیں تو پرندوں کی زندگی میں خوشحالی آ جاتی ہے کیونکہ وہ اڑتی ہوئی چیونٹیوں کا شکار کر لیتے ہیں۔ چیونٹی کے چھ پیر ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پیروں سے کھود کر اپنا بل بناتی ہے۔ جب یہ اپنا بل بناتی ہیں تو اس کو پیچ در پیچ ٹیڑھا کر کے بناتی ہیں تا کہ وہاں بارش کا پانی نہ پہنچ سکے اور کبھی کبھی اسی مقصد سے یہ اپنا گھر دو منزلہ بھی بناتی ہیں تا کہ ان کی خوراک کا ذخیرہ نم نہ ہو جائے۔

بیہقی نے ''شعب'' میں لکھا ہے کہ حاتم طائی کے صاحبزادے ''عدی'' چیونٹیوں کے لئے کھانے کی چیزوں کا چورا بکھیرا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ہماری پڑوسن ہیں ان کا ہم پر حق ہے اس طرح کی بات جانوروں کے بیان میں آنے والی ہے کہ زاہد فتح بن حرب چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے ڈال دیا کرتے تھے مگر عاشورہ کے دن وہ اسے نہیں کھاتی تھیں۔ جانوروں میں چیونٹی کے علاوہ کوئی ایسا جانور نہیں ہے جو اپنے بدن کو دوگنا (ڈبل) بوجھ اُٹھا کر بار بار لے جائے اور یہ تو اپنے سے کئی کئی گنا اٹھانے کے لئے تیار ہو جاتی ہے بلکہ کبھی کبھی تو کھجور کی گٹھلی اٹھا کر لے جاتی ہیں جو اُن کے کسی کام نہیں آتی۔ لیکن اس کی حرص وطمع اسے اس بات پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر یہ زندہ رہ جائے تو کئی کئی سال کے لئے کھانے کی چیز کا ذخیرہ کر لے مگر بے چاری مجبور ہے کہ اس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہے اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ یہ زمین کے اندر اپنا مسکن بناتی ہے جس میں گھر اور اُن کے کمرے' دہلیزیں بھی ہوتی ہیں۔ نیز ایسے لٹکے ہوئے کانے بھی ہوتے ہیں جن میں سردی کے موسم کے لئے دانے اور دیگر چیزیں جمع کرتی ہیں ان میں بعض چیونٹیوں کو ''ذرفاری'' بھی کہتے ہیں جو دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں بھڑ کی طرح ہوتی ہیں۔ ایک قسم کو ''نمل الاسد'' بھی کہتے ہیں جن کا سر کا حصہ شیر کی طرح ہوتا ہے اور پچھلا حصہ چیونٹی کی شکل کا ہوتا ہے۔

بخاری ومسلم' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ میں ایک روایت نقل کی گئی ہے:۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نبی ایک درخت کے نیچے (آرام کرنے کے لئے) ٹھہرے کہ ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ سامان' بستر وغیرہ وہاں سے اُٹھا لیا جائے لہٰذا اُٹھایا لایا گیا اور حکم دیا کہ چیونٹیوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ ایک ہی چیونٹی کو کیوں نہ جلایا۔ امام ترمذی اپنی کتاب ''نوادر الاصول'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی پر چیونٹیوں کے جلانے کی وجہ سے عتاب نہیں فرمایا بلکہ اس وجہ سے کہ انہوں نے مجرم کے ساتھ ساتھ بری اور غیر مجرم کو بھی سزا دی تھی۔ اور قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ نبی موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں۔ چونکہ انہوں نے کہا تھا کہ اے پروردگار! آپ کسی بستی والوں کو ان کے گناہوں کی پاداش میں عذاب بھیجتے ہیں اور ان میں نیکوکار بھی ہوتے ہیں اور گناہگار بھی' اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کا جواب اُن کو دکھا دے۔ لہٰذا گرمی کی شدت سے وہ نبی ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے پہنچے اور اس جگہ چیونٹیوں کا بل تھا ان کو نیند آ گئی۔ جیسے ہی نیند کا لطف ملا ایک چیونٹی نے اُن کو کاٹ لیا۔ انہوں نے وہاں موجود تمام چیونٹیوں کو اپنے پیر سے مسل دیا اور اُن کو مار ڈالا۔ پھر اُن کے گھر میں آگ لگا دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں ان کو نشانی دکھلا دی (اور جواب سمجھا دیا) کہ کس طرح ایک چیونٹی نے کاٹا اور دوسری چیونٹیوں کو اس کی سزا ملی (گویا کہ) اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کو تنبیہ کر دے اور آگاہ کر دے کہ اللہ کی طرف سزا نیک و بد دونوں کو ملتی ہے۔ پھر یہ سزا اور یہ عذاب نیک لوگوں کے لئے رحمت' گناہوں سے پاکی اور برکت بن جاتی ہے اور گناہ گاروں کے لئے یہی عذاب بدلہ اور سزا بن جاتی ہے''۔

اس کے باوجود (چیونٹیوں کو جلانے پر نبی کو تنبیہ ہو رہی ہے) حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے چیونٹیوں کو مارنے اور جلانے کی ممانعت اور کراہت معلوم ہو۔ کیونکہ جس چیز سے بھی انسان کو تکلیف پہنچے انسان کے لئے اس کو روکنا اور اپنے آپ کو بچانا جائز ہے اور مومن کی حرمت سے بڑھ کر کسی مخلوق کی حرمت نہیں ہے اور مومن سے بھی اگر کسی مومن کو جان کا خطرہ ہو تو اس کو مار کر بھگانا یا ضرورت پر اس کو قتل کر دینا جائز ہے جیسی ضرورت ہو تو کیڑوں مکوڑوں کو مار ڈالنا کیسے جائز نہ ہوگا جن کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے اور کبھی کبھی وہ انسان کو تکلیف پہنچا دیتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی وہ تکلیف پہنچائیں ان کو مار ڈالنا مومن کے لئے جائز ہے۔

کسی جانور کو آگ میں جلانا

دوسری بات یہ ہے کہ اس نبی کی شریعت میں جانوروں کو جلا کر سزا دینا جائز تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ کی ہے تو اس بات پر کی ہے کہ تمام چیونٹیوں کو کیوں جلا دیا ایک ہی کو جلانے پر اکتفار کیوں نہیں کیا۔ لیکن ہماری شریعت میں کسی جانور کو آگ میں جلانا حرام ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو آگ میں جلا کر سزا دینے سے منع فرمایا۔ نیز فرمایا ہے کہ آگ سے صرف اللہ سزا دیتا ہے بندہ کے لئے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا کسی جانور کو آگ میں جلانا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ایک مسئلہ آگ سے جلانے کا قصاص

لیکن اگر کوئی انسان کسی انسان کو آگ میں جلا کر قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کے لئے مجرم قاتل کو آگ میں جلا کر قصاص لینا جائز ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک حدیث ''لَا قَوَدَ اِلَّا بِالسَّیْفِ'' کی وجہ سے قصاص صرف تلوار سے لیا جاتا ہے اور کسی چیز سے قصاص لینا درست نہیں ہے۔

چیونٹی کو مارنا

اور چیونٹی کو مارنے کے بارے میں علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا مسلک اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں حضورؐ نے کچھ جانوروں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ منجملہ ان کے چیونٹی بھی ہے:۔

روایت اس طرح ہے:۔

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کو مارنے سے روکا ہے (۱) چیونٹی (۲) شہد کی مکھی (۳) ہدہد (۴) لٹورا''۔ (رواہ ابوداؤد)

اور یہاں چیونٹی سے مراد بڑی چیونٹی ہے جس نے سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔

خطابی نے اور بغوی نے شرح السنۃ میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ لیکن چھوٹی لال چیونٹی جس کو ''ذَرّ'' کہتے ہیں اس کا مارنا جائز ہے۔ لیکن امام مالکؒ نے چیونٹی کو بھی مارنا ناپسند کیا ہے۔ ہاں اگر اس کو ہٹانے اور اس کے نقصان سے بچنے کی مارنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک بھی مارنا جائز ہے اور ابن ابی زید نے ہر قسم کی چیونٹیوں کو مارنا جائز کیا ہے۔ شرط ان کے یہاں سرف یہ ہے کہ اس سے تکلیف پہنچے۔

بعض لوگوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ اس نبی کے چیونٹیوں سے انتقام لینے پر اللہ تعالیٰ نے جو تنبیہ کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو صرف ایک ہی چیونٹی نے تکلیف پہنچائی تھی۔ لہٰذا صبر کر لینا اور درگزر کرنا ان کی شایانِ شان تھا۔ لیکن نبی علیہ السلام کو یہ خیال آیا کہ چیونٹیوں کی یہ قسم انسانوں کے لئے اذیت رساں ہے اور انسان کی حرمت تو جانور سے بڑھ کر ہے۔ اگر ان کا یہ خیال باقی رہ جاتا اور ان کو تنبیہ نہ کی جاتی تو ان کا خیال وہی رہتا اور ان کو تشفی نہ ہوتی۔ لیکن تنبیہ کر دی گئی کہ آپ کا خیال درست نہیں ہے۔ ایک نے تکلیف پہنچائی ہے اس کے علاوہ دوسرے کو مارنا درست نہیں۔

دارقطنی نے اور طبرانی نے اپنی معجم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

''انہوں نے فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے گفتگو فرمائی تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام تاریک رات میں پہاڑ پر چلنے والی چیونٹی کی چال کو دس فرسخ سے دیکھ رہے تھے''۔

اور ترمذی نے اپنی نوادر میں معقل بن یسار سے ایک روایت نقل کی ہے:۔

''حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی اور انہوں (معقل بن یسار) نے بھی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضورؐ نے شرک کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ شرک تمہارے درمیان چیونٹی کے پیروں کی آہٹ سے بھی ہلکا ہے (یعنی اس کی آمد کا پتہ نہیں چلتا) اور میں تم کو ایک دعا بتلاتا ہوں کہ اگر اسے پڑھا کرو گے تو اللہ تم سے چھوٹا اور بڑا دونوں شرک دور فرما دیں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں جو تین مرتبہ پڑھے جائیں گے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِی اَعُوْذُبِکَ من ان اشرک بک شیأً و انا اعلم و استغفرک لما تعلم ولا اعلم.

''اے اللہ! میں اس بات سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ جان بوجھ کر آپ کے ساتھ کسی کو شریک کروں اور آپ سے اس گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں جس کو آپ جانتے ہیں اور میں اُسے نہیں جانتا''۔

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ ہوا کہ ایک عابد ہے دوسرا عالم (کون افضل ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی شخص پر۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ سن لو! اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام زمین و آسمان کی مخلوقات حتی کہ چیونٹیاں اپنی بل میں اور مچھلیاں سمندر میں لوگوں کو خیر (بھلائی) کی تعلیم دینے والوں کے لئے رحمت کی دُعا کرتی ہیں''۔

حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ ''عالم اور پھر اس پر عمل کرنے والے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینے والے کا آسمانوں کے فرشتوں میں بہت چرچا ہوتا ہے''۔

ایک عجیب وغریب واقعہ

روایت ہے کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے گفتگو کی تھی اس نے حضرت سلیمان کو ایک بیر ہدیہ میں پیش کیا اور اسے حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ پر رکھ دیا اور کہا کہ ہم اسی طرح اللہ کو بھی اس کی دی ہوئی چیز ہدیہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی بے نیاز ہوتا تو اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں اور اگر اس عظیم الشان ذات کو اس کی شایانِ شان پیش کش کی جائے تو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی حق ادا نہ کر سکے۔ لیکن ہم اس کو ہدیہ دیتے ہیں جو ہمیں محبوب ہے تاکہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہدیہ دینے والے کی قدر دانی کرے اور یہ معمولی سی چیز ایک شریف کا عطیہ ہے ورنہ اس سے بہتر ہماری ملکیت میں کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تمہیں برکت دے۔ اس میزبانی اور دُعا کی برکت سے یہ چیونٹیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے زیادہ شکر گزار اور سب سے زیادہ اللہ پر توکل کرنے والی ہیں۔

حکایت

بعض لوگوں نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے آ کر مامون الرشید سے کہا کہ کھڑے ہو کر میری بات سن لیں پس مامون اس کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تو اس شخص نے مامون سے کہا کہ اے مامون! اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کو ایک چیونٹی کی بات سننے کے لئے کھڑا کیا تھا اور اللہ کے نزدیک میں چیونٹی سے کم درجہ کا نہیں اور آپ حضرت سلیمانؑ سے بڑھ کر شان و شوکت والے نہیں ہیں۔ مامون نے جواب دیا کہ تم نے سچ کہا۔ پھر کھڑے ہو کر اس کی بات سنی اور اُس کی حاجت پوری کر دی۔

فائدہ:۔ علامہ فخر الدین رازی نے ''حَتّٰی اِذَا اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ'' کی تفسیر کے تحت میں لکھا ہے کہ ''وادالنمل'' سے مراد شام میں ایک وادی ہے جہاں چیونٹیاں بہت ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا حضرت قتادہؓ کو چپ کرا دینا

روایت ہے کہ حضرت قتادہؓ کوفہ تشریف لائے تو اُن کے پاس لوگوں کا بہت مجمع اکٹھا ہو گیا۔ انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو۔ وہاں پر امام ابوحنیفہ موجود تھے اس وقت وہ بچے تھے انہوں نے لوگوں سے کہا کہ پوچھو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے جس چیونٹی نے بات کی تھی وہ نر تھی یا مادہ۔ چنانچہ لوگوں نے پوچھا حضرت قتادہؓ نے کوئی جواب نہ دیا تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ وہ مادہ تھی ان سے پوچھا گیا کیسے؟ جواب دیا کہ قرآن میں لفظ قالت آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مادہ تھی کیونکہ یہ صیغہ مونث ہی کے لئے مستعمل ہے اگر وہ نر ہوتی تو قال کا لفظ آنا چاہیے۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ اس چیونٹی نے اپنی رعایا کو اپنی بلوں میں جانے کا حکم اس لئے

دیا تھا کہ کہیں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کے ناز ونعم کو دیکھ کر اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنے لگیں اور اس میں اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ دنیا داروں کے پاس نہیں بیٹھنا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کا جذبہ باقی رہے اور اس طرح کی بھی روایت ہے کہ جب چیونٹی نے دیگر چیونٹیوں کو بلوں میں چھپنے کا حکم دیا تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تُو نے ان کو مجھ سے چھپنے کا حکم کیوں دیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ مجھے خطرہ ہوا کہ وہ آپ کا لشکر' آپ کا جاہ وجلال اور حسن و جمال دیکھ کر کہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہ کرنے لگیں۔

ثعلبی اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ چیونٹی جس نے حضرت سلیمانؑ سے کلام کیا تھا اس کا بدن بھیڑیئے کے برابر تھا' لنگڑی تھی اور اس کے دو پر تھے۔ بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اس وادی کی چیونٹیاں بختی اونٹوں کے برابر تھیں اور اس کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے طاحیہ اور بعض نے حزمی لکھا ہے (حضرت مقاتلؒ سے منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی گفتگو تین میل کی دوری سے ہی سن لی تھی)

سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکا کہ چیونٹی کے لئے کس طرح نام کا تصور کرلیا گیا حالانکہ نہ یہ چیونٹیاں ایک دوسرے کا نام رکھتی ہیں اور نہ انسانوں سے کسی چیونٹی کا نام رکھنا ممکن ہے کیونکہ آدمی چیونٹیوں میں امتیاز نہیں کر سکتے پھر نام رکھنے سے کیا فائدہ؟ اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ دوسری جنسوں میں بھی نام رکھنا پایا جاتا ہے۔ مثلاً بجو کے ناموں میں ثعالۃ' اُسامۃ یا جار ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بجو کی چھ قسمیں ہیں نہ کہ ان کے شخصی اور امتیازی نام' کیونکہ اس قسم کے ہر بجو کو ثعالہ یا اسالہ دوسری قسم کو اور اسی طرح تیسری قسم کے بجوؤں کو جعار کہتے ہیں اور اس قسم کے نام بہت ہیں مثلاً ابن عرس' ابن آدمی' لیکن چیونٹی کے لئے اس قسم کے نام کا ذکر یہاں نہیں چل رہا ہے کیونکہ شخصی اور امتیازی نام کا ذکر ہے۔ اس کے باوجود اگر ان کی بات درست مان لی جائے تو یہ احتمال ہے کہ تورات یا زبور یا دوسرے آسمانی صحیفوں میں اس چیونٹی کا ذکر آیا اور وہاں اسے اس نام سے ذکر کیا گیا ہو۔ جس سے یہ مشہور ہوگئی اور دیگر نبیوں کو اس کا علم ہو گیا۔

چیونٹی کا ایمان

اور اس کا خاص نام اس کے بات کرنے اور اس کے ایمان کی بناء پر رکھا گیا ہے اور جو ہم نے ایمان کی بات کی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ''**وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ**'' ہے۔ جس کو چیونٹی کی طرف سے نقل کیا گیا ہے کہ اس چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو آگاہ کر کے کہا تھا کہ تم اپنی بلوں مین گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اُن کا لشکر بے خبری میں تم کو مسل ڈالے۔ یعنی سلیمانؑ کے عدل وانصاف اور اُن کے لشکر کی شرافت کا تقاضا تو یہی ہے کہ چیونٹی بلکہ اس سے بھی کمتر کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچائیں مگر چونکہ ان کو اس کا احساس نہ ہو سکے گا اور تمہارا خاتمہ ہو جائے گا ایسا کرنا ان کی طرف سے جان بوجھ کر نہیں بلکہ لاشعوری میں ہوگا اور چیونٹی کی اس بات سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تبسم فرمانا خوشی کا تبسم تھا۔ اسی وجہ سے اس کی تاکید ''ضَاحِكًا'' سے کی گئی ورنہ تبسم کبھی مسرت کی بنیاد پر' کبھی غصہ میں' کبھی مذاق اڑانے کے لئے ہوتا ہے اور جس تبسم اور مسکراہٹ میں خوشی کا اظہار ہو وہ تبسم ''ضحک'' کہلاتا ہے اور کوئی نبی کسی دنیاوی چیز سے کبھی خوش نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ صرف دینی امور سے خوش ہوتا ہے اور چیونٹی کا قول ''**وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ**'' دین اور عدل وانصاف کی غمازی کر رہا ہے جس سے اس چیونٹی کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

نملة کے لئے جھاڑ پھونک کا عمل

ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاء بنت عبداللہ سے فرمایا کہ حفصہ "نملة" کی جھاڑ پھونک بھی سکھادو جس طرح اس کو تعویذ لکھنا تم نے سکھادیا ہے"۔

"نملة" پہلو میں نکلنے والی پھنسیوں کو کہتے ہیں اور اس کے جھاڑ پھونک کے لئے عورتیں اس وقت کچھ الفاظ پڑھا کرتی تھیں جنہیں ہر سننے والا جانتا تھا کہ اس جملہ سے کوئی نفع نقصان نہیں ہوسکتا اور وہ الفاظ یہ تھے:۔

" العروس تحتفل و تختضب و تكتحل و كُلِّ شئي تفتعل غير ان لا تعصى الرجل ".

حضورؐ نے یہ الفاظ سماعت فرما کر اُن سے جھاڑ پھونک کی اجازت بھی دی ہے۔

ایک اور عمل

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے بعض حفاظ ائمہ کی تحریر کتابوں میں پڑھی ہے کہ "نملہ" پھنسی کی جھاڑ پھونک کا طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی تین دن تک مسلسل روزہ رکھے۔ پھر روزانہ صبح صبح سورج نکلتے وقت یہ الفاظ کہہ کر جھاڑے:۔

"اقسطری وانبرجی فقد نوه بنوه بريطش ديبقت اشف ايها الجرب بالف لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم".

اور ہاتھ میں کوئی خوشبودار تیل لے کر پھنسیوں پر مل دیا کرے اور یہ منتر پڑھنے کے بعد تیل ملنے سے پہلے پھنسیوں پر تھتکار دے"۔

دار قطنی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے:۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چیونٹی کو مت مارو۔ اس لئے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی گردن کے بل اپنے پیروں کو اٹھا کر کہہ رہی ہے۔ "اے اللہ! ہم تیرے احسان سے مستغنی نہیں رہ سکتے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے گناہ گار بندوں کے گناہوں کی وجہ سے سزا نہ دیجئو۔ ہمارے لئے بارش برسا کر اس سے درخت اُگا دیجئو اور ہمیں اس کے پھل سے رزق مہیا کیجئو"۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ دیکھ کر اپنی قوم سے فرمایا کہ اے لوگو! واپس چلو تمہارا مطلب حل ہوگیا اور دوسروں کی بدولت اب تم کو بارش مل جائے گی۔

چیونٹیوں کو بھگانے کے لئے مجرب عمل

احنف بن قیس کی باندی حبیبہ کا بیان ہے کہ ایک دن احنف نے ان کو دیکھا کہ ایک چیونٹی کو مار رہی ہیں تو انہوں نے کہا کہ چیونٹیوں کو مت مارو اور ایک کرسی منگوائی اُس پر بیٹھے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد یہ پڑھا:

"انى احرج عليكن الا خرجتن من دارى فانى اكره ان تقتلن فى دارى".

لہٰذا وہ تمام چیونٹیاں وہاں سے نکل گئیں اور اس دن کے بعد وہاں کوئی چیونٹی نظر نہ آئی۔

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی اپنے والد کو اسی طرح چیونٹیوں کو بھگاتے دیکھا۔ وہ وضو کر کے کرسی پر بیٹھ کر اسی طرح کہہ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے کالے چیونٹے وہاں سے بھاگ جاتے۔ پھر کبھی وہاں نظر نہیں آتے تھے۔

ایک اور عمل

علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کی تحریروں میں چیونٹیوں کو بھگانے کے لئے یہ عمل پڑھا ہے کہ ایک صاف برتن میں مندرجہ ذیل ناموں کو لکھ کر پانی سے دھولیا جائے اور وہ پانی گھر میں چھڑک دیا جائے چیونٹیاں چلی جائیں گی اور پتہ بھی نہ چلے گا۔ وہ اسماء یہ ہیں:۔

" الحمد اللّٰہ با ھیا شر اھیا سا ریکم باھیا شر اھیا.

ایک دوسرا عمل

اور ایک جگہ یوں لکھا ہے کہ چار ٹھکیریوں پر مندرجہ ذیل آیات کو لکھ کر اس گھر کے چاروں گوشوں میں رکھ دیا جائے جس میں چیونٹیاں ہیں تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی یا مرجائیں گی آیات یہ ہیں:۔

"وَاِذقَالَتْ طَآئِفَة" مِّنهُمْ یٰآَهْلَ یَثْرِبَ لاَ مُقَامَ لَکُمْ فَارْ جِعُوْا. لاَ تَسْکُنُوْ افِیْ مَنْزِ لنا فَتُفْسِدُ وْا. وَاللّٰهُ لاَ یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفسِدِیْنَ. اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خرَجُوْامِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوف" حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا فَمَاتُوْا کَذٰلِکَ یَمُوْتَ النَّمَلُ مِنْ هٰذاالْمَکَانِ وَیَذْهَبُ بِقُدْرَةِ اللّٰهِ".

ایک اور مجرب عمل

بکری کی ہڈی پر نیچے لکھے ہوئے کلمات لکھ کر چیونٹیوں کے بلوں پر رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں بھاگ جائیں گی۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

"ق و ل ہ ا ل ح ق و ل ہ ا ل م ل ک اللّٰہ اللّٰہ وَمَالَنَا اَنْ لَّانَتَوَ کَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقد هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَااٰذَیْتُمُوْ نَا وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَ کَّلِ الْمُتَوَ کِّلُوْنَ. قَالَتْ نَمْلَة" یٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْ امَسٰکِنَکُمْ لاَ یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَجُنُوْ دُهٗ و. هُمْ لاَ یَشْعُرُوْنَ. اھیا شر اھیا أدو نائی اَل شدائی ا ح،ل ایّھا النمل من ھذا المکان بحق ھذہٖ الا سماء وبألف لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم. ف ق ج م م ت.

میٹھی چیزوں کو چیونٹیوں سے محفوظ رکھنے کا عمل

یہ بھی مجرب ہے کہ شہد یا مٹھائی یا شکر یا اس قسم کی میٹھی چیزیں جس برتن میں موجود ہوں اس برتن کے منہ پر یہ پڑھ کر ہاتھ پھیر دو تو چیونٹیاں اس کے قریب نہیں جائیں گی۔ بارہا اس کو آزمایا جاچکا ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جاچکا ہے۔ عمل یہ ہے کہ کہو:۔

ھذا لوکیل القاضی یا ھذا لرسول القاضی یا ھذا لغلام القاضی".

حکم شرعی

چیونٹی جس چیز کو اپنے منہ میں یا ہاتھوں میں لئے ہوئے ہو اس کا کھانا مکروہ ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔"نھی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یوکل ما حملتہ النمل بفیھا وقوائمھا "۔اور رافعی نے چیونٹوں کے بیچنے میں ابوالحسن عبادی کا ایک قول یہ لکھا ہے کہ چیونٹیاں بیچنا "سکر مکرم" اور "نصیب" (یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں) میں جائز ہے۔ کیونکہ عسکر مکرم میں ان سے نشہ آور چیزوں کا علاج ہوتا ہے اور نصیب میں ان سے ٹڈیاں بھگائی جاتی ہیں۔

سیرت ابن ہشام میں غزوۂ حنین کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ حضرت جبیرؓ بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں نے قوم کی شکست سے پہلے جبکہ

لوگ قتال میں مصروف تھے' کالے اور بہترین نسل کے گھوڑوں کے مانند آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ ہمارے درمیان اور قوم کے درمیان اتر گئے۔ پھر دیکھا تو وہ کالے چیونٹیوں کی شکل میں پھیل چکے تھے۔ یہاں تک کہ میدان اُن سے بھر گیا۔ میں نے یقین کرلیا کہ یہ فرشتے ہیں اور اب کافروں کی شکست لازمی ہے۔

طبی خواص

چیونٹی کے انڈوں کو لے کر اگر سکھالیا جائے اور اسے کسی جگہ لگایا جائے تو اس جگہ بال نہیں اگیں گے۔ اور اگر ان انڈوں کو کسی قوم کے درمیان جو اکٹھی ہو پھینک دیا جائے تو وہ تتر بتر ہوکر بھاگ جائیں گے۔ اور اگر کسی کو یہ انڈے ایک درہم کے برابر کسی چیز میں ملاکر پلا دیئے جائیں تو اپنے نچلے حصے پر قابو نہ پاسکے اور اس سے برابر گوز نکلتی رہے۔

چیونٹیوں کو بھگانے اور مارنے کی دوا

اور اگر چیونٹی کی سوراخ پر گائے کا گوبر رکھ دیا جائے تو وہ اسے نہ کھول سکے بلکہ وہاں سے بھاگ جائے یہی کام بلی کا پاخانہ بھی کرے گا اور اگر چیونٹی کے بل پر مقناطیس رکھ دیا جائے تو چیونٹیاں مرجائیں گی اور اگر زیرہ پیس کر چیونٹیوں کے بل میں ڈال دیا جائے تو چیونٹیاں نہ نکل سکیں گی۔ اسی طرح سیاہ زیرہ بھی کام کرتا ہے۔

اگر چیونٹیوں کے بل میں آب سنداب (بدبودار پودے کا پانی) ڈال دیا جائے تو مرجائیں گی۔ اگر کسی گھر میں چھڑک دیا جائے تو وہاں سے پسو بھاگ جائیں گے۔ اسی طرح مچھروں کو بھگانے کے لئے آب سماق (ترش پھل والے درخت کا پانی) کارآمد ہے۔ اگر چیونٹیوں کے بل میں ذراسا تارکول ٹپکا دیا جائے تو چیونٹیاں ختم ہوجائیں گی۔ اسی طرح گندھک پیس کر بل میں ڈالنے سے بھی چیونٹیاں مرجاتی ہیں۔ اگر حائضہ عورت کے حیض کے کپڑے کو کسی چیز کے پاس لٹکا دیا جائے تو وہاں چیونٹیاں نہیں جائیں گی۔

ایک اہم فائدہ

اگر سات بڑے چیونٹوں کو پکڑ کر روغن پارہ سے بھری ہوئی شیشی میں ڈال کر اور اس کا ڈھکن بند کر کے کوڑی میں ایک رات اور ایک دن تک گاڑ دیں۔ پھر اس کو نکال لیں اور تیل صاف کر کے اُسے ذکر کے اوپر ملیں تو قوتِ باہ میں ہیجان پیدا ہو اور شہوت بڑھ جائے اور دیر تک امساک کرنا آسان ہوجائے۔

تعبیر

خواب میں چیونٹیاں دیکھنا کمزور' حریص لوگوں کی علامت ہے۔ نیز چیونٹیاں دیکھنا لشکر اور اولاد کی بھی نشانی ہے۔ نیز اس سے زندگی پر بھی دلالت ہوتی ہے۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں کسی گاؤں یا کسی شہر میں داخل ہوگئی ہیں تو لشکر آنے کی پیشین گوئی ہے۔ اگر کوئی شخص چیونٹیوں کی بات سنے تو وہ مال و دولت حاصل کرے گا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں وزنی بوجھ لادلاد کر اُس کے گھر میں آرہی ہیں تو اسے خوب دولت حاصل ہوگی۔

اگر کسی نے اپنے بستر پر چیونٹیاں دیکھیں تو اس کی اولاد کثرت سے ہوگی۔ اگر کسی نے دیکھا کہ چیونٹیاں کسی مکان سے اُڑ کر جارہی ہیں تو اگر اس جگہ کوئی مریض ہے تو اس کا انتقال ہوجائے گا یا وہاں سے کچھ لوگ سفر کر کے کہیں اور چلے جائیں گے اور ان کو تکلیف پہنچے گی۔ اگر کسی مریض نے دیکھا کہ اس کے بدن پر جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہیں تو وہ مرجائے گا۔ کیونکہ چیونٹی زمین میں رہنے والی مخلوق ہے جس کا مزاج سرد ہے اور جاماسب نے کہا ہے کہ جس نے دیکھا کہ چیونٹیاں اس کے مکان سے نکل رہی ہیں تو اسے غم لاحق ہوگا۔ واللہ اعلم

النهار

(سرخاب کا بچہ) اور بطلیموسی نے اپنی کتاب ''شرح ادب الکاتب'' میں لکھا ہے کہ اہلِ لغت کا نہار کے معنی میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ بھٹ تیتر کے بچے کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ نراُلو کو کہتے ہیں۔ کسی نے کہا نر سرخاب ہے اور مادہ کو لیل کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ سرخاب کا بچہ ہے۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ یہی قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔

النهّاس

(نون مشدد کے ساتھ) اس سے مراد شیر ہے۔

النهس

(ایک قسم پرندہ) النہس: لٹورے کے مشابہ ایک پرندہ ہوتا ہے لیکن وہ لٹورے کی طرح رنگین نہیں ہوتا۔ اپنی دُم ہر وقت ہلاتا رہتا ہے۔ چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ مگر ابن سیدہ کا کہنا کہ نھس لٹورے ہی کی ایک نوع ہے اور اس کو نھس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ گوشت نوچ کر کھاتا ہے۔

مسند احمد اور معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے ایک روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

''میں نے حضرت شرجیل بن سعد کو دیکھا کہ انہوں نے ''اسواق'' میں ایک نہس کا شکار کیا پھر اُسے اپنے ہاتھ میں پکڑ کر چھوڑ دیا''۔

اسواق حرمِ مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے اور امام دمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اس لئے چھوڑ دیا کہ حرم مکہ کی طرح حرمِ مدینہ کا شکار بھی حرام ہے۔

شرعی حکم

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اس کا کھانا حرام ہے جیسے دوسرے درندے حرام ہیں کیونکہ یہ بھی (درندوں کی طرح) نوچ کر گوشت کھاتا ہے۔

النُّهَام

(ایک قسم کا پرندہ) سہیلی نے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے قصہ میں اس پرندے کا ذکر کیا ہے۔

النَّهْسَرُ

بعض نے کہا ہے کہ نہسر بھیڑیئے کو کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں نے خرگوش کے بچے کو بھی کہا ہے کسی نے بجو (کفتار) کو بھی بتایا ہے۔

النّواح

(قمری کے مثل ایک پرندہ) قمری اور اس کے احوال تقریباً برابر ہیں مگر یہ قمری سے گرم مزاج ہوتا ہے اور اس کی آواز قمری سے دھیمی ہوتی ہے اور یہ بالکل ایسا ہے گویا خوش الحان سریلی آوازوں والوں کے پرندوں کا بادشاہ ہو۔ یہ اپنی آواز سے تمام پرندوں کو بولنے پر مجبور کر دیتا ہے کیونکہ اس کی آواز نہایت سریلی اور نہایت خوش لہجہ ہے۔ تمام پرندے اس کی آواز سننا پسند کرتے ہیں اور یہ اپنی ہی آواز سے مست ہو جاتا ہے۔

النوبَ

(شہد کی مکھیاں) شہد کی مکھیوں کا تفصیلی بیان چند صفحات پہلے گزر چکا ہے۔ اس لفظ کا کوئی واحد نہیں ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا واحد نائب ہے۔

النورس

(کبوتر کے مشابہ ایک آبی پرندہ) زمج الماء کے نام سے اس کا ذکر آ چکا ہے۔ مچھلیاں اس کی خوراک ہیں مگر پانی کے اوپر فضاء سے پانی میں غوطہ لگا کر شکار کرتا ہے۔

النوصَ

(نون کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد جنگلی گدھا ہے (حمار الوحشی)

النونَ

اس سے مراد مچھلی ہے اس کی جمع کے لئے نینان انوان کے الفاظ مستعمل ہیں جیسے حوت کی جمع حیتان اور احوات آتی ہے اس کا تفصیلی حوت کے تحت ذکر گزر چکا ہے۔ یہاں دوسری چند باتیں نقل کی جاتی ہیں۔ مسلم شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ جنتیوں کو جنت میں سب سے پہلے کیا کھانے کو ملے گا؟

آپؐ نے فرمایا مچھلی کے کلیجہ کا ٹکڑا۔

حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ:۔

''انہوں نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا لکھ! قلم نے کہا کیا لکھوں؟ ارشاد ہوا ''قدر'' (تقدیر) لکھ! تو قلم نے اُس دن سے قیامت تک پیش آنے والے تمام حالات اور تمام چیزیں لکھ دیں' اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور پانی سے بھاپ اُٹھی اور اس سے آسمان بن کر ظاہر ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو پیدا فرمایا اور زمین کو اس پر بچھا دیا گیا زمین مچھلی کی پیٹھ پر تھی' مچھلی نے کروٹ بدلنا چاہی تو زمین ہلنے لگی۔ لہٰذا پہاڑوں کو پیدا کیا گیا اور پھر یہ پہاڑ زمین پر غالب ہیں (جس

سے زمین نہیں ہلتی)۔

اور کعب احبار کہتے ہیں کہ ابلیس جلدی سے اس مچھلی کے پاس پہنچا جس کی پیٹھ پر پوری زمین رکھی ہے اُس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اے لوتیاء (مچھلی کا نام) تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ تیری پیٹھ پر کتنے لوگ اور کتنے جانور درخت اور پہاڑ وغیرہ ہیں۔ اگر تُو ان سب کو جھاڑ کر اپنی پیٹھ سے گرادے تو تجھے آرام مل جائے۔ لوتیاء نے جیسے ہی یہ ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت اس کے پاس ایک کیڑا بھیج دیا جو اس کی ناک میں داخل ہو کر اس کے دماغ تک پہنچ گیا۔ مچھلی اس کی (شدتِ تکلیف سے) اللہ سے گریہ وزاری کرنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیڑے کو نکال دیا۔ کعب کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مچھلی اس کیڑے کو اور وہ کیڑا اس مچھلی کو برابر دیکھتے رہے اگر مچھلی پھر اس حرکت کا ارادہ کرے تو پھر کیڑا اسی طرح اس کے دماغ میں داخل ہو جائے گا جیسے کہ پہلے داخل ہوا تھا۔

اور مسند دارمی کی روایت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔ پھر آپؐ نے یہ آیت ''اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا'' تلاوت فرمائی کہ اللہ کے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ سے صرف علماء ربانی ڈرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے تمام آسمان وزمین کی مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں خشکی میں اور مچھلیاں سمندر میں اس عالم کے لئے دعائے خیر کرتی رہتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی ترغیب دیتا ہے اور لوگوں کو خیر کی بات بتاتا ہے۔

بیہقی کی روایت میں نون کا تذکرہ یوں ہے:۔

حضرت خولہ بنت قیس زوجہ حمزہ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے دونوں کہتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے قرض دار کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے لئے جاتا ہے اس کے لئے زمین کی مخلوقات پانی کی مچھلیاں رحمت کی دعائیں کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک درخت لگاتے ہیں اور جو قرضدار اپنے قرض خواہ کے حق کی ادائیگی سے قدرت کے باوجود ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔ اللہ اس کے نامۂ اعمال؛ میں ہر دن ایک گناہ لکھتے رہتے ہیں۔

جمعہ کے دن احترام نہ کرنے کا انجام

اور دینوریؒ نے ''المجالسہ'' کے چھٹے حصے کے شروع ہی میں امام اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بتایا کہ ہمارے یہاں ایک شکاری تھا جو مچھلیوں کا شکار کیا کرتا تھا اور روزانہ شکار کے لئے جایا کرتا تھا۔ جمعہ کے دن بھی جمعہ کا احترم اس کے لئے شکار سے مانع نہیں بنتا تھا لہٰذا ایک دن وہ اپنے خچر سمیت زمین میں دھنس گیا۔ لوگ اسے دیکھنے کے لئے نکلے تو خچر بھی زمین میں دھنستا ہوا چلا جارہا تھا اور خچر کے کانوں اور دُم کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آرہی تھی اور اس کے بعد وہ بھی زیرزمین ہو گیا۔

کمزور پر ظلم کا انجام

اور مذکورہ کتاب میں بیسویں حصہ کے شروع میں زید بن اسلم سے روایت کی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کا داہنا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہوا تھا اچانک وہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ جو میرا حال دیکھ رہا ہو وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ میں نے پوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے؟ کہنے لگا کہ ایک مرتبہ میں ساحل سمندر پر جارہا تھا کہ میں ایک حبشی کے پاس سے گزرا جس نے سات مچھلیاں شکار کر رکھی تھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ ایک مچھلی مجھے دیدے۔ اس نے دینے سے انکار کیا۔ میں نے اس سے ایک مچھلی زبردستی لے لی۔ اسے ناگوار ہوا مچھلی جو زندہ تھی میری طرف بڑھی اور اس نے میرے ہاتھ کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے معمولی سی خراش پیدا ہو گئی۔ اس

سے مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ میں وہ مچھلی لے کر اپنے گھر پہنچا گھر والوں نے مچھلی پکائی اور ہم سب نے مل کر اسے کھایا۔

اس کے بعد میرے انگوٹھے میں کیڑے پڑ گئے اور تمام ڈاکٹروں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ میں اس انگوٹھے کو کٹوا دوں۔ چنانچہ میں نے اُسے کٹوا دیا۔ پھر اس کا علاج کرایا گیا اور مجھے خیال ہوا کہ میں ٹھیک ہو گیا۔ لیکن چند دنوں کے بعد میری ہتھیلی میں کیڑے پڑ گئے اور پھر اس کو کٹوا دیا۔ پھر آگے بڑھ کر کلائی میں پھر بازو میں یہاں تک کہ یہ حشر ہوا۔ لہٰذا جو میرا حال دیکھ رہا ہو اُسے چاہیے کہ کسی پر ظلم کرنے سے بچے۔

ذولنون (مچھلی والے) اللہ کے نبی یونس بن متی علیہ الصلوٰۃ کا لقب ہے کیونکہ انہیں مچھلی نے نگل لیا تھا۔

امام ترمذیؒ نے مستجاب الدعوۃ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا ہے کہ میں تم کو ایک ایسی دعا بتاتا ہوں جو مصیبت زدہ بھی اسے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر دے گا اور جو مسلمان بندہ بھی اس سے دعا کرے گا اس کی دعا مقبول ہوگی۔ وہ میرے بھائی حضرت یونس علیہ السلام کی دُعا ہے:۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ"

اور "**فَنَادٰی فِی الظُّلُمَات**" کی تفسیر میں ظلموں (تاریکیوں) سے مراد رات کی تاریکی، پھر مچھلی کے پیٹ کی اور پھر سمندر کی تاریکی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس مچھلی کی تاریکی جس کو دوسری مچھلی نے نگل لیا تھا۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کتنی مدت تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا سات گھڑی، بعض نے کہا تین دن، بعض نے سات دن، بعض نے دو دہ دن اور سہیلی کا قول ہے کہ چالیس دن تک آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس مچھلی کے پیٹ میں دریا کے پانی کے مثل تیرتے رہتے تھے اور امام احمدؒ نے کتاب الزہد میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے امام شعبیؒ سے کہا کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک رہے ہیں تو شعبیؒ نے کہا کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں دن کے صرف معمولی وقت تک رہے۔ دوپہر سے کچھ پہلے مچھلی نے آپ کو نگلا تھا اور عصر کے بعد غروب شمس کے قریب مچھلی کو جمائی آئی، یونس علیہ السلام کو سورج کی روشنی نظر آئی۔ پھر انہوں نے **لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** پڑھا۔ چنانچہ مچھلی نے آپ کو اُگل دیا اور حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ کی گرمی کی وجہ سے گل کر انڈے سے نکلنے والے چوزے کی طرح ہو گئے۔ اس شخص نے شعبیؒ سے کہا کہ آپ قدرتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں قدرتِ الٰہی کا بالکل انکار نہیں کرتا۔ اللہ چاہے تو مچھلی کے پیٹ میں بازار بھی لگا سکتا ہے۔

بزاز نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے:۔

"وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں قید کرنے کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ ان کے گوشت کو نہ کھائے اور ان کی ہڈی نہ توڑے۔ چنانچہ مچھلی نے یونس کو نگل لیا۔ پھر سمندر میں اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوئی۔ جب سمندر کی تہہ میں پہنچ گئی تو یونسؑ نے کچھ آہٹ سنی۔ دل میں سوچا کہ یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ملا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ کے اندر تھے کہ یہ سمندر کی مخلوقات کی تسبیح ہے۔ یہ سُن کر حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی پاکی بیان کی۔ فرشتوں نے یونسؑ کی تسبیح سُنی تو انہوں نے کہا اے پروردگار! ہم دور دراز سرزمین میں ایک نہایت پست آواز سن رہے ہیں یہ کیا ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ وہ میرا بندہ یونسؑ ہے میں نے اسے مچھلی کے پیٹ میں سمندر کے اندر قید کر دیا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ وہ تو نیک بندہ ہے روزانہ اس کی طرف سے آپ کی خدمت میں عملِ صالح آتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا بے شک۔ اسی وقت

فرشتوں نے یونسؑ کے لئے سفارش کی۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا تو اس نے یونس کو ساحل پر ڈال دیا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالے ہے۔ ''ہم نے یونس کو ایک کھلے میدان میں بیمار کے حال میں ڈال دیا''۔

اور روایت ہے کہ مچھلی ان کو پورے سمندر میں لئے پھرتی رہی یہاں تک کہ لا کر موصل کے کنارے نصیبین میں ان کو ڈال دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو عراء میں یعنی ایسے بے آب وگیاہ اور چٹیل میدان میں ڈال دیا جو درختوں پہاڑوں وغیرہ سے خالی تھا اور وہ ایسے ہی بیمار کی طرح تھے جیسے گوشت کے لوتھڑے میں جان پڑنے کے بعد بچہ ہوتا ہے جبکہ اس کے اعضاء اچھی طرح واضح نہ ہوں۔ الا یہ کہ حضرت یونسؑ کے اعضاء میں سے کسی عضو کا نقصان نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک کدو کی بیل کا سایہ پہنچا دیا اور ایک پہاڑی بکری صبح شام آ کر اُن کو دودھ پلا جایا کرتی تھی۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ نہیں بلکہ اسی کدو کی بیل سے ان کو غذا ملتی تھی۔ یعنی اسی سے رنگ برنگ کے کھانے اور قسم قسم کی من پسند چیزیں ان کو ملا کرتی تھیں۔

اور وہاں یونسؑ کے اور کدو کی بیل اگانے میں مصلحت یہ تھی کہ اس کی خاصیت یہ ہے کہ مکھیاں اس کے پاس نہیں جاتیں۔ جس طرح اُس کے پتوں کا عرق اگر کسی جگہ چھڑک دیا جائے تو وہاں بھی مکھیاں نہیں جاتیں۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام اس کدو کی بیل کے نیچے تاصحت قیام پذیر رہے اور آپ کا بدن درست ہو گیا۔ کیونکہ اس بیل کے پتے اس شخص کے لئے بہت مفید ہیں جس کے بدن سے یونس علیہ السلام کی طرح کھال نکل کر گوشت ظاہر ہو جائے۔

اور روایت ہے کہ اس موقعہ پر ایک دن حضرت یونسؑ سوئے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے اس بیل کو خشک کر دیا یا بعض کے قول کے مطابق دیمک کو بھیج دیا جس نے بیل کی جڑیں کاٹ دیں۔ یونسؑ بیدار ہوئے تو سورج کی گرمی محسوس ہوئی اور اس کی تاب نہ لا سکے لہٰذا گھبرا کر اظہارِ رنج وغم کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے یونسؑ ایک بیل کے سوکھنے پر تو اظہارِ غم کرتے ہو اور لاکھوں انسانوں کی موت پر اظہارِ غم نہیں کرتے جنہوں نے توبہ کی تھی اور اُن کی توبہ قبول بھی ہو گئی تھی''۔

دینوری نے ''مجالس'' میں ایک قصہ نقل کیا ہے اور ابو عمر بن عبدالبر نے ''تمہید'' میں نقل کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس ایک خط لکھا جس میں درج ذیل سوالات پوچھے:۔

(۱) افضل الکلام کون سا ہے اور اس کے بعد دوسرا' تیسرا' چوتھا اور پانچواں کون سا ہے؟

(۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ ترین بندہ کون ہے اور بزرگ ترین بندی کون ہے؟

(۳) وہ چار نفوس کون ہیں جو ہیں تو ذی روح لیکن انہوں نے اپنی ماؤں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے۔

(۴) وہ کون سی قبر ہے جو صاحبِ قبر کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی ہے۔

(۵) مجرۃ۔ آمد ورفت کی جگہ کیا ہے۔

(۶) قوس یعنی دھنک (کمان) کیا چیز ہے؟

(۷) وہ کون سی جگہ ہے جہاں آفتاب صرف ایک بار طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس سے پہلے طلوع ہوا ہے نہ کبھی اس کے بعد طلوع ہوگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو ذلیل کرے ہم کو ان باتوں کا کیا علم؟ آپ کو کسی نے مشورہ دیا کہ آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس خط لکھ کر معلوم کر لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس خط لکھا تو وہاں سے یہ جواب ملا۔

(۱) افضل الکلام ''کلمہ اخلاص لا الہ الا اللہ'' ہے اس کے بغیر کوئی عمل نیک مقبول نہیں ہوتا اور دوسرے نمبر پر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ہے جو اللہ کی رحمت لانے میں معین ہے اور تیسرے نمبر پر کلمہ شکر'' الحمد للّٰہ '' ہے اور چوتھے نمبر پر'' اللّٰہ اکبر ''اللہ اکبر'' اور پانچویں نمبر پر''لاَ حوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' ہے۔

(۲) اللہ عزوجل کے نزدیک بزرگ ترین بندہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے وجود بخشا اور پھر ان کو کچھ چیزوں کا علم سکھایا اور بزرگ ترین بندی حضرت مریم علیہ السلام ہیں جنہوں نے اپنی عصمت محفوظ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے شکم میں اپنی پیدا کردہ روح پھونک دی۔

(۳) وہ چار نفوس جنہوں نے اپنی ماں کے پیٹ میں پیر نہیں پھیلائے یہ ہیں:۔

۱۔حضرت آدم علیہ السلام ۲۔حضرت حوا علیہ السلام ۳۔ناقۂ حضرت صالح علیہ السلام ۴۔وہ مینڈھا جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا۔

(۴) وہ قبر مچھلی ہے جو یونس کو اپنے شکم میں لئے دریا میں گھومتی پھرتی تھی۔

(۵) وہ باب السماء آسمان کا دروازہ ہے۔

(۶) قوس یعنی دھنک قوم نوحؑ کے غرق ہونے کے بعد اہل زمین کے لئے امان کی نشانی تھی۔

(۷) وہ جگہ بحر قلزم کا وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا سے پار ہونے کے لئے خشک کر دیا تھا اور فرعون اور آل فرعون کو غرقاب کرنے کے لئے بنا دیا تھا۔

جب یہ خط حضرت معاویہؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے یہ خط شاہِ روم کو بھیج دیا۔اس نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ امیر معاویہؓ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے۔البتہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل بیت میں سے ایک شخص اب بھی موجود ہے جس نے اس کے صحیح صحیح جوابات دیدیئے۔

مچھلی کے خواص وغیرہ ''حوت'' کے تحت بابِ الحاء میں گزر چکے ہیں۔

بابُ الهاء

الهالع

(تیز رفتار شتر مرغ) مونث کو ھالعہ کہتے ہیں۔تفصیل نعام کے ذکر میں آچکی ہے۔

الهامة

(بوم) اُلو: مشہور یہی ہے کہ ھامہ اُلو کو کہتے ہیں جس کو طیر اللیل رات کا پرندہ بھی کہا جاتا ہے۔پہلے گزر چکا ہے کہ نر بوم (الو) کو الصدیٰ اور الصید ح کہتے ہیں۔

اور الو پر ان تمام ناموں کا اطلاق ہوتا ہے۔بوم صدیٰ ہامہ وغیرہ۔اور صدیٰ کے معنی پیاس کے آتے ہیں۔غالباً اس کی وجہ تسمیہ

یہی ہے کہ اہلِ عرب کا عقیدہ ہے کہ یہ پرندہ مقتول کی کھوپڑی سے پیدا ہوتا ہے اور برابر مقتول کے خون کا پیاسا ہوتا ہے اور ''اسقونی اسقونی من دم قاتل'' کہتا رہتا ہے کہ مجھے پلاؤ! مجھے پلاؤ' یہاں تک کہ قاتل سے بدلہ لے لیا جاتا ہے تو چپ ہو جاتا ہے۔ صادی کا اطلاق پیاسے پر ہوتا ہے۔ اہلِ عرب آواز کی بازگشت کو بھی الصدیٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی کو بددعا دینا ہوتا ہے کہ وہ گونگا ہو جائے تو اصم اللّٰہ صداہ بولتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کی آواز کی گشت اس کے کانوں تک واپس نہ کرے۔ صدیٰ کا اطلاق دماغ پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ذہن میں صدیٰ کا تصور آتا ہے۔ اس وجہ سے دماغ کو ہامہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ دماغ الصدیٰ الو کے سر کے مشابہ ہوتا ہے اور چونکہ الو کا سر بڑا ہوتا ہے آنکھیں کشادہ ہوتی ہیں اور یہ انسان کے سر سے یک گونہ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کے سر کو بھی الو کا نام ''ھامہ'' دے دیا گیا ہے اور الو کو ھامہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ھامہ کا مادہ اشتقاق ھَیْم ہے۔ اور ھَیم اس بیماری کا نام ہے جس میں اونٹ کو پانی پلاتے ہیں مگر وہ سیراب نہیں ہوتا ہے۔ اس معنی میں '' فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْھِیْمِ '' جہنمیوں کے حالات بیان کرنے میں قرآن میں استعمال کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ھامہ کے سر کو انسان کے سر سے مشابہت کی بناء پر ھامہ کہہ دیا گیا ہو۔ بعض لوگوں نے (الو) کو مصاص (چوسنے والا) کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کبوتر کا خون چوستا ہے لہٰذا اس مناسبت سے یہ نام پڑ گیا اور بعض الوؤں کو عربی میں ''بومۃ'' بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ یہی لفظ بولتے ہیں اور بعض ''قُوْقْ'' کا لفظ بولاتے ہیں لہٰذا ان کو ''قومة'' کہتے ہیں ام قویق اس کی مادہ کو کہتے ہیں۔ یہ تمام الوؤں ہی کی قسمیں ہیں۔

اُلو سے بدفالی کی ممانعت

مسلم شریف کی روایت ہے کہ ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صفراء اور ھامہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے''۔

اس کی دو تاویلیں ہیں (۱) ھامہ سے مراد (الو) مشہور پرندہ لیا جائے تو ممانعت یہاں پر الو سے بدفالی لینے کی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ بوم (الو) کسی کے گھر پر گرا تو خود گھر کے مالک یا اس کے کسی رشتہ دار کی موت کی خبر دیتا تھا۔ یہ تفسیر امام مالک بن انسؒ کی ہے۔
(۲) دوسری تفسیر اس حدیث کی یہ ہے کہ اہلِ عرب کا اعتقاد تھا کہ اس مقتول کی روح جس کے خون کا بدلہ نہ لیا گیا ہو اُلو بن کر اس کی قبر کے پاس چلاتی رہتی تھی اور ''اسقونی! اسقونی! من دم قاتلی'' کہا کرتی تھی جب اس کے خون کا بدلہ لے لیا جاتا تو اُڑ جاتی تھی۔ اور بعض کا خیال ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ مردہ کی ہڈی یا اُس کی روح ھامۃ (الو) بن جاتی تھی۔ اسی کو یہ لوگ صدیٰ کہا کرتے تھے اور اسی تفسیر کو اکثر علماء نے اس حدیث میں مراد لیا ہے لیکن ممکن ہے کہ دونوں تفسیریں مراد ہوں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے منع کیا ہو۔ کیونکہ آپؐ کا کلام جامع ہوتا تھا۔

حضرت سلیمان کا الو سے سوال و جواب

ابونعیم نے ''حلیہ'' میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہاں حضرت کعبؓ احبار بھی موجود تھے۔ کعب نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا اے امیر المومنین! کیا میں آپ کو ایک نہایت عجیب قصہ نہ سناؤں جو میں نے انبیاء کے حالات کی کتاب میں پڑھا ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس ایک الو (ھامہ) آیا اور آ کر کہا السلام علیک یا نبی اللہ! حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا

وعلیک السلام یاھامتہ'' پھر حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا کہ اچھا مجھے بتا کہ تُو دانے کیونکر نہیں کھاتا؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت آدم کو اسی وجہ سے جنت سے نکالا گیا۔ پوچھا کہ اچھا تُو پانی کیوں نہیں پیتا۔ اُلو نے کہا کہ اس میں قوم نوح ڈوب کر ہلاک ہوئی تھی اس لئے میں پانی نہیں پیتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تُو نے آبادی کو کیوں خیر باد کہہ دیا اور ویرانہ میں رہنا تُو نے کیوں پسند کیا؟ اس نے کہا کہ ویرانہ اللہ کی میراث ہے میں اللہ کی میراث میں رہتا ہوں جیسا کہ قرآن کی آیت ہے:

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ "

''اور ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھیں سو (دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں) کہ ان کے بعد آبادی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخر کار ان کے سب سامانوں کے ہم ہی وارث ہوئے۔'' (القصص آیت:58)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ جب تُو کسی ویرانہ میں بیٹھتا ہے تو کیا بولتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں۔ وہ لوگ کیا ہوئے جو اس جگہ مزے سے رہتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ جب تُو آبادی سے گزرتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ اُلو نے کہا کہ اس وقت میں یہ کہتا ہوں ''ہلاکت ہو نبی آدم پر ان کو نیند کیسے آجاتی ہے حالانکہ مصائب کے طوفان ان کے سامنے ہیں''۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ تُو دن میں کیوں نہیں نکلتا؟ کہا کہ انسانوں کے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی وجہ سے میں دن میں نہیں نکلتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اچھا مجھے بتا کہ تُو برابر بولتا رہتا ہے اس میں تیرا کیا پیغام ہے؟ اُلو نے کہا میرا پیغام یہ ہوتا ہے ''اے غافل لوگو! زادراہ اور اپنے سفر آخرت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ پاک ہے وہ ذات جس نے نور (روشنی) کو پیدا کیا''۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ پرندوں میں اُلو سے زیادہ انسانوں کا خیر خواہ اور ہمدرد کوئی نہیں ہے اور جاہلوں کے دلوں میں اُلو سے زیادہ کوئی پرندہ برا نہیں ہے۔

اُلو سے متعلق ایک مسئلہ

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر اُلو کے بولنے پر کسی نے کہا کہ کوئی شخص مرجائے گا بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اس جملے کا کہنے والا کفر کی حدود میں داخل ہو جائے گا لیکن دوسرے فقہاء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر اُس نے بدفالی کی نیت سے یہ جملہ کہا ہے تب تو وہ کافر ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

ھامۃ کی جمع ھام اور ھامات آتی ہے۔ میم کی تخفیف کے ساتھ ہے اور تشدید کے ساتھ ھام کی جمع ھوام ہے جس کے معنی سانپ، بچھو وغیرہ کے ہیں بلکہ تمام حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑوں) کو کہتے ہیں اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، جس میں ''ھوام'' کا ذکر ہے۔

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سانپ جنات میں سے بھی ہوتے ہیں لہٰذا اگر تم سے کوئی ان کو دیکھے تو اس کو تین مرتبہ تنگی میں مبتلا کرے ''نہایہ'' میں لکھا ہے کہ تنگی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کہے کہ ''اگر تُو دوبارہ یہاں آیا تو تیرے لئے یہ جگہ تنگ ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر ہم تجھے تلاش کر کے بھگائیں یا ماریں تو ہمیں پھر برا بھلا نہ کہنا''۔

اور بخاری' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے اللہ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ ''**اعیذ کما بکلمات اللّٰہ من کل شیطان وھامة و من کل عین لامة** '' (کہ میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور سانپ' بچھو وغیرہ سے اور ہر قسم کی نظر بد سے) پھر آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے والد حضرت ابراہیمؑ' حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق علیہما السلام کو انہی کلمات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ دیا کرتے تھے''۔

خطابی نے لکھا ہے کہ ھوام' ھامتہ کی جمع ہے اس سے زہریلے جانور مراد ہیں جیسے کہ سانپ بچھو وغیرہ۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

اب یہاں اگر کوئی کہنے لگے کہ اس حدیث میں **ھامه** موجود ہے معلوم ہوا کہ **ھامه** کی کچھ نہ کچھ حقیقت اور اہلِ عرب کا وہ خیال صحیح ہے جبھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ھامتہ سے پناہ مانگی ہے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ھامتہ جس سے اہلِ عرب بدفالی لیا کرتے تھے تخفیف المیم کے ساتھ ہے اور یہاں حدیث میں جس سے پناہ مانگی ہے وہ بتشدید المیم ہے اور اس سے مراد سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور ہیں۔

نیز خطابی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ ھامتہ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اذیت پہنچانے اور تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے۔ **ھَمَّ' یَھَمُّ** سے جس کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ **اعیذ کما من شر کل نَسمَة یَھَمُّ بِالاذی** یعنی ہر اُس چیز کے شر سے اللہ پناہ مطلوب ہے جو گزند پہنچا سکتی ہو۔

بکلمات اللہ التَّامَة قرآن کے غیر مخلوق ہونے کی دلیل

نیز خطابی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ' فرمان نبویؐ' **بکلمات اللّٰہ التامات** '' سے اس بات پر استدلال کیا کرتے تھے کہ قرآن غیر مخلوق ہے کیونکہ **کلمات اللّٰہ التامة** سے مراد قرآن کریم ہے اور حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپؐ کبھی کسی مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے معلوم ہوا کہ قرآن غیر مخلوق ہے ورنہ آپؐ کبھی کسی مخلوق سے پناہ نہیں مانگتے تھے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ:۔

'' **فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا اَوْبِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ** '' میرے سلسلے میں نازل ہوئی ہے' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے فرمایا قریب آ جاؤ' میں قریب ہو گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا قریب آ جاؤ۔ پھر میں اور قریب ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے کعب! تمہارے سر کی جوئیں تم کو تکلیف دیتی ہیں (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں) پھر آپؐ نے مجھے روزہ یا صدقے کا فدیہ یا قربانی کرنے (جو بھی آسان ہو) کا حکم دیا''۔

اس جگہ ھوام سے مراد جوئیں ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نے سو رحمتیں پیدا فرمائیں ہیں' پھر ایک رحمت کو انسان' چوپایوں' جنات اور حشرات الارض میں تقسیم کر دیا۔ جس سے ان میں باہم مہربانی اور رحم دلی کا معاملہ ہے اور اس رحمت کی بناء پر جانور اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں' اور دوسری ننانوے رحمتیں اللہ تعالے نے اس لئے بچا رکھی ہیں کہ ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا''۔

اور ''احیاء'' میں یوم جمعہ کی فضیلت میں لکھا ہے کہ:

''کہا جاتا ہے کہ پرندے اور دیگر جانور جمعہ کے دن ایک دوسرے سے ملتے ہیں' پھر آپس میں سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ سلام سلام یوم صالح (آج کا دن بہت اچھا ہے)۔

سانپ' بچھو وغیرہ سے حفاظت کے لئے

''فردوس الحکمت'' میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں ایک آیت ہے جو اس کو پڑھ لے سانپ' بچھو سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے:۔ ''اِنِّی تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّاھُوَاٰخِذٌ'' بِنَاصِیَتِهَااِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ''

ایک دوسرا عمل

نیز ابن ابی الدنیا ''کتاب الدنیا'' میں رقمطراز ہیں کہ افریقہ کے ایک حکمران نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا جس میں اُس نے حضرت سے سانپ بچھوؤں کی شکایت کی تھی کہ یہاں بہت کثرت سے ہیں اور لوگ بہت پریشان ہیں کیا کیا جائے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے درج ذیل آیت لکھ کر بھیج دی کہ اس کو ہر شخص صبح وشام پڑھا کرے۔

''وَمَالَنَا اَنْ لَّانَتَوَکَّلَ عَلَی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰنَا سُبُلَنَاالایه'' پارہ نمبر ۱۳' سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱۲

ایک سیاح جو سانپ اور درندوں سے نہیں ڈرتا تھا

اور ''کتاب النصائح'' میں ہے کہ ایک سیاح ہر اس خوفناک چیز کے پاس بے خطر چلا جاتا تھا جس سے عموماً مسافر ڈرا کرتے ہیں اور سانپ بچھوؤں سے بالکل اپنی حفاظت نہیں کرتا تھا' نہ درندوں سے ڈرتا تھا۔ لوگوں کو اس عمل سے تعجب ہوا اور انہوں نے اُسے ڈرایا کہ خود فریبی میں مبتلا نہ ہو کہیں کوئی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ کہنے لگا کہ مجھے اپنے معاملہ میں بصیرت اور تجربہ حاصل ہے اور دراصل قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ سوداگر بن کر تجارت کے سفر میں نکلا۔ ایک جگہ دیہاتی لٹیرے رات کو ہمارے اردگرد چکر لگایا کرتے تھے اور تاک میں لگے ہوئے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ جاگتا تھا اور کثرت سے ذکر کیا کرتا تھا۔ میں ایک دیہاتی شخص کے ساتھ جاگ کر پہرہ دے رہا تھا۔ جس کا نام صلاح الدین تھا۔ جب اُس نے میری یہ حالت دیکھی تو مجھ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سو مرتبہ درود پڑھ کر اطمینان سے سو جاؤ۔ میں اسی طرح پڑھ کر سو گیا۔ اچانک ایک شخص مجھے جگانے لگا۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے پوچھا کہ تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ پر رحم کرو اور میری غلطی معاف کرو۔ میں نے کہا کیا ہوا؟

کہنے لگا کہ میرا ہاتھ تمہارے سامان سے چپک گیا ہے۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو دیکھا کہ اس چور نے وہ گٹھڑی پھاڑ رکھی تھی جس پر میں سو رہا تھا اور اس میں ہاتھ ڈال کر کپڑے نکالنا چاہتا تھا۔ مگر اپنا ہاتھ نکال نہ سکا۔ میں نے اپنے سردار کو جگایا اور اسے صورتِ حال سے خبردار کیا۔ پھر اس سے درخواست کی کہ اس کے لئے آپ دُعا کر دیں۔ اس نے کہا کہ تم اس سلسلہ میں دُعا کرنے کے زیادہ حق دار ہو۔ کیونکہ تمہاری ہی وجہ سے یہ اس مصیبت میں پھنسا ہے۔ چنانچہ میں نے دُعا کی اور اُسے اس سے نجات مل گئی اور اس آدمی کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ میری نظروں میں آج بھی وہ ہاتھ ہے جس میں دبنے کی وجہ سے خون کی سیاہی جھلک رہی تھی۔

اور اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود بھیجے اللہ اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کس طرح درود بھیجیں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہو:

''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلِّمْ''

حضرت صدیق اکبرؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنا

نیز روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب غارِ ثور میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ تھے' حضرت ابوبکرؓ غار کے اندر جلدی سے گھس گئے اور اس میں منہ کے بل گر کر لیٹ گئے۔ جب حضور کو پتہ چلا تو آپؐ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے چاہا کہ اگر اس میں کوئی موذی جانور ہو تو اپنی جان فدا کر کے آپ کو بچالوں اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قیمتی چادر تھی اس کو پھاڑ اور پھاڑ کر سوراخوں کو بند کر دیا۔ جب ایک سوراخ بچ گیا اور چادر کے ٹکڑے ختم ہو گئے تو اس پر اپنے پیر کی ایڑی رکھ دی۔ چنانچہ ایک سانپ نے آپؓ کی ایڑی پر کاٹ بھی لیا مگر چونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود مبارک میں تھا تو تکلیف کی شدت سے آنکھوں سے آنسوں رواں ہو گئے ٹپکے جو رخسارِ نبوت پر گرے آپؐ نے بیدار ہو کر جب صورتِ حال دیکھی اور پوچھا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے بتلایا کہ کسی چیز نے پیر میں کاٹ لیا ہے۔ حضورؐ نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا اور تکلیف فوراً ختم ہو گئی۔

شرعی حکم

اس کا کھانا حرام ہے۔

تعبیر

ھامتہ دیکھنا' فرماں بردار عورت کی نشانی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد زانیہ عورت ہے۔

اَلْھُبَعُ

ھُبع: اونٹنی کے آخری بچے کو کہتے ہیں جس کے بعد اونٹنی اور کوئی بچہ نہ جنے۔ مونث کو ھبعہ کہتے ہیں

الھِبْلَعُ

(سلوقی کتا) "یہ کتا شکار میں مشہور ہے۔ کتے کے متعلق باب الکاف میں کلب کا بیان گزر چکا ہے۔ (سلوں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے اچھے شکاری کتے مشہور ہیں)

الھجاۃ

(مینڈک) یہ ابن سیدۃ کا قول ہے کہ ھجاۃ مینڈک کو کہتے ہیں۔ ورنہ مشہور یہ ہے کہ مینڈک کو "ھاجۃ" کہتے ہیں۔ باب الضاد میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔

الھجرس

(لومڑی کا بچہ) "ھجرس": لومڑی کے بچہ کو کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ ھجرس ریچھ کے بچے کو کہتے ہیں۔ ابوزید نے کہا ہے کہ ھجرس بندر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ عینیہ بن حصن فزاری نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا پیر پھیلا رکھا تھا۔ حضرت اُسید بن حضیر نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اے "لومڑی کے بچہ" کی آنکھ (عینیہ سے کنایہ کر کے) تو نے اپنا پیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پھیلا رکھا ہے۔

عامر بن طفیل اور اربد کا عبرت انگیز واقعہ

"استیعاب" میں حضرت اُسید بن حضیر کے حالت میں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل اور اَربد دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آ کر کہا کہ مدینہ کی کھجوروں میں ہمیں بھی ایک حصہ ملنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ دینے سے انکار کر دیا تو عامر طفیل نے دھمکی دی اور کہا کہ میں آپ کے مقابلہ میں مدینہ کو مضبوط گھوڑوں اور بہادر نو جوان شہسواروں سے بھر دوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! عامر بن طفیل کے شر سے تُو میری حفاظت فرما۔ پس اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نیزہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ ان دونوں (عامر بن طفیل اور اربدم کے سر میں ضرب لگانے لگے اور فرماتے جاتے تھے "**اخرجا ایھا الھجرسان**" اے لومڑی کے بچو تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ پس عامر نے کہا کہ تم کون ہو فرمایا میں اسید بن حضیر ہوں پس عامر نے کہا کہ تمہارے والد تم سے بہتر تھے حضرت اسید نے فرمایا کہ بلکہ میں تم سے بہتر ہوں اور میرے والد سے تم کو کیا واسطہ؟ میرے باپ کی موت کفر پر ہوئی تھی، پس اصمعی سے پوچھا گیا کہ ھجرس کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے بتایا "لومڑی" جب اَربد اور عامر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹے اور ایک راستہ میں جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بجلی بھیجی جو اربد پر گری اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور اُس کے اونٹ کو بھی خاک کا تودہ بنا دیا اور عامر کی گردن میں طاعون کا مرض پیدا ہو گیا اور بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں اسے موت نے آ کر دبوچ لیا اور "**یا بنی عامر غدة کغدة البعیر و موتاً فی بَیت سلولیة**" سے یہ قصہ مشہور ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اونٹ کی طرح عامر کو طاعون ہو گیا اور سلولی عورت کے گھر میں اس کی موت واقع ہوئی۔

عامر کا مسلمان ہونا ثابت نہیں

مستغفری نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل بعد میں مسلمان ہو گیا تھا مگر یہ وہم اور دھوکہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا تھا:

"**یا عامر افش الا سلام واطعم الطعام واستحی من اللہ حق الحیاء و اذا اسأت فاحسن فان الحسنات یذھبن**"

السیئات :۔ کہ اے عامر سلام کو رواج دو بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور اللہ سے حیا کرتے رہو جیسا کہ اُس کا حق ہے۔ جب تم کوئی برائی کرو تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ وہم اور دھوکہ ہے۔ عامر نے ایک لمحہ کے لئے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس بات پر تمام ناقلین تاریخ صحابہؓ کا اتفاق ہے۔ اور اَربد جس کا ذکر آیا ہے یہ حضرت لبیدؓ شاعر کا بھائی تھا۔ حضرت لبیدؓ نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلام کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ اس ساٹھ سال کے عرصے میں آپ نے کوئی شعر نہیں کیا۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شعر گوئی ترک کرنے کا سبب پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تبارک ہو تعالیٰ نے مجھے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کا علم دے دیا پھر مجھے شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس جواب سے خوش ہو کر اُن کے وظیفہ میں پانچ سو درہم کا اضافہ فرما دیا اور اس اضافہ کے بعد آپ کا وظیفہ اڑھائی ہزار درہم ہو گیا۔ جب حضرت معاویہؓ کا دورِ خلافت

آیا تو انہوں نے ان کے وظیفہ میں سے پانچ سو کی رقم کم کرنی چاہی۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے جو اضافہ کیا تھا اس کی کیا ضرورت؟ لبیدؓ نے کہا کہ میری موت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میرے مرنے کے بعد اضافہ اور معمولی وظیفہ سب آپ ہی کا ہو جائے گا۔ حضرت معاویہؓ پر اس جواب سے رقت طاری ہو گئی۔ اور تخفیف وظیفہ کا ارادہ آپ نے بدل دیا۔ اس واقعہ کے چند ہی دنوں بعد حضرت لبیدؓ کی وفات ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت لبید رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک شعر کہا ہے اور وہ یہ ہے:۔

الحمد لله اذلم یاتنی اجلی حتی لبسست مِن الاسلام سر بالا

خدا کا شکر و احسان ہے کہ میری موت اس وقت تک نہیں آئی جب تک میں نے جامۂ اسلام زیب تن نہیں کر لیا۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ وہ شعر یہ ہے ؎

وقد سئمت من الحیاۃ طویلا سِوال هٰذا الناس کیف لبید

کہ میں اس زندگی اور اس کی درازی اور لوگوں کے اس سوال سے کہ لبید تو کیسا ہے؟ اُکتا گیا ہوں۔

الھجرع

ابن سیدہ نے یہی لکھا ہے۔ ھجرع سلوقی کتے کو کہتے ہیں۔

الھجین

ھجین: اس دو غلے (دو نسلی) اونٹ یا آدمی کو کہتے ہیں جس کی ماں عجمی ہو اور باپ عربی ہو۔

اَلْھُدْ ھُدُ

ھُدھُد: ہدہد ایک مشہور پرندہ ہے۔ جس کے بدن پر مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالاخبار، ابوثمامۃ، ابوالربیع، ابوروح، ابوسجاد، ابوعباد ہے۔ اس کو ھد اھد بھی کہتے ہیں۔

یہ فطرتاً بدبودار اور بدبو پسند پرندہ ہے۔ یہ اپنا گھونسلہ گندی جگہوں پر بناتا ہے اور عادت اس کی تمام ہی جنسوں کی ہے۔ اہل عرب کا اس کے متعلق کہنا ہے کہ یہ زمین کے نیچے پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے۔ جس طرح انسان گلاس کے اندر پانی دیکھ لیتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی

نیز یہ پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا پانی کے سلسلہ میں رہبر تھا۔ اسی وجہ سے اس کی عدم موجودگی میں اس کی تلاش کی گئی تھی اور ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے غیر حاضری کا باعث یہ بنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے حج کی نیت سے سرزمین مکۃ المکرمہ کی طرف سفر کا ارادہ کیا لہٰذا رخت سفر باندھا اور اپنے ساتھ انسان، جنات، شیاطین، پرندے اور دیگر جانوروں کو ساتھ لیا جس کی وجہ سے لشکر سو فرسخ کے دائرے میں پھیل گیا۔ ہوا ان کو اڑا کر لے چلی اور آپ حرم میں پہنچ گئے۔ اور جتنے دنوں قیام کا ارادہ تھا قیام فرمایا اور اپنے قیام کے دوران روزانہ مکہ مکرمہ میں پانچ ہزار اونٹنیاں، پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار

بکریاں ذبح کیا کرتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پاس موجود قوم کے سرداروں سے کہا کہ یہی جگہ ہے جہاں فلاں فلاں صفت کے نبی پیدا ہوں گے اور ان کا رعب و دبدبہ ایک ماہ کی مسافت تک پہنچ جائے گا۔ حق کے معاملہ میں رشتہ دار اور اجنبی ان کے یہاں برابر ہوں گے۔ انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کچھ نقصان نہ دے گی۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے نبیؑ! کس دین پر ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا دین حنیف پر۔ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو ان کے زمانہ کو پائے گا اور اُن پر ایمان لے آئے گا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ہمارے اور ان کی تشریف آوری درمیان کتنی مدت باقی ہے؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ایک ہزار سال لہٰذا جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک میری یہ بات پہنچا دیں وہ انبیاء کے سردار اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حج کے ارکان مکمل کرنے تک مکہ میں مقیم رہے۔

حضرت سلیمانؑ کا یمن کا سفر اور ملکہ بلقیس

پھر صبح سویرے مکہ مکرمہ سے یمن کے لئے روانہ ہو گئے درمیان میں صنعاء میں دوپہر کا وقت ہو گیا۔ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سواری (ہوا) کا کمال تھا ورنہ اس وقت کی عام سواریوں کے لحاظ سے یہ ایک مہینہ کی مسافت تھی۔ وہاں کی سرزمین کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہیں پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ کر لیا تاکہ نماز بھی ادا کر لیں اور کھانے سے بھی فارغ ہو جائیں۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا تو ہدہد نے سوچا کہ حضرت سلیمانؑ تو یہاں ٹھہر گئے اب مجھے ذرا سیر کر لینی چاہیے۔

چنانچہ فضاء میں بلند ہو کر دُنیا کے طول و عرض کا جائزہ لیا اور دائیں بائیں نظر ڈالی اور اُسے بلقیس کا باغ نظر آ گیا لہٰذا سبزہ دیکھ کر ہدہد وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہاں ایک یمنی ہدہد پہلے سے موجود تھا۔ اس یمنی ہدہد سے ہدہد سلیمانؑ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت سلیمان کے ہدہد کا نام ''یعفور'' تھا۔ یمنی ہدہد نے یعفور سے کہا۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا قصد ہے؟ یعفور نے کہا کہ میں ملک شام سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہمراہ آیا ہوں۔ یمنی ہدہد نے پوچھا سلیمانؑ کون ہیں؟ یعفور نے کہا کہ سلیمانؑ جنات، انسان، شیاطین، پرندوں اور جانوروں اور ہواؤں کے بادشاہ ہیں اور یعفور نے حضرت سلیمانؑ کی شان و شوکت اور تمام چیزوں کی تابعداری وغیرہ کا تذکرہ کیا۔ پھر یعفور نے یمنی ہدہد سے پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں؟

یمنی ہدہد نے کہا کہ میں اسی شہر کا باشندہ ہوں اور یہاں بلقیس نام کی ایک ملکہ ہے جس کے زیر نگین بارہ ہزار سپہ سالار ہیں اور ہر سپہ سالار کے ساتھ ایک لاکھ جنگ جو سپاہی ہیں آپ میرے ساتھ چلیں تو میں آپ کو بلقیس کا محل وغیرہ دکھاؤں۔ یعفور نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نماز کے وقت سلیمانؑ کو پانی کی ضرورت پڑے تو مجھے تلاش نہ کریں اور مجھے نہ پائیں تو برا ہوگا۔ یمنی ہدہد نے کہا کہ اگر تم ملکہ بلقیس کی خبر اپنے آقا کو دو گے تو وہ خوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ یعفور اس کے ساتھ بلقیس کی سلطنت اور وہاں کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے چلا گیا اور حضرت سلیمانؑ کے پاس عصر کے بعد واپس ہوا۔

دوسری طرف حضرت سلیمانؑ نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہاں پانی نہیں تھا۔ پانی کی ضرورت ہوئی تو انسانوں، جناتوں اور شیاطین کو پانی تلاش کرنے کا حکم دیا مگر کوئی پانی کی خبر نہ لا سکا۔ پھر پرندوں کی حاضری لی اور جب ہدہد کو نہ پایا تو پرندوں کے سردار گدھ کو طلب کیا اور اس سے ہدہد کے متعلق دریافت کیا لیکن سردار کو بھی ہدہد کا پتہ نہ تھا۔ اس وقت حضرت سلیمانؑ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا:۔

"لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَاباً شَدِیْداً اَوْلَا ذْبَحَنَّهٗ اَوْلَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ".

(کہ میں اُسے سخت سزا دوں گا یا اُسے ذبح کر دوں گا یا وہ کوئی واضح عذر لے کر آئے)

پھر پرندوں کے نگران عقاب سے مخاطب ہوئے اور کہا اسی وقت ہدہد کو میرے سامنے کہیں سے بھی لا کر پیش کرو۔ لہٰذا عقاب نے اڑان بھری اور اتنی بلندی پر گیا کہ دنیا اسے ایسے نظر آنے لگی جیسے آدمی کے ہاتھ میں پیالہ نظر آتا ہے۔ پھر چاروں طرف نظر دوڑائی اسے ہدہد یمن کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ عقاب دیکھتے ہی اس کی طرف لپکا اور جھپٹ کر اُسے پکڑنا چاہا۔ ہدہد نے اس کو اللہ واسطہ دے کر کہا۔ اس اللہ کے واسطے جس نے تجھ کو مجھ پر غلبہ اور سرداری دی ہے مجھ پر رحم کر اور میرے ساتھ برائی کا قصد نہ کر۔ لہٰذا عقاب نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور کہا تیرا برا ہو' تیری ماں تجھ کو روئے۔ اللہ کے نبی سلیمانؑ نے قسم کھالی ہے کہ یا تو تجھے سخت سزا دیں گے یا تجھ کو ذبح کر ڈالیں۔ ہدہد نے یہ سن کر کہا کیا اللہ کے نبیؑ نے اس میں استثناء نہیں فرمایا ہے؟ عقاب نے کہا کہ ہاں فرمایا تو ہے" اَوْلَیَاْتِیَنِّیْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ " کہ یا اپنی غیر حاضری کی کوئی کھلی ہوئی دلیل پیش کر دے۔ ہدہد نے کہا تب تو میری جان بخشی ممکن ہے۔ اس گفتگو کے بعد ہدہد اور عقاب اڑ کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچے اور ہدہد نے قریب ہو کر اپنی دم اور بازو ڈھیلے کر دیئے اور تواضع ظاہر کرنے لگا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس کا سر پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ ہدہد نے اپنا سر جھکا دیا اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ خدا کے حضور جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو یاد کریں۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ کانپ اٹھے اور اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد اُس کی غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کو بلقیس اور اس کی سلطنت کا حال بیان کر دیا کہ اس کا محل ایسا ایسا ہے اور اتنی فوجیں ہیں اور اتنے سپاہی ہیں اور بتایا کہ اس ملکہ بلقیس کی خبر لانے کے لئے یہاں سے چلا گیا تھا کیونکہ مجھے ایک ہدہد ملا اس نے مجھے یہ اطلاع دی میں نے چاہا کہ تحقیق حال کر کے آجاؤں۔

حضرت سلیمانؑ کا پرندوں کو سزا دینا

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کو ان کے مناسب حال سزا دیا کرتے تھے تاکہ ان کے ہم جنسوں کو عبرت ہو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ پرندوں کو یہ سزا دیتے تھے کہ اُن کے پر اور دُم نوچ دیتے تھے اور دھوپ میں اسی حال میں ڈال دیتے تھے اب وہ نہ تو چیونٹیوں سے اپنا بچاؤ کر سکتا تھا نہ کیڑوں سے دفاع کر سکتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ تار کول لگا کر اسے دھوپ میں چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ پرندے کو چیونٹیوں کو کھانے کے لئے دے دیا جاتا تھا۔ بقول بعض پنجرہ میں بند کر دیا جاتا تھا۔ بقول دیگر اس کے اور اس کے متعلقین میں تفریق و جدائی کر دی جاتی تھی۔ دوسری جنس کے پرندوں کے ساتھ اس کا رہنا لازم کر دیا جاتا تھا یا غیر ہم جنس کے ساتھ اسے پنجرہ میں بند کر دیا جاتا تھا۔

یا بعض کے قول کے مطابق اپنے لوگوں کی خدمت اس پر لازم کر دی جاتی تھی۔ بقول بعض اس کا جوڑا (بطور سزا کے) کسی بوڑھے سے لگا دیا جاتا۔ بہت سے اقوال ہدہد کی سزا میں وارد ہوئے ہیں۔

ایک مضحکہ خیز میزبانی کا قصہ

قزوینی نے حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن ہدہد نے حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کی میزبانی کروں۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ صرف میری؟ ہدہد نے کہا نہیں بلکہ آپ اور آپ کے ساتھ آپ کا پورا لشکر فلاں دن فلاں جزیرے میں میرے مہمان ہوں گے۔ چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے دعوت قبول کر لی اور معینہ وقت پر مقررہ جگہ پہنچے۔ ہدہد وہاں موجود تھا۔ ہدہد نے پرواز کی اور ایک

ٹڈی کا شکار کر کے اُسے مار ڈالا اور اس ٹڈی کو سمندر میں ڈال دیا اور مخاطب ہو کر کہا۔ اے اللہ کے نبی! آپ اپنے لشکر کے ساتھ تناول فرمایئے جس کے حصہ میں گوشت نہ آئے اسے شوربہ تو مل ہی جائے گا۔ اس مضحکہ خیز مہمانی پر حضرت سلیمانؑ اور آپ کا لشکر ایک سال تک یاد کر کر کے ہنستے رہے۔

حضرت عکرمہؓ کا بیان ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کی غلطی سے اس لئے درگزر کیا تھا کہ ہدہد اپنے ماں باپ کا بہت فرماں بردار تھا کہ ہدہد بڑھاپے میں اپنے ماں باپ کے لئے رزق تلاش کر کے لاتا اور اُن کے منہ میں بچوں کی طرح کھلاتا تھا۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ یہ پرندہ نہایت وفادار، وعدہ پورا کرنے والا اور محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کی مادہ کہیں چلی جائے تو یہ تنہا کچھ نہیں کھاتا پیتا اور نہ کھانے پینے کی چیزیں تلاش کرتا ہے اور برابر بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ مادہ اُس کے پاس لوٹ آئے۔ اگر مادہ کسی حادثہ کا شکار ہو جائے اور پھر وہ واپس نہ لوٹ سکے تو پھر کسی مادہ سے دوبارہ وطی نہیں کرتا ہے اور تازندگی اپنی مادہ کے غم میں روتا رہتا ہے۔ اس حال میں صرف بقدرِ سدرمق کھاتا ہے جس سے جان بچ جائے۔ کچھ پیٹ بھر کر نہیں کھاتا پیتا یہاں تک کہ موت کے منہ میں پہنچ جاتا ہے اور اس حال میں اُسے بڑی آسانی سے کوئی بھی پکڑ سکتا ہے۔ ''کتاب الکامل'' اور بیہقی کی شعب الایمان میں درج ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی سلطنت عطا کر رکھی تھی اور کتنی دولت اور ساری چیزیں ان کی خدمت گار تھیں۔ پھر بھی ہدہد جیسے معمولی پرندہ کی ان کو کیا ضرورت پڑ گئی کہ اہتمام کے ساتھ اسے پال رکھا تھا اور ہر وقت اُس کا خیال رکھتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سفر میں جا بجا پانی کی ضرورت پڑتی تھی اور ہدہد پانی کو زمین کے نیچے دیکھ لیا کرتا تھا۔ ابن ازرق نے کہا کہ اے علم دان! ٹھہر جایئے ہدہد ایک اُنگل زمین کے نیچے چھپے جال کو تو دیکھ نہیں سکتا پھر زمین کی تہہ میں پانی کیسے دیکھ سکتا ہے؟ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جب موت کا فرشتہ آ جاتا ہے تو نگاہیں اپنا کام کرنا بند کر دیتی ہیں۔

یہ نافع ابن ازرق جس کا ذکر یہا آیا ہے خوارج کے ایک ذیلی فرقہ کا بانی مبانی تھا جس فرقہ کا نام اس کی نسبت سے ''اَزَارِقَہ'' ہے۔ جس کے نزدیک حضرت علیؓ حکم بنائے جانے سے پہلے امام عادل تھا اور جب حَکَمْ بنادیئے گئے تو یہ فرقہ حضرت علیؓ کی تکفیر کرنے لگا اور یہ فرقہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ (جو مجلس مصالحت میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان حَکَمْ بنائے گئے تھے) کو بھی کافر کہتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک بچوں کا قتل جائز ہے۔ یہ محض مرد پر تہمت زنا لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں کرتے اور محصنہ عورت پر الزام زنا لگانے والے پر حد جاری کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر خیالات وعقائد ہیں۔

ایک خواب اور اس کی تعبیر

کہا جاتا ہے کہ حافظ حدیث امام ابوقلابہ جس کا نام عبدالملکؒ بن محمد رقاشی ہے۔ جس وقت یہ اپنی ماں کے بطن میں تھے ان کی ماں نے خواب دیکھا کہ اُن کے بطن سے ایک ہدہد پیدا ہوا ہے کسی نے اُن کے خواب کی تعبیر بتائی کہ اگر تم اپنے خواب میں سچی ہو تو تمہارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جو نمازیں کثرت سے پڑھے گا۔ چنانچہ پیدا ہو کر جب امام ابوقلابہ بڑے ہوئے تو روزانہ چار سو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اپنے حفظ سے انہوں نے ساٹھ ہزار حدیثیں بیان کی ہیں اور دو سو چھتر ۲۷۶ھ میں وفات پائی۔ اللہ اُن پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔

ہدہد کا حکم شرعی

ایک قول یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ امام شافعیؒ سے اس سلسلے میں فدیہ کا وجوب منقول ہے۔ اگر کوئی شخص حرم میں یا کوئی محرم اسے شکار کرلے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فدیہ کا واجب ہونا صرف حلال جانور کے شکار میں ہے۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کی بدبو کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

الامثال

اہل عَرب کہتے ہیں اَلْبصَرُ مِنْ هُدهُد (ہدہد سے زیادہ قوت بصارت رکھنے والا) کیونکہ پہلے گذر چکا ہے کہ ہدہد زمین کے نیچے پانی دیکھ لیتا ہے اسی طرح کہا جاتا ہے اسجد من هدهد (ہدہد سے زیادہ سجدے کرنے والا)

طبی خواص

اگر کسی گھر میں اس کے پروں کی دھونی دے دی جائے تو وہاں سے کیڑے مکوڑے بھاگ جائیں گے۔ ہدہد کی آنکھ اگر کوئی بھولنے والا اپنی گردن میں لٹکالے تو اسے بھولی ہوئی چیز یاد آجائے گی۔ اسی طرح اگر اس کا دل بھون کر سنداب میں ملا کر کھالیا جائے تو نسیان دور کرتا ہے اور قوتِ حافظ کے لئے نافع ہے۔ ذہن تیز کرتا ہے۔ ذہن ودماغ تیز کرنے والی دواؤں میں سب سے عمدہ ہے اور اس میں کسی نقصان کا خطرہ بھی نہیں رہتا ہے۔ اگر کوئی آدمی دس ہدہد لے کر اور ان کے بال و پر نوچ کر کسی مکان یا کسی دوکان میں ڈال دے تو وہ مکان یا دوکان ہمیشہ کے لئے غیر آباد ہو جائے اور ویران ہو جائے۔

اگر ہدہد کی آنتیں لے کر کسی نکسیر والے پر لٹکا دی جائیں تو اُسے فائدہ پہنچے۔ اگر ہدہد مردہ کی چونچ لے کر اس کی کھال کو اس کی چونچ پر چڑھا دیا جائے تو جب تک یہ چونچ کسی کے پاس رہے گی اس کی کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی اور اسے لے کر کسی بادشاہ کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ اس کا خیر مقدم کرے گا۔ اس کا احترام کرے گا اور اس کی ضرورتوں کو پورا کرے گا۔ اگر کوئی ہدہد کے گھونسلہ کی مٹی لے کر قید خانہ میں ڈال دے تو تمام قیدی اسی وقت باہر آجائیں گے۔ اگر اس کا ایک پنجہ لے کر کسی بچہ کی گردن میں لٹکا دیا جائے تو اُسے کبھی نظر نہ لگے اور اس کے گردن میں رہنے تک وہ عافیت کے ساتھ رہے۔ اگر کوئی اُس کی دم لے کر اس میں ذرا سا اس کا خون لگا کسی درخت کے اوپر لٹکا دے تو وہ درخت کبھی بار آور نہیں ہوگیا۔ اور اگر کسی انڈا دینے والی مرغی پر لٹکا دیا جائے تو وہ مرغی انڈے دینا بند کردے اور اگر نکسیر والے پر لٹکا دیا جائے تو اس کا خون بند ہو جائے گا۔

اگر کوئی ہدہد کی زبان لے کر روغن کنجد میں ڈال دے اور پھر اس کو اپنی زبان کے نیچے رکھ کر جس شخص سے بھی کسی ضرورت کا مطالبہ کرے تو وہ اس کی ضررت پوری کردے۔ اگر اس کے پر کوئی شخص اپنے پاس رکھے تو اپنے فریق مخالف پر غالب ہوا اور اس کی تمام ضرورتیں پوری ہوں اور ہر کام میں اس کو کامیابی ہو۔ ہدہد کا گوشت پکا کر کھانا درد قولنج میں مفید ہے۔ ہدہد کا دماغ نکال کر آٹے میں ملا کر اسے گوندھ لیا جائے اور اس سے روٹی بنا کر سائے میں خشک کر کے کسی انسان کو کھلا دی جائے اور کھلانے والی یہ کہے کہ اے فلاں بن فلاں میں نے تجھے ہدہد کھلایا ہے اور تجھے اپنی بات سننے والا اور فرمانبردار بنالیا ہے تا کہ تُو میرے پاس اسی طرح حاضر باش رہا کرے جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد اُن کے پاس حاضر باش رہا کرتا تھا تو اس عمل کے اثر سے کھانے والا کھلانے والے سے بے پناہ محبت کرنے لگے گا۔ اگر اس کی کھال لے کر کوئی اپنے بائیں بازو پر باندھ لے اور اس کی چونچ اور زبان، ہرن کی کھال میں آنے والے کلمات لکھ کر اس کھال میں یہ چونچ اور زبان رکھ دے اور اُسے سرخ یا کالے یا سرمگیں رنگ کے اُون کے دھاگے سے باندھ کر جس شخص کی

مہربانی اور محبت مطلوب ہو اُس کے آنے جانے والے دروازہ کے نیچے اس چڑہ کی تھیلی کو دفن کر دے تو مطلوب میں ہمدردی مہربانی اور محبت اتنی پیدا ہو جائے گی جتنی وہ چاہتا ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں:۔

فطیطم مارنور مانیل و صعانیل"

ہدہد کا خون اگر کسی سیپی میں لے کر اس کی آنکھ میں ٹپکا دیا جائے جس میں بال جم گیا ہو تو وہ بال دور ہو جائیں گے۔ اور اگر ہدہد کو ذبح کر کے اس کا دماغ نکال کر سکھا لیا جائے اور اُسے باریک پیس کر پسی ہوئی مصطگی رومی میں ملا کر اکیس عدد ورق آس خوب کوٹ چھان کر اس میں ملا لیا جائے۔ اس سفوف کو جسے سونگھا دیا جائے وہ سونگھنے والے سے محبت کرنے لگے۔ اور اگر ہدہد کی داہنی آنکھ کسی نئے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی شخص اس کو اپنے داہنے بازو پر باندھ لے تو جس کے پاس بھی جائے گا وہ اس سے محبت کرے گا اور جو بھی اسے دیکھے گا چاہنے لگے گا۔

اور اگر کسی کو اپنے یا کسی اور کے بال سیاہ کرنے ہوں تو وہ ہدہد کی آنتیں لے کر ان کو سکھالے پھر اسے روغن کنجد میں ملا کر جس شخص کے ڈاڑھی یا سر کے بال سیاہ کرنے ہیں ان پر تین دن تک یہ تیل ملے تو وہ بالکل سیاہ ہو جائیں گے۔ ہدہد کا خون گرم ہوتا ہے اگر اس کے خون کو آنکھ کی اس سفیدی پر جو بیماری کی وجہ سے ہو گئی ہو ٹپکا لیں تو وہ سفیدی ختم ہو جائے گی۔ اگر ہدہد کے گودے کو لے کر کبوتروں کے بیٹھنے والے برج میں اس کی دھونی دے دی جائے تو وہاں کوئی ضرر رساں چیز نہیں پہنچ سکتی۔

اگر ہدہد ذبح کر کے پورے کا پورا کسی گھر میں لٹکا لیا جائے تو اس سے گھر والوں پر جادو اثر نہیں کرے گا۔ جو شخص ہدہد کے جبڑے کا نچلا حصہ اپنے اوپر لٹکا لے لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ اگر کسی مجنون کو اُس کے تاج کی دھونی دے دی جائے تو اُسے افاقہ ہو جائے۔ اگر نامرد یا سحر زدہ کو اُسکے گوشت کی دھونی دے دی جائے تو وہ شفایاب ہو جائے۔

اور جابرؓ نے کہا ہے کہ ہدہد کا دل بھون کر سنداب کے ہمراہ کھانا حافظ کے لئے اکسیر ہے۔ اگر ہدہد کے بائیں بازو کے تین پَر لے کر کسی کے گھر کے دروازے پر تین دن تک سورج نکلنے سے پہلے کوئی جھاڑ و دے اور جھاڑو دینے والا یہ کہے کہ جس طرح اس دروازے سے دھول اور گرد و غبار دور ہو گیا ہے اسی طرح فلاں بن فلانہ اس گھر سے دور ہو جائے۔ اس عمل کے اثر سے وہ شخص جس کا نام لیا گیا ہے مکان چھوڑ کر چلا جائے گا اور کبھی واپس نہیں آئے گا۔ اگر ہدہد کے بائیں بازو کو جلا کر اس کی راکھ کسی شخص کے راستہ میں بکھیر دی جائے تو جو اس پر پیر رکھے گا بکھیرنے والے سے محبت کرنے لگے گا۔ اگر ہدہد کے بازو کا ایک پر اور اس کی چونچ کوئی چمڑے میں بند کر کے اپنے اوپر لٹکائے اور لٹکاتے وقت مطلوب اور اُس کی ماں کا نام لے تو وہ اس سے محبت کرنے لگے اور ہدہد کے بائیں بازو کا سب سے بڑا پَر مقبولیت کے لئے ہے۔

تعبیر

ہدہد دیکھنا کسی مالدار عالم شخص کی علامت ہے جس کی برائیاں بیان کی جاتی ہوں۔ اگر کسی نے ہدہد کو خواب میں دیکھا تو وہ عزت و دولت پائے گا۔ اگر کسی نے ہدہد سے گفتگو کی تو اُسے کسی بادشاہ کی طرف سے نفع حاصل ہوگا اور ابن سیرینؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ہدہد دیکھے تو اس کے پاس کسی مسافر کی آمد کی دلیل ہے۔ بعض کے بقول ہدہد دیکھنے سے مراد کسی ہوشیار جاسوس کا دیکھنا ہے جو بادشاہ تک حادثات کی خبر پہنچاتا ہے اور سچی خبر دیتا ہے۔ کبھی کبھی ہدہد کا دیکھا خوف سے حفاظت بھی ہوتی ہے۔

اور ابن مقری نے کہا ہے کہ ہدہد کا دیکھنا کسی آباد گھر کے گرنے یا کسی آباد چیز کے نقصان کی نشانی ہے۔ بسا اوقات سچے قاصد کی

علامت ہوتا ہے اور بادشاہوں سے قرب کی علامت ہے یا جاسوس یا کسی جھگڑالو اور بڑے عالم کی پہچان ہے۔کبھی کبھی مصائب و آلام سے بچنے اور نجات پانے کی پیشین گوئی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ معرفت اور نماز روزہ کی علامت بھی بن جاتا ہے۔اگر کسی پیاسے نے ہدہد کو پیاسا دیکھا تو اُسے پانی مل جائے گا۔

الھدی

ھـــدی: ان جانوروں کو کہتے ہیں جنہیں حرم میں قربان کرنے کے لئے لے جاتے ہیں۔ھدی اور ھدی تشدید اور تخفیف دونوں طرح اسی معنی میں ہے۔اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال جو جانور ھدی کے طور پر لے گئے تھے اُن کی تعداد سو تھی۔لیکن مسور بن مخرمہ اور مردان بن حکم کا کہنا ہے کہ کل ستر اونٹ تھے۔لوگ سات سو تھے۔اس طرح ہر اونٹ دس آدمیوں کی طرف سے ہوجاتا ہے مگر اُن کی یہ روایت غریب ہے۔

''مصعب'' بن ثابت سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ بخدا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حکیم بن حزام عرفہ کے دن مکہ مکرمہ گئے اور ان کے ساتھ سو غلام تھے' سو اونٹ' سو گائیں سو بکریاں تھیں' غلاموں کو آزاد کر دیا اور جانوروں کے متعلق حکم دیا اور ان تمام جانوروں کو ذبح کر دیا گیا''۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک بکری ھدی کے طور پر لے گئے''۔

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث سے بکری کو بھی قلادہ پہنچانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے مگر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بکری کے لئے قلادہ مستحب نہیں ہے بلکہ قلادہ صرف اونٹوں اور گائیوں کے لئے خاص ہے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہدی اگر نفلی ہو اور ہدی لانے والا ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔یہی حکم تمام نفلی قربانیوں کا ہے۔

''اس روایت کی بنیاد پر جو حضرت جابرؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں سو اونٹ ھدی کے طور پر لے گئے اور ان میں سے تریسٹھ خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کئے۔پھر حضرت علیؓ کو حکم دیا اور بقیہ جانوروں کو انہوں نے ذبح کیا۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ سے ایک بوٹی کاٹ کر ایک ہانڈی میں پکالی جائے اور پھر اس ہانڈی میں سے گوشت اور کچھ شوربہ آپؐ نے نوش فرمایا''۔

اور جو قربانی شریعت کی طرف سے واجب ہو مثلاً دم تمتع اور دم قرآن یا حج فاسد کرنے کی وجہ سے واجب ہو یا حج کے فوت ہوجانے کی وجہ سے واجب ہو یا شکار وغیرہ کے معاوضہ کے طور پر واجب ہو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔امام شافعیؒ اور کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ اس قسم کی کسی بھی قربانی میں سے کھانا قربانی والے کے لئے جائز نہیں ہے۔اسی طرح نذر سے جو قربانی اپنے ذمہ واجب کر لی ہو اس کا گوشت بھی نہیں کھا سکتا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جزائے صید اور نذر کی قربانی میں سے کھانا درست نہیں اور ان کے علاوہ قربانیوں میں سے کھانا جائز ہے۔امام احمدؒ اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے۔اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ فدیہ' اذیٰ' جزائے شکار اور نذر کے علاوہ ہر واجب قربانی کا گوشت کھانا درست ہے اور اصحاب الرائے کی رائے یہ ہے کہ دم تمتع اور دم قربان میں سے کوئی کھانا اُس کے لئے جائز ہے لیکن دوسری واجب قربانیوں میں سے نہیں کھا سکتا۔واللہ اعلم

اَلهَدِیُل

(نرکبوتر) کبوتر کے حالات ''حمام'' کے تحت باب الحاء میں گزر چکے ہیں۔ ھَدِیُل 'کبوتر کی آواز (غٹرغوں) کو بھی کہتے ہیں اسی طرح قمری کی آواز کو بھی کہا جاتا ہے۔ نیز کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ھَدِیُل 'حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں کبوتر کا چوزہ تھا۔ کسی شکاری پرندے نے اس کا شکار کر لیا تو تمام کبوتر اسی کے غم میں روتے ہیں اور قیامت تک روتے رہیں گے۔ واللہ اعلم

الھرماس

ھرماس : شیر کا ایک نام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ہر خطرناک درندے کو ھرماس کہتے ہیں۔ نیز ہرماس ایک بصری صحابیؓ کا نام ہے۔ ان کی کنیت ابوزیاد ہے باہلی ہیں۔ عمر طویل پائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں انہوں نے روایت کی ہیں۔ ایک ابوداؤد میں ہے دوسری نسائی میں ہے اور الھرمیس' گینڈے کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ابن سیدہ کا قول ہے۔

اَلُھِرُّ

(بلی) شیر کے خواص میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بلی کی تخلیق شیر کی چھینک سے ہوئی ہے۔

امام احمدؒ اور بزارؒ اور امام احمدؒ کے کچھ ثقہ شاگردوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث روایت کی ہے:۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھڑے ہو کر پانی پیتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے فرمایا اس طرح مت پیا کرو کیا تم اس سے خوش ہو گے کہ تمہارے ساتھ بلی پانی پئے۔ اس نے کہا کبھی نہیں' آپ نے فرمایا کہ شیطان تمہارے ساتھ پانی پی چکا''۔

''تاریخ ابن النجار'' میں محمدؒ بن عمر جن کے حالات میں حضرت انسؓ سے ایک روایت ہے کہ:۔

''ایک دن میں حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھا ان کو برأت کی خوشخبری سنا رہا تھا' انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنوں اور بیگانوں سب نے مجھے چھوڑ دیا یہاں تک کہ بلی نے بھی مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے کھانا پانی بھی نہیں میسر ہوتا تھا میں بھوکی ہی سو جایا کرتی تھی۔ آج ہی رات میں نے خواب میں ایک نوجوان کو دیکھا کہ اُس نے مجھ سے کہا کہ کیا ہوا آپ غمزدہ ہیں؟ میں نے کہا کہ اپنے بارے میں لوگوں سے (برے) تذکرے سن کر اُس نے کہا کہ ان کلمات کو پڑھ کر دعا کریں آپ کا غم دور ہو جائے گا۔ میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ دعا یہ ہے کہ تم کہو: **یا سابغ النعم' و یا فارج الغم' ویا کاشف الظلم' ویا اعدل من حَکَم' و یا حسیب من ظلم و یاولیُّ من ظلم' و یا اول بلا بدایة' و یا اُخریلا نها یة' و یامن له اسم بلا کنیة. اجعل لی من اُمری فر جًاو مخرجًا** '' فرماتی ہیں کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں دانہ پانی سے بالکل آسودہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری برأت نازل فرما دی تھی اور میرا رنج و غم دور ہو چکا تھا''۔

ایک شیطان کا بلی کی صورت میں سامنے آنا

ایک صحیح حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شیطان بلی کی صورت میں نمودار ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس شیطان نے میری نماز منقطع کرنے کی بہت کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ

نے مجھے اس پر قابو دیدیا۔ چنانچہ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ تم لوگ صبح اسے اچھی طرح دیکھ لیتے۔ لیکن مجھے اس وقت اپنے بھائی حضرت سلیمانؑ کی یہ دُعا یاد آ گئی:

"رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًالَّایَنْبَغِیْ لَاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ"

(اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد دوسرے کو نصیب نہ ہو)۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے پاس سے ناکام واپس کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے بارے میں وصیت فرمائی اور فرمایا:۔

"ایک عورت کو بلی باندھنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا"۔

اور امام احمدؒ کی کتاب "الزہد" میں یہ اضافہ بھی اسی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو جہنم میں دیکھا کہ وہ اپنے جسم کے اگلے اور پچھلے حصے کو نوچ رہی تھی اور وہ عورت جسے عذاب میں مبتلا کیا گیا وہ کافرہ تھی۔

جیسا کہ بزاز نے اپنی مسند میں اور حافظ ابو نعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان میں نقل کیا ہے اور بیہقی نے "بعث ونشور" میں حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ عورت اپنے کفر اور ظلم دونوں کی وجہ سے گرفتارِ عذاب ہوئی اسی طرح قاضی عیاض نے "مسلم" کی شرح میں لکھا ہے کہ اس عورت کا کافرہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر نوویؒ نے اس امکان اور احتمال کی بھی نفی کر دی ہے کہ وہ عورت کافرہ تھی۔ شاید ان دونوں صاحبان کو اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں مل سکی ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں شعبی نے علقمہ سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ہمارے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ بھی موجود تھے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ کیا آپ نے وہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک عورت کو ایک بلی کے ستانے پر جہنم میں عذاب دیا گیا حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا کہ ہاں! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ مومن اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ قابلِ قدر ہے کہ اس کو صرف ایک بلی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ وہ عورت اس ظلم کے ساتھ ساتھ کافرہ بھی تھی اور ابو ہریرہؓ! آپ سن لیں! جب آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرنی ہو تو پہلے غور کر لیا کریں کہ کس طرح بیان کرنی چاہیے۔

ایک بلی کے بچے کو اپنے کپڑے میں چھپانے سے نجات

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شبلیؒ کے ایک دوست سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شبلیؒ کو وفات کے بعد دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ شبلیؒ نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے مجھ سے پوچھا کہ اے ابوبکر! تجھے کچھ پتہ ہے کہ میں نے تجھ کو کس عمل کی بدولت بخش دیا ہے؟ شبلیؒ نے کہا میرے اچھے کاموں کی بدولت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں! میں کہا کہ عبادت میں میرے اخلاص کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا کہ میرے حج، روزہ اور نماز کے سبب جواب ملا نہیں' میں نے ان چیزوں سے تمہاری مغفرت نہیں کی۔ میں نے عرض کیا نیک لوگوں کے پاس میرے ہجرت کرنے کے لئے اور طلب علم کے لئے مسلسل سفر کے باعث۔ خدا کی طرف سے جواب انکار میں ملا۔ میں نے عرض کیا اے پروردگار! یہی چیزیں تو مغفرت اور نجات دلانے والی ہیں۔ میرا خیال تھا کہ انہی کی وجہ سے آپ معاف فرما دیں گے اور مجھ پر رحم فرمائیں گے اسی لئے ان چیزوں کو میں نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان میں سے کسی عمل کی بنیاد پر تمہاری مغفرت نہیں کی ہے۔ میں نے پوچھا پھر اے میرے مولیٰ! کس

عمل سے میری مغفرت فرمائی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے کچھ یاد ہے جب تُو بغداد کی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا اور تُو نے وہاں بلی کا ایک بچہ دیکھا جسے ٹھنڈک نے کمزور کر دیا تھا اور سردی کی شدت سے دیواروں کے کنارے کنارے لگا لگا پھر رہا تھا اور برف سے بچ رہا تھا تُو نے رحم کھا کر اُسے اپنے اونی چوغہ میں چھپالیا تھا تا کہ وہ سردی سے بچ جائے اور اس کو تکلیف سے نجات مل جائے۔ میں نے عرض کیا کہ بیشک! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تجھے اس بلی کے بچے پر رحم کھانے کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ ابوبکر شبلی کا نام دلف بن حجدر ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جعفر بن یوسف خراسانی ہے۔ یہ بہت نیک عالم اور سردار محدث تھے۔ اور مسلکا مالکی تھے۔

یہ شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے صحبت یافتہ ہیں۔ اپنے ابتدائی زمانے میں "نہاوند" کے حاکم رہ چکے ہیں بعد میں "خیر النساج" کی خدمت میں جا کر توبہ کی۔ خیر النساج بہت بڑے بزرگ تھے۔ صاحبِ حال تھے ان پر اکثر وجد طاری رہتا جس کی وجہ سے ہر وقت مست اور یادِ خدا میں ڈوبے رہتے تھے اور اس وجد کی بناء پر ان پر غشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔ پھر حضرت شبلیؒ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں کچھ دنوں تک رہے اور وہاں رہ کر فیض حاصل کیا۔ حضرت شبلیؒ کی وفات ۳۳۴ھ میں ہوئی اور اُن کی عمر ستاسی (۸۷) برس تھی۔

کامل بن عدی نے امام ابوحنیفہؒ کے شگرد امام یوسفؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے عروۃ سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلی آیا کرتی تھی تو آپ اس کے لئے پانی کا برتن جھکا دیتے تھے اور بلی اس میں سے پانی پی لیا کرتی تھی۔ پھر اس بچے ہوئے پانی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرمالیا کرتے تھے۔ امام ابو یوسفؒ اس حدیث کو بیان کر کے کہا کرتے تھے جس نے عجیب وغریب حدیثیں تلاش کرنے کی فکر کی اُس نے جھوٹ بولا۔ جس نے کیمیاء سے مال حاصل کرنا چاہا وہ قلاش اور فقیر ہو گیا۔ جس نے علم کلام کے ذریعے دین کو جاننا چاہا وہ زندیق (بددین) ہو گیا۔

ایک بلی کا مقدمہ اور فیصلہ

حاکم ابوعبداللہ نے "کتاب مناقب الشافعی" میں تحریر فرمایا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا ہے کہ دو شخصوں نے ایک بلی کا مقدمہ کسی قاضی کے پاس پیش کیا۔ ہر فریق کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بلی اور اس کے بچے میرے ہیں۔ پھر قاضی نے اس مقدمہ کا فیصلہ یوں سنایا کہ دونوں کے گھر کے بیچوں بیچ بلی اور اُس کے بچوں کو لا کر چھوڑ دیا جائے پھر جس کے گھر میں بلی داخل ہو جائے اس کی ہو جائے گی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہاں سے بھاگ نکلا اور دوسرے لوگ بھی لیکن بلی ان دونوں میں سے کسی کے گھر میں داخل نہیں ہوئی۔

ایک عبرت ناک واقعہ

کہتے ہیں کہ مردان جعدی جو "حمار" کے لقب سے مشہور تھا بنوامیہ کا آخری خلیفہ تھا جب کوفہ میں سفاح[1] کا ظہور ہوا اور اس کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کی۔ بیعت سے فراغت کے بعد ایک لشکر جرار تیار کر کے سفاح نے مردان سے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا۔ مردان کو شکست ہوئی وہ بھاگتا ہوا مصر پہنچا اور ابوصیر (جو باخوم کے قریب ایک گاؤں ہے) میں داخل ہوا' مردان نے دریافت کیا کہ اس بستی کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابوصیر ہے۔ مردان نے کہا کہ "فَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ" پھر تو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

---

[1] پورا نام ابوالعباس عبداللہ سفاح ہے' بنوعباسیہ کا پہلا حکمران ہے۔

اس کے بعد وہ ایک گرجا گھر میں روپوش ہو گیا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ اس کے کسی خادم نے دشمن سے اس کی مخبری کر دی ہے۔ اس نے حکم دیا اور اس خادم کا سر قلم کر دیا گیا اور زبان کھینچ کر زمین پر ڈال دی گئی۔ ایک بلی آئی اور زبان چٹ کر گئی۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد عامر بن اسماعیل نے اس گرجا کا محاصرہ کر لیا۔ مردان ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے دروازہ سے باہر نکلا۔ چاروں طرف فوجوں کا گھیرا تھا طبل جنگی بج رہے تھے۔ مردان کی زبان پر حجاج بن حکیم السلمی کا یہ شعر جاری تھا۔

وهم متقلدين صفائحا هندية يتركن من ضربوا كان لم يولد

وہ ہاتھوں ہندوستانی تلواریں لیے ہوئے ہیں ن کی خوبی یہ ہے کہ جس پر اُن کا وار ہوا ہے وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔

پھر وہ بڑی جوانمردی سے لڑا یہاں تک کہ مقتول ہوا۔ عامر بن اسماعیل نے حکم دیا کہ اس کی گردن کاٹ کر میرے سامنے لائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور پھر مردان کی زبان کھینچ کر نکال لی گئی اور زمین پر ڈال دی گئی۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ وہی بلی پھر آئی اور مردان کی زبان بھی کھا گئی۔ یہ دیکھ کر عامر بولا کہ عجائباتِ دنیا میں سے یہ واقعہ عبرت کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ مردان کی زبان بلی کے منہ میں ہے۔

مردان کے قتل کے بعد عامر بن اسمٰعیل اس کلیسہ میں داخل ہوا اور مردان کے فرش پر بیٹھ گیا جس وقت کہ کلیسہ پر حملہ ہوا تھا مردان بیٹھا ہوا رات کا کھانا کھا رہا تھا۔ جب اس نے محاصرین کا شور وغل سنا تو جلدی سے دستر خوان سے اٹھ کھڑا ہوا تھا' وہ بچا ہوا کھانا عامر نے کھایا۔ پھر عامر نے مردان کی سب سے بڑی لڑکی کو طلب کیا۔ چنانچہ وہ لڑکی آئی اور عامر سے اس طرح ہمکلام ہوئی:۔

''اے عامر گردش زمانہ نے مردان کو اس کے فرش سے اُتار کر تجھ کو اس پر بٹھا دیا حتی کہ تُو نے اس کا کھانا تک کھا لیا اور اس کے چراغ سے تُو نے روشنی بھی حاصل کر لی اور اس کی لڑکی کو اپنا ہمکلام بنایا۔ لہٰذا تجھ کو نصیحت کرنے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے یہی چیزیں بہت ہیں''

عامر لڑکی کی اس گفتگو سے متاثر ہوا اور اس پر شرمندہ ہو کر اس لڑکی کو واپس کر دیا۔ مردان کا قتل ۱۳۲ھ میں ہوا۔ مردان کے قتل پر ہی بنو امیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

شرعی حکم

اصح قول کے مطابق بلی کا کھانا حرام ہے۔ مگر لیث بن سعد اور شوافع میں سے ابوالحسن لوشجی نے کہا ہے کہ بلی کھانا جائز ہے کیونکہ یہ حیوانِ طاہر ہے جیسا کہ روایت جس کو امام احمدؒ دار قطنیؒ' بیہقی مدح اور حکمؒ نے روایت کیا ہے:۔

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ لوگوں نے دعوت کی' آپؐ وہاں تشریف لے گئے۔ پھر دوسرے لوگوں نے دعوت کی تو آپؐ تشریف نہیں لے گئے۔ آپؐ سے سبب دریافت کیا گیا آپؐ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتا ہے اس لئے میں نہیں گیا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ فلاں کے گھر میں بلی ہے (تو آپ کیوں گئے ہیں) آپؐ نے فرمایا کہ بلی نجس نہیں ہے بلکہ یہ تو تمہارے پاس آتی جاتی رہتی ہے''۔

امام نوویؒ نے شرح مہذب میں تحریر فرمایا ہے کہ گھریلو بلی کی خرید وفروخت بالاتفاق جائز ہے۔ مگر امام بغویؒ نے ''شرح مختصر المزنی'' میں ابن القاص کا قول عدم جواز کا بھی لکھا ہے مگر اکثر علماء اس بات متفق ہیں کہ حرام ہے اور اس مسئلہ میں ابن القاص کی رائے

شاذ و نادر ہے۔ لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ ابن المنذر نے فرمایا ہے کہ تمام علماء بلی کو پالنے کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ ،حسن بصریؒ ،ابن سیرینؒ ،حکمؒ ،حمادؒ ،مالکؒ ،ثوریؒ ،اسحاقؒ ،امام ابوحنیفہؒ اور تمام اصحاب رائے نے بلی کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے مگر دوسری ایک جماعت نے بلی کی خرید و فروخت کو مکروہ کہا ہے۔ اس دوسری جماعت میں حضرت ابوہریرہؓ ،طاؤسؒ ،مجاہدؒ ،جابر بن یزید وغیرہ شامل ہیں اور ابن المنذر نے تعلیق کے ساتھ کہا ہے کہ اگر اس کی بیع کے سلسلے میں (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے نہی وارد ہے تو بیع باطل ہے ورنہ جائز ہے۔ جنہوں نے خرید و فروخت سے منع کیا اس جماعت کی دلیل حضرت عبداللہ بن زبیر کی وہ روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے کتے اور بلی کی قیمت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے (علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں) کہ ہمارے احباب نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ یہ جانور طاہر ہے اور اس سے نفع اٹھایا جاتا ہے اور اُس میں بیع کی تمام شرائط موجود ہیں لہٰذا اس کی بیع جائز ہے۔ جیسے کہ گدھے اور خچروں کی بیع جائز ہے اور حدیث جابر کا جواب اور طرح بھی دیا جا سکتا ہے:۔

(الف) اس حدیث سے ھرۃ سے مراد جنگلی بلی ہے جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہیں لہٰذا بیع جائز نہیں ہے۔

(ب) نہی سے مراد نہی تنزیہی ہے۔

یہی دو جواب زیادہ بہتر ہیں اور قابلِ اعتماد ہیں۔ اور خطابی اور عبدالبر کا یہ جواب کہ یہ حدیث ضعیف ہے درست نہیں ہے کیونکہ یہی حدیث صحیح مسلم میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہے۔ اگر کسی شخص نے بلی پال رکھی ہے جو پرندوں کو پکڑتی رہتی ہے اور ہانڈیاں الٹ دیا کرتی ہے۔ پھر اگر یہ بلی کسی کا کچھ نقصان کر دے تو کیا اس کے مالک پر ضمان ہوگا یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت اور اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں ضمان لازم ہوگا خواہ بلی نے یہ نقصان دن میں کیا ہو یا رات میں۔ کیونکہ جب یہ بلی نقصان کرنے کی عادی ہے تو اس کا باندھنا اور روکنا مالک کے ذمہ ہے۔ یہی حکم ہر اس جانور کا ہے جو نقصان کرنے کا عادی ہو۔

(۲) لیکن اگر وہ بلی اس قسم کے نقصان کرنے کی عادی نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ ضمان نہیں ہوگا اس لئے عام طور سے لوگ بلی وغیرہ سے اپنے سامان، کھانے وغیرہ کی حفاظت کرتے ہیں اور بلی کو باندھا نہیں جاتا۔ یہ دوسری صورت ہے۔

امام الحرمین نے بلی کے نقصان سے ضمان لازم ہونے میں چار طرح کے ضمان لکھے ہیں:۔

(۱) مطلقاً ضمان دینا ہوگا۔

(۲) مطلقاً ضمان نہیں ہوگا۔

(۳) رات کے نقصان کا ضمان دینا ہوگا، دن کا نہیں۔

(۴) دن کے نقصان کا ضمان دینا ہوگا رات کا نہیں۔

اگر بلی زندہ کبوتر یا کسی مردہ مرغی وغیرہ کر پکڑ لے تو بلی کا کان اینٹھنا اور اس کے مُنہ پر مارنا درست ہے تاکہ وہ کبوتر یا مرغی چھوڑ دے۔ لہٰذا اگر بلی نے کبوتر کر پکڑنا چاہا اور روکنے میں بلی ماری گئی تو مارنے والے پر ضمان نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بلی کچھ نقصان کر کے کسی کو ضرر پہنچا دیتی ہے اور اس حال میں کسی نے نقصان سے بچاؤ کرتے ہوئے اس کو مار ڈالا تو اس کے ذمہ ضمان نہیں ہوگا جیسے کہ حملہ آور کو روکنے کے لئے قتل کرنے سے قصاص نہیں ہوتا ہے اور نقصان اور ضرر کے بغیر مار ڈالنے میں صحیح جواب تو یہ ہے کہ ضمان نہیں ہے لیکن ضمان دلایا جاتا ہے۔ قاضی حسین نے لکھا ہے کہ بلی کا قتل کرنا جائز ہے اور اس میں مارنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے اور یہ فواسق خمسہ [1]

میں شمار ہے۔

ایک بزرگ کی کرامت

شیخ یافعیؒ فرماتے ہیں کہ یمن کے ایک صالح نے مجھے بتایا ہے کہ شیخ عارف ''احدل'' کے پاس ایک بلی آیا کرتی تھی اور شیخ احدل اس کو اپنے رات کے کھانے میں سے کھلایا کرتے تھے۔ اس بلی کا نام لولوۃ تھا۔ ایک رات شیخ کے خادم نے بلی کو مارا جس سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔ خادم نے چپکے سے بلی کی لاش ایک ویران جگہ لے جا کر پھینک دی تا کہ شیخ کو اس کی خبر نہ ہو۔ شیخ اس وقت کہیں گئے ہوئے تھے جب واپس ہوئے تو بلی کو نہ پایا۔ دو رات یا تین رات تک اس کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ پھر جب بلی کئی روز نہ آئی تو خادم سے پوچھا لولوۃ! لولوۃ! چنانچہ تھوڑی دیر میں وہ بلی زندہ ہو کر دوڑتی ہوئی آ پہنچی اور آپ نے حسب معمول بلی کو کھانا کھلایا۔

بلی کی تعبیر

خواب میں بلی دیکھنا گھر کے محافظ نوکر کی طرف اشارہ ہے۔ اگر بلی کو کچھ جھپٹتے دیکھا تو اس سے مراد گھریلو چور ہے۔ بلی کا پنجہ مارنا اور کاٹنا خادم کی خیانت کی دلیل ہے۔ ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ بلی کا کاٹنا ایک سال بیمار ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح اس کا پنجہ مارنا بھی مرض کی طرف اشارہ ہے۔ اگر کوئی بلی دیکھے اور اس حال میں دیکھے کہ وہ میاؤں میاؤں نہ کر رہی ہو تو دیکھنے والے کے لئے ایک سال کی خوشحالی کا پیش خیمہ ہے اور جنگلی بلی دیکھنا ایک سال تک مشقت و پریشانی کی خبر ہے۔ اگر کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ بلی بیچ رہا ہے تو وہ اپنا مال خرچ کرے گا۔ یہودی کہتے ہیں کہ بلی کی تعبیر حملہ آوران اور چوروں سے دی جاتی ہے۔ ارطامیدوس نے کہا ہے کہ بلی دیکھنا مکار اور جھگڑالو عورت کی خبر ہے۔

ابن سیرینؒ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بلی نے میرے شوہر کے پیٹ میں اپنا سر ڈال کر اس سے ایک بوٹی نوچ لی ہے۔ ابن سیرینؒ نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ تمہارے شوہر کے تین سو سولہ درہم چوری ہو گیا ہے۔ عورت نے کہا کہ قصہ ایسا ہی ہے مگر آپ کو کیونکر اس کی اطلاع ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ بلی کے نام کے حروف کے ابجد کے حساب سے کہ ''سنور'' میں سین کا ۶۰' نون کا ۵۰' واو کا ۶ اور راء کا دوسو' اس حساب سے کل ۳۱۶ درہم ہوئے۔ اس کے بعد پڑوس کے ایک غلام پر لوگوں کو شک ہوا۔ چنانچہ زدوکوب کرنے پر اُس نے اقرار کرلیا۔ اگر کسی نے دیکھا کہ اُس نے بلی کا گوشت کھا لیا ہے تو وہ شخص جادو سیکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بلی کے طبی فوائد ''سنور'' کے تحت باب السین میں بیان ہو چکے ہیں جسے ضرورت ہو وہاں سے رجوع کرے)

الھِر نضَانَة

''الھِر نضَانَة'' اس سے مراد ایک قسم کا کیڑا ہے جس کو ''السرفة'' کہتے ہیں۔ تحقیق باب ''السین'' میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

ھَرَ ثَمَة

''ھَرَ ثَمَة'' ابن سیدہ نے کہا ہے کہ شیر کے ناموں میں سے (ایک نام) ہے۔

الهرهير

''الهرهير'' یہ مچھلی کی ایک قسم ہیں۔ مبرد نے کہا ہے کہ''الھرهیر'' کچھوے اور سیاہ سانپ سے مل کر پیدا ہوا ہے۔ مبرد نے کہا ہے کہ سیاہ سانپ بہت خبیث (یعنی خطرناک) ہوتا ہے۔ یہ سانپ چھ مہینے تک حالت نیند میں (یعنی سوتا) رہتا ہے۔ پھر اگر یہ سانپ کسی کو ڈس لے تو وہ شخص زندہ نہیں رہتا (یعنی ہلاک ہو جاتا ہے)

الهرزون والهرزان

''الهرزون والهرزان'' اس سے مراد''الظليم'' (یعنی نر شتر مرغ) ہے۔ تحقیق''باب الظاء'' میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

الهزَار

''الهـــزَار'' (باء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد بلبل ہے۔ تحقیق اس کا تذکرہ (باب الصاد) میں''الصعوة'' کے تحت گزر چکا ہے۔

الهِزبَر

جوہری نے کہا ہے کہ شیر کو کہتے ہیں مگر دوسرے لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ جنگلی بلی کے مشابہ ایک جانور ہے جس کا قد بلی کے برابر ہوتا ہے۔ البتہ رنگ میں مختلف ہوتا ہے۔ اس کے شکار کرنے کے دانت بھی ہوتے ہیں۔ حبشہ کے علاقے میں بہت ہوتا ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں نے جوہری کے قول کی تائید کی ہے۔

اور ابوالھزبر یمن کے شہنشاہ داؤد بن الملک المظفر یوسف بن عمر کا لقب بھی تھا۔ اس نے یمن پر بیس برس سے زیادہ حکومت کی۔ یہ بہت بڑا عالم فاضل اور جوانمرد بادشاہ تھا۔ اس کے پاس تقریباً ایک کروڑ کتابیں موجود تھیں اور''تنبیہ'' وغیرہ کا تو حافظ تھا۔ مگر اس بادشاہ کا لڑکا الملک المجاہد اور اس کا باپ الملک المظفر دونوں علم میں اس سے برتر مقام پر فائز تھے اور اس سے زیادہ ذہین اور فطین اور مقبول عوام تھے (اللہ تعالےٰ ان سب کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانپ لے)

الهرعة

(جوں) کہا جاتا ہے کہ بلقیس کے تخت پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے ۔

ستاتی سنون هی المعضلات يراع من الهرعة الاجدل

یہ کہ عنقریب ایسے مصائب اور دواریوں والے سال آئیں گے جن میں بہادر شخص جوؤں سے ڈرے گا۔

وفیها یهین الصغیر الکبیر و ذوالعلم یسکته الاجهل

اور ان سالوں میں چھوٹا بڑے کو ذلیل کرے گا اور عالم کو جاہل خاموش اور لاجواب کر دے گا۔

الھَف

(ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی مچھلیاں) ھَف: ایک قسم کی چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کہتے ہیں "حساس" کے نام سے باب الحاء میں اس کا ذکر آ چکا ہے۔

الھِقْلُ

(جوان شترمرغ) نیز ھِقْلُ: امام اوزاعیؒ کے میر منشی محمد بن زیاد دمشقی کا لقب بھی ہے۔ یہ بیروت میں مقیم ہو گئے تھے وہاں ان کا یہ لقب پڑ گیا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ ملک شام میں ان کے دور میں اُن سے زیادہ معتبر کوئی عالم نہیں تھا۔ امام اوزاعی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات اور اُن کے فتوؤں کا جاننے والا کوئی اُن سے بڑھ کر نہیں تھا۔ محدثین میں ان کا شمار تھا۔ امام بخاریؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی ان کی روایات اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

۱۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی

الھَقْلَسُ

(بھیڑیا) "ذئب" کے ذیل میں بھیڑیئے کے احوال گزر چکے ہیں جو باب الذال میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اَلھَمَجُ

(چھوٹی مکھیاں) واحد ھمجة: یہ ان چھوٹی مکھیوں کا نام ہے جو جسامت میں مچھروں کے برابر ہوتی ہیں۔ بکریوں اور گدھوں کے مُنہ اور آنکھ پر خاص طور سے بیٹھتی ہیں۔ اسی سے مشتق کر کے ھامج اس گدھے کے لئے بولتے ہیں جس کے منہ پر یہ مکھی بیٹھا کرتی ہے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ "الرَعَاعُ من النّاس احمقی انمَاھُمْ الھُمُجَ" (کہ بیوقوفوں کی جماعت کے رذیل لوگ مکھیوں کی طرح ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا قول ہے:۔

"میں اس ذات کی پاکی بیان کرتا ہوں جس نے چیونٹی اور مکھی کے پیر لگا دیئے"۔

کمیل بن زیاد سے کسی نے کہا تھا:۔

"اے کمیل لوگ برتنوں کے مثل ہیں اور سب سے اچھا برتن وہی ہے جس میں اچھی باتوں کا ذخیرہ ہو۔ اور انسان تین قسم کے ہیں (۱) عالم ربانی جس کا علم بھی اچھا ہو اور عمل بھی ٹھیک ہو (۲) نجات دلانے والے راستہ کا سیکھنے والا (۳) کسی بھی کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چلنے والے رذیل لوگ"۔

اور "قوت القلوب" کے مصنفؒ نے حضرت علیؓ کے قول کی تفسیر میں ھمج سے مراد وہ پروانہ مراد لیا ہے جو اپنی نادانی کے سبب آگ میں کود پڑتا ہے اور اپنی جان کھو دیتا ہے اور "رَعَاع" کی تشریح میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ کم عقل جس کی عقل نہ ہونے کے برابر

ہو جو لالچ کا غلام ہو اور جسے غصہ یک دم آ جائے۔ جو خود پسندی میں مبتلا ہو اور کبر و غرور سے بھرپور ہو۔ اس تشریح میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ کہہ کر حضرت علیؓ آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ علم دین اسی طرح کے علماء کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

الهَمَلَّعُ

(بھیڑیا) کسی شاعر نے کہا ہے ع

''الـزَّاء لا تَمشِیْ مَعَ الهَمَلَّع ''(کہ بکریاں بھیڑیئے کے سامنے رہ کر نہیں بڑھ سکتیں) مَشَاءُ کے معنی مال وغیرہ کے بڑھنے کے آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے ''مَشی الرجل و امسی'' آدمی مالدار ہو گیا اور اس کے مویشی بڑھ گئے۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ''اَن امشُوْا واصبِرُوْا علٰی الِھَتِکُمْ''''''امشوا''''''مشی'''' سے نہیں ہے جو چلنے کے معنی میں ہے بلکہ ''مشاء'' سے ہے جس کے معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں کہ ''تمہاری دولت بڑھتی رہے گی اور تم اپنے بتوں کے پاس بیٹھے رہو' تم سے اس چیز کا مطالبہ ہے۔ یہ کافروں کے قول کی حکایت ہے۔ جب وہ نبی کی دعوتِ توحید کو سن کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کئی معبودوں کی جگہ ایک معبود کے ماننے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے چل پڑے ''اَن امْشُوْ اوَاصبِرُ واعَلٰی الِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذا لَشَیُ'' یُّرَادُ''۔ یہ قصہ حضورؐ کے طائف کے سفر سے پہلے کا ہے۔ آگے انہون نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ ساتھ' مریم بنت عمران' کلثوم اخت موسٰی اور آسیہ زوجہ فرعون سے میرا نکاح جنت میں کریگا''۔ حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت کا انگور بھی کھلایا۔

اَلهَمْهَمُ

(شیر) الاسد: میں تفصیل گزر چکی ہے۔

اَلهِنبَرُ

(بجو کا بچہ) ابوزید کہتے ہیں کہ بجو کو بنی فزارۃ کے لوگ ''اُم ھـنبر'' کہتے ہیں۔ ابوعمر کا کہنا ہے کہ ھنبر گدھے کے بچے کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے گدھی کو ام ھنبر بھی بعض لوگوں نے کہا ہے۔ اہل عرب ضرب المثل کے طور پر کہتے ہیں احـمـق من الھنبر (گدھی سے زیادہ احمق)

الهَوْدَعُ

(شترمرغ) شترمرغ کا ''ذکر نعامہ'' کے ذیل میں آچکا ہے۔

الھَوْذَة

(ایک قسم کا پرندہ) قطرب کا کہنا ہے کہ "ھوذة" "قطاة" (بھٹ تیتر کو کہتے ہیں۔

ابن علی حنفی کا نام بھی "ھوزة" ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلیط بن عمرو عامر کو اپنا نامۂ مبارک دے کر روانہ کیا تھا۔ ابن علی نے نہایت اعزاز و اکرام سے آپؐ کا خط لیا اور پڑھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے جواب میں اُس نے لکھا تھا کہ آپؐ نے جس چیز کی دعوت دی ہے بے شک وہ بہت اچھی اور بہتر ہے۔ مگر چونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں لہٰذا مجھے حکومت میں کچھ حصہ دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ھوذة ابن علی کا یہ مطالبہ رد کر دیا۔ حضرت سلیطؓ جس نامہ مبارک کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ھوزة بن علی کے پاس لے کر گئے تھے وہ نامۂ مبارک یہ ہے:۔

بسم الله الرَّحمیں الرَّحیم ط

"مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی هَوْذَةَبْنِ عَلِیِّ سَلَامٌ" عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ وَاعْلَمْ اَنَّ دِیْنِیْ سَیَظْهُرُ اِلٰی مُنْتَهی الخُفِّ وَالْحَافِرِ فَاَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَجْعَلُ لَکَ مَاتَحْتَ یَدَیْکَ".

"کہ یہ خط اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ھوذة بن علی کے نام ہے۔ ہدایت کے پیروکار پر سلامتی ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرا (لایا ہوا) دین جلد ہی اونٹوں اور گھوڑوں کے پہنچنے کے آخری حصہ تک پھیل جائے گا۔ لہٰذا اگر تم ابھی اسلام قبول کر لو تو امان پاؤ گے اور تمہاری موجودہ حکومت برقرار رکھی جائے گی"۔

یہ خط پڑھ کر اس نے اس کو احترام سے رکھا اور اس کا اچھا سا جواب لکھا اور قاصد "سلیط بن عمروؓ" کو انعامات سے نوازا اور ھجر کے بنے ہوئے کپڑوں کا جوڑا عنایت کیا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت جبرائیل نے آپ کو خبر دی کہ "ھوذة" دین مسیحیت کے ساتھ اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

الھَوْزَنُ

(ایک پرندہ) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ ھوزن ایک پرندے کو کہتے ہیں اور اَلْھَیْــــزَنُ (یعنی "واؤ" کی جگہ "یٰ" آجائے تو اس سے) مراد (ایران) اس دیہاتی کا نام ہے جس کے قول کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں یوں نقل کیا ہے:۔

"**قَالُوْ ابنُولَه بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فی الجَحِیْم**" کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ ایک چہار دیواری بنا کر اس میں آگ جلا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔

اور اسی شخص کے متعلق مسلم کی وہ روایت بھی ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے قیمتی لباس میں جا رہا تھا اور خود پسندی اور عجب میں مست تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں برابر دھنستا ہوا چلا جائے گا۔

الهُلاَ بعُ

''الهُلاَ بعُ''(ہاء کے پیش کے ساتھ) اس سے مراد بھیڑیا ہے اہل عرب کے قول رَجُلٌ ھلابع کا مطلب ''حریص آدمی'' ہے۔

الھلال

''الھلال''(ہا کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد سانپ ہے۔بعض نے مطلقاً ہر سانپ کو کہا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ ھلال صرف نر سانپوں کو کہتے ہیں۔ھلال اس اونٹ کو بھی کہتے ہیں جو کھجلی کے باعث بالکل کمزور ہوگیا ہو اور ہلال سے مراد ہلال مشہور چاند بھی ہے۔

الھیثم

(ہاء کے فتحہ کے ساتھ) اس سے مراد سرخاب کا بچہ ہے اسی سے ایک آدمی کا نام بھی ہیثم ہے۔جوہری نے کہا ہے کہ ہیثم عقاب کے بچے کو کہتے ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ ہیثم گدھ کے بچے کو بھی کہتے ہیں۔'' کفایة المتحفظ ''میں اسی طرح لکھا ہے۔

الھَیُجماَ نة

(چھوٹی لال چیونٹی) اس کا ذکر باب الذال میں ذر کے ضمن میں گزر چکا۔

الھَیُطَل

(لومڑی) باب الثاء میں ثعلب کے ذکر میں تفصیل آچکی ہے۔

الھَیُعَرَة

(چڑیل) غول بیابانی۔ھیعَرَة: ہیہ غول بیابانی کی ایک قسم ہے۔شریر قسم کی عورت کو بھی مجازاً کہہ دیتے ہیں۔کم عقلی اور پاگل پن کو بھی الھیعرہ کہتے ہیں۔تفصیل اس سے پہلے دوسری جگہوں پر مثلاً سعلاة کے ضمن میں آچکی ہے۔

الھَیُقُ

(نرشتر مرغ) ھیق اور ھیقم دونوں کے معنی نرشتر مرغ کے ہیں۔

الھَیُکَلُ

(بڑے ڈیل ڈول کا گھوڑا) ھیکل موٹے اور لمبے گھوڑے کو کہتے ہیں۔بہادر کو بھی کہتے ہیں۔اسی طرح مجسمہ وغیرہ کو بھی ھیکل کہا جاتا ہے۔قوی ہیکل پہلوان شخص کو بھی کہتے ہیں۔

اَبُوهَرُوَنُ

(ایک خوش گلو پرندہ) کو کہتے ہیں اس پرندے کی آواز میں وہ سوز و گداز ہے کہ نوحہ کرنے والی عورتوں کی آواز ویسی نہیں۔ اور کوئی بھی گویا اس کی آواز پر فوقیت نہیں لے جاسکتا۔ یہ رات بھر بولتا رہتا ہے۔ صبح صادق کے وقت چپ ہو جاتا ہے۔ رات میں پرندے اس کی آواز کی لذت حاصل کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی عاشق اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی آواز سن کر اس کے قدم رک جاتے ہیں اور بیٹھ کر اس کی دردبھری آواز پر رونے لگتا ہے۔

باب الواو

الوَازِعُ

(کتا) وازع کے معنی منتشر کر دینا۔ کتے کو وازع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ بکریوں سے بھیڑیئے کو بھگا دیتا ہے۔ کتے کی خوبیاں کلب کے بیان میں آچکی ہیں۔

الوَاقْ واق

(ایک قسم کی مخلوق ہے) جاحظ کا بیان ہے کہ یہ کسی جانور اور کسی درخت سے پیدا ہوئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

الوَاقی

اس کی آواز واقِ واق ہے اس لئے اس کا نام واقی پڑ گیا ہے اس سے مراد لٹورا ہے۔ نیز واقی ایک پانی کا پرندہ بھی ہے جو اسی قسم کی آواز نکالتا ہے اور اس کی حلت میں وہی اختلاف ہے جو طیر الماء کے بارے میں ہے۔ مگر پہلے گزر چکا ہے کہ صحیح قول حلت کا ہی ہے۔ مگر لقلق (سارس) اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق لکھا ہے۔

الوَبْرُ

(بلی کے مشابہ ایک جانور) ''وبـر'': خاکستری رنگ کا ایک جانور ہے جو بلی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کی دم اتنی چھوٹی ہوتی ہے گویا ہے نہیں۔ یہ گھروں میں رہتا ہے اور لوگ ''وبر'' کو بنی اسرائیل کی بکری کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ''وبر'' مسخ شدہ بنی اسرائیل کی بکریاں ہیں۔ کیونکہ وبر کی دم چھوٹی ہونے کے باوجود بکری کی چکی کے مشابہ ہوتی ہے۔ مگر یہ قول شاذ ہے اور نا قابل توجہ ہے اس کی جمع کے لئے دبور دوبار واور دبارۃ کے الفاظ مستعمل ہیں اس کی مؤنث دبرۃ آتی ہے۔

بخاری میں کتاب الجہاد میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے جس میں وبر کا تذکرہ ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں خیبر فتح ہونے کے بعد پہنچا۔ میں نے

عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مالِ غنیمت میں حصہ دیجئے۔ ابان بن سعید بن العاص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو حصہ ہرگز نہ دیجئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یہ یہ! ابن قوقل کا قاتل (مجھے حصہ دینے سے روک رہا ہے) اس پر ابن سعید نے کہا کہ تعجب ہے اس ''وبر'' پر جو ''قدوم'' پہاڑ کے پاس سے رینگتا ہوا ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھ پر ایک مسلمان کے قتل کا عیب لگا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس مقتول مسلمان کو میرے ذریعے عزت بخشی اور مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل ہونے سے بچالیا''۔

شارحین نے کہا ہے کہ ''قَدُوْم'' ''قبیلۂ ''دوْس'' کا پہاڑ ہے جس قبیلہ سے حضرت ابو ہریرہؓ ہیں ''البکری'' نے اپنی معجم میں اسی طرح لکھا ہے:۔

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں کہ بعض شارحین حدیث نے ''وبر'' کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بلی کے مشابہ ایک جانور ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حلال ہے اور کھایا جاتا ہے اور ابن اثیر نے ''نہایۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''وبر'' بلی کے برابر جسم کا ایک جانور ہے اور اس جانور سے تشبیہ دینے کا مقصد تحقیر ہے۔ بعض لوگوں نے ''وبر'' سے اونٹ کا بال مراد لیا ہے اور اس سے بھی تحقیر ثابت کی ہے۔ مگر صحیح بات پہلی ہے۔ اور ابن قوقل جن کا نعمان نام ہے ان کو حالت کفر میں ابان ابن سعید نے اپنے کفر کے زمانہ میں شہید کر دیا تھا اور صلح حدیبیہ اور فتح خیبر کی درمیانی مدت میں یہ ابان ابن سعید مشرف باسلام ہوئے اور صلح حدیبیہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ میں انہوں نے ہی پناہ دی تھی۔

حکم شرعی

اس کا کھانا حلال ہے کیونکہ حرم اور حالت احرام میں اس کے شکار کرنے والے سے فدیہ دلایا جاتا ہے۔ یہ جانور خرگوش کی طرح گھاس اور پتے کھاتا ہے۔ ماوردی اور رُویانی نے کہا ہے کہ یہ جانور بڑے چوہوں کے برابر ہوتا ہے مگر چوہے کی طرح اس کی طبیعت میں فساد نہیں بلکہ اس کی طبیعت میں شرافت ہوتی ہے اور چوہے سے بڑا ہوتا ہے۔ اہلِ عرب اسے کھاتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ایک کالا جانور ہے جو خرگوش کے برابر اور نیولے سے بڑا ہوتا ہے۔ رافعیؒ نے بھی اس کے قریب قریب ہی بات لکھی ہے۔

امام مالکؒ عطاء مجاہد طاؤس عمرو بن دینار ابن المنذرؒ امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور حکم ابن سیرینؒ حماد امام ابو حنیفہؒ قاضی حنبل نے مکروہ کہا ہے لیکن ابن عبدالبر کا کہنا ہے کہ مجھے امام ابو حنیفہؒ سے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں ملی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ خرگوش کی طرح گھاس پتے کھاتا ہے۔

الوَحرَةُ

وَحَرَۃ: ایک سرخ کیڑا ہوتا ہے جو چھپکلی کے مشابہ ہوتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ گرگٹ کو کہتے ہیں جو چھپکلی سے مشابہ ہوتا ہے۔ زمین سے چمٹا رہتا ہے۔ یا چھپکلی کی ایک قسم ہے۔ یہ کسی کھانے پینے کی چیز پر جب بھی گزرتا ہے اسے سونگھتا ضرور ہے۔ چھپکلی کا ہم شکل ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترمذی کی روایت میں اس طرح مذکور ہے اگرچہ دوسرے معنی میں ہے لیکن اس معنی سے مشابہت ضرور ہے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرو کیونکہ ہدیہ سینے کے کینے کو دور کر دیتا ہے۔ کوئی پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ سمجھے (ہدیہ بھیج دے) خواہ وہ بکری کی ایک کھر ہی کیوں نہ ہو''۔

" وَحَرُ الصدر " کے شارحین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں:۔
(۱) دل کا وسوسہ (۲) حسد (۳) غصہ (۴) دشمنی (۵) تیز غصہ (۶) دل کا کینۂ کپٹ جو دل سے اس طرح چمٹا رہتا ہے جیسے کرگٹ زمین سے چمٹا رہتا ہے۔
اور بخاری اور بیہقی نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے:۔
"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کیونکہ ہدیہ پر محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے دل کے کینے دور ہو جاتے ہیں"۔
یہ لفظ لعان کی روایت میں یوں ہے:۔
"کہ اگر وہ سرخ ٹھگنے بدن کا بدن ہے جیسے گرگٹ ہوتا ہے تو اس (عورت) کے شوہر کا الزام غلط ہے"۔

الوحش

"وحـــش" کا اطلاق ان تمام جانوروں پر ہوتا ہے جو انسان سے مانوس نہیں ہوتے اور خشکی پر بستے ہیں۔ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔
"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم کے بیٹے! میرے عزت اور میرے جلال کی قسم! تُو اس دنیا سے راضی اور خوش ہوگا جو میں نے تجھ کو دے رکھی ہے تو میں تجھے سکون عطا کر دوں گا اور تُو میرے نزدیک پسندیدہ ہوگا اور اگر تُو میری دی ہوئی چیزوں سے راضی نہ ہوگا تو میں تجھ پر دنیا مسلط کر دوں گا۔ پھر وحشی جانوروں کی طرح تُو اس دنیا میں لاتیں چلاتا پھرے گا۔
مگر پھر بھی تجھ کو وہی ملے گا جو میں چاہوں گا اور اس حال میں تُو میرے نزدیک ناپسندیدہ ہوگا"۔
احیاء العلوم میں روایت ہے کہ:۔
"اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی اے داؤد! تُو کچھ چاہتا ہے اور میں کچھ چاہتا ہوں۔ مگر میرا ہی چاہا ہوتا ہے۔ اگر تو میری چاہت پر راضی ہوتا ہے تو تیری چاہت بھی میں پوری کر دیتا ہوں اور اگر تُو میری چاہت پر تسلیم و رضا کا اظہار نہیں کرتا تو میں تجھے تیری چاہت میں تھکا دیتا ہوں۔ اور اس کے بعد بھی میری چاہت کے مطابق ہوتا ہے"۔
ابو القاسم اصبہانی نے "الترغیب والترہیب" میں لکھا ہے کہ قیس بن عبادۃ کہا کرتے تھے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وحشی جانور عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے ہیں۔ اور فتح بن سحرب کا کہنا ہے کہ میں روزانہ چیونٹیوں کے لئے روٹی کے ٹکڑے بکھیرا کرتا تھا۔ جب عاشورا کا دن آتا تھا تو چیونٹیاں اسے نہیں کھاتی تھیں۔
شیخ الاسلام محی الدین نووی اپنی "کتاب الاذکار" میں "باب اذکار المسافر عند ارادۃ الخروج من بیتہ" کہ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو کیا دُعا پڑھے؟" کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ گھر سے نکلتے وقت اپنے اہل خانہ کے پاس دو رکعت پڑھنا مسافر کے لئے مستحب ہے۔ کیونکہ مقطعم بن مقدام کی حدیث ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص سفر کے لئے جاتے وقت ان دو رکعتوں سے افضل کوئی چیز اپنے گھر والوں کے لئے چھوڑ کر نہیں جاتا جو وہ جاتے وقت گھر میں پڑھ کر جاتا ہے۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی ہے:۔
امام شافعیؒ کے ایک شاگرد نے کہا ہے کہ مسافر جب دو رکعتیں گھر میں پڑھے تو مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد "قُلْ

اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ''اور دوسری رکعت میں ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے آیۃ الکرسی پڑھ لے گا تو سفر سے واپسی تک اسے کوئی ناگوار چیز پیش نہیں آئے گا۔

نیز سورۂ ''لا یلف قریش'' پڑھنا لینا بھی مستحب ہے۔ کیونکہ صاحب کشف و کرامت فقیہ شافعی جناب عالی ابوالحسن قزوینیؒ نے فرمایا ہے کہ سورئہ لایلیف ہر برائی سے حفاظت ہے اور ابوطاہر بن جشو یہ کا بیان ہے کہ مجھے ایک سفر درپیش تھا لیکن مجھے اس سے خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔ میں قزوینی کے پاس گیا تا کہ اُن سے دُعا کی درخواست کروں آپ نے کہا کہ دعا خود ہی کرو جو بھی سفر کا ارادہ کرے اور اسے کسی دشمن یا کسی وحشی جانور (درندہ) کا اندیشہ ہو تو وہ سورۂ ''لایلیف'' پڑھے۔ کیونکہ یہ خطرہ سے حفاظت کرنے والی ہے۔ لہٰذا (ابو طاہر کہتے ہیں کہ) میں نے سورہ قریش پڑھ لی اور آج تک مجھے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ علامہ دمیری نے فرمایا کہ المقطم الصحابی کے الفاظ جو شیخ الاسلام محی الدین نووی نے نقل کئے لیں یہ ان کا وہم ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کریم میں سے مقطم نام کا کوئی صحابی نہیں ہے۔ طبرانی نے مقطم بن مقدام صنعانی سے روایت نقل کیا ہے لیکن شاید طبرانی کے نسخہ میں کتابت کی غلطی کی بنا پر مقطم کو صحابی لکھ دیا گیا ہے واللہ اعلم۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ الصعانی کی نسبت صنعاء یمن کی بجائے صنعائے شام ہے۔

''وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ'' کی تفسیر میں علماء مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ جانوروں کا حشر اُن کی موت ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کا قول ہے کہ ''حشرت'' کا ترجمہ ہے اختلطت یعنی تمام جانور ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کا حشر اس کی موت ہے البتہ انسان اور جنات قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے مگر جمہور کا قول یہ ہے تمام جاندار روز قیامت زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ حتیٰ کہ مکھیاں بھی زندہ کی جائیں گی اور ایک دوسرے سے بدلہ دلوایا جائے گا لہٰذا بے سینگ کے جانوروں کو سینگ والے جانوروں سے بدلہ دلوایا جائے گا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے فرمادے گا ''کونوا ترابا'' ''تم مٹی ہو جاؤ۔ لہٰذا وہ مٹی میں مل جائیں گے۔ اس موقع پر کافر تمنا کرے گا۔ '' یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرَابًا'' کاش! میں بھی مٹی ہو جاتا (علامہ دمیریؒ لکھتے ہیں) کہ میں نے تفسیر کی کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ یہاں آیت میں مراد کافر نہیں بلکہ ''ابلیس مردود'' ہے۔ اور دراصل بات یوں ہے کہ اس نے ازل میں حضرت آدم علیہ السلام پر ان کے مٹی سے پیدا ہونے پر عیب لگایا تھا اور اپنے آگ سے پیدا ہونے پر فخر کیا تھا مگر جب قیامت کے دن وہ آدم علیہ السلام اور تمام مومنین کو آرام و راحت، رحمت اور عمدہ جنت میں دیکھے گا اور خود کو انتہائی کرب وغم اور دردناک عذاب میں دیکھے گا تو مٹی ہو جانے کی تمنا کرے گا جیسے کہ چرند، پرند اور درند مٹی ہو گئے۔

''بہت سے لوگوں نے رافع بن خدیج سے یہ روایت کی ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اچانک ہم سے چھوٹ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگنے لگا۔ ایک صحابیؓ نے اس کو تیر مار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ ان چوپایوں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح وحشی ہوتے ہیں لہٰذا جس کو تم نہ پکڑ سکو اس کو اسی طرح قابو میں کر لیا کرو''۔

شیخ قطب الدین قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ ام محمد آمنہ (جن کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی) سے یہ دُعا سن کر یاد کر لی تھی جو دشمنوں اور بدمعاشوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہے۔

وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ بتلا لُوْ نُوْرِ بَھَاءِ حجبِ عَرْشِکَ مِنْ اَعْدَائِیْ اِحتَجَبْتُ وَبِسَطْوَتِ الْجَبْرُوْتِ مِمَّنْ یَکِیْدُنِی اسْتَتَرْتُ وَبِطُوْلِ حوْلَ شَدِیْدِ قُوَّتِکَ مِنْ کُلِّ سُلْطَانٍ تَحَصَّنْتُ وَبِدَ یُمُوْمِ قیوم دَوَامِ اَبَدِیَّتِکَ مِنْ کَلِّ شَیْطَانٍ اِسْتَعَذْتُ وَبِمَکْنُوْنِ السِّرِّ مِنَ سِرِّ سِرِّکَ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ وَغَمٍّ تَخَلَّصْتُ یَاحَامِلَ الْعَرْشِ عَنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ یَاشَدِیْدًا لبطشِ یَاحابِسَ الْوَحشِ اِحْبِسْ عَنِّی مَنْ ظَلَمَنِی وَ اغْلُب من غَلَبَنِی "کَتَبَ اللّٰهُ لا غِلَبَنَّ اَنَاوَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ" عَزِیْزٌ" ".

علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ "یَاحَابِسَ الْوَحْشِ" کے معنی میں جب میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس سے فرمانِ نبویؐ (جو قصہ حدیبیہ کے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا تھا) کی طرف اشارہ ہے "حَبَسَھَا حَابِسُ الفیل" اور قصہ فیل مشہور ہے جس کا ذکر بھی پہلے آ چکا ہے۔

ایک اور دعا:

شیخ قطب الدینؒ نے یہ دُعا بھی اپنی والدہ سے سُن کر یاد کر لی تھی جو دشمنوں کی نگاہوں سے روپوش ہونے کے لئے پڑھی جاتی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ بِسِرِّ الذَّاتِ بِذَاتِ السِّرِّ ھُوَ اَنْتَ اَنْتَ ھَوَ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ اِحْتَجَبْتُ بِنُوْرِ اللّٰہِ وَبِنُوْرِ عَرْشِ اللّٰہِ وَبِکُلِّ اِسْمٍ مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ مِن عَدُوِّیْ وَعَدُوِّ اللّٰہِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ خَلْقٍ بِمِائَۃِ اَلْفِ اَلْفِ لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ خَتَمْتُ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ وَوَلَدِیْ وَجَمِیْعَ مَااَعْطَانِیْ رَبِّیْ بِخَاتَمِ اللّٰہِ الْقُدُّوْسِ الْمَنِیْعِ الَّذِیْ خَتَمَ بِہٖ اَقْطَارَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ حَسْبُنَااللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبُنا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ.

ایک تیسری دعا:

نیز اسی طرح یہ دُعا بھی مفید ہے اور دشمنوں سے پوشیدہ رہنے اور ہر بادشاہ' شیطان' درندہ اور سانپ' بچھو کے شر سے حفاظت ہے کہ مندرجہ ذیل دُعا کو سورج نکلتے وقت سات مرتبہ پڑھے:۔

"اَشْرَقَ نُوْرُ اللّٰہِ وَظَھَرَ کَلاَمُ اللّٰہِ وَاَثْبَتَ اَمْرُ اللّٰیہِ وَنَفَذَ حُکْمُ اللّٰہِ اسْتَعَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ تَحَصَّنْتُ بِخَفِیِّ لُطْفِ اللّٰہِ وَبِلَطِیْفِ صُنْعِ اللّٰہِ وَجَمِیْلِ سِتْرِ اللّٰہُ وَبِعَظِیْمِ ذِکْرِ اللّٰہِ وَبِقُوَّۃِ سُلْطَانِ اللّٰہِ دَخَلْتُ فِیْ کُنُفِ اللّٰہِ وَاسْتَجَرْتُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم بَرِئْتُ مِنْ حوْلِیْ وَقُوَّتِیْ وَاستعَنْتُ بِحَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہٖ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ وَاَھْلِیْ وَوَلَدِیْ بِسِتْرِکَ الَّذِیْ سَتَرْتَ بِہٖ ذَاتَکَ فَلاَ عَیْنٌ" تَرَاکَ وَلاَ یَدٌ" تَصِلُ اِلَیْکَ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ اَحْجُبْنِیْ عَنِ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ بِقُدْرَتِکَ یَاقَوِیُّ یَامَتِیْنُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ نَامُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا دَائِمًا اَبَدًااِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

الوَداعُ

(سمندری گھونگھا) یہ جانور سمندر کی تہ میں رہتا ہے۔ پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے چمکدار اور خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کو اگر سمندر سے نکال کر باہر ڈال دیا جائے تو مر جاتا ہے۔ اس میں سوراخ کر کے عورتیں اور بچے زینت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

الوَرَاءُ

(بچھڑا) بچھڑے کا ذکر بقرۃ کے ذیل میں آچکا ہے۔

الورد

(شیر) شیر کو وَرد (گلاب) اس لئے کہتے ہیں کہ شیر کا رنگ ورد کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس مشابہت کی بنیاد پر اس رنگ کے گھوڑے کو ''ورد'' کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک موضوع حدیث مروی ہے جس کو ابن عدی اور دیگر لوگوں نے حسن بن علی بن زکریا بن صالح عدوی بصری (جن کا لقب ''ذئب'' بھیڑیا ہے) کے حالات میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے:۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے آسمان پر لے جایا گیا میرے پسینہ کا ایک قطرہ زمین پر ٹپک گیا اور اس سے گلاب پیدا ہوا لہٰذا جو میری خوشبو سونگھنا چاہے وہ گلاب کا پھول سونگھ لے''۔

الوَرْدَانِیُ

(قمری اور کبوتر سے پیدا شدہ ایک پرندہ) یہ عجیب وغریب قسم کا پرندہ ہے۔ اس کا رنگ بھی نہایت عجیب اور مضحکہ خیز ہے۔

الورشان

(نر قمری) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ ''ورشان'' فاختہ اور کبوتر کی جوڑی سے پیدا ہوا ہے۔ اس کو ''وَرشین'' بھی کہتے ہیں۔ اس کی کنیت ''ابوالاخضر' ابوعمران اور ابوالنائحہ'' ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں ایک کو ''نوبی'' کہتے ہیں۔ یہ کالے رنگ کا ہوتا ہے اور ایک حجازی کہلاتا ہے۔ مگر نوبی کی آواز حجازی سے زیادہ دل کش ہوتی ہے اور اس کا مزاج بہ نسبت حجازی کے سرد اور مرطوب ہوتا ہے اور اس کی آواز اس کی دیگر قسموں کے درمیان اس طرح سریلی ہوتی ہے جس طرح سارنگی کی آواز دیگر باجوں کے مقابلہ میں عمدہ ہوتی ہے۔

یہ ورشان اپنے بچوں پر نہایت مہربان اور شفیق ہوتا ہے حتیٰ کہ بسا اوقات اپنے بچوں کو شکاری کے ہاتھوں میں دیکھ کر غم کے مارے اپنی جان کھو دیتا ہے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ یہ ورشان اپنی بولی میں کہتا ہے لِدُوْ الِلْمَوتِ وَابْنُوْ لِلخراب

شاعر نے اس طرح کہا ہے۔

لَہٗ مَلَک'' یُنَادِیْ کل یَوْمٍ   لِدُوْ لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلُخَراب

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ روزانہ یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا میں جتنا چاہو اولاد پیدا کرلو' محلات و بلڈنگیں تعمیر کرلو ناز و نعم سے فائدہ اٹھالو مگر سب کا انجام موت اور ویرانگی ہے۔ ایک دن یہ سب کچھ فناء ہو جائے گا۔

ایک بزرگ کی کرامت

قشیریؒ نے اپنی کتاب کے ''باب کرامات الاولیاء'' میں لکھا ہے کہ عتبہ غلام بیٹھ کر یہ آواز لگاتے تھے کہ اے ورشان! اگر تُو مجھ سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا فرمانبردار ہے تو' میری ہتھیلی پر بیٹھ جا تو وہ پرندہ آکر اُن کی ہتھیلی پر بیٹھ جایا کرتا تھا۔

شرعی حکم

یہ طیبات میں سے ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے۔

تتمہ

عثمان بن سعید ابو سعد مصری قراء سبعہ میں سے نافع مدنیؒ کے مشہور شاگرد ہیں جو ان کے راوی بھی ہیں' یہ ورش کے لقب سے مشہور ہیں۔ قد اِن کا چھوٹا تھا بدن موٹا تھا۔ آنکھیں سرخ اور نیلی تھیں نہایت گورے رنگ کے تھے اور بڑی عمدہ آواز سے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کے استاذ نے ان کا لقب ''ورشان'' رکھ دیا تھا لہٰذا استاد اُن سے کہا کرتے تھے ''اقراء یا ورشان'' ورشان پڑھو!'' افعل یا ورشان'' ورشان یہ کام کر کے لاؤ۔ وہ اس کا برا بھی نہیں مانتے تھے بلکہ اسے اور پسند کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میرے استاذ نافع نے میرا یہ نام رکھا ہے۔ یعنی ورشان رکھا ہے پس اس کے بعد وہ (یعنی عثمان بن سعید ابو سعد) اسی نام ورشان سے مشہور ہو گئے تھے پھر کثرت استعمال سے الورشان کے آخر سے الف و نون حذف ہو گیا اور ان کا نام' ورش' پڑ گیا۔

ورشؒ کا بیان ہے کہ میں اپنے وطن مصر سے حضرت نافع مدنی سے قرأت سیکھنے کے لئے مدینہ پہنچا۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت نافعؒ مدنی کے پاس طلباء کی اتنی زیادہ تعداد ہے کہ اب مزید کسی اور طالب علم کو پڑھانے کے لئے اُن کے پاس وقت نہیں ہے بلکہ موجودہ طلباء کو بھی ایک خاص مقدار میں سبق پڑھایا کرتے۔ لہٰذا کسی بھی طالب علم کو تیس آیتوں سے زیادہ قرأت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ جب میں نے دیکھا کہ اس طرح گنجائش نکلنی مشکل ہے تو میں نے اُن کے ایک شہری دوست سے رابطہ قائم کیا اور ان کو لے کر حضرت نافع مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس شخص نے استاد سے کہا کہ یہ لڑکا مصر سے صرف آپ سے قرأت پڑھنے کے لئے آیا ہے۔ تجارت یا حج کے ارادہ سے نہیں آیا۔ حضرت نافعؒ نے فرمایا کہ یہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ مہاجرین و انصار کے طلباء کا کس قدر ہجوم ہمارے یہاں ہے۔ اس صاحب نے عرض کیا کہ آپ اس مصری طالب علم کے لئے کوئی نہ کوئی وقت نکال ہی دیں۔

ورشؒ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت نافعؒ نے مجھ سے پوچھا کہ لڑکے! کیا تم رات مسجد میں گزار سکتے ہو؟ میں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں؟ ضرور گزار لوں گا۔ چنانچہ میں نے وہ رات مسجد نبویؐ میں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو حضرت نافع مسجد میں آئے اور پوچھنے لگے وہ غریب الوطن مسافر کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں۔ اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ میری آواز اچھی اور بلند تھی' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد گونجنے لگی۔ جب میں تیس آیتیں پڑھ چکا تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے قرآت بند کر دی۔ اسی وقت ہمارے حلقۂ درس سے ایک نوجوان طالب اٹھا اور حضرت نافعؒ سے کہنے لگا:

''اے خیر اور بھلائی سکھانے والے ہم لوگ تو مدینہ ہی میں آپ کے ساتھ رہنے والے ہیں اور یہ بیچارہ تو پردیسی ہے صرف آپ سے قرأت سیکھنے کے لئے اتنی دور سے آیا ہے۔ لہٰذا میں اپنی باری میں سے دس آیتیں اس کو دیتا ہوں اور باقی بیس آیتیں اپنے لئے رکھ چھوڑی ہیں۔ حضرت نافعؒ نے مجھ سے فرمایا اچھا پڑھو۔ چنانچہ میں پھر پڑھنے لگا۔ پھر جب وہ دس آیتیں بھی مکمل ہو گئیں تو ایک نوجوان اور کھڑا ہوا اور اُس نے بھی اپنی باری میں سے دس آیتیں مجھے عنایت کر دیں۔ لہٰذا میں نے دس آیتیں اور تلاوت کیں۔ اسی طرح باری باری ہر طالب علم مجھے اپنی قرأت میں سے دس دس آیتیں دیتا رہا۔

پھر میں بیٹھ گیا اور دوسرے طالب علم سنانے لگے۔ جب سب سنا چکے تو پھر استاد نے مجھ سے فرمایا کہ پڑھو۔ چنانچہ میں نے پھر پچاس آیتیں قرأت سے پڑھیں۔ اس طرح مدینہ منورہ سے واپسی سے پہلے میں نے پورے قرآن شریف کی قرأت سیکھ لی''۔

ورشؒ کی ولادت ۱۲۰ھ میں ہوئی اور ۱۹۷ھ میں مصر میں وفات پائی۔

طبی خواص

ورشان کا خون آنکھ کی چوٹ میں مفید ہے۔ اس کو آنکھ میں ٹپکایا جاتا ہے اس سے چوٹ یا کسی بیماری کی وجہ سے آنکھ کا جما ہوا خون تحلیل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کبوتر کا خون بھی نافع ہے''هرمس'' کا کہنا ہے کہ جو شخص مداومت کے ساتھ ورشان کے انڈے کھاتا رہے اس کی قوتِ جماع میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر عشق کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

تعبیر

ورشان کو خواب میں دیکھنے سے مسافر اور حقیر شخص مراد ہے۔ نیز خبروں اور قاصدوں کی بھی علامت ہے۔ اس لئے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں آ کر طوفان کے پانی کے کم ہونے کی خبر دی تھی۔ بعض لوگوں نے ورشان سے عورت مراد لی ہے۔

الورقاء

ورقاء: اس کبوتر کو کہتے ہیں جس کا رنگ مائل بہ سبزی ہو اور ورقہ اس کالے رنگ کو کہتے ہیں جو خاکی رنگ سے ملتا جلتا ہو۔ اسی مناسبت سے راکھ کو ''اَورَق'' کہتے ہیں اور بھیڑیئے کو ورقاء کہتے ہیں۔ صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے:۔

''بنی فزارہ کا ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایتاً عرض کیا کہ میری بیوی نے کالا کلوٹا لڑکا جنم دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سُن کر اُس سے کہا اچھا بتاؤ تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اُس نے کہا ہاں ہیں۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اُن کا رنگ کیسا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ وہ سرخ رنگ کے ہیں۔ آپؐ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ کہ ان میں خاکستری رنگ کا بھی کوئی ہے؟ اُس شخص نے کہا ہاں! خاکستری بھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سرخ اونٹوں کے بیچ یہ خاکستری کہاں سے آ گیا؟ اُس نے کہا ممکن ہے کہ کسی رگ نے اُسے کھینچ لیا ہو اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے کا بھی یہی مسئلہ ہے''۔

سہیلیؒ نے سواد بن قارب کے قصہ میں لکھا ہے کہ سوداء بنت زہرة بنت کلاب کا رنگ بھی اسی طرح خاکستری تھا اور اس عورت کا قصہ یہ ہے کہ جب یہ پیدا ہوئی اور اسے اس کے باپ نے دیکھا کہ اس کا رنگ خاکستری مائل بہ سیاہی ہے تو اس نے اس کو زندہ درگور

کرنے کا حکم دے دیا۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی لڑکی اس طرح کی پیدا ہوتی تو اس کو "حجون"[1] میں لے جا کر دفن کر دیا کرتے تھے۔ لہٰذا اسی ارادہ سے سوداء بنت زہرہ کو حجون لے جایا گیا۔ جب گورکن نے اس کے لئے قبر کھود ڈالی اور اسے دفن کرنا چاہا تو ایک آواز سنائی دی کہ اس بچی کو دفن نہ کرو بلکہ اسے جنگل میں چھوڑ دو۔

گورکن نے ادھر ادھر دیکھا مگر اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر دوبارہ اسے زمین میں چھپا دینے ارادہ کیا۔ پھر آواز آئی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اس بچی کو دفن مت کرو اسے جنگل میں چھوڑ دو۔ چنانچہ وہ گورکن بچی کو لے کر اُس کے باپ کے پاس پہنچا اور ساری داستان سنائی۔ یہ داستان سن کر اُسکے باپ نے کہا کہ اس لڑکی میں ضرور کوئی اہم بات ہے۔ لہٰذا اس کو زندہ چھوڑ دیا گیا۔ بڑی ہو کر وہ قریش کی کاہنہ[2] بنی اور اُس نے ایک دن لوگوں کو یہ پیشین گوئی دی کہ اے بنی زہرہ! تمہارے قبیلہ میں ایک عورت نذیرہ[3] ہوگی جو ایک نذیر لڑکے کو جنم دے گی۔ لہٰذا تم اپنی لڑکیوں کو میرے پاس پیش کرو۔ چنانچہ قبیلہ کے تمام لوگوں نے اپنی اپنی لڑکیاں لا کر اُس کے سامنے کھڑی کر دی۔ ان لڑکیوں کو دیکھنے کے بعد اس کاہنہ نے ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا جو ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ جب اس کاہنہ کے سامنے حضرت آمنہ بنت وھب کو پیش کیا گیا تو کاہنہ نے کہا کہ یہی وہ نذیرہ عورت ہے جس سے ایک لڑکا نذیر پیدا ہوگا۔ غرضیکہ یہ تفصیلی قصہ ہے جس کو تفصیل درکار ہو وہ تاریخ کی کتابوں میں پڑھ لے۔

الوَرَلُ

(گوہ کی مانند ایک جانور) گوہ کی شکل کا ایک جانور ہے مگر یہ جسامت میں اس سے بڑا ہوتا ہے یہ ابن سیدہ کا قول ہے اور قزوینیؒ کا کہنا ہے کہ ورل گرگٹ اور چھپکلی سے بڑا ایک جانور ہے اس کی دم لمبی ہوتی ہے۔ یہ بڑا تیز چلتا ہے لیکن اس کے بدن میں حرکت کم ہوتی ہے اور عبداللطیف بغدادی نے کہا ہے کہ ورل ضب 'حرباء شحمۃ الارض اور وزغ یہ سب کے سب متناسب الخقت ہیں اور قریب قریب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ورل 'حرذون (سوسمار) کو کہتے ہیں۔ جانوروں میں اس سے زیادہ جماع کرنے والا کوئی جانور نہیں پایا جاتا۔ اس کی اور گوہ کی دشمنی چلتی ہے۔ لہٰذا جب یہ گوہ پر غالب آ جاتا ہے تو اُسے مار ڈالتا ہے لیکن اسے کھاتا نہیں ہے۔

ورل اپنے لئے کبھی گھر نہیں بناتا نہ خود سوراخ کھودتا ہے بلکہ گوہ کے سوراخ (گھر) میں گھس کر اسے ذلت کے ساتھ وہاں سے نکال دیتا ہے اور ورل کے پنجے اگرچہ گوہ سے کمزور ہوتے ہیں لیکن یہ گوہ پر غالب آ جاتا ہے چونکہ یہ ظالم ہوا ہے لہٰذا اس کا ظلم اسے خود سے اپنا گھر بنانے سے مانع ہوتا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ورل سانپ کو کھا کر اس کا گھر پر قابض ہو جاتا ہے۔ سانپ کو سیدھا نگل جاتا ہے بسا اوقات ورل کا شکار کر لیا جاتا ہے تو اس کے پیٹ میں سے بڑا سانپ نکلتا ہے۔ یہ سانپ کو اُس وقت تک نہیں نگلتا جب تک اس کا سر نوچ کر الگ نہ کر دے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی گوہ سے کشتی ہوتی ہے مگر جاحظ نے لکھا ہے کہ وَرَل حرذون کو نہیں کہتے۔ بلکہ حرذون دوسرا جانور ہے اور حرذون کا تعارف جاحظ نے اس طرح کر دیا ہے کہ یہ جانور مصر میں زیادہ ہوتا ہے اور بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ اس کے بدن پر مختلف قسم

---

[1] ایک قبرستان کا نام جہاں اہلِ عرب لڑکیوں کو زندہ درگور کیا کرتے تھے۔

[2] آئندہ کے احوال کی خبر دینے والی عورت

[3] ڈرانے والی

کے رنگوں کا نقش ونگار ہوتا ہے۔ انسان کی طرح اس کا ہاتھ ہوتا ہے اور انسان ہی کے ہاتھ کی طرح اس کی انگلیوں کے پورے ہوتے ہیں۔ یہ سانپوں کو پکڑنے میں ماہر ہوتا ہے اور ان کو بڑے مزے سے کھاتا ہے۔ سانپوں کو ان کے بل سے نکال کر اس میں خود رہنے لگتا ہے۔ یہ بڑا ظالم جانور ہے۔

شرعی حکم

اس جانور کی غذا کے متعلق جو مضمون ابھی گزرا ہے کہ یہ سانپ کھاتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ جانور حرام ہو متقدمین کے قول سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے۔ مگر رافعیؒ نے یہ کہا ہے کہ اس میں ہم اہل عرب کا عمل دیکھیں گے (آیا وہ الورل کو طیب سمجھتے ہیں یا نہیں) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَااُحِلَّ لَھُمْ قُلْ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتِ '' (لوگ پوچھتے ہیں کہ انکے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اس آیت میں الطیبات سے مراد ''حلال'' نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور تمہارے لئے حلال ہیں جس کو اہل عرب اچھا سمجھ کر کھاتے ہوں یا جس کا کھانا اُن کے یہاں مرغوب وپسندیدہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے خود اس کی وضاحت بھی کی ہے کہ یہاں طیبات سے مراد حلال نہیں ہے اگرچہ طیب حلال کے معنی میں بھی آیا ہے۔ کیونکہ یہاں طیبات کو حلال کے معنی میں لینے سے آیت کا فائدہ باقی نہ رہے گا اور نہ اس جواب کا کچھ مطلب ہوگا۔ کیونکہ یہ اس سوال کا جواب ہے کہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ تو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ جانور حلال ہیں جن کو اہلِ عرب رغبت اور شوق سے کھاتے ہیں۔ اب اگر یہاں جواب یہ دے دیا جاتا کہ حلال جانور سب تمہارے لئے حلال ہین تو جواب سے کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے اور جواب بے فائدہ بن جاتا ہے۔

اور اہلِ عرب کو معیار اس لئے بنایا گیا ہے کہ وہی معیار کے مستحق ہیں کیونکہ دین کا ظہور عرب میں ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں مگر اس میں معیار شہروں اور بڑی بڑی آبادیوں کے بسنے والے ہوں گے نہ کہ دیہاتی اور خانہ بدوش لوگ' کیونکہ وہ تو زندہ مردہ سب کھا جاتے ہیں اور انہیں اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ نہ ان میں حلال وحرام اور اچھے برے کی تمیز ہوتی ہے اور تنگی اور فراخی کی حالت کا لحاظ کئے بغیر یہ سب کچھ کھالیتے ہیں گو تنگی میں حکم اور ہے۔ کیونکہ مضطر' مجبور اور ضرورت منداس طرح قحط اور بھوک کی شدت کا حکم الگ ہے۔ وہاں تو بقدر سدرمق حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔

بعض لوگ صرف عہد نبویؐ کے اہلِ عرب کے مزاج کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی کو معیار ٹھہراتے ہیں اور استدلال یوں کرتے ہیں کہ قرآن کے براہِ راست مخاطب وہی تھے اور ابن عبدالبر نے ''تمہید'' میں لکھا ہے کہ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ مجھے سعید بن المسیب کے خاندان کے ایک شخص نے خبر دی ہے کہ مجھ یحییٰ بن سعید نے بتلایا کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا ہوا تھا' قبیلۂ غطفان کا ایک شخص آیا اور اس نے سعید بن میتبؒ سے مسئلہ دریافت کیا کہ ورل کا کیا حکم ہے؟ سعید بن میتبؒ نے جواب دیا کہ ورل کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اگر تمہارے پاس اس کا گوشت موجود ہو تو مجھے بھی کھلاؤ۔ عبدالرزاقؒ کا کہنا ہے کہ ورل گوہ سے ملتا جلتا ایک جانور ہے۔

اور ''رفع التمویہ فیما یرد علی التنبیہ'' میں جو مضمون آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دراصل مگرمچھ کا بچہ ہے کیونکہ مگرمچھ خشکی پرانڈے دیتا ہے جب انڈا ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے بچے نکل آتے ہیں تو کچھ بچے وہ ہیں جو پانی میں اتر جاتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو خشکی پر ہی رہ جاتے ہیں لہٰذا پانی میں رہنے والے تو مگرمچھ بن جاتے ہیں اور خشکی پر رہنے والے ورل کہلاتے ہیں۔ اس تفصیل کی بنیاد پر ورل

کی حلت وحرمت میں اسی طرح دوقول ہو جائیں گے۔ جیسے مگرمچھ کے بارے میں دوقول ہیں:۔
مگر علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ وَرَل میں مگرمچھ کی خصوصیات اور اس کی شکل اور صورت نہیں پائی جاتی۔ مثلاً وَرَل کی کھال نرم ہوتی ہے اور مگرمچھ کی سخت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ورل مگرمچھ کے انڈے سے پیدا ہوا ہوتا تو اُسے مگرمچھ کے برابر ہو جانا چاہیے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ ورل زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ یا دو گز لمبا ہوتا ہے اور مگرمچھ دس گز یا اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔

کسی جانور کی حلت وحرمت معلوم کرنے کا قاعدہ

یہ بات جان لینا نہایت ضروری ہے کہ اس کتاب میں بہت سے ایسے جانوروں کا تذکرہ آیا ہے لیکن ان کی حلت وحرمت کے متعلق کوئی بحث نہیں کی گئی ہے۔ لیکن فقہائے کرام نے اس سلسلہ میں کچھ عام کلی قاعدے اور کچھ خاص کلی قاعدے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ جانوروں کی اقسام منحصر کرنا ایک مشکل امر تھا۔ لہٰذا کچھ خاص خاص قواعد اور اصولوں کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔
(الف) ہر کچلی والا درندہ (ب) ہر پنجہ سے کھانے والا پرندہ (ج) ہر وہ جانور جو پاخانہ اور گندگی کھاتا ہو (د) ہر وہ جانور جس کو اس کی کسی فطری خباثت کی وجہ سے مار ڈالنے کا شریعت میں حکم ہو (ہ) ہر وہ جانور جس کے مارنے اور شکار کرنے سے شریعت میں ممانعت آئی ہو۔ (ہ) ہر وہ جانور جو ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جوڑی سے پیدا ہوا ہو (ز) ہر نوچ کر کھانے والا جانور (ج) تمام حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) مگر اس سے گوہ، یربوع، سیہی، نیولہ وغیرہ مستثنیٰ ہیں۔ ان صفات والے جانور حرام ہیں۔
مندرجہ ذیل صفات والے جانور حلال ہیں:۔
(۱) ہر وہ پرندہ جس کی گردن میں ہار کی طرح دھاری بنی ہوئی ہو (۲) ہر دانہ چگنے والا پرندہ (۳) پانی کے تمام پرندے (سارس کو چھوڑ کر)۔
ان قواعد اور اصولوں کے پیش نظر ورل حرام ہونا چاہیے کیونکہ یہ حشرات الارض کے قبیل کا ہے اور اس کا استثناء بھی نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر حشرات الارض جیسے چھچھوندر حرام ہونا چاہیے۔ اگرچہ امام مالکؒ سے اس کے کھانے میں رخصت منقول ہے۔
نیز ورل کی حرمت جاحظ اور دیگر حضرات کے اس قول سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ سانپ کے بل میں گھس کر اُسے مار ڈالتا ہے اور مزے سے کھالیتا ہے۔
اصول میں یہ آیا ہے کہ ہر وہ جانور جس کے مار ڈالنے کا شریعت میں حکم آیا ہے وہ حرام ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر کسی خباثت کی بنیاد پر اسے مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ خارجی عارض کی بناء پر اگر مار ڈالنے کا حکم ہو تو وہ جانور حرام نہیں ہوگا۔ جیسے ماکول اللحم جانور جس سے کسی بد باطن نے بدکاری کر لی ہو تو اس کو ذبح کر ڈالنا واجب ہے اور صحیح قول کے مطابق اس کا کھانا حلال ہے اور مار ڈالنے کا حکم دینے میں مصلحت پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کو زندہ چھوڑ دیا جائے تو اس سے غلط کاری کی شہرت ہوگی اور اس سے بدکاری کرنے والے کی رسوائی بھی ہوگی۔ جب بھی کوئی اسے دیکھے گا تو اس شخص کے خلاف نفرت پیدا ہوگی جو معاشرے میں فساد کا باعث بنے گی۔
اسی طرح قاعدہ ہے کہ ہر وہ جانور جس کو مارنے کی شریعت میں ممانعت آئی ہو فقہاء کرام نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ اس جانور کی کسی شرافت کی وجہ سے اسے قتل کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ مثلاً ہدہد ہے کہ حضور اکرمؐ نے اس کی شرافت کی وجہ سے اس کو مارنے سے منع

کیا ہے۔ کیونکہ اس نے ایک نبی (حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام) کے لئے خادم کا کام کیا تھا۔ منع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حرام ہے اور ہد ہد کے متعلق یہ حکم لٹورے کے مسئلہ کو بھی واضح کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسے بھی مارنے کی مدینے میں ممانعت آئی ہے۔ لیکن ممانعت کسی خارجی سبب سے ہے نہ کہ اس کے اندر موجود کسی برائی کی وجہ سے۔ لہٰذا اس کی حلت کا قول راجح ہو جائے گا۔

اور ان اصول وقواعد (جو بیان ہوئے) کے تحت تمام قسم کے جانور داخل نہیں ہو سکتے۔ تو فقہاء شوافع نے ایک عمومی قاعدہ بیان کر دیا جس سے کسی جانور کی حلت یا حرمت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور وہ قاعدہ "استطابۃ" اور "استخباث" یعنی اہلِ عرب کا کسی جانور کے متعلق ذوق وشوق ان کی رغبت یا بے رغبتی اور ناپسندیدگی' یہ کسی جانور کے حلال اور اس کے حرام ہونے کا معیار بنے گی اور اسی پر حلت و حرمت کا دارومدار ہوگا لیکن اہل عرب کا اطلاق عرب کے عقلمند لوگوں پر ہوگا نہ کہ اہل عرب کے دیہاتی اور بے وقوف لوگوں پر۔

رافعیؒ کی عبارت اس طرح ہے: "**من الاصول المر جوع الیها فی التحریم التعلیل الاستطایة والاستخباث**" کہ حلت وحرمت کے بنیادی اصول استطابت (اچھا سمجھنا) اور استخباث (برا سمجھنا) ہیں۔

امام شافعیؒ کی بھی یہی رائے ہے اور یہ قاعدہ دراصل قرآن کی آیت "**وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ**" سے ماخوذ ہے۔ جس کا کچھ ذکر ابھی اسی بات میں گزرا ہے۔

بابِ العین میں ایک قصہ گزرا ہے اس سے بھی اس قاعدہ کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ وہ قصہ یہ ہے کہ ابوالعاصم عبادی شیخ ابوطاہر سے نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابوطاہر زیادی نے بتایا کہ ہم العصاری (ٹڈی کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے) کو حرام سمجھتے تھے اور اسی کا فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ ابوالحسن ماسرجینی ہمارے یہاں تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ حلال ہے لہٰذا ایک تھیلے میں ہم نے غصاری بھر کر دیہات میں بھیجا اور اہلِ عرب سے اس کے متعلق سوال کیا اہلِ عرب کا جواب یہ تھا؛

"یہ تو وہی مبارک ٹڈیاں ہیں"۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اہلِ عرب کے قول کی طرف ہم نے رجوع کر لیا اور اگر استطابت اور استخباث میں اہلِ عرب کا اختلاف ہو جائے تو ہم اکثر کا قول مانیں گے۔ پھر اگر دونوں فریق برابر برابر ہو جائیں تو "الماوردی" اور "ابوالحسن عبادیؒ" نے کہا ہے کہ قریش کی بات تسلیم کی جائے گی۔ کیونکہ یہی عرب کی بنیاد ہیں اور نبوت کا سلسلہ بھی ان کے خاندان پر منقطع ہوا ہے۔ لیکن اگر قریش میں خود اس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جائے یا ان سے کوئی فیصلہ کن بات معلوم نہ ہو سکے تو پھر ایسی صورت میں اس جانور کے قریب قریب شکل وصورت یا عادات ومزاج میں جو جانور مشابہ ہوگا اس کا حکم جو ہوگا وہی حکم ہم اس جانور پر بھی لگا دیں گے جس کا حکم ہمیں معلوم نہیں ہو سکا ہے۔

اور یہ مشابہت کبھی تو شکل وصورت میں ہوگی کبھی مزاج وعادات میں ہوگی اور کبھی کبھی مشابہت محض گوشت کے ذائقہ وغیرہ میں معتبر ہوگی۔ لیکن اگر اس جانور کے مشابہ جانور حلال وحرام دونوں ہوں یا مشابہت بالکل ہی نہ ملے تو ایسی صورت میں دو قول ہیں:

(۱) حلال ہے (۲) حرام ہے۔

اور اس جگہ پر اختلاف کا مدار اس بات پر ہے کہ اشیاء کی "حلت وحرمت" میں شریعت کا حکم وارد ہونے سے پہلے کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں اصولاً فقہاء شوافع میں چونکہ اختلاف ہے لہٰذا اسی کی بنیاد پر یہاں بھی اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ وہ اختلاف یہی ہے کہ ایک جماعت کا قول جواز کا ہے دوسری کا عدم جواز کا ہے۔

ابوالعباسؒ نے یوں تحریر کیا ہے کہ جب کسی جانور کا حکم ہمیں معلوم نہ ہو سکے تو ہم اس جانور کے متعلق اہلِ عرب سے دریافت کریں

گے۔اب اگر وہ اس جانور کو حلال جانوروں میں کسی کے نام سے موسوم کریں تو وہ حلال ہے۔اگر وہ اسے حرام جانوروں میں سے کسی کا نام دیں تو وہ حرام ہے۔اگر اس جانور کا ان کے یہاں کوئی نام معلوم نہ ہو سکے تو حلال یا حرام جانوروں میں جس نام کے مشابہ وہ جانور ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا۔اسی طرح کی وضاحت امام شافعیؒ کے اقوال میں بھی ملتی ہے۔

اور رافعیؒ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری شریعت سے پہلی شریعتوں میں (کسی جانور کے متعلق) حرمت کا جو حکم موجود ہے اس کو اسی طرح باقی رکھا جائے گا یا نہیں اس بارے میں دو قول ہیں:۔

(ا) جب تک ہمیں اس حکم کے خلاف کوئی حکم معلوم نہ ہو اسی حکم (حرمت) کو باقی رکھیں گے۔

(ب) حلت کی مقتضی آیت کے ظاہر کا لحاظ کرتے ہوئے ہم حلت ثابت کر دیں گے اور اس اختلاف کی بنیاد ابن طاہرؒ کی عبارت کے مطابق یہ ہے کہ کیا پہلی شریعتوں کا قانون ہمارے لئے بھی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اصولی اختلاف ہے۔

فقہاء کے قول سے قریب تر بات یہی ہے کہ پہلی شریعتوں کا حکم باقی رکھنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے (ہمارے لئے مستقل شریعت ہے ہاں اگر ہماری شریعت ہی سے وہ حکم ثابت ہو جائے جو پہلی شریعت کا ہے، پھر اس کا انکار کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی) دوسرا قول یہ ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے ثابت ہو جائے کہ یہ پہلی شریعت میں بھی حرام تھا۔یا اہل کتاب میں سے دو ایسے شخص جو تحریف کا علم رکھتے ہوں اور مسلمان ہونے کی بعد اس بات کہ شہادت دیں کہ اس چیز کا حرام ہونا پہلی شریعت میں معلوم ہے تو ان کی بات تسلیم کر لی جائے گی۔لیکن ان اہلِ کتاب کی بات اس جگہ ہرگز نہیں مانے جائے گی جنہوں نے اب تک اسلام قبول نہیں کیا ہے۔

نیز حاوی میں مزید یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی جانور عجم کے کسی ملک کا ہو اور اس کا حکم معلوم نہ ہو تو اس جانور کے مشابہ قریب تر عربی ملک میں جو جانور ہوگا اسی کا حکم اس جانور کا بھی ہوگا۔اور عربی ملک میں کوئی ایسا جانور نہ مل سکے جس سے اس کی مماثلت ہو تو اسلامی شریعتوں سے قریب تر ممالک میں اس کا مثل تلاش کیا جائے گا اور نہ ملنے کی صورت میں وہی پہلے دو قول معتبر ہوں گے جن کا تذکرہ ابھی ہوا ہے کہ پہلی شریعتوں کے حکم کو باقی رکھا جائے یا نہ رکھا جائے۔

علامہ دمیریؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس جگہ رُک کر دو باتوں کو غور سے سمجھ لینا ضروری ہے:

ا۔ یہ کہ پہلی شریعت کا حکم اس وقت باقی رکھا جائے گا جبکہ وہاں دو شرطیں محقق اور ثابت ہو جائیں۔

(الف) اس متعین چیز کے سلسلہ میں دو شریعتوں میں مختلف حکم ہو کہ ایک میں تو حرام ہو اور دوسری میں حلال ہو۔کیونکہ اگر دو شریعتوں میں مختلف حکم ہو مثلاً کوئی چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں تو حلال تھی مگر اس کے بعد کسی کی شریعت میں حرام ہو گئی تو یہاں دو احتمال ہیں۔ایک یہ کے بعد والی شریعت کا حکم لے لیں دوسرے یہ کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ دوسری شریعت پہلے کے لئے ناسخ ہے تو ہمیں دونوں میں اختیار ہے۔لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ دوسری شریعت اس حکم میں پہلے کے لئے ناسخ ہے اور اس سے پہلے یا بعد کی کسی شریعت میں اس کا حرام ہونا معلوم نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا اور اشیاء کی اباحت اصلیہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے دونوں صورتیں (حلت و حرمت) ثابت ہو جائیں گی۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ (حلت یا حرمت) اہل کتاب کی تحریف و تبدیل سے پہلے ثابت تھی۔لیکن جب یہ شریعت منسوخ ہو گئی تو ان اہلِ کتاب کے حلال یا حرام سمجھنے سے ہم کو کیا سروکار اور ہم ان کی شریعت کا اب اعتبار اور لحاظ کیوں کریں۔

طبی خواص

اگر وَرَل کے بال کسی عورت کے بازو پر باندھ دیئے جائیں تو جب تک وہ بازو پر رہیں گے عورت حاملہ نہیں ہوگی۔اس کا گوشت اوراس کی چربی عورتوں کو موٹا کرتی ہے۔اوراس کی چربی میں بدن میں چھپے ہوئے کانٹوں میں کھینچ کر نکال دینے کی حیرت انگیز صلاحیت موجود ہے۔اس کی کھال کو جلا کر اس کی راکھ تیل کی تلچھٹ میں ملا کر کسی شل اور بے حس وحرکت عضو پر لگانے سے اس کی طاقت دوبارہ لوٹ آتی ہے اوراس کی لید کا لیپ چہرے کے داغ اور چھائیوں کو دور کر دیتا ہے۔

تعبیر

وَرَل کا خواب میں دیکھنا کسی خسیس، کم ہمت اور بزدل دشمن کی علامت ہے۔

الوَزَغَة

(گرگٹ) گرگٹ ایک مشہور جانور ہے۔گرگٹ اور چھپکلی دونوں کی جنس ایک ہی ہے لیکن چھپکلی گرگٹ سے بڑی ہوتی ہے اوراس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ گرگٹ موذی جانور ہے۔لہٰذا اس کو مار ڈالنا چاہیے۔

امام بخاریؒ ،مسلم اور ابن ماجہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس میں گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم ہے:۔

''حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گرگٹوں کو مار ڈالنے کی اجازت مانگی تو آپؐ نے ان کو مار ڈالنے کا حکم دے دیا''۔

اور بخاری ومسلم کی روایت یہ ہے:۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کو مارنے کا حکم دیا اوراس کو شریر کہا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ میں پھونکیں مار رہا تھا۔اور ایک صحیح حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گرگٹ کو پہلے وار میں مار ڈالے اس کو اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جو اُسے دوسرے وار میں مار ڈالے اس کو پہلے سے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اور جو تیسرے وار میں مار ڈالے اُسے دوسرے سے کچھ کم اتنی اتنی نیکیاں ملیں گی اوراسی روایت میں (اس طرح وضاحت بھی ہے) کہ جو اس کو پہلے وار میں مار ڈالے اُس کو سو نیکیاں ملیں گی اور دوسرے میں اس سے کم اور تیسرے میں اس سے کم''۔

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''گرگٹ کو مار ڈالو چاہے وہ کعبہ کے اندر بیٹھا ہو''۔

سنن ابن ماجہ میں:۔

''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان کے گھر میں ایک نیزہ (بھالا) رکھا ہوا تھا، کسی نے اُن سے پوچھا کہ اس سے آپ کا کیا کام؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس سے میں گرگٹ مارا کرتی ہوں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو زمین پر موجود ہر جانور اس آگ کو بجھا رہا تھا مگر یہ گرگٹ اس آگ میں پھونک مار کر اُسے بھڑکا رہا تھا۔لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مار ڈالنے کا حکم دیدیا''۔

اسی طرح امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور تاریخ ابن النجار میں عبدالرحیم بن احمد بن عبدالرحیم کی سوانح میں حضرت عائشہؓ کی یہ

حدیث مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص گرگٹ کو مار ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس کی سات خطائیں معاف کر دیں گے۔

اسی طرح ''کامل'' میں وھب بن حفص کی تذکرے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ:۔

''جس نے گرگٹ کو مارا اس نے گویا شیطان کو مار ڈالا''۔

اور حاکم نے اپنی مستدرک کی ''کتاب الفتن والملاحم'' میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

''وہ کہتے ہیں کہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) کسی کا جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تھا اُسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا تھا اور آپؐ اس کے لئے دُعا کرتے تھے۔ جب مردان بن الحکم آپؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ملعون کا بیٹا ملعون ہے''۔

پھر حاکم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

''اس کے بعد کچھ دور چل کر لکھتے ہیں کہ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید (کی خلافت) کے لئے لوگوں کو بیعت کرنا چاہا۔ مردان نے کہا یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت ہے تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے کہا کہ یہ تو ہرقل اور قیصر کا طریقہ کار ہے۔ اس پر مردان نے حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے ہی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے (اور جس نے اپنے والدین کو کہا تمہارا برا ہو) نازل کیا ہے۔

جب یہ قصہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ ''مردان نے بالکل جھوٹ کہا بخدا اس سے وہ مراد نہیں ہیں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مردان اپنے باپ کی صلب (پشت) میں ہی تھا''۔

آگے چل کر حاکم حضرت عمرو بن مرۃ جہنیؓ سے نقل کرتے ہیں (اور عمرو بن مرۃ جہنیؓ کے پاس (مردان کے باپ) کا اٹھنا بیٹھنا تھا) عمرو بن مرۃ کہتے ہیں کہ حکم بن العاص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر سے اس کی آواز پہچان کر فرمایا اس کو آنے دو (اللہ اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت برسائے (مگر مومن اس سے مستثنیٰ ہے) کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ جنہیں دنیا میں اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہے مگر آخرت میں بے حیثیت ہوتے ہیں۔ وہ چالاک مکار اور دھوکہ باز ہوتے ہیں۔ دنیوی مال و دولت سے ان کو وافر حصہ مل جاتا ہے مگر آخرت سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

ابن ظفر کا کہنا ہے کہ حکم بن العاص اور اسی طرح ابوجہل دونوں ایسے لاعلاج مرض کا شکار ہو گئے جس سے کبھی بھی سفایاب نہ ہو سکے۔ یہ حضورؐ کی اس بددُعا کا نتیجہ تھا جو آپؐ نے ان کے لئے کی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو ''فویسق'' کہا ہے اس کی نظیر وہ پانچ جانور بھی ہیں جن کو آپؐ نے فرمایا کہ ان پانچ فاسق جانوروں کو حرم میں بھی مار ڈالا جائے گا کیونکہ فسق کے معنی ہیں اطاعت الٰہی سے ہٹ کر سیدھے راستے سے تجاوز کر جانا۔ چونکہ یہ جانور دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں حد سے تجاوز کر گئے ہیں لہٰذا ان کو فاسق یا فویسق کہا گیا ہے۔ فویسق تصغیر ہے اور تصغیر یہاں اس کی حقارت اور ذلت کو بیان کرنے کے لئے ہے۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

پہلے وار میں گرگٹ کو مار ڈالنے میں سو نیکیاں اور دوسرے وار میں مارنے پر ستر نیکیاں جس طرح بعض روایات میں ہے اس

اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہاں قید اور حصر مراد نہیں ہے کہ اتنی ہی نیکیاں ملیں گی بلکہ یا تو مراد یہاں صرف کثرت ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کی طرف سے جو وحی آئی اس میں ستر نیکیوں کی خبر دی گئی اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان نیکیوں میں اپنی طرف سے اضافہ فرمایا۔ یا مطلب یہ ہے کہ یہ اختلاف (ثواب اور اُس کی کمی اور زیادتی) مارنے والوں کے اخلاص اور نیتوں کے اعتبار سے ہے اور اُن کے حالات کے کمال اور نقص کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا مخلصین کاملین کو تو سو نیکیاں ملتی ہیں اور ان سے کمتر درجہ سے لوگوں کو ستر نیکیاں ملتی ہیں۔ یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں سو گرگٹوں کو مار ڈالوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ سو غلام آزاد کر دوں۔ ان کے اس طرح کی بات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ گرگٹ بڑا خطرناک خبیث فطرت کا جانور ہے۔ یہ سانپوں کا زہر پی کر برتن میں قے کر دیتا ہے۔ اگر کوئی انسان اس برتن میں موجود کسی بھی چیز کو استعمال کرے تو اس کی وجہ سے سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور پہلے ہی وار میں نیکیوں کی کثرت کا سبب غالباً یہ ہے کہ مارنے میں کئی وار کرنا اور ایک ہی وار میں کامیاب نہ ہونا حکم رسالت کے بجالانے میں بے پرواہی کی دلیل ہے ورنہ اگر کوئی عزم مصمم اور حوصلہ کے ساتھ مارنا چاہے تو اُسے پہلے ہی وار میں ختم کر ڈالے گا۔ اس بنیاد پر دوسرے وار کا ثواب گھٹ گیا ہے۔ کیونکہ یہ تو چھوٹا سا جانور ہے اس کے لئے صرف ایک ہی وار کافی ہے۔

اور عز الدین بن عبد السلام نے پہلے وار میں زیادہ ثواب ملنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ قتل میں بھی احسان کرو کہ کئی وار میں مارنے سے جانور کو تکلیف زیادہ نہ ہو اور اس مطلب کی صورت میں یہ حکم فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "اِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْ الْقِتْلَةَ" (کہ جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقہ پر قتل کرو) کے تحت داخل ہو جائے گا' کا مطلب یہ ہے کہ اچھے اور نیک کاموں میں جلدی کرنا چاہیے۔ اس صورت میں یہ فرمانِ الٰہی " فاستبقوا الخیرات " کہ نیکیوں میں جلدی کرو گے تو ذیل میں آجائے گا کوئی بھی معنی لیا جائے گرگٹ کا قتل مطلوب ہے اور سانپ' بچھوؤں کے ضرر اور اُن کے فساد کی زیادتی کی وجہ سے ان کا مار ڈالنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہوگا۔

کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ گرگٹ بہرا ہوتا ہے اور اس کے بہرا ہونے کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف آگ بھڑکائی تھی لہٰذا اس کو بہرہ کر دیا گیا اور اس کا رنگ سفید کر دیا گیا گرگٹ کا مزاج یہ ہے کہ جس گھر میں زعفران کی خوشبو ہو اس میں داخل نہیں ہوتا۔

سانپوں سے اس کا میل ہے جس طرح بچھوؤں کا میل گبریلوں سے ہوتا ہے۔ یہ منہ کی طرف سے بارآور ہوتا ہے اور سانپ کی طرح انڈے دیتا ہے اور چار مہینہ تک سردی میں اپنے بل میں بیٹھا رہتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا۔ "سام ابرص" کے ذیل میں اس کا حکم اس کے خواص گزر چکے ہیں جسے ضرورت ہو وہ بابِ السین میں مطالعہ کر لے۔

تعبیر

خواب میں گرگٹ دیکھنا ایسے گمنام معتزلی شخص کی علامت ہے جو بھلائی سے روکتا ہوا اور برائی کا حکم دیتا ہو۔ یہی تعبیر چھپکلی کی بھی ہے۔ کبھی کبھی گرگٹ دیکھنا بدکلام اور فحش گو دشمن کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کہیں اس طرح سے سفر کرنے کی بھی دلیل ہو سکتا ہے۔

الوَصَعُ

(مولا' بجنگا) الوَصَعُ اور الصَعْوَةُ: مولے کو کہتے ہیں۔ بابِ الصاد میں اس کا بیان ہو چکا ہے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ

چڑیوں سے چھوٹے ایک پرندے کا نام ہے۔ حدیث شریف میں وصع کا ذکر یوں آیا ہے:۔

''حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ایک بازو مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور عرش الٰہی حضرت اسرافیلؑ کے کاندھے پر ہے کبھی کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت سے کڑ کر مولے کے برابر ہو جاتے ہیں''۔

سہیلی کی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں لکھا ہے کہ ملائکہ میں سب سے پہلے حضرت آدم کو سجدہ کرنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔

بقول محمد بن حسن النقاش اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی وجہ سے لوحِ محفوظ کا ذمہ دار بنایا ہے۔

الوطواط

(چمگادڑ) اس کا بیان باب الخاء میں خفاش کے ذیل میں گزر چکا۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حماد ابن محمد کی سند سے تحریر کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے ان معموں کا حل پوچھا اور آپ نے ان کے یہ جوابات دیئے:۔

۱۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ بولتی ہے۔

۲۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ دوڑتی ہے۔

۳۔ وہ کیا چیز ہے جس میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر وہ سانس لیتی ہے۔

۴۔ وہ دو چیزیں کونسی ہیں کہ جن میں نہ گوشت ہے نہ خون مگر جب ان سے خطاب کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔

۵۔ وہ کون سا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا مگر وہ نہ انسان ہے نہ جن اور نہ فرشتہ۔

۶۔ وہ کون سا جاندار ہے جو مر گیا اور اس کی وجہ سے دوسرا جاندار جو مر چکا تھا جی اٹھا۔

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دریا میں ڈالنے سے پہلے کتنے دنوں اُن کو دودھ پلایا اور ان کو کس دریا میں ڈالا اور کس دن ڈالا؟

۸۔ حضرت آدمؑ کے قد کی لمبائی کتنی تھی آپ کی عمر کتنے برس ہوئی اور آپ کا وصی کون تھا؟

۹۔ وہ کون سا پرندہ ہے جو انڈے نہیں دیتا ہے اور اسے حیض آتا ہے؟

جوابات:

۱۔ وہ جہنم ہے۔ قیامت کے دن جب باری تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تیرا پیٹ بھر گیا' تو گویا ہوگی کیا کچھ اور بھی ہے؟

۲۔ وہ عصائے موسیٰؑ (موسیٰ کی لاٹھی) ہے کہ جب وہ اژدھا بن جاتا تھا تو زندہ سانپوں کی طرح دوڑتا تھا۔

۳۔ وہ صبح ہے کیونکہ قرآن شریف میں ہے ''وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ'' کہ باری تعالیٰ فرمایا ہے قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

۴۔ وہ زمین و آسمان ہیں جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ چلے آؤ خواہ خوشی سے خواہ زبردستی' انہوں نے کہا ہم خوشی سے حاضر ہوتے ہیں۔

۵۔ یہ وہ کوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند قابیل کے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ کوا قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کی لاش

دفن کرنے کا طریقہ سکھلا دے۔

۶۔ وہ بنی اسرائیل کی وہ گائے کہ جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں آیا ہے جس کو ذبح کر دیا گیا تھا اور اس کے گوشت کے لوتھڑے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا جس کو بنی اسرائیل کے ایک شخص نے مار ڈالا تھا۔

۷۔ تین ماہ دودھ پلایا۔ بحر قلزم میں ڈالا۔ اور جمعہ کے دن ڈالا۔

بحر قلزم فیوم سے بہت دور ہے جہاں فرعون کے محلات تھے مصر میں دریائے نیل بہتا ہے اور وہیں فرعون کے محلات تھے۔ روایتوں سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دیا گیا تھا۔

۸۔ قد کی لمبائی ساٹھ ذراع عمر نو سو چالیس برس ہوئی اور آپ کے وصی حضرت شیث علیہ السلام تھے۔

۹۔ وہ پرندہ چگادڑ ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں بنایا تھا۔ چمگادڑ بچے دیتی ہے اور اسے حیض بھی آتا ہے۔

شرعی حکم

پہلے گزر چکا ہے کہ چمگادڑ حرام ہے۔

تعبیر

چمگادڑ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر حق سے ہٹ جانے اور گمراہ ہو جانے سے دی جاتی ہے۔ بسا اوقات اس کا دیکھنا ولد الزناء (حرامی) ہونے کی علامت ہوتی ہے کیونکہ اسے پرندہ کہا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں پرندہ نہیں ہے۔ یہ انسان کی طرح اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔ اس کا دیکھنا کبھی نعمت کے ختم ہونے اور اپنی من پسند چیزوں سے دور ہو جانے کی بھی علامت ہوتی ہے کیونکہ چمگادڑ مسخ شدہ قوم ہے۔ مگر علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ چمگادڑ دیکھنا کسی چیز کی دلیل ثابت ہونے کی بھی دی جاتی ہے۔

الوَاعُوَاعُ

(گیدڑ) ابن آوی کے نام سے اس کا ذکر باب الھمزہ میں آچکا ہے۔

الوَعِلُ

(پہاڑی بکرا) واؤ کے فتحہ کے اور ع کے کسرہ کے ساتھ۔

موت کے وقت اُمیہ بن ابی الصلت کا حال:۔

ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں محمد بن اسماعیل بن طریح کے حالات میں رقم کیا ہے اور انہوں نے اپنے باپ اور دادا کی روایت ذکر کی ہے کہ میرے والد امیہ ابی الصلت کی وفات کے وقت اس سے ملنے گئے تو دیکھا کہ اُس پر بے ہوشی طاری ہے۔ جب تھوڑا افاقہ ہوا تو اُس نے سر اٹھا کر گھر کے دروازے کی طرف دیکھا اور کہنے لگا: ''**لبیکما لبیکما ھا انالدیکما لا عشیرتی تحمینی ولا مالی یفدینی**'' میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں میں تو یہیں آپ دونوں کے پاس موجود ہوں۔ نہ میرا خاندان میری حمایت کر سکتا ہے اور نہ میرے مال کو فدیہ میں دے کر چھڑایا جا سکتا ہے۔ پھر اس پر دوبارہ بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب پھر اسے ہوش آیا کہنے لگا۔

کل حی وان تطاول دھرا　　اٰیِلَ اَمرُہٗ　الی ان یزولا

ہرشخص کا انجام یہی ہوگا کہ وہ فنا ہو جائے گا اگر چہ کوئی ایک لمبی مدت کی زندگی پالے۔

لِیتنی کنت قبل ما قدبدالی　　فی رءوس الجبال ارعی الوعولا

کاش میں اس حادثے کے آنے سے پہلے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکریاں چرایا کرتا۔

اس کے بعد اُس کی روح قبض کرلی گئی۔

حکایت

شہر بنؒ حوشب سے روایت ہے کہ جب عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ بن عمرو نے آپ سے عرض کیا کہ ابا جان! آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں کسی عقلمند اور سمجھدار شخص سے ایسے وقت ملاقات کرتا جب اس کے سر پر موت کھڑی ہوتی تو وہ مجھے موت کی ان سختیوں کی خبر دیتا جسے وہ محسوس کر رہا ہو۔ اس وقت آپ ہی ایسے شخص ہیں جس پر نزع کا عالم ہے۔ لہٰذا آپ مجھے یہ بتائیے کہ موت کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا بتاؤں بیٹا! بخدا کہتا ہوں مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے آسمان و زمین بالکل ایک دوسرے سے مل گئے ہیں اور گویا میرا پہلو کسی تخت کے نیچے دبا ہوا ہے اور میں سُوئی کے ناکہ میں سانس لے رہا ہوں اور گویا ایک کانٹے دار شاخ میرے پیروں سے سر تک کھینچی جارہی ہے۔ پھر آپ نے یہی مندرجہ بالا شعر پڑھا۔

موت کے عقت عبدالملک بن مروان کی کیفیت اور اُس کی تمنا

اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے مرنے کا وقت جب قریب آیا اُس کا محل چونکہ ایک نہر کے کنارے پر واقع تھا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک دھوبی نہر پر کپڑے دھو رہا ہے۔ اسے دیکھ کر عبدالملک نے کہا۔ کاش! میں بھی ایسا ہی ہوتا کہ روز کی مزدوری روز کمایا کرتا اور اس سے زندگی بسر کرتا اور یہ خلافت مجھے نہ ملی ہوتی۔ پھر اس امیہ بن الصلت کا وہ شعر پڑھا جو مذکور ہوا۔

اس کے بعد خلیفہ کو بھی وہی حادثہ پیش آیا جو امیہ کو اس شعر کے پڑھنے سے پیش آیا تھا۔ یعنی شعر پڑھتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ جب ابو حازم کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں اور شہنشاہوں کو بھی موت کے وقت اس حالت کی تمنا کرنے پر مجبور کر دیا جس حالت میں ہم ہیں اور ہمیں اس حالت کی تمنا کرنے سے باز رکھا جس میں یہ بادشاہ ہیں۔

''استیعاب'' میں فارعہ بنت ابی الصلت ہمشیرۂ امیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ فتح طائف کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یہ ایک ہوشیار پاکدامن اور صاحب جمال عورت تھی۔ حضورؐ کو وہ عورت پسند آئی۔ ایک دن آپؐ نے اس سے پوچھا کہ اچھا بتا! تجھے اپنے بھائی کے کچھ اشعار یاد ہیں تو اُس نے اپنے بھائی کے یہ اشعار سنائے۔

مَا اَرْغَبُ النَفْسَ فی الحیوٰۃ وَاِنْ　　تَحْیی طَوِیْلا فَالْمَوْتُ لاَحِقُھَا

میں اپنے نفس کو جینے کی رغبت نہیں دلاتا اور اس سے کہتا ہوں کہ اگر تو مدتوں جیتا رہے تب بھی موت سے تجھے چارۂ کار نہیں۔

یُوشِکَ مَنْ فَرَّ مِنْ مَنِیَّتِہٖ　　یَوْمًا عَلٰی غرَّۃٍ تُوَافِقُھَا

جو شخص اپنی موت سے بھاگتا ہے اسے ایک نہ ایک موت سے اچانک سامنا کرنا ہی پڑے گا۔

مَنْ لَمْ یَمُت غِبْطَۃً یَّمُتْ ھَرَمًا　　للموت کَاْس'' وَالْمَرْءُ ذَائِقُھَا

جو شخص راضی برضا قابلِ رشک موت مرنا نہیں چاہتا وہ بڑھاپے میں یقیناً موت کا شکار ہو جائے گا۔ موت کی شراب کا جام ہر شخص

کے لئے تیار ہے۔

پھر اس نے یہ شعر پڑھ کر سنایا ۔

لیتنی کنت قبل ما قدبدالی　　فی رء و س الجبال ارعی الوعولا

اور کہا کہ یہی شعر پڑھنے کے بعد میرا بھائی مجھے داغ مفارقت دے گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے بھائی کی مثال اس شخص کی ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں بھیجیں مگر اس نے ان سے روگردانی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور اس کا شمار گمراہوں میں ہونے لگا۔ [1]

پہاڑی بکریوں کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ سخت زمین اور کنکریلی اور پتھریلی زمین میں ہی رہنا پسند کرتی ہیں۔ عام حالات میں ایک ہی جگہ مل کر رہتی ہیں مگر جب ان کے بچہ دینے کا وقت آتا ہے تو سب الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ مادہ کے تھنوں میں جب دودھ جمع ہو جاتا ہے تو وہ اس کو چوس لیتی ہے۔ اور نر کی قوتِ جماع جب کمزور ہو جاتی ہے اور جفتی کے قابل نہیں رہتا تو وہ درخت ''بلوط'' کے پتے کھا کر طاقتور ہو جاتا ہے اور اس کی شہوت لوٹ آتی ہے۔ جب نشہ کی حالت میں اسے کوئی بکری نہیں ملتی تو وہ اپنے ذکر کو منہ سے چوس کر منی خارج کر دیتا ہے۔ جب اسے کہیں زخم ہو جاتا ہے تو پتھروں میں اُگنے والی ایک بوٹی کو تلاش کر کے اُسے چبا لیتا ہے اور زخم پر لگا لیتا ہے جس سے اس کا زخم بھر جاتا ہے۔

جب کسی بلند جگہ سے یہ بکرا کسی شکاری کو دیکھ لیتا ہے تو چت لیٹ کر اپنے سینگوں کو سرین سے اڑا کر اور سانس روک کر نیچے کی طرف پھسل جاتا ہے۔ یہ سینگ پتھروں سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ نیز چکنے ہونے کے باعث پھسلنے میں اس کا تعاون کرتے ہیں۔

علاماتِ قیامت میں وعول کا ذکر

کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں اور ابوعبید اور دیگر راویوں کی غریب روایات میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک فحش گوئی اور بخل کا ظہور نہ ہوگا اور جب تک امانت دار خیانت نہ کرنے لگیں گے اور خائن کو امانت دار نہ سمجھا جانے لگے۔ وعول ہلاک نہ ہو جائیں اور تحوت کا ظہور نہ ہو جائے گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اموعول التحوت کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا الوعول سے مراد قوم کے شرفاء ہیں اور التحوت مراد جو شریف لوگوں کے ماتحت تھے لیکن ان کو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ علامہ دمیری فرماتے ہیں کہ قوم کے شرفاء کو الوعول سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ پہاڑی بکریاں پہاڑ کی چوٹوں پر رہتی ہیں اس لئے قوم کے شرفاء کو حدیث میں الوعول سے تشبیہ دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

عرش ''وعول'' کے اوپر

امام احمدؒ، ابوداؤدؒ، ترمذیؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ایک جماعت کے ساتھ ایک وادی میں بیٹھے تھے۔ ایک بادل آیا اس کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے اس کا کیا نام ہے؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں! یہ سحاب (بادل) ہے۔ آپ نے فرمایا اسے مزن [2] اور عنان کہتے ہیں۔ پھر آپ

---

[1] وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَالَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ.

[2] قرآن کی آیت ''ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ'' کی طرف اشارہ ہے۔

نے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان کس قدر فاصلہ ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ۷۱ یا ۷۲ یا ۷۳ سال کی مسافت کا فاصلہ اور پہلے آسمان اور اُس کے اُوپر دوسرے آسمان کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے اسی طرح آپؐ نے ساتوں آسمان گنوا دیئے۔ پھر فرمایا کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر ایک سمندر ہے۔ اس سمندر کے اوپر اور نیچے کے حصہ کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔ سمندر کے اوپر چار پہاڑی بکرے ہیں۔

ہر بکرے کے کھروں اور رانوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے۔ ان بکروں کی پیٹھ پر عرش ہے اور عرش کے بالائی اور زیریں حصہ کے درمیان بھی اسی قدر فاصلہ ہے۔

حاملین عرش الٰہی

ابن عبدالبر کی کتاب ''التمہید'' میں حضرت عروۃ بن الزبیر ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ حاملین عرش چار ہیں ایک انسان کی شکل میں، دوسرا بیل کی صورت میں، تیسرا گدھ کے روپ میں اور چوتھا شیر کی صورت میں ہے۔ اور ثعلبی ؒ کی تفسیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چار اور کو ان کے ساتھ بڑھا دیا جائے گا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت ملی ہے کہ میں تم کو ان فرشتوں میں سے ایک کا حال بیان کردوں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی کان کی لَو سے اس کندھے کے درمیان سات سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔

شرعی حکم

اس کا کھانا بالاتفاق حلال ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی محرم یا کوئی حلال، حرم میں پہاڑی بکری کو شکار کر لے تو اس پر ایک بکری کا دم واجب ہوگا۔

قزوینی نے ''اشکال'' میں ابن فقیہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ''جزیرہ رانج'' میں عجیب وغریب شکل وصورت کے مختلف جانور دیکھے۔ انہی میں پہاڑی بکریوں کے طرح کا ایک جانور تھا جس کا رنگ سرخ تھا اور اس پر سفید نشانات تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا گوشت کھٹا ہوتا ہے۔

مولف فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو مشابہت صوری کی وجہ سے اس کا حکم بھی حلت کا ہوگا۔ کیونکہ یہ ماکول اللحم جانور کے مشابہ ہے۔ اس کے فوائد ''اُروِیَۃ'' کے تحت باب الالف میں گزر چکے ہیں۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی ہڈیوں کا گودا اس عورت کے لئے نہایت مفید ہے جس کو سیلان الرحم کا مرض ہو اس طرح کہ عورت اس گودے کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر اندام نہانی میں رکھ لے۔

اور اگر اس کا گوشت اور اس کی چربی دونوں سکھا کر اس پر ایلوا، موتھا، لونگ، زعفران اور شہد ڈال کر سب کو اتنا ملائیں کہ ایک جان ہو جائیں پھر اسے ایک مثقال کے برابر عرق اجوائن میں ملا کر اس شخص کو پلایا جائے جس کے مثانہ میں پتھری ہوگئی ہو تو باذن الٰہی صحت یاب ہوجائے گا۔

اَلْوَقْوَاقُ

''اَلْوَقْوَاقُ'' (بروزن فطفاط) ابن سیدہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایک قسم کا پرندہ ہے۔ شاید اسے ''القاق'' بھی کہتے ہیں جس کا

تذکرہ ''باب القاف'' میں گزر چکا ہے۔

بَنَاتُ وَرْدَان

اس کا دوسرا نام فالیۃ الافاعی بھی ہے۔ یہ ایک کیڑا ہے جو نم جگہوں میں پیدا ہوتا ہے اور اکثر غسل خانوں اور حوض وغیرہ کے پاس رہتا ہے۔ کالا بھی ہوتا ہے۔ سرخ اور سفید نیز سرخ و سیاہ بھی ہوتا ہے۔ جب یہ ابتداً نمی سے پیدا ہو جاتا ہے تو پھر جفتی بھی کرتا ہے اور سفید لمبے انڈے دیتا ہے۔ یہ گندگی سے مانوس ہوتا ہے اور گندگی کے لئے یہاں مولف نے الحش (نخلستان) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

فائدہ:۔ جاحظ کا کہنا ہے کہ حش جس کی جمع حشوش ہے۔ دراصل اس کے معنی نخلستان کے ہیں۔ مگر اس سے مراد بیت الخلاء (letrine) ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پہلے گھروں میں بیت الخلا نہیں تھے اس وقت لوگ قضائے حاجت کے لئے نخلستانوں میں جایا کرتے تھے لہٰذا اہلِ عرب اس موقع پر بجائے صاف لفظ استعمال کرنے کے کنایہ بولتے ہیں۔ لہٰذا لیٹرین کو حش (نخلستان) ''الخلا'' ''فخر مخرج، متوضا'' مذہب'' غائط'' قضاء الحاجۃ [1] کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ یہ کہتے ہیں 'نجات حاصل کرنے گیا' فارغ ہونے کے لئے گیا اور یہ سب الفاظ اس لئے استعمال کئے جاتے ہیں تا کہ بالکل صراحتاً یہ کہنے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑے کہ ہگنے کے لئے گیا۔[2]

بنات وردان کا شرعی حکم

اس کی گندگی کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔ نیز یہ حشرات الارض میں سے ہے اس وجہ سے اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ جس طرح دیگر کیڑوں کی خرید و فروخت ناجائز ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر یہ پاک پانی میں گر جائیں تو ان سے پانی ناپاک نہیں ہو گیا اور اس قدر بات شریعت میں معاف ہے۔ جس طرح دیگر وہ کیڑے جس کے اندر بہنے والا خون نہیں ہے ان کے گر جانے سے پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ایک فقہی مسئلہ

فقہاء شوافع نے کہا ہے کہ جس جانور کے مار ڈالنے سے نہ کوئی نقصان ہو نہ فائدہ جیسے 'بَنَاتَ وَرْدَان' [3] 'خنَاهِس' جُعْلَانُ دُودُ' کیکڑا' گدھ' شتر مرغ' چھوٹی چڑیاں اور مکھیاں' ان کو مارنا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہے۔ اور رافعیؒ نے اس فہرست میں نہ کاٹنے والے کتے کو بھی شمار کرایا ہے اور انہوں نے مزید کہا ہے کہ چیونٹی' شہد کی مکھی' شکرہ' مینڈک وغیرہ کا مارنا ناجائز نہیں ہے۔

---

[1] میدان' نکلنے کی جگہ' جہاں جانے سے وضو ختم ہو جاتا ہے۔ جانے کی جگہ۔ نشیب: گڑھا۔ ضرورت پوری کرنا

[2] اس قسم کی تعبیر عربی کی طرح دیگر زبانوں میں بھی ہے تا کہ گندی اور ناقابل ذکر چیز کا نام نہ لینا پڑے

[3] تیل چٹا، گبریلا' تبریلے کی طرح کا ایک کیڑا۔

بابُ الیاء

یَاجُوج وَمَاجُوج

(ایک عجیب الخلقت قوم) یہ دونوں لفظ ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ھمزہ دونوں طرح پڑھے جاتے ہیں جو ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ (گرمی کی شدت) سے مشتق مانتے ہیں۔ کیونکہ یہ گرم مزاج مخلوق ہے۔ اور ازہری نے کہا ہے کہ یاجوج۔ فعل کا صیغہ ہے اور ماجوج مفعول کا صیغہ ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں مفعول ہوں۔ دونوں لفظ غیر منصرف مستعمل ہیں۔ تانیث اور علم دو سبب اس میں موجود ہیں کیونکہ یہ قبیلوں کے نام ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مشتق نہیں ہیں بلکہ عجمی نام ہیں۔ اسی وجہ) سے وہ بغیر ہمزہ کے پڑھتے ہیں اور عجمہ اور علم کی بناء پر غیر منصرف پڑھتے ہیں۔ سعید اخفش نے کہا ہے کہ یاجوج سے اور ماجوس سے مشتق ہے۔ قطرب نے یہ کہا کہ جو بغیر ہمزہ پڑھتے ہیں وہ یاجوج کو یَجَّ سے فاعول کے وزن پر اور ماجوج کو مَجَّ سے فاعول کے وزن پر استعمال کرتے ہیں او فاعول کے وزن پر چونکہ عجمی ناموں کو بغیر ہمزہ پڑھا جاتا ہے جیسے ھاروت' ماروت' طالوت' جالوت' داؤد۔ اسی طرح ان دونوں کو بھی بغیر ہمزہ پڑھا جانے لگا۔ ''یاجوج ماجوج'' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصل میں تو ہمزہ ہی ہو لیکن تخفیف کر کے بغیر ہمزہ بھی پڑھ لیا جاتا ہو۔

یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں یاجوج و ماجوج اَجّۃ سے مشتق ہوں جس کے معنی مل جانا جیسا کہ فرمانِ باری ان کے بارے میں ہے ''وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ ''اس کی تفسیر میں آیا ہے۔ ای مُخْتَلِطِیْن یعنی ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ اور شاید یَـــجُّ جس کے متعلق اخفش کا کہنا ہے کہ یاجوج اس سے مشتق ہے۔ دراصل اُجّ ہے کیونکہ یا اور جیم کا ساتھ ساتھ عربی زبان میں تلفظ دشوار ہے اس لئے نہیں آتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ اور بغیر ہمزہ دونوں لغتیں جائز ہیں اور قراء سبعہ میں سے اکثر نے بغیر ہمزہ (تسہیل) کے ساتھ پڑھا ہے۔

یاجوج ماجوج انسان

ان کی پیدائش کے متعلق مقاتل کا قول ہے کہ یہ حضرت یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں کہ یہ ترک ہیں مگر کعب الاحبار نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایک دن احتلام ہو گیا اور آپ کا نطفہ مٹی میں مخلوط ہو گیا۔ جب آپ کو افسوس ہوا اللہ تعالیٰ نے اس سے یاجوج ماجوج پیدا کر دیئے۔ لیکن مولف کا کہنا ہے کہ کعب الاحبار کی یہ تحقیق درست نہیں ہے کیونکہ یہ مسلم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو احتلام نہیں ہوا۔ اصحک اللہ تعالیٰ۔

یاجوج ماجوج کی شکل وصورت اور اُن کی خوراک

طبرانی نے یاجوج ماجوج کے سلسلہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے ایک روایت کی ہے:۔

''نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج ایک قوم ہے کہ چار سو امیر ہیں۔ اسی طرح ماجوج بھی ان میں سے کوئی فرد جب تک اپنی اولاد میں سے ایک ہزار شہسوار نہیں دیکھ لیتا نہیں مرتا ہے۔ ان کی ایک قسم تو وہ ہے جو صنوبر کے درخت کے برابر لمبے یعنی تقریباً ایک سو بیس ذراع لمبے ہوتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو اپنے ایک کان کو بچھا لیتے ہین اور دوسرے کان کو اوڑھ لیتے ہیں۔ ان کے سامنے کوئی خنزیر یا ہاتھی آجائے تو اسے کھا جاتے ہیں اور اپنے مردوں کو بھی کھا لیتے ہیں۔ ان کا اگلا قدم شام میں تو پچھلا قدم خراسان میں ہوگا[1]

---

[1] ان کی اتنی رفتار تیز ہوگی۔

تمام سمندروں اور دریائے طبری کا پانی پی جائیں گے مگر اللہ تعالیٰ انہیں مکہ مکرمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں جانے نہیں دے گا اور وھب بن منبہ کا کہنا ہے کہ یاجوج ماجوج گھاس پھوس درخت اور لکڑیاں کھاتے ہیں اور جس انسان پر قابو پا لیتے ہیں اسے بھی کھا جاتے ہیں۔ لیکن یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور بیت المقدس میں جانے پر قادر نہیں ہیں۔ ان کی ایک قسم تو لمبائی میں ایک بالشت کے برابر اور دوسری قسم ضرورت سے زیادہ لمبی ہوتی ہے پرندوں کی طرح ان کے پنجے اور درندوں کی طرح ان کے دانت ہیں۔ کبوتروں کی سی آواز نکالتے ہیں اور چوپایوں کی طرح جفتی کرتے ہیں' بھیڑیئے کی طرح چیختے ہیں۔ ان کے بال سردی گرمی سے ان کا بچاؤ کرتے ہیں۔ ان کے کان بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ایک تو روئیں دار ہوتا ہے جس کو سردی میں اوڑھتے ہیں دوسرا بغیر روئیں کا صرف کھال کا ہوتا ہے۔ جو گرمی میں ان کے کام آتا ہے۔ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کو کھودتے رہتے ہیں جب اس میں سوراخ ہونے کو ہوتا ہے' شام ہو جاتی ہے اور یہ لوگ یہ کہہ کر واپس ہو جاتے ہیں کہ باقی کل کھود یں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے کی طرح صحیح سالم بنا دیتا ہے۔ جس دن وہ یہ کہہ کر واپس ہوں گے کہ انشاء اللہ ہم کل اس میں سوراخ کر لیں گے اس روز وہ اس کو منہدم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور باہر نکل پڑیں گے۔ لوگ ان کو دیکھ کر قلعوں اور محفوظ جگہوں میں جا کر چھپ جائیں گے۔ یہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے پس وہ تیر ان کی طرف اس حال میں واپس آئیں گے کہ وہ خون آلود ہوں گے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو النغف کے ذریعے ہلاک کر ڈالیں گے جو اُن کی گردنوں سے چمٹ جائے گا۔ یہ وہی نغف نامی کیڑا ہو گا جس کا ذکر باب النون میں آ چکا ہے''۔

یاجوج ماجوج کس کی اولاد ہیں؟

یاجوج و ماجوج کے متعلق شیخ محی الدین نوویؒ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ آدم وحوا کی نسل سے ہیں اور ان کی عمر کتنی ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ آدم وحوا کی نسل سے ہیں مگر حوا سے نہیں ہیں' اسی طرح وہ ہمارے صرف باپ شریک بھائی ٹھہرے اور ان کی عمر کے متعلق کوئی صحیح بات منقول نہیں ہے اور یہ باب الکاف میں ''الکرکند'' کے بیان میں حافظ ابوعمر بن عبدالبر کا قول گزر چکا ہے کہ اس پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔

اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ یارسولؐ اللہ! آیا آپؐ کی دعوت یاجوج و ماجوج تک پہنچی ہے یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر اُن کے پاس سے ہوا۔ میں نے ان کو دعوت اسلام بھی دی مگر انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا۔

بخاری و مسلم اور نسائی میں ایک روایت اُن کے متعلق یہ بھی ہے کہ:

''حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے روز حضرت آدمؑ کو مخاطب فرمائیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو گا اے آدم بعث النار (جہنمی لشکر) کو نکالئے۔ حضرت آدمؑ پوچھیں گے' بعث النار کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں ایک ایک جنت میں جائے گا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا یہی وقت ہو گا جبکہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتوں کا حمل ساقط ہو جائے گا تم یہ سمجھو گے کہ لوگ نشے میں بدمست ہیں حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہے''۔

یہ بات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بہت گراں بار ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ! ہم میں سے وہ کون ایک شخص ہو گا جو جنت میں جائے گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ نو سو ننانوے یاجوج ماجوج میں سے

ہوں گے اور وہ ایک جنتی تم میں سے ہوگا۔

علماء کرام کا کہنا ہے کہ اس کام کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو طلب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اور ابو داؤدؒ کو چھوڑ کر دگر بہت سے محدثینؒ نے حضرت زینب ؓ بنت جحش کی یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ:۔

''ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپؐ پر گھبراہٹ کا عالم طاری تھا' چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے''لا الٰہ الا اللہ'' ہلاکت ہے عرب کے اس شر سے جو قریب آچکا ہے یاجوج و ماجوج کی دیوار کا کھلنا اس طرح قریب آ چکا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی ملا کر اشارہ کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں صالحین (نیک لوگ) موجود ہوں گے جب بھی ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! جب خبث کی کثرت ہو جائے گی۔

اس حدیث شریف میں لفظ ویل آیا ہے جس کا ترجمہ ہلاکت سے کیا گیا ہے۔ مولف فرماتے ہیں کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے جس کی تہ تک پہنچنے کے لئے جہنمی کو چالیس برس لگ جائیں گے [1]

اور ''خَبث'' سے مراد فسق و فجور ہے۔ خاص طور سے اس سے مراد زنا لیا ہے۔ بقول بعض خبث سے مراد ''اولاد زنا'' ہے۔ مولف کے نزدیک خبث سے مطلق گناہ مراد ہیں لہذا اس حدیث شریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب معصیت (فسق و فجور) کی کثرت ہو جائے گی تو اس کا نتیجہ عام ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور بروں کے ساتھ نیک اور بھلے لوگ بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

سدِ سکندری:

بزارؒ نے یوسفؒ بن مریم حنفی کی ایک حدیث نقل کی ہے:۔

''وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک صاحب آئے اور آپ کو سلام کیا اور کہنے لگے کیا آپ نے مجھ کو نہیں پہچانا؟ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ اس شخص سے واقف ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ پھر آپ کو بتلایا تھا کہ میں نے سدِ سکندری دیکھی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر بولے اچھا تو وہ آپ ہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جی ہاں میں وہی ہوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ تشریف رکھیں اور ہمیں بھی اس دیوار کا حال سنا دیں۔ چنانچہ ان کا بیان یہ تھا؛

''میں اپنے سفر کے دوران ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں کے لوگوں کا کاروبار صرف آہن گری (لوہار تھے) تھا میں ایک گھر میں مہمان ہوا اور دیوار کی طرف پاؤں کر کے لیٹ گیا۔ جب غروب آفتاب کا وقت آیا تو مجھے ایسی آواز سنائی دینے لگی جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنی تھی اور مجھے اس آواز سے خوف دہشت معلوم ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر صاحبِ خانہ نے مجھے تسلی دی کہ گھبرانے اور ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ کو یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی آواز ہے جو اس وقت سامنے کی دیوار سے واپس جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو تلیف نہ ہو تو آپ اس دیوار کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا میں اُسے ضرور دیکھوں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر اس دیوار کو دیکھا اس میں لگی ہوئی لوہے کی اینٹیں ایسی لگ رہی تھیں گویا وہ چٹانیں ہیں اور اُن کے درمیان ٹھوکی گئی کیلیں کڑیوں کی طرح معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ دیوار دور سے دیکھنے میں ایسی محسوس ہوتی تھی گویا وہ (بردیمانی) یمنی چادر ہے جس پر بیل بوٹے سجے ہوئے ہیں۔ جب میں سفر سے واپس

---

[1] چالیس سال تک اوپر سے نیچے گرتا ہوا چلا جائے گا۔

اپنے وطن پہنچا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپؐ نے مجھ سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی۔ چنانچہ میں نے اُس کا پورا پورا حال بیان کر دیا۔ آپؐ نے اس پر فرمایا کہ جو شخص سدِ سکندری دیکھنے والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ آپ نے بالکل صحیح فرمایا''۔

حضرت سکندر ذولقرنین کے دیوار بنانے قصہ

کہتے ہیں کہ حضرت سکندر ذوالقرنین اپنی سلطنت کا دورہ کرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پہنچے جس کے دونوں طرف پہاڑ تھے۔ بیچ میں وادی تھی۔ وہاں کے بسنے والوں کی گفتگو ان کی سمجھ میں نہ آئی (یا وہ قوم آپ کی گفتگو سمجھنے پر قادر نہ تھی) مگر انہوں نے کسی طرح حضرت سکندر ذوالقرنین سے یہ شکایت کی کہ یاجوج ماجوج ہماری کھیتیاں تباہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ یاجوج ماجوج ان غریبوں کی بستی میں آ کر گھاس، پتے اور سبزیاں کھا جاتے تھے اور سوکھی ہوئی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ بقول بعض آ کر انسانوں کو کھا جاتے تھے۔ اس قوم نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے لئے چندہ کر دیتے ہیں آپ ہمارے اور ان یاجوج ماجوج کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنوا دیں۔

حضرت سکندر ذوالقرنین نے کہا تم کو تمہاری دولت مبارک ہو۔ تم صرف کام کرانے میں میرا تعاون کرو۔ ساز و سامان ہمارے پاس کافی موجود ہے۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔

اس کے بعد حضرت سکندر نے جا کر دونوں پہاڑوں کے درمیان کے فاصلہ کا اندازہ لگایا تو فاصلہ سو فرسخ کے برابر تھا۔ چنانچہ بنیادیں کھودنے کا حکم دیا اور اتنی گہری بنیادیں گھدوائیں کہ پانی نکلنے لگا اور یہ بنیادیں چوڑائی میں پچاس فرسخ تک کھودی گئیں اور اس بنیاد کا بھراؤ بڑی بڑی چٹانوں سے کیا گیا اور اس کا گارا پگھلے ہوئے تانبے کو بنایا گیا۔ وہ دیوار ایسی تار ہو گئی گویا زمین کے اندر سے نکلا ہوا پہاڑ ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ بنیادوں میں اور دیوار میں بھی پتھر نہیں بلکہ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لگائے گئے۔ پھر ان ٹکڑوں کے درمیان لکڑیاں اور کوئلے چن دیئے گئے اور بھٹی جلا دی گئی۔ جب لوہے کے ٹکڑے بالکل سرخ ہو گئے تو اس کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جس سے لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جڑ گئے اور ایسا لگنے لگا گویا لوہے کا کوئی ٹھوس پہاڑ ہوا اور اس پر لوہے اور تانبے کی کیلیں ٹھوک دی گئی ہوں۔ چونکہ درمیان میں کچھ پیتل بھی لگایا گیا تھا لہٰذا دور سے وہ دیوار نقش و نگار سے مزین چادر کی طرح نظر آتی تھی۔

اس کے بعد وہ یاجوج ماجوج اس دیوار کے چکنی ہونے کی وجہ سے نہ تو اس پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں وہ سوراخ کر سکتے تھے کیونکہ وہ بہت مضبوط ہے۔ ایک طرف سے دیوار اور دوسری طرف سے سمندر کے درمیان ان کو قید کر دیا گیا ہے اور وہ اب تک اسی جگہ قید ہیں۔

ان کی خوراک وہ مچھلیاں ہیں جو موسم ربیع میں ان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ بعض نے سانپ کہا ہے۔ وہی وہ پورے سال کھاتے ہیں اور ان کی تعداد کی کثرت کے باوجود انہیں خوراک کی کمی نہیں ہونے پاتی۔ یہ باری تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

الیَامُوْر

ابن سیدہ کا بیان ہے کہ یامور پہاڑی بکروں کی ایک قسم ہے یا اس کے مشابہ کوئی جانور ہے جس کے بیچ سر میں ایک سینگ ہوتا ہے

جس میں مختلف شاخیں ہوتی ہیں۔ دوسرے لوگوں یہ کہا ہے کہ یا مور' نر بارہ سنگھا ہے جس سے سینگ آرا کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ اکثر باتوں میں گورخر کے مشابہ ہے۔ گھنی جھاڑیوں کے پاس رہتا ہے۔ پانی پینے کے بعد اس میں پھرتی پیدا ہو جاتی ہے اور درختوں' جھاڑیوں کے بیچ اچھل کود کرنے لگتا ہے۔ کبھی کبھی اس کے سینگ درخت کی شاخوں میں اٹک جاتے ہیں اس وقت یہ شور کرنے لگتا ہے۔ شکاری اس کی آواز سن کر اُسے پکڑ لیتے ہیں۔

شرع حکم

یہ حلال ہے۔

طبی خواص

اس کی کھال کی خاصیت یہ ہے کہ بواسیر کا مریض اگر اس پر برابر بیٹھا رہے تو بواسیر ٹھیک ہو جاتی ہے۔

الیؤیو

اس پرندہ کی کنیت اُبو رماح ہے۔ یہ شکاری پرندہ ہے۔ شکرہ کے مشابہ ہوتا ہے۔ بابِ الصاد میں ''الصقر'' میں مفصل بیان آ چکا ہے۔ محمدؒ بن زیاد زیادی کا لقب بھی یو یو تھا۔ یہ اہلِ بصرہ کے امام تھے۔ محدث تھے' حماد بن زید اور دیگر راویوں سے حدیث نقل کرتے ہیں۔ ابن ماجہ اور بخاریؒ نے ذیلی طور پر ان سے روایت کی ہے۔ ۲۵۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

شرعی حکم

- حرام ہے۔ کیونکہ یہ پنجہ سے شکار کرتا ہے۔

طبی خواص

اس کا دماغ اگر خشک کر کے کوزہ مصری میں حل کر کے اس میں گوہ کا پاخانہ ملا لیا جائے اور اسے آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا جائے تو آنکھ میں پیدا ہونے والی سفیدی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اس کا پتہ ماء شہدانہ (ایک قسم کی بوٹی) میں ملا کر ناک میں ٹپکایا جائے تو سر درد فوراً ٹھیک ہو جاتا ہے۔

الیَحْبُوْر

(سرخاب کا بچہ) باب الحاء میں ''حباری'' کے بیان میں اس کا احوال وفوائد وغیرہ ذکر کئے جا چکے ہیں۔

الیَحْمُوْرُ

(ایک جنگلی جانور: جھکاڑ) ایک جنگلی جانور رہوتا ہے جو انسانوں کو دیکھ کر بدک کر بھاگتا ہے۔ اس کی دو سینگیں ہوتی ہیں جو بالکل آرہ کی طرح دھار دار ہوتی ہیں اس سے وہ درختوں کی شاخیں کاٹ ڈالتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ جب یہ پیاسا ہوتا ہے اور نہر کے پاس پانی کے لئے جانا چاہتا ہے مگر راستہ میں گھنی جھاڑیاں اُس کے آڑے آ جاتی ہیں تو وہ اپنی سینگوں سے اُنہیں کاٹتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یحمور' یا مور ہی ہے جس کا ذکر ابھی گزرا ہے اور اس کی سینگیں بارہ سنگھے کی طرح ہوتی ہیں۔ ہر سال بچے دیتا ہے۔

اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور اس کا بدن ٹھوس اور گٹھیلا ہوتا ہے۔

شرعی حکم

اس کی ہر قسم حلال ہے۔

طبی خواص

اگر روغن بلسہ میں اس کی چربی ملا کر مالش کی جائے تو فالج میں بہت مفید ہے۔

حیرت انگیز داستان

علامہ ابوالفرج ابن جوزی کی کتاب ''العرائس'' میں لکھا ہے کہ ایک طالب علم تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے کہیں جارہا تھا راستے میں اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جو اس کے ساتھ ہو گیا۔ جب وہ طالب علم اس شہر کے قریب پہنچا جہاں جانے کا قصد کر کے وہ گھر سے چلا تھا۔ اس اجنبی شخص نے اس طالب علم کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم سفر ہونے کی وجہ سے تجھ پر میرا حق رفاقت لازم ہو گیا اور میں قوم جن کا ایک فرد ہوں مجھے تم سے ایک کام ہے۔ طالب علم نے پوچھا کیا کام ہے؟ جن نے کہا جب تُو فلاں مقام پر پہنچے گا تجھے وہاں کچھ مرغیاں ملیں گی ان کے بیچ میں ایک مرغا ہوگا۔ اُس کے مالک کا پتہ لگا کر اس مرغے کو خرید لینا اور اسے ذبح کر ڈالنا۔ بس تجھ سے میرا یہی کام ہے۔ اس طالب علم نے اس جن سے کہا کہ بھائی میرا بھی تم سے ایک کام ہے۔ جن نے پوچھا تیرا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ بالفرض اگر کوئی سرکش جن کسی انسان پر سوار ہو جائے اور اس پر کسی عمل کا اثر نہ ہوتا ہو تو اس کا علاج کیا ہے؟ جن نے کہ کہ اس کی دوا یہ ہے کہ ''یحمور'' کی کھال کا ایک ہاتھ لمبا تانت لے کر اس سے آسیب زدہ کی شہادت کی انگلی خوب جکڑ کر باندھ دی جائے پھر سنداب بری کا تیل لے کر چار قطرے آسیب زدہ کے داہنے نتھنے میں اور تین قطرے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے جائیں اس سے وہ آسیب مر جائے گا اور پھر اس پر کوئی دوسرا آسیب کبھی بھی نہیں آئے گا۔

اس طالب علم کا کہنا ہے کہ وہ جن مجھ سے جدا ہو گیا۔ جب میں شہر کے اس مقام پر پہنچا جہاں کا اس نے پتہ دیا تھا تو مجھے وہاں مرغیاں نظر آئیں اور ان میں ایک مرغا بھی تھا۔ یہ ایک بڑھیا کی ملکیت میں تھا۔ میں اس سے وہ مرغا خریدنا چاہا مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ آخر کار بہت اصرار کر کے میں نے وہ مرغا دوگنی قیمت میں خرید لیا۔ پھر وہ جن مجھے نظر آیا اور اس نے اشارہ سے مجھے کہا کہ ''اس مرغے کو ذبح کر دے''۔ چنانچہ میں نے اس کو ذبح کر دیا۔ کچھ دیر کے بعد کچھ مرد وعورت پاس کے ایک گھر سے نکلے اور مجھے جادوگر کہہ کر مارنے لگے۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں جادوگر نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے جب سے تو نے یہ مرغا ذبح کیا ہے ایک جن آ کر ہماری جوان لڑکی پر سوار ہو گیا ہے اور وہ کسی طرح اس کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔

میں سمجھ گیا کہ یہ جن وہی میرا رفیق سفر ہے چنانچہ میں نے اُن سے کہا کہ مجھ کو ''یحمور'' کی تانت اور آبِ سنداب لا کر دو میں اس کا علاج کروں گا۔ جب یہ چیزیں انہوں نے مہیا کر دیں۔ میں نے جا کر تانت سے اس آسیب زدہ لڑکی کی انگلی خوب کس کر باندھ دی۔ باندھتے ہی وہ جن چلانے لگا اور کہنے لگا کیا میں نے اسی لئے تجھ کو یہ عمل سکھایا تھا کہ تُو مجھ ہی پر اسے آزمائے۔ میں نے اُس کی ایک نہ سنی اور پھر اس تیل کے چار قطرے اس کے داہنے نتھنے اور تین قطرے اُس کے بائیں نتھنے میں ٹپکا دیئے۔ ٹپکاتے ہی وہ جن مردہ ہو کر اسی وقت گر پڑا اور لڑکی بھلی چنگی ہو گئی۔ پھر اس کو کسی آسیب کی تکلیف کبھی نہیں ہوئی۔

الیحموم

(تیتر کی طرح کا ایک پرندہ) یحموم: ایک خوبصورت پرندہ ہے جو حجاز کے نخلستانوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مولف کا خیال ہے کہ یہ تیتر ہے۔ یحموم' نعمان ابن المنذر کے گھوڑے کا نام بھی تھا۔ یحموم عربی میں سیاہ دھوئیں کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں یحموم سے یہی دھواں مراد ہے۔ جب اہلِ عرب کسی انتہائی کالی چیز کو بتانا چاہتے ہیں تو ''اسود یحموم'' کہتے ہیں۔ یعنی' کالا بھجنگ''۔

کہتے ہیں کہ ''یحموم'' دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کے سائے میں دوزخیوں کو بٹھا دیا جائے گا اور اس کا حال یہ ہوگا ''لا بارد ولا کریم'' یعنی نہ اس کی مٹی میں ٹھنڈا پن ہوگا نہ اس کا منظر ہی اچھا ہوگا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یحموم جہنم کا ایک نام بھی ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ جہنم بالکل سیاہ ہے اور اس میں جانے والے لوگ بھی کالے بھجنگے ہو جائیں گے۔ **نعوذ باللّٰہ من شرھا**

الیراعة

(جگنو) اڑنے والا ایک چھوٹا سا کیڑا ہے۔ دن کو عام پتنگوں کی طرح دکھائی دیتا ہے اور اندھیری راتوں میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی چمکدار ستارہ زمین پر اتر آیا ہو یا جیسے کوئی چراغ اڑ رہا ہو۔

ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یراع' مچھر اور مکھی کے درمیان کی ایک مخلوق مکھی ہے جو منہ پر بیٹھ جاتی ہے مگر کاٹتی نہیں ہے اور یراعۃ شتر مرغ کو بھی کہتے ہیں۔ اس کا بیان تفصیل سے گزر چکا ہے۔

الیربوع

چوہے سے ذرا بڑا ایک جانور ہے جس کی اگلی ٹانگیں بہت چھوٹی اور پچھلی بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اس کی دم چوہے کی سی ہوتی ہے اور دم کے آخری کنارہ پر بال کلی کے مانند لگتے ہیں۔ یہ اپنی دم اٹھا کر چلتا ہے۔ ہرن کی طرح اس کا رنگ ہوتا ہے۔

جانوروں کی نفسیات کے ماہرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں میں خباثت کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ان میں اکثر کے ہاتھ چھوٹے اور پیر لمبے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب انہیں کسی چیز کا خطرہ ہوتا ہے تو چھلانگ لگا کر اس خطرے سے اپنی حفاظت کر لیتے ہیں۔

یہ جانور زمین کے اندر رہتا ہے تاکہ اس کی نمی اس کے لئے پانی کا کام دے یہ اچھی ہوا کو پسند کرتا ہے۔ دریاؤں سے اسے وحشت ہوتی ہے اسی وجہ سے یہ اپنی بل بلند جگہوں پر بناتا ہے۔ پھر یہ اپنی بل کو ایسی جگہ بناتا ہے جہاں چہار سو کی ہوا لگے اسی لئے وہ اپنی بل میں چاروں طرف دروازے کھولتا ہے تاکہ ہوا اندر جا سکے۔ اس کے ان دروازوں کا نام الگ الگ ہے۔ ایک کو ''النافقاء'' دوسرے کو ''القاصعاءُ' تیسرے کو ''الراھطاء'' کہتے ہیں۔ اگر کوئی شکاری اس کے ایک سوراخ کے پاس اس کی تلاش میں ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکل جاتا ہے۔ اس بل کے باہر مٹی اور اندر گڑھا ہوتا ہے۔ نافقاء اس کی چھپی ہوئی بل کو کہتے ہیں۔ اسی سے منافق مشتق ہے کہ ظاہر میں اس کی زبان پر ایمان ہوتا ہے مگر دل میں کفر ہوتا ہے۔

اس جانور کی خاص فطرت یہ ہے کہ نرم زمین پر چلتا ہے تاکہ اس کے پیروں کی آہٹ سن کر کوئی شکار نہ کر لے۔ اسی طرح خرگوش بھی ایسے ہی کرتا ہے یہ جگالی کرتا ہے اور مینگنی کرتا ہے۔ اس کے اوپر نیچے دانت اور ڈاڑھ بھی ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں جاحظ اور قزوینی کا

کہنا ہے کہ یہ جانور چوہے کی ایک قسم ہے۔قزوینی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ان جانوروں میں سے ہے جن کے سردار ہوتے ہیں اوران کی حکم کی تعمیل کیجاتی ہے۔ جس وقت کہ سردار اُن کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ کسی اونچی جگہ پر پتھر وغیرہ پر کھڑا ہوکر ادھرادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اگر اسے کوئی خطرے کی چیز آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے تو وہ دانتوں کو کٹکٹا کر خاص قسم کی آواز نکالتا ہے جس کو سن کر سب اپنے بلوں میں گھس جاتے ہیں۔ اگر اتفاق سے سردار اپنی اس ڈیوٹی میں کچھ غفلت برتے اور اس کی اس کوتاہی کے نتیجے میں کوئی جانور کسی ایک کو پکڑ لے جائے تو سب مل کر سردار کو مار ڈالتے ہیں اور اُس کی جگہ دوسرا سردار چُن لیتے ہیں۔

جب یہ معاش کی تلاش میں باہر نکلتے ہیں تو سب سے پہلے ان کا سردار باہر نکلتا ہے۔ اِدھر اُدھر جھانک کر دیکھتا ہے جب کوئی خطرہ کی چیز نظر نہیں آتی تو خاص انداز سے دانتوں کو کٹکٹا کر آواز نکالتا ہے جس سے سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی خطرہ نہیں ہے اس وقت سب باہر نکل آتے ہیں۔

شرعی حکم

شوافع کے یہاں یہ جانور حلال ہے۔ مگر حنفیہ کے یہاں یہ حرام ہے کیونکہ یہ حشرات الارض کے قبیل سے ہے۔

طبی خواص

اگر پپوٹوں کے اندر بال جم آتے ہیں اوران کو اکھاڑ کر پپوٹوں پر یربوع کا خون مل دیا جائے تو پھر وہ بال نہ جمیں گے۔

تعبیر

یربوع کو خواب میں دیکھنا بہت جھوٹے اور جھوٹی قسمیں کھانے والے شخص کی پہچان ہے۔ اگر کوئی خود کو اس سے جھگڑتے دیکھے تو اسی قسم کے آدمی سے اس کی لڑائی ہوگی۔

الیَرْقَان

یہ وہ کیڑا ہے جو کھیتوں میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کی شکل تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اڑنے لگتا ہے اور اس کا نام ''ذرع میروق'' بھی ہے جیسا کہ ابن سیدہ نے کہا ہے:

الیسف

(مکھی) باب الذال میں ''ذباب'' میں پورا بیان گزر چکا۔

الیَعْرُ

بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو شیر اور بھیڑیئے کی کچھار کے قریب باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے سامنے ایک گڑھا کھود کر اُسے گھاس وغیرہ سے چھپا دیتے۔ اس بکری کے بچہ کی آواز سُن کر بجو اُس کی تلاش میں آتا ہے اور گڑھے میں گر جاتا ہے۔ نیز یعر نام کا خراسان میں ایک جانور رہتا ہے جو محنت ومشقت کے باوجود موٹا ہوتا ہے۔

الیعفور

یعفور: ہرن یا نیل گائے کے بچہ کو کہتے ہیں۔ بقول دیگر نر ہرن کو بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یعفور نامی گدھے پر سوار ہو کر ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس گدھے کا نام ''یعفور'' اس کے خاکستری رنگ کی بنیاد پر رکھا گیا۔ جس طرح سبز رنگ کے جانور کو یعفور کہہ دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام یعفور اس لئے پڑا کہ اس کی رفتار ہرن کے مشابہ تھی۔

الیعقوب

یعقوب: نر چکور کو کہتے ہیں۔ اس معنی میں یہ لفظ خالص عربی کا ہے۔ مگر یعقوب جو ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے وہ یوسف و یونس کی طرح عجمی لفظ ہے۔ لہٰذا بقول جوہری اگر یعقوب کسی شخص کا نام ہو تو یہ عجمہ اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائے گا۔ لیکن حجل (چکور) کے معنی میں منصرف ہوگا۔ کیونکہ وہ خاص عربی زبان کا لفظ ہے اور اس میں غیر منصرف ہونے کے لیے کوئی سبب موجود نہیں ہے۔

چکور کا حکم

رافعی نے کہا ہے کہ مرغی اور چکور سے پیدا شدہ پرندے کو اگر کوئی محرم شکار کرلے تو جزاء لازم ہوگی۔

الیعملة

اس سے مراد کام کرنے والا اونٹ یا اونٹنی ہے اس کی جمع لیلات آتی ہے۔

الیمام

اصمعی کے بقول فاختہ کو کہتے ہیں اور کسائی کے بقول وہ جنگلی کبوتر جو گھروں میں رہتا ہے اور یمامہ اس کرنجی آنکھوں والی لڑکی کا نام بھی تھا جو تین دن کی مسافت کے فاصلہ سے کسی چیز کو دیکھ لیتی تھی۔ جاحظ کا کہنا ہے کہ وہ لڑکی لقمان بن عاد کے خاندان سے تھی اور اس کا اصل نام ''عنز'' تھا۔ اس کی آنکھیں کرنجی تھیں۔ اسی طرح ''الزباء'' اور ''البسوس'' نامی دو عورتیں بھی اسی طرح آنکھوں والی تھیں۔ سب سے پہلے اس لڑکی نے اثمد کا سرمہ استعمال کیا تھا۔

ایک عورت کی تیز نگاہی کا عجیب قصہ

''اِبْتِلاءُ الْاَخْیَارِ بِالنِّسَاءِ الْاَشْرَارِ'' میں لکھا ہے کہ عرب میں پانچ عورتیں ضرب المثل بن چکی ہیں: زرقاء الیمامہ، بسوس، دغة، ظلمة اور ام قرفة۔

زرقاء الیمامة:۔ یہ یمامہ کی رہنے والی بنو نمیر کی ایک لڑکی تھی جو تاریک رات میں سفید بال اور تین دن کی مسافت کی دوری سے گھوڑے سوار کو دیکھ لیا کرتی تھی۔ اگر کوئی لشکر اس کی قوم پر حملہ آور ہوتا تو وہ ان کو پہلے سے آگاہ کر دیتی تھی اور وہ لوگ اس لشکر سے نمٹنے کے لئے تیار

ہوجاتے تھے۔

کسی لشکر کے سپہ سالار نے ان کے خلاف یہ تدبیر کی کہ اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص درخت کی ایک شاخ کاٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے اور اُس کی آڑ میں آگے بڑھے۔ زرقاء نے جب اس کو غور سے دیکھا تو اُسے ایسا دکھائی دیا جیسے ایک درخت اس کی قوم کی طرف بڑھا چلا آرہا ہو۔ اس نے اپنی قوم کو اس کی اطلاع دی کہ مجھے تو سامنے سے ایک درخت آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ قوم نے اس کا مذاق اڑایا کہ تیری عقل ماری گئی ہے بھلا کہیں درخت بھی چلتا ہے۔ اس نے کہا کہ جو میں کہہ رہی ہوں وہی صحیح ہے۔ اس پر اس کی قوم نے اسے جھٹلا دیا اور انہوں نے دشمن سے مدافعت اور اپنی حفاظت کا کوئی کام نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ان پر صبح صبح پہنچ گیا اور زرقا کو قتل کر دیا۔ جب انہوں نے اس کی آنکھیں چیر کر دیکھیں تو اُن کی رگوں میں اثمد ہی اثمد (اصفہانی سرمہ) بھرا ہوا تھا۔ کیونکہ یہ بکثرت یہی سرمہ استعمال کیا کرتی تھی۔ غالباً یہی اس کی بصارت کی تیزی کا سبب بنا تھا۔

(۲) بسوس: اس کے بارے میں عرب میں یہ مثل رائج ہے'' اَشام من بسوس ''یعنی بسوس سے زیادہ منحوس۔ یہ عورت جساس بن مرۃ بن ذہل بن شیبان کی خالہ تھی۔ اس کی ایک اونٹنی کی وجہ سے'کلیب بن وائل مار ڈالا گیا جس کی وجہ سے ہی بکر اور بنی تغلب میں زبردست جنگ چھڑ گئی جو چالیس سال تک جاری رہی۔ یہ لڑائی ''حرب بسوس'' کے نام سے مشہور ہے۔

(۳) دَغة: اس عورت کے نام سے یہ مثل مشہور ہے'' احمق من دغة ''دغہ سے زیادہ احمق اس کا تعلق بنی عجل سے تھا اس کا نکاح بنی العنبر میں ہوا تھا۔ ظلمة (ظلم سے زیادہ زانی) یہ قبیلہ ہذیل کی عورت تھی اس نے چالیس سال تک زنا کرایا اور چالیس سال تک حکومت بھی کرتی رہی جب بڑھاپے کی وجہ سے ان دونوں کاموں سے معذور ہوگئی اُس نے ایک بکرا اور ایک بکری خریدی۔ وہ بکرے کو بکری پر چھوڑ دیا کرتی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تُو ایسا کیوں کرتی ہے؟ تو اس نے کہ جب بکرا بکری پر چڑھتا ہے اور جماع کے وقت سانس لینے کی آواز میرے کانوں میں آتی ہے تو میرا جی خوش ہوجاتا ہے۔

(۵) اُم قرفة: اس کے متعلق یہ مثل بیان کی جاتی ہے ''امنع من ام قرفة ''ام قرفہ سے زیادہ محفوظ '' یہ مالک بن حذیفہ فزاری کی بیوی تھی اس نے اپنے گھر میں پچاس تلواریں لٹکا رکھی تھیں ان میں ہر تلوار اس کے کسی ذی محرم کے لئے مخصوص تھی۔

عورتوں کے متعلق حکماء کے تذکرے

محمد بن سیرینؒ سے کسی نے عورتوں کے متعلق سوال کیا تو آپ کا جواب یہ تھا:

''یہ عورتیں فتنوں کے دروازے کی کنجیاں ہیں اور رنج وغم کا خزانہ ہیں۔ اگر عورت تیرے ساتھ کوئی بھلائی کرے گی تو احسان ضرور جتلا دے گی۔ تیرے راز کو فاش کر دے گی۔ اگر تُو اسے کسی کام کا حکم دے تو اس کو ٹال دے گی اور تیرے غیر کی طرف مائل ہوگی۔

کسی اور کا قول ہے:

عورتیں رات کو تو خوشبو ہیں اور دن میں کانٹا ہیں۔ کسی عقلمند آدمی کو اس کے دشمن کی موت کی خبر دی گئی اُس نے کہا کہ اگر تم یہ کہتے اُس نے شادی کر لی ہے تو مجھے اس سے زیادہ خوشی ہوتی۔

کہتے ہیں کہ آدمی تین باتوں سے مجبور ہوتا ہے:۔

(۱) اپنی مصلحت کے کاموں میں بیدار رہنے میں کوتاہی کرنا۔ (۲) خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت کرنا (۳) جس بات کا اسے علم نہ ہو

اس میں عورت کی بات مان لینا۔

کسی حکیم کا قول ہے کہ جہالت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں اور عوت سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں۔

اَلْیُوَصِّیْ

''اَلْیُوَصِّیْ'' (یاء اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور صاد مشدد کے کسرہ کے ساتھ) اس سے مراد باز کے مشابہ ایک عراقی پرندہ ہے جس کے بازو ''الباشق'' (باز) سے لمبے ہوتے ہیں اور یہ پرندہ شکار کرنے میں بہت تیز ہوتا ہے۔

شرعی حکم

یہ حرام ہے جیسا کہ باب الحاء میں ''الحر'' کے نام سے اس کا بیان گزر چکا ہے۔

اُلیَعْسُوْب

۱۔ (ملک النحل) یعسوب: یہ لفظ عربی میں مشترک ہے کئی معنوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ ٹڈی کے برابر ایک کیڑے کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ اس کے چار پر ہوتے ہیں۔ یہ اپنے پروں کو سیمٹتا نہیں ہے۔ یہ کبھی بھی چلتا ہوا نظر نہیں آیا بلکہ یا تو کسی درخت کی شاخ پر بیٹھا رہے گا یا اڑتا رہے گا۔ یہ تتلی کی ایک قسم ہے جس کے چار پَر ہوتے ہیں۔ جسم ٹڈی کی طرح لمبا سا ہوتا ہے اور جوہریؒ نے کہا ہے کہ یہ ٹڈی سے بڑا ہوتا ہے۔ اگر یہ گر پڑتا ہے تو اپنے پر نہیں سمیٹتا۔

۲۔ یعسوب گھوڑے کا نام

عسوب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام بھی تھا اور اسی طرح حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا بھی نام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ان تینوں گھوڑوں میں سے ایک ہے جو جنگ بدر کے دن مسلمان فوج میں موجود تھے۔

۳۔ یعسوب: گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو بھی کہتے ہیں۔

۴۔ یعسوب: چکور کی ایک قسم کو بھی کہتے ہیں۔

۵۔ یعسوب: شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں جس کا نام رانی مکھی ہے۔ یہ تمام مکھیوں کی سردار ہوتی ہے اور ہر کام اسی کے اشارہ سے ہوتا ہے۔ چھتہ میں آنا جانا، چھتہ تیار کرنا اور شہد چوس کر لا کر اس میں اکٹھا کرنا۔ ہر حال میں یہ مکھیاں اپنے سردار کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ یہ اپنے ماتحت مکھیوں کا انتظام اسی طرح کرتی ہے جیسے کوئی بادشاہ اپنی رعایا کا انتظام کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ مکھیاں چھتہ میں واپس آتی ہیں تو یہ رانی مکھی دروازے پر کھڑے ہو جاتی ہے اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ ایک دوسرے سے پہلے داخل ہونے کے لئے جھگڑا کرے۔ بلکہ سب قائدہ یکے بعد دیگرے چھتہ کے اندر جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو دھکیلتی ہوئی یا دھکا دیتی ہوئی دکھائی نہیں دیتیں۔ اُن کا یہ عمل بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی امیر لشکر کسی تنگ گزرگاہ پر ایک ایک کر کے اپنا لشکر گزارتا ہے۔

ان مکھیوں کے اندر یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک چھتہ میں کبھی دو امیر جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر کبھی ایسا ہو بھی جاتا ہے کہ دو گروہ اپنا

امیر الگ الگ منتخب کر لیں تو وہ مکھیاں ان میں سے ایک کو مار ڈالتی ہیں اور صرف ایک امیر کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ ایسا کرنے کی وجہ سے اس میں باہم کوئی عداوت یا دشمنی نہیں پھیلتی بلکہ دو امیر ہونا ہی ان کے لئے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔ لہٰذا سب مل کر ایک جان دو قالب ہو جاتی ہیں۔

ابن السنی نے اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' میں لکھا ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو ابلیس اپنے لشکر کو آواز دیتا ہے اور وہ اپنے امیر کے پاس ایسے ہی جمع ہو جاتے ہیں جس طرح شہید کی مکھیاں ''یعسوب'' کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی مسجد کے دروازے سے نکلنے کے لئے کھڑا ہو تو یہ دُعا پڑھ لیا کرے: ''اَللّٰھُمَّاِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجنودِہٖ''

(اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے تیری پناہ میں داخل ہوتا ہوں''۔

اگر کوئی یہ دُعا پڑھ لے گا تو شیطان اور اس کا لشکر اُسے بالکل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

انگوٹھی سے موت کا اطلاع

لفظ یعسوب صرف سردار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید کو جنگ جمل کے روز مقتول ہو کر پڑا دیکھا تو فرمایا: ''ھذا یعسوب القریش'' یہ قریش کے سردار تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے اس روز بڑی جانبازی اور بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ آپ کا ایک ہاتھ جس میں انگوٹھی تھی اسی روز کٹ گیا تھا۔ ایک گدھ آیا اور اس ہاتھ کو انگوٹھی سمیت اٹھا کر لے گیا اور یمامہ میں گرا دیا۔ اس انگوٹھی سے اس ہاتھ کی شناخت ہوگئی اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نمازِ جنازہ پڑھ لی۔ اس پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جنگ جمل کے معرکہ میں اس ہاتھ کو اُٹھا کر کوئی پرندہ لے گیا ہے اور اس کو حجاز میں گرا دیا ہے۔ پھر نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا گیا ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ پرندہ کون سا تھا اور کس جگہ لے جا کر ہاتھ گرایا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ گدھ نے اسی روز لے جا کر یمامہ میں گرایا تھا۔ ابن قتیبہ کا خیال ہے کہ عقاب نے اسی دن لے جا کر اس ہاتھ کو یمامہ میں گرایا۔ حافظ ابوموسیٰ وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس کو گدھ لے گیا اور اس نے لے جا کر اسے مدینہ منورہ میں گرایا۔ اور شیخ نے ''شرح مہذب'' میں لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں لے جا کر گرایا۔

صحیح مسلم شریف میں نواس بن سمعانؓ کی ایک طویل حدیث ہے کہ دجال کے ساتھ ساتھ زمین کے خزانے چلیں گے اور اس کے چاروں طرف اس طرح جمع ہو جائیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے ارد گرد جمع ہو جاتی ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مکان کے دروازے پر (کھڑے ہو کر) جہاں آپ کو کفن دیا گیا تھا فرمانے لگے: ''بخدا آپ یعسوب المومنین تھے۔ آپ ایک ایسے پہاڑ تھے جس کو زبردست آندھیاں بھی نہیں ہلا سکتی تھیں اور نہ سمندر کی جھکڑ دار ہوائیں آپ کی کشتی حیات میں ہچکولے پیدا کر سکتی تھیں''۔ اس تقریر میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یعسوب سے اس بناء پر تشبیہ دی ہے کہ یعسوب بوقت پرواز تمام مکھیوں سے آگے رہتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں تمام مومنین سے آگے تھے۔

''کامل بن عدی'' میں عبداللہ بن واقف واقفی نے عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب کے حالات میں لکھا ہے کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا ''اَنْتَ یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الْکُفَّار '' کہ آپ مومنوں کے یعسوب اور مال کافروں کا یعسوب ہے اور ایک روایت میں یعسوب الظلمۃ اور ایک روایت میں یعسوب المنافقین کے لفظ مرقوم ہیں یعنی مال کے ذریعے کفار ظالم منافق لوگ مومنین کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ حضرت علیؓ کو ''امیر النحل بھی'' کہا گیا ہے۔

خاتمہ الکتاب

کتاب ''حیوۃ الحیوان'' یعسوب کے بیان پر ختم ہوگئی۔ خاتمہ پر مولفؒ علامہ شیخ کمال الدین الدمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے مسودہ سے ماہ رجب ۷۷۳ھ میں فراغت حاصل ہوئی (اس کتاب کی ابتداء ملک الوحش جانوروں کے بادشہ ''شیر'' سے ہوئی جو شجاعت میں ضرب المثل ہے اور اس کی انتہاء ملک النحل (شہد کی مکھیوں کے بادشاہ) پر ہوئی جو سوم اور شہد دینے میں مشہور ہے۔ موم سے روشنی حاصل ہوتی ہے اور شہد سے شفاء ملتی ہے۔

